چمنستانِ ختم نبوت
کے گلہائے رنگارنگ
جلد پنجم
م ن و
ہ ی
تکملہ ا تا ی
مولانا اللہ وسایا صاحب
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	:	چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ
مصنف	:	مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ
جلد پنجم	:	۴۶۴ صفحات
تعداد شخصیات جلد ہذا	:	۱۸۵۱ تا ۲۴۶۰ (۶۱۰)
طبع	:	دسمبر ۲۰۲۱ء
کل صفحات مکمل سیٹ	:	۲۲۱۶
کل شخصیات مکمل سیٹ	:	۲۴۶۰
مطبع	:	طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر	:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

م ن و

ہ ی

تکملہ ...... اتای

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

(۱۸۵۱) محمد چراغ عباسی چکوڑی (گجرات)، مولانا خواجہ

(وفات: ۱۹۱۸ء)

حضرت خواجہ محمد چراغ عباسی چکوڑی ضلع گجرات کے ایک علمی، دینی، روحانی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد مولانا محمد عالم صاحب ایک متبحر عالم اور ماہر مدرس شمار ہوتے تھے۔ مولانا محمد چراغ صاحب نے اپنے والد صاحب اور ماموں خواجہ محمد امین صاحب سے علم دین حاصل کیا اور یگانہ روزگار مدرسین میں شمار ہونے لگے۔ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی (بہاول پوری) آپ ہی کے فیض یافتہ شاگرد رشید تھے۔ دوران تعلیم ہی آپ حضرت گولڑوی سے بیعت ہوگئے۔ حضرت پیر صاحب کو آپ کے علم و فضل پر بڑا اعتماد تھا۔ بعض مضامین نظر ثانی کے لئے آپ کے پاس بھیجتے۔ آپ کا انتقال عالم شباب میں ہوا۔ اگست ۱۹۰۰ء میں ملعون مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے حضرت پیر صاحب کے ہمراہ دیگر علماء کے ساتھ آپ بھی شامل تھے۔ چنانچہ روئیداد مناظرہ ''حق نما'' کی فہرست میں آپ کا نام بیسویں نمبر پر ہے۔

(۱۸۵۲) محمد چراغ شاہ (گجرات)، جناب سید

یہ قادیان کے قریب کے رہنے والے بزرگ تھے اور مجلس احرار اسلام کے ایثار پیشہ رہنما، مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ نے قادیان میں جو جائیداد خریدی انہیں کے نام سے خریدی۔ ٹرسٹ قائم کیا گیا تو آپ اس کے رکن تھے۔ پاکستان بننے کے بعد گوجرانوالہ، گجرات میں آکر آباد ہوئے۔ اس ٹرسٹ کی زمینوں اور جائیداد کے بدلہ میں یہاں کوئی متروکہ جائیداد الاٹ نہ ہوسکی۔ جب وہ نہ رہے تو ان کے متعلق اب کسی کو کیا یاد ہوگا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی ابتدائی کارروائیوں میں ان کی وفات پر تعزیت کی قرارداد پڑھی جو مرکزی شوریٰ کے پہلے اجلاسوں میں کی گئی۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۸۵۳) محمد چراغ (گوجرانوالہ)، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۴ء ...... وفات: ۲۱/اپریل ۱۹۸۹ء)

حضرت مولانا محمد چراغ، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ آپ نے اپنے استاذ کی تقریر ترمذی کو ''العرف الشذی'' کے نام سے تحریر کیا جو اس وقت ہر ترمذی پڑھانے والے کے لئے چراغ راہ کا کام دیتی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کا فتنہ قادیانیت کے خلاف جو جذبہ جہاد تھا۔ وہ نسبت حضرت مولانا محمد چراغ مرحوم میں بھی منتقل ہوئی۔ آپ ردقادیانیت کے اپنے وقت کے امام تھے۔ ان کی خوبی یہ تھی کہ وہ مرزا قادیانی کی تکذیب اس کی اپنی تحریرات سے کرتے تھے۔ ہمارے استاذ محترم فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب، حضرت مولانا محمد چراغ صاحب کے ردقادیانیت پر شاگرد اور جانشین تھے۔ حضرت مولانا محمد چراغ صاحب نے ایک کاپی ردقادیانیت پر مرتب کی تھی۔ جس میں ختم نبوت، حیات مسیح علیہ السلام اور کذب مرزا تینوں موضوعات پر جاندار مناظرانہ مباحث کو دریا بکوزہ بند کیا گیا تھا۔ عرصہ تک وہ کاپی نقل درنقل ہوتی رہی۔ حضرت مولانا محمد حیات اسی کو سامنے رکھ کر تیاری کرنے کا اپنے شاگردوں کو حکم دیتے تھے۔ مولانا محمد چراغ گوجرانوالہ میں جامعہ عربیہ کے بانی

تھے۔آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد انور صاحب نے فروری ۱۹۹۰ء میں اس کاپی کو کتابی شکل میں ’’چراغ ہدایت‘‘ کے نام پر شائع کیا۔حضرت مولانا محمد چراغ صاحب کی کاپی پر اکثر حوالے مرزا قادیانی کی کتب کے لاہوری ایڈیشن کے تھے۔کاپی کو جب کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ہوا تو مولانا محمد انور صاحب کے حکم پر ان کے دونمائندے ملتان دفتر مرکزیہ آئے۔حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر کی معاونت سے انہوں نے قادیان وچناب نگر ایڈیشنوں کے حوالہ جات اس پر لگائے۔اب اس ایڈیشن میں الحمدللہ !فقیر نے دجال قادیان کی کتب کے مجموعہ خزائن کے حوالہ جات بھی لگادیئے گئے ہیں۔ہمارے ہاں علمی حلقوں میں ایک لفظ’’جامع‘‘ کا استعمال کیا جاتا ہے۔واقعہ میں ردقادیانیت کے لئے یہ کتاب جامع کا درجہ رکھتی ہے۔ربع صدی بعد جدید ایڈیشن کی اشاعت عالمی مجلس کے لئے اعزاز کی بات ہے۔ہمارے دادا استاذ حضرت مولانا محمد چراغ اتحاد العلماء کے بھی بانی صدر تھے جو جماعت اسلامی پاکستان کا ذیلی ادارہ ہے۔مولانا محمد چراغ سے جناب مودودی صاحب کا جوڑ بجاطور پر ہمارے خیال میں ریشم میں ٹاٹ کے پیوند کے مترادف ہے اوراس سے بہتر تعبیر کرنی کم ازکم فقیر کے لئے ممکن نہیں۔کتاب کی اشاعت بہرحال ہمارے لئے ڈھیروں خوشیاں لئے ہوئے ہے۔اس کتاب کی اختساب میں شمولیت گویا فقیر راقم کی اپنے دادا استاذ سے ایک نسبت قائم ہوجانے کی خوشخبری اپنے اندر سموئے ہوئے ہےاوراب یہ احتساب قادیانیت جلد۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۸۵۴) محمد حامد سراج، جناب صاحبزادہ

(وصال:۱۳/نومبر۲۰۱۹ء)

خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی قطب الارشاد حضرت ابوالسعد احمد خان کے پڑپوتے اور صاحبزادہ محمد عارف کے صاحبزادے جناب صاحبزادہ محمد حامد سراج خانقاہ سراجیہ میں وصال فرماگئے۔اگلے روز ان کا نماز جنازہ خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مولانا صاحبزادہ خلیل احمد نے پڑھایااور خانقاہ سراجیہ قبرستان قطعہ خاص میں رحمت حق کے سپرد کردیئے گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون !مرحوم جدید تعلیم یافتہ تھے۔گریجویٹ کرنے کے بعد آپ نے اٹامک انرجی کندیاں میں ملازمت اختیار کرلی۔ملک عزیز کے بہت اچھے معیاری اورتعمیری ناول نگار تھے۔آپ کے کئی ناول شائع شدہ بھی ہیں اورمقبول عام بھی۔آپ نے ہمارے مخدوم حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد کی سوانح پر بڑی مستند کتاب لکھی۔آپ بہت مرنجاں مرنج انسان تھے۔حج وعمرہ کی سعادت بھی حاصل کی۔آپ کے پسماندگان میں دوصاحبزادگان اوردوبیٹیاں ہیں جوسب شادی شدہ ہیں۔ایک صاحبزادہ سرکاری ملازم ہےاور دوسرے کاروبار کرتے ہیں۔صاحبزادہ صاحب بہت نفیس طبیعت کے انسان تھے۔زندگی اتار چڑھاؤ کا نام ہے۔گزشتہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔’’مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی‘‘ کے بمصداق حق تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔

(۱۸۵۵) محمد حسن امرتسری(لاہور)،مولانا مفتی

(وفات:یکم/جون۱۹۶۱ء،کراچی)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل،حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی کے اجل خلیفہ، جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی،تحریک ختم

نبوت ۱۹۵۳ء کے سرپرست اعلیٰ، بزرگوں کی روایات کے حامل، ان کا وجود اس دھرتی پر انعام خداوندی، علم وفضل کے کوہ گراں، خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ کراچی سوسائٹی کے قبرستان میں محو استراحت ہیں۔

(۱۸۵۶) محمد حسن بن کرامت علی بن رستم علی امروہی، مولانا شیخ حکیم سید

(پیدائش: ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء ...... وفات: ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء)

محمد حسن، محمد احسن امروہہ میں اس نام کے کئی علماء تھے۔ ان میں ایک حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حلقہ کے رہنما تھے۔ ایک اور سکہ بند قادیانی تھے۔ جسے مرزا قادیانی نے اپنا فرشتہ قرار دیا تھا۔ ان میں ایک مولانا حکیم سید محمد حسن امروہی مقیم اجمیر تھے جنہوں نے تفسیر بھی لکھی جو تفسیر شاہی یا معالم الاسرار کے نام پر فارسی میں ہے۔ ان کی اردو زبان میں ایک تفسیر غایۃ البرہان بھی ہے۔ ملعون قادیان اور اس کے لاہوری پٹھ محمد علی لاہوری نے اس تفسیر سے بہت ہی خام مال حاصل کر کے اپنے مزعومہ دعاوی کو غذا مہیا کرتے رہے۔ ان کی تفسیر پر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے بہت نقد قائم کیا ہے۔ لیکن ملعون قادیانی کی طوطا چشمی اور کمینہ پن کو دیکھیں کہ ان کی کتاب سے مصالحہ بھی حاصل کیا اور اپنے مخالفین کی فہرست میں شامل کر کے مخالف علماء ومشائخ کی فہرست مندرجہ انجام آتھم ص۷۰ نمبر۲۴ پر ''مولوی محمد حسن مؤلف تفسیر امروہہ'' درج کر کے ان کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ زہے مقدر کہ یہی بات مولانا محمد حسن امروہوی کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ ورنہ مرزا قادیانی تو عملاً اپنی اہمیت جتلانے کے لئے اس دور کے نامی گرامی علماء کو مقابلہ کے لئے بلا کر اپنی ''کھرک'' کو تسکین دیا کرتا تھا۔

یہ حکیم سید محمد حسن امروہی، مولانا صدرالدین کے شاگرد تھے اور سید شاہ شطاری کے مرید تھے۔

(۱۸۵۷) محمد حسن جان مدنی (پشاور)، مولانا

(ولادت: ۶ر جنوری ۱۹۳۸ء ...... وفات: ۱۴ر ستمبر ۲۰۰۷ء)

مولانا محمد حسن جان مدنی شیخ الحدیث مولانا علی اکبر جان قریشی کے ہاں پیدا ہوئے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم نعمانیہ اتمان زئی چارسدہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ دارالعلوم اکبر مردان میں بھی خدمت حدیث کی بعد اس پشاور میں جامعہ امدادالعلوم کا اہتمام سنبھالا اور شیخ الحدیث کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم رکن قومی اسمبلی بھی منتخب ہوئے۔ کئی کتب کے مصنف تھے۔ زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کوشاں رہے۔ احاطہ مدرسہ احسن العلوم رشید گڑھی پشاور میں مدفون ہیں۔

(۱۸۵۸) محمد حسن رئیس (لدھیانہ)، مولانا

لدھیانہ کی مردم خیز سرزمین کے ایک نامور سپوت کا نام محمد حسن رئیس لدھیانہ تھا۔ جو ملعون قادیان کے خلاف زندگی بھر ہراوّل دستہ میں شامل رہے اور مرزا قادیانی کا خواب وخور حرام کئے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ ملعون قادیان نے جب دعوت قوم نامی کتاب

مشمولہ انجام آتھم کے ص ۶۹ پر اپنے جن مخالفین علماء ومشائخ کو مباہلہ کے لئے بلایا تو آٹھویں نمبر پر لوگوں میں حسن رئیس لدھیانہ کے الفاظ سے آپ کا نام درج کیا۔ مرزا ملعون قادیان نے ان کو اپنے مخالفین میں شامل کیا جو مرحوم کی نجات کے لئے کافی ہے۔

(۱۸۵۹) محمد حسن (شاہ پور چاکر، سندھ)، مولانا

(وفات: ۱۰/ دسمبر ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا حسن اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ سرزمین سندھ کے لئے آپ کا وجود اللہ رب العزت کا خصوصی انعام تھا۔ آپ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، شیخ طریقت حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی سے تصوف کی تکمیل کی۔ دونوں بزرگوں کے آپ محبوب نظر تھے۔ دونوں اکابرین نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔ زندگی بھر آپ سے خلق خدا نے فیض حاصل کیا۔ بہت ہی مرنجان مرنج طبیعت کے رہنما تھے۔ اخلاص اکابر کا نمونہ تھے۔ آپ میں کسر نفسی وللّٰہیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حضرت ہالیجوی، حضرت امروٹی، حضرت پیر شریف والوں کے بعد آپ کا وجود اسلامیان سندھ اور یاران طریقت کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھا۔ ہمارے مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں جب سانگھڑ کے دورہ پر تشریف لے جاتے تو حضرت مولانا محمد حسن صاحب، حضرت قبلہ کے تشریف لانے پر شگفتہ ہو جاتے۔ اکابر کی روایات کے امین تھے۔ حق تعالیٰ نے سنت کی پابندی اور بدعت سے نفرت کو آپ کی طبیعت ثانیہ بنا دیا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے منّا د تھے۔ حق تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا۔ ان کا وصال موت العالم کا مصداق ہے۔

(۱۸۶۰) محمد حسن فیضی (بھین ضلع چکوال)، مولانا

(ولادت: ۱۸۶۰ء ...... وفات: ۱۸/ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

مولانا محمد حسن فیضی چکوال کے معروف قدیمی قصبہ ''بھیں'' میں ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد حسن فیضی نے اپنے چچازاد بھائی مولانا کرم الدین دبیر کے ساتھ مل کر تعلیم دین حاصل کی۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا فیض الحسن سہارنپوری اور مولانا قاضی حمید الدین لاہوری ایسے حضرات کے آپ شاگرد تھے۔ مولانا محمد حسن عربی زبان پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ بے نقط عربی نظم ونثر لکھنے پر قادر تھے۔ اس لئے ''فیضی'' کے نام سے موسوم ہوئے۔ مولانا فیضی مدرسہ نعمانیہ لاہور میں علوم عربیہ کے اعلیٰ درجہ کے عرصہ تک مدرس رہے۔ مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے عقیدتمندوں میں شامل تھے۔ مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ (اعجاز احمدی) لکھنے سے چار سال قبل مولانا فیضی مسجد حسام الدین سیالکوٹ میں ۱۳/ فروری ۱۸۹۹ء کو مرزا غلام احمد قادیانی سے ملے اور یہ قصیدہ پیش کیا جسے دیکھ کر مرزا قادیانی کے حواس کی سٹی گم ہوگئی۔ ایسے مخبوط العقل ہوا کہ ''یتخبطہ الشیطان من المس'' کا مصداق ہوگیا۔ اس کی تفصیل قصیدہ کے شروع میں مصنف کے ہاتھ سے لکھی ہوئی موجود ہے جسے مولانا قاضی کرم الدین ساکن بھیں نے اپنی کتاب تازیانہ عبرت میں تفصیل سے تمام واقعات کو قلمبند کیا ہے جو یہ ہیں: ''مولوی (محمد حسن فیضی) صاحب موصوف تقدیر الٰہی سے ۱۸/ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو اس جہان فانی سے رہگزرائے عالم جاودانی ہوگئے۔ جب مرزا قادیانی کو فاضل مرحوم کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ حسب عادت خلاف معاہدہ حلفی دنیا میں ڈینگ لگانے لگے کہ فاضل مرحوم ان کی بددعاء سے بہت بری موت فوت ہوئے ہیں اور مرزا قادیانی کی پیش گوئی اور

الہام کا نشانہ ہوئے ہیں۔ یہ مضامین آپ نے ''کشتی نوح، تحفہ ندوہ، نزول المسیح'' اپنی تصانیف میں خود بھی شائع کئے اور اپنے راسخ الاعتقاد مرید ایڈیٹر الحکم قادیاں سے بھی اخبار میں شائع کرائے۔''

فاضل مرحوم سے مرزا قادیانی کی ناراضگی

یہ امر کہ مرزا قادیانی کا فاضل مرحوم نے کیا نقصان کیا تھا؟ اور کیوں ان کو بعد وفات برا بھلا کہنے پر مستعد ہوئے۔ واضح ہو کہ فاضل مرحوم ایک مہذب اور عالی ظرف تھے۔ باوجود اس کے کہ مرزا قادیانی کے عقائد کے مخالف تھے۔ کبھی کسی تحریر یا تقریر میں آپ نے مرزا قادیانی سے اختلاف ظاہر کرتے ہوئے کبھی بھی سخت کلامی نہ کی تھی۔ ان سے قصور صرف یہ سرزد ہوا کہ ایک دفعہ حسب تجویز بمع چند اکابر اسلام آپ سیالکوٹ میں مرزا قادیانی سے جا ملے اور آپ (مرزا) کے علمی کمالات (جن کا ان کو ہمیشہ دعویٰ رہتا تھا) کی قلعی یوں کھولی کہ ایک بے نقط قصیدہ عربیہ منظومہ خود مرزا قادیانی کے پیش کیا کہ آپ اس کا جواب دیں۔ مرزا قادیانی سخت گھبرائے اور کچھ نہ سمجھ سکے کہ قصیدہ میں کیا لکھا ہے، نہ کوئی جواب دے سکے۔ مولوی صاحب مرحوم مرزا قادیانی سے بے اعتقاد ہو کر واپس آئے اور اخبارات کے ذریعہ ساری کیفیت کھول دی اور وہ قصیدہ بھی ایک اسلامی رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور میں شائع کر دیا۔ جس کو شائع ہوئے قریباً ۶ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب تک مرزا قادیانی یا ان کے کسی حواری کو جواب لکھنے کی طاقت نہ ہوئی اور نہ ہی اس کیفیت کی جو اخبارات میں شائع ہوئی کسی مرزائی نے تردید لکھی۔ (سچی بات کی تردید کیا کرتے؟) ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ قصیدہ ہدیہ ناظرین کر دیں۔ اہل علم ناظرین، مرحوم کی علمی فضیلت کا اندازہ اس قصیدہ سے لگا سکیں گے اور اس قصیدہ کو مرزا قادیانی کے مدعی اعجازی کلام کے قصائد سے مقابلہ کرنے سے ہر دو صاحبان کی قادر الکلامی اور فصاحت و بلاغت میں وزن کر سکیں گے اور بفحوائے ''مشک آن است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' قصیدہ خود اس کی شہادت دے گا کہ مرزا قادیانی اس کے جواب دینے سے عاجز ہے اور اس کا جواب دینا اس کے امکان سے باہر ہے اور پیشتر اس کے کہ وہ قصیدہ لکھا جائے۔ سراج الاخبار ۹ رمئی ۱۸۹۹ء ص ۷ سے ہم وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو کہ فیضی مرحوم نے سیالکوٹ والی کیفیت اپنے قلم سے لکھ کر اخبار مذکور میں شائع کرائی تھی۔ وھو ھذا

نقل مضمون سراج الاخبار ۹ رمئی ۱۸۹۹ء مشتہرہ فیضی مرحوم

''ناظرین! مرزا قادیانی کی حالت پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ وہ باوجودیکہ لیاقت علمی بھی جیسا کہ چاہئے، نہیں رکھتے۔ کس قدر قرآن وحدیث کا بگاڑ کر رہے ہیں۔ سیالکوٹ کے کئی ایک احباب جانتے ہوں گے کہ ۱۳ رفروری ۱۸۹۹ء کو جب یہ خاکسار سیالکوٹ میں مسجد حکیم حسام الدین صاحب میں مرزا قادیانی سے ملا تو ایک قصیدہ عربی بے نقط منظومہ خود مرزا قادیانی کے ہدیہ کیا۔ جس کا ترجمہ نہیں کیا ہوا تھا۔ اس لئے کہ مرزا قادیانی خود بھی عالم ہیں اور ان کے حواری بھی جو اس وقت حاضر محفل تھے، ماشاء اللہ فاضل ہیں اور قصیدہ میں ایسا غریب لفظ بھی کوئی نہیں تھا اور پھر اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کی تصدیق الہام کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین مجلس کو واضح سنا دیں۔ مزید برآں مسائل متحدثہ مرزا قادیانی کی نسبت استفسار تھا۔ مرزا قادیانی اس کو بہت دیر تک چپکے دیکھتے رہے اور مرزا قادیانی کو اس کی عبارت بھی نہ آئی۔ باوجودیکہ عربی خوش خط لکھا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک فاضل حواری کو دیا جو بعد ملاحظہ فرمانے لگے کہ اس کا ہم کو تو پتہ نہیں ملتا۔ آپ ترجمہ کر کے دیں۔ خاکسار نے واپس

لے لیا۔ پھر زبان سے عرض کیا تو مرزا قادیانی کلمہ شہادت اور آمنت باللہ الخ مجھے سناتے رہے اور فرماتے رہے کہ میں نبی نہیں، نہ رسول ہوں، نہ میں نے یہ دعویٰ کیا۔ فرشتوں کو، لیلۃ القدر کو، معراج کو، احادیث کو اور قرآن کریم کو مانتا ہوں۔ مزید برآں عقائد اسلامیہ کا اقرار کرتے رہے۔ دوسرے دن حضرت مسیح کی وفات کی نسبت دلیل مانگی تو آیت ''فلما توفیتنی'' اور ''انی متوفیک'' پڑھ کر سنائی۔ معنے کے وقت علم عربی سے تجرد ظاہر ہوا۔ یہ پوچھا گیا کہ آپ کیوں مثیل مسیح موعود ہیں؟ آپ سے بہتر آج کل بھی اور پہلے کئی ایک ولی عالم گزرے ہیں۔ وہ کیوں نہیں؟ اور آپ کیوں ہیں؟ تو فرمایا میں گندم گوں ہوں اور میرے بال سیدھے ہیں۔ جیسے کہ مسیح اللہ کا حلیہ ہے۔ افسوس اس لیاقت پر یہ غل؟ مرزا قادیانی وقت ہے۔ توبہ کر لیجئے۔ اخیر پر میں مرزا قادیانی کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقائد میں سچے ہوں تو آئیں۔ صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں۔ میں حاضر ہوں۔ تحریری کریں یا تقریری! اگر تحریر ہو تو نثر میں کریں۔ یا نظم میں۔ عربی یا فارسی یا اردو۔ آیئے سنئے اور سنایئے۔

راقم: ابوالفیض محمد حسن فیضی حنفی ساکن بھیں ضلع جہلم

اب بھی ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا قادیانی اس قصیدہ کا جواب اس صنعت کے عربی قصیدہ کے ذریعہ ایک ماہ تک لکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں؟ ہر دو قصائد کا موازنہ پبلک خود کر لے گی۔ لیکن تہذیب و متانت سے جواب دیا جائے۔''

اس کے بعد پھر دوسری خط فیضی مرحوم سے یہ ہوئی کہ ایک مطبوعہ چٹھی کے ذریعہ مرزا قادیانی کو بڑی متانت سے ان کے اس ادّعاء پر کہ ان کے کلام میں قرآن کریم جیسا اعجاز ہے متنبہ کیا کہ آپ کا دعویٰ بچند وجوہ غلط ہے اور نیز چیلنج کیا کہ اگر آپ میں عربی لکھنے کی طاقت ہے تو جہاں آپ مجھے بلائیں۔ مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔ اس چٹھی کا جواب بھی مرزا قادیانی کی طرف سے فیضی مرحوم کی زندگی میں ہرگز نہ ملا۔ نہ مرزا قادیانی کی طاقت مقابلہ ہوئی۔ وہ چٹھی بھی سراج الاخبار میں چھپی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل چٹھی فیضی مرحوم مطبوعہ ''سراج الاخبار'' ۱۳؍اگست ۱۹۰۰ء ص ۶

مکرمی مرزا قادیانی زید اشفاقہ!

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! آپ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کے مطبوعہ اشتہار اور اس کے ضمیمہ (مجموعہ اشتہارات ج ۳) کے ذریعہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف اور دیگر علماء کو یہ دعوت کرتے ہیں کہ لاہور میں آ کر میرے ساتھ بہ پابندی شرائط مخصوصہ، فصیح و بلیغ عربی میں قرآن کریم کی چالیس آیات یا اس قدر سورۃ کی تفسیر لکھیں۔ فریقین کو ۷ گھنٹہ سے زیادہ وقت نہ ملے اور ہر دو تحریرات ۲۰ اوراق سے کم نہ ہوں۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ان ہر دو تحریرات کو تین بے تعلق علماء کے حوالے کر دیا جائے گا۔ جس تحریر کو وہ حلفاً فصیح و بلیغ کہہ دیں گے وہ فریق سچا، اور دوسرا جھوٹا ہوگا۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دو فریق کی تحریرات کے اندر جس قدر غلطیاں نکلیں گی وہ سہو و نسیان پر محمول نہیں کی جائیں گی۔ بلکہ واقعی اس فریق کی نادانی اور جہالت پر محمول کی جائیں گی۔ مجھے آپ کے اس معیار صداقت پر بعض شکوک ہیں۔ جن کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱...... کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اس انداز و فصاحت کی دوسری عبارت معارضہ کے طور پر نہیں لکھ سکتا۔ آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا خاصہ تھا۔ بشر کا کلام اعجاز کے حد پر نہیں پہنچ سکتا۔ حتیٰ کہ افصح العرب حضرت سید

الرسل ﷺ نے بھی اپنے کلام کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ معارضہ کے لئے فصحائے عرب کو بلایا۔ اگر مان لیا جائے کہ بجز کلام خدا کے دوسرے کلام بھی حد اعجاز تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر فرمائیے کہ الٰہی کلام اور بندہ کے کلام میں مابہ الامتیاز کیا رہا؟

۲...... ہزار ہا عربی کے غیر مسلم اعلیٰ درجہ کے فاضل اور منشی گزرے ہیں اور ان کی تصانیف عربی میں موجود ہیں اور ان کے عربی قصائد اور نثر اعلیٰ درجہ کے فصیح اور بلیغ مانے گئے ہیں۔ کئی ایک غیر مسلم عالم قرآن کریم کے حافظ گزرے ہیں۔ بعض غیر مسلم شاعروں کے قصائد کے نمونے میں نے اپنے ایک مضمون میں دیئے ہیں۔ جو ۱۸۹۹ء کے رسالہ انجمن نعمانیہ میں، پھر اخبار ''چودھویں صدی'' کے کئی پرچوں میں چھپا ہے۔

۳...... مجھے سمجھ نہیں آئی کہ چالیس علماء کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر یہ الہامی شرط ہے تو خیر ورنہ ایک عالم بھی آپ کے لئے کافی ہے اور یوں تو چالیس علماء بھی بالفرض آپ کے مقابلہ میں ہار جائیں تو دنیا کے علماء آپ کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کریں گے۔ کیونکہ مجددیت، محدثیت اور رسالت کا معیار ''عربی نویسی'' کسی طرح بھی تسلیم نہیں ہوسکے گی۔

۴...... تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ اپنے اس اشتہار کے ضمیمہ کے ص ۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مقابلہ کے وقت پر جو عربی تفسیر لکھی جائیں گی۔ ان میں کوئی غلطی سہو ونسیان پر حمل نہیں کی جائے گی۔ مگر افسوس کہ آپ خود ان اشتہارات میں لفظ ''محصنات'' کو جو قرآن کریم میں مذکور ہونے کے علاوہ ایک معمولی اور مشہور لفظ ہے۔ دو دفعہ ''محسنات'' لکھتے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۳۲۹،۳۳۶) ''س، ص'' کی تمیز نہ ہونا، اتنے بڑے دعوے دار عربیت کے حق میں سخت ذلت کا نشان ہے۔ یہ لفظ اگر ایک دفعہ غلط لکھا ہوتا تو شاید سہو پر حمل کیا جاسکتا۔ مگر دو دفعہ غلط لکھا اور پھر یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ دوسروں کی غلطیوں کو سہو اور نسیان پر حمل نہیں کیا جائے گا۔

اخیر میں میری التماس ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم ونثر لکھنے کو تیار ہوں۔ تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے اور مجھے اطلاع کر دیجئے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کروں۔ مگر یاد رہے کہ کسی طرح بھی عربی نویسی کو مجددیت یا نبوت کا معیار تسلیم نہیں کیا گیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ''

راقم: محمد حسن حنفی، بھیں ضلع جہلم تحصیل چکوال، مدرس دار العلوم نعمانیہ لاہور ۵؍اگست ۱۹۰۰ء

علاوہ ازیں فیضی صاحب مرحوم سے مرزا قادیانی کی ناراضگی کی یہ بھی وجہ تھی کہ جب مرزا قادیانی کے چیلنج تفسیر نویسی کے مطابق حضرت پیر صاحب گولڑوی مدظلہ العالی بمعہ بہت سے جلیل القدر علماء وفضلاء کے لاہور تشریف لے گئے اور باوجود دعوت پر دعوت ہونے کے مرزا قادیانی کو اپنے بیت الامن کی چاردیواری سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ بالآخر شاہی مسجد میں علماء وفضلاء کا جلسہ ہوا۔ جس میں مسلمانان لاہور بھی کثرت سے شامل تھے۔ اس جلسہ میں علامہ فیضی مرحوم نے مناسب حال حسب ذیل تقریر کی۔ جو روئیداد جلسہ میں چھپی ہوئی ہے۔

حضرت مولانا ابوالفیض مولوی محمد حسن صاحب فیضی، مدرس دار العلوم نعمانیہ لاہور کی تقریر

حضرات سامعین! مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک مطبوعہ چٹھی بصورت اشتہار مطبوعہ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء بذریعہ رجسٹری مولانا المعظم ومطاعنا المکرّم عالی جناب حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ چشتی سجادہ نشین گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی کے نام نامی پر بشمولیت دیگر علماء

کرام ومشائخ عظام’’ایدھم اللہ تعالیٰ وکثرھم‘‘ کے بھیجی۔ جس کے پہلے دوصفحوں پر مرزاقادیانی نے اپنی عادت کے مطابق اپنے مرسل، مامور من اللہ اور پھر’’مجدد، مہدی، مسیح‘‘ ہونے کے ثبوت میں بخیال مخبوط خود دلائل پیش کئے اور عالی جناب حضرت پیر صاحب موصوف اور دیگر علماء وفضلاء اسلام کو لکھا کہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل اگر آپ کے پاس ہے تو کیوں پیش نہیں کرتے ہو۔ اس وقت مفاسد بڑھ گئے ہیں۔ اس لئے مجھے مصلح کے عہدہ میں بھیجا گیا ہے۔ اخیر پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر پیر صاحب ضد سے باز نہیں آتے۔ یعنی نہ وہ میرے دعاوی کی تردید میں کوئی دلیل پیش کرتے ہیں اور نہ مجھے مسیح وغیرہ مانتے ہیں تو اس ضدیت کے رفع کرنے کے واسطے ایک طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرتا ہوں اور وہ طریق یہ ہے کہ پیر صاحب میرے مقابلہ پر دارالسلطنت پنجاب (لاہور) میں چالیس آیات قرآنی کی عربی تفسیر لکھیں اور ان چالیس آیات قرآنی کا انتخاب بذریعہ قرعہ اندازی کرلیا جائے۔ یہ تفسیر فصیح عربی میں سات گھنٹوں کے اندر بیس ورق پر لکھی جائے اور میں (مرزاقادیانی) بھی ان ہی شرائط سے چالیس آیات کی تفسیر لکھوں گا۔ ہر دو تفسیریں تین ایسے علماء کی خدمت میں فیصلہ کے لئے پیش کی جائیں۔ جو فریقین سے ارادت وعقیدت کا ربط وتعلق نہ رکھتے ہوں۔ ان علماء سے فیصلہ سنانے سے پہلے وہ مغلظ حلف لیا جائے جو قذف محصنات کے بارے میں مذکور ہے۔ اس حلف کے بعد جو فیصلہ یہ ہرسہ علماء فریقین کے تفسیروں کی بابت صادر فرمائیں۔ وہ فریقین کو منظور ہوگا۔ ان ہرسہ علماء کو جو حکم تجویز ہوں گے۔ فریقین کی تفسیروں کے متعلق یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ قرآن کے معارف اور نکات کس کی تفسیر میں صحیح اور زیادہ ہیں اور عربی عبارت کس کی بامحاورہ اور فصیح ہے۔ اگر پیر صاحب خود یہ مقابلہ نہ کریں تو اور چالیس علماء مل کر میرے مقابلہ پر شرائط مذکورہ سے تفسیر لکھیں، تو ان کی چالیس تفسیریں، اور میری ایک تفسیر، اسی طرح تین علماء کو فیصلہ کے لئے دی جائیں گی۔ مرزاقادیانی کی یہ چٹھی تو ۱۲؍صفحہ کی ہے۔ مگر اس کی دلخراش گالیاں، ناجائز نامشروع اور بیہودہ بدظنیوں کو حذف کر دیا جائے تو اس کا تمام ماحصل اور خلاصہ صرف یہی ہے جو اوپر کی چند سطروں میں لکھا گیا ہے۔ ہمیں نہ الہام کا دعویٰ ہے نہ وحی کا۔ مگر یہ قیاس غالب ہے کہ اس خط میں حضرت پیر صاحب کو علی الخصوص مخاطب کرنا دو وجہ سے تھا۔

اوّل...... یہ کہ صوفیائے کرام کا طریق ومشرب مرنج ومرنجان کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ گوشۂ تنہائی میں عمر کا بسر کرنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ کسی کی دل شکنی انہیں منظور نہیں ہوتی۔ پھر حضرت صاحب ممدوح کے دینی مشاغل ومصروفیت سے بھی یہی قیاس ہوسکتا تھا کہ آپ عزلت نشینی اور للّٰہی مصروفیت کو ہر طرح سے ترجیح دیں گے اور اس طریق فیصلہ کو جو حقیقتاً مرزاقادیانی کے دعاوی کی تصدیق کا فیصلہ نہیں تھا۔ پسند نہیں فرمائیں گے جو ظاہر بینوں کی نظروں میں مرزاقادیانی کی فتح یابی کا نشان ہوگا۔ نیز دوسرے علماء کرام کے ساتھ تحریری معارضہ کو چالیس والی شرط کے ساتھ گانٹھنا یہی راز رکھتا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ مرزاقادیانی چالیس سے کم علماء کے ساتھ کیوں ایسا تحریری مباحثہ نہیں کرتا؟ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کو جھوٹی شیخی اور بیہودہ تعلّی دکھانی مطلوب تھی۔ ورنہ اگر صرف تصدیق دعویٰ اور ہدایت علماء مقصود ہوتی تو اس خاکسار نے جو ۱۳؍اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار جہلم میں بہ تسلیم جملہ شرائط مرزاقادیانی کو میدان مباحثہ میں بلایا تھا اور بعد ازاں خط بھی ارسال کیا تھا اور صاف لکھا تھا کہ مجھے بلاکم وکاست آپ کی جملہ شرائط منظور ہیں۔ آیئے! جس صورت پر چاہیئے مقابلہ کر لیجئے۔ اس کے جواب میں مرزاقادیانی ایسے بے خود ہوئے کہ اب تک کروٹ نہیں بدلی۔ وہ مضمون ہی اڑا دیا اور وہ خط ہی غائب کر دیا۔

دوم...... یہ کہ مرزا قادیانی حسب عادت مستمرہ خود (اس لئے کہ فقط اس کو اپنی شہرت ہی مطلوب ہے) ہمیشہ نامی اشخاص کے مقابلہ میں مباحثہ کا اشتہار دے دیا کرتا ہے اور اس طور پر دوسرے اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت کروا لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس چٹھی میں بھی حضرت صاحب موصوف سے استدعا کرتا ہے کہ وہ جوابی چٹھی کی پانچ ہزار کاپیاں چھپوا کر اس مباحثہ کی شہرت دور دراز ملکوں میں کرادیں اور یہ کاپیاں مختلف اطراف میں بھجوادیں۔

لیکن فخر الاصفیاء والعلماء حضرت پیر صاحب نے ایسے نازک وقت میں کہ اسلام کو ایک خطرناک مصیبت کا سامنا تھا۔ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں آنے کو عزلت نشینی پر ترجیح دی اور حسب الدرخواست مرزا قادیانی جواب قبولیت دعوت بصورت اشتہار ۲۵؍جولائی ۱۹۰۰ء کو طبع کرا کر بذریعہ رجسٹری بتاریخ ۴؍اگست ۱۹۰۰ء ارسال فرمایا اور لکھ دیا کہ وہ خود ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء کو (اس لئے کہ مرزا قادیانی نے تقرر تاریخ کا اختیار حضرت پیر صاحب کو دیا تھا) لاہور آجائیں گے آپ بھی تاریخ مقررہ پر تشریف لے آئیں۔ چونکہ مرزا قادیانی نے ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کی چٹھی میں اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اپنے دعاوی پر اور کئی استدلال پیش کئے تھے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں۔ ایسی حدیث پیش نہیں کرتے۔ ناحق نزول کے لفظ کے الٹے معنی کرتے ہیں۔ ’’انا انزلنٰه فی لیلة القدر‘‘ اور ’’ذکرا رسولا‘‘ کا مراد نہیں سمجھتے۔ میری مسیحیت ومہدویت رمضان میں کسوف وخسوف کا دیکھ چکے ہیں۔ پھر نہیں مانتے۔ صدی سے ستر سال گزر چکے ہیں۔ پھر مجھے مجدد نہیں مانتے۔ یہ تمام استدلالات مرزا قادیانی نے اس طریق فیصلہ کی طرف دعوت کرنے سے پہلے اسی چٹھی میں تحریر کئے ہیں اور صرف ایک ہی فیصلہ پر اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ ہر دو باتیں علی الترتیب پیش کی ہیں۔ اس لئے حضرت ممدوح نے بھی ہر دو طریق فیصلہ کو علی الترتیب ہی تسلیم کیا اور پسند فرمایا کہ مرزا قادیانی اسے اس کے اپنے استدلالات جو اس نے اپنی چٹھی میں تحریری فیصلہ سے پہلے پیش کئے ہیں۔ سن لئے جائیں اور مسیح علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کی بابت حدیث بلکہ قرآن کریم کی دلالت نص پیش کی جائے کہ اگر مسیح کا بجسدہ العنصری آسمان پر جانا قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت نہ ہو تو پھر کیا کرنا چاہئے۔ حدیث ہی کی جستجو کی جائے یا کیا؟ نیز سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نزول کے وہ معنی جواب تک تیرہ سو سال سے مجتہدین اور محدثین بلکہ صحابہ کرام اور اہل بیت نے نہیں سمجھے۔ وہ کیا ہوں گے اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ رمضان میں کسوف وخسوف جن تاریخوں میں ہوا ہے وہ کیونکر آپ کی مسیحیت کا نشان ہے؟ یہ سب امور احقاق حق کی غرض سے حضرتنا ممدوح۔ مرزا قادیانی کی اپنی زبانی سننا ضروری خیال کرتے تھے اور بعد ازاں یہ قرارداد تھی کہ تحریری فیصلہ کی طرف رجوع کر لیا جائے اور مرزا قادیانی کی قرارداد شرائط کے موافق تفسیر لکھی جائے۔

اس عرصہ میں آج تک مرزا قادیانی کی طرف سے کوئی جواب نہ نکلا۔ البتہ ان کے بعض حواریوں کی طرف سے اشتہارات نکلے اور شائع ہوئے کہ تقریری مباحثہ کی کوئی شرط نہیں تھی۔ لیکن ان تحریرات کو اس لئے بے معنی خیال کیا گیا تھا کہ خود مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار مشتہرہ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ ہر دو امور فیصلہ علی الترتیب مطلوب تھے اور پہلے ایک اشتہار میں مولوی غازی صاحب نے صاف طور پر مرزائی جماعت کو مطلع کر دیا تھا کہ پیر صاحب صرف اس صورت میں قلم اٹھائیں گے یا کوئی مباحثہ کریں گے جب کہ بالمقابل مرزا قادیانی خود میدان میں آوے یا کچھ تحریر کرے، ورنہ نہیں۔ پس حضرت پیر صاحب کی جوابی چٹھی

مطبوعہ ۲۵؍جولائی ۱۹۰۰ء خاص مرزا قادیانی کے نام پر تھی۔ بصورت انکار مرزا کو بذات خود جواب دینا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے باوجود انقضائے عرصہ مدید ایک ماہ کے کوئی انکار شائع نہیں کرایا۔ بلکہ اپنے طریق عمل سے یہ تسلیم کرلیا کہ وہ اس امر پر راضی ہے کہ ہر دو طرح سے مباحثہ ہو جائے۔

اس کے بعد حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب مالک ومہتمم کارخانہ مصطفائی پریس لاہور نے ایک ضروری چٹھی رجسٹری شدہ مرزا قادیانی کے سکوت پر چھاپ کر خاص مرزا قادیانی کے نام پر بھیجی اور عام مشتہر بھی کی۔ اس کے بھی کچھ جواب نہ آنے پر انہوں نے رجسٹری شدہ چٹھی نمبر۲ اور چھاپ کر مرزا قادیانی کو روانہ کی اور عام تقسیم کردی۔ مگر مرزا قادیانی کو کہاں ہوش وتاب کہ کچھ جواب دیتا؟

تاہم اس رہا سہا عذر دفع کرنے کے لئے حکیم سلطان محمود صاحب ساکن حال پنڈی نے (جس کی طرف سے پہلے بھی متعلق مباحثہ کئی ایک اشتہارات شائع ہوئے تھے) ایک مطبوعہ اشتہار بذریعہ جوابی رجسٹری مرزا قادیانی کے پاس ارسال کر دیا۔ جس کا آخری مضمون یہ تھا کہ اگر مرزا قادیانی کی علمی وعملی کمزوریاں اس کو اپنی من گھڑت شرائط کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں اور اسے ضد ہے کہ تم ان ہماری ہی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کرو تو ہم بحث کریں گے ورنہ نہیں تو خیر۔ لو یہ بھی سہی۔

پیر صاحب تمہاری سب پیش کردہ شرطیں بعینہٖ جس طرح سے تم نے پیش کی ہیں۔ منظور کر کے تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور آجاؤ۔ یہ اعلان عام طور پر مشتہر کر دیا گیا تھا۔ علاوہ اس اعلان کے جناب پیر صاحب نے بنظر تاکید مزید حافظ محمد دین صاحب مالک مطبع مصطفائی پریس لاہور کو بھی ایما فرمادیا کہ ہماری طرف سے مرزا قادیانی کی شرائط کی منظوری کا اعلان کردو۔ چنانچہ حافظ صاحب موصوف نے بذریعہ اشتہار مطبوعہ ۲۴؍اگست ۱۹۰۰ء مشتہر کر دیا کہ آج بروز جمعہ ۴؍بجے شام کی ٹرین میں بوجہ ہمدردی اسلام پیر صاحب مرزا قادیانی کی تمام شرائط منظور کر کے لاہور تشریف فرما ہوں گے اور محمڈن ہال انجمن اسلامیہ واقع موچی دروازہ لاہور میں بغرض انتظار مرزا قادیانی قیام فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ اسی شام کی گاڑی میں معہ دو تین سو علماء ومشائخ وغیرہ ہمراہیان کے تشریف فرما لاہور ہوئے۔

حضرت ممدوح کی زیارت واستقبال کے لئے اس شوق وولولہ سے لوگ گئے کہ اسٹیشن لاہور اور بادامی باغ پر شانہ سے شانہ چھلتا تھا۔ شوق دیدار سے لوگ دوڑتے اور ایک دوسرے پر گرتے چلے جاتے تھے۔ حضرت ممدوح اسٹیشن سے باہر ایک باغ میں چند منٹ استراحت کر کے محمڈن ہال موچی دروازہ میں مقیم ہوئے۔ لاہور کے علمائے کرام جو آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ آپ کے ساتھ شامل ہوگئے۔ نیز اور بھی علماء مشائخ ومعززین اسلام اضلاع پشاور، پنڈی، جہلم، سیالکوٹ، ملتان، ڈیرہ جات، شاہ پور، گجرات، گوجرانوالہ، امرتسر وغیرہ وغیرہ مقامات سے بغرض شمولیت مجلس مناظرہ مصارف کثیرہ کے متحمل ہوکر آپہنچے۔ مرزا کے لاہوری پیروؤں نے مرزا قادیانی کے نام خطوط، تاریں اور ضروری قاصد روانہ کئے۔ مگر بعض گرمجوش چیلے نہایت مضطرب حالت میں قادیان پہنچے اور ہر چند اپنے پیرومرشد مرزا قادیانی کو لاہور لانے کے لئے منت وسماجت کی۔ پاؤں پکڑے۔ مگر مرزا قادیانی کی دلی کمزوری نے ان کو اپنے فدائی پیروؤں کی درخواست منظور کرنے کی طرف مائل نہ کیا اور وہ بیت الفکر میں ہی داخل دفتر رہا۔

حضرت پیر صاحب ۲۴؍اگست سے آج تک لاہور میں رونق افروز ہیں اور مرزا قادیانی کا ہر ایک ٹرین میں بڑے شوق سے انتظار ہو رہا ہے۔ مگر ادھر سے صدائے برنخاست کا معاملہ ہوا۔ یہ حقیقت میں خود مرزا قادیانی کے اپنے قول کے مطابق ایک الٰہی عظمت

وجلال کا کھلا کھلا نشان تھا۔ جس نے مرزا قادیانی کی جھوٹی وبے جا شیخی کو کچل ڈالا اور آپ کے حواس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ ومباحثہ لاہور تو درکنار آپ کو سوائے اپنے بیت المقدس کے تمام دنیا وما فیہا کی خبر نہ رہی اور ’’وقذف فی قلوبھم الرعب بما کفروا‘‘ کا مضمون دوبارہ دنیا کے صفحہ پر معرض وجود میں آیا۔ برخلاف اس کے حضور پرنور حضرت پیر صاحب ممدوح کے دست مبارک پر خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کر دیا۔ جس کا آیت ’’وکان حقاً علینا نصر المؤمنین‘‘ میں وعدہ دیا گیا تھا۔ خداوند عالم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس وبابرکت ذات پر نبوت اور رسالت کے تمام مدارج ختم کر دیئے ہیں۔ جس طرح پہلے سینکڑوں جھوٹے رسولوں کو الٰہی غیرت اور ان کے اپنے کفر وغرور نے ذلیل وخوار کر دیا ہے۔ ایسا ہی اس نے مرزا قادیانی کی جھوٹی مہدویت، رسالت ومسیحیت کا بھی خاتمہ کر دیا اور آج دنیا پر بخوبی روشن ہوگیا کہ سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے مخصوص مناصب اور مفروضہ مراتب کے اندر بے جا مداخلت کرنے والا اس طرح سے علی رؤس الاشہاد، روسیاہ ہوتا ہے اور اپنے ہاتھوں خود ذبح ہو جاتا ہے۔ کیا غور وعبرت کا مقام نہیں ہے کہ مرزا قادیانی نے بلاکسی تحریک کے خود بخود حضرت پیر صاحب اور نیز ہندو پنجاب کے تمام مسلم الثبوت مشائخ وعلماء کو تحریری اور تقریری مباحثہ کی دعوت کا وہ اعلان کیا۔ جس کی ہزارہا کاپیاں ہندو پنجاب کے تمام اضلاع واطراف میں مرزا قادیانی نے خود تقسیم کیں اور اپنی عربی وقرآن دانی میں وہ لاف زنی کی جس کا وہ خواب میں بھی خیال کرنے کا مستحق نہیں تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے لکھا کہ اگر میں پیر صاحب اور علماء کے مقابلہ پر لاہور نہ پہنچوں تو پھر میں مردود جھوٹا اور مخذول ہوں۔ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۳۳۰،۳۳۱) اس شد ومد کے اشتہار کے بعد جب اس کو پیر صاحب اور دیگر علمائے کرام نے بمنظوری شرائط لاہور میں طلب کیا تو مرزا قادیانی کی طرف سے سوائے بہانہ گریز کے اور کوئی کارروائی ظہور میں نہ آئی۔ سخت افسوس کا موقعہ ہے کہ مرزا قادیانی کے مرید انہی دنوں میں جب کہ پیر صاحب خاص لاہور میں سینکڑوں علماء فقراء اور ہزاروں مریدوں کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ اس قسم کے اشتہارات شائع کر رہے ہیں کہ پیر صاحب مباحثہ سے بھاگ گئے اور شرائط سے انکار کر گئے۔ سبحان اللہ! ڈھٹائی اور بے شرمی ہو تو ایسی کہ دروغ گوئیم برروئے شما۔

اس موقعہ پر مرزا قادیانی کی مسیحی تعلیم پر سخت افسوس ہوتا ہے۔ کیا امام زمان کی تعلیم کا یہی اثر ہونا چاہئے کہ ایسا سفید جھوٹ لکھ کر مشتہر کیا جائے؟ اور زیادہ افسوس اس پر ہے کہ ہندو اخبارات بھی مرزائیوں کی اس ناشائستہ حرکت پر نفرین کر رہے ہیں اور ہنسی اڑا رہے ہیں۔ میں از جانب اہالیان جلسہ جن کی تعداد کئی ہزار ہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع کے رہنے والے ہیں۔ اس امر کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ پیر صاحب نے مع ان علمائے کرام اور مشائخ عظام کے جو آپ کے ساتھ شامل ہیں اسلام کی ایک بے بہا خدمت کی ہے اور مسلمانوں کو بے انتہاء مشکور فرمایا ہے اور ہزار ہزار شکر ہے کہ آئندہ کو بہت سے مسلمان بھائی مرزا قادیانی کے اس سلسلہ حرکات سے ان کی دام تزویر میں گرفتار ہونے سے بچ گئے۔

آخر میں مولانا صاحب نے ایک پرزور تقریر میں بالتفصیل یہ بھی بیان کیا کہ جو بوجہ طوالت یہاں درج نہیں ہوسکا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں مرزا قادیانی جیسے بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی، مسیح، مہدی بننے کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوکر اور اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔ مرزا قادیانی کا بھی یہی حشر ہوگا۔

اس کے بعد مولوی تاج الدین احمد صاحب جوہر مختار چیف کورٹ پنجاب سیکرٹری انجمن نعمانیہ نے مولانا مولوی محمد حسن صاحب کی تائید کی اور مرزا قادیانی کے چند اشتہارات سے ان کی اس قسم کی کارروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے نکتہ چینی کی۔‘‘

(’’سراج الاخبار‘‘ کا مضمون ختم ہوا)

یہ بے نقط قصیدہ جس نے بے مثال طور پر مرزائے قادیان کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ میں اشاعت پذیر ہوا تاکہ مرزا قادیانی کی ’’عربی دانی‘‘ کے دعویٰ کے بطلان پر قدرت کی طرف سے نشان کے طور پر گواہ رہے۔ اس قصیدہ کا ترجمہ ہمارے مخدوم زادہ ڈاکٹر حامد اشرف ہمدانی اسسٹنٹ پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی نے کیا۔

مولانا علامہ ابوالفیض محمد حسن صاحب فیضی (متوفی ۱۹۰۱ء) مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر کے چچازاد بھائی تھے۔ ادب عربی کے ماہر، نظم میں ممتاز، بے نقط عربی قصائد لکھنے میں انہوں نے شہرت دوام حاصل کی۔ مدرسہ انجمن نعمانیہ لاہور میں کئی سال تک مسند درس وتدریس پر جلوہ گر رہے۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ مولانا غلام احمد پرنسپل مدرسہ نعمانیہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنے کے استیصال میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں مولانا محمد حسین فیضی نے فتویٰ دیا۔ ’’قادیانی کے عقائد معتزلہ اور فلاسفہ کے سے عقائد ہیں۔ اہل سنت و جماعت ایسے عقائد سے کوسوں دور ہیں۔‘‘

(۱۸۶۱) محمد حسن لدھیانوی (رحیم یارخان)، مولانا مفتی

(وفات: مئی ۱۹۷۹ء)

مجلس احرار اسلام کے قائد اور بانی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے برادر گرامی مولانا مفتی محمد حسن لدھیانوی جو تقسیم کے بعد رحیم یارخان آ گئے تھے ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا جذبہ صادق اپنے خاندان لدھیانہ اور اپنے استاذ حضرت کشمیری سے پایا اور عمر بھر اس عہد کو نبھایا۔ جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر مولانا رشید احمد لدھیانوی کے والد گرامی تھے۔

(۱۸۶۲) محمد حسین بنارسی، مولانا

مولانا محمد حسین بنارسی نے اپنے فتویٰ میں مرزا قادیانی کے متعلق تحریر کیا: ’’ہم نے مرزا غلام احمد کے رسالے فتح اسلام، توضیح المرام وغیرہ دیکھے اور ان میں وہ مقالات وعقائد جو فتوے میں نقل کئے ہیں پائے۔ ہمارے نزدیک ان عقائد کا معتقد اور ان مقالات کا قائل احاطہ اسلام سے خارج اور دجال کذاب ہے۔‘‘

(۱۸۶۳) محمد حسین بٹالوی، مولانا

(پیدائش: ۱۹؍مارچ ۱۸۴۰ء ...... وفات: ۲۹؍جنوری ۱۹۲۰ء)

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب بٹالہ میں جناب رحیم بخش بن ذوق محمد صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ اپنے علاقہ کے علماء کرام

سے کسب فیض کیا۔ دہلی، لکھنؤ، علی گڑھ کی متعدد درسگاہوں میں پڑھتے رہے۔ مفتی صدرالدین آزردہ، مولانا نورالحسن کاندھلوی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ حضرت مولانا نذیرحسین دہلوی سے آپ نے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ کی طرف متوجہ رہے۔

آپ نے اپریل ۱۸۷۸ء میں اشاعۃ السنۃ کا اجراء کیا۔ پہلا پرچہ ۱۳؍اپریل کو شائع کیا۔ اس زمانہ میں آپ لاہور میں رہتے تھے۔ اس لئے اس کے ٹائٹل پر مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری درج ہے۔ آپ نے تیس سال میں تیئس جلدیں شائع کیں۔ پہلے چند شمارے ہفتہ وار شائع ہوئے، پھر رسالہ ماہوار کر دیا۔ مولانا محمد حسین صاحب لاہور میں چینیانوالی مسجد کے خطیب بھی رہے۔

مرزاغلام احمد قادیانی کے ساتھ ایک استاذ کے پاس پڑھتے بھی رہے۔ شناسائی تھی، مرزاغلام احمد قادیانی کا ان کے ہاں لاہور میں آنا جانا تھا۔ مرزا نے براہین احمدیہ کے ابتدائی چار حصے شائع کئے، تو مولانا محمد حسین صاحب نے اشاعۃ السنۃ میں اس پر بھرپور تبصرہ لکھا۔ مرزاقادیانی کا بھرپور دفاع کیا، پورا زور لگا کر اس کے الہامات کو سند جواز بخشی۔ ملعون قادیان کی امت اس زمانہ کے اس تبصرہ سے آج بھی استدلال پکڑتی ہے۔ مگر یہ قادیانیوں کے الدّ الخصام ہونے کی دلیل ہے۔

مرزاقادیانی نے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام لکھے تو ان رسائل کے بعد مولانا محمد حسین کی مرزاقادیانی کے متعلق رائے بدلنے لگی۔ پیغام رسانی، مراسلت سے گزر کر بات کفر وایمان پر پہنچی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی، ملعون قادیان کو جتنا سمجھانے کی کوشش کرتے وہ دجل وتلبیس کی راہ پر ایسے سرپٹ دوڑ رہا تھا کہ پیچھے پر ہاتھ دھرنا تو درکنار لگام دینا مشکل ہوگیا۔ بالآخر مولانا نے مرزاقادیانی کے رسائل وکتب سے اس کی کفریہ عبارات پر مشتمل استفتاء مرتب کیا۔ اور ہندوستان بھر میں پھر کر تمام مکاتب فکر کے علماء کرام سے مرزا کے ان عقائد باطلہ پر فتویٰ کفر حاصل کیا۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے ''بوستان حدیث'' نامی اپنی کتاب میں اس کے متعلق تحریر کیا کہ:

''مرزاغلام احمد قادیانی کے خلاف فتاویٰ تکفیر

مولانا بٹالوی مرحوم ومغفور کا ایک عظیم الشان کارنامہ مرزاغلام احمد قادیانی پر فتویٰ تکفیر ہے۔ مرزاقادیانی نے اپنے رسالے ''فتح اسلام'' میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو مسلمانوں میں ایک شور بپا ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی ایک اور کتاب ''توضیح مرام'' میں نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے خلاف مزید اشتعال کی کیفیت پیدا ہوئی۔ پھر اس کا ایک اور رسالہ ''ازالہ اوہام'' لوگوں کے سامنے آیا تو سلسلۂ مخالفت بہت بڑھ گیا۔ یہ صورت حال مسلمانوں کے لئے بے حد تشویش ناک تھی، جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ مولانا بٹالوی کا مرزاغلام احمد قادیانی سے مناظرہ ہوا، لیکن مرزاقادیانی درمیان ہی میں بھاگ گئے۔ اب مولانا نے ایک استفتا ترتیب دیا۔ مولانا (بٹالوی) رقم فرماتے ہیں: ''اس استفتاء کا جواب بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، شیخنا وشیخ الکل حضرت سید محمد نذیرحسین صاحب محدث دہلوی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ سے حاصل کیا اور پھر ایک خاص سفر از دہلی تا بقریب کلکتہ وبھوپال وغیرہ اختیار کر کے اکثر مشہور بلاد ہندوستان کے علماء وفضلاء مختلف مذاہب کا توافق رائے حاصل کیا۔ پھر لاہور پہنچ کر اس استفتاء اور اس کے جواب کو رسالے کی صورت میں چھپوا کر دور دراز مقامات ہندوستان وپنجاب میں جہاں خاکسار خود نہیں پہنچا تھا، متداول کیا اور اس پر ان مقامات کے سکناء کی شہادات وتائیدات

کو مرتب کرایا۔فتویٰ پر مکمل اتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب کا ہو چکا تھا۔مگر اس کی اشاعت عام میں اس وجہ سے توقف والتواء ہوا کہ اگر قادیانی کو ان باتوں کی نسبت جن کو علمائے وقت نے کفر وضلالت قادیانی پر دلیل ٹھہرایا ہے، کچھ عذر ہو تو اس کو مجمع علماء میں پیش کرے اور ان میں وہ مباحثہ کرنا چاہتا ہے تو کرے اور اس معاملۂ تکفیر وتضلیل کو جو باتفاق علماء اس کے لئے تیار کیا گیا ہے، کسی حیلے سے ٹلا سکتا ہے تو ٹلا دے۔یعنی ان باتوں کا اپنی تصانیف میں پایا نہ جانا یا اگرچہ وہ ان میں موجود ہیں تو ان کا موجب کفر وضلالت نہ ہونا ثابت کردے۔ آخری دفعہ اس امر کی طرف اس کو''جواب فیصلہ آسمانی'' میں بلایا گیا اور اس جواب کو چھاپ کر اس کے پاس بھیجا گیا اور انتظار مدت جواب تک اشاعت فتویٰ ملتوی کیا گیا۔مگر پھر اس نے اس طرف رخ نہ کیا اور مباحثے کا نام لینا بھی چھوڑ دیا۔لہٰذا اس فتویٰ کا اب عام اہل اسلام میں مشتہر کرنا ضروری سمجھا گیا۔'' (علمائے اسلام کا اوّلین متفقہ فتویٰ (از مولانا محمد حسین بٹالوی) ص۹،۱۰)

مباحثہ سے گریز

مولانا بٹالوی کے نزدیک مرزا غلام احمد کی کتاب''آسمانی فیصلہ'' دراصل''شیطانی فیصلہ'' ہے۔اس نے مولانا سے مباحثہ کرنے اور ان کے سامنے آنے سے ہمیشہ گریز کیا۔وہ لاہور پہنچا تو مولانا اس کے تعاقب میں لاہور آئے۔سیالکوٹ گیا تو مولانا نے سیالکوٹ کا رخ کیا۔مولانا نے ہر مقام پر اس کا پیچھا کیا اور ہر جگہ اسے مناظرے اور مباحثے کی دعوت دی۔لیکن وہ میدان میں نہیں آیا، بلکہ بقول مولانا ممدوح''جہاں خاکسار پہنچا وہاں سے فوراً بھاگا۔''

بہت بڑا جہاد

ہر وہ کوشش جو اسلام کی برتری کے لئے کی جائے جہاد ہے۔وہ مالی ایثار ہو، جان کی قربانی ہو، اسلام کی تبلیغ کے لئے بھاگ دوڑ ہو یا احکام دین کی حفاظت کے لئے جدوجہد ہو، حالات کے مطابق یہ جہاد ہے۔مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت بہت بڑا فتنہ تھا۔مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس کے خلاف کفر کا فتویٰ مرتب کر کے اپنے خرچ پر پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور دوسو کے قریب علماء سے خود ملاقات کر کے اس پر دستخط ثبت کرائے اور مہریں لگوائیں۔جن حضرات کے پاس کسی وجہ سے خود نہیں پہنچ سکے وہاں اپنے آدمی بھیج کر دستخط کروائے۔اس زمانہ میں یہ بہت بڑا جہاد تھا جو انہوں نے مالی، علمی اور جسمانی صورت میں کیا۔ملک کے کسی عالم دین نے کسی اہم مسئلے میں اتنی جدوجہد نہیں کی، جو انہوں نے انفرادی طور پر کی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا کوئی شخص معصوم نہیں۔ائمہ کرام سے بھی بعض مسائل میں غلطی کا صدور ہو جاتا ہے۔علماء بھی لغزش کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔مولانا محمد حسین بٹالوی سے بھی بہ حیثیت انسان کوئی نہ کوئی فکری یا عملی لغزش کا ارتکاب ہوا ہوگا۔لیکن مرزا قادیانی کے خلاف انہوں نے جو تگ ودو کی، وہ اس ملک میں ان کا وہ اوّلین اور بہت بڑا جہاد تھا، جس کی وجہ سے ہم گناہ گاروں کو یقین ہے کہ بارگاہ الٰہی سے ان کی سب لغزشیں معاف فرمادی گئیں اور تحفظ ختم نبوت کے بدلے میں انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمادیا ہوگا۔اس جدوجہد میں ان کا کوئی دنیوی مفاد نہیں تھا، انگریزی حکومت مرزا غلام احمد قادیانی کی حامی تھی، جب کہ مولانا بٹالوی اس کی شدید مخالفت کر رہے تھے۔اس طرح وہ انگریزی حکومت کے مدمقابل تھے۔

یہ فتویٰ مولانا نے اسی زمانے میں شائع کر دیا تھا، جس پر کلکتہ، ڈھاکہ، اعظم گڑھ، لکھنؤ، دہلی، پٹنہ، مظفر پور، امرتسر، گورداس

پور، لدھیانہ، سہارن پور، بنارس، دیوبند، لاہور، راولپنڈی، پشاور، جہلم، گجرات، سیالکوٹ وغیرہ ملک کے تمام صوبوں کے تمام اضلاع کے دوسو کے قریب اصحاب علم کے دستخط ثبت ہیں۔‘‘ (بوستان حدیث ص۱۰۲،۱۰۳ ازمولانا محمد اسحق بھٹی)

ہمارے ملک میں ایک مستقل بحث ہے کہ ملعون قادیان کے خلاف سب سے پہلے فتویٰ کفر کس نے جاری کیا۔ اس پر تین آراء ہیں:

۱...... علماء لدھیانہ نے سب سے پہلے مرزا پر کفر کا فتویٰ دیا۔

۲...... حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری نے پہلا فتویٰ دیا۔

۳...... حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے پہلا فتویٰ دیا۔

ان تینوں آراء کو سامنے رکھ کر چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (ج۳) کی اشاعت اپریل ۲۰۱۶ء میں ایک تفصیلی واقعاتی رپورٹ پیش کی تھی، جو یہ ہے: ’’مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کی اشاعت کے لئے اشتہار شائع کئے۔ پھر براہین احمدیہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء میں چار حصے شائع کئے۔ صفر ۱۳۰۲ھ (دسمبر ۱۸۸۳ء) میں قصور کے عالم دین حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے براہین احمدیہ سہ حصص اور اشتہار پڑھ کر اردو میں ایک رسالہ ’’تحقیقات دستگیریہ فی ردہفوات براہینیہ‘‘ تحریر کیا اور اس کی نقل مرزا قادیانی کو بھیج کر اس سے توبہ کا تقاضہ کیا۔ مرزا قادیانی نے چپ سادھ لی تو مولانا قصوری نے مولانا احمد بخش امرتسری، مولانا نواب الدین امرتسری، مولانا غلام محمد (امام شاہی مسجد لاہور)، حافظ نور احمد (امام مسجد انارکلی لاہور)، مولانا نور احمد (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی سے اس رسالہ پر تقریظات تحریر کرائیں۔ جس میں مرزا قادیانی کا مدعی نبوت، مدعی الہام، ایسے دعاوی کو مبرہن کیا گیا اور اس کے عقائد کو اسلام اور اہل اسلام کے منافی قرار دیا گیا۔ علمائے کرام کے فتویٰ جات اور شرعی آراء آ جانے کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوری نے مرزا قادیانی کو پھر دعوت اسلام دی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اسے بھی نظرانداز کر دیا تو مولانا نے شوال ۱۳۰۳ھ، مطابق جولائی ۱۸۸۶ء میں تحقیقات دستگیریہ کا عربی میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ’’رجم الشیاطین براغلوطات البراہین‘‘ تجویز کیا۔ علمائے کرام کے فتوے، مرزا قادیانی کی کتاب براہین کے متعلقہ حصے، اشتہار پر مشتمل دستاویزات تیار کر کے حرمین شریفین کے ائمہ ومفتیان سے فتوے طلب کئے۔ ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۸ء) میں فتویٰ جات حرمین شریفین سے موصول ہوگئے۔ وہ فتاویٰ جات لے کر آپ امرتسر گئے۔ بعض رؤسا اور اسلامی درد رکھنے والے مؤثر حضرات کے ذریعہ مرزا قادیانی سے رابطہ کیا کہ اب بھی وقت ہے کہ آپ توبہ کر کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں۔ بعض رؤسا نے پھر مرزا قادیانی کو مباحثہ ومناظرہ کے لئے بلایا۔ لیکن وہ انکاری رہا۔ ایک بار موسم گرما کی تعطیلات میں مرزا قادیانی نے لاہور آنے کا وعدہ کیا۔ مولانا دستگیر وعدہ کے مطابق لاہور دس دن قیام پذیر رہے۔ لیکن مرزا قادیانی نہ آیا۔ ابتداء میں جب مولانا محمد حسین بٹالوی، مرزا قادیانی کے متعلق مثبت رائے رکھتے تھے۔ ان سے مباحثہ کے لئے مولانا غلام دستگیر نے طرح ڈالی۔ مولانا محمد حسین نے بند کمرہ میں گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن مولانا غلام دستگیر نے کہا کہ علماء کی موجودگی میں مرزا قادیانی کے الہامات پر گفتگو ہوگی۔ مولانا بٹالوی اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ ایک بار مولانا غلام دستگیر نے مرزا قادیانی کو امرتسر کے ایک رئیس کے ذریعہ مباحثہ کے لئے طلب کیا تو مرزا قادیانی نے کہا کہ میری باتیں تصوف کی ہیں۔ صوفیاء کرام شریک مجلس ہوں۔ مولانا نے قبول کر لیا کہ صوفیاء کرام کے خاندانی تین

علماء کو بلالیں۔لیکن مرزا قادیانی پھر طرح دے گیا۔اس کارروائی کے درمیان صفر۱۳۰۲ھ سے رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ (دسمبر۱۸۸۳ءتا اپریل ۱۸۹۱ء) تک مرزا قادیانی کی متعدد کتب ورسائل بھی سامنے آ گئے۔مرزا قادیانی کے متعلق نرم گوشہ رکھنے والے اس کے سخت مخالف ہوگئے۔خود حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کی موافقت ترک کر کے اس کے سخت مخالف ہوگئے۔مرزا قادیانی کی تین کتابیں توضیح المرام، فتح اسلام، ازالہ اوہام شائع ہونے پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے تلافی مافات کی اور فتویٰ حاصل کیا۔

مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ تکفیر

الحمدللہ ! فتنہ قادیانیت کا استیصال اتنی بڑی سعادت ہے کہ اب ہر مکتب فکر کے رفقاء اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی ''اوّلین'' کی سعادت حاصل کرنے، اعزاز پانے کے لئے کوشاں ہیں۔ چنانچہ فیصل آباد کے مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی نے ''سب سے پہلا فتویٰ تکفیر'' کے نام سے کتاب شائع کی اور مؤقف اختیار کیا کہ علماء لدھیانہ سب سے پہلے مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر جاری کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔اہل حدیث مکتب فکر کے جناب ڈاکٹر بہاءالدین نے ''تحریک ختم نبوت'' حصہ اوّل شائع کیا تو انہوں نے یہ سعادت علماء اہل حدیث کے کھاتہ میں ڈال دی۔میرے ایسے مسکین کے لئے اس تناؤ میں کچھ عرض کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔لیکن دیانت داری سے ترتیب وار چند واقعات نقل کر دینے میں حرج بھی کوئی نہیں:

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ سے بہت قبل حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری نے حکیم نورالدین کو کہہ دیا تھا کہ مرزا قادیانی سے بچنا۔وہ ارتداد والحاد اختیار کرے گا۔آپ اس کے ساتھی بن جائیں گے۔

۲...... حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو بھی مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے قبل متوجہ فرمایا۔

۳...... مرزا غلام احمد قادیانی کی براہین احمدیہ (۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۴ء تک) شائع ہوئی۔ اس زمانہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کے وکیل صفائی تھے اور مرزا قادیانی کی تائید یا صفائی میں مولانا بٹالوی سے بعض ایسی باتیں بھی ہوئیں جو قطعاً غیر شرعی تھیں۔ اس زمانہ (۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء) میں مرزا قادیانی لدھیانہ آیا تو مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی نے مرزا قادیانی کے لتّے لئے اور مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔اس سلسلہ میں فکر مند ہوئے۔کوشش وکاوش کی۔فتویٰ کے حصول کے لئے کوشش کی۔اس کی تفصیل فتاویٰ قادریہ میں موجود ہے۔یہ فتویٰ جون ۱۹۰۱ء (ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ) میں شائع ہوا۔

۴...... مولانا غلام دستگیر قصوری نے صفر۱۳۰۲ھ (مطابق دسمبر۱۸۸۳ء) میں مرزا قادیانی کے خلاف ''تحقیقات دستگیریہ فی ردھفوات البراہینیہ'' اردو اور اس کا عربی ایڈیشن ''رجم الشیاطین براغلوطات البراہین'' مرتب کر کے عرب وعجم کے علماء سے دستخط لئے۔۱۸۸۳ء سے ۱۸۸۷ء تک مولانا غلام دستگیر قصوری نے یہ کام مکمل کرلیا۔اس میں مولانا قصوری نے مولانا بٹالوی کی مرزا قادیانی کی تائید پر سخت تنقید بھی کی۔ کتاب مرتب ہونے، فتویٰ آ جانے کے بعد مولانا قصوری مرزا قادیانی کو توبہ کے لئے مباحثہ، مناظرہ، مباہلہ کے لئے بلاتے اور دعوت اسلام دیتے رہے۔مایوس ہونے پر ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۶ء میں کتاب شائع کر دی۔

۵...... مولانا محمد حسین بٹالوی نے جس طرح ابتداء میں مرزا قادیانی کی تائید کی۔۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کی کتابیں توضیح المرام، فتح اسلام، ازالہ اوہام کے آجانے کے بعد کروڑ گنا زیادہ شدت کے ساتھ مرزا قادیانی کی مخالفت کی۔ دن رات ایک کر کے

مرزا قادیانی کا ایسا تعاقب کیا کہ مرزا قادیانی کو دن کو تارے نظر آنے لگے۔ اسی زمانہ میں ہی مولانا نے فتویٰ مرتب کیا اور اسے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں قسط وار شائع کرنا شروع کر دیا۔ بعد میں ایک ساتھ بھی شائع ہوا۔

توفیق وتطبیق

اگر واقعات کی ترتیب کو مدنظر رکھا جائے تو بڑی آسانی سے ترتیب وتوفیق وتطبیق قائم ہوسکتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا تخالف وتعارض نہیں رہے گا۔ نیز یہ کہ تمام مکاتب فکر اس سعادت کے حصول میں کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔

۱...... مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنہ سے قبل از وقت نور ایمانی سے اکابر دیوبند کو اللہ رب العزت نے اس فتنہ کے خلاف متوجہ فرمادیا۔

۲...... علمائے لدھیانہ نے سب سے پہلے مرزا قادیانی کے خلاف ۱۸۸۳ء میں آواز حق بلند کی۔ اس کی پوری تفصیل فتاویٰ قادریہ میں مرتب شدہ موجود ہے۔ لیکن یہ فتویٰ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔

۳...... مولانا غلام دستگیر قصوری نے مرزا قادیانی کی کتاب براہین کے ابتدائی حصے دیکھتے ہی ''تحقیقات دستگیریہ، رجم الشیاطین'' مرتب کی۔ دسمبر ۱۸۸۳ء میں ہی یہ کتاب مرتب ہوکر امرتسر، لاہور، پٹنہ کے علماء کے دستخط ہوگئے۔ ۱۸۸۷ء میں حرمین شریفین کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا۔ گویا یہ سب سے پہلی تحریری جدوجہد یا نقش اوّل اسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ تحریر صفر ۱۳۱۲ھ، اگست ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی۔

۴...... اس دوران میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے علماء سے فتویٰ لے کر ۱۸۹۱ء میں اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں شائع کرنا شروع کر دیا تھا۔

غرض اس طرح قدرت نے ان تمام حضرات کو فتنہ قادیانیت کے خلاف کمربستہ کر دیا تھا۔ سب سے پہلے فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش علماء لدھیانہ کی ہے۔ سب سے پہلے فتویٰ حاصل کرنے میں کامیاب مولانا غلام دستگیر قصوری ہوئے۔ سب سے پہلے فتویٰ شائع مولانا محمد حسین بٹالوی کا ہوا۔ اپنی طرف سے تمام حضرات کی محبت وبغض سے خالی ہوکر فقیر کی اس وقت تک یہ رائے قائم ہوئی ہے۔'' (چمنستان ختم نبوت ج۳، ص۱۳۵۶، ۱۳۶۰)

آپ نے فقیر کا لکھا ہوا طویل اقتباس ملاحظہ کیا اس میں ''سب سے پہلے تکفیر'' کی سرخی سے لے کر آخر تک یہ مضمون (احتساب ج۱۰، ص۴۴۷ سے ۴۴۹) سے لیا گیا ہے۔

فقیر کی رائے کی تبدیلی

ابھی جو اقتباس آپ نے پڑھا اس کے آخر پر ہے ''فقیر کی اس وقت تک یہ رائے قائم ہوئی ہے۔'' لیکن اب مزید جو تفصیلات علم میں آئیں ان کی بنیاد پر فقیر کا یہ عرض کرنا کہ سب سے پہلے فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی کا شائع ہوا یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کے خلاف جو سب سے پہلے فتویٰ اشتہار کی شکل میں شائع کیا تھا وہ اشتہار پہلے فقیر کے علم میں نہ تھا۔ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کی ایک تحریر کے ذریعہ یہ اشتہار مل گیا۔ (اس کی تفصیلات آگے اپنے مقام پر آئیں گی)

فتاویٰ ختم نبوت جون ۲۰۰۵ء تین جلدوں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ اس کی دوسری جلد میں فتاویٰ جات بر کفر مرزا پر مشتمل ۲۱ کتب ورسائل جمع کئے، اس میں بھی نمبر۱ فتاویٰ قادریہ۔ نمبر۲ فتاویٰ مولانا غلام دستگیر۔ نمبر۳ فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی اس ترتیب سے شائع کئے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کا فتویٰ ۱۸۹۰ء کے اشاعۃ السنۃ میں شائع ہوا۔ ستمبر ۱۹۸۶ء میں ادارہ سلفیہ

لاہور نے دوبارہ اسے ’’پاک و ہند کے علماء اسلام کا اوّلین متفقہ فتویٰ‘‘ کے نام پر شائع کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری میں اشاعۃ السنۃ کی وہ فائل جس میں یہ فتویٰ درج ہے وہ موجود ہے۔لیکن ہم نے ادارہ سلفیہ کے شائع شدہ فتویٰ کو فتاویٰ ختم نبوت کی (دوسری جلد ص۹۳ تا ۱۷۶) میں شائع کر دیا ایک دن فقیر دفتر میں بیٹھا اپنے کام میں مصروف تھا کہ مولانا عبدالحکیم نعمانی صاحب مبلغ عالمی مجلس پاکپتن وساہیوال تشریف لائے، مصافحہ کرتے ہی فرمایا: ’’مولانا محمد حسین بٹالوی نے خود مرزا قادیانی پر اپنے جمع کردہ فتاویٰ کفر کے آخر پر اشاعۃ السنۃ میں لکھا ہے کہ علماء لدھیانہ نے ان سے پہلے فتویٰ کفر مرزا پر لگایا تھا۔لیکن ادارہ سلفیہ لاہور نے اشاعۃ السنۃ کے اس صفحہ کو ان فتاویٰ کو شائع کرتے ہوئے حذف کر کے خیانت علمی اور نقل حوالہ میں بددیانتی سے کام لیا ہے۔آپ نے بھی فتاویٰ ختم نبوت میں اسے نقل کیا ہے تو وہ غلطی جو ادارہ سلفیہ لاہور کی بددیانتی پر مشتمل ہے۔وہ فتاویٰ ختم نبوت میں دہرادی گئی ہے۔آپ کو پتہ نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔لیکن اب تصحیح حوالہ آپ کا فرض ہے۔نیز یہ کہ مولانا بٹالوی مرحوم نے مزید کئی جگہ اشاعۃ السنۃ میں اعتراف کیا ہے کہ میرا فتویٰ پہلا نہیں۔یہ تینوں اشاعۃ السنۃ کی فائلیں مجلس کی لائبریری میں موجود ہیں۔ابھی میں لے آتا ہوں آپ دیکھیں کہ ادارہ سلفیہ لاہور نے کتنی دیدہ دلیری کر کے عمداً خلاف واقعہ کا راستہ اختیار کیا۔‘‘

فقیر نے گفتگو سن کر مولانا سے عرض کیا کہ اس وقت اس سے بھی اہم کام میں مصروف ہوں۔آپ اشاعۃ السنۃ کی فائلیں نکلوائیں، ان پر حوالے لگائیں۔فارغ وقت میں اس پر گفتگو کریں گے۔مولانا نے لائبریری سے اشاعۃ السنۃ کی فائلیں لیں، حوالے لگائے، نشان رکھے۔اب وہ بار بار میرے کمرہ میں آئیں کہ یہ گفتگو کی حامی بھریں تو میں حوالہ جات دکھاؤں۔مولانا نعمانی کی بے قراری کو دیکھ کر فقیر نے جلدی سے کام نبٹایا۔اور مولانا کو بلا کر عرض کیا کہ آپ فرمائیں کیا فرماتے ہیں؟

نقل حوالہ میں خلاف دیانت ادارہ سلفیہ لاہور کا عمل

ادارہ سلفیہ لاہور نے نومبر ۱۹۸۶ء میں ’’پاک و ہند کے علماء اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ۔مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار دائرہ اسلام سے خارج ہیں‘‘ شائع کیا اس میں پہلی زیادتی تو یہ کی کہ اس کا نام بدل دیا۔مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس فتویٰ کا نام ’’فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان بحق مرزا غلام احمد ساکن قادیان‘‘ رکھا تھا۔ادارہ سلفیہ نے مولانا بٹالوی کا قائم کردہ عنوان بدل دیا۔ اور اس کا نام رکھا ’’پاک و ہند کے علماء اسلام کا اوّلین متفقہ فتویٰ‘‘ دوسری تبدیلی یہ کی کہ اس کتاب میں اشاعۃ السنۃ ج ۱۳، شمارہ ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۱، ۱۲ (۱۸۹۰ء) کے فتوی کو دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور طبع نومبر ۱۹۷۶ء کی اشاعت کے ص ۱۶۲ پر ’’کتبہ محمد اشرف علی‘‘ کی عبارت پر ختم کیا ہے۔جو اشاعۃ السنۃ ج ۱۳، شمارہ ۱۲ ص ۱۴۷ کی پہلی پانچ سطروں پر موجود ہے۔حالانکہ اسی اشاعۃ السنۃ کی اسی جلد، اسی شمارہ، اسی ص ۱۴۷ کی پہلی پانچ سطروں (جہاں ادارہ سلفیہ نے اس فتویٰ کو ختم کیا ہے) کے بعد اس صفحہ کی بقیہ ۱۴ سطروں کو عمداً نقل نہیں کیا۔پھر اس کا ص ۱۴۸ ابھی مکمل نقل نہیں کیا۔

فقیر نے ادارہ سلفیہ لاہور کے مولانا محمد حسین بٹالوی کے فتویٰ ’’پاک و ہند کے علماء اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ‘‘ کے آخری صفحہ کو دیکھا۔یہی فتویٰ جو اشاعۃ السنۃ ج ۱۳ شمارہ ۱۲ میں شائع ہوا۔اس کے اختتام کو دیکھا۔تو دیانت داری سے عرض کرتا ہوں کہ بہت ہی حیرت ہوئی، کہ نقل حوالہ میں اتنی بڑی جسارت کہ قریباً آخری ڈیڑھ صفحہ سرے سے درج نہیں کیا، حذف کر دیا۔اور خلاف توقع اس

جسارت پر سخت تعجب ہوا کہ ایسے بھی دنیا کرتی ہے؟ اب دونوں حوالہ جات سامنے تھے کسی بھی طرح کی کوئی تاویل سمجھ میں نہ آئی کہ اتنی بات کہ سب سے پہلے مرزا پر کس نے کفر کا فتویٰ دیا۔ اس اعزاز کو حاصل کرنے کے لئے مولانا محمد حسین بٹالوی کے عقیدہ کے لوگوں نے ہی ان کے اشاعۃ السنۃ کے رسالہ کے ڈیڑھ صفحہ کو غائب کر دیا۔ فیا للعجب!

ادارہ سلفیہ لاہور کی مولانا بٹالوی کے فتویٰ سے حذف کردہ عبارت

لیجئے قارئین! پہلے تو ذیل میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے تحریر کردہ جس ڈیڑھ صفحہ کو دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور نے غتربود کیا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

’’بعض علماء وصوفیاء لدھیانہ

لودھیانہ کے مشہور مولویوں کے پاس یہ فتویٰ پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے اپنا اشتہار ۲۹؍رمضان ۱۳۰۸ھ اس پر عبارت ذیل لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیا’’ یہ اشتہار ہماری طرف سے واسطے درج کرنے اس فتویٰ کے جو علماء ہندوستان نے نسبت مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر وغیرہ کا دیا ہے شامل کیا جائے۔‘‘

’’وہ اشتہار چونکہ بہت طویل ہے، اس لئے اس کے صرف چند فقرات اس مقام میں نقل کئے جاتے ہیں............ چونکہ ہم نے فتویٰ ۱۳۰۱ھ (۸۴-۱۸۸۳ء) میں مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا جاری کر دیا تھا............ یہ شخص اور ہم عقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں، شرعاً کافر ہیں۔ جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اوّل اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔ بعد میں عیسیٰ موعود ہونے میں کلام شروع ہوگی۔ خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ اور جدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں۔‘‘

المشتہران: مولوی محمد ومولوی عبداللہ ومولوی عبدالعزیز سکنائے لدھیانہ عفا اللہ عنہ!

لدھیانہ کے صوفیوں میں سے میر عباس علی صاحب صوفی گو مولوی نہیں کہلاتے اور نہ فتویٰ دیتے ہیں۔ مگر چونکہ انہوں نے اس وقت رسمی مولویوں سے بڑھ کر یہ اولی العزمی وثابت قدمی دکھائی ہے کہ باوجودیکہ وہ پہلے سالہا سال قادیانی کے خادم ومعتقد رہے ہیں۔ اب ان کے نئے عقائد کفریہ بدعیہ دیکھ کر اس سالہا سال کی محبت واعتقاد کی بندش کو توڑ کر ان کی اتباع سے دست بردار ہوگئے ہیں۔ اس لئے قادیانی کی نسبت ان کی رائے زریں کو آراء علماء وفضلاء اسلام کے سلسلہ میں نقل کرنا مناسب بلکہ ضروری ہے۔ اب اپنی تحریر مطبوعہ دبدبہ اقبال ربی پریس میں فرماتے ہیں: ’’اس وقت جو فیصلہ میری طبیعت نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب صاف اور قطعی طور پر نیچری ہیں۔ معجزات انبیاء وکرامات اولیاء سے مطلق انکار رکھتے ہیں۔ سب معجزات اور کرامات کو مسمریزم، قیافہ، قواعد طب یا دستکاری پر مبنی جانتے ہیں۔ خرق عادت کوئی چیز نہیں، جس کو سب اہل اسلام خصوصاً اہل تصوف نے مانا ہوا ہے۔ اور سید احمد خان اور مرزا غلام احمد صاحب کے نیچریت میں بجز اس کے اور کوئی فرق نہیں کہ وہ بالباس جاکٹ وپتلون ہیں اور یہ بالباس جبہ ودستار اور صوفیائے عظام کے درہم برہم کرنے والے۔‘‘

اسی صفحہ کے حاشیہ پر مولانا بٹالوی نے تحریر کیا: میر عباس علی صاحب کی تعریف میں قادیانی نے اپنے ازالہ کے ص۷۹۰ (خزائن ج۳ص ۵۲۷) میں یہ سطور لکھی ہیں: ’’یہ میرے وہ اوّل دوست ہیں، جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جو سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیان میں میرے ملنے کے لئے آئے وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لئے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میر صاحب نہایت عمدہ حالات کے آدمی اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں یہ الہام ہوا تھا۔ ’’اصله ثابت و فرعه فی السماء‘‘ (خزائن میں ایسے ہے)

اسی صفحہ کی سائیڈ کے حاشیہ پر مولانا بٹالوی نے لکھا: ’’التماس: جن علماء کے پاس یہ فتویٰ پہلے پہنچا ہے یا اب پہنچے وہ اس کی تصدیق کو تحریر فرما کر ہمارے پاس بھیج دیں تا آئندہ ان کی تحریرات چھاپ کر مشتہر کی جائیں۔‘‘ (اشاعۃ السنۃ ج۱۳، شمارہ ۱۲ص ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۸۹۰ء)

قارئین! مولانا محمد حسین بٹالوی تحریر فرماتے ہیں کہ لدھیانہ کے مشہور مولویوں کے پاس یہ فتویٰ پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے اپنا اشتہار ۲۹؍رمضان ۱۳۰۸ھ (۹؍مئی ۱۸۹۱ء) اس عبارت ذیل لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیا کہ: ’’یہ اشتہار ہماری طرف سے واسطے درج کرنے اس فتویٰ کے جو علماء ہندوستان نے نسبت مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر وغیرہ کا دیا ہے شامل کیا جائے۔‘‘ (اشاعۃ السنۃ ج۱۳، شمارہ ۱۲ص ۱۴۷)

۱..... گویا مولانا محمد حسین صاحب کے فتویٰ سے پہلے کا یہ اشتہار تھا، جس کا مولانا نے آگے خلاصہ نقل کیا جو آپ حضرات نے ابھی ملاحظہ کیا۔ پس ثابت ہوا کہ علماء لدھیانہ، مولانا بٹالوی کے مرزا کو کافر کا فتویٰ دلوانے سے پہلے فتویٰ دے چکے تھے اور پھر اس اشتہار میں ہے کہ ۱۳۰۱ھ (۸۴-۱۸۸۳ء) میں مرزا کے کافر ہونے کا فتویٰ ہم نے جاری کیا تھا۔ یہ بھی دلیل ہے کہ ان کا فتویٰ مولانا بٹالوی سے پہلے کا ہے۔

۲..... مولانا محمد حسین صاحب نے اشتہار کا خلاصہ نقل کیا ہم فتاویٰ قادریہ سے وہ مکمل اشتہار یہاں نقل کر دیتے ہیں جو یہ ہے:

اشتہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحق یعلو ولا یعلیٰ علیه

چراغے را کہ ایزد بر فروزد　　　ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

بعد از حمد وصلوٰۃ جملہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اشتہارات اس مضمون کے شائع کر رہا ہے کہ عیسیٰ موعود میں ہوں۔ مولوی عبداللہ، مولوی عبدالعزیز وغیرہ جو میرے برخلاف ہیں۔ میرے سے جلسۂ عام میں روبرو ایک افسر یورپین کے برمکان احسن شاہ وغیرہ ایک روز بعد عید الفطر کے گفتگو کر لیں۔ چونکہ ہم نے فتویٰ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۳، ۱۸۸۴ء) میں: ’’مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا جاری کر دیا تھا‘‘ اور رسالہ ’’نصرۃ الابرار‘‘ اور ’’فیوضات مکی‘‘ میں بحوالہ فتویٰ حرمین تحریر کر چکے ہیں کہ یہ شخص اور ہم عقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں، شرعاً کافر ہیں۔

پس مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ اول سرکار سے اجازت طلب کرلے کیونکہ حکام شہر ہذا نے چند سال سے یہ حکم نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی شخص اجنبی اس شہر میں آ کر بلا اجازت سرکار کوئی جلسہ مذہبی منعقد نہ کرے۔ ورنہ سرکاری مجرم قرار دیا جاوے گا۔ بعد اجازت حاصل کرنے کے مکان شہزادہ نادر صاحب یا مکان خواجہ احسن شاہ صاحب یا کسی اور رئیس کے مکان کو واسطے گفتگو کے مقرر کر کے ہم کو مرزا صاحب اور صاحب مکان تحریری طور پر اطلاع دیں کہ ہمارے مکان پر مرزا سے آپ آ کر بحث کرلیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔ بعد میں عیسیٰ موعود ہونے میں کلام شروع ہوگی۔ اگر مرزا قادیانی بسبب کم لیاقتی کے تنہا مناظرہ نہ کر سکے تو اپنے متبعین کو ہمراہ لے کر میدان گفتگو میں آوے۔ اگر اس نہج پر بھی وہ مطمئن نہ ہو تو ان اہل علموں کو جو مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں جانتے، ہمراہ لے کر مکان گفتگو پر حاضر ہو کر اپنے دلائل پیش کرے۔ چونکہ ہر ایک شخص بموجب زعم اپنے کے، اپنے آپ کو حق پر جانتا ہے۔ لہٰذا واسطے تمیز حق اور باطل کے کوئی منصف مقرر کرنا امر ضروری ہے۔ لہٰذا پہلے مبادیٔ بحث جلسہ اولیٰ میں فریقین طے کر کے مقاصد میں بحث شروع کریں۔ اگر مرزا قادیانی کو اس بحث کرنے میں دشواری معلوم ہو تو ہم ایک طریق بحث کا جو نہایت آسان بتاتے ہیں۔ جس کو اختیار کرلیں۔ جس میں ان کا ایک حبہ بھی خرچ نہ ہو۔

وہ امر یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہمارے ساتھ بلاخرچ مکہ معظمہ کو چلے یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مدّعا کو ظاہر کرے تا اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو اور مبطل کی گردن میں طوق لعنت کا نمودار ہو اور آئندہ کوئی ایسے دعاوی باطلہ کے دعویٰ کرنے میں جرأت نہ کرے۔ اگر مرزا صاحب کو مباحثہ بلا پابندیٔ شرائط کے منظور ہو تو عید یا جمعہ کے مجمع میں حاضر ہو کر مستفید ہوں۔ اور اگر امورات مذکورہ بالا سے کسی امر کی تعمیل کرنے میں پہلوتہی کریں تو ان کو لازم ہے کہ آئندہ ایسے دعاوی سے اپنا تائب ہونا ظاہر کریں۔

خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ وجدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے۔ جو چاہے ان کی عورتوں سے نکاح کرلے۔ کتب فقہ میں یہ مسائل باب مرتد میں تصریح کے ساتھ موجود ہیں۔ اگرچہ عوام کالأنعام بعض مسائل کو سن کر کہتے ہیں کہ یہ مولوی ضدی ہیں۔ جب خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس مسئلہ کی صداقت ظاہر کر دیتا ہے تو پھر اسی منہ کہتے ہیں کہ ان مولویوں کا مسئلہ ٹھیک نکلا۔

دیکھو محمود شاہ کا جو ہم نے حال اشتہار میں لکھا تھا، خدا تعالیٰ نے اس کے مددگاروں کے ہاتھ سے صداقت ہمارے اشتہار کی ظاہر کی۔ اسی طرح جیسا کہ ہم نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی صداقت بھی محمد حسین لاہوری (بٹالوی) وغیرہ کی تحریرات سے ظاہر کردی، جو اس کے اول درجہ کے مددگار تھے۔ اور علماء مکہ معظمہ نے بھی ہمارے فتویٰ کو صحیح قرار دیا۔ اب سکنائے شہر ہذا کو جو اس پر عقیدہ رکھتے ہیں یا کچھ ان کے دل میں اس کے کافر ہونے کا شبہ ہے مرزا قادیانی کو ہمراہ لے کر ہمارے پاس آویں اور سرکاری انتظام اگر مرزا نہ کر سکے تو اس کے مرید جو اس پر دل وجان سے فدا ہیں، اس امر کا بندوست کرلیں۔ ورنہ سکنائے شہر سے چندہ کرلیں۔ اگر صرف لقلقہ ہی غرض ہے تو مثل برادر اپنے کے چماروں کے پیغمبر بن کر اپنا کام چلاویں۔ یعنی جیسا مرزا امام الدین قوم جاروب کش میں امام مہدی بن بیٹھا ہے تو مرزا غلام احمد چماروں کے عیسیٰ بن کر اپنا مطلب حاصل کریں۔ چونکہ

مناظرہ کرنے میں ہر دو بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے۔ لہٰذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جاوے گا۔ اور عربی زبان میں ہر دو صاحبوں کو تحریر مع ترجمہ کرنی پڑے گی۔ تا کہ عوام کالأنعام جو مرزا کو بڑا عالم جانتے ہیں، ظاہر ہو جاوے کہ مرزا کو سوائے مرزائیت کے یعنی انشاء پردازی کے جو اس قوم کی جبلی خاصیت ہے، کچھ علمی لیاقت نہیں۔ خصوصاً علم دینی سے تو بالکل نابلد ہے۔ ورنہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کو قبل از اتمام معرض بیع میں نہ لاتا، کیونکہ بیع شی معدوم کی بدوں شرائط سلم جو فیما نحن فیہ میں مفقود ہیں، شرعاً ہرگز درست نہیں۔

پس جو شخص مرزا مذکور کو مجدد یا عیسیٰ موعود اعتقاد کرتے ہیں، پرلے درجے کے نادان ہیں۔ خدا تعالیٰ اس گروہ کو ورطۂ ضلالت سے نکال کر راہ ہدایت پر لائے یا ان کے شر سے عوام کو محفوظ رکھے۔ اگر کسی حیلہ یا بہانہ مرزا قادیانی کسی شرط کی بابت پیش کرنا چاہیں تو بالکل لغو ہے۔ کیونکہ سرکاری طور پر فیصلہ اس کا بروقت بحث ہو سکتا ہے۔ یعنی ہر دو فریق اپنے اپنے شرائط بروقت حاضری سرکار میں داخل کریں۔ جن شرائط کو سرکاری افسر منظور فرماوے وہی فریقین کو تسلیم کرنی پڑیں گی۔ بعد میں مباحثہ اس طرز سے شروع ہوگا کہ جس کی ایک ایک فرد شامل مثل سرکاری ہوگی۔ اور ایک ایک فرد فریقین کے پاس رہے گی۔ تا کہ کسی کو کمی زیادتی کی گنجائش نہ ہو۔

آخر دعوٰنا أن الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین!

المشتہران: مولوی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی عبدالعزیز سکنائے لدھیانہ عفی عنہ

مرقوم ۲۹؍ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ...... (فتاویٰ قادریہ ص ۲۰ تا ۲۳ مطبوعہ مطبع قیصر ہند لدھیانہ)

قارئین اس اشتہار بالا میں درج ہے اور مولانا بٹالوی نے نقل فرمایا کہ علماء لدھیانہ نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ کفر دیا۔ ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۳ء، ۱۸۸۴ء ہے۔ گویا علماء لدھیانہ کا فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی کی نقل کے مطابق ۱۳۰۱ھ کا ہے۔ اور مولانا بٹالوی کا یہ فتویٰ کفر ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔ ۱۸۸۳ء، ۱۸۸۴ء اور ۱۸۹۰ء میں جتنا فرق ہے اتنا قدیم فتویٰ ہے علماء لدھیانہ کا، اس کے باوجود موجودہ حضرات ادارہ سلفیہ لاہور یا دیگر محققین علماء اہل حدیث تسلیم نہ فرمائیں تو ان کے کرم کے آگے فقیر کیا دم مار سکتا ہے۔ بایں ہمہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کی مزید چند عبارتیں بھی ان حضرات کے سامنے محض غور کے لئے رکھ دیتے ہیں:

مولانا محمد حسین بٹالوی کے اعتراف حقائق

۱...... مولانا محمد حسین بٹالوی تحریر فرماتے ہیں: ''اشاعۃ السنۃ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکے اور جملہ مضامین سابق کو چھوڑ کر بہمہ تن اسی کے دعاوی کے ردّ کے درپے ہو اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے۔ اس کی موجودہ جماعت و جمعیت کو تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصاً اہل حدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچائے۔ کیونکہ اسی (اشاعۃ السنۃ) نے قادیانی کے سابق دعویٰ حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام ووعدۂ تائید دین بانشان ہائے آسمانی ونصرت اصول اتفاقی اسلامی سے دھوکہ میں آ کر ریویو براہین احمدیہ مندرجۂ نمبرے وغیرہ جلدے میں اس کو امکانی ولی وملہم بنایا اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا تھا۔ جس کو یہ حضرات اپنے دعاوی مستحدثہ کی تائید میں اب پیش کر رہے ہیں۔ اور اس کی عبارات اپنی تحریرات ورسائل میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کر رہے ہیں۔

اشاعۃ السنۃ کا ریویو براہین اس کو امکانی ولی وملہم نہ بناتا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہوجاتا۔ کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان وپنجاب وعرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہوچکا تھا۔ صرف اشاعۃ السنۃ کے ریویو نے فرقہ اہل حدیث اور اپنے خریداران کے خیال میں اس کے الہام وولایت کا امکان جما رکھا۔ اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا۔'' (اشاعۃ السنۃ ج۱۳، ش۱، ص۳،۴)

اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں ہوں مولانا محمد حسین بٹالوی پر کہ وہ کس صفائی کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں کہ جب اشاعۃ السنۃ مرزا کو حامی اسلام بنا رہا تھا ''بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان وپنجاب وعرب کا اس (مرزا) کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہوچکا تھا۔''

لیجئے حضرت مولانا مرحوم کا ''علماء پنجاب وعرب'' کا ذکر کرنا علماء لدھیانہ اور حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کے فتاویٰ جات بابت کفر مرزا کا اپنے فتویٰ سے قبل کے فتویٰ ہونے کا اعتراف کرنا ہے۔ یہی اعتراف حق ہی دیانت کا تقاضہ ہے جو مولانا موصوف نے کیا اور یہی ان کی شان کے لائق تھا۔ آپ (حضرات ادارہ سلفیہ لاہور) کی رائے مبارک بھی اس حقیقت کو تسلیم کرے تو انسب ہوگا۔

۲...... مولانا محمد حسین بٹالوی اشاعۃ السنۃ ج۷، ش۶، ص۱۷۰ کے حاشیہ پر علماء لدھیانہ کے متعلق لکھتے ہیں ''اور یہ کہتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں فلاں فلاں امور کفریہ (دعویٰ نبوت اور نزول اور تحریف آیات قرآنیہ پائی جاتی ہیں) اس لئے اس کا مؤلف کافر ہے۔''

یہ مولانا کی عبارت براہین احمدیہ کے ریویو میں ہے اس میں مولانا محمد حسین اعتراف کرتے ہیں کہ علماء لدھیانہ اس کو اس وقت کافر کہتے تھے جب خود مولانا مرحوم مرزا کی حمایت کر رہے تھے۔

۳...... اس حوالہ مذکور کے ص۱۷۱ پر مولانا محمد حسین لکھتے ہیں: ''بعض (لدھیانہ والے) ان کو کھلم کھلا کفر قرار دیتے ہیں'' اس حوالہ میں مولانا نے خود لدھیانہ والے کے الفاظ اپنے قلم سے لکھے ہیں اور حاشیہ میں ان کے اسماء گرامی ''مولوی عبدالعزیز، مولوی محمد وغیرہ پسران مولوی عبدالقادر'' درج کئے ہیں، کہ یہ علماء لدھیانہ مرزا کو کافر کہتے ہیں۔ یہ براہین احمدیہ کے ریویو میں مولانا نے اعتراف کیا ہے۔

۴...... اشاعۃ السنۃ ج۷، ش۶، ص۱۷۲ پر براہین احمدیہ کے ریویو میں مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں: ''(لدھیانوی مدعیان اسلام) اپنی تکفیر کی یہی وجہ پیش کرتے ہیں کہ ان الہامات میں مؤلف (مرزا قادیانی) نے پیغمبر کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے آپ کو ان کمالات کا جو انبیاء سے مخصوص ہیں محل ٹھہرایا ہے اور ان آیات قرآنیہ کا جو خاص آنحضرت ﷺ اور انبیائے سابقین کے خطاب میں وارد ہیں مورد نزول قرار دیا ہے۔''

یہ حضرت مولانا بٹالوی موصوف براہین احمدیہ کے ریویو میں اعتراف کرتے ہیں۔ غرض واقعہ یہی ہے کہ براہین احمدیہ کے آتے ہی تحریر وتقریر، مباحثہ اور مقابلہ کے ذریعہ جو علماء سب سے پہلے ملعون قادیان کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے وہ علماء لدھیانہ تھے۔ سب سے پہلے عرب سے جنہوں نے فتویٰ منگوایا وہ مولانا غلام دستگیر تھے۔ یہ فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی کے بھی خلاف تھا کہ وہ مرزا کی حمایت کر رہے ہیں۔ فتویٰ آجانے کے بعد اس کی اشاعت سے قبل مولانا محمد حسین صاحب مرحوم نے مرزا کی تائید سے نہ صرف ہاتھ اٹھا لیا بلکہ اس کے سامنے مخالفت میں سروقد ہوگئے۔ تو مولانا غلام دستگیر صاحب نے عرب کے فتویٰ سے مولانا محمد حسین صاحب والا حصہ نکال دیا۔ اس کو کمال دیانت کہتے ہیں۔ سبحان اللہ!

قارئین! علماء لدھیانہ ہوں یا مولانا غلام دستگیر یا مولانا محمد حسین بٹالوی یہ مرزا قادیانی کے مقابل ہوئے لیکن غلطی اپنی جگہ، مگر بات کرنے میں کوئی بددیانتی نہیں دکھائی، ہمیشہ وہی کہا جو واقعہ کے مطابق تھا۔ ایک ہم ہیں کہ حوالہ نقل کرنے میں اپنے تحفظات کو دخیل کر کے اپنے بزرگوں کی عبارتوں کے صفحات کو غتربود کر جاتے ہیں۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی؟

۵...... مولانا محمد حسین بٹالوی تحریر فرماتے ہیں: ''بعض علماء پنجاب نے اس پر کفر کے فتوے لگائے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنے لئے نبوت کا مدعی ہے...... خاکسار (مولانا بٹالوی) نے اس (مرزا قادیانی پر) حسن ظن کر کے اس کو تکفیر سے بچایا۔ اور دھوکہ کھایا اور اس کی حمایت میں ریویو براہین احمدیہ لکھا۔ مجھے اس وقت تک اس کے خبث باطن کا (بحکم کہ: ''خبث نفس نگردد بسالہا معلوم'' علم نہ ہوا تھا۔ اور کیونکر ہوتا جب تک کہ وہ اپنے منہ سے اس نجاست کو جواب نکال رہا ہے نہ نکالتا۔ مجھے اس کا یہ حال وخیال اس وقت معلوم ہوتا تو میں سب سے پہلے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتا۔'' (اشاعۃ السنۃ ج۱۵، ش۶، ص۱۱۹، ۱۲۰)

کروڑوں رحمتیں مولانا مرحوم پر کمال دیانت سے جہاں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں وہاں واضح برملا فرما رہے ہیں کہ مرزا پر اور حضرات نے کفر کا پہلے فتویٰ لگایا۔

۶...... اسی طرح مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ ''تاریخ مرزا'' میں لکھا ہے کہ ''جس زمانہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی سے مانوس تھے اسی زمانہ میں مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی...... مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی محمد وغیرہ خاندان علماء لدھیانہ مرزا سے بدظن تھے۔ ہم حیران ہیں ان علماء کی فراست کس درجہ کی تھی کہ وہی ہوا جو ان حضرات نے گمان کیا۔'' (تاریخ مرزا ص۱۳)

۷...... مولانا بٹالوی نے لدھیانہ کے ان بھائیوں کا نام لے کر ذکر کیا ہے اور یوں لکھا ہے: ''ناظرین ان کا یہ حال سن کر متعجب اور اس امر کے منتظر ہوں گے کہ ایسے دلیر اور شیر بہادر کون ہیں جو سب علماء وقت کے مخالف ہو کر ایسے جلیل القدر مسلمان (یعنی مرزا قادیانی۔ ناقل) کی تکفیر کرتے ہیں اور اپنے مہربان گورنمنٹ کے (جس کے ظل حمایت میں باامن شعار مذہبی ادا کرتے ہیں) جہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان کے دفع تعجب اور رفع انتظار کے لئے ان حضرات کے نام بھی ظاہر کر دیتے ہیں، وہ مولوی عبدالعزیز ومولوی محمد وغیرہ پسران مولوی عبدالقادر ہیں، جن سب کا سنہ ۵۷ء (۱۸۵۷ء) سے باغی وبدخواہ گورنمنٹ ہونا ہم اشاعۃ السنۃ نمبر۱۰ ج۶ وغیرہ میں ظاہر وثابت کر چکے ہیں۔'' (اشاعۃ السنۃ نمبر۶، ج۷، ص۱۷۱ حاشیہ)

مولانا بٹالوی کی اس تحریر سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱...... اس ریویو کے لکھنے کے وقت یعنی ۱۸۸۴ء میں صرف لدھیانہ کے یہی مولوی عبدالقادر صاحب کے فرزندان تھے، جنہوں نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی تھی۔

۲...... اس وقت تک مولانا بٹالوی حسن ظن رکھتے ہوئے مرزا قادیانی کو ''ایک جلیل القدر مسلمان'' ہی تصور کرتے تھے۔

حضرت مولانا بٹالوی کے ان سات حوالہ جات کے بعد ادارہ الدعوۃ السّلفیہ لاہور اپنی رائے پر نظر ثانی کرے۔ تو یہ صرف تاریخ پر ہی نہیں بلکہ مولانا بٹالوی کی روح پر فتوح سے بھی مبنی انصاف فیصلہ ہوگا۔ سات حوالے ''ستے خیراں'' ورنہ ست سری اکال

مولانا بٹالوی کے ردقادیانی پر رشحات قلم

مولانا بٹالوی نے ۱۸۷۷ء سے اشاعۃ السنۃ رسالہ کا آغاز کیا۔ ۱۹۱۷ء تک یہ چھپتا رہا۔ یہ تیس سال کا عرصہ بنتا ہے۔ لیکن اس کی ۱۹۱۷ء کی آخری جلد ''جلد بست وسوم'' درج ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ تیس سال میں تیئس جلدیں شائع ہوئیں۔ گویا درمیان میں کچھ مدت تعطل بھی پیدا ہوتا رہا۔ الحمدللہ! ان ۲۳ جلدوں کا ریکارڈ صفہ اکیڈمی لاہور حضرت مولانا سید نعیم الدین صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں مولانا محمد عابد مدظلہ نے محفوظ کررکھا ہے۔ اس کی کچھ فائلیں اصل یا فوٹو عالمی مجلس کے مرکزی دفتر کی لائبریری میں بھی تھیں۔ جلد نمبر ۱۳ سے آخر تک مولانا حافظ عبیداللہ صاحب اسلام آباد نے نیٹ پر ڈال رکھی ہیں۔

قدرت کا کرم ہوا کہ لاہور، ملتان، اسلام آباد کا سارا ریکارڈ ہمیں دستیاب ہوگیا۔ اول سے آخر تک سب فوٹو کرا کر دفتر کی لائبریری میں ۲۳ جلدیں محفوظ کردی گئیں۔ مولانا عبدالحکیم نعمانی کے پیدا کردہ قضیہ کے لئے ان فائلوں پر کام کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، اس کے بعد متذکرہ فائلوں کی تحصیل وتکمیل کے عمل سے گزرے تو اب مولانا محمد حسین بٹالوی کے ردقادیانیت پر جو مضامین شائع ہوتے رہے ان کو جمع کرنا شروع کیا تو ان کی تعداد پینتالیس تک پہنچ گئی۔ اور یہ سینکڑوں صفحات سے بڑھ کر ہزار کے عدد کو بھی کراس کرگیا۔

جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے تحریک ختم نبوت کی غالباً چار جلدوں میں مولانا بٹالوی کی تحریرات کے اس ریکارڈ کو جمع کیا ہے۔ لیکن اس میں آپ نے اپنے منہج کے مطابق تلخیص وحذف کے عمل کو بھی جاری رکھا۔ پھر نارنگ منڈی سے معلوم ہوا کہ شاید کوئی اور اہل حدیث لاہور کے ساتھی اس کو جمع کررہے ہیں۔ خیال ہوا کہ چلو ایسے ہے تو ہم فارغ ہوگئے۔ مقصد کام ہے وہ شائع کرتے ہیں تو ضرورت پوری ہوگئی۔ لیکن بورے والا کے پروفیسر جناب مولانا سہیل صاحب اور مولانا داؤد ارشد نارنگ منڈی نے فرمایا کہ گزشتہ دس سال سے شنید ہے کہ وہ شائع کررہے ہیں۔ لیکن ہوگی یا نہیں، کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس مایوسی کے ماحول میں بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ اللہ رب العزت کے کرم واحسان کے سہارے یہ کام ہمیں شروع کردینا چاہئے۔

جب اشاعۃ السنۃ میں شائع شدہ جملہ مواد ''ردقادیانیت'' کو جمع کیا تو اس کی تعداد چھیالیس ہوئی۔ ان میں ایک نظم مرزا قادیانی کے خسر میر ناصر کی ہے جب وہ مرزا کے مخالف تھے تب وہ لکھی تھی جو اشاعۃ السنۃ میں شائع ہوئی۔ باقی پینتالیس مختصر ومطول مضامین تمام کے تمام مولانا محمد حسین بٹالوی کے رشحات قلم کا صدقہ ہے۔ اس سے اندازہ فرمائیں کہ مولانا کتنے بھرپور محنتی عالم دین تھے۔ اس فہرست میں ''فتویٰ دربارہ کفر مرزا'' شامل نہیں چونکہ وہ فتاویٰ ختم نبوت میں شائع کرچکے ہیں جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اسے شامل نہ کیا ہے۔ لیکن ان سطور کے وقت داعیہ پیدا ہورہا ہے کہ اسے بھی شامل اشاعت کرلیں۔ اس لئے کہ ادارہ سلفیہ لاہور کی اشاعت نے تشکیک پیدا کردی ہے کہ کہیں اور جگہ بھی ایسے نہ کیا ہو۔ دوبارہ اشاعۃ السنۃ سے تقابل کرکے اس کو شریک اشاعت کریں تو پھر مولانا کے رشحات قلم کی تعداد چھیالیس ہوجائے گی۔ لیجئے پہلے تو آپ وہ فہرست ملاحظہ فرمائیں:

نمبر شمار	عنوان
۱	خیالی مسیح (مرزا کادیانی) اور اس کے فرضی حواری سے گفتگو
۲	مباحثہ لدھیانہ مابین مولانا محمد حسین بٹالوی ومرزا کادیانی
۳	قادیانی کے فیصلہ آسمانی کا جواب

۳۱	مرزا کے دام سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے ایک دل پذیر تقریر
۳۲	مے باید شنید (یہ رسالہ اس دفعہ کیوں غیر معمولی دیر سے نکلا؟)
۳۳	مرزا کو ہم نے کیوں چھوڑا؟
۳۴	مراسلت (جس کے نقل کرنے کا مضمون سابق میں وعدہ دیا گیا تھا)
۳۵	قادیان کے مرزا اور اس کی جماعت کی درخواست
۳۶	ضروری نوٹ (جس میں مرزا کو حکم کہلانے کا مغالطہ اور جلسہ لاہور کی مختصر کیفیت)
۳۷	فتویٰ جواز امامت مرید قادیانی میں ان حضرات کی دھوکہ بازی
۳۸	پرافٹ قادیاں کی پیشین گوئی کا پورا نہ ہونا (۲۱/نومبر ۱۸۹۸ء)
۳۹	طاعون کا روحانی سبب اور علاج
۴۰	کرشن قادیان اور مسلمانان
۴۱	زلزلے کا روحانی سبب اور اس کا علاج
۴۲	کرشن قادیانی کی دھوکہ دہی میں اس کے چیلے کی تیز قدمی سے پیروی
۴۳	اسلامی حکم سیاسی متعلق جہاد وقتل مرتد اور سید محمد و مرزا غلام احمد...... لائق توجہ گورنمنٹ
۴۴	کھلی چٹھی
۴۵	آسمانی مسیح اور اس کا رفیق مہدی اور گورنمنٹ انگلشیہ (تمہیدی ریمارک)
۴۶	مفتح الکلام ومقطع الخصام فی اثبات الحیوۃ والمجیئ للمسیح علیہ السلام
۴۷	تکفیر عقائد کفریہ قادیانی

(۱۸۶۴) محمد حسین سرحدی (فاضل دیوبند، سیالکوٹ)، مولانا

مولانا محمد حسین سرحدی فاضل دیوبند نے سیالکوٹ میں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے قریب قریب میں رسالہ ’’کلمہ حق‘‘ ترتیب دیا۔ حضرت علامہ خالد محمود نے تقریظ لکھی۔ ہم اسے احتساب قادیانیت جلد ۵۱ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ مولانا مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے ناظم بھی رہے۔ بھرپور عالم تھے اور فقہ پر گہری نظر تھی۔ علماء میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

(۱۸۶۵) محمد حسین شاہ علی پوری، مولانا پیر سید

(پیدائش:۱۸۷۷ء وفات:۱۶/اکتوبر ۱۹۶۱ء)

آپ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے صاحبزادے تھے۔ مولانا نور محمد امرتسری سے کتب پڑھیں۔ درس نظامی کی تکمیل مدرسہ امینیہ دہلی سے کی۔ طبیہ کالج دہلی سے بھی طب پڑھی۔ والد گرامی کے خلیفہ مجاز تھے۔ تحریک خلافت، تحریک شاردا مارکیٹ،

تحریک شہید گنج، تحریک پاکستان میں والد گرامی کے شانہ بشانہ رہے۔ والد گرامی کی طرح فتنہ قادیانیت کے خلاف عمر بھر نبرد آزما رہے۔ والد گرامی کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔

(۱۸۶۶) محمد حسن شاہ (لاہور)، سید قاری

(وفات: ۲۳/اپریل ۱۹۹۴ء)

آپ مانسہرہ کے گاؤں داتا میں پیدا ہوئے۔ نجیب الطرنین سادات بخاری میں سے تھے۔ آپ جامعہ اشرفیہ کے فارغ التحصیل تھے۔ حضرت لاہوری سے دورۂ تفسیر کیا۔ قاری عبدالمالک صاحب سے قرأت پڑھی۔ آپ نے شیرانوالہ قاسم العلوم میں قرأت پڑھانے کا آغاز کیا۔ پھر تجوید القرآن میں قاری محمد شریف آپ کو لے گئے اور پھر یہیں کے ہی ہوکر رہ گئے۔ حضرت مولانا قاری سید حسن شاہ صاحب داتا کے رہنے والے تھے۔ وہاں پر قادیانیت کے اثرات تھے۔ آپ عمر بھر قادیانی گروہ کے خلاف برسرپیکار رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ وچناب نگر بڑے اہتمام سے تشریف لاتے تھے۔ بہت بڑی نسبتوں کے وارث تھے اور خود بھی بہت بڑے انسان تھے۔

(۱۸۶۷) محمد حسین (عبدالحکیم)، مولانا حافظ

(وفات: ۲/اگست ۱۹۶۲ء)

آپ علاقہ عبدالحکیم ضلع ملتان میں متحرک شخصیت تھے۔ ہر دینی تحریک میں صف اوّل میں آپ کو دیکھا جاتا۔ ہر بے دین فتنہ کے خلاف برسرپیکار رہے۔ قادیانی عقائد وکفریات کو الم نشرح کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔

(۱۸۶۸) محمد حسین کولوتارڑوی، مولانا ابوالقاسم

اس دھرتی پر قادیانی عفریت کو گرم توّے پر جنہوں نے مجنونانہ رقص کرایا ان مجاہدین حق میں سے ایک کا نام مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی تھا۔ آپ بہاول پور کے مشہور زمانہ میں کیس میں پیش ہوئے۔ قادیانیوں کے مہا ابلیس مناظرین سے آپ کے مناظرے ہوئے۔ ’’برق آسمانی برخرمن قادیانی‘‘ نامی کتاب جو احتساب قادیانیت جلد ۱۹ میں چھپ چکی ہے اس میں آپ کے مناظروں کا جاہ وجلال ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ برصغیر میں قادیانی طاغوت کو نتھ ڈالنے میں آپ کا نام صف اوّل کے رہنماؤں میں شامل ہے۔ کولوتارڑ کے قبرستان میں محواستراحت ہیں۔

(۱۸۶۹) محمد حسین (گدی نشین حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت محمد حسین صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۶۵ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۱۸۷۰) محمد حسین (لاہور، سابق قادیانی)، جناب مرزا

جناب مرزا محمد حسین مؤلف کتاب ’’فتنہ انکار ختم نبوت‘‘ قادیانی جماعت کے دوسرے گرو مرزا محمود کی اولاد کے اتالیق تھے۔ قادیان کی خلافت کے درون خانہ کے رازہائے سربستہ سے واقف ہوئے۔ پھر نہاں خانہ کے عینی گواہ بھی ہوئے۔ پھر ان پر مرزا قادیانی کا پورا گھرانہ الف خالی کی طرح عیاں ہوگیا۔ یہ قادیانیت سے تائب ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں یہ کتاب شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار سے شائع کرائی۔ زہے نصیب! احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ’’لعنت بر مرزا قادیانی وبر آل واولاد او‘‘

(۱۸۷۱) محمد حسین (لاہور)، مولانا

(وفات: ۳؍نومبر ۱۹۹۸ء)

تبلیغ دین کے علاوہ مولانا محمد حسین نے ملک بھر میں ہونے والی تحریکوں میں ہراوّل دستہ کا کام کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت ہو یا ۱۹۷۴ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں اس مقصد کے لئے لڑا جانے والا فیصلہ کن معرکہ انہوں نے ہر محاذ پر قائدانہ کردار ادا کیا۔ انہوں نے قادیانیوں کے مکروہ سیاسی عزائم کو طشت ازبام اور دین اسلام کے خلاف ان کی ناپاک سازشوں کا پردہ چاک کیا۔ ۱۹۹۶ء میں نگران حکومت نے مرزائیوں کو احمدی قرار دینے کا فیصلہ کیا تو آپ نے اس اقدام کے خلاف جامع رحمانیہ میں بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ’’قادیانی مرزائی غیر مسلم ہیں۔ انہیں غیر مسلم ہی لکھا جائے۔ نگرانوں نے اگر مرزائیوں کو احمدی قرار دینے کا فیصلہ واپس نہ لیا تو منتخب حکومت کا انتظار کئے بغیر نگرانوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ جانثاران محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر اسلام، عقیدۂ ختم نبوت اور حرمت رسول ﷺ پہ کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ ان کے ایمان افروز خطاب سے متاثر ہو کر لوگ تحفظ ختم الرسل ﷺ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے پر تیار ہوگئے۔ چنانچہ گورنمنٹ کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا۔ ردقادیانیت کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ مولانا محمد حسین نوراللہ مرقدہ ہر مکتبہ فکر کے علمی وعوامی حلقوں میں یکساں مقبول تھے۔ اپنی خداداد صلاحیتوں، دلآویز شخصیت اور ذاتی کردار کے باعث عبدالحکیم شہر ہی نہیں بلکہ پورے ملک کے دینی وسیاسی حلقہ کے آپ میر کارواں ہوگئے۔ ایک سادہ سی بات سے گفتگو کا آغاز کرتے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا اجتماع ان کی مٹھی میں ہوتا تھا۔ انہوں نے بابا جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خان کے شانہ بشانہ سیاسی واسلامی تحاریک میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ متعدد بار انہیں پابند سلاسل بھی رکھا گیا۔ مگر آپ کے عزم واستقلال میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی۔‘‘ (روزنامہ اسلام ملتان، مؤرخہ ۲۳؍مئی ۲۰۱۰ء)

(۱۸۷۲) محمد حسین معظم آبادی، خواجہ

(ولادت: ۱۸۹۹ء ...... وفات: ۱۹۶۱ء)

خواجہ محمد حسین معظم آبادی کی ولادت خواجہ معظم الدین کے ہاں ہوئی۔ رب کریم کی شان بے نیازی کہ ان کی ولادت کے وقت والد کی عمر ستر سال تھی۔ آٹھ سال آپ کی عمر میں آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ خواجہ محمد الدین سیالوی اور خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی

کے ہاتھوں بیعت کی۔ ہمہ وقت ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ نماز تہجد میں قرآن کریم ختم فرماتے۔ مجاہد ختم نبوت مولانا ظہور احمد بگوی سے آپ کا قلبی تعلق تھا۔ حضرت بگوی قادیانیت کے خلاف مناظروں میں حضرت خواجہ صاحب کو ضرور دعوت دیتے۔ ردقادیانیت پر لکھے جانے والے فتاویٰ جات پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ (فوز المقال فی خلفائے پیر سیال ج۳ص۴۳۰)

(۱۸۷۳) محمد حسین نیلوی (سرگودھا)، مولانا

حضرت مولانا محمد حسین نیلوی اشاعۃ التوحید کے مرکزی حضرات میں سے تھے۔ ایک قادیانی نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں چند شبہات پیش کئے جن کا مولانا نے ''تفسیر آیت رفع عیسیٰ علیہ السلام'' کے نام سے جواب تحریر کیا۔ یہ رسالہ بتیس صفحات پر مشتمل ہے اور ۵؍جنوری ۱۹۸۴ء کو لکھا گیا۔

(۱۸۷۴) محمد حفیظ (ساکن قادیان)، جناب

قادیان میں فقیروں کے ایک لڑکے محمد حفیظ نے ۱۹۳۵ء میں مرزا محمود قادیانی گرو کے بھائی کو جوتیوں اور ہاکیوں سے پیٹ ڈالا۔ (کاروان احرار ج۳ص۱۲۵)

(۱۸۷۵) محمد حمید اللہ (پیرس)، جناب ڈاکٹر

(پیدائش: ۹؍فروری ۱۹۰۸ء، حیدرآباد دکن ...... وفات: ۱۷؍دسمبر ۲۰۰۲ء)

پروفیسر حمید اللہ عالم دین، مصنف اور مفکر تھے۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں پڑھاتے رہے۔ جرمنی، فرانس اعلیٰ تعلیم کے لئے سفر کیا۔ بین الاقوامی قانون پر فرانسیسی زبان میں مقالہ لکھا اور ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی۔ پیرس میں رہائش اختیار کی۔ فرانسیسی میں قرآن مجید کا ترجمہ لکھا۔ سیرت پر بھی فرانسیسی میں دو جلدوں پر مشتمل تصنیف ہے۔ جرمنی، فرانس پورے یورپ میں جہاں ضرورت ہوتی عقیدۂ ختم نبوت کی ترجمانی کرتے۔

(۱۸۷۶) محمد حنیف بہاولپوری، مولانا

(پیدائش: ۱۹۴۰ء ...... وفات: ۱۲؍اکتوبر ۲۰۱۲ء)

مولانا محمد حنیف کے والد گرامی کا نام حافظ خدا بخش تھا۔ جٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ضلع خانیوال کی تحصیل عبدالحکیم کے گاؤں لدھی کے رہائشی تھے۔ پنج کسی پل چاون نزد کبیروالا میں حضرت حافظ غلام محمد کے ہاں حضرت مولانا محمد حنیف نے قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے تمام کتب دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں حضرت صدر صاحب، حضرت علامہ منظور الحق، حضرت علامہ ظہور الحق، حضرت مولانا علی محمد، حضرت مولانا صوفی محمد سرور، حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مشائخ ستہ دارالعلوم کے افق پر ضوفگن تھے۔ مولانا محمد حنیف نے ان اکابر سے دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم مکمل کی۔ یہ ۶۲-۱۹۶۱ء کی بات ہے۔ مولانا محمد حنیف نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد سکول میں بطور ٹیچر کے کام کرنا شروع کر

دیا۔ آپ کے ابتدائی استاذ حضرت حافظ غلام محمد نے فرمایا کہ آپ نے علم دین، سکول ٹیچر بننے کے لئے نہیں پڑھا تھا۔ یہ سنتے ہی آپ نے سکول کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور بہاول پور جامعہ عباسیہ میں جا کر داخلہ لے لیا۔ اس زمانہ میں بہاول پور جامعہ عباسیہ کے شیخ التفسیر حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی تھے۔ حضرت مولانا سعید احمد کاظمی، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی، مولانا محمد صادق بہاول پوری اور دیگر اساطین علم سے آپ نے استفادہ کیا۔ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی جامعہ عباسیہ میں پڑھاتے تھے۔ لیکن آپ کی رہائش بہاول پور ون یونٹ کالونی میں تھی۔ تب آپ کی کوشش سے مولانا محمد حنیف جامعہ عباسیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ون یونٹ کالونی کی جامع مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوگئے اور پھر اسی کالونی میں نصف صدی تک خدمات سرانجام دیں۔ اس کالونی میں زیادہ تر سرکاری ملازمین رہائش پذیر تھے۔ پڑھے لکھے حلقہ کے لئے جو فاضل بزرگ، خدارسیدہ عالم دین کی ضرورت ہوسکتی تھی وہ مولانا محمد حنیف کے ذریعہ حق تعالیٰ نے پوری کردی۔

بہاول پور دارالعلوم مدنیہ کی حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم نے ۱۹۶۵ء میں بنیاد رکھی۔ تب پہلے استاذ کے طور پر حضرت مولانا محمد حنیف تشریف لائے۔ کچھ عرصہ بعد دارالعلوم کبیر والا سے فراغت کے بعد مولانا مفتی عطاء الرحمٰن بہاول پوری موجودہ مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم مدنیہ بہاول پور تشریف لائے۔ تیسرے استاذ مولانا رشید احمد جلال پوری تھے۔ تینوں حضرات قریباً نصف صدی اس جامعہ میں مدرس رہے۔ لیکن کبھی بھی اختلاف یا تو تکار نہ ہوئی۔ یہ اس دور کی برکات اور خیر کی معمولی جھلک ہے۔ مولانا علامہ غلام مصطفیٰ رحیم یار خان تشریف لے گئے۔ بدرالعلوم رحیم یار خان میں مولانا فخر الدین فخر مدرس تھے۔ فاضل وقابل اور معروف تدریسی تجربہ رکھنے والے تھے۔ مولانا فخر الدین فخر کے ترغیب دینے پر ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم مدنیہ بہاول پور میں مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم نے دورہ حدیث کی کلاس کا آغاز کر دیا۔ مولانا فخر الدین بھی تشریف لائے۔ لیکن ان کی طبیعت نہ لگی۔ وہ دوران سال چلے گئے۔ مولانا غلام مصطفیٰ نے دوسرے شیخ الحدیث تلاش کئے۔ لیکن وہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھی، تو مولانا محمد حنیف اور مولانا مفتی عطاء الرحمٰن نے مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم سے فرمایا کہ آپ ادھر ادھر جو شیخ الحدیث کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں ہم پر اعتماد کریں۔ ہم دورہ حدیث کے تمام اسباق پڑھائیں گے۔ تب شیخ الحدیث مولانا محمد حنیف قرار پائے اور نائب الشیخ مولانا مفتی عطاء الرحمٰن۔ تقریباً ۳۲ سال مولانا محمد حنیف یہاں شیخ الحدیث رہے۔ (چندسال درمیان میں آپ دارالعلوم اسلامی مشن گئے اور پھر جلد واپس لوٹ آئے) ۱۹۸۰ء سے اختتام ۲۰۱۱ء تک قریباً پانچ صد علماء کرام نے مولانا محمد حنیف سے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ یوں آپ استاذ العلماء قرار پائے۔ ۱۹۶۵ء قیام جامعہ کے زمانہ سے اپنی صحت کے زمانہ تک قریباً نصف صدی ہمیشہ ون یونٹ کالونی سے ماڈل ٹاؤن سائیکل پر تشریف لاتے۔ اس پورے عرصہ میں ایک دن جامعہ کے مطبخ سے کھانا نہیں کھایا۔ ہمیشہ ہر روز بلاناغہ کھانا گھر سے ساتھ لاتے۔ دوپہر کو تعلیمی وقفہ کے درمیان گھر کا کھانا گرم کر کے استعمال کرتے۔ تھوڑا درس گاہ میں آرام کیا اور پھر ظہر کے بعد مصروف تعلیم ہوگئے۔ یوں آپ نے کریما، نام حق سے لے کر بخاری شریف تک تمام درسی کتابیں پڑھائیں اور بڑی شان سے پڑھائیں۔

مولانا محمد حنیف کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبدالعزیز چک نمبر ۱۱ چیچہ وطنی والوں سے تھا۔ جو حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد اور قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ مولانا عبدالعزیز کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ صالح محمد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا عبدالعزیز چک نمبر ۱۱ والے رمضان

المبارک کوہ نور ملز فیصل آباد میں اپنے مسترشد رانا نصر اللہ خان کے ہاں گزارتے تھے۔ تو حضرت مولانا محمد عبداللہ، شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال، مولانا مفتی عبدالستار، مفتی اعظم جامعہ خیرالمدارس ملتان اور حضرت مولانا محمد حنیف بہاول پور کا رمضان المبارک فیصل آباد کوہ نور ملز میں اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالعزیز کی خدمت میں گزرتا تھا اور عید الفطر اپنے شیخ کے ساتھ مسجد محمدیہ چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر ادا فرماتے تھے۔ اب وہ دور یاد آتا ہے تو طبیعت میں سرسراہٹ اور جھرجھری سی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ سب حضرات چل دیئے جنہیں عادت تھی مصائب میں مسکرانے کی۔ اب صرف یادیں باقی رہ گئیں۔ مولانا محمد حنیف غائبانہ طور پر ختم نبوت محاذ کے تمام خورد وکلاں کے لئے دعاگو تھے۔ وہ کیا گئے چارسو اندھیرا چھا گیا۔ مولانا مفتی عطاء الرحمٰن کا کہنا ہے کہ مولانا محمد حنیف نے زندگی بھر کبھی جامعہ دارالعلوم مدنیہ کے منتظمین سے تنخواہ کے اضافہ کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ ایسی اجلی سیرت کے لوگ اس دھرتی پر آیۃ من آیات اللہ تھے۔ اگلے روز مولانا مفتی عطاء الرحمٰن نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور اسی روز ہی بہاول پور میں وہ رحمت حق کے سپرد کر دیئے گئے۔ حق تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین!

گول چہرہ، خندہ رو، گھنی داڑھی، کسرتی جسم، قدوقامت ابھرتی ہوئی، رنگ پکا، سر پر پگڑی باندھتے، چشمہ لگاتے تھے۔ ان کی ایک ایک ادا سے علم وعمل کے چشمے پھوٹتے تھے۔ اتنے منکسر المزاج کہ: ''نہد شاخ پرمیوہ سر برزمین'' کا مصداق تھے۔ رہے نام اللہ تعالیٰ کا۔ اللہ بس، باقی ہوس!

(۱۸۷) محمد حنیف خان، جناب

(وفات: یکم / اکتوبر ۱۹۹۳ء)

دیر مالاکنڈ سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے بنیادی رکن اور مرکزی ہنما تھے۔ ۵/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کے رکن ہونے کے ناطے قادیانی مسئلہ پر آپ نے قومی اسمبلی میں تقریر کی جو یہ ہے:

جناب محمد حنیف خان کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب محمد حنیف خان: جناب سپیکر! اس معزز اسمبلی کے سامنے جو مسئلہ پیش ہے اس مسئلے کو اس تمام ایوان کی کمیٹی کے سامنے اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ کمیٹی ہر دو لاہوری اور قادیانی مکتب نظر سے اپنے آپ کو آگاہ کرنے اور ان کے مؤقف کے مطابق ایسا فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکے کہ آیا جو محرکات ہمارے اس ملک میں ربوہ کے واقعہ سے پیش ہوئے ہیں یہ معزز اسمبلی اور نیشنل اسمبلی کے معزز ممبران اس کے متعلق اپنا کچھ نظریہ یا مؤقف بیان کرنے کے قابل ہو سکیں۔

جناب سپیکر! میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ میرے معزز اراکین اسمبلی نے اس مسئلے پر سیر حاصل تقریریں بھی یہاں کی ہیں اور اٹارنی جنرل صاحب بھی اس شہادت کی روشنی میں جو اس کمیٹی کے سامنے گزر چکی ہے اپنے اس تمام مقدمے کا ماحصل اس کمیٹی کے سامنے ابھی تھوڑی دیر کے بعد پیش کریں گے۔ لیکن میں اپنی بات کو ضرور ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اس کے متعلق ایک انفرادی حیثیت سے انفرادی ممبر اور اپنے متعلق میں یہ کہوں گا کہ میرے کیا تأثرات ہیں۔

جناب سپیکر! میں اس بات میں بھی نہیں جاؤں گا کہ یہ بانی سلسلہ کس دور سے تعلق رکھتے تھے، کب پیدا ہوئے اور وہ وقت مسلمانوں کی تاریخ میں کیا تھا۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ اس وقت خلافت عثمانی جو تھی اپنے آخری دور میں تھی اور خلافت عثمانی کے خلاف تمام یورپ، روس اور یورپ کی تمام وہ طاقتیں جو مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے تھیں اور اسلام کا شیرازہ بکھیرنا انہوں نے اپنا مقصد سمجھ لیا تھا اور ان کا منتہائے مقصود تھا، انہوں نے بین الاقوامی طور پر کیا سازشیں کیں اور میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ اس وقت یہ عین موزوں اور مناسب تھا کہ ان طاقتوں کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار کسی طرف سے آجائے کہ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو وہ مفقود یا سراسر سرد کر سکیں۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ انہوں نے وہ مقصد کس طرح پیدا کیا۔ یہ ان کی شہادت سے بھی عیاں ہے اور یہاں ہمارے معزز اراکین اسمبلی بھی بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے کتنی کتب جہاد کے فلسفہ کو تبدیل کرنے کے لئے یا ان کے قول یا عقیدے کے مطابق مسیح موعود کی آمد پر اس جہاد کی تاویل کو تبدیل کرنے میں کتنا مؤثر کردار ادا کیا۔

جناب والا! مذہبی لوگ اور علماء یہاں بیٹھے ہیں۔ میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ کسی قرآن کی آیت کا ترجمہ جو ہم بچپن سے سنتے آئے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد اور اسلاف جو ہیں ہمیں جس کی تلقین کرتے آئے، ان کے نزدیک ایک نئی صورت میں ایک نئے ترجمے میں اب پیش کیا جارہا ہے۔ یہ تو میں نہیں کہوں گا کہ یہ ان کا ترجمہ درست ہے یا غلط ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو ضرور درست ہے۔ لیکن باقی عامتہ المسلمین کے لئے نہ پہلے درست رہا ہے اور نہ اب وہ اسے درست سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ حضرت مسیح یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کے عقیدے سے بالکل مختلف ہے۔ ہم حضرت مریم کو پاک معصوم اور ہر گناہ سے مبرّا قرآن کی بشارت سے سمجھتے آئے ہیں اور انشاء اللہ! سمجھتے رہیں گے۔ ہمیں نعوذ باللہ! قطعاً یہ کبھی شک پیدا نہیں ہوسکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پاک روح نہیں تھے۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ پاک روح تھے اور اسی پاکیزگی کی بدولت انہیں صلیب نہیں دیا گیا۔ انہیں آسمان پر اٹھایا گیا اور ہمارے عقیدے کے مطابق وہ دنیا میں اس وقت آئیں گے جب کہ کفر کا غلبہ ہوگا۔

میں یہاں ایک یہ بات واضح کردوں، میں موجود نہیں تھا، شاید علماء صاحبان نے یہ واضح کیا ہے یا نہیں، ان کی یہ دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود اگر زندہ ہیں تو محمد رسول اللہ ﷺ آخری پیغمبر نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ کیونکہ ایک زندہ پیغمبر اگر موجود ہو، ایک زندہ نبی موجود ہو اور وہ آخری پیغمبر جس پر ہمارا عقیدہ ہے اس کے بعد اگر اس دنیا میں آئے گا تو اس کی تکمیل، اس کا ختم ہونا یا خاتم ہو وہ رد ہو جائے گا، اور بعد میں آنے والا خاتم سمجھا جائے گا۔ لیکن ہمارے عقیدے کے مطابق یہ ہے کہ وہ اگر آئے گا تو وہ نبی کی حیثیت سے عیسائیت کی رد میں نہیں آئے گا بلکہ مسلمانوں کے امام مہدی کے آگے وہ بحیثیت امی ہوکر آئے گا اور اس کے لئے یہ فخر ہوگا کہ وہ ہمارے محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین پر قائم ہونے کا اقرار اور اعلان کرے گا اور اس پر وہ فخر محسوس کرے گا۔

دوسری بات جو میں معزز اراکین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ باتیں بہت سی کی جاچکی ہیں۔ جس طرح کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ضرورت اس بات کی تھی کہ جہاد کے جذبے کو سرد کیا جائے تو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ ان کی شہادت سے، ان کی کتب ہائے سے، یہ تاثر ملتا ہے کہ اس وقت جہاد کے لئے ایک مکتبہ فکر کو آگے کیا گیا اور اس کے بعد جس وقت یہ دیکھا گیا کہ لوگ اس کو کلی طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں تو اس میں ایک دوسرا فرقہ سامنے آیا جو اپنے آپ کو لاہوری ظاہر کرتا تھا۔ لاہوری فرقہ میں بھی سوائے اس کے میں کوئی فرق نہیں سمجھتا، جس طرح اس دن میں نے لاہوری فرقہ کے موجودہ عقائد کی شہادت سے اور اٹارنی جنرل کی

ان پر جرح ہائے سے یہ اندازہ لگایا کہ وہ ''کفر دون کفر'' کا جو وہ مقصد بیان کرتے ہیں وہ اپنے لئے لگاتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے ''کفر دون کفر'' کا یہ مقصد قطعاً کسی وقت بھی نہیں لیا اور نہ یہ معنی کیا گیا ہے کہ ایک نبی کی نبوت کو کوئی اگر چیلنج کرے اور مذہبی نبوت جو ہے اس کو وہ اگر نبی نہ مانے اور اس کو مجدد مانے یا برگزیدہ مانے یا کسی صورت سے بھی اسلام کے ساتھ متعلقہ مانے تو وہ دون کفر نہیں ہے۔ بلکہ وہ کفر کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ مکمل کافر ہوتا ہے۔

میں نے ایک سوال میں پوچھا تھا اور آپ کو یاد ہوگا اور وہ سوال یہ تھا کہ کفر کی اصطلاح قرآن پاک میں کس معنی میں استعمال کی گئی ہے اور کس معنی میں لی گئی ہے۔ تو ناصر محمود صاحب (مرزا ناصر احمد) خلیفہ ثالث نے بڑی جرأت سے یہ کہا تھا کہ قرآن میں کفر کی اصطلاح جو ہے وہ صرف ملت اسلامیہ کی اور کفر کی تکمیل کے لئے استعمال کی گئی ہے اور دوسری اصطلاح جو انہوں نے یہاں ہمیں سنائی ہے اور رائج کی کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو تو ملت اسلامیہ میں بھی رہ سکتا ہے۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ کفر یا کافر کا لفظ جو اسلام میں، جو قرآن میں مذہبی سلسلہ میں مذہبی واسطہ سے استعمال ہوا ہے وہ دائرہ اسلام اور ملت اسلام دونوں کی تکمیل کرتا ہے اور وہ لفظ جس وقت استعمال ہوگا قرآن میں اس سے یہ مقصد لیا جائے گا کہ وہ دونوں سے خارج ہو گیا۔

جناب والا! سمجھ میں نہیں آتا، میں ایک بات عرض کروں کہ میں اپنے علماء صاحبان سے بھی نہایت ادب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ بھی اس بات کو سامنے ضرور رکھیں۔ ہمارے سامنے مسئلہ اکثریت اور اقلیت کا ہے۔ میں اس پر زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا اور جو باتیں میں نے کہیں وہ اس لئے کہیں۔ کیونکہ اٹارنی جنرل صاحب تشریف نہیں لائے تھے۔ اب وہ تشریف لا چکے ہیں اور وہ زیادہ تفصیل سے باتیں کریں گے۔

آخر میں ایک بات کہوں گا کہ ہمارے سامنے ایک سوال ہے اور اس سوال کا میں اپنی دانست اور بساط کے مطابق ایک جواب دینا چاہتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ اقلیت کون ہے۔ آیا وہ اقلیت ہیں یا نہیں۔ آیا وہ غیر مسلم اقلیت ہیں یا مسلم اقلیت ہیں۔

جناب والا! وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور ہم لوگوں کو یا جو مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ مانے یا وہ جیسا عقیدہ ان کا ہے وہ نہ مانے تو وہ جو کہتے ہیں کہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جناب والا! اگر ہم لوگ ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں تو جزاک اللہ! یہاں اس پاکستان میں وہ لوگ ۹۹ فیصد اکثریت سے بستے ہیں جو ان کے دائرہ سے خارج ہیں اور اگر انہی کی بات کو لیا جائے اور انہی کی بات پر بھروسہ کیا جائے تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ وہ اپنی اس بات سے ہی اپنے آپ کو اقلیت ثابت کر چکے ہیں۔ کیونکہ ان کے قول کے مطابق ۹۹ فیصد جو ہیں، وہ اکثریت جو ہے وہ ان کے دائرہ سے الگ ہے، ان کی شادی ان سے الگ ہے، ان کی عبادت ان سے الگ ہے، ان کا رہنا سہنا ان سے الگ ہے، ان کا پیغمبر ان سے الگ ہے، ان کا عقیدہ ان سے الگ ہے، ان کی آیات کا ترجمہ ان کے قرآن کی آیات سے علیحدہ ہے۔ تو اس لئے جناب والا! جس وقت پاکستان بنایا گیا تھا اس وقت ہم نے یہ مؤقف اختیار کیا تھا کہ ہم مسلمان ہیں، ہماری تہذیب الگ ہے، ہماری عبادت الگ ہے، ہمارا مذہب الگ ہے، ہمارا خدا الگ ہے، ہمارا ان بتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہندو جن کی پوجا کرتے ہیں تو اس صورت میں ہمیں ایک علیحدہ وطن ملا تھا اور اٹارنی جنرل نے نہایت قابلیت اور اہلیت سے اس بات کو ان کے منہ سے کہلوایا اور ثابت کیا۔ اس ہاؤس کے سامنے کہ جس وقت باؤنڈری کمیشن ریڈ کلف ایوارڈ دے رہا تھا یا پاکستان کا فیصلہ کر رہا تھا...... (مداخلت)

جناب سپیکر! مجھے ایسا احتجاج اس بات پر ہے کہ اگر ہم داڑھی منے یا جن کو غیر متشرع سمجھا جاتا ہے، ایسی تقریر میں جو دین کے متعلق ہو، جو اسلام کے متعلق ہو، جو قرآن کے متعلق ہو، وہ کی جائے تو حکم نہیں ہے کہ اس طرح سے چلا پھرا جائے۔ میں نہایت ادب سے کہوں گا کہ دو عالم جو اپنے آپ کو عالم بھی سمجھتے ہیں اور دین کے نہایت ماہر بھی اپنے آپ کو سمجھتے ہیں، ایک شریف معزز رکن تقریر کر رہا ہے اور یہ اس طرح آتے جاتے ہیں جس طرح کوئی بات نہیں ہو رہی۔ تو یہ بات نہیں ہونی چاہئے۔ اگر کوئی سنجیدہ بات ہو تو اس میں ایک عالم کو کم از کم نہایت سنجیدہ ہونا چاہئے اور کسی تقریر میں اس طرح کا تأثر پیدا نہ ہو۔ وہ عالم ہے، وہ اس معزز رکن سے زیادہ سمجھتا ہے اور جو باتیں معزز رکن کر رہا ہے، وہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جس وقت پاکستان بن رہا تھا اس وقت ہم نے ایک مؤقف اختیار کیا تھا کہ ہم ہندوؤں سے کیوں علیحدہ ہیں۔ میں اس لئے اقلیت اور اکثریت کی بات کرتا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں نے خود کہا کہ ہم اقلیت ہیں اس لئے ہم علیحدہ قوم ہیں۔ ہماری عبادت الگ ہے، ہماری عام عبادت کا قاعدہ الگ ہے، ہمارا جنازہ جو ہے وہ الگ ہے، ہم دفن کرتے ہیں۔ زمین میں اور نماز جنازہ کرتے ہیں اور ہندو جو ہیں وہ اس کو جلاتے ہیں اور وہ اس پر ڈھول اور ساز بجاتے ہیں۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ ہم ان کے ساتھ کھانا نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ ہمارے لئے تو حرام ضرور ہے۔ لیکن ہندو بھی یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان جو ہے اس کے ساتھ وہ کھانا نہیں کھا سکتا۔ ہماری مجلسی زندگی، ہماری مذہبی زندگی ہندوؤں سے چونکہ الگ تھی۔ اس لئے ہمیں علیحدہ مذہب، علیحدہ قوم قرار دیا گیا۔ تو ہم نے یہ دیکھا اس ایوان میں، جناب! آپ نے بھی اس ایوان میں دیکھا، شاید میں پہلا آدمی ہوتا اگر وہ یہاں اس ایوان میں اتنا بھی کہہ دیتے کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ لیکن مرزا صاحب کو جو نہیں مانتا اور مسلمان خدا اور رسول کو اور کتاب وسنت کو مانتا ہے۔ ہم اسے غیر مسلم نہیں کہتے۔ تو پھر بھی کچھ گنجائش نکل آتی۔ لیکن کتنی ستم ظریفی ہوگی کہ اگر ایک گواہ یہاں پیش ہو کر مجھے یہ کہے کہ آپ کو میں کافر سمجھتا ہوں، آپ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور مجھے یہ بھی کہنے کی اجازت نہ ہو یا میں اتنی بھی جرأت نہ کر سکوں یا میں یہ بھی نہ کہہ سکوں کہ بھائی! آپ کے دائرہ اسلام سے اگر ہم خارج ہیں تو ہم آپ کو اپنے دائرہ اسلام سے بھی خارج سمجھتے ہیں۔

جناب عالی! یہ میں نہیں کہہ رہا، یہ انہوں نے کہا ہے۔ انہوں نے چونکہ ہمیں خارج کیا۔ ''امنا وصدقنا'' ہم نے ان کا یہ کہنا قبول کیا۔ میرا خیال ہے تمام معزز ممبران ان کے اس کہنے پر تائید کریں گے کہ ان کے دائرے سے، ماشاء اللہ! خدا تعالیٰ نے ہم پر اپنی رحمت اور عنایت کی کہ ہم خارج ہوئے۔ لہٰذا ان کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ اگر ہم یہ نہ کہیں کہ وہ ہمارے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جناب عالی! میں نہایت معذرت کے ساتھ عرض کروں کہ آخر میں طریق کار کی بات رہ جاتی ہے۔ ہم نے ان کو کوئی قرار نہیں دیا، ہم نے ان کو اقلیت قرار نہیں دیا ہے اب تک۔ نہ ہم نے ان کے مذہب کو علیحدہ کیا ہے اب تک اپنے ساتھ سے۔ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم آپ سے علیحدہ ہیں، آپ ہمارے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ جو میں نے نکتے ان سے لئے۔ ہم آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے، ہم آپ کے ساتھ شادی نہیں کرتے، ہم آپ کے جنازے میں شریک نہیں ہوتے، ہماری مسجد اقصیٰ الگ، ہماری مسجد اقصیٰ کا مینارا لگ، اگر کسی کو حج کی توفیق نہ ہو تو وہ چھوٹا حج یہاں (قادیان میں) ادا کرنے کے قابل ہو تو اس کا حج قبول۔ اگر وہ فرضی حج کرتا ہو اس کے بعد وہاں مسجد اقصیٰ میں اگر جاتا ہو تو اس کا چھوٹا حج قبول۔ تو یہ چونکہ انہوں نے خود کہا ہے، جزاک اللہ! ہم کہتے ہیں کہ ان کو یہ خیالات مبارک ہوں، خدا ہمارے خیالات ہم کو مبارک کرے۔

لیکن آخر میں میں یہ کہوں گا کہ ہمیں اس مسئلے کو اچھی طرح حل کرنا چاہئے۔ ہمیں اس مسئلے کو نہ کوئی سیاسی رنگ دینا چاہئے اور نہ انفرادی اہمیت سے کوئی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ جس آدمی نے بھی ختم نبوت کے مسئلہ کو اپنے سیاسی عروج کا ذریعہ بنایا تو وہ حضرت محمد ﷺ کی برکت سے اس دنیا میں ذلیل ہوا ہے اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو میرا پکا ایمان اور پکا یقین ہے اور عقیدہ ہے کہ پھر بھی وہ ذلیل ہوگا۔ میں نہایت ادب سے معزز ممبران سے یہ استدعا کروں گا کہ بڑے اچھے طریقے سے اور خوش اسلوبی سے اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔ تاکہ ملک انتشار سے بچ جائے۔ اگر ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں یا ہم اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا نام لیوا کہتے ہیں تو میں آپ کی خدمت میں عرض کر دوں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کو خدا کی طرف سے یہ حکم نہیں ہے کہ وہ تبلیغ کرتے وقت اگر ان کی تبلیغ پر کوئی ''امنا و صدقنا'' نہ کرے تو اس پر نہ ہی ان کو غصہ کرنے کی اجازت خدا نے دی ہے، نہ اس پر ان کو کوئی ایسی بات کرنے کی اجازت دی ہے کہ خدانخواستہ یہ ظاہر ہو سکے کہ کسی قسم کا جبر یا استبداد استعمال کیا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے بحیثیت مسلمان کے کہ ہر اس آدمی کی جو اس وقت ہمارے وطن عزیز میں رہتا ہے۔ خواہ وہ غیر مسلم پارسی ہے، سکھ ہے، عیسائی ہے، مرزائی قادیانی ہے یا لاہوری ہے، ان کی جان و مال کی حفاظت، عزت و آبرو، عبادت اور عبادت گاہ، ہم تمام کے اوپر ان کی حفاظت لازم آتی ہے۔ ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ان کی حفاظت کریں۔ میں نہایت ادب سے یہ کہوں گا کہ ہمارے بائیں ہاتھ کی طرف دو تین آدمی بہت بڑے عالم بیٹھے ہیں جن کی تقریر کا شاید ایک فقرہ پڑھا یا دو فقرے پڑھے۔ مجھے پہلے بھی اعتراض رہا ہے۔ ان کو میں نے پہلے کہا بھی ہے۔ نام نہیں لیتا۔ میں ان سے بھی کہوں گا کہ اشتعال انگیز تقریر نہ ملک کے مفاد میں ہے، نہ ہی مذہب کے مفاد میں ہے اور نہ ہی سیاست اس کی اجازت دیتی ہے اور نہ مذہب اس کی اجازت دیتا ہے۔

جناب والا! میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

(۱۸۷۸) محمد حنیف ندوی (لاہور)، مولانا

(پیدائش: ۱۰؍جون ۱۹۰۸ء ...... وفات: ۱۲؍جولائی ۱۹۸۷ء)

مولانا محمد حنیف ندوی بڑے فاضل عالم دین، محقق، مفکر اور مفسر قرآن تھے۔ مسجد مبارک لاہور کے خطیب تھے۔ ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے پہلے مدیر تھے۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ڈپٹی ڈائریکٹر رہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت سے بھی سرفراز ہوئے۔ ''الاعتصام'' لاہور میں فتنۂ قادیانیت کے خلاف آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ عرصہ ہوا، مکتبہ ادب و دین، گوجرانوالہ، لاہور نے اسے کتابی شکل میں ''مرزائیت نئے زاویوں'' کے نام سے شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع ہوگئی ہے۔

(۱۸۷۹) محمد حنیف، جناب رانا

(پیدائش: ۱۹۲۱ء، ہوشیار پور ...... وفات: ۲۰۰۴ء، چیچہ وطنی)

آپ نامور قانون دان اور سیاسی رہنما تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر چیچہ وطنی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر اقلیت قرار دلوانے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ بھٹو صاحب کی کابینہ میں مرکزی وزیر خزانہ بھی رہے۔

(۱۸۸۰) محمد حیات (تربت، بلوچستان)، مولانا

(وفات: اکتوبر ۱۹۷۷ء)

تربت بلوچستان کے نامور مجاہد عالم دین، عظیم قومی رہنما، حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے افکار کے ترجمان، محقق عالم دین ومدرس پوری زندگی اپنے علاقہ میں ذکریوں کے مقابل رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے مبلغ ومنّاد تھے۔

(۱۸۸۱) محمد خان جونیجو، جناب

(ولادت: ۱۸/اگست ۱۹۳۲ء، سندھڑی سانگھڑ ...... وفات: ۱۸/مارچ ۱۹۹۳ء، بالٹی امریکہ)

آپ سندھ کے نامور سیاستدان تھے۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں وزیراعظم پاکستان بنے۔ پھر ضیاء الحق نے ہی انہیں ہٹا دیا۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا ایک بیان یہ ہے: ’’ختم نبوت کے منکرین (قادیانیوں) کے خلاف پوری قوت سے کارروائی کرنے کی ضرورت ہے۔ توہین ختم نبوت برداشت نہیں کی جائے گی۔ ختم نبوت کے منکرین اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا خاتمہ کرنے کے لئے حکومت پاکستان نے کئی مؤثر کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلے میں اسلامی دنیا کو پاکستان سے تعاون کرنا چاہئے۔‘‘

(ریڈیو رپورٹ مؤرخہ ۲۷/نومبر ۱۹۸۵ء، روزنامہ جنگ لاہور، روزنامہ امروز لاہور مؤرخہ ۲۸/نومبر ۱۹۸۵ء)

(۱۸۸۲) محمد خان چوہدری، جناب

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں ۶/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

جناب محمد خان چوہدری کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب محمد خان چوہدری: جناب چیئرمین! میرے معزز دوستوں نے بہت کچھ قادیانی مسئلے پر کہہ دیا ہے۔ میں زیادہ اور کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اب ان کو عوام کی خواہشات کے مطابق فوری طور پر غیرمسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: احمد رضا خان قصوری کو کیا قرار دیا جائے؟

جناب محمد خان چوہدری: ان کو بھی خدا ہدایت دے۔ (قہقہے) میں تو صرف دعا کر سکتا ہوں کہ خدا ان کو بھی ہدایت دے۔ باقی رہا قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے بعد اگر ان کو ان اسامیوں پر رکھا جائے جو کہ کلیدی اسامیاں ہیں تو اور گڑبڑ بڑھے گی۔ کیونکہ اسلام کو ان لوگوں نے بہت زک پہنچائی ہے اور جتنا نقصان اسلام کو انہوں نے پہنچایا ہے آج تک کسی نے نہیں پہنچایا اور میں یہ بھی کہوں گا کہ اگر ان کو غیرمسلم اقلیت قرار نہ دیا گیا تو ہم لوگ جو اس ہال میں موجود ہیں تو ہم بھی اسلام کو نقصان پہنچانے میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔ لہٰذا اب میں معزز ہاؤس کا زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اور یہ کہوں گا...... (قہقہے) لیکن اتنی میں گزارش ضرور کروں گا کہ ان کو آئین میں جو کہ ہمارے کئی حضرات کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کا نام لینا ٹھیک نہیں ہوگا، یہ کوئی عجب بات نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں شیطان کا نام بھی آیا ہے۔ اگر ان کا نام آئین میں دے دیا جائے اور ان کو اقلیت قرار دے دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

Mr. Chairman: Thank you very much.

(جناب چیئرمین: آپ کا بہت شکریہ!)

جناب محمد خان چوہدری: لہٰذا میری تجویز یہ ہے کہ ان کو فوری طور پر عوام (مسلمانوں) کی خواہشات کے مطابق اقلیت قرار دے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: اسمبلی کے اختیار سماعت کو جو چیلنج کیا گیا ہے اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

جناب محمد خان چوہدری: وہ تو کئی معزز ممبران نے پہلے ہی کہہ دیا ہے۔ میں تو ایک سچا مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ کہوں گا کہ رسول عربی ﷺ کو چودہ سو سال پہلے قرآن کریم نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ آپ خاتم النّبیین ہیں۔ قرآن کریم کے کہنے کے مطابق ان کے بعد کوئی بھی نیا نبی یا کسی قسم کی بھی نبوت کا کوئی بھی دعویٰ کرتا ہے تو اس کو ہم نہیں مانیں گے اور انشاء اللہ! مجھے امید ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والا اسمبلی کا فیصلہ وقت آنے پر بتائے گا کہ یہ اس اسمبلی کا ایک ناطق فیصلہ تھا۔ میں اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ آمین!

(۱۸۸۳) محمد خلیل (گجرات)، جناب چوہدری

چوہدری محمد خلیل گجرات کے مجاہد اسلام، ردقادیانیت پر بھرپور معلومات رکھتے تھے۔ عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ وابستہ رہے۔ مولانا عبیداللہ انور سے بیعت کا تعلق تھا۔ خود کو راشدی قادری کہلواتے تھے۔ ذاکر مشاغل انسان تھے۔ بے نفس اور سراپا خیر تھے۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف کئی رسائل بھی لکھے۔ قادیانی کتب پر پوری گرفت تھی۔ قرب وجوار کے قادیانیوں سے دوبدو کئی معرکے ہوئے۔ قادیانیوں کو ٹکنے نہیں دیا۔

(۱۸۸۴) محمد خلیل (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۳۰/اپریل ۱۹۸۲ء، جمعہ، مکہ مکرمہ)

مولانا مفتی محمد خلیل بھلوال کے موضع اوپی نزد کوٹ مومن میں گوندل قوم میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد گرامی حافظ علی محمد گوندل سے قرآن مجید حفظ کیا۔ کنری میں مولانا خدابخش، سون سکیسر بھلوال میں مولانا محمد اشرف، انہی ضلع گجرات میں مولانا ولی اللہ سے درسیات پڑھیں۔ دورۂ حدیث کے لئے دیوبند میں ۱۹۳۸ء میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی اور دوسرے حضرات سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ ایک سال اپنے گاؤں میں پڑھایا۔ پھر بھیرہ عزیز العلوم، فیروزپور چھاؤنی بھی پڑھاتے رہے۔ گوجرانوالہ جامعہ عربیہ میں پڑھایا۔ مئی ۱۹۵۲ء میں مدرسہ اشرف العلوم کا سنگ بنیاد رکھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حصہ لیا۔ قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ حضرت تھانوی کے خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن سے بیعت کا تعلق تھا۔ خلافت کا شرف بھی حاصل کیا۔ ۱۹۸۲ء میں حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں وصال فرمایا۔ زہے نصیب! مدرسہ اشرف العلوم آج بھی علم کی بہاروں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

(۱۸۸۵) محمد داؤد پسروری، مولانا ابوالبیان

حضرت مولانا ابوالبیان محمد داؤد پسروری ہیں جو حضرت مولانا نوراحمد چوک فرید امرتسر کے صاحبزادہ تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں عمدہ کتاب ’’آسمانی کڑک‘‘ تالیف کی جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہے اور احتساب قادیانیت جلد۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۸۸۶) محمد داؤد غزنوی (لاہور)، مولانا سید

(ولادت: اگست ۱۸۹۵ء، امرتسر ...... وفات: ۱۶؍دسمبر ۱۹۶۳ء، لاہور)

عالم دین، خطیب، سیاستدان، تحریک آزادی کے مجاہد، اہل حدیث مکتب فکر کے ممتاز رہنما، مجلس احرار اسلام میں گرانقدر خدمات کے سرانجام دینے والے، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

(۱۸۸۷) محمد دین (کاہنہ کاچھا)، جناب حافظ

۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء ننگڑ کاہنہ کاچھا ضلع لاہور کے حضرت محمد الدین نے قادیانیوں کے خلاف کتاب شائع کی جس کا نام ’’فیصلہ قرآن معروف بہ تکذیب قادیانی‘‘ ہے۔ یہ نوّے صفحہ کی کتاب ہے۔ آخر پر متعدد علماء کرام کی تقاریظ ہیں۔ اپنے زمانہ میں قادیانی فتنہ کے خلاف یہ بزرگ بھی سینہ سپر رہے۔ ان کی متذکرہ کتاب احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع شدہ ہے۔

(۱۸۸۸) محمد ذاکر بگوی بھیروی، مولانا

(ولادت: ۱۸۷۶ء ...... وفات: ۲۰؍جنوری ۱۹۱۶ء)

مولانا عبدالعزیز بگوی کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر بھیرہ میں اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ لاہو میں اپنے چچا مولانا غلام محمد صاحب سے بھی کسب فیض کیا۔ دہلی کے اہل علم سے استفادہ کیا۔ لاہور میں مولانا عبداللہ ٹونکی اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے پڑھا۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل بھی کیا۔ مدرسہ حمیدیہ لاہور اور شاہی مسجد میں طلباء کو پڑھاتے بھی رہے۔

مولانا محمد ذاکر صاحب بگوی نے بیعت خانقاہ عالیہ سیال شریف کے مرشد ثانی، حضرت خواجہ محمد دین سیالوی سے کی۔ اپنے مرشد سیالوی کے ساتھ حج بھی کیا۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی خدمت میں تونسہ شریف بھی حاضری دی۔ حضرت خواجہ محمد دین سیالوی کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت خواجہ ضیاء الدین مرشد ثالث سیالوی سے بیعت کا تعلق جوڑا۔ اجمیر شریف بھی حاضری دی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا جب اگست ۱۹۰۰ء میں لاہور مرزا قادیانی کے مقابلہ کے لئے جانا ہوا، ملعون قادیان کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت پیر صاحب کی لاہور تشریف آوری پر بہت سے علماء ومشائخ بھی آپ کے ساتھ تشریف لائے۔ لاہور میں پیر صاحب کے ساتھ تشریف لانے والوں میں ایک نام حضرت مولانا محمد ذاکر بگوی کا بھی ہے۔ آپ اس پورے معرکہ میں شریک رہے۔ علماء کرام کے دستخطوں سے جو دستاویز مرتب کی گئی اس پر بھی آپ نے دستخط فرمائے۔ اسی طرح پیر سید ظہور احمد شاہ

قادری جلال پور جٹاں ضلع گجرات نے مرزا قادیانی کے خلاف ایک فتویٰ ’’قہریزدانی برجان دجال قادیانی‘‘ کے نام سے شائع کیا۔ اس پر جن علماء نے تائیدی دستخط فرمائے ان میں مولانا محمد ذاکر بگوی کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۱۴)

(۱۸۸۹) محمد ذاکر (محمدی شریف، جامعہ آباد ضلع جھنگ)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۳ء ...... وفات: ۲۵/نومبر ۱۹۷۶ء)

عالم دین، سیاستدان، قومی اسمبلی کے رکن، سیال شریف کی گدی سے بیعت کا تعلق، ضلع جھنگ محمدی شریف میں جامعہ محمدیہ کے بانی تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں تشریف لاتے اور بیان فرماتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ قادیانیوں کے متعلق قومی اسمبلی میں بحث کے دوران نمایاں کردار ادا کیا۔

جناب مولانا محمد ذاکر کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولانا محمد ذاکر: جناب والا! ایوان کا کافی وقت اس پر صرف ہو چکا ہے، اس میں مزید وضاحت کی حاجت نہیں۔ لیکن مجھے تعجب ہے کہ اس مسئلے کو اس رنگ میں کیسے زیر بحث لایا گیا، حالانکہ یہ مسئلہ اتنا واضح ہے، اتنی مسلمہ حقیقت ہے کہ اس پر کسی اظہار خیال کی حاجت نہیں تھی۔ اس میں مخالفین کو موقع دیا گیا اور اس کا جواب الجواب شائع کیا گیا۔ اور اس پر بحثیں ہوئیں اور اٹارنی جنرل کو تکلیف دی گئی۔ یہ سب باتیں ہوئیں۔ لیکن ایک اسلامی مملکت میں اس مسئلے کو اس وقت زیر بحث لانے کی حاجت ہی کیا تھی؟ یہ اتنی واضح چیز ہے جیسے دن چڑھا ہوا ہو، جیسے اظہر من الشّمس کہتے ہیں۔ اس پر بحث ہوئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس میں مزید بولنا، مزید وضاحت کرنا، میں تو اس کو سوءادب سمجھتا ہوں، یہ بے ادبی ہے۔ کوئی یہ ایسی غیر اسلامی حکومت نہ تھی کہ جس میں اس وضاحت کی ضرورت ہوتی۔ جب یہ ہمارا دعویٰ ہے اور ہمارا اعلان ہے کہ یہ اسلامی حکومت ہے، پھر اسلامی حکومت میں ایک ایسے مسئلے کو جو مسلمہ حقیقت ہے، اس کو اس طرح زیر بحث لانا ایک تعجب کی بات ہے۔ کیونکر تعجب ہوا کہ اس کو زیر بحث لایا گیا۔ میں سمجھتا ہوں اس کو زیر بحث لانا نہایت بے ادبی ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی شان باعظمت میں گستاخی ہے۔ ہم کون ہیں، ہماری کیا حقیقت ہے کہ ہم اس پر بحث کریں۔ جب خالق کائنات نے اس کا فیصلہ فرمادیا۔ اس بارے میں واضح احکامات پہلے سے موجود ہیں۔ اس میں اب کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ پھر ہم اس کو ازسرنو زیر بحث لائیں۔ یہ ایک بڑا تعجب خیز معاملہ ہے جو ایک حد تک ٹھیک ہے، ہوگیا۔ لیکن مزید اس میں کسی قسم کے انتظار کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے۔ دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ پاکستان کے اندرون سواد اعظم نہایت بے تابی سے آپ کا انتظار کر رہا ہے، اور بیرونی ممالک میں بھی دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان کی غیرت، ملی غیرت، ایمانی غیرت کیا ہے۔ اس لئے اس مسئلے میں مزید بحث کی حاجت نہیں پھر اٹارنی جنرل کی بحث کے دوران کافی کارروائی ہو چکی ہے اور اب اس میں دوٹوک فیصلہ ہونا چاہئے۔ دوٹوک فیصلہ کے سوا اور کوئی صورت کار نہیں۔ اگر ہمارا حسب اقتدار مزید شک وشبہ میں پڑا رہا ہے تو یہ مزید نقصان کا باعث ہوگا۔

میں اس مسئلے میں مزید کچھ کہنا سوءادبی سمجھتا ہوں۔ میں پھر توجہ دلاؤں گا کہ اس کی اہمیت کے مطابق، اس کی حیثیت کے مطابق، اس کی شایان شان ہمارا ایک انداز فکر ہونا چاہئے اور اسی میں ہماری نجات ہے۔

آپ کو یہ علم ہی ہے اور سب پر واضح ہے کہ یہ فتنہ برطانوی سامراج کی یادگار ہے اور برطانوی سامراج نے اس کو پروان چڑھنے کے مواقع دیئے، ورنہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ پھر کسی اسلامی ملک میں ایسی کوئی چیز برداشت نہیں ہوتی۔ جب سے یہ پاکستان بنا، اس کے بننے کے بعد کافی وقت ضائع ہوا، کئی تحریکیں اٹھیں جو نتیجہ خیز ثابت نہ ہوسکیں اور جن لوگوں نے اس مسئلہ کو اٹھایا اور لاپرواہی سے کام لیا وہ پچک گئے اور وہ آج تک مارے مارے پھرتے ہیں۔ میرے دوست چوہدری غلام رسول تارڑ صاحب نے خوب کہا کہ موجودہ حکومت کی خوش قسمتی ہوگی کہ اگر اس میں واضح طور پر اپنی جرأت ایمانی سے کام لیں۔ میں قومی توقعات کے ساتھ عوام کے ترجمان کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ اس فیصلہ کے لئے مزید شک وشبہ میں نہیں پڑے رہنا چاہئے۔ مزید انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ اس میں کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک بالکل اٹل چیز ہے۔ اسلام کا فیصلہ کن معاملہ ہے۔ اس میں جرأت ایمانی سے کام لینا چاہئے۔ اگر حکومت نے ذرا سستی کی، ذرا لاپرواہی کی اور کسی سیاسی مسئلے میں گرفتار ہو کر اس میں واضح پالیسی اختیار نہیں کر سکے گی تو اس کے نتائج نہایت خطرناک ہوں گے۔ وہ نتائج ظاہر ہیں۔ تمام کے ذہن نہایت بے تابی کے ساتھ تڑپ تڑپ کر پوچھ رہے ہیں، دریافت کر رہے ہیں۔ خاص طور پر یہ کام قومی اسمبلی کے ذمے کیا گیا۔ قومی اسمبلی کی بڑی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ یہ ملک کی نمائندہ جماعت ہے۔ میرے خیال میں جہاں تک میں اس وقت پہنچا ہوں، مجھے یاد نہیں کہ شاید ہی کسی ممبر نے اس کے خلاف تقریر کی ہو تقریباً سبھی نے تائید کی ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہ مسئلہ سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق حل نہ ہو۔ کیونکہ قومی اسمبلی تقریباً اپنا صحیح فرض ادا کر چکی ہے۔ اس میں اب حکومت کی جرأت کی ضرورت ہے۔ حکومت نے اگر اندرونی اور بیرونی حمایت کا صحیح جائزہ لیتے ہوئے، صحیح جرأت ایمانی سے کام لے لیا تو یقیناً کامیابی ہوگی۔

قادیانی داخلی وخارجی فتنہ

صرف یہ نہ سمجھئے کہ یہ فتنہ صرف داخلی ہے، بلکہ یہ فتنہ بیرونی ممالک میں بھی ہے۔ یہ بھارت کے وفادار ہیں۔ قادیان میں اس قسم کے آدمی بیٹھے ہیں، ۳۱۳ آدمیوں کی یعنی کافروں کو وہاں بٹھایا ہوا ہے۔ وہ دوکشتیوں پر پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پاکستان میں بھی نظریہ پاکستان کے خلاف کام شروع کر رکھا ہے اور بھارت میں بھی۔ اس کے علاوہ اسلامی ممالک اور خاص طور پر عرب ممالک کو انہوں نے بڑا پریشان کر رکھا ہے۔ اسرائیل سے ان کی ساز باز ہے۔ اسرائیل اور ان کا پروپیگنڈا ایک ہے۔ ایک ہی پروگرام ہے اسرائیل کا اور ان کا۔ یہودیوں کے نظریات اور ان کے نظریات بالکل ملتے جلتے ہیں۔ ایک ہی ان کا پروگرام ہے۔ بہرحال پاکستان کے اندر اور پاکستان سے باہر اسلام کے پردے میں اسلام کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، اور ان سب سازشوں سے بچنا چاہئے۔ ہم پہلے بڑا وقت انتظار کر چکے ہیں۔ پھر ہماری خارجہ پالیسی کمزور رہی ہے۔ صرف چوہدری ظفر اللہ کی وجہ سے خارجہ پالیسی کو اتنا بڑا نقصان پہنچا جو ناقابل تلافی نقصان ہے۔ جہاں بھی یہ لوگ رہے۔ انہوں نے پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

جیسا کہ فاروقی صاحب نے کہا ہے کہ ان کی تشخیص کے لئے ایک بورڈ قائم ہونا چاہئے تاکہ پتہ چل سکے کہ یہ قادیانی ہے اور یہ غیر قادیانی ہے۔ جب تک ہم اس قسم کی تشخیص نہیں کرسکیں گے یہ طبقہ نقصان پہنچاتا رہے گا۔ فوج میں جہاں کہیں یہ بڑے عہدوں پر

ہیں یا چھوٹی ملازمتوں میں ہیں، ان کی تشخیص کے لئے کمیٹی ہونی چاہئے اور خاص طور پر مردم شماری میں ان کی وضاحت ہونی چاہئے۔ ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کی پاکستان پر ذمہ داری آجاتی ہے کہ ان کے مال و جان کی حفاظت کی جائے۔ یہ درست ہے۔ اسلام میں تنگ نظری نہیں ہے۔ اسلام میں بڑی فراخ دلی ہے۔ اسلام نے صرف رواداری کو فروغ دیا ہے۔ مگر یہ رواداری ایسی نہیں ہے جو برداشت کی جاسکتی ہو کہ وہ اپنی سازشیں بحال رکھیں اور اسلام کو نقصان پہنچائیں۔ اس لئے مردم شماری میں بھی ان کی خاص طور پر وضاحت ہونی چاہئے اور تمام ملازمتوں میں، تجارت میں، ہر معاملہ میں اپنے تناسب آبادی سے بڑی خوشی سے ان کو حقوق دئے جائیں۔ لیکن یہ دھوکہ نہیں دیا جاسکتا، یہ برداشت نہیں ہوسکتا کہ یہ اسلام کے پردے میں پاکستان کے اندر رہ کر یہ عرب ممالک میں، نائیجیریا میں، امریکہ میں، مختلف ممالک میں رہ کر پاکستان کو نقصان پہنچائیں۔ اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

میں دوبارہ یہ عرض کروں گا کہ اس کارروائی کو مزید طول دینے کی قطعاً حاجت نہیں۔ یہ واضح مسئلہ ہے بلکہ یہ ایک اظہر من الشمس چیز ہے۔ اس میں صرف جرأت ایمانی کی ضرورت ہے۔ اگر آپ نے اس نازک موقع پر صحیح طریقہ اختیار کیا تو یقیناً نجات ہوگی۔ شکریہ!

(۱۸۹۰) محمد ذاکر قریشی، جناب نوابزادہ

(ولادت: ۱۹۰۸ء ...... وصال: ۲۰؍جون ۱۹۹۱ء)

آپ نامور سیاستدان تھے۔ مسلم لیگ سے تعلق تھا۔ ۱۹۸۱ء سے ۱۹۸۵ء تک پنجاب کے وزیر اوقاف رہے۔ سرگودھا آبائی علاقہ میں تدفین ہوئی۔ آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے جو قرارداد مولانا شاہ احمد نورانی نے حزب اختلاف کی طرف سے جمع کرائی اس پر آپ کے بھی دستخط تھے۔ مذہبی آدمی تھے۔ طبیعت میں رواداری تھی۔ قادیانیوں کو ملک وملت کا دشمن قرار دیتے تھے۔

(۱۸۹۱) محمد رشید (شیخوپورہ)، جناب شیخ

(پیدائش: ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۱۲؍ستمبر ۲۰۰۲ء)

بابائے سوشلزم تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ بھٹو صاحب کی کابینہ صحت وخوراک کے وزیر رہے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو قومی اسمبلی نے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے عمل میں شریک تھے۔

(۱۸۹۲) محمد رضا (نلی ضلع سرگودھا)، جناب قاضی

(وفات: ۴؍اپریل ۱۹۹۱ء)

نلی ضلع خوشاب وادی سون سکیسر کے بزرگ رہنما و عالم دین حضرت مولانا قاضی محمد رضا ہوتے تھے۔ مدرسہ ومسجد ختم نبوت جابہ کے لئے ان کی خدمات قابل قدر تھیں۔ وہ ختم نبوت کے کام کے اس علاقہ میں سرپرست شمار کئے جاتے تھے۔ جھاوریاں کے قاضی صاحبان سے ان کی رشتہ داری بھی تھی۔ بہت ہی نفیس طبیعت کے بااصول مذہبی رہنما تھے۔

(۱۸۹۳) محمد رفیع (قصور)، جناب قاری

(وصال: جنوری ۲۰۱۹ء)

قاری محمد رفیع نے مرکزی جامع مسجد قصور میں ۶۰ سال تک دینی خدمات کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس عرصہ میں ۵۴ بار قرآن پاک تراویح میں سنانے کی سعادت بھی حاصل کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے انتہائی مخلص ساتھی تھے۔ جماعت کے کاز اور کارکنان سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔

(۱۸۹۴) محمد رفیق باجوہ، جناب

قادیانی جماعت کے اہم رکن جناب محمد رفیق باجوہ تھے جو چونڈہ سے تعلق رکھتے تھے اور چناب نگر کے رہائشی تھے۔ تعلیم الاسلام کالج چناب نگر میں پڑھتے تھے۔ انتظامی مسائل پر چناب نگر کالج کے قادیانی عملہ سے اختلاف ہوا تو قادیانیوں نے باجوہ صاحب کو ظلم وستم کے نشانہ پر رکھ لیا گیا۔ یہ زخمی حالت میں فیصل آباد مولانا تاج محمود کے ہاں آئے۔ قادیانی ہونے کے باوجود قادیانی ظلم کی چکی میں پس کر آئے تھے۔ مولانا تاج محمود نے سینہ سے لگایا۔ اس کی خواہش پر پریس کلب فیصل آباد میں پریس کانفرنس کرائی۔ فقیر راقم ان دنوں فیصل آباد کا مبلغ تھا۔ پریس کانفرنس کا اہتمام فقیر کے ذمہ تھا۔ مولانا تاج محمود کے اخلاق عالی دیکھ کر پھر یہ مسلمان بھی ہوگیا تھا۔ سانحہ ربوہ ۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء کی تحقیقات کے لئے جب عدالتی ٹربیونل قائم ہوا تو جناب رفیق باجوہ کا عدالت میں بیان ہوا۔ جسے ۲ رجولائی ۱۹۷۴ء کے اخبار نوائے وقت لاہور سے لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ ''ربوہ (چناب نگر) میں کیا کچھ ہورہا ہے؟'' اس پمفلٹ کو بھی احتساب قادیانیت جلد ۶۰ کا حصہ بنایا گیا۔ رفیق باجوہ کینیڈا چلے گئے تھے جس حال میں ہیں، اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

(۱۸۹۵) محمد رفیق بھٹی (کوئٹہ)، جناب حاجی

(وفات: ۲۱ رمارچ ۱۹۸۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے ایک جری مجاہد حاجی محمد رفیق بھٹی تھے۔ آپ فنافی ختم نبوت تھے۔ مجلس کوئٹہ کے بانی ارکان میں سے تھے۔ ۱۹۶۹ء میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم نو میں اہم کردار ادا کیا۔ حاجی محمد رفیق بھٹی مرحوم مجلس کے تمام کاموں میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ژوب، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کا اعزاز ہے کہ پاکستان میں کلمہ طیبہ کا بیج لگانے کا سب سے پہلا مقدمہ انہوں نے درج کرایا۔ جس میں حضرت مولانا نذیر احمد تونسوی شہید اور حاجی سید شاہ محمد آغا مرحوم عینی شاہد تھے۔ مجلس کوئٹہ کا دفتر آرٹ سکول روڈ پر خریدنے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ مجلس کوئٹہ کے ساری زندگی عام رکن رہے اور تادم زیست کوئی عہدہ قبول نہیں کیا۔ (مولانا محمد یونس کوئٹہ)

(۱۸۹۶) محمد رفیق پسروری، مولانا

مولانا محمد رفیق خان جامع مسجد کلاں پسرور میں خطیب تھے۔ آپ نے رسالہ لکھا: ''ختم نبوت'' اس رسالہ میں ختم نبوت کے عنوان پر چالیس حدیثیں، ان کا ترجمہ وتشریح درج کی گئی ہے۔ مصنف نے جگہ جگہ ضرورت کے مطابق مرزا قادیانی بدبخت کے حوالہ جات بھی نقل کئے ہیں۔ آخر میں انعام کا اعلان کیا ہے کہ ان حوالہ جات کو غلط ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

مولانا محمد رفیق خان پسروری مصنف جامع مسجد کلاں پسرور ضلع سیالکوٹ کے خطیب تھے۔ یہ کتاب ''ختم نبوت'' دسمبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔ اس رسالہ میں چالیس احادیث مبارکہ ختم نبوت کے مسئلہ پر جمع کی گئی ہیں اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۸۹۷) محمد رفیق پوری (چنیوٹ)، جناب

(پیدائش: ۱۹۳۶ء ...... وفات: ۱۲/ مارچ ۲۰۱۵ء)

جناب محمد رفیق پوری چنیوٹ میں میاں احمد دین، پوری کے گھر پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم چنیوٹ میں حاصل کی۔ ۱۹۴۹ء کو منظور آباد فیصل آباد میں رہائش اختیار کی۔ وہاں مسجد بھی قائم کی۔ مجلس احرار اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں مثالی کارکن کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ زندگی بھر چنیوٹ وچناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے۔ مصطفےٰ آباد فیصل آباد میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے بانی حضرات میں سے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا غلام مصطفےٰ خطیب چناب نگر نے پڑھائی۔

(۱۸۹۸) محمد رفیق تارڑ، جناب جسٹس چوہدری

آپ گکھڑ گوجرانوالہ کے رہائشی ہیں۔ نامور قانون دان، آپ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس رہے۔ پاکستان کے صدر بھی رہے آپ نے ایک فیصلہ قادیانیوں کے خلاف دیتے ہوئے لکھا کہ قادیانی آنحضرت ﷺ کی شدید توہین وتحقیر کے مرتکب ہوئے ہیں۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۸۷ء لاہور ۴۵۸)

(۱۸۹۹) محمد رفیق (جوہرآباد)، مولانا

(وفات: ۲۵/ جولائی ۱۹۷۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جوہرآباد کے امیر اور مدرسہ کاشف العلوم کے صدر مولانا محمد رفیق تھے۔ جو تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں کیمبل پور (اٹک) میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری نشرواشاعت تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی جوانی میں وفات ہوئی۔ بہت ہی بہادر اور ایثار پیشہ عالم ربانی تھے۔

(۱۹۰۰) محمد رفیق (چھوکر خورد)، مولانا حافظ

(پیدائش:۱۹۲۱ء ...... وفات:۸/دسمبر۲۰۰۲ء)

مولانا حافظ محمد رفیق چھوکر خورد تحصیل وضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مولانا بدرالدین (نوراللہ مرقدہ) حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے ساتھی اور مولانا عبیداللہ سندھی کے شاگرد تھے۔ حافظ محمد رفیق نے تمام کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ کچھ فنون کی کتابیں چنیوٹ کے نزدیک دیہات میں ایک بڑے جید عالم دین تھے۔ فرماتے تھے میں رمضان المبارک میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے جانوروں کو چارہ بھی ڈالنا ہے۔ رات کو قرآن پاک بھی تراویح میں سنانا ہے۔ دن کو سبق پڑھنا۔ فرمایا میں نے اکیس دن میں سراجی اور بقیہ کتابیں مکمل کیں۔ فراغت کے بعد بسلسلہ تجارت چک نمبر ۷۴ ضلع منڈی بہاؤالدین قیام رہا۔ ساتھ طلباء کو پڑھاتا اور ترجمہ کی کلاس شروع کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کوٹ مومن ضلع سرگودھا کے دیہات میں تقریریں کرتے اور مسئلہ ختم نبوت بیان کرتے۔ اسی دوران گرفتاری ہوئی اور تقریباً دس ماہ ملتان جیل رہے۔ قاری عبدالسمیع سرگودھا والے بھی ساتھ تھے۔ آپ کا ایک شاگرد دوست محمد نامی بھی آپ کے ساتھ جیل میں رہا۔

ازاں بعد چھوکر خورد واپس آئے۔ یہاں چونکہ چند گھرانے قادیانیوں کے تھے۔ لہٰذا یہاں ختم نبوت کا مسئلہ جمعہ پر بھی بیان کرتے اور قادیانیوں سے بائیکاٹ کی ترغیب بھی دیتے۔ ایک موقعہ پر آپ جوڑوں کے درد کی وجہ سے سخت بیمار تھے۔ قادیانی مبلغ تقریر کے لئے آیا۔ گرمی کا موسم شام کے بعد چھت پر اس کا تقریر کا پروگرام تھا۔ پتہ چلنے پر فرمایا مجھے اٹھا کر چھت پر لے چلو۔ وہاں لوگوں کو جمع کر کے مرزائیوں کے عقائد بیان کئے۔ نتیجتاً قادیانی مبلغ تقریر نہ کر سکا اور واپس چلا گیا۔

بہت دفعہ گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے قادیانیوں سے بائیکاٹ کے معاہدے کئے۔ غریب خاندان کے لوگ جوان کے کام کرتے ہیں ان کو بھی بائیکاٹ کرایا۔ جن لوگوں کے گھروں میں مرزائی آتے جاتے ہیں۔ ان کے نکاح جنازہ میں شرکت سے بھی منع کیا۔ غرض ہر بیان اور ہر مجلس میں فتنہ قادیانیت کے متعلق ضرور بیان کرتے۔ اس ساری تحریک میں آپ کے بڑے بھائی مولانا حافظ غلام محمد بھی آپ کے ساتھ رہے۔ وہ بھی مرزائیت کے خاتمہ کے لئے زبردست کوشش کرتے تھے۔ دوسرے بڑے بھائی مولانا حافظ نور محمد بھی اس مسئلہ میں ساتھ تھے۔ تیسرے چھوٹے بھائی مولانا حافظ منظور احمد جو امام وخطیب بھی تھے اور مدرسہ کے سارے نظام کے ذمہ دار بھی۔ وہ بھی اس ساری تحریک میں آپ کے مددگار تھے۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی خدمات کو قبول فرمائیں۔

ایک کاپی پر مرزا قادیانی کے دعاوی کے بارے میں بڑی اہم معلومات درج تھیں اور تحریک کے سلسلہ میں چیدہ چیدہ حالات اور خوابیں اور ان کی تعبیر بھی تھیں۔ لیکن وہ کاپی مل نہیں سکی۔ رات کو ہی جنازہ کے بعد تدفین ہوگئی۔ انتقال والے دن بھی بچوں سے قرآن پاک کا سبق سنا۔

(۱۹۰۱) محمد رفیق (چیچہ وطنی)، مولانا حکیم

(ولادت:۱۸۹۸ء ...... وفات:۹/مئی۱۹۷۴ء)

تحصیل زیرا ضلع فیروزپور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم دھرم کوٹ اور جگرانوں میں حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم

جگرانوی (میاں چنوں) آپ کے استاذ تھے۔حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبدالعزیز زراعتی فارم والے مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری کندیاں شریف کے ہم سبق بھی رہے۔۱۹۳۱ء میں ایمپریل کالج دہلی سے طب کی سند حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد قادرآباد کے نواحی گاؤں ۵/۴-۷ آر میں سکونت اختیار کی۔۱۹۵۷ء سے مستقل چیچہ وطنی میں مقیم ہوگئے۔اکابرین ختم نبوت اور مجاہدین ختم نبوت سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔تحریک ختم نبوت کے قدیمی کارکنوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔نماز جنازہ پیرجی مولانا عبدالعزیز رائے پوری نے پڑھائی۔ (مولانا عبدالحکیم)

(۱۹۰۲) محمد رفیق دلاوری، مولانا ابوالقاسم

(پیدائش:۱۸۸۳ء ...... وفات: جنوری ۱۹۶۰ء)

دلاور تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی حضرت مولانا سید محمد رفیق دلاوری جو''ابوالقاسم'' کنیت استعمال فرماتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد تھے۔ نامور مصنف، معروف زمانہ محقق اور ادیب تھے۔آپ نے عرصہ تک ماہنامہ''درلیش'' لاہور کی ادارت کوعزت بخشی۔ نیلا گنبد لاہور کی جامع مسجد کے خطیب رہے۔ائمہ تلبیس، عماد الدین، جھوٹے نبی، سیرت ذوالنورین، سیرت کبریٰ دوجلد، بیس رکعات تراویح، خلافت الٰہیہ اور دیگر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی کتب تحقیق کا وہ شاہکار ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے نشان منزل ہیں۔آپ نامور ادیب تھے۔مشکل سے مشکل بات کوادب کے پیرایہ میں اس خوبصورتی کے ساتھ ادا کرتے ہیں کہ دل ودماغ وجد کرنے لگ جاتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد، چوہدری افضل حق، مولانا ظفرعلی خان، آغا شورش کاشمیری سے اردوادب میں کسی طرح کم نہ تھے۔ بلکہ بعض وجوہ سے ان متذکرہ چاروں حضرات سے بھی کہیں بلند وبالا مرتبہ پرفائز تھے۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے برصغیر میں قادیانی فتنہ کے خلاف کام کرنے والوں کے آپ امام اور قائد تھے۔ ردقادیانیت پرآپ کی کتب ائمہ تلبیس، رئیس قادیان (دوجلد) اور جھوٹے نبی (ایمان کے ڈاکو) تینوں کتابوں کومشہور زمانہ کا اعزاز حاصل ہے۔اللہ رب العزت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات کوشرف قبولیت سے نوازے کہ ائمہ تلبیس اور رئیس قادیان کو کمپیوٹر پر نہ صرف شائع کیا بلکہ ان کی اشاعت کے تسلسل کو قائم رکھا ہوا ہے۔یہ تینوں کتابیں مجلس کے مبلغین ودارالمبلغین میں پڑھنے والوں کے کورس میں شامل ہیں۔آپ کی ردقادیانیت پر ایک کتاب ایمان کے ڈاکو (جھوٹے مدعیان نبوت کے حالات) ماہنامہ''الصدیق'' ملتان نے اسے قسط وار شائع کیا۔اس وقت اس کے ایڈیٹر عالم ربانی حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ مرحوم تھے۔پھر اس کتاب کوقسط وار ہفتہ وار''لولاک'' فیصل آباد سے حضرت مولانا تاج محمود نے شائع کیا۔عنوان تھا:''جھوٹے نبیوں کے سچے حالات'' یہ کتاب (ایمان کے ڈاکو) علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوئی۔اب احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں اس کتاب کوشائع کرنے کی عالمی مجلس نے سعادت حاصل کی ہے۔

(۱۹۰۳) محمد رفیق شاہ (منچن آباد)، جناب سید

ضلع بہاول نگر سے ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے محرکین قرار میں آپ بھی شامل تھے۔ زہے نصیب!

(۱۹۰۴) محمد رفیق (گوجرہ)، جناب حاجی

(وفات: ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۸ء)

آپ اصلاً کالرہ ضلع گجرات کے تھے۔ گوجرہ میں تجارت کرتے تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے بیعت کا تعلق تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرہ کے معاون خصوصی تھے۔ ختم نبوت کانفرنس ہائے گوجرہ و چنیوٹ و چناب نگر کے مستقل سامع تھے۔

(۱۹۰۵) محمد رفیق گوریجہ، جناب

فیصل آباد کے قانون دان جناب محمد رفیق گوریجہ میر پور ساماروجیمس آباد کے فیملی کورٹ کے جج تھے۔ ۱۳ر جولائی ۱۹۷۰ء کو آپ نے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں فیصلہ تحریر کیا کہ: ''قادیانی غیر مسلم ہیں۔'' ان دنوں پاکستان پیپلز پارٹی کے لئے قادیانی دن رات ایک کئے ہوئے جناب بھٹو صاحب پارٹی کے سربراہ اور سندھ کے باسی تھے۔ عین اس زمانہ میں سندھ سے ہی قادیانیوں کے خلاف ایک عدالتی فیصلہ، گویا قادیانیت کے بوتھے پر غیبی زنّاٹے دار تھپڑ تھا۔ جو رسید کیا ہوا کہ قادیانیت کی کھوپڑی گھوم گئی۔ پاکستان کے اخبارات نے جلی سرخیوں سے اسے شائع کیا۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی سے مسلسل قسط وار اس کا ترجمہ شائع کیا۔

محترم جناب گوریجہ صاحب ترقی کر کے آگے چل کر سیشن جج ہو گئے۔ ملتان ہائیکورٹ کے رجسٹرار بھی رہے۔ انہوں نے فیصلہ کیا لکھا بس قدرت نے ان حالات میں ان سے یہ کام لے لیا ہے اور وہ عزتوں کے سمیٹنے والے بن گئے۔ وتعز من تشا وتذل من تشاء بیدک الخیر!

(۱۹۰۶) محمد رمضان پشاوری، مولانا حافظ

(پیدائش: ۱۸۶۳ء ...... وفات: ۱۹۴۳ء)

آپ پشاور کے محلّہ نیل بان میں پیدا ہوئے۔ مقامی علماء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد حدیث شریف کی تعلیم مولانا نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ حدیث کی طرح صرف ونحو اور دیگر علوم پر بھی بھرپور دسترس تھی۔ پشاور شہر محلّہ بڑھ (آسیا) کی مسجد اہل حدیث میں آپ درس و وعظ ارشاد فرماتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد اسحاق مانسہروی، قاضی القضات ایسے حضرات آپ کے شاگرد تھے۔

مرزائے قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی مباہلہ کے لئے جو فہرست تیار کی انجام آتھم ص ۷۰ پر آپ کا نام ۳۱ ویں نمبر پر ہے۔ آپ کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ مرزائے قادیان ان سے خم کھاتا تھا اور آپ اس کو زخم پہنچاتے تھے۔ اس میں پشاور کے اثرات بھی شاید در کر آئے ہوں۔ اس لئے ان کا وجود، ملعون قادیان کے لئے اذیت جان و سوہان روح تھا۔

(۱۹۰۷) محمد رمضان ملتانی، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۸۷ء)

تنظیم اہل سنت پاکستان کے رہنما، انتہائی مسکین الطبع اور قابل رشک نظریاتی رہنما مولانا محمد رمضان کا حجاز مقدس جدہ میں وصال ہوا۔ جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ عظمت صحابہ اور عقیدۂ ختم نبوت کے مجاہد مبلغ تھے۔

(۱۹۰۸) محمد رمضان (میانوالی)، مولانا

(پیدائش: ۵؍اکتوبر ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۱۴؍اپریل ۱۹۹۳ء)

میانوالی شہر کے نامور قومی کارکن حضرت حافظ عطاء محمد زرگر کے صاحبزادہ مولانا محمد رمضان نامور عالم دین تھے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ایسے بزرگوں کے شاگرد رشید تھے۔ آپ نے میانوالی میں مدرسہ تبلیغ الاسلام قائم کیا۔ اس کے بانی، مہتمم اور صدر مدرس تھے۔ آپ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے کیا۔ عرصہ تک مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ آپ کا گھرانہ حضرت مدنی اور حضرت امیر شریعت ایسے قومی رہنماؤں کا میزبان گھرانہ تھا۔

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے بانی رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے حضرت امیر شریعت، مولانا محمد علی جالندھری کے مشورہ واجازت سے جمعیۃ علماء اسلام میں شرکت کی۔ میانوالی ضلع کے امیر، صوبہ اور مرکز میں بھی متعدد عہدوں پر سرفراز رہے۔ ضلع بھر کے علماء کرام میں آپ کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ خوب بولتے تھے۔ آپ کی علمی وجامعت شخصیت کا نکھار، رعب وداب اور گرجدار آواز وللکار نے اہل باطل کے خواب وخور حرام کئے رکھے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے بہت ہی خوبیوں سے نوازا تھا۔ اکثر وبیشتر مجلس تحفظ ختم نبوت کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر چناب نگر پر تشریف لایا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں بہت ہی بہادری وجرأت سے نوازا تھا۔ قادیانیت کے خلاف آپ نے علاقہ میں آوازِ حق کو پروان چڑھایا۔ معروف زمانہ مناظرہ میانوالی جو مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر اور قادیانی شاطر قاضی نذیر کے درمیان ہوا تھا۔ اس کے مدیر المہام مولانا محمد رمضان صاحب تھے۔

(۱۹۰۹) محمد زاہد (خانقاہ سراجیہ)، صاحبزادہ خواجہ

(وصال: ۹؍ستمبر ۲۰۱۹ء)

صاحبزادہ خواجہ محمد زاہد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی حضرت مولانا احمد خان کے پوتے تھے۔ آپ عرصہ سے کویت میں مقیم تھے۔ وہاں ملازمت کے سلسلہ میں گئے اور وہیں کے ہوکر رہ گئے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے طبیعت ناساز تھی۔ ہسپتال داخل ہوئے تو فرشتہ اجل نے آن لیا۔ اس پر مزید یہ ہوا کہ ان کی اہلیہ محترمہ ہسپتال ان کی دیکھ بھال کے لئے گئیں۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ آپ کے میاں کا وصال ہوگیا ہے۔ یہ سنتے ہی وفا شعار خاتون بھی جان کی بازی ہار گئی۔ ایک ساتھ دو جنازے ہوگئے۔ ۹، ۱۰؍محرم کو کویت میں بھی خاصا جوش ہوتا ہے۔ نتیجہ میں ۱۲؍محرم صبح سات بجے ان کے جنازے پاکستان پہنچے۔ اسی دن یعنی جمعرات کو بعد از جنازہ اور بعدہ خانقاہ سراجیہ کے قبرستان کے قطعہ خواص میں تدفین ہوئی۔

(۱۹۱۰) محمد زاہد شہید، جناب خواجہ

(وفات:۲۲؍مارچ ۲۰۱۰ء)

جناب خواجہ محمد زاہد، ڈیرہ اسماعیل خان کی معروف مذہبی وسیاسی شخصیت تھے۔ ساری زندگی جمعیۃ علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ جمعیۃ علمائے اسلام پر دل وجان سے فداء تھے۔ آپ بنیادی طور پر بہت مضبوط رائے رکھنے والے شخص تھے۔ آپ کو کام کرنے کا سلیقہ آتا تھا۔ جس کام کو ہاتھ ڈالتے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر دم نہ لیتے تھے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود اور قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن کے معتمد خصوصی تھے۔ آپ کی صلاحیتوں کے عروج کا زمانہ الیکشن کا زمانہ ہوتا تھا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جمعیۃ کے دفتر میں براجمان ہوجاتے تھے اور الیکشن آفس کا پورا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ الیکشن کا پورا پیریڈ اس خوبصورتی کے ساتھ مصروفیت سے گزرتا کہ کہیں سے شکایت نہ آتی۔ اشتہار، ہینڈ بل، سٹیکرز، بینرز، مقررین، جلسے، میٹنگز، جلوس، جوڑ توڑ، میل ملاقات، ناراض دوستوں کو راضی کرنا، راضی دوستوں کو دن رات کام پے لگائے رکھنا۔ غرض خود الیکشن لڑتے نہیں تھے۔ لیکن الیکشن لڑانے کا انہیں ڈھنگ آتا ہے۔ ڈیرہ کی سیٹوں پر جمعیۃ علمائے اسلام کی کامیابی میں جناب خواجہ محمد زاہد کا بھی بہت بڑا حصہ تھا۔ آپ کی انہیں خدمات کے صلہ میں آپ مرکز کے خازن بھی رہے۔ ایک بار مرکزی ناظم انتخابات بھی مقرر ہوئے۔

آپ نے جمعیۃ کو پروان چڑھانے کے لئے برطانیہ کے کئی سفر کئے۔ جمعیۃ کے مرکزی دفتر کی تعمیر کی دھن میں مگن بھی رہے۔ لیکن ہر کام کے لئے قدرت نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ آپ کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے تھا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہت مہربان تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو ختم نبوت چناب نگر کی کانفرنس میں لانے کے لئے آپ رابطہ کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ملتان وچناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شمولیت آپ کے بلاناغہ کے معمولات میں شامل تھیں۔ چناب نگر پہلے دن پہلے اجلاس میں تشریف لاتے اور کانفرنس کے اختتام پر تشریف لے جاتے۔ منتظم مزاج تھے۔ کانفرنس کے جملہ امور پر نظر رکھتے تھے اور رہنمائی بھی فرماتے تھے۔

دراز قامت، سرخ وسفید چہرہ، خوبصورت دراز اور گھنی داڑھی، کندھے اور سر پر مفتی رومال۔ یہ ان کی پہچان تھی۔ ڈیرہ اسماعیل خان جمعیۃ علمائے اسلام کے الیکشن آفس میں تشریف رکھتے تھے۔ بم دھماکہ میں جاں بحق ہوگئے۔

(۱۹۱۱) محمد زکریا بنوری (پشاور)، حضرت مولانا سید

(ولادت:۱۸۷۸ء ...... وفات:۵؍جون ۱۹۷۵ء)

حضرت مولانا سید محمد زکریا بنوری پشاور میں مولانا سید مزمل شاہ بنوری کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق بلند پایہ علمی خاندان سے تھا۔ دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ جید وممتاز عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ حاذق طبیب، تعبیر رؤیا کے امام اور صاحب حال بزرگ تھے۔ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں محقق ومستند کتب تصنیف کیں۔ تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے سرخیل اور میر کارواں

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے آپ والد گرامی ہیں۔ مولانا سید محمد زکریا بنوری نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سنہری روایات قائم کیں۔ آپ کی تدفین یوسف پورہ کراچی میں کی گئی۔

(۱۹۱۲) محمد زکریا کاندھلوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(ولادت: فروری ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۲۵ / مئی ۱۹۸۲ء)

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی وفات سے کچھ عرصہ قبل کراچی تشریف لائے۔ انہی دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک اور ترجمان ''ہفت روزہ ختم نبوت کراچی'' کے اجراء کی تیاری ہو رہی تھی۔ آپ سے دعاؤں کی درخواست کی گئی تو آپ نے اس فتنہ کے تعاقب میں کام کرنے والے حضرات کو خوب دعاؤں سے نوازا۔ ''ہفت روزہ ختم نبوت کراچی'' کا اجراء مئی ۱۹۸۲ء میں ہوا۔ پہلے شمارے کے سرورق پر آپ کی درج ذیل تحریر کسی تمغہ امتیاز سے کم نہیں۔ تحریر ملاحظہ فرمائیں: ''ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے اللہ جل شانہ مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس میں دامے درمے قدمے سخنے ہر قسم کی مدد کرنے والوں کو ہر نوع کی ترقیات سے نوازے۔ تمام مقاصد حسنہ کو پورا فرمائے۔ ہر قسم کی مدد و نصرت فرمائے۔ آپ لوگوں کو اتنی ہمت قوت عطاء فرمائے کہ اس فتنہ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکیں۔'' (حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی سرورق ہفت روزہ ختم نبوت کراچی ج اش ا مورخہ ۲۹ / مئی ۱۹۸۲ء)

علاوہ ازیں فتنہ قادیانیت سے امت مسلمہ کو بچانے کے لئے انتہائی فکر مند تھے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کو فیصل آباد میں ملاقات کے دوران ارشاد فرمایا: ''مرزا قادیانی کے دماغ و زبان کی مہار، شیطان نے تھام رکھی تھی اور وہ مرزا قادیانی کو منہ زور گھوڑے کی طرح جھوٹ کی وادیوں میں دوڑاتا تھا۔ ہر قدم پر جھوٹ تیار کرنا اور پھر سب سے پہلے اس کا خود بے دریغ استعمال کرنا، اس کا وطیرہ تھا۔ ہمارے اکابر نے اپنی ایمانی و وجدانی کیفیات سے سرشار ہو کر اس کا تعاقب کیا۔ حضرت گنگوہی سے لے کر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری تک اور پھر حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے لے کر آپ (مولانا محمد علی جالندھری) تک سبھی حضرات نے امت کی اس فتنہ کے خلاف رہنمائی نہ فرمائی ہوتی تو اس فتنہ کے بڑھنے کے بہت اسباب تھے۔ آپ نے ان کے سامنے دیوار چین کھڑی کر دی ہے۔ لیکن مولانا (محمد علی جالندھری) دیکھیں یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ حضور ﷺ کا ایک امتی قادیانی ہو گیا تو ہم سے پوچھا جائے گا کہ قادیانیوں نے اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا تھا۔ تم نے اس کا ایمان بچانے کی فکر کیوں نہ کی تھی۔''

(دار العلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں مولانا محمد علی جالندھری سے گفتگو)

(۱۹۱۳) محمد زکریا کراچوی، مولانا

(وفات: ۱۹۸۸ء)

دار العلوم دیو بند کے فاضل اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید کراچی کے نامور عالم دین مولانا محمد زکریا جنہوں نے تحریک نظام مصطفے ﷺ ۱۹۷۷ء میں بڑی شہرت پائی۔ ہوا یہ کہ کراچی میں جلوس کو روکنے کے لئے فوج نے لائن لگا دی کہ جو اسے کراس کرے گا اسے گولی مار دی جائے گی۔ اگلے لمحہ مولانا زکریا لائن کراس کر چکے تھے۔ اس پر اقتدار کی رعونت روند دی گئی اور اہل حق کو

اللہ تعالیٰ نے سرخرو کر دیا۔ یہ مولانا زکریا اصلاً چیچہ وطنی کے قریب کے رہنے والے تھے۔ کراچی جا کر آباد ہوئے۔ یہاں فیڈرل بی ایریا میں مدرسہ انوار العلوم قائم کیا۔ آپ عقیدۂ ختم نبوت کے حدی خواں تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر پر بھی تشریف لائے تھے۔

(۱۹۱۴) محمد زکی کیفی، جناب

(پیدائش: ۲؍جولائی ۱۹۲۶ء، دیوبند ...... وفات: ۲۸؍جنوری ۱۹۷۵ء، لاہور)

آپ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع کے صاحبزادے تھے۔ نامور شاعر اور صحافی تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے علمبردار تھے۔ ادارہ دینیات لاہور سے بہت ساری ختم نبوت کی کتب شائع کیں۔

(۱۹۱۵) محمد سرفراز خان صفدر، مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۵؍مئی ۲۰۰۹ء)

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کے والد گرامی کا نام نور محمد خان تھا۔ وہ مانسہرہ کے ایک گاؤں ڈھکی چیڑاں داخلی کٹر منگ کے رہنے والے تھے۔ ان کے گھر مولانا سرفراز خان پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ہزارہ وگردونواح میں حاصل کی اور حصول تعلیم کے لئے تکلیف دہ اور صبر آزما مراحل سے آپ کو گزرنا پڑا: ''حنا رنگ لاتی ہے، پتھر پے پس جانے کے بعد'' ان مصائب کو جھیل کر بڑے مجاہدہ سے آپ وادی علم کو طے کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ گکھڑ میں تشریف لائے۔ اولاً جس مسجد میں پڑھنا پڑھانا، درس دینا، جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ تادم واپسیں اسی مسجد کو ہی اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا۔ یہاں پر مکان بنایا اور یہیں سے جنازہ اٹھا۔ استقلال ووفاء کی دنیا میں ایک مثال قائم کر گئے۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدر، گھنا کسرتی جسم، درمیانہ قد، داڑھی مبارک دراز، چہرہ پر علم کا جلال اور عمل کا نور، پیشانی کشادہ، نگاہ عقابی، ناک ستواں، خدوخال محبوبانہ، رنگ پکا سرخی وسفیدی مائل، حفاظت نظر کے لئے گردن ہمیشہ جھکی ہوئی، کپڑے اکثر سفید، جوانی میں سر پر ہمیشہ پگڑی، اس کے نیچے کپڑے کی ٹوپی، خندہ رو، بولیں تو علم ابلتے چشمہ کی مانند رواں دواں، مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل کرنے کے ماہر، پاکستان میں اس وقت فن حدیث کے سب سے بڑے ماہر وامام، قلم شستہ، تحریر میں پختگی وروانگی، تمام اختلافی مسائل پر قلم اٹھایا۔ لیکن متانت کے ساتھ، قرآن وسنت کے دلائل سے ان مسائل میں علماء دیوبند کے موقف کی تشریح فرمائی کہ دوست ودشمن اہل علم حضرات عش عش کر اٹھے۔

بعض مقامات پر جواب آں غزل آیا ہو تو اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس میں بھی انہوں نے علمی وقار ومتانت کو داغ دار نہیں ہونے دیا۔ بلکہ مثال قائم فرمائی کہ اہل علم کے اختلاف کی حدیں یوں ہوتی ہیں۔ راقم نے اولاً آپ کی زیارت ۶۸-۱۹۶۷ء میں مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں کی۔ ختم بخاری کے موقع پر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے سالانہ جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ سہ روزہ اجتماع میں اس وقت کی تمام چوٹی کی دینی قیادت شمولیت فرما تھی۔

راقم کو اللہ رب العزت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی شمولیت سے سرفراز کیا تو تقریباً اکثر وبیشتر چنیوٹ کی سالانہ آل پاکستان

ختم نبوت کانفرنس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان کی زیارت کا موقع مل جاتا۔ یہ کانفرنس دسمبر میں منعقد ہوتی تھی۔ آپ نصرۃ العلوم میں پہلے وقت پڑھا کر کانفرنس میں شرکت کے لئے چنیوٹ کا سفر کرتے۔ ظہر کے بعد اجلاس میں آخری بیان کرتے۔ عصر پڑھ کر واپسی ہو جاتی۔ سردیوں کے دن ہوتے، اکثر سواتی دھسہ پہنے ہوئے، سر پر پشاوری پگڑی، عینک لگائے، ہاتھ میں عصا لئے سٹیج پر تشریف لاتے۔ تمام تر سادگی کے باوجود ہر خورد و کلاں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے۔

چنیوٹ کانفرنس میں نماز عصر کے بعد بسا اوقات چائے کے دوران علیحدگی میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری سے مشاورت کا منظر بھی راقم کی آنکھوں میں گھومتا نظر آ رہا ہے۔ ایک بار اپنی صحت کے آخری دور میں آپ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں ختم بخاری کے موقع پر تشریف لائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مجلس کے بڑے حضرات سب سفر پر تھے۔ راقم دفتر میں اکیلا تھا۔ عشاء سے قبل قاسم العلوم ملتان حاضر ہوا۔ حضرت کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس قارن استاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم تھے۔ ان سے عرض کیا کہ عشاء کے متصل بعد ختم بخاری ہے۔ اس کے بعد رات گئے تک جلسہ جاری رہے گا۔ حضرت آرام نہیں کر سکیں گے۔ اگر قیام دفتر ختم نبوت ہو جائے تو بہت مناسب رہے گا۔ مولانا قارن صاحب نے فقیر کی طرف سے حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی۔ خندہ پیشانی سے قبول فرمالی۔ ہمارے بخت جاگ اٹھے۔ آپ نے جامعہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر خان صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ ختم بخاری کے بعد مجھے آرام ختم نبوت کے دفتر کرنا ہے۔ مولانا محمد اکبر خان نے فرمایا کہ صبح نماز کے بعد آپ کے درس قرآن مجید کا بھی قاسم العلوم جامع مسجد میں ہم نے اعلان کر رکھا ہے۔ تو حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اذان کے بعد دفتر ختم نبوت سے لے لینا۔ نماز فجر یہاں آپ کے ہاں باجماعت ادا کریں گے۔ لیجئے! تشریف آوری یقینی ہوگئی۔ آپ آرام کے لئے دفتر تشریف لائے۔ صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس اور حضرت کے لئے نیچے کے مہمان خانہ میں بستر لگوا دیئے۔ لیٹنے سے قبل چائے یا دودھ کا کپ نوش فرمایا۔ طہارت و وضو فرمایا اور لیٹ گئے۔

دفتر میں دقّت یہ کہ گھنٹی بھاری آواز کی لگوائی ہے۔ سردی کی راتوں میں مہمان آجائیں تو گھنٹی سے ساتھی بیدار ہو کر دروازہ کھول دیتے ہیں۔ خیال ہوا کہ گھنٹی کھلی رہی کوئی مہمان آیا اس نے گھنٹی بجادی تو حضرت کے آرام میں خلل آئے گا۔ ساتھیوں سے عرض کیا کہ آپ سو جائیں۔ صبح سے کچھ دیر قبل تازہ عمدہ چائے کا نظم کرنا ہوگا اور ساتھ میں فرائی ایک ایک انڈہ اور کیک بھی منگوا کر ابھی رکھ لیں۔ ساتھی سو گئے۔ راقم نے گھنٹی بند کر دی اور خود دربان بن کر گیٹ پر رات گزار دی کہ کوئی آہٹ ہو تو دروازہ کھل جائے اور بغیر شور و غل کے مہمان کو ٹھہرا لیا جائے۔ تاکہ حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ رات کے آخری حصہ میں حضرت معمول کے مطابق از خود اٹھ گئے۔ گرم پانی پیش کیا۔ وضو فرمایا اور معمولات میں مشغول ہو گئے۔ اذان فجر سے قبل چائے نوش فرمائی۔ اذان شروع ہوتے ہی حضرت مولانا محمد اکبر خان مدظلہ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی چائے نوش فرمائی اور حضرت روانہ ہو گئے۔ امید ہے کہ جس ذات کریم تعالیٰ نے ایک رات اپنے مقبول بندے کی خدمت کی توفیق دی۔ اس خدمت کے صدقے خادم کی بھی نجات فرما دیں گے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر سے ایک یادگار ملاقات جو گھنٹوں پر محیط ہے وہ گکھڑ میں ہوئی تھی۔ ملک عزیز کے نامور خطیب، جفاکش اور مجاہد اسلام جناب حافظ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ جانشین امیر شریعت، و روح رواں مجلس احرار الاسلام پاکستان نے اپنے مسلک کی تمام جماعتوں کو مجلس علماء اسلام کے نام پر جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ حضرت شیخ الحدیث کو اس کی امارت کے لئے آمادہ

کرلیا۔آپ نے امارت قبول فرمائی۔ یکے بعد دیگرے لاہور اور مختلف مقامات پر تمام جماعتوں کے نمائندگان کے اس نئے پلیٹ فارم پر اجلاس منعقد ہوئے۔ راقم اپنی تبلیغی مصروفیات کے باعث کسی اجلاس میں شریک نہ ہوپایا تو ایک ملاقات میں حضرت المکرّم جانشین امیر شریعت سید عطاء المؤمن نے حکماً فرمایا کہ گکھڑ میں فلاں تاریخ کو مجلس علماء اسلام کی میٹنگ پر ضرور حاضر ہونا ہے۔ان کے حکم خاص کے باعث پہلے کی غیر حاضریوں کی ندامت دھونے کا موقعہ مل گیا۔مقررہ تاریخ پر حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب عثمانی رکن مرکزی مجلس شوریٰ کے ہمراہ گکھڑ جا حاضری دی۔حضرت کے ایک ملنے والے کے وسیع وعریض مکان کے ہال میں بھرپور میٹنگ ہوئی۔تمام جماعتوں کی نمائندگی تھی۔حضرت بھی گھنٹوں اس اجلاس کی آخر تک صدارت پر متمکن رہے۔اجلاس میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجلس علماء اسلام میں شریک جماعتوں کے راہنما مجلس علماء کے نظم کو چلانے کے لئے عہد کریں کہ وہ کوئی اور نیا پلیٹ فارم نہیں بنائیں گے۔نہ اس میں شریک ہوں گے۔آپ کا اشارہ مخدوم زادہ مولانا زاہد الراشدی کی طرف تھا کہ انہوں نے ان دنوں ایک نیا پلیٹ فارم بنایا۔’’اسلامک ہیومن رائیٹس‘‘ یا اس سے کوئی ملتا جلتا اس کا نام تھا۔حضرت شاہ صاحب کی اس تجویز پر راقم نے بھی موقعہ غنیمت جان کر کہا کہ نہ صرف اندرون ملک نئی جماعت نہ بنائیں بلکہ بیرون ملک بھی۔مولانا زاہد الراشدی میری چوٹ کو سمجھ کر اچھلے اور قہقہہ مارا،تو اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث نے سر اٹھا کر ایک بار مولانا راشدی کی طرف اور دوسری بار راقم کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔اس پر راقم نے سوچا کہ حضرت شیخ الحدیث پر اس تجویز کے میرے تائیدی کلمات کا منفی اثر نہ پڑا ہو۔ لیجئے لیپا پوتی میں راقم نے ایک اور حماقت کرڈالی۔کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس جماعت کے والد گرامی حضرت شیخ الحدیث سربراہ ہیں۔مولانا زاہد الراشدی بحیثیت ایک جماعت کے نمائندہ اور شیخ الحدیث کے صاحبزادہ ہونے کے ناتہ اپنا تمام وزن اسی پلڑے میں ڈالیں۔بس اس کی تشریح میں اپنی حماقت سے ایک جملہ بھی کہہ دیا کہ بچھڑے کسی کھرلی سے اور دودھ کسی دوسری کھرلی پر یہ مناسب نہیں۔اس پر مولانائے محترم مولانا بشیر احمد شاد پھڑک اٹھے اور زوردار تائید فرمائی۔اس لئے کہ وہ بھی شاکی تھے کہ جمعیۃ علماء اسلام (س گروپ) بنانے میں بانی کا کردار مولانا راشدی دامت برکاتہم کا تھا۔اب اسے بھی چھوڑ دیا۔گویا (رونڈی یاراں نوں ناں لے لے بھراواں دے) مولانا بشیر احمد شاد نے میری تائید میں اپنا دکھڑا کہہ سنایا۔اب حضرت سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے جو مصرعہ اٹھایا تھا وہ راقم نے شعر بنادیا۔مولانا شاد نے اس پر غزل مکمل کرڈالی۔مولانا راشدی نے فقیر کی طرف غضب ناک نظروں سے ہلکی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے دیکھا۔ (کہ کیا طوفان بدتمیزی کھڑا کردیا) فقیر نے ہمیشہ کی طرح ان کے سامنے نیازمندی سے آنکھیں جھکالیں۔اس پر حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ اصولاً صحیح ہے کہ جماعتیں بہت ہیں۔نت نئی جماعت ٹھیک نہیں اور مجلس علماء اسلام کو بھی کوئی نئی جماعت نہ سمجھا جائے۔ یہ تو اتحاد کے لئے ایک کوشش ہے۔ یہ فرما کر مزید بحث کا دروازہ بند فرمادیا۔

ایک بار مولانا اختر کاشمیری نے سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے انکار کے لئے ابن خلدون کے مقدمہ سے اقتباس لے کر مضمون اچھل ڈالا۔راقم ان سے لاہور میں ملا اور عرض کیا کہ آپ کب سے خارجی ہوگئے؟ باتوں باتوں میں انہوں نے فرمایا کہ مضمون تو اگل ڈالا۔اب ایک شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر اور دوسرا مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے قلم سے ڈر لگ رہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر دوبار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لائے۔ایک بار حضرت مولانا محمد جمیل خان شہید ذریعہ بنے۔دوسری بار حضرت مولانا زاہد الراشدی کی عنایت کام آئی۔ایک بار ڈھاکہ میں آل بنگلہ دیش ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الحدیث نے بمع اپنے جانشین حضرت مولانا زاہد الراشدی کے کراچی تک کا سفر فرمایا۔کانفرنس

کی منظوری نہ ملنے کے باعث سفر ملتوی کرنا پڑا۔ رب کی شان ایسے آخری مرحلہ پر منظوری ملی۔ کانفرنس تو ہوگئی لیکن تنگی وقت کے باعث باہر سے مہمان حضرات کی شرکت نہ ہوسکی۔

۱۱؍اپریل ۲۰۰۹ء کو ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور کے لئے اپنے صاحبزادہ اور ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ مولانا عبدالحق خان بشیر کے ذریعہ پیغام بھجوایا۔ جسے مولانا عبدالقدوس قارن نے اپنے بیان میں لاکھوں سامعین کے سامنے دہرایا۔ شیخ الحدیث کے تقریباً الفاظ آپ نے یوں ارشاد فرمائے کہ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ: ''تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے میرے تمام شاگرد، مریدین ومتعلقین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہر قسم کا بھرپور تعاون فرمائیں کہ یہ جماعت ہمارے بزرگوں کی قائم کردہ ہے۔ میری سب کو یہ نصیحت اور حکم ہے۔''

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کا یہ ارشاد ایک اعزاز سے کم نہیں۔ تقریباً یہی جملے مولانا عبدالحق خان بشیر نے آپ کے جسد اطہر کے سامنے جنازہ سے قبل بھی ارشاد فرمائے۔ غالباً یہ حضرت شیخ الحدیث کا آخری پیغام ہے جو لاہور کے جلسہ عام میں سنایا گیا۔ مجلس کے خدام اسے اپنے لئے حرز جان سمجھیں۔

حضرت شیخ الحدیث امت کا مشترکہ سرمایہ تھے۔ ہر جماعت اپنی نسبت حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ قائم کرنے میں اپنی سعادت سمجھتی ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلک دیوبند کی ہر جماعت کو انہوں نے اپنی شفقتوں سے نوازا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ضلعی امیر بھی رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبیداللہ نور، مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت حضرت امیر شریعت، حضرت جالندھری، حضرت قاضی صاحب، حضرت مناظر اسلام سے آپ کا تعلق عشق ومحبت، احترام باہمی اور دوستانہ تھا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین، حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی سے دینی تعلق اتنا مثالی تھا جو بالآخر رشتہ داری کا روپ دھار گیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے ورثاء اور نام لیواؤں کو بھی اس تعلق کو نبھانے کی توفیق رفیق فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیث نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر جیل کی کوٹھریوں کو آباد کیا۔ اس کی تفصیل میں خود آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیث) پر جو احسانات اور انعامات کئے ہیں۔ راقم اثیم قطعاً ویقیناً اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ یہ صرف اور صرف منعم حقیقی کا فضل وکرم ہے کہ حضرات علماء اور طلباء اور خواص وعوام اس ناچیز سے محبت بھی کرتے اور قدردانی بھی کرتے ہیں۔ ڈھول اندر سے تو خالی ہوتا ہے۔ مگر اس کی آواز دور دور تک جاتی ہے۔ یہی حال میرا ہے کہ علم وعمل تقویٰ اور ورع سے اندر خالی ہے اور حقیقت اس کے سوا نہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ راقم اثیم تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) کے دور میں پہلے گوجرانوالہ جیل میں پھر نیو سنٹرل جیل ملتان میں کمرہ نمبر ۱۴ میں مقید رہا۔ ہماری بارک نمبر ۶ دو منزلہ تھی اور اس میں چار اضلاع کے قیدی تھے اور سبھی ہی علماء طلباء تاجر اور پڑھے لکھے لوگ تھے جو دیندار تھے۔ اضلاع یہ ہیں ضلع گوجرانوالہ، ضلع سیالکوٹ، ضلع سرگودھا اور ضلع کیمل پور (موجودہ ضلع اٹک) بحمداللہ تعالیٰ جیل میں بھی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری تھا۔ راقم اثیم قرآن کریم کا ترجمہ، موطا امام مالک، شرح نخبۃ الفکر اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ کتابیں پڑھاتا رہا۔ دیگر حضرات علماء کرام بھی اپنے اپنے ذوق کے اسباق پڑھتے پڑھاتے رہے۔ آخر میں راقم اثیم کمرہ میں اکیلا رہتا تھا۔ کیونکہ باقی ساتھی رہا ہوچکے تھے اور میں قدرے بڑا مجرم تھا۔ تقریباً دس ماہ جیل میں رہا اور ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کی تردید میں بجواب دو اسلام ''صرف ایک اسلام'' وہاں ملتان جیل ہی میں راقم اثیم نے لکھی تھی۔

(خواب نمبر:۱) ۱۳۷۳ھ، ۱۹۵۳ء میں تقریباً سحری کا وقت تھا کہ خواب میں مجھ (حضرت شیخ الحدیث) سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں آ رہے ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہاں تمہارے پاس تشریف لائیں گے۔ میں خوش بھی ہوا کہ حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا اور کچھ پریشانی بھی ہوئی کہ میں تو قیدی ہوں۔ حضرت کو بٹھاؤں گا کہاں؟ اور کھلاؤں پلاؤں گا کیا؟ پھر خواب ہی میں یہ خیال آیا کہ راقم کے نیچے جو دری، نمدہ اور چادر ہے یہ پاک ہیں۔ ان پر بٹھاؤں گا۔ خواب میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ ان کا ایک خادم تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سر مبارک ننگا تھا۔ چہرہ اقدس سرخ اور داڑھی مبارک سیاہ تھی۔ لمبا سفید عربی طرز کا کرتا زیب تن تھا، اور نظر نہیں آتا تھا مگر محسوس یہ ہوتا تھا کہ نیچے حضرت نے جانگیہ اور نیکر پہنی ہوئی ہے (جیسے عربوں کا رواج ہے) اور آپ کے خادم کا لباس سفید تھا۔ فٹ کرتا اور قدرے تنگ شلوار اور سر پر سفید اور اوپر کو ابھری ہوئی نوک دار ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ راقم اثیم نے اپنے بستر پر جو زمین پر بچھا ہوا تھا دونوں بزرگوں کو بٹھلایا۔ نہایت ہی عقیدت مندانہ طریقہ سے علیک سلیک کے بعد راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مؤدبانہ طور پر کہا کہ حضرت! میں قیدی ہوں اور کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ صرف قہوہ پلا سکتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا لاؤ۔ میں خواب ہی میں فوراً تنور پر پہنچا جہاں روٹیاں پکتی تھیں۔ میں نے اس تنور پر گھڑا رکھا اور اس میں پانی چائے کی پتی اور کھانڈ ڈالی اور تنور خوب گرم تھا۔ جلدی ہی میں قہوہ تیار ہوگیا۔ راقم اثیم خوشی خوشی لے کر کمرہ میں پہنچا اور قہوہ دو پیالیوں میں ڈالا اور یوں محسوس ہوا کہ اس میں دودھ بھی پڑا ہوا ہے۔ بڑی خوشی ہوئی اور دونوں بزرگوں نے چائے پی۔ پھر جلدی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم بھی ساتھ اٹھ گیا۔ میں نے التجاء کی کہ حضرت ذرا اور آرام کریں اور ٹھہریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمیں جلدی جانا ہے۔ پھر ان شاء اللہ العزیز جلدی آ جائیں گے۔ یہ فرما کر رخصت ہوگئے۔ راقم اثیم اس خواب سے بہت ہی خوش ہوا۔ فجر ہوئی اور ہمارے کمرے کھلے تو راقم اثیم استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت بھی تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ جیل میں مقید تھے اور ان کے سامنے خواب بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا میاں تمہیں معلوم ہے کہ حضرت انبیاء کرام اور فرشتوں کی (جو تمام معصوم ہیں) شکل وصورت میں شیطان نہیں آ سکتا۔ واقعی تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو دیکھا ہے اور میاں ہوسکتا ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں تشریف لے آئیں۔ استاذ محترم کا راقم اثیم سے بہت گہرا تعلق تھا اور ان کے حکم سے ان کی علمی کتاب تدقیق الکلام کی ترتیب میں راقم اثیم نے خاصا کام کیا ہے۔ حضرت کی قبل از وفات اپنی خواہش اور ان کے جملہ لواحقین اور متعلقین کی قلبی آرزو کے مطابق ۱۶؍ جمادی الاوّل ۱۴۱۱ھ، ۴؍ دسمبر ۱۹۹۰ء کو مؤمن پور علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں راقم اثیم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر سنت کے موافق دعاء مانگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین!

(خواب نمبر:۲) راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیث) نے دوسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شلوار پہنے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ذرا نیچے تک قمیص زیب تن تھی اور سر مبارک پر سادہ سا کلہ اوپر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور کوٹ میں جو گھٹنوں سے نیچے تھا ملبوس تھے اور بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ راقم اثیم کو پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں تو راقم بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور سلام عرض کیا۔ یوں محسوس ہوا کہ بہت آہستہ سے جواب دیا اور رفتار برقرار رکھی۔ راقم بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ کافی دور جانے کے بعد زور زور کی بارش شروع ہوگئی۔ حضرت اس بارش میں بیٹھ گئے اور اوپر ایک سفید رنگ کی چادر تان لی۔ کافی دیر تک

مغموم اور پریشان حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر بارش میں ہی اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے اور پھر نظر نہ آئے۔ اس خواب کے چند دنوں بعد مہاجرین فلسطین کے دو کیمپوں صابرہ اور شتیلہ کا واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے تقریباً بتیس ہزار مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور مریضوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد راقم اثیم خواب کی تعبیر سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شدید بارش میں چادر اوڑھ کر بیٹھنا اور پریشان ہونا اس کی طرف اشارہ تھا کہ تقریباً ستر لاکھ ظالم یہودیوں کے ہاتھوں تقریباً تیرہ کروڑ کی آس پاس کی مسلمان حکومتوں کی موجودگی میں جنہوں نے بے غیرتی کا مظاہرہ کیا اور مصلحت کی چادر اوڑھ رکھی ہے اور مظلوم مسلمانوں پر بارش کی طرح گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔

ان دو خوابوں میں راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ خاصا عرصہ ہوا کہ راقم اثیم نے حیات حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک مسودہ کی کچھ ترتیب بھی دی تھی۔ گو وہ مسودہ مکمل تو نہ تھا مگر خاصا علمی مواد اس میں جمع تھا۔ اس کی خاصی تلاش کی مگر مسودات کے جنگلات میں بسیار تلاش کے بعد بھی ناکامی ہوئی۔ اس مد کے کچھ حوالے مختلف شذرات پر ملے اور کچھ مزید حوالے جمع کر کے ان کو اس صورت میں حضرات قارئین کی خدمت میں یہ توضیح المرام پیش کی جارہی ہے۔ علمی، استدلالی اور حوالوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے والے حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جائے گا اور اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز!

اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ دعاء ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے توحید و سنت پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اور شرک و بدعت اور بری رسموں سے بچائے اور راقم اثیم کا اور ہر مسلمان کا خاتمہ بالایمان کرے۔ آمین ثم آمین!

(العبد العاجز، ابوالزاہد محمد سرفراز، یکم محرم الحرام ۱۴۱۷ھ، ۱۹ مئی ۱۹۹۶ء)

آپ کی تصنیف توضیح المرام ص۱۲ تا ۱۵ کے پیش لفظ کا یہ اقتباس آپ نے پڑھا۔ اس میں بہت کچھ ہونے کے باوجود، یہ عاجزی وانکساری ان کے اخلاص و ورع کی دلیل ہے۔ حالانکہ آپ اپنے زمانہ کے نامور محدث، امام اہل سنت اور متکلم اسلام تھے۔ آپ نے جامعہ نصرۃ العلوم میں نصف صدی تک قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ اخلاص کا پیکر تھے۔ ان کو دیکھ کر اکابر وصلحاء کے زہد و تقویٰ کا نمونہ دیکھنے کو مل جاتا تھا۔ آپ پنجاب کے معروف نقشبندی پیر طریقت مولانا حسین علی، کے شاگرد و خلیفہ مجاز تھے۔

آپ نے تحریک ختم نبوت کی طرح تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی گرفتاری پیش کی۔ غرض آپ کی زندگی جہد مسلسل کی زندگی تھی۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ رحمت عالم ﷺ کے دین متین کی ترویج کے لئے وقف رہا۔

۞...... پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے اضافہ کے لئے تحریک جاری تھی۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر ان کو گجرات لائے۔ مولانا حمید اللہ خان اور راقم کو ملانے کے لئے مولانا راشدی حضرت مرحوم کے پاس لے گئے تو آپ نے پوچھا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت میں ہمارے دوست مولانا عبدالرحیم اشعر کا کیا حال ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ وہ تو انتقال فرما گئے۔ آپ نے انا للہ پڑھا اور پھر اجتماعی دعائے مغفرت کرائی۔ آپ کا حافظہ دیکھ کر محدثین کے حافظہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کے رد قادیانیت پر چار رسائل میسر آئے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۳ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۱...... ''مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ'' جماعت اسلامی کے بانی رہنما جناب مودودی صاحب سے ایک صاحب نے سوال کیا

کہ لاہوری مرزائی مسلمان ہیں یا کافر؟ تو مودودی صاحب نے جواب میں فرمایا کہ لاہوری مرزائی اسلام اور کفر کے درمیان معلّق ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی ایک جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ جھوٹے مدعی نبوت کو کافر نہ کہنے والا بھی کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لاہوری مرزائیوں کی طرح جھوٹے مدعی نبوت کو مجدد، مسیح ومہدی ماننے والوں کو کیونکر مسلمان قرار دیا جاسکتا ہے؟ مودودی صاحب کے اس فتویٰ کی تغلیط خود جماعت اسلامی کے رہنماؤں نے اس وقت کر دی۔ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں زیر بحث آیا۔ اس میں لاہوری وقادیانی دونوں گروپوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ جماعت اسلامی کے ممبران قومی اسمبلی نے اس دوسری ترمیم کے حق میں ووٹ دے کر مودودی صاحب کی انفرادیت پسند طبیعت کے خلاف مہر لگا دی۔ جن دنوں مودودی صاحب نے لاہوری مرزائیوں کو کافر قرار نہ دینے کا فتویٰ دیا انہی دنوں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے مودودی صاحب کے اس فتویٰ کے خلاف یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ فقیر کی ناقص معلومات کے مطابق پاکستان میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اس عنوان پر مستقل رسالہ لکھ کر پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا۔

۲...... ''ضوء السراج فی تحقیق المعراج (چراغ کی روشنی)'' مرزا قادیانی ملعون اور دیگر بددین طبقات جیسے منکرین حدیث وغیرہ، رحمت عالم ﷺ کے معراج جسمانی کے منکر ہیں۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نے مرزا قادیانی سمیت ان تمام ملحدین کا اس رسالہ میں تعاقب کیا ہے۔

۳...... ''توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام'' سیدنا مسیح ابن مریم علیہما السلام کی دوبارہ دنیا میں تشریف آوری اور نزول من السماء پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر کا یہ رسالہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی عمدہ مثال ہے۔ آپ کے تبحر علمی کے شایان شان اس رسالہ میں اس مسئلہ سے متعلق تمام معلومات کو جس حسن اور سلیقہ کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اس عنوان پر کام کرنے والوں کے لئے گرانقدر علمی تحفہ ہے۔ ۱۹۹۶ء میں سب سے پہلے یہ شائع ہوا۔ غالباً حضرت کی یہ آخری قلمی خدمت ہے جو آپ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے فرمائی۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کی تربت کو بقعۂ انوار فرمائیں۔ ان رسائل کو احتساب کی اس جلد میں شائع کرنے پر کتنی خوشی ہے۔ الفاظ کی دنیا میں اسے بیان کرنا ممکن نہیں۔

۴...... ''ختم نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں'' دارالعلوم دیوبند کے تحت ۲۹ تا ۳۱/اکتوبر ۱۹۸۶ء میں عالمی سطح کا ختم نبوت کے عنوان پر اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں دنیا بھر سے جید اسکالرز حضرات کو مقالات پیش کرنے کی دعوت دی گئی۔ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نے یہ مقالہ تحریر فرمایا۔ ویزا کی دقت کے باعث دیوبند کے اس اجتماع پر تو تشریف نہ لے جاسکے۔ لیکن اس مقالہ کو شائع کر دیا گیا۔ بہت ہی علمی مواد سے بھرپور یہ مقالہ ہے۔

یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۳ میں شائع ہو گئے ہیں۔

(۱۹۱۶) محمد سرفراز خان نعیمی شہید، مولانا ڈاکٹر

(پیدائش: ۱۶/فروری ۱۹۴۸ء ...... شہادت: ۱۲/جون ۲۰۰۹ء)

آپ پاکستان کے نامور عالم دین مولانا مفتی محمد حسین نعیمی کے صاحبزادے تھے۔ ڈاکٹر سرفراز صاحب اسلامی نظریاتی

کونسل کے رکن رہے۔ تحریک ختم نبوت کی خدمت گزاری کے لئے لاہور مجلس عمل کی میٹنگوں میں بھرپور شرکت کرتے تھے۔ بڑے بیدار مغز عالم دین تھے۔

(۱۹۱۷) محمد سرفراز خان، جناب چوہدری

(ولادت: ۱۸۹۶ء ...... وفات: ۱۴؍جنوری ۱۹۸۷ء)

کالرہ ضلع گجرات کے رہائشی تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر بہت کچھ لکھا۔ ان میں سے ایک کتاب ''آفتاب نبوت دررد مرزائیت'' ہے۔ جو ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ختم نبوت پر قرآن وسنت اور اقوال مرزا سے سودلائل قائم کر کے قادیانیت کا بطلان وخذلان کیا گیا ہے۔ بڑے دینی سکالر تھے۔

(۱۹۱۸) محمد سرور راؤ (خانیوال)، جناب ڈاکٹر

(وصال: ۱۷؍جنوری ۲۰۱۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خانیوال کے معاون ڈاکٹر محمد سرور علی راؤ اجلی سیرت کے مالک تھے۔ تبلیغی جماعت سے وابستہ اور ختم نبوت کے کاز سے بہت پیار کرتے تھے۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں عوام الناس، سیاسی زعماء، علماء کرام اور طلباء عظام شریک تھے۔

(۱۹۱۹) محمد سرور (لاہور)، شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی

(وصال: ۱۵؍مئی ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا صوفی محمد سرور مشرقی پنجاب سے تعلق رکھتے تھے۔ ہمارے مخدوم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق امیر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی سے آپ کی عزیزداری بھی تھی۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے سینکڑوں شاگردوں میں سے چار شاگرد ایسے تھے۔ جنہوں نے نہ صرف ملک گیر شہرت حاصل کی بلکہ اپنے اپنے دائرہ کار کے امام تسلیم کئے گئے۔ تقسیم ملک سے قبل حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری ہر دو حضرات حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے نہ صرف شاگرد رشید تھے۔ بلکہ ان دونوں حضرات کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ فراغت کے بعد اپنی مادر علمی خیرالمدارس جالندھر میں اپنے استاذ کی سرپرستی میں پڑھاتے بھی رہے۔ آگے چل کر ختم نبوت کے محاذ پر قدرت نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری سے مثالی کام لیا اور شعبہ تدریس میں یہی اعزاز حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری کو نصیب ہوا۔ تقسیم کے بعد مولانا خیر محمد جالندھری کے جن دو شاگردوں نے یہ اعزاز برقرار رکھا۔ ان میں ایک شیخ الحدیث مولانا شیخ نذیر احمد اور دوسرے شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور ہر دو حضرات، حضرت مولانا خیر محمد کے نہ صرف شاگرد تھے۔ بلکہ دونوں حضرات کو پہلے حضرات کی طرح یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ فراغت کے بعد اپنے مادر علمی خیرالمدارس ملتان میں اپنے گرامی قدر استاذ محترم کی زیرسرپرستی تدریس کا موقع ملا۔ ان چار نقوش کہنہ میں سے آخری فرد مولانا صوفی محمد سرور تھے۔ اب وہ بھی اللہ رب العزت کے حضور چل دیئے۔

مولانا صوفی محمد سرور جس زمانہ میں خیر المدارس پڑھاتے تھے۔ اس زمانہ میں ملتان میں حضرت تھانوی کے خلیفہ اجل الحاج محمد شریف تربیت وسلوک کے حوالہ سے بڑا نام رکھتے تھے۔ حضرت صوفی محمد سرور نے ان سے بیعت کا شرف حاصل کیا اور انہیں سے ہی تصوف وسلوک کی منزلیں طے کر کے مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔ خیر المدارس میں تدریس کے دوران اپنے ہم عصر حضرت مولانا نذیر احمد کا ساتھ نصیب رہا۔ اس کے بعد آپ دارالعلوم کبیر والا میں تشریف لائے تو حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی ایسے اپنے ساتھی کی صحبت نصیب رہی۔ اس زمانہ کے صوفی صاحب کے بیسیوں ایسے شاگرد ہوں گے جو اس وقت شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز ہیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا صوفی محمد سرور جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لائے۔ جامعہ اشرفیہ ایسے وقیع ادارے میں آپ اس وقت شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ مولانا صوفی محمد سرور جہاں ایک نامور، کہنہ مشق ہر دلعزیز استاذ اور کامیاب مدرس تھے۔ وہاں آپ نے تصوف کی دنیا میں بھی وہ کارہائے نمایاں اور مخلوق کو خالق سے جوڑنے کا وہ سنہری ریکارڈ قائم کیا کہ اس پر ان کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ مولانا صوفی محمد سرور سے خواص بالخصوص حضرات علماء کرام ومفتیان عظام نے تصوف کے مدارج طے کئے۔ اس وقت حضرت تھانوی کے طرز پر اصلاح اور نظام تصوف کو ترویج دینے میں صوفی صاحب گنے چنے افراد میں شامل تھے۔ جن پر تصوف کو بھی اعتماد تھا۔ مولانا صوفی محمد سرور کے وصال سے دنیا ایک عالم ربانی، مصلح امت، نامور شیخ الحدیث سے محروم ہوگئی۔

(۱۹۲۰) محمد سعید (پسرور)، جناب مولوی

(ولادت: ۲۳/اکتوبر ۱۹۱۱ء ...... وصال: ۸/ستمبر ۱۹۹۰ء)

جناب مولوی محمد سعید صاحب کلاس والا پسرور ضلع سیالکوٹ میں جناب بابو محمد قاسم کے ہاں پیدا ہوئے۔ ممتاز صحافی اردو، انگریزی ادیب اور تحریک احرار کے سرگرم رکن تھے۔ پہلے دہلی پھر کراچی ولاہور مختلف انگلش اخبارات دی ڈان، دی پاکستان ٹائمز وغیرہ میں عرصہ تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی وفات اور تدفین اسلام آباد کے مرکزی قبرستان میں ہوئی۔ آپ نے اپنی سرگزشت ''آہنگ بازگشت'' کے نام پر تحریر کی جو اردو ادب میں بلاشبہ ایک وقیع آپ بیتی کا مقام رکھتی ہے۔ اس کے چار اقتباسات ملاحظہ ہوں:

دہلی کا قادیانی جلسہ

''دلّی کے ریلوے اسٹیشن کے سامنے جو وسیع چمنستان تھا اس میں عموماً مذہبی اور سیاسی جلسے ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے دو ایسے ہیں جو میری یادداشت میں محفوظ رہ گئے ہیں۔ ایک میں مرزا بشیر الدین محمود مدعو تھے۔ اور دوسرے میں مولانا ابوالکلام آزاد۔

مرزا صاحب کا جلسہ حسب معمول ہڑبونگ کی نذر ہوگیا۔ ایک وسیع پنڈال میں جب داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ مرزا صاحب اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے اور پنڈال کے دروازے کے قریب کچھ ایسے لوگوں کا ہجوم ہے جو شکل وصورت سے دینی مدارس کے طلباء نظر آتے ہیں۔ ان کے تیور بتلا رہے تھے کہ وہ جلسے کو بخیریت انجام پذیر نہیں ہونے دیں گے۔ ایک خاصی تعداد ہاکیوں اور لاٹھیوں سے مسلح پنجابی نوجوانوں کی بھی موجود تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان میں اکثر دلّی میں تازہ وارد تھے۔

تلاوت کلام پاک سے جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ سورہ بنی اسرائیل کا مشہور رکوع تلاوت کیا گیا جس میں مقام محمود کا ذکر ہے۔ قاری خوش الحان ضرور تھے لیکن یہاں تک پہنچتے پہنچتے وہ اعراب کی غلطی کر گئے۔ طلباء کے ہجوم سے معاً شور اٹھا ''غلط

پڑھتا ہے، بند کرو‘‘۔ اسٹیج کے مہتمم نے پہلے تو قاری صاحب کی مدافعت میں کچھ کہنا چاہا لیکن جب شور زیادہ بڑھا تو اعتراف کر لیا کہ واقعی غلطی سرزد ہو گئی ہے۔

مرزا صاحب نے تقریر شروع کی تو قدرے سکون ہو چکا تھا۔ وہ اپنا ایک خواب بیان کر رہے تھے کہ میں (مؤلف) جلسے کو چھوڑ کر ریلوے اسٹیشن پر ایک ضروری کام کے سلسلے میں چلا گیا۔ وہاں سے لوٹ رہا تھا کہ محسوس ہوا کہ جلسہ جیسے اکھڑ چکا ہو۔ رضا کار لاٹھیاں لئے گھوم رہے تھے۔ کچھ خشت باری ہو رہی تھی۔ اور کچھ نعرے بازی۔ میں نے قدم تیز کر دیئے۔ دیکھا کہ سامنے سے سید نیازی چلے آرہے ہیں۔ پوچھنے لگے کہاں جا رہے ہو، میں نے کہا کہ جلسے میں۔ کہنے لگے ’’یہیں رک جاؤ، مفت میں پٹو گے......‘‘ میں نے تنبیہ کی زیادہ پرواہ نہیں کی اس لئے کہ میری بیوی اپنی احمدی پڑوسنوں کے ساتھ اس ہنگامے میں محصور تھی۔ قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ رضا کار خواتین کو علاقہ وار پارٹیوں میں تقسیم کر کے گھروں کو بھیج رہے ہیں۔ رضا کاروں سے مجھے اطلاع مل گئی کہ قرول باغ کی خواتین بخیریت جا چکی ہیں۔

مرزا صاحب کو میں نے دس بارہ برس قبل لاہور کے احمدیہ ہوسٹل میں تقریر کرتے ہوئے بھی سنا تھا۔ میرا اس وقت بھی تأثر یہی تھا کہ ان میں عالم دین کی فروتنی سے زیادہ وابستگان دربار کی خودنمائی تھی۔ زبان میں ایک خاص طرح کی روانی تھی۔‘‘

(آہنگ بازگشت ص۲۲۱،۲۲۲)

قادیانی تو نہیں؟

۲...... جناب سعید احمد صاحب نے خودنوشت آپ بیتی ’’آہنگ بازگشت‘‘ کے ص۲۲۶ پر ڈان دہلی کے نائب مدیر جناب الطاف حسین صاحب کے متعلق تحریر کیا: ’’میں جنرل ہیڈ کوارٹرز کے شب و روز سے اتنا اکتا گیا تھا کہ والد صاحب کو خط لکھا کہ دلّی آ کے پچھتا رہا ہوں۔ اس کے جواب میں ان کی جانب سے بزرگانہ نصیحت آئی کہ خداوند تعالیٰ کی اپنی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ انسان کو ناشکری کے کلمات منہ سے نہیں نکالنا چاہئیں۔ نہ معلوم دلّی کتنی بابرکت ثابت ہو۔ اسی پریشانی میں تھا کہ ایک روز ایک دوست کے یہاں ’’ڈان‘‘ کے نائب مدیر جواں سال عزیز بیگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا دوبارہ صحافت میں کیوں نہیں آجاتے؟ دو چار دن کے بعد دفتر سے اٹھا تو گھر جانے کے بجائے سیدھا دریا گنج ’’منشور‘‘ کے دفتر پہنچا۔ ریاض الحسن صاحب سے ملا اور ملازمت کے لئے درخواست کی۔ انہوں نے معذوری ظاہر کر دی۔ ذرا آگے آگرہ ہوٹل تھا جہاں الطاف حسین صاحب (کلکتے سے تازہ وارد) ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ کمبل اوڑھے لیٹے ہیں اور کانپ رہے ہیں۔ ملیریا کا حملہ ہو رہا تھا۔ کہنے لگے ’’کہئے کیسے آنا ہوا۔‘‘ میں نے کہا ’’ایسے عالم میں کیا عرض کیا جائے۔‘‘ کہا: کوئی حرج نہیں یہ تو ہر روز کا مشغلہ ہے۔‘‘

میں نے ملاقات کا مدعا بیان کیا۔ پوچھا: ’’کہیں انگریزی اخبار میں کام کیا ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’انگریزی اخبار مسلمانوں کے پاس تھے ہی کہاں کہ جہاں کام کرتے؟ اردو اخبار تھے، ان میں ضرور کام کیا ہے۔‘‘ کہنے لگے ’’اچھا کل دفتر میں ملئے۔‘‘ میں چلنے لگا تو کہا، ایک سوال اور پوچھوں؟ میں نے کہا فرمائیے، کہا ’’آپ قادیانی تو نہیں؟‘‘ میں نے عرض کیا ’’جی نہیں۔ کہنے لگے ’’میرے والد انہیں ناپسند کرتے تھے۔‘‘

احرار اور قادیانیت

۳...... موصوف لکھتے ہیں: احرار کی سیاست اگرچہ بڑے نشیب وفراز سے گزرتی رہی تھی تاہم وہ ایک بات میں بڑے ثابت قدم رہے اور وہ ان کی قادیان دشمنی تھی۔ انہیں جس شہر اور جس اسٹیج پر موقع ملا۔ انہوں نے اس دشمنی کا اظہار بھرپور انداز میں کیا۔ پاکستان بننے کے بعد ایسا دکھائی دیا کہ سیاسی اسٹیج پر سے ہمیشہ کے لئے اتر گئے ہیں۔

ایک رات دفتر میں آ کے بیٹھا ہی تھا کہ معلوم ہوا سید عطاء اللہ بخاری آرام باغ (کراچی) میں تقریر کرنے والے ہیں۔ اخبار کو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے لئے دوسروں کے سپرد کر کے آرام باغ چلا گیا۔ شاہ صاحب کو سنے ہوئے مدت ہوئی تھی اور پاکستان بننے کے بعد سے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ تقریر شروع ہوئی تو وہی اعتماد، وہی خوش الحانی اور جوش گفتاری۔ میں بھاگا شاید احرار کی نشاط الثانیہ کا اعلان ہوگا۔ اس کے بجائے شاہ صاحب نے اپنے معترضین کو یہ اعلان کر کے دم بخود کر دیا کہ جس سرکار کے تم گن گاتے ہو وہاں تک اوروں کی بھی پہنچ ہے اور یہی نہیں بلکہ ان کے گوش گزار دیا گیا ہے کہ اگر تم غافل رہے تو تمہارا حشر حسنی زعیم کا سا ہوگا۔ تقریر ہر اس خوبی سے مزین تھی کہ جو کسی بڑے خطاب کا طرۂ امتیاز معلوم ہوتی ہے۔ معلوم ہو رہا تھا کہ شاہ صاحب حکمرانوں کے نزدیک نہ صرف یہ کہ معتوب نہیں رہے تھے بلکہ ان کی عدیم المثال خطابت سے فائدہ اٹھانے کی بھی کوشش کی جائے گی۔ تقریر کا معتدبہ حصہ مرزائیت کے خلاف تھا۔

میں تقریر کے دوران ہی دفتر چلا آیا اور اس کے ساتھ ہی وہ ربع صدی اختتام کو پہنچی جس میں نطق کی سحر کاری کو ہزار جلووں میں دیکھا۔'' (آہنگ بازگشت ص۳۴۶، ۳۴۷)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

۴...... موصوف لکھتے ہیں: ''اس کے تھوڑے عرصے بعد ناظم الدین وزارت عظمیٰ کی مسند پر بیٹھے تو قادیانیوں کے خلاف تحریک نے زور پکڑا۔ پنجاب کا مسلمان اگرچہ تاویل کے پھندے میں بڑی آسانی سے پھنستا ہے اور اقبال کو اس بات کا عمر بھر گلہ رہا۔ تاہم اس کی طبع سلیم قادیانیت کے خلاف پہلے ہی دن سے مصروف عمل رہی ہے۔ ایک مسلسل کوشش ہوتی رہی ہے کہ کسی طور اس کے مضمرات سے عامۃ الناس کو آگاہ رکھا جائے۔ ابتداء میں جب بعض سادہ لوح لوگوں نے اسے آریاؤں اور عیسائیوں کی پیہم یورشوں کے خلاف احیائے دین کی کوششوں کا ایک حصہ سمجھا، اس وقت بھی وہ علماء جو دین کی روح سے شناسا تھے اس کے خلاف برسرپیکار تھے۔ مناظروں کی دنیا میں جہاں علم سے زیادہ پھبتی اور تحقیق سے زیادہ حاضر جوابی سے لطف اٹھایا جاتا ہے، قادیانیت کا بڑا چرچا رہا لیکن جب اقبال نے اس کے سیاسی اور نفسیاتی محرکات کا جائزہ لیا تو یہ مسئلہ علماء کے محدود دینی حلقوں سے نکل کر سیاست اور علم حاضر کے وسیع ایوانوں میں پہنچ گیا۔'' (آہنگ بازگشت ص۳۴۷)

(۱۹۲۱) محمد سعید جالندھری (میاں چنوں)، جناب حاجی

(وفات: ۲۶/اپریل ۲۰۲۱ء)

جناب حاجی محمد سعید جالندھری مجلس تحفظ ختم نبوت کے معاون خاص، مشن ختم نبوت کے داعی تھے۔ آپ بہت ہی نیک

سیرت کے مالک تھے۔ دین دار لوگوں سے بے پناہ عقیدت تھی۔ تمام دینی اداروں کے معاون تھے۔ جنازہ میں سیاسی سماجی شخصیات کے علاوہ علماء طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ ان نماز جنازہ آپ بھتیجے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میاں چنوں کے امیر مولانا فیصل عمران اشرفی کی اقتدا میں ادا کی گئی۔

(۱۹۲۲) محمد سعید (حیدرآباد)، جناب الحاج

(وفات: ۴؍ستمبر ۱۹۶۹ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے صدر، ریٹائرڈ ایس. پی خوبیوں اور نیکیوں کا چلتا پھرتا مرقع تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل وجان سے دن رات ایک کر دیتے تھے۔ ان کے وصال کے بعد مجلس کے امیر مولانا عبدالحق بنائے گئے۔

(۱۹۲۳) محمد سعید سراجی (رحیم یارخان)، صاحبزادہ مولانا پیر

(وفات: ۱۶؍نومبر ۲۰۱۷ء)

صاحبزادہ مولانا محمد سعید سراجی خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے سابق سجادہ نشین مولانا محمد اسماعیل سراجی کے فرزندارجمند تھے۔ جامعہ قادریہ رحیم یارخان کے بانیاں مولانا قاضی خلیل احمد انگوی فاضل دیوبند سے موقوف علیہ تک کتب پڑھیں۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ بعدازاں چالیس سال تک جامعہ قادریہ رحیم یارخان میں تدریس کی۔ آپ رحیم یارخان میں ہونے والے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام پروگراموں میں شریک ہوتے اور اپنے شاگردوں کو بھی ترغیب دیتے۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۱۹۲۴) محمد سعید قریشی جبلہ، مولانا

شاہی مسجد کہروڑپکا کے خطیب، نامور مذہبی رہنما، ہردلعزیز شخصیت، خطابت، امامت اور تعلیم وتعلم کے ذریعہ اسلامیان کہروڑپکا کی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حق کے داعی، عزم ووقار کا پہاڑ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرانبار خدمات سرانجام دیں۔ قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ کا نام نورالحق قریشی ایڈووکیٹ تھا جو جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ بنات الاسلام کے نام پر ان کا قائم کردہ مدرسہ ان کی اولاد چلارہی ہے۔

(۱۹۲۵) محمد سعید مدراسی ثم حیدرآبادی، مولانا مفتی

(ولادت: ۴؍جمادی الاخری ۱۲۴۷ھ ...... وفات: ۱۱؍شعبان ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء)

مولانا مفتی محمد سعید بن مولانا صبغت اللہ محمد غوث شافعی مدراسی ثم حیدرآبادی بڑے علماء میں سے ایک ہیں۔ والد گرامی سے فن فقہ اور حدیث پڑھی۔ شیخ محمد مظہر بن احمد سعید عمری دہلوی مہاجر سے اجازت حاصل کی۔ ۱۲۸۶ھ میں حیدرآباد دکن میں منتقل ہوئے تو حکومت نے آپ کو ارکان عدلیہ میں شامل کرلیا۔ ایک مدت کے بعد محکمہ عالیہ کے شعبہ افتاء کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ کتابوں کے جمع کرنے کے حریص تھے۔ آپ نے بہت سی کتب عربی، فارسی اور اردو میں تصنیف کیں۔ فتنہ قادیانیت کی تردید میں مولانا قاضی

عبیداللہ کے فتویٰ بنام ’’تکفیر منکر عروج جسمی ونزول عیسیٰ علیہ السلام‘‘ میں صورت مسئولہ پر جواب تحریر کیا جو کہ درج ذیل ہے۔

’’باعث تحریر اس مقال موجب تفصیل ایں اجمال آنکہ شخصے قادیانی ازنواحی پنجاب خروج کردہ عوام کالانعام رادردام ضلالت انداختہ وخودرامثیل حضرت عیسیٰ بلکہ مسیح موعودشمردہ دعوت نبوت ورسالت می دارد کہ مرسل خداوند تعالیٰ ام واشارہ آیت: ’’ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ بطرف خوداست، ومصداق آیت: ’’ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (الصف:۹)‘‘ خودرامی پندارومیگوید کہ برخودالہام شدہ کہ:’’انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل‘‘ حالانکہ وبالحق آہ آیت قرآن مجیداست کہ مرجع آن بسوی قرآن است نہ درشان ایں خبیث۔ بلکہ عبارت بالائی مہمل باآں منضم ساختہ وچوں آنحضرت ﷺ بنص قطعی خاتم النّبیین بودند ولا نبی بعدہ دراحادیث واقع شدہ، وہم نزول فرشتہ واظہار معجزات وغیرہ۔ اموراز لوازم رسالت بودہ است۔ ونیز عیسیٰ علیہ السلام ابرص واکمہ راتندرست می ساخت، واحیای مردگان می کرد کہ بنص صریح ثابت است۔ وخدائی تعالیٰ اورابلائی آسمان زندہ بردودرآخرزمان برمنارۂ جامع دمشق نزول خواہد کرد، وخروج دجال وقتل اودجال را، وامامت مہدی واقتدائ عیسیٰ علیہ السلام، وغیرذالک امورکہ بااحادیث متواترہ بہ ثبوت پیوستہ وعلمائے امت برآں اتفاق کردہ اندایں ہمہ امورقادح نبوت او بودہ اندپس چارۂ ندید بجز انکارایں ہمہ امورصریحہ قاطعہ ازاں کہ ختم نبوت بہ آنحضرت ﷺ شدہ وہیچک معجزہ مثل مسیح ازوبظہور نہ پیوستہ ونہ طاقت آں می دارد، ونہ دجال خروج کردہ است کہ جنگ ازوواقع شود، ونہ اوازمسجد دمشق فرودشدہ وہم احادیث یکہ اہل سنت برآں استناد وحجت می آرندآں رابمعانی غلط ودروغ برائی نمایش جہلاء برداختہ وآیاتے را کہ درحق عیسیٰ علیہ السلام دارند:’’وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (النساء:۱۵۹)‘‘

’’وما قتلوہ وما صلبوہ ولٰکن شبہ لھم (النساء:۱۵۸)‘‘

’’یٰعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران:۵۵)‘‘ وغیرذالک بہ تفسیر وتعبیر دروغ وکذب می پروارد کہ مخالف اقوال سلف است کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم اندومی گوید روحش پروازگشتہ وجسدش درزیرزمین مدفون گشتہ وایں بعینہٖ اعتقاد یہود وفرقۃ النصاریٰ بودہ پس کسیکہ اینچنین اعتقاد دارو پیش علمائی حقانی کافرومرتداست وحکم ارتداد بروجاری می شودوآں کہ خودرامثیل مسیح میثمر وبیشک اومثیل مسیح الدجال است کہ مخبر صادق باآں خبردادہ، کما رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال:’’لاتقوم الساعۃ حتّی تبعث دجالون کذابون قریباً من ثلاثین، کلھم یزعم انہ رسول اللّٰہ‘‘ (مسلم ج۲ص۳۹۷، کتاب الفتن)

پس برحکام اسلام ومسلمین وقضاۃ ومفتیین لازم است کہ بدفع ایں شریر پردازندوآیۂ فیض پیراہ:’’ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق‘‘ (البروج) رانصب العین داشتہ فتنہ عظیم ایں کس رادرمیان اہل اسلام انداختہ است دورسازند، واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب!

کتبہ: محمد سعید

مفتی مجلس عدالت عالیہ حیدرآباد، دکن، کان اللّٰہ لہ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۲۷۳)

(۱۹۲۶) محمد سعید واڈا، جناب

جناب محمد سعید واڈا نے کلکتہ سے ’’قادیانی موومنٹ‘‘ نامی انگریزی میں کتابچہ تحریر کیا جسے پاکستان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھی شائع کیا۔

(۱۹۲۷) محمد سفیان انور (شیفیلڈ برطانیہ)، جناب حافظ

(وفات: ۳؍مارچ ۲۰۲۰ء)

حافظ محمد سفیان انور شیفیلڈ (برطانیہ) میں خانوادۂ بنوری کے چشم و چراغ، علماء و مشائخ کے محبوب اور خادم ختم نبوت تھے۔ آپ مفتی احمد الرحمٰن نور اللہ مرقدہ کے نواسے اور حضرت مولانا عبید الرحمٰن کے پوتے ہیں۔ برمنگھم میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں میں بھرپور حصہ لیتے، ختم نبوت کے کام میں دیوانگی اور عقیدے کی بے مثال پختگی تھی۔ علماء کرام کی خدمت اس کی زندگی کا حصہ تھی، پاکستان میں سینکڑوں علماء کرام اس کے گرویدہ تھے، برطانیہ میں جو علماء کرام جاتے، ہمہ وقت ان کی ہر طرح سے خدمت میں مصروف رہتے۔ اپنی حیات مستعار کی صرف ۳۶ بہاریں دیکھ کر دار فانی سے رخصت ہوئے۔
(صاحبزادہ عزیز الرحمٰن رحمانی)

(۱۹۲۸) محمد سلطان نظامی (لاہور)، جناب

آپ کا ردقادیانیت پر ایک رسالہ: ’’کذاب نبی‘‘ ہے۔ یہ رسالہ اوّلاً ۱۹۷۵ء میں شائع ہوا۔ پینتیس سال بعد اسے دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شائع کرنے پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتے ہیں۔ اس رسالہ کا مکمل نام ’’کذاب نبی، قرآن وحدیث اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ، الہامات اور پیش گوئی کی روشنی میں‘‘ ہے۔ شرکت ادبیہ پنجاب شاہی محلّہ لاہور نے ابتداء میں اسے شائع کیا تھا۔

(۱۹۲۹) محمد سلیم جان (ڈیرہ اسماعیل خان)، جناب

(وفات: ۵؍مئی ۲۰۲۰ء)

ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک مجاہد ختم نبوت اور مشہور شخصیت (جسٹس ریٹائرڈ) سلیم جان خان ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور مجاہد ختم نبوت تھے۔ جب بھی آپ ﷺ کا ذکر ہوتا تو آبدیدہ ہوجاتے تھے۔ حضرت امیر شریعت کے دیوانے تھے، مجلس احرار اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کے ساتھ ان کا خصوصی قلبی تعلق تھا۔ ختم نبوت کی ہر تحریک میں پیش پیش اور اکابرین علماء ڈیرہ کے شانہ بشانہ ہوتے تھے۔ اب بھی ڈیرہ میں قادیانیت کا لٹریچر تقسیم کرتے ہوئے گرفتار ہونے والے قادیانی کے کیس میں ختم نبوت کی طرف سے سینئر وکیل تھے اور اس میں بڑے پرعزم تھے۔ آخری وقت تک ان کی زبان پر عقیدہ ختم نبوت کے لئے قانونی جنگ لڑنے کا عزم واظہار تھا۔ وفات سے چند روز پہلے حضرت مولانا اللہ وسایا کی خدمات کو سراہتے ہوئے ساتھیوں کو ان کے لئے سلام ومبارک باد کا

پیغام دیا۔ آخری دنوں میں (بحالت صحت) ہمارے ساتھیوں کے ساتھ ملاقات میں ایک عجیب ایمانی وجد وجذبات کی کیفیت ہوتی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ ان کے اس اندوہناک غم میں برابر کی شریک ہے اور اپنے لئے ان کی رحلت کو ایک بہترین قانونی ماہر اور مخلص ومشفق سرپرست سے محرومی کا باعث سمجھتی ہے۔ (قاری محمد طارق ڈیروی)

(۱۹۳۰) محمد سلیم خان کھتران، جناب الحاج

(وصال: ۱۰ر ستمبر ۲۰۱۹ء)

ہمارے بزرگوں کے محبت ومخلص الحاج محمد قاسم خان کھتران مرحوم کے بڑے صاحبزادہ الحاج سلیم خان ڈیرہ غازیخان میں وصال فرماگئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی امامت میں جنازہ ادا کیا گیا۔

(۱۹۳۱) محمد سلیم رحیمی (ٹبہ سلطان پور)، جناب قاری

(وصال: ۱۲ر دسمبر ۲۰۱۸ء)

آپ مدرسہ رحیمیہ اشاعت القرآن ٹبہ سلطان پور کے مہتمم تھے۔ مرحوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کا دل وجان سے احترام کرتے تھے۔

(۱۹۳۲) محمد سلیم ساقی، جناب

لاہور کے جناب محمد سلیم ساقی تھے جو مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی کے عزیز تھے۔ انہوں نے ’’مرزا قادیانی کا پوسٹ مارٹم‘‘ اور ’’مرزا طاہر قادیانی ودیگر منافقین ومرتدین وزندیقین عالم (مرزائی) کے چیلنج کو چیلنج‘‘ کے نام سے قادیانیوں کے خلاف دو کتابچے تحریر فرمائے۔

(۱۹۳۳) محمد سلیم نقشبندی مجددی، مولانا پیر

(پیدائش: ۱۹ر اگست ۱۹۲۹ء)

فیصل آباد کے گاؤں RB | 196 کے ایک گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد میں حاصل کی۔ وزیرآباد مولانا عبدالغفور ہزاروی، ملتان حضرت مولانا سعید احمد کاظمی سے بھی اکتساب فیض کیا۔ علی پور سیداں کے متوسلین میں سے تھے۔ فیصل آباد میں محکمہ اوقاف کے ڈسٹرکٹ خطیب تھے۔ جھال خانوآنہ کی مسجد کے خطیب تھے۔ بہت مرنجاں مرنج شخصیت تھی۔ عقیدۂ ختم نبوت پر دل وجان سے فداء اور اس کے مبلغ ومناد تھے۔

(۱۹۳۴) محمد سلیمان پھگلہ، مولانا

آپ مولانا محمد یعقوب فاضل فتح پوری کے ہاں ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ مولانا کریم عبداللہ کے ہمراہ مظاہر العلوم

سہارنپور میں جید علماء کرام سے فیض حاصل کیا۔ بعدازاں دارالعلوم دیو بند میں حضرت مدنی سے دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد وطن واپس آ کر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے دورۂ تفسیر بھی کیا۔ لاہور میں زندگی کا اکثر حصہ گزارا۔ جامع آسٹریلیا لاہور کے پہلے امام پھر خطیب بھی رہے۔ لاہور میں مجلس احرار سے اپنا تعلق قائم کیا اور بڑی جواں مردی سے تحفظ ختم نبوت میں کردار ادا کیا۔

(۱۹۳۵) محمد سلمان منصور پوری، مولانا قاضی

(پیدائش ۱۸۶۸ء ...... وفات: ۳۰رمئی ۱۹۳۰ء)

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کا مختصر شجرہ نسب یہ ہے: محمد سلیمان بن احمد شاہ بن معزالدین بن باقی باللہ......!

بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے خاندان کے ایک بزرگ کا نام پیر محمد تھا۔ وہ عہد مغلیہ میں دہلی کے منصب قضا پر فائز تھے اور منصب کی رو سے انہیں قاضی کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد خاندان کے ہر فرد کو قاضی کہا جانے لگا اور یہ خاندان ''قاضی خاندان'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ آگے چل کر ان کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ علوی ہوئے۔ لیکن آپ نے اپنے نام کے ساتھ کبھی ''علوی'' نہیں لکھا۔

قاضی محمد سلیمان کے پردادا قاضی باقی باللہ ضلع فیروز پور (موجودہ ضلع فرید کوٹ مشرقی پنجاب) کے ایک چھوٹے سے گاؤں بڈھیمال میں اقامت گزیں تھے اور تیرھویں صدی ہجری کے معروف عالم و عابد حضرت غلام علی شاہ مجددی دہلوی کے حلقۂ بیعت میں شامل تھے۔ ان کے حکم کے مطابق انہوں نے بڈھیمال کی سکونت ترک کر کے منصور پور کو تبلیغ دین کا مرکز بنایا اور اس کے نواح میں وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا۔

قاضی باقی باللہ اپنے علاقے اور عہد کے ممتاز عالم دین اور تقویٰ شعار بزرگ تھے۔ ان کے اتقا اور تدین کے متعلق پرانے لوگوں اور ان کے خاندان میں بہت سی عجیب وغریب باتیں مشہور ہیں جن کے تذکرے کی یہاں گنجائش نہیں۔

منصور پور جسے قاضی باقی باللہ نے اپنا مرکز تبلیغ قرار دیا، سابق ریاست پٹیالہ (موجودہ ضلع پٹیالہ) کا ایک پرانا تاریخی قصبہ ہے جو ہندوستان کی تغلق حکومت کے دور سے آباد ہے اور انبالہ بھٹنڈا ریلوے لائن پر پٹیالہ سے بتیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قاضی باقی باللہ کے بیٹے قاضی معزالدین بھی باپ کے ساتھ تبلیغ دین میں مشغول رہے۔ وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسب معاش کا ذریعہ کھیتی باڑی تھا۔ لوگوں کو فی سبیل اللہ قرآن مجید اور علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے حدود اثر کا دائرہ منصور پور سے باہر نکل کر قرب وجوار کے قصبات ودیہات تک پھیل چکا تھا۔ لوگ دور دور سے احکام شرعیہ سیکھنے اور اوامر ونواہی سے باخبر ہونے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے والد گرامی قاضی احمد شاہ جو ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے باپ دادا کی طرح علم وعمل اور تقویٰ وصالحیت کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ باعمل عالم، تہجد گزار اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ دو حج کئے۔ پہلا حج ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء) میں کیا۔ دوسرا حج ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۷ء) میں۔

قاضی احمد شاہ ۲۸ محرم ۱۳۲۸ھ (۱۹ر فروری ۱۹۱۰ء) کو پٹیالہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن گئے گئے۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری ۱۸۶۷ء (۱۲۸۴ھ) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ والد کی طرح والدہ بھی نہایت صالحہ اور عبادت گزار خاتون

تھیں۔ اپنے بیٹوں کو وضو کر کے دودھ پلایا کرتی تھیں۔ قاضی صاحب نے قرآن مجید اور اس دور کی مروجہ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی قاضی احمد شاہ سے حاصل کی۔ باقی علوم اس دور کے مختلف اہل علم سے پڑھے۔ جن میں موضع کوم (ضلع لدھیانہ) کے ایک عالم دین مولانا عبدالعزیز کوموی کا نام نامی بھی شامل ہے۔

۱۸۸۴ء میں قاضی صاحب نے مہندرا کالج (پٹیالہ) کی طرف سے پنجاب یونیورسٹی میں منشی فاضل کا امتحان دیا اور یونیورسٹی میں اوّل آئے۔ یہ سرکاری طور پر فارسی کی اعلیٰ تعلیم کا امتحان تھا۔ قاضی صاحب کی عمر اس وقت سترہ برس تھی۔ اس عمر میں وہ علوم عربیہ دینیہ اور فارسی کی اعلیٰ مروجہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے۔ سرکاری ملازمت کے دائرے میں آنے کی عمر قانونی لحاظ سے کم از کم اٹھارہ سال تھی۔ لیکن قاضی صاحب اس سے چھ مہینے کم یعنی ساڑھے سترہ برس کی عمر میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ ان کی ملازمت کا آغاز ریاست پٹیالہ کے محکمہ تعلیم کے سپرنٹنڈنٹ کے طور پر ہوا تھا اور وہ اس وقت ریاست کے تمام اہلکاروں سے کم عمر تھے۔ یہ ۱۸۸۵ء کی بات ہے۔

کم وبیش پندرہ سال وہ ریاست کے محکمہ تعلیم میں خدمت انجام دیتے رہے۔ ان کے حسن کار اور طریق عمل کے نہ صرف محکمہ تعلیم کے چھوٹے بڑے منصب دار مداح تھے۔ بلکہ دیگر سرکاری محکموں سے تعلق رکھنے والے اہلکار بھی ان کی کارکردگی کو سراہتے اور اپنی مجلسوں میں بطور مثال اس کا ذکر کرتے تھے۔

بعد ازاں محکمہ تعلیم سے قاضی صاحب کو عدلیہ کے محکمے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد قاضی صاحب تمام عمر عدلیہ میں رہے اور تھوڑے عرصے میں اتنی ترقی کی کہ ریاست پٹیالہ کے سیشن جج بنا دیئے گئے۔ ان نازک ترین محکمے میں ان کی زندگی کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ لیکن ان کی تفصیلات میں جانے کا یہ محل نہیں۔ سرکاری امور میں انتہائی مصروفیت کے باوصف قاضی صاحب نے علمی وتصنیفی سرگرمیاں ہمیشہ جاری رکھیں۔ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ وغیرہ متعدد اہم عنوانات پر انہوں نے جس اسلوب میں اظہار خیال فرمایا۔ وہ اچھوتا اور منفرد نوعیت کا ہے۔ عیسائیت اور مرزائیت کے مختلف پہلوؤں کو بھی انہوں نے موضوع تحقیق بنایا اور اس موضوع پر لاجواب کتابیں لکھیں۔ ان میں سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر رحمۃ اللعالمین کو برصغیر پاک وہند میں خوب شہرت حاصل ہوئی۔

۱۹۳۰ء کو سفر حج سے واپسی پر بحری جہاز میں بیمار ہوئے۔ آہ! اس بحر ہستی میں خدا جانے کتنے جہاز ڈوبے اور ڈوبیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزی دور استبداد میں اپنی جھوٹی مسیحیت ونبوت کے جھوٹے دعویٰ کئے۔ مرزا قادیانی ملعون کی توضیح مرام، فتح اسلام اور ازالہ اوہام کے رد میں آپ نے اپنی گرانقدر کتاب ''غایت المرام'' تصنیف فرمائی۔ اس کے سات ابواب ہیں۔ جن کی تفصیل آپ فہرست میں ملاحظہ کریں گے۔

پوری کتاب انتہائی تہذیب ومتانت سے مرزا قادیانی کے دعاوی جدیدہ کے رد میں عالمانہ مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ شائع ہوئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے مقام اعزاز ہے کہ ایک سو گیارہ سال بعد اسے احتساب قادیانیت کی جلد۶ میں شائع کیا گیا۔ یہ کتاب مرزا قادیانی کے زمانہ حیات میں شائع ہوئی۔ اس کی اشاعت اوّل کے بعد سترہ سال تک مرزا قادیانی زندہ رہا۔ لیکن جواب دینے کی اسے جرأت نہ ہوئی۔ مصنف مرحوم نے یہ کتاب لکھ کر مرزا قادیانی کے کفر پر اتمام حجت کر دیا۔ الحمد للہ اولاً وآخراً!

تائید الاسلام

یہ کتاب ''تائید الاسلام'' دراصل پہلی کتاب غایت المرام کا حصہ دوم ہے۔ مرزا قادیانی ملعون نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں دجل وفریب سے تیس آیات قرآنی میں تحریف و تلبیس کر کے بزعم خود ان سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا چاہی۔ یہ کتاب دراصل انہیں تیس آیات قرآنی کے صحیح مفہوم ومعانی بیان کرنے اور مرزا قادیانی کے دجل وفریب کو تار تار کرنے کے مباحث پر مشتمل ہے۔ اسی ضمن میں بے شمار دیگر مفید وبرمحل مباحث بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۸ء میں مصنف مرحوم نے تحریر فرمائی اور اسی زمانہ میں شائع بھی ہوگئی۔ پہلے ایڈیشن کے ص ۱۱۶ پر آپ نے ایک پیش گوئی شائع فرمائی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: ''(بموجب حدیث شریف) حضرت مسیح علیہ السلام مقام روحاء میں آکر حج وعمرہ (احرام باندھیں گے اور نیت) کریں گے۔ میں (مصنف) نہایت جزم کے ساتھ بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا قادیانی کے نصیب میں نہیں۔ میری اس پیش گوئی کو سب صاحب یاد رکھیں۔'' (احتساب قادیانیت جلد ۶ ص ۲۶۹)

اس کتاب کے شائع ہونے کے دس سال بعد تک مرزا قادیانی (م ۱۹۰۸ء) زندہ رہا۔ لیکن مرزا قادیانی کو حج کرنا نصیب نہ ہوا۔ مرزا قادیانی مدعی مسیحیت ونبوت نے جتنی پیش گوئیاں جس زور سے پیش کیں۔ اس سے کہیں زیادہ طاقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا۔ اس کی ایک بھی پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔ لیکن اس کے مدمقابل حق تعالیٰ کی رحمت کے سہارے پر رحمت دوعالم ﷺ کے ایک امتی (قاضی سلمان صاحب) نے ایک پیش گوئی کی جو نہ صرف پوری ہوئی بلکہ مرزا قادیانی کے کذب پر مہر تصدیق ثبت کرگئی۔ یہاں ایک وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی طرف سے پیش کردہ وفات مسیح پر تیس آیات کے صحیح مفہوم اور مرزا قادیانی کے دجل وافتراء کو واضح کرتے ہوئے کتاب میں آیت نمبر ۲۸ کا جواب شائع نہ ہوسکا۔ غالباً کا پیاں جوڑتے ہوئے یا اشاعت دوم میں (جو ہمیں میسر آئی) یہ ہوا۔ فقیر نے نمبر ۲۸ کے جوابات لکھ کر اس میں شامل کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۹۸ء کی ہے۔ اب اسے ایک سو چار سال بعد شائع کرنا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے مقام شکر اور باعث افتخار ہے۔ الحمد للہ اولاً وآخراً!

آپ کی رد قادیانیت پر تیسری تصنیف ''مرزا قادیانی اور نبوت'' ہے۔ یہ تینوں یکجا اپریل ۲۰۰۲ء میں شائع کرنے کی سعادت عالمی مجلس کو حاصل ہوئی۔ اس پر علامہ خالد محمود صاحب نے تحریر فرمایا: ''مرزا غلام احمد قادیانی گو اپنی ذات میں اور اپنے علم میں کوئی بڑا آدمی نہ تھا لیکن انگریزی علمداری نے اسے اپنے وقت میں ہی اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا کہ اس کے مکروفریب کے پردے چاک کرنے کے لئے اس وقت کے بڑے بڑے آدمی ختم نبوت کے پرچم تلے آ جمع ہوئے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، ڈاکٹر سر محمد اقبال، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد علی مونگیری، حضرت مولانا کرم الدین دبیر، پروفیسر محمد الیاس برنی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ ان بڑے لوگوں کی فہرست میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری پٹیالوی (۱۳۴۲ھ) کا نام بھی محتاج تعارف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو قلب سلیم، عزم صمیم اور قلم مستقیم کی دولت دے رکھی تھی۔ اس کا شاہکار ''رحمۃ للعالمین ﷺ'' کسی صاحب علم سے مخفی نہیں ہے۔ آپ اسی عزم صمیم کے ساتھ قادیانیت کے مقابل صف آراء ہوئے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اس کی کتاب ازالہ اوہام کا جواب دو حصوں میں رقم فرمایا۔ اب ان کی ان خدمات پر ایک صدی پوری ہو رہی ہے۔ ضرورت تھی کہ ماضی کے یہ چھپے موتی پھر سے برسرعام لائے جائیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کی چھٹی جلد میں مولانا مرحوم اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی تالیفات کو شائع کر کے عصر حاضر کے مسلمانوں کو بھی ان علوم اور تحقیقات سے متمتع اور آشنا ہونے کا موقع دیا ہے جو پوری امت کے لئے ’’سرمہ بصیرت‘‘ ہے۔ جس کی اس دور میں بھی ضرورت تھی۔ راقم الحروف، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو اس عظیم علمی خدمت پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ یہ اس عظیم علمی خدمت کا اقرار ہے جس کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ہمیشہ بلا کسی مسلکی امتیاز کے ختم نبوت کے ہر مجاہد اور کارکن کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ میرا دل بے اختیار اس پر ہدیہ تحسین پیش کرتا ہے۔‘‘ (خالد محمود)

(۱۳۶) محمد سلیمان، جناب ملک

(وفات: ۱۲؍دسمبر ۱۹۹۱ء)

شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ سے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما پارٹی ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۵؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر آپ نے یہ تقریر کی:

جناب ملک محمد سلیمان کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

ملک محمد سلیمان: جناب چیئرمین! جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے۔ یہ ایک ۹۰ سالہ پرانا مسئلہ ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب انگریزوں نے یہ دیکھا کہ ہر قسم کی تکفیر کے باوجود جب نعرہ تکبیر بلند کیا جاتا ہے تو تمام مسلمان اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہ جذبۂ جہاد ہے جو انہیں اکٹھا کرتا ہے۔ چنانچہ انگریزوں نے ایک منصوبہ بنایا کہ کسی طریقہ سے مسلمانوں کے دل و دماغ سے جہاد کا جذبہ خارج کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے گورداسپور کی زرخیز زمین کو چنا۔ وہاں سے سیالکوٹ کے ایک مراقی اہلمد اور عرضی نویس کو محدث، مجدد، مسیح الموعود اور بالآخر نبی تسلیم کرانے کی کوشش کی۔ یہ ان کا منصوبہ تھا۔ وہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے جذبۂ جہاد نکالنا چاہتے تھے۔ یہ انگریزوں کی یکطرفہ کوشش نہ تھی۔ یہ کوشش ہوتی رہی کہ مسلمانوں کا زور جہاد ختم کیا جائے اور انگریز مستقل طور پر اس ملک پر قابض رہیں۔ چنانچہ انہوں نے نئی نبوت اور نئی امت بنائی۔ نئی امت کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ انگریز کو اپنا حاکم تصور کریں گے۔

مرزا کہاں مرا؟

جناب والا! چونکہ وقت تھوڑا ہے۔ لہٰذا میں مختصراً عرض کروں گا۔ جہاں تک مرزا غلام احمد کی نبوت کا تعلق ہے انہوں نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے بہت سی باتیں کہی ہیں وہ نبی بھی ہیں، مجدد بھی، مسیح الموعود بھی، اپنے آپ کو انہوں نے محدث بھی کہا، خدا کہا، مریم کہا، ابن مریم کہا، عیسیٰ اور موسیٰ کہا، خدا اور محمد کہا، خدا جانے کیا کچھ نہیں کہا۔ اپنی سچائی میں انہوں نے کہا کہ میرا نکاح محمدی بیگم، ایک معصوم بچی سے عرش معلیٰ پر ہوا تھا۔ لیکن ٹٹی میں مرتے دم تک ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔ اسی طرح یہ نبی جو انگریز کے نبی تھے، جو انگریزی نبی تھے، اس (کے پیروکاروں) نے، جب قسطنطنیہ اور بغداد پر قبضہ ہوا تو، یہاں قادیان میں چراغاں کرایا۔ یہ وہ طریقہ تھا جس سے انگریز ہندوستان پر قابض رہنا چاہتے تھے۔

اس کے علاوہ بھی ہندوستان میں انگریزوں نے اور بھی کارنامے کئے۔ چنانچہ جب تقسیم ملک کا وقت آیا تو اس وقت بھی

انگریز نے بہت سے حربے استعمال کئے۔ ہمارے بعض مولویوں کو جو اپنے آپ کو اسلام کا دعویدار کہتے ہیں، ان کو خریدا گیا اور جب پاکستان کی تقسیم کا سوال پیدا ہوا، جو کہ ایک عظیم جہاد تھا۔ جس میں برصغیر کے مسلمانوں نے قربانیاں دیں۔ انہوں نے جہاد کیا تھا کہ ہم ایک علیحدہ معاشرہ رکھتے ہیں اور اسلام اور قرآن کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کرنے کے لئے وطن چاہتے ہیں۔ اس وقت جو لوگ اس جہاد سے منکر ہوئے انہوں نے بھی انگریز کا ساتھ دیا۔ آج بھی ان میں سے بعض ہمارے سامنے بیٹھے ہیں۔ انگریز کے نبی کی یہ اس وقت تائید کرتے رہے۔ لیکن افسوس کہ وہ وقت جب پاکستان بنا تو ان لوگوں کو بھی پاکستان آنا پڑا اور گورداسپور کے دوسرے خطوں مثلاً تحصیل پٹھانکوٹ میں بھی انگریز نے بہت کچھ کیا۔ وہاں بھی نرم زبان کا جہاد اور جہاد بالقلم تھا، جہاد بالسیف نہیں تھا۔ عدم تشدد اور گاندھی کی پیروکاری کا سلسلہ چلتا رہا۔

احمدی نہیں قادیانی

یہ سب باتیں تفصیل کے ساتھ بیان کی جاچکی ہیں۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ جناب والا! ہمارے دوستوں نے مرزائیوں یعنی قادیانیوں کے لئے ''احمدی'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مفتی محمود صاحب نے بھی بار باران کو احمدی کہا ہے۔ ہمیں اس پر سخت اعتراض ہے۔ وہ احمدی نہیں ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہمیں احمد مصطفیٰ ﷺ سے نفرت سکھائی جاتی ہے۔ میں نے بار بار یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ احمدی ایشو نہیں ہے، یہ قادیانی ایشو ہے۔ کیونکہ مرزا (محمود قادیانی) نے کہا ہے کہ ہم غلبہ کے بعد پھر قادیان جائیں گے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ یہ صحیح پاکستانی بھی نہیں ہوئے۔ ان کا مقصد ایسا ہی ہے جیسا اسرائیل کا مقصد ہے۔ اسرائیلی بھی ایسا ہی کرتے تھے اور یہ دوبارہ کوئی نیا ملک بنانا چاہتے ہیں۔

جہاں تک ان کی آبادی کا تعلق ہے وہ اپنے قیاس کے مطابق کہتے ہیں کہ پاکستان میں ہماری آبادی چالیس لاکھ ہے اور پاکستان کے باہر ایک کروڑ کے قریب آبادی ہے۔ اگر ان کی فگرز کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے۔ جب ان کو کوئی ایسا خطہ زمین مل جائے گا جہاں وہ اپنی حکومت قائم کرسکیں اور جس طرح اسرائیل نے صیہونی نظام کو چلانے کے لئے تحریک شروع کی ہے۔ اس طرح یہ جو اپنے آپ کو نیا فرقہ، نئی جماعت اور نئے مذہب کے نام سے پکارتے ہیں، تو یہ شروع کریں۔ تو اس کے لئے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا قرآن حکیم اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم اسلام کے بعد کسی نئے مذہب کو تسلیم کریں۔ ہم اسے سرے سے کوئی مذہب تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ نہ ہمیں اس کی اجازت ہے کہ ہم اس کو نیا مذہب تسلیم کریں، یہ کوئی مذہب نہیں ہے۔ اگر ان کی ساری تنظیم کو دیکھا جائے تو تنظیم ہی جو خطرناک ہے، مذہب تو ان کا تعبیری ہے۔ کوئی مذہب نہیں ہے۔ تو تنظیم اس طرح کی ہے جس طرح صیہونیوں کی تنظیم ہے تو یہ تنظیم جو ہے یہ خطرناک ہے۔ چنانچہ انگریزوں نے پاکستان بننے سے پہلے ان کو مختلف محکموں میں بے پناہ اعلیٰ قسم کے عہدے دیئے اور آج بھی اس پاکستان گورنمنٹ میں تمام فنانس ڈیپارٹمنٹ، ایگریکلچرل ڈویلپمنٹ بینک اور فنانس کے دوسرے جتنے بھی ڈیپارٹمنٹس ہیں اور ہمارا فارن آفس اور فوج یہ تمام ان کی اکثریت سے بھرے پڑے ہیں اور وہ اس قدر متعصب ہیں کہ وہ کسی کو پھٹکنے نہیں دیتے، جو بھی جگہ نکلتی ہے اپنے ہی لوگوں کو رکھ لیتے ہیں تو اس لئے جہاں یہ کہا جارہا ہے کہ اس مذہب کو تسلیم کرو تو کیا یہ وہی بات نہیں ہے جس طرح عربوں کو کہا جائے کہ اسرائیل کو تسلیم کرو۔ تو ہمیں احتیاط کرنی چاہئے اور ہمیں کسی طرح سے

بھی ان کا مذہب تسلیم نہیں کرنا چاہئے۔ یہ ایک سیاسی جماعت ہے جو اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ ''تحریک جدید'' ان کی ایک کتاب ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک Separate (علیحدہ) جماعت ہیں۔ یہ ان کا عقیدہ ہے وہ لکھتے ہیں:

"You may ask why then we have organised ourselves into a separate Jamaat."

(آپ پوچھ سکتے ہیں کہ ہم نے ایک علیحدہ جماعت کے طور پر اپنے آپ کو کیوں منظّم کیا ہے؟)

یہ ''تحریک جدید'' ***A Tabshir publication under the guidance of Mirza Mubarak Ahmad. It has nothing to do with Islam.*** (مرزا مبارک کی راہنمائی میں تبشیر پبلی کیشنز نے چھاپی ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں)

جو انہوں نے بیعت نامہ اس میں صفحہ ۹۷ پر شائع کیا ہے۔ آپ اس کو پڑھیں۔ اس میں بھی ہیرا پھیری ہے۔ اس میں کہیں مرزا صاحب کا نام درج نہیں ہے، نہ کسی اور کا درج ہے۔ اس میں دس شرائط ہیں، دسویں یہ ہے:

"Tenthly, that he will establish a brother- hood with me, i.e. the promised massiah, on the condition of obeying me in everything good and keep it up to the day of his death and this relationship will be of such a high order that its example will not be found in any worldly relationship either of blood relations or of servant and master."

(اور نمبر دس یہ کہ وہ میرے ساتھ یعنی مسیح موعود کے ساتھ ایک برادرانہ تعلق قائم کرے گا اور اس تعلق کی شرط یہ ہوگی کہ وہ ہر اچھی چیز میں میری اطاعت کرے گا اور مرتے دم تک اس رشتے کو نبھائے گا اور یہ تعلق اتنا اعلیٰ وارفع ہوگا کہ اس کی مثال دنیوی رشتوں میں بھی نہیں ملے گی۔ خواہ وہ خونی رشتے ہوں یا مالک اور خادم کے تعلقات ہوں)

تو یہ وہ دھوکہ ہے جو بیرونی دنیا کو بھی یہ دیتے ہیں۔ کسی کو کوئی نام نہیں بتاتے، صرف اسلام کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں تو جناب والا! یہ وہ بات ہے کہ جس سے یہ اسلام کے نام پر دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں اور جیسا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ آئین میں ان کو ایک اقلیتی فرقے کی حیثیت سے شامل کیا جائے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی ظلم ہوگا۔ اسلام کے ساتھ اور اس پاکستان کے ساتھ، کیونکہ اقلیت کا مطلب اگر آپ آئین کو پڑھیں تو اس میں آرٹیکل ۱۰۶ سب کلاز (۳) ہے:

"In addition to the seats in the Provincial Assemblies for the Provinces of Balochistan, the Punjab, the North- West Frontier and Sindh specified in clause (1), there shall be in those Assemblies the number of additional seats here in after specified reserved for persons belonging to the Christian, Hindu, Sikh, Budhist and Parsi communities or the scheduled castes:

Balochistan 1

The North West

Frontier Province	***.....***	***1***
The Punjab	***.....***	***3***
Sindh	***.....***	***2"***

(بلوچستان، پنجاب، شمالی مغربی سرحدی صوبہ اور سندھ کی صوبائی اسمبلیوں میں، شق نمبر۱ میں بیان کردہ نشستوں کے علاوہ، ان اسمبلیوں میں اضافی نشستیں ہوں گی۔ جن کی تعداد حسب ذیل میں بیان کی گئی ہے اور یہ نشستیں ان لوگوں کے لئے مختص ہوں گی جن کا تعلق عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ اور پارسی یا شیڈیولڈ کاسٹ سے ہے:

بلوچستان	......	۱
شمالی مغربی سرحدی صوبہ	......	۱
پنجاب		۳
سندھ	......	۲)

تو یہ اسمبلیز میں مینارٹیز کو نمائندگی دی گئی ہے۔ تعداد اس طرح مینارٹی رائٹس محفوظ کئے گئے ہیں۔ آرٹیکل ۳۶ میں ہے:

"The State shall safeguard the legitimate rights and interests of minorities, including their due representation in the Federal and Provincial services."

(ریاست اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات، بشمول وفاقی اور صوبائی سروسز میں ان کی مناسب نمائندگی کا تحفظ کرے گی)

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman.]

(اس موقع پر ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی نے کرسی صدارت کو چھوڑا جس پر جناب چیئرمین متمکن ہوئے)

ملک محمد سلیمان: اس کے بعد آرٹیکل ۲۰ میں یہ درج ہے کہ:

"Subject to law, public order and morality:

(a) every citizen shall have the right to profess, practise and propagate his religion; and

(بشرط قانون، امن عامہ اور اخلاقیات:

الف...... ہر شہری کو اپنے مذہب کا اعلان کرنے، عمل کرنے اور اشاعت کرنے کا حق حاصل ہوگا: اور)

(b) every religious denomination and every sect thereof shall have the right to establish, maintain and manage its religious institutions."

(ب...... ہر مذہب مسلک اور فرقے کو اپنے مذہبی ادارے بنانے، چلانے اور ان کے معاملات سنبھالنے کا حق حاصل ہوگا)

اب اس آرٹیکل کے تحت جہاں ہر شہری کو یہ رائٹ ہے کہ وہ اپنا مذہب اپنائے، *Profess* کرے اور پریکٹس کرے اور اس کو *Propagate* کرے، اگر آپ ان کا ایک مذہب تسلیم کرتے ہیں تو پھر ان کے پاس سرمایہ ہے، دولت ہے، وہ ہر آپ کی بڑی مسجد کے سامنے بڑی مسجد بنائیں گے اور وہاں یہ پروپیگنڈہ کریں گے کہ یہ ہمارا نبی ہے اور یہ جو سامنے والے نہیں مانتے یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ سب مسلمان کافر ہیں۔صرف پاکستان کے مسلمان ہی کافر نہیں۔ بلکہ سارے عالم اسلام کے ۷۵ کروڑ مسلمان کافر ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ ان کا مذہب تسلیم کرتے ہیں اور ان کو *Separate entity* (الگ وجود) یا کوئی اور نام دیتے ہیں تو اس سے آپ ان کو کانسٹیٹیوشنل تحفظ دیں گے۔جس سے وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرسکیں گے۔لیکن یہ آرٹیکل ۲ ہے، اس میں لکھا ہوا ہے:

"Islam shall be the state religion of Pakistan."

(اسلام پاکستان کا ریاستی مذہب ہوگا)

تو ہمارے پاکستان کا سٹیٹ ریلجن اسلام ہے۔تو آپ اس میں انٹی اسلامک پروپیگنڈے یا تبلیغ کی کیسے اجازت دے سکتے ہیں؟ اب اس کے بعد آئین کے آرٹیکل ۵ ہے، اس میں لکھا ہوا ہے:

"(1) Loyalty to the State is the basic duty of every citizen.

(2) Obedience to the Constitution and law is the basic obligation of every citizen wherever he may be and of every other person for the time being within Pakistan."

(''۱...... ریاست سے وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔

۲...... آئین اور قانون کی اطاعت ہر شہری کی خواہ وہ کہیں بھی ہو، اور ہر اس شخص کی جو فی الوقت پاکستان میں ہو بنیادی ذمہ داری ہے۔'')

قادیانیوں کو خلاف قانون جماعت قرار دیا جائے

تو ہر پاکستانی شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ سٹیٹ کا *Loyal* ہوا۔تو سٹیٹ کی تعریف آئین کے آرٹیکل ۷ میں کی گئی ہے۔جس میں فیڈرل گورنمنٹ، پراونشل گورنمنٹ، اسمبلیز وغیرہ موجود ہیں۔تو کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ کسی قادیانی کو اگر کوئی گورنمنٹ یعنی اسٹیٹ کا فرد جو بڑے سے بڑے عہدے پر فائز ہو حکم دے اور دوسری طرف سے ان کا اپنا ہیڈ اس کو کوئی حکم دے تو کس کے حکم کی تابعداری وہ کرتا ہے؟ یقیناً وہ اپنے ہیڈ کی بموجب شق ۱۰ بیعت نامہ، تابعداری کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آئین کی خلاف ورزی کرتا ہے۔اس لئے ان کو ایک خلاف آئین جماعت قرار دیا جائے اور آئین کی خلاف ورزی کے لئے آپ نے ایک شق نمبر ۶ رکھی ہے کہ وہ *High Treason* (ریاست سے غداری) کا مرتکب ہوتا ہے اور جب آرٹیکل ۶ کے تحت وہ *High Treason* (ریاست سے غداری) کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے لئے آپ نے فیصلہ کیا تھا کہ اس کی سزا *Death* (موت) ہوگی۔تو اس لئے جناب! یہ مسئلہ جو ہے......

ملک محمد سلیمان: بس تھوڑا ہی، تو جہاں ہر شہری کو آرٹیکل ۲۰ کے تحت یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو **Profess** (کا اعلان کرے) کرے، **Propagate** (اشاعت) کرے، وہاں آرٹیکل ۱۹ ہے۔ جس میں یہ درج ہے کہ:

"Every citizen shall have the right of freedom of speech and expression and there shall be freedom of the press subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of the glory of Islam."

(''ہر شہری کو آزادئ تقریر واظہار کا حق حاصل ہوگا اور پریس اس شرط کے ساتھ آزاد ہوگا کہ قانون، اسلام کی عظمت کے مفاد میں اس پر مناسب پابندیاں عائد کرسکے۔'')

تو جہاں یہ **Freedom of speech** اور **Expression** (آزادئ تقریر واظہار) دی گئی ہے وہاں جب **Glory of Islam** (اسلام کی عظمت) کے خلاف کوئی بات کی جائے گی تو اس پر پابندی لگانے کا اختیار حاصل ہے۔ تو جناب والا! جب خاتم النّبیین ﷺ کے بعد کوئی آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اس لٹریچر کا وہ پراپیگنڈہ کرتا ہے، اس **Religion** (مذہب) کو **Profess** (اعلان) کرتا ہے، تو اس پر پابندی لگانا یہ ہمارے دائرہ اختیار میں ہے، ہم لگا سکتے ہیں۔ یہ آئینی حق اس ملک کے لوگوں کو حاصل ہے، اور ان لوگوں پر یہ دعویٰ کرتے ہیں پابندی لگادی جائے۔ تو آئندہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جتنا لٹریچر جو اس وقت تک موجود ہے وہ چونکہ **Glory of Islam** (عظمت اسلام) کے خلاف ہے، وہ اسلام کی روح کے خلاف ہے، اس کو ضبط کیا جاسکتا ہے اور ضبط کرنا چاہئے اور آئندہ اس قسم کا کوئی لٹریچر شائع نہیں ہوسکتا۔ پاکستان میں چونکہ ہمارا مذہب (اسٹیٹ کا) اسلام ہے تو اس طریقے سے ہم ان کا تمام ایسا لٹریچر ضبط کرسکتے ہیں اور انہوں نے جو جائیداد پیدا کی ہے اور اسی پاکستان میں ہے اور وہ پاکستان میں اسلام کے نام کو **Exploit** (کا استحصال) کر کے پیدا کی ہے، اسلام کے نام پر حاصل کی ہے۔ جب ہر مسجد کی جائیداد وقف کو چلی گئی ہے تو یہ کیوں نہیں جاسکتی۔ یہ محکمہ اوقاف کو کیوں نہیں جاسکتی۔ تو تمام جائیداد جو ہے یہ محکمہ اوقاف کو منتقل کردی جائے۔ جہاں تک بیعت کا تعلق ہے، بیعت جو ہے یہ نہیں ہوسکتی۔ یہ خلاف شرع اور آئین ہے تو یہ بیعت منسوخ فرمادی جائے اور اس قسم کی بیعت کا اس ملک میں کسی شخص کو بھی یہ حق حاصل نہ ہو کہ کسی موہوم مسیح الموعود کے نام پر لوگوں کو گمراہ کر کے بیعت حاصل کرے۔ کیونکہ اس میں جو بیعت کا فارم ہمارے سامنے پیش ہوا ہے وہ موہوم ہے۔ اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ ایک جھوٹ ہے، ایک فراڈ ہے۔

تو جناب عالی! اب ایسی باتیں جن کے متعلق میں اظہار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ واقعہ ربوہ جو ہے یہ ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ہوا۔ میری اطلاع کے مطابق بیشتر متمول قادیانیوں نے اپنی بڑی بڑی جائیدادوں کے ۲۹ سے پہلے بیمے کرائے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ اپنی گورنمنٹ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ بات کس حد تک درست ہے؟ اس کی چھان بین کی جائے اور اس کی رپورٹ اس معزز ایوان کے سامنے لائی جائے۔

جناب چیئرمین: اس کمیٹی میں گورنمنٹ کوئی نہیں ہے۔ یہ نیشنل اسمبلی میں پوچھیں۔

ملک محمد سلیمان: تو اس کے بعد دوسری بات یہ ہے میری اطلاع یہ بھی ہے اور میرے علم میں لایا گیا ہے کہ یہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں جتنے ہمارے فوجی **P.O.W** (جنگی قیدی) ہوئے، یہ بتایا جائے کہ کتنے قادیانی **P.O.W** (جنگی قیدی) ہوئے۔ کیونکہ

یہ ہمارے علم میں لایا گیا ہے...... ہوسکتا ہے سچ ہو یا غلط ہو، اس کی تصحیح چاہتا ہوں...... کہ کوئی قادیانی P.O.W (جنگی قیدی) نہیں ہوا تو یہ راز بھی فاش کیا جائے تاکہ جو ہمارے ساتھ ہوا ہے یا آئندہ یہ منصوبے بنائیں تو اس کے متعلق ہمیں علم ہوجائے کہ یہ کیا ہورہا ہے۔ تو جناب عالی!......

جناب چیئرمین: بس جی۔

ملک محمد سلیمان: نہیں جناب!

جناب چیئرمین: آج ٹائم تھوڑا ہے۔

ملک محمد سلیمان: یہ ہمارا شیڈول نمبر۳ آئین کا ہے۔ جس میں ہم نے یہ وضاحت کردی ہے کہ بڑے بڑے عہدے مثلاً پریذیڈنٹ اور پرائم منسٹر کے، وہ مسلمان کے حصہ میں آئیں گے۔ تو اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہئے۔ اس میں تمام فیڈرل منسٹرز جو ہیں، اسٹیٹ منسٹرز جو ہیں ان کا اوتھ بھی وہی ہو جو پرائم منسٹر اور پریذیڈنٹ کا ہے۔ اس میں صوبے کے وزراء کے حلف کی ضرورت نہیں۔ صوبے میں مینارٹی کو *Representation* (نمائندگی) ملے گی تو اس میں ضرورت نہیں۔ *Speaker of the National Assembly and the Deputy Speaker of the National Assembly....* (قومی اسمبلی کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر......)

Mr. Chairman: .... and all the members of the National Assembly.

(**جناب چیئرمین:** ......اور قومی اسمبلی کے تمام اراکین)

ملک محمد سلیمان: جناب عالی! ممبران کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا وہی حلف ہونا چاہئے جو ایک مسلمان کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اس میں گورنر، یہ چاروں سارے صوبوں کے گورنر جو ہیں، چیف منسٹر...... میں پراونشل منسٹروں کی بات نہیں کررہا، صرف چیف منسٹروں کی بات کروں گا...... گورنر، چیف منسٹر، *Chief Justices of Supreme Court and the High Courts. I am not talking of the other Justices.* (ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس، میں دوسرے جسٹسز کی بات نہیں کررہا) چیف الیکشن کمشنر کا وہی حلف ہو جو ایک مسلمان کا ہوتا ہے۔ *Chief of the Armed Froces* (چیف آف آرمڈ فورسسز)، (اپوزیشن کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) اس میں آرمی، ائیرفورس اور نیوی کے چیف آف سٹاف شامل ہوں گے۔ ان کا حلف وہی ہوگا جو ایک مسلمان کا ہوتا ہے تو میں ان گزارشات کے ساتھ آپ کی وساطت سے تمام ہاؤس سے اپیل کرتا ہوں کہ ان گزارشات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور صحیح فیصلہ صادر فرمائیں۔ (اپوزیشن کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) (مداخلت)

(۱۹۳۷) محمد سہول خان بھاگل پوری، مولانا

(وفات: ۱۹۴۸ء)

مولانا محمد سہول پورینی ضلع بھاگل پور بہار کے رہنے والے تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا سید نذیر حسین دہلوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا لطف اللہ علی گڑھی ایسے حضرات سے تعلیم حاصل کی۔ بہار، کلکتہ، سلہٹ، پٹنہ کے بڑے بڑے مدارس میں پڑھایا۔ ۱۳۵۰ھ سے ۱۳۶۲ھ تک دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رہے۔ دارالعلوم دیوبند میں مدرس بھی رہے۔

اس زمانہ میں ۱۲؍صفر ۱۳۳۱ھ (۲۰؍جنوری ۱۹۱۳ء) کو آپ نے ’’القول الصحیح فی مکائد المسیح‘‘ کے نام سے فتویٰ مرتب کیا جس پر پورے ہندوستان کی دینی قیادت نے دستخط کئے۔ فتویٰ کیا ہے گویا پورے ہند کی تمام قیادت، تمام مکاتب فکر نے مرزا قادیانی کے کفر پر اجماع منعقد کیا۔ یہی فتویٰ بہاول پور عدالت میں سید انور شاہ کشمیری نے پیش فرمایا۔ ’’فتاویٰ ختم نبوت‘‘ جلد دوم میں شائع شدہ ہے۔

(۱۹۳۸) محمد شاہ امروٹی، مولانا سید

(ولادت: ۱۹۱۷ء ...... وفات: ۱۳؍نومبر ۱۹۸۷ء)

ممتاز عالم دین تھے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے شاگرد تھے۔ اپنے علاقہ میں بھرپور سیاسی، سماجی شخصیت تھے۔ کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے عہدوں پر فائز رہے۔ ایم۔آر۔ڈی کی تحریک میں ممتاز اور نمایاں حصہ لیا۔ خانقاہ عالیہ امروٹ شریف تحصیل گڑھی یلیین ضلع سکھر کے بانی حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی کے صاحبزادہ اور جانشین تھے۔ بھرپور وجاہت اللہ تعالیٰ نے نصیب کی تھی۔ بہادر اور جری انسان تھے۔ بڑی بھرپور زندگی گزاری۔ قادیانیوں کے خلاف سیف من سیوف اللہ تھے۔

(۱۹۳۹) محمد شاہ (کوئٹہ)، جناب آغا سید

(ولادت: ۱۹۲۸ء ...... وصال: ۸؍مارچ ۲۰۱۹ء)

جناب آغا سید محمد شاہ صاحب گلستان کوئٹہ میں سید عبدالخبیر شاہ کے گھر ۱۹۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی۔ آغا صاحب ۱۹۴۹ء میں سکھر تشریف لائے۔ یہاں پر آڑھت کے کام کا آغاز کیا۔ انتہائی مخلص اور نرم طبیعت کے انسان تھے۔ زندگی بھر محبتیں بانٹتے رہے۔ مزاج ایسا پایا تھا کہ جس سے ملاقات ہو جاتی وہ زندگی بھر کا ساتھی بن جاتا۔ سکھر کے علماء، تجّار، بازار، محلّہ، منڈی کے دوستوں کا ایک بہت بڑا حلقہ رکھتے تھے۔

سینتیس سال سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے امیر چلے آرہے تھے۔ زندگی بھر جمعیۃ علماء اسلام سے نظریاتی تعلق نبھایا۔ حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی، پیر طریقت حضرت مولانا عبدالکریم، حضرت بنوری، حضرت ہزاروی، حضرت مولانا خواجہ خان محمد ہی نہیں بلکہ باہر سے تشریف لانے والے تمام جید علماء کرام کے لئے آپ کا گھر میزبان گھرانہ شمار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی اور دیوبند سے تشریف لانے والے جملہ مہمانان گرامی کی خدمت کے لئے بھی آپ وقف رہتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب نے بہت متقی طبیعت پائی تھی۔ اکثر وضو سے رہتے تھے۔ نفلی روزوں کا بہت اہتمام تھا۔ نماز تو شاید کبھی قضا ہی نہ ہوئی۔ صبح منڈی دکان پر تشریف لے جاتے، ظہر تک کام نمٹاتے، کھانا و آرام کے بعد شہر آجاتے۔ عشاء پڑھ کر واپس تشریف لے جاتے۔ تکبیر تحریمہ بھی ترک نہ کرتے تھے۔ دوستوں کے کام اس محبت سے کرتے کہ وہ ہمیشہ کے لئے آپ کے گن گاتے۔ شہر بھر کے دوستوں کے قضیوں کے آپ فیصلے کرتے۔ آپ جو فرما دیتے وہ سب حضرات تسلیم کر لیتے۔ کبھی کسی کی ناحق طرف داری نہ کرتے۔ ہمیشہ بات کو تول کر کرتے۔ تمام تر محبتوں، نرم دلی، نرم گوئی، نرم خوئی کے باوجود دینی معاملات میں کسی قسم کی مداہنت کے روادار نہ

تھے۔حق بات کے لئے ہمیشہ شمشیر برہنہ تھے۔اعلاء کلمۃ الحق کے لئے آپ اپنی خود مثال تھے۔

علماء کرام اور دین والوں کے وقار کی سربلندی کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔گمراہ زمانہ، بدنصیب گوہر شاہی سکھر جلسہ کرنا چاہتا تھا تو پوری دینی قیادت کو ساتھ لے کر ضلعی انتظامیہ کے سامنے سدّ سکندری بن گئے۔یومیہ دس پارے پڑھنے کا معمول تھا۔گھر پر نمازوں کے اوقات کا چارٹ رکھتے تھے کہ نماز جماعت سے ادا کرنے میں غفلت نہ ہو جائے۔کچھ عرصہ سے شوگر نے گھیر رکھا تھا، لیکن بایں ہمہ آپ نے بیماری کو کبھی سر پر مسلط نہیں ہونے دیا۔آپ خوبیوں کا گلدستہ تھے۔

(۱۹۴۰) محمد شاہ (لوئر پکھل)، جناب قاری سید

موصوف لوئر پکھل مانسہرہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔وفاق المدارس کے فارغ التحصیل اور بہت ہی ایثار پیشہ عالم دین تھے۔حق تعالیٰ اپنی رحمتوں سے انہیں مالا مال فرمائیں۔

(۱۹۴۱) محمد شاہ (میانوالی)، مولانا

مولانا محمد شاہ صاحب بہت ہی کڑے جی کے بہادر انسان تھے۔پہلے مجلس احرار پھر مجلس تحفظ ختم نبوت میں سرگرم عمل رہے۔مولانا محمد رمضان صاحب مرحوم کے دست و بازو تھے۔انتہائی زیرک اور علم و حلم والی شخصیت تھے۔

(۱۹۴۲) محمد شاہ ہزاروی، جناب پیر سید

(ولادت: یکم رجولائی ۱۹۱۸ء ...... وفات: ۸راگست ۲۰۰۵ء)

پیر سید محمد شاہ جھنگی سیداں ضلع ایبٹ آباد میں خواجہ ابوالحسنات پیر سید علی اکبر شاہ کے ہاں متولد ہوئے۔دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے فاضل تھے۔جامع مسجد شیروان ایبٹ آباد کے خطیب رہے نامور عالم دین اور معروف رحانی شخصیت تھے۔تحریک پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے۔آپ کو دو بندی شریف ضلع ہری پور میں والد گرامی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(۱۹۴۳) محمد شبلی جیراجپوری، مولوی ابوعماد

(وفات: ۲۶ررمضان المبارک ۱۳۶۴ھ/۴رستمبر ۱۹۴۵ء)

مولوی شبلی جیراجپور میں مولانا محمد علی حنفی جیراجپوری کے ہاں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ سے حاصل کرنے کے بعد رامپور کا سفر کیا اور وہاں مدرسہ عالیہ کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔سند فراغت کے بعد پھر آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں مدرس ہوئے۔آپ کو فقہ، اصول فقہ، حدیث اور اصول حدیث پر عبور حاصل تھا۔جزئی مسائل کو حل کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔سید ظہور شاہ قادری کے شائع کردہ فتویٰ ''قہر یزدانی برجان دجال قادیانی''میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے جواب پر تائیدی دستخط فرمائے۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ص ۳۰۵)

(۱۹۴۴) محمد شبیر چوہان (لاہور)، جناب ڈاکٹر

(ولادت: ۱۹۴۳ء ...... وفات: ۲۷؍فروری ۲۰۰۶ء)

جناب ڈاکٹر محمد شبیر چوہان ممتاز عالم دین تھے۔ علماء ومشائخ کونسل پاکستان کے مرکزی نائب صدر بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بھرپور کردار ادا کیا۔ نواں کوٹ لاہور میں مدفون ہیں۔

(۱۹۴۵) محمد شریف (کراچی)، جناب جسٹس (ر) خواجہ

(ولادت: ۱۹۱۰ء ...... وصال: ۱۳؍جولائی ۱۹۸۹ء)

خواجہ محمد شریف آزاد جموں وکشمیر ہائیکورٹ کے چیف جسٹس رہے اور آزاد کشمیر پبلک سروس کمیشن کے چیئرمین بھی رہے ہیں۔ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتب ’’بے ربط یادیں‘‘ نام سے لکھی ہے۔ اس کے صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے: ’’میرے سمیت تمام امۃ اس شخص کو مسلمان نہ سمجھتی ہے جو حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہ کرتا ہو اور اس کا ایمان ختم نبوت پر نہ ہو۔‘‘

اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر لکھا ہے: ’’ذوالفقار علی بھٹو جن کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ان کو مذہب سے لگاؤ نہ ہے۔ انہوں نے قادیانیوں کو پاکستان کی قومی اسمبلی سے غیرمسلم قرار دلوایا۔ میری نظر میں یہی ایک بات ان کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے۔‘‘

خواجہ محمد شریف کی وفات اور تدفین کراچی میں ہوئی۔

(۱۹۴۶) محمد شریف (حاصل پور)، جناب ڈاکٹر

(وفات: ۲۹؍مارچ ۱۹۹۸ء)

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے فداکار مرید، حاصل پور کی معروف دینی شخصیت، احیاء العلوم حاصل پور کے مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کے مخلص اور جگری دوست جناب ڈاکٹر محمد شریف صاحب تھے۔ آپ کا میڈیکل سٹور تھا۔ اب آپ کے صاحبزادہ جناب حافظ محمد ابراہیم اپنے والد گرامی کی روایات کے پاسبان ہیں۔ جامع مسجد حاصل پور کی کمیٹی کے چیئرمین، احیاء العلوم کے مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے کاموں میں پیش پیش ہیں۔ (اب آپ بھی اللہ تعالیٰ کے حضور چل دیئے) ان کی اولاد اور ہمارے حضرت ڈاکٹر محمد شریف صاحب کے پوتے ماشاء اللہ دینی علوم کے حامل، عالم اور مفتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اخلاص نے آنے والی نسلوں کو بھی دین کا عامل وحامل بنا دیا ہے۔

(۱۹۴۷) محمد شریف خالد رضوی (شیخوپورہ)، مولانا

مولانا ابومحمد شریف خالد رضوی نقشبندی، قادری خطیب جامع مسجد جاتری کہنہ ضلع شیخوپورہ کا رسالہ ’’خاتم النّبیین‘‘ ہے۔ احادیث مبارکہ سے کثرت کے ساتھ استدلال کیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں شائع شدہ ہے۔

(۱۹۴۸) محمد شریف قادری (فاضل دیوبند، منڈی بہاؤالدین)، مولانا

’’سیف ربانی برگردن قادیانی‘‘ مولانا محمد شریف قادری فاضل دیوبند ناظم دارالعلوم اسلامیہ منڈی بہاؤالدین دواخانہ اشرفیہ نے یہ رسالہ ترتیب دیا۔ جس میں سیدنا مسیح بن مریم (علیہما السلام) کے علامات جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائے اختصار سے درج کر کے مرزا قادیانی کا موازنہ کیا۔ ٹائٹل پر یہ شعر درج کیا۔

چیست مرزائیت اے اہل فہم ابتداء از حیض بر ہیضہ ختم

یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۹۴۹) محمد شریف قریشی (جہلم)، مولانا

ٹاہلیانوالہ متصل جہلم کے مولانا ابوسعید محمد شریف قریشی تھے۔ آپ نے ۱۹۲۵ء بمطابق محرم ۱۳۴۴ھ میں قادیانیوں کے متعلق رسالہ لکھا جس کا نام ’’بیانات مرزا‘‘ ہے۔ اس میں مختلف اقوال وتحریرات سے مرزا قادیانی کا دجال وکذاب ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مجلس ملتان کی لائبریری میں ہے۔

(۱۹۵۰) محمد شریف قصوری، مولانا مفتی

(وفات: اپریل ۱۹۸۳ء)

معروف علمی وروحانی شخصیت، آزادی برصغیر کے سرگرم رہنما، قیام پاکستان کے بعد تحریک ختم نبوت، تحریک بحالی جمہوریت، جمہوری محاذ، تحریک نظام مصطفیٰ کے نامور رہنما تھے۔

(۱۹۵۱) محمد شریف منچن آبادی، جناب حافظ

(ولادت: ۱۹۳۹ء ...... وفات: ۲/اپریل ۲۰۲۰ء)

منچن آباد کے قریب میں ایک قصبہ ’’مرزاکا‘‘ ہے۔ اس کے جوار میں سیدھو سلطان پور ہے۔ اس گاؤں کے گجر برادری سے تعلق رکھنے والے میاں دارا کے ہاں ایک پھول سا ننھا بچہ پیدا ہوا۔ جس کا نام محمد شریف رکھا گیا۔ بہت خوبصورت، متناسب الاعضاء، تیکھے نقش ونگار، بہت خوبصورت موٹی موٹی آنکھیں، گھنے آبرو، پتلے پتلے ہونٹ، ملیح رنگ وروپ ایسے لگتا تھا کہ قدرت کی فیاضی نے خراش تراش کر ہیرے میں روح ڈال دی ہے۔ پھر ماں، باپ کے جگر کا ٹکڑا زمین پر دوڑتا پھر رہا ہے۔ پرانے بودوباش کی روایات کے مطابق آپ کی والدہ کپڑے دھونے کے لئے نہر پر گئیں جہاں گاؤں کی دوسری مستورات بھی اسی ریت کو نبھانے کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ ننھا محمد شریف کبھی ادھر کبھی ادھر دوڑتا پھرتا دیکھ کر ایک عورت نے غور سے نظر کر کے کہہ دیا کہ بچہ بہت ہی خوبصورت ہے۔ کیا مست آنکھیں ہیں۔ والدہ تو کپڑے دھو کر اپنے بیٹے کے ساتھ واپس آگئیں البتہ بیٹا اسی وقت سے افسردہ رہنے لگا۔ رات کو آنکھوں میں اتنا شدید درد اٹھا کہ کسی کروٹ چین نہ آتا تھا۔ بیٹا جی نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیا۔ آدھی رات بیچارے ماں باپ نے باری باری اسے کندھے پر اٹھایا۔ ایک حکیم صاحب مکلوڈ گنج میں ہوتے تھے۔ ان کے ہاں لے گئے۔ انہوں نے دوائی دی۔ درد میں قدرے

افاقہ ہوگیا۔ والد صاحب تو گھر اکیلا ہونے کے باعث واپس ہوگئے۔ والدہ اور یہ معصوم بیٹا علاج کے لئے ان کے ہاں قیام پذیر رہے۔ قدرت خدا کی کہ نہر پر کپڑے دھونے والی مائی صاحبہ کی نظر بد کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسی حادثہ میں محمد شریف کی بچپن میں بینائی جاتی رہی۔

منچن آباد کے قریب محمد پور سنساراں ہے۔ وہاں کے شہرۂ آفاق ولی اور عالم ربانی، مرد مؤمن، داعی الی اللہ حضرت مولانا غلام قادر وٹو (م: ۱۹۲۸ء) تھے۔ آپ نے اپنے گاؤں میں دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔ مولانا غلام قادر اس دھرتی پر خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ آپ جہاں عالم ربانی تھے۔ وہاں آپ ایک مجاہد فی سبیل اللہ، حق گو، قادر الکلام خطیب اور لحن داؤدی کی صفت سے بھی متصف تھے۔ ریاست بیکانیر سے لاہور، مشرقی پنجاب سے بہاول پور اور امروٹ شریف سندھ تک آپ کی خطابت کی ایک دھوم قائم تھی۔ آپ جفاکش عالم دین تھے۔ ہزارہا خلق خدا کو صراط مستقیم پر ڈالا۔ ہزارہا غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ بیسیوں مدارس قائم کئے۔ بیسیوں علماء کو تعلیم و تربیت وعظ و اصلاح کے کام پر لگایا۔ غرض دینی خدمات کے حوالے سے آپ شہرۂ آفاق تعارف کے مالک تھے۔ بڑے علماء و مشائخ اور اعیان ریاست آپ سے تعلق کو اپنے لئے اعزاز سمجھتے تھے۔ اس زمانہ میں ریاست بہاول پور کے نواب سر محمد صادق خامس کے سر رشتہ تعلیم یا مسئول مولانا رحیم بخش ہوتے تھے۔ ان کی مولانا غلام قادر صاحب سے شناسائی و تعارف تھا۔ انہیں معلوم ہوا کہ آپ منچن آباد میں مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے نواب صاحب سے کہہ کر شہر کے وسط میں قطعۂ اراضی مدرسہ کے لئے دلوا دیا۔ یوں مولانا غلام قادر صاحب نے مدرسہ اسلامیہ صادقیہ منچن آباد میں قائم کیا۔

پھر آپ کے صاحبزادہ جناب عبدالرحمٰن مہتمم اور حضرت مولانا محمد امیر ڈھڈی ناظم مقرر ہوئے۔ اس زمانہ میں جناب محمد شریف نابینا اس مدرسہ میں حفظ قرآن کے لئے داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد مولانا غلام قادر صاحب کے دوسرے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد شریف صاحب وٹو دارالعلوم دیوبند سے تعلیم مکمل کر کے تشریف لائے تو اس مدرسہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ محمد شریف نابینا طالب علم نے مولانا محمد امیر ڈھڈی، حاجی مولانا محمد اصغر اور مولانا محمد شریف وٹو کے زمانہ میں حفظ قرآن مجید مکمل کیا۔ یہاں آپ کے استاد قاری محمد سعید صاحب تھے۔ بستی اروپے والا کے حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب سے بھی آپ نے پڑھا۔ آپ اتنے پختہ حافظ تھے کہ طالب علمی کے زمانہ میں ہی آپ کی دھاک بیٹھ گئی۔ قدرت کی فیاضی کہ آپ کو غضب کا گلا ملا۔ اتنی خوبصورت مترنم آواز میں آپ تلاوت کرتے تو پورا ماحول سراپا سناٹا بن جاتا اور دنیا عش عش کر اٹھتی۔

حضرت مولانا محمد شریف وٹو اس وقت جمعیۃ علماء اسلام کے سینئر مرکزی نائب امیر تھے۔ اپنے والد گرامی کا حلقہ اور خود آپ کی اپنی خدمات جلیلہ کا ایک زمانہ معترف تھا۔ آپ بھی اپنے والد گرامی کی طرح نامور خطیب تھے۔ جہاں کہیں جانا ہوتا تو حضرت حافظ محمد شریف نابینا منچن آبادی بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ ان کی مسحور کن تلاوت اور جانفزا نظم نے ایسے آپ کو شہرت دی کہ بہت جلد آپ نے علاقائی نعت خواں سے قومی ثناء خوان رسول ﷺ اور مداح صحابہ رضی اللہ عنہم، واہل بیت رضی اللہ عنہم کے نام سے شہرت پائی۔ پہلے حضرت مولانا محمد شریف صاحب وٹو کے ساتھ پھر حضرت مولانا عبدالعزیز زراعتی فارم ساہیوال والوں کے ساتھ پھر کبھی کبھار حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کے ساتھ ملک بھر کے اہم تبلیغی اجتماعات میں بلائے جانے لگے۔ اس زمانہ میں خیر المدارس ملتان کا اسٹیج بڑی اہمیت کا اسٹیج تھا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کا کسی خطیب و نعت خواں کو بلانا ایک اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ حافظ محمد شریف صاحب ایسے خوش نصیب تھے کہ وہ آغاز جوانی سے بڑھاپے تک اس اسٹیج کے مستقل مندوب رہے۔

ملک بھر کے دینی مدارس دینی جماعتوں کے اجتماعات، مذہبی وسیاسی جلسے، اصلاحی وتبلیغی پروگرام، درس وبیان کی محافل میں حضرت حافظ محمد شریف صف اوّل میں ہوتے تھے۔ اکثر سید امین گیلانی، جانباز مرزا، میاں خان محمد کمتر کا کلام آپ پڑھتے تھے۔ پڑھتے کیا تھے دھوم مچا دیتے تھے۔ ان کی آواز کے اتار چڑھاؤ، ادائیگی کا رمز، جذبات کا تلاطم، خوبصورت ومترنم لہجہ، اخلاص ومحبت کا یہ عالم ہوتا کہ آپ کلام شروع کرتے مجمع سراپا خاموشی بن جاتا۔ پھر ان کے ایک ایک شعر کے ساتھ جھومنا شروع ہوتے۔ نعروں کی گونج، آواز کی گھن گرج ایسا سماں قائم کرتی کہ ماحول کا ذرہ ذرہ خراج تحسین وتبریک کے لئے بے قرار نظر آتا۔

اس زمانہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کانفرنسوں کا ایک تسلسل قائم تھا۔ تنظیم اہل سنت کا اسٹیج وعظ وتبلیغ کا نمایاں نام تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام اجتماعیت کا دوسرا نام تھا۔ ان تینوں جماعتوں کے اسٹیج پر حضرت حافظ محمد شریف صاحب، سائیں حیات، جانباز مرزا، سید امین گیلانی، جناب خان محمد کمتر، جناب محمد بخش چشتی میں سے ایک دو نعت خواں ضرور ہوتے تھے۔ اس دور کو حضرت حافظ محمد شریف صاحب کا دور شباب کہا جاسکتا ہے۔ آخر زمانہ میں زیادہ تر آپ حضرت سید نفیس الحسینی کا کلام پڑھتے تھے۔ فقیر راقم نے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا خواجہ خان محمد، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت سید نفیس الحسینی، مولانا محمد اجمل خان، مولانا دوست محمد قریشی، مولانا محمد ضیاء القاسمی کو حضرت حافظ محمد شریف کے نظم پڑھنے کے دوران چشم تر دیکھا ہے۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ مرحوم کی نظم خوانی کا معیار کتنا بلند تھا کہ ان اکابر کے آنسو اس پر شاید عدل تھے۔

حضرت حافظ محمد شریف صاحب کے استاذ حفظ وقرأت حافظ محمد ابراہیم صاحب کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے تھا۔ وہ لاہور جاتے تو اپنے شاگرد کو بھی ساتھ لے جاتے۔ حضرت لاہوری کی مجلس ذکر وخطبہ جمعہ کے دوران حافظ صاحب نعت پڑھتے تو حضرت لاہوری بھی محبتوں سے مالا مال فرمادیا کرتے۔ کبھی کبھار اپنے استاد کا خط لے کر حضرت لاہوری کے ہاں جاتے۔ واپسی پر جواب لاتے۔ یہ سلسلہ بھی ملاقاتوں کا باعث بن گیا۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ رات کو گیا۔ کوٹ عبدالمالک کے مولانا محمد صابر صاحب ان دنوں حضرت لاہوری کی خدمت میں رہتے تھے۔ انہوں نے مجھے جگہ دے دی۔ رات کا وقت تھا۔ چادر لے کر صف پر لیٹ گیا۔ حضرت لاہوری صبح تشریف لائے۔ ملاقات ہوئی، کھانے کا پوچھا تو حضرت مولانا محمد صابر صاحب کو تنبیہ فرمائی کہ یہ مہمان تھے، معذور تھے۔ رات بھوکے رہ گئے۔ حافظ محمد شریف فرماتے تھے کہ بعد میں مولانا محمد صابر اپنے مدرسہ کے جلسہ یا جہاں کہیں بلاتے ملاقات پر فرماتے کہ آپ وہ ہیں جن کے باعث میرے شیخ نے مجھے پر عتاب فرمایا تھا۔ انہیں ملاقاتوں وتعارف کے باعث حضرت حافظ محمد شریف صاحب نے پہلی بیعت حضرت لاہوری سے کی۔ ان کی وفات کے بعد پھر دوسری بیعت حضرت مولانا عبدالعزیز زراعتی فارم والوں سے کی۔

فقیر راقم ابھی آخری درجات میں پڑھتا تھا کہ حضرت حافظ صاحب سے شناسائی ہوئی۔ پھر نصف صدی دینی جلسوں، کانفرنسوں میں ساتھ رہا۔ اتنی محبت فرماتے تھے کہ گویا ہمراز بھائی اور دوست کا درجہ حاصل ہوگیا۔ نہیں یاد کہ کبھی کسی پروگرام پر دعوت دی ہو اور آپ نے انکار کیا ہو۔ ادھر سے خط جاتا ادھر سے وہ بہت ہی اہتمام کے ساتھ ایفاء عہد کرتے۔ گزشتہ جن اکابر کا ذکر ہوا ان سب کی آپ آخری یادگار ونشانی تھے۔ سوموت کے ہاتھوں وہ بھی ہم گنوا بیٹھے۔

بالکل ابتدائی دور میں آپ کے استاذ حافظ محمد ابراہیم آپ کو پاکپتن لے گئے۔ اتفاق سے عرس چل رہا تھا۔ آپ کی نظم ہوئی۔ حضرت میاں خان محمد کمتر صاحب کی معروف سرائیکی نظم ۔

عالی مقام مومن توں اپنی خودی مٹاناں در در نہ کر سجدے ہر جا تے سر جھکاناں

ایسے لحن و پرسوز ترنم سے پڑھی۔ دل سے نکلی دل پے پڑی، کا ایسا ماحول بنا کر صاحب مزار حضرت خواجہ فریدالدین شکر گنج کی روح پرفتوح بھی جھوم اٹھی ہوگی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا کہ حضرت حافظ صاحب بچپن سے ہی کتنے نظریاتی نعت خواں تھے کہ قبوری وعرس کے ماحول پر بھی توحید کی جوت جگادی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو نظریاتی پختگی کے حوالہ سے بھی مقام رفیع پر سرفراز کیا تھا۔ ایک زمانہ میں قادیانیوں کو کافر کہنا مشکل تھا۔ آپ نے ایک مہر بنوائی جس پر لکھا تھا: ''مرزا کافر ہے'' وہ نوٹوں پر مہر لگا دیتے تھے۔ ایک دفعہ بس پر سوار ہوئے۔ کنڈیکٹر کو کرایہ دیا۔ وہ بھول گیا۔ دوبارہ تقاضہ کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے کرایہ ادا کر دیا ہے اور میرے ادا کردہ نوٹوں پر مرزا کافر ہے کی مہر لگی ہوئی ہے۔ اس نے نوٹ چیک کئے تو حافظ صاحب کی بات صحیح نکلی۔ بس میں جو سمجھدار تھے انہوں نے مبارکباد دی کہ حافظ جی آپ نے کرایہ کیا دیا قادیانیوں کے کفر کو واضح کر کے اپنی تبلیغ کا فرض بھی ادا کر دیا۔

حضرت حافظ صاحب اپنے معمولات کے خوب پابند تھے۔ چالیس سال سے بھی زائد مرتبہ تو تراویح میں قرآن سنایا۔ افطار بڑے اہتمام سے کرتے۔ مغرب پڑھی۔ کچھ دیر سو گئے۔ اذان عشاء سے قبل اٹھے۔ خوب اہتمام سے وضو کیا۔ غرارے کئے۔ گلہ کو صاف کیا۔ سفید کپڑے زیب تن کئے۔ خوشبو لگائی اور وہ بھی عمدہ اور پھر دلہا کی طرح مسجد میں جاتے، تراویح پڑھاتے تو نمازیوں کے دل ودماغ پر تلاوت کی رونقوں کا پرتو ڈال دیتے۔

کئی عقد کئے۔ لیکن اولاد نہ ہوئی۔ آخر عمر میں اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا۔ مولانا سیف اللہ خالد ناظم اعلیٰ جامعہ امدادیہ چنیوٹ کے دل میں ڈال دیا۔ وہ حضرت حافظ محمد شریف صاحب اور ان کی اہلیہ کو اپنے ہاں چنیوٹ لے آئے۔ بہت ہی اہتمام سے اولاد وطلباء سمیت خدمت کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ یوں حضرت حافظ محمد شریف کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں بھی کسی کا محتاج نہ ہونے دیا۔ خوب پذیرائی اور بھرپور خدمت وتواضع سے شاندار آرام دہ وقت گزرا اور خوب گزرا۔ معمولات نماز باجماعت ذکر واذکار، تلاوت وتسبیح پر کاربند رہے۔ کوئی بیماری نہ تھی۔ البتہ بڑھاپا کے عوارض اور کمزوری سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

یکم/اپریل ۲۰۲۰ء کی شام کو طبیعت نڈھال ہوئی اگلے روز جمعرات کو ساڑھے بارہ بجے دل کی بے قراری کو قرار آ گیا اور ان دیکھی منزل کی طرف رواں ہوگئے۔ منزل ان دیکھی ہے لیکن منزل مقصود پر بے شمار جان پہچان کے اکابر واصاغر سے ملاقات کا شوق انہیں اس تیزی سے لے گیا۔ جمعرات بارہ بجے وصال جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ میں ہوا۔ ۳/بجے وہاں جنازہ ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرزاق جامعہ محمدیہ فیصل آباد والوں نے پڑھایا۔ عشاء کے بعد منچن آباد سے بھی آگے محمد پور سنساراں میں نماز جنازہ جامعہ صادقیہ کے مہتمم حضرت صاحبزادہ مولانا معین الدین وٹو نے پڑھایا۔

(۱۹۵۲) محمد شریف وٹو (منچن آباد)، مولانا

(وفات: ۳/دسمبر ۱۹۸۶ء)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، جامعہ صادقیہ منچن آباد کے مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کے نائب امیر، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴-۱۹۸۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ کے لئے اپنے علاقہ میں بھرپور کارکردگی دکھائی۔

(۱۹۵۳) محمد شعیب (شیخوپورہ)، مولانا

(وفات:۲۴رجون ۱۹۷۹ء)

مولانا محمد شعیب کے والد گرامی کا نام مولانا عبدالرحمٰن تھا۔ جو موضع توی ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والد گرامی سے پائی۔ اس کے بعد مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد مولانا محمد عرفان سے تعلیم حاصل کی۔ پھر دیوبند اور اس کے بعد مدرسہ عبدالرب دہلی سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے بیعت وارشاد کا سلسلہ قائم کیا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بستی میاں علی نزد خانقاہ ڈوگراں میں مسجد ومدرسہ تعلیم الاسلام وخانقاہ شریف قائم کی۔ یہاں پر ہی اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوئے۔ مولانا محمد شعیب تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اس خطہ میں دیوانہ وار حصہ لیا۔

(۱۹۵۴) محمد شفیع (م.ش)، جناب میاں

(پیدائش:۱۹۱۴ء، جالندھر ...... وفات: یکم ردسمبر ۱۹۹۳ء، لاہور)

تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن، نامور صحافی، مسلم سٹوڈنٹس پنجاب کے بانی، علامہ اقبال کے محرر خطوط اور ان کے تربیت یافتہ تھے۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی ہوئے۔

(۱۹۵۵) محمد شفیع (رتو کالا تحصیل بھلوال)، مولانا

(وفات:۱۰رجون ۱۹۷۸ء)

مولانا کامل دین رتو کالا کے معروف مناظر ومبلغ اسلام کے صاحبزادے مولانا محمد شفیع صاحب بہت بڑے عالم دین تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سٹیج سے عقیدۂ ختم نبوت کا علم زندگی بھر نہ جھکنے دیا۔

(۱۹۵۶) محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا

(پیدائش:۱۹۲۹ء، کھیم کرن وفات:۲۴راپریل ۱۹۸۴ء)

عالم، واعظ، محرم کی مجالس پڑھنے میں نمایاں نام پیدا کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دس ماہ ساہیوال میں جیل کاٹی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی مرکزی مجلس عمل کے ممبر رہے اور نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ کراچی میں وصال ہوا۔

(۱۹۵۷) محمد شفیع جوش (میرپور)، مولانا

میرپور آزاد کشمیر کے جناب مولانا محمد شفیع جوش ہوتے تھے جو جامع مسجد ایف بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں خطیب بھی رہے۔ انہوں نے جنوری ۱۹۷۴ء میں ''قادیانی امت'' کے نام پر قادیانیوں کے خلاف ایک کتابچہ تحریر کیا۔ اس میں ایک باب ''مرزا قادیانی اور تحریف قرآن مجید'' بھی تھا جسے بعد میں ایک علیحدہ پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔

(۱۹۵۸) محمد شفیع (چناب نگر)، جناب چوہدری

(وفات:۴رمئی ۲۰۲۱ء)

چوہدری محمد شفیع چنیوٹ کے موضع سانب کے سکونتی مسلم شیخ برادری سے تعلق رکھنے والے جناب محمد شفیع ۱۹۷۰ء کی دہائی میں چناب نگر کے پہاڑوں کے پتھروں کی کٹائی کرنے کے کام کے ٹھیکہ دار تھے۔۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر مسجد محمدیہ کی تعمیر ہوئی تو ہمارے ابتدائی مسلمان ساتھیوں میں سے ایک جناب محمد شفیع بھی تھے۔

چناب نگر دریا کے کنارے مسلم کالونی لوانکم ہاؤسنگ سکیم کے تحت قائم ہوئی تو پلاٹوں کی پہلی قرعہ اندازی میں آپ کو پانچ مرلے کا یہاں پلاٹ الاٹ ہوا۔ اس وقت جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی کی الاٹ منٹ مجلس کو ہوچکی تھی۔ مسجد کے پلاٹ کی چاردیواری کا سلسلہ جاری تھا، اس کام میں شریک رفقاء میں ایک بھائی محمد شفیع بھی تھے۔

چناب نگر بلدیاتی الیکشن میں پہلی بار مسلمانوں کے جس گروپ نے کامیابی حاصل کی ان میں ایک محمد شفیع بھی تھے۔ حضرت مولانا تاج محمودانہیں چوہدری محمد شفیع کے نام سے پکارتے تھے۔ چنانچہ مسلم شیخ کی بجائے چوہدری کے نام سے جان پہچان وشہرت ہوگئی۔ پلاٹوں کی الاٹ منٹ کے بعدان کے قبضہ، نقشہ کی منظوری کا مرحلہ بھی طے ہوگیا۔ اب تعمیر کا مرحلہ تھا۔ قادیانی کذاب اینڈ کو نے جارحانہ جھوٹا روایتی پروپیگنڈا کر رکھا تھا کہ ہائیکورٹ کا ہم نے سٹے لے رکھا ہے کوئی تعمیر نہیں کرسکتا۔

فقیر راقم کی ان دنوں چناب نگر میں ڈیوٹی تھی۔ چوہدری صاحب کو آمادہ کیا کہ وہ بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوں اور تعمیر کا آغاز کریں۔ وہ بھی قادیانی کذابوں کے دجالی پروپیگنڈا سے متاثر تھے۔ فقیر نے پانچ ہزار روپے سے ان کے پلاٹ پر اینٹیں ڈلوانے کی حامی بھرلی۔ اس زمانہ میں پانچ ہزار روپے میں آٹھ ہزار پختہ اینٹ مل جاتی تھی۔ ان کے پلاٹوں پر اینٹیں کیا جمع ہوئیں کہ قادیانیوں کے سینے پر مونگ دلنے شروع ہوگئے۔ چوہدری صاحب شریف عزت دار، دھڑلے کے پکے، بھلے مانس انسان تھے۔ وہ دل وجان سے تعمیر کے لئے آمادہ ہوگئے۔ مجھے پانچ ہزار واپس کئے۔ اگلے دن بنیادوں پر مزدور لگادیئے۔ قادیانی کارندے باری باری سائیکلوں پر چکر لگانے لگے۔ چوہدری صاحب نے ان ملعون شرارتیوں سے آنکھیں بند کر کے کام جاری رکھا۔ چندفٹ مکمل بنیادیں ابھی نہیں اٹھی ہوں گی کہ کئی ریٹائرڈ قادیانی پٹواری آ گئے کہ آپ تعمیر نہیں کرسکتے، سٹے ہے۔ چوہدری صاحب نے ان سے فرمایا کہ میاں یہ مکان مجلس تحفظ ختم نبوت بنوارہی ہے۔ انکے نمائندہ وہ سامنے مسجد کے پلاٹ پر ہیں۔ ان سے مل لیں جو کہنا ہے ان سے کہیں، میرے پاس آئندہ نہ آنا۔ ویسے اگر تعمیرات پر پابندی ہے تو آپ کی بجائے پولیس کو آنا چاہئے۔ آپ کا آنا کئی خدشات اور نقصان کا باعث ہوسکتا ہے۔ قادیانی کھسیانی بلی کھمبہ نوچے اپنی قیادت کے پاس گئے۔

انہوں نے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے سامنے ماتھے ٹیک دیئے۔ آر۔ایم صاحب کا ملنے کے لئے پیغام آ گیا۔ چوہدری صاحب اور فقیر شام کے ٹائم ان کے مکان پر چلے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ قادیانی مؤقف یہ ہے کہ تعمیرات کا ہائیکورٹ سے سٹے ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کے پاس سٹے ہوتا تو وہ ایک اینٹ لگنا گوارہ نہ کرتے۔ آپ انہیں فرمائیں وہ سٹے کے مدعی ہیں تو سٹے دکھانا ان کی ذمہ داری ہے۔ ہم سے آپ الاٹ منٹ لیٹر، نقشہ منظوری سلیپ، نقشہ یہ چیزیں اور بجنل ساتھ ہیں وہ دیکھ لیں اور ان

سے سٹے طلب کریں۔ آج کے بعد جو کرنا یا کہنا ہے وہ آپ خود یا پولیس آئے، قادیانی ہمارے پلاٹوں پر آ کر مغزماری نہ کریں۔ ورنہ بنیادیں بھی موجود ہیں، چنائی بھی جاری ہے۔ یہ کہہ کر آ گئے۔ چونکہ چوہدری صاحب دیہات کے زمیندارانہ ماحول کے باسی تھے۔ اس بات سے ان کے پاؤں زمین پر نہ لگتے تھے۔ جو پوچھتا کیا ہوا؟ تو فرماتے کہ ہمارے مولوی صاحب نے حکومت کو بتا دیا کہ قادیانی دوبارہ تعمیر رکوانے کے لئے آئے تو بنیادوں اور چنائی کا کام جاری ہے، تعمیر جاری رہی۔ ان کا مکان ابھی چھت تک پہنچا ہوگا کہ دیکھا دیکھی اور دوستوں نے اینٹ، روڑا اور بھرتی منگوانے کے کام کا آغاز کرا دیا۔ یوں مسلم کالونی چناب نگر میں جامع مسجد ختم نبوت کے پلاٹ پر کام کے آغاز کے بعد سب سے پہلے مکان کی تعمیر چوہدری محمد شفیع کے مکان کی ہوئی۔ اولاد تگڑی ہوگئی تو ان کو ٹرک لے کر دیا، ان دنوں مسلم کالونی کی بجائے جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن پر جمعہ ہوتا تھا۔ کالونی کے دوستوں کو ہر جمعہ اور عیدین پر اسٹیشن لے کر جانا چوہدری صاحب نے اپنے ذمہ ٹھہرایا اور ٹرک کو اس ڈیوٹی پر لگا دیا۔ آگے چل کر مسلم کالونی میں ختم نبوت کانفرنس کا آغاز ہوا۔ مولانا حافظ احمد بخش، مولانا خدا بخش، حاجی رشید احمد (سکھر) اور دیگر رفقاء کے ساتھ چوہدری صاحب اس کی تیاری کے لئے پیش پیش ہوتے۔ جانوروں کی خریداری، راشن، ایندھن کے لئے جہاں جاتے والہانہ انداز میں کانفرنس کا پروپیگنڈا بھی جاری رکھتے، جسے ملتے تو کہتے کہ میاں ختم نبوت کانفرنس حضور علیہ السلام کا سالانہ اجتماع ہے، میلہ ہے، عرس ہے۔ پتہ نہیں کن کن مانوس عنوانات سے علاقہ کے لوگوں کے مزاج کے مطابق دعوت دیتے۔ اپنی صحت کے زمانہ میں کوئی نماز ان کی مسجد کی جماعت کے بغیر نہ ہوتی۔ انہوں نے دل وجان سے مسجد ومدرسہ ختم نبوت اور عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ وخدمت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

کچھ عرصہ سے بیمار رہنے لگے فقیر بھی چناب نگر سے ملتان ڈیوٹی پر آ گیا۔ مولانا خدا بخش، جناب عمر سید خان، جناب قیمد گل دیگر ہمارے ابتدائی رفقاء بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ فقیر سے ایک بار چناب نگر چوہدری صاحب ملے اور بڑی محبت ولاڈ سے کہا کہ میرا جنازہ آپ پڑھائیں گے۔ فقیر نے بشرط زندگی حامی بھرلی۔ ۳؍مئی کو حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کے والد صاحب کا جنازہ پڑھ کر ملتان آئے۔ اگلے روز شام کو ۴؍مئی رات گئے چوہدری محمد شفیع انتقال فرما گئے۔ ۵؍مئی کو تین بجے جنازہ ہوا۔ یوں ہماری تاریخ کا ایک روشن کردار ادا کر کے چوہدری صاحب اللہ رب العزت کے حضور چل دیئے۔

(۱۹۵۹) محمد شفیع رام پوری، مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد شفیع رامپوری کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۴۳ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۱۹۶۰) محمد شفیع سرگودھوی، مولانا مفتی

(پیدائش:۱۸۹۴ء ...... وفات:۱۵؍جولائی ۱۹۶۶ء)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے والد گرامی کا نام قاضی محمد امین تھا۔ موضع دوآبہ ضلع میانوالی کے رہائشی تھے۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ کے متعلقین سے تھے۔

مولانا ابوالسعد احمد خان نے ان سے فرمایا کہ محمد شفیع اپنا بیٹا مجھے دے دیتے تو میں انہیں اپنا بیٹا بنا کر رکھتا۔ چنانچہ انہوں نے سعادت سمجھ کر اس آرزو کی تعمیل کی۔ چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب حضرت مولانا ابوالسعد خان کی خدمت میں آ گئے۔ آپ نے کچھ عرصہ بعد لاہور دینی تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ نیلا گنبد مدرسہ رحیمیہ میں آپ داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد امرتسر مدرسہ نعمانیہ میں جا کر داخلہ لیا۔ مفتی محمد نعیم لدھیانوی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری اور دوسرے حضرات سے تعلیم حاصل کی۔ دہلی جامعہ امینیہ میں حضرت مفتی کفایت اللہ سے بھی پڑھا اور پھر دیوبند جا کر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ فراغت کے بعد واں بھچراں، خانقاہ سراجیہ خوشاب ایسے مدارس میں پڑھاتے بھی رہے اور حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان سے سلوک کی تکمیل بھی کرتے رہے۔ چنانچہ اپنے مرشد سے خلافت واجازت سے فیضیاب ہوئے۔

پھر آپ نے سرگودھا بلاک نمبر ا میں جامعہ سراج العلوم کی بنیاد رکھی۔ مسجد ومدرسہ کو بام عروج تک پہنچایا اور پھر تادم واپسیں اس ادارہ میں پڑھاتے رہے۔ ایک کثیر تعداد علماء نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔ پاکستان بننے کے بعد مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر نے مڈھ رانجھا میں رہائش اختیار کی تو حضرت مولانا محمد شفیع کے مدرسہ سراج العلوم میں فرق باطلہ پر آپ یہاں تیاری کراتے تھے۔ مولانا مفتی محمد شفیع نہ صرف مفتی تھے بلکہ بہت اچھے مناظر، ادیب اور عربی وفارسی کے شاعر بھی تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مرزا محمود قادیانی کے زمانہ میں قادیان سے بھیرہ، شاہ پور، خوشاب، کچہ مجوکہ، سرگودھا میں قادیانی مربیوں کی ٹیم نے دورہ کیا تو ان کے تعاقب کے لئے علماء کرام کی جس جماعت نے مولانا ظہور احمد بگوی کی قیادت میں کوبکو، قریہ بقریہ تبلیغی دورہ کر کے جھوٹوں کو ان کی ماں کے گھر قادیان پہنچایا۔ ان میں ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد شفیع سرگودھوی بھی تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(۱۹۶۱) محمد شفیع سنکھتروی، مولانا حافظ

(وفات: ۲۹/جنوری ۱۹۶۹ء)

نارووال ضلع سیالکوٹ کے ایک قریب ایک قصبہ کا نام سنکھترہ ہے۔ حضرت مولانا محمد شفیع یہاں کے تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث کیا۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو مناظرانہ صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کا وجود فریق مخالف کے لئے سوہان روح بن جاتا تھا۔ آپ جہاں قدم رکھتے وہاں رب کریم کی رحمت مدد فرماتی اور آپ کامیابی سے سرفراز ہوتے۔ سیالکوٹ، گورداسپور کی اس پٹی کے لئے قدرت کا عطیہ تھے۔ آپ نے ان علاقوں میں اس پامردی کے ساتھ کام کیا کہ اسلاف کی یاد تازہ کر دی۔ گورداسپور اور سیالکوٹ کی یہ پٹی جو کشمیر کے ساتھ واقع ہے، واقعہ یہ ہے کہ آپ نے یہاں قادیانیوں کے پاؤں نہیں ٹکنے دیئے۔ قادیان گورداسپور میں ہے۔ شکرگڑھ کی تحصیل تقسیم سے پہلے گورداسپور کی تحصیل تھی۔ اس علاقہ پر ملعون قادیان کے زمانہ سے قادیانی عفریت نے یلغار کی۔ حق تعالیٰ نے نارووال کے دو قصبوں کوٹلی بارے خان سے مولانا محمد حیات فاتح قادیان اور سنکھترہ سے مولانا حافظ محمد شفیع صاحب کو ان کے مقابل لاکھڑا کیا۔ گورداسپور ہی کے ایک رہائشی مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر تھے۔ ان تینوں حضرات نے جس طرح قادیانیت کے دانت کھٹے کئے۔ وہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کوئی منصف مزاج مؤرخ نظرانداز نہیں کرسکتا۔

اس خطۂ سیالکوٹ کے ایک رہنما حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ (ثانی) علی پوری تھے۔ آپ نے ہی حافظ محمد شفیع صاحب کو دارالعلوم دیوبند پڑھنے کے لئے بھیجا۔ آپ دیوبند سہارنپور پڑھتے رہے۔ یوں حق تعالیٰ کی قدرت نے ایسے فاضل شخص کو قادیانیت کے مقابل لا کھڑا کیا کہ قادیانیت کے چھکے چھوٹ گئے۔

دیانتداری کی بات ہے کہ مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات، مولانا حافظ محمد شفیع لگتا ہے ایک جیسی مٹی سے ان کا خمیر اٹھایا گیا۔ آج پوری علماء کرام کی کھیپ میں ان کے مزاج وڈھب کا محنتی اور مخلص انسان تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ مولانا حافظ محمد شفیع صاحب کے متعلق یہ روایت تواتر سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک گدھا پال رکھا تھا۔ جب تبلیغ کے لئے نکلتے، اس پر دجال قادیان کی کتابیں لا دلیتے اور سفر شروع کر لیتے۔ آج اس گاؤں، کل وہاں۔ دن کہیں رات کہیں۔ صبح کہیں شام کہیں۔ گاؤں بگاؤں، قریہ بقریہ، شہر بہ شہر دن رات کر کے تسلسل کے ساتھ کئی کئی ماہ کا دورہ کرتے۔ ان متذکرہ دوضلعوں اور ان کے ساتھ ملحقہ کشمیر کا تمام خطہ آپ کی تبلیغی کاوشوں کی جولانگاہ تھا۔ جہاں جاتے رحمت حق ان کا استقبال کرتی۔ مسلمانوں کی عید ہو جاتی۔ قادیانیوں کو منہ چھپانے کے لئے جگہ نہ ملتی۔ مولانا حافظ محمد شفیع کا یہ دورہ کبھی دوماہ، کبھی اڑھائی، کبھی تین ماہ تک طویل ہو جاتا۔ گھربار، دن رات، ایام وشہور کی پرواہ کئے بغیر ایسے بڑھتے جاتے کہ گویا ایک دھن سوار تھی کہ رحمت عالم ﷺ کی عزت وناموس کا جھنڈا بلند رکھنا ہے۔ قادیانیت کو سرنگوں کرنا ہے۔ جب یہ عزم ہو تو پھر ایام وشہور کے گزرنے کی ان کے ہاں کیا وقعت باقی رہ جاتی ہوگی؟

فقیر راقم نے اس علاقہ کا سفر کیا۔ ماحول کو سمجھنے کی جوں جوں کاوش کی، اس سوچ میں گم رہا کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی مخلصانہ وللّٰہی تبلیغی کاوش سے کس طرح ہزاروں ہزار انسانوں کا ایمان بچایا۔ بخدا یہ حضرات ہمارے آئیڈیل تھے اور ہم ان کے مقابلہ میں ننگ اسلاف ہیں۔ وہ کتنے بہادر تھے اور ہم کتنے مصلحت بین۔ وہ کتنے جانباز تھے اور ہم کتنے تساہل کے مارے۔ ہائے! ان کی سوچ کی بلندی اور ہائے ہماری سوچ کی پستی۔ وہ چل دیئے ہم نے جانا ہے۔ لیکن یہ بات سوہان روح ہے کہ ان کا سامنا کیسے کریں گے اور کس منہ سے ان کے سامنے پیش ہوں گے۔ الٰہی عاقبت محمود کن!

(۱۹۶۲) محمد شفیع (کراچی)، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی

(ولادت: جنوری ۱۸۹۷ء، دیوبند ...... وفات: ۶ر اکتوبر ۱۹۷۶ء، کراچی)

مفتی محمد شفیع دیوبند کے رہائشی تھے۔ والد گرامی کا نام مولانا محمد یٰسین تھا۔ جو دارالعلوم کے فارسی کے استاذ تھے۔ آپ کے دادا خلیفہ تحسین علی صاحب نے آپ کا نام محمد مبین تجویز کیا۔ جب کہ محمد شفیع نام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا رکھا ہوا ہے۔ پانچ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں ہی قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم کے لئے داخل ہوئے۔ حافظ محمد عظیم صاحب سے ناظرہ پڑھا۔ کچھ پارے حفظ بھی کئے۔ لیکن جسمانی صحت نے ساتھ نہ دیا تو حفظ نہ کر پائے۔

والد گرامی سے فارسی پڑھی۔ ناظرہ کے بعد پانچ سال میں فارسی، املاء اور عربی کی کتب پڑھ لی تھیں۔ سولہ سال کی عمر میں متوسطہ میں عربی کتب کے لئے داخلہ لیا۔

دورۂ حدیث شریف کی کتب مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی، میاں اصغر حسین، مولانا اعزاز علی، مولانا رسول خان، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ایسے اساتذہ سے پڑھیں۔ ۱۳۳۶ھ میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ حضرت شیخ الہند کی گرفتاری کی وجہ سے بجائے حضرت شیخ الہند کے حضرت کشمیری سے دورۂ حدیث کیا۔

اصلاح کا تعلق حضرت تھانوی سے قائم کیا اور پھر خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ تحصیل علم سے فارغ ہوتے ہی آپ دارالعلوم دیوبند میں مدرس ہوگئے۔ تھوڑے عرصہ بعد آپ کا بڑے اساتذہ میں شمار ہوا اور پھر دارالعلوم کے دارالافتاء کے صدر نشین بھی مقرر ہوئے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مسیح اللہ خان، مولانا سید محمد میاں، مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)، مولانا سرفراز خان صفدر ایسے حضرات آپ کے شاگرد تھے۔ ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے ختم نبوت کے تحفظ اور رد قادیانیت کے حوالہ سے ''البلاغ'' کے مفتی اعظم نمبر میں ایک وقیع و وسیع مضمون لکھا تھا اس کا کچھ حصہ قارئین کی نظر نواز ہے۔

مفتی اعظم اور تردید قادیانیت

حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے اس کائنات میں خیر و شر اور حق و باطل کا سلسلہ ابتدائے تخلیق سے جاری فرمایا اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ اس کی ابتداء اگر ابلیس و آدم کی آویزش سے ہوتی ہے تو اس کی انتہاء دجال و مسیح پر ہوگی۔ اس سنت الٰہیہ کے مطابق جب کسی شر کی قوت نے سر اٹھایا اس کا سر کچلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رجال خیر کو کھڑا کر دیا۔ اس صدی (چودھویں صدی ہجری) کا سب سے بڑا شر، سب سے بڑا فتنہ، سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑا دجل و فریب، لعین ابولعین، لعین قادیان کا دعویٰ نبوت و مسیحیت تھا۔ جس نے گزشتہ صدیوں کے سارے کفر و الحاد کا تعفن اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔

یہ فتنہ چونکہ دجل و فریب کی بیساکھیوں کے سہارے چل رہا تھا۔ اس لئے شروع میں تو بہت سے لوگ اس کی حقیقت ہی نہ سمجھے اور جن حضرات کو اصل حقیقت تک رسائی ہوئی انہوں نے اس کو دیوانے کی بڑ اور گوز شتر، تصور کرتے ہوئے اسے لائق التفات ہی نہ سمجھا، ادھر انگریز کی عیاری و مکاری، اس کی اعانت و نصرت اور تائید و حمایت نے اس فتنہ کو کم فہم انگریزی خواندہ نوجوانوں اور سرکاری ملازموں میں پنپنے کا موقعہ دیا۔ تا آنکہ رفتہ رفتہ قادیانیت کی رگوں میں دجل و فریب کے علاوہ کبر و نخوت اور شیخی و تعلّی کا خون پھر دوڑنے لگا۔ وہ ہر راہ چلتے کا بازو پکڑ کر اسے حیات مسیح پر بحث کرنے کی دعوت دینے لگے اور انہوں نے گلی کوچوں میں مناظروں اور مباحثوں کی فضا پیدا کر دی۔ وہ ہر داڑھی والے کو دیکھ کر اس پر پھبتیاں کسنے اور اسلامی عقائد کو چیلنج کرنے لگے۔ یہ وہ صورتحال تھی جس نے امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری کو پریشان کر دیا تھا اور آپ کی راتوں کی نیند حرام کر دی تھی۔ خطرہ ہو چلا تھا کہ اگر اس ملعون فتنہ کو لگام نہ دی گئی تو یہ نہ صرف مسلمانوں کی گمراہی کا ذریعہ بن جائے گا بلکہ دین محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے کم از کم ہندوستان سے خاتمہ کا سبب ہوگا۔ علمائے امت بحمد اللہ اس فتنہ کی سرکوبی پہلے سے کرتے آرہے تھے۔ مگر حضرت امام العصر کے پیش نظر اس فتنہ کے قلع قمع کے لئے چند اہم اقدامات تھے۔

اوّل...... اس فتنہ کی ملعونیت و خباثت اس طرح اجاگر کی جائے کہ قادیانیت و مرزائیت کا لفظ بجائے خود گالی بن جائے۔ حتیٰ کہ خود قادیانی بھی اپنے آپ کو مرزائی یا قادیانی کہلانا عار اور شرم کا موجب سمجھیں۔

دوم...... اہل علم کی ایک باتوفیق جماعت تیار کی جائے جو قادیانیوں کی تلبیسات کا پردہ چاک کرے اور ان تمام علمی مباحث کو نہایت صاف اور منقح کردے جو اسلام اور قادیانیت کے درمیان زیر بحث آئے ہیں۔

سوم...... دعوت و تبلیغ اور مباحثہ و مناظرہ کے میدان میں ایسی پیش قدمی کی جائے کہ حریف پسپا ہونے پر مجبور ہو جائے اور اسے ہر گلی کوچے میں مسلمانوں کو للکارنے کی جرأت نہ ہو۔

چہارم...... ردقادیانیت اور تحفظ ختم نبوت مسلمانوں کا ایک مستقل مشن بن جائے تا کہ جہاں کہیں قادیانیت کے طاغوتی جراثیم پائے جائیں وہاں ختم نبوت کا تریاق مہیا کیا جاسکے۔

حضرت شاہ صاحب کے علمی تفوّق اور روحانی توجہ نے پورے دارالعلوم دیو بند کو اس محاذ پر لگا دیا۔ آپ کے زیر اشراف جو جماعت قادیانیت کے استیصال کے لئے تیار ہوئی ان میں حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیو بندی کی شخصیت بالآخر اپنے دور کی نمایاں ترین شخصیت بن گئی۔ حضرت مفتی اعظم نے ردقادیانیت پر جو کام کیا اسے آسانی کے لئے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اوّل...... دعوت و تبلیغ کے ذریعہ نیز مباحثہ و مناظرہ کے میدان میں اور عدالت کے کٹہرے میں قادیانیت کا مقابلہ۔

دوم...... تصنیف و تالیف کے ذریعہ ردقادیانیت کی خدمت۔

سوم...... دارالعلوم دیو بند کی مسند دارالافتاء سے قادیانیوں کی دینی حیثیت کی تشخیص اور ان کے شبہات کا ازالہ۔

اوّل الذکر دونوں چیزوں کا مختصر سا خاکہ خود مفتی صاحب کے اس مقالہ میں آ جاتا ہے جو ''حیات انور'' میں شامل ہے اور جو ہمارے پاس سب سے مستند ذریعہ معلومات ہے۔ اس لئے اس مقالہ کا ضروری حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے جس سے اس دور کے بعض اہم واقعات بھی معلوم ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحب کے ردقادیانیت کے لئے اہتمام اور اپنے تلامذہ کی تربیت پر روشنی پڑے گی اور حضرت مفتی صاحب کی خدمات کا اجمالی تعارف بھی ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:

فتنۂ مرزائیت کی شدت اور اس کے بعض اسباب

تقریباً ۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے کہ فتنۂ قادیانیت پورے ہندوستان کے اطراف و جوانب میں اور خصوصاً پنجاب میں ایک طوفانی صورت سے اٹھا۔ اس کا سبب خواہ یہ ہو کہ ۱۹۱۹ء کی جنگ عظیم میں قادیانی مسیح کی امت نے مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں (انگریزوں) کو کافی مدد بہم پہنچائی جس کا اعتراف خود قادیانیوں نے اپنے اخبارات میں کیا ہے اور یہی وجہ تھی کہ جب بغداد سات سو سال کے بعد مسلمانوں کے قبضہ سے نکل کر انگریزوں کے تسلط میں داخل ہوا تو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کی پوری امت ان کے رنج و غم میں مبتلا تھی وہیں قادیانی مرزا کی امت قادیان میں چراغاں کر رہی تھی۔ (الفضل قادیان)

اس جنگ میں امداد دینے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریزوں کو کامیاب بنانے کے صلہ میں انگریزوں کی حمایت (بقول مرزا قادیانی) اپنے اس خود کاشتہ پودے کو زیادہ حاصل ہوگئی اور اس کا یہ حوصلہ ہوگیا کہ وہ کھل کر مسلمانوں کے مقابلے میں آجائے اور ممکن ہے کہ کچھ اور بھی اسباب ہوں۔ یہ زمانہ دارالعلوم دیو بند میں میرے درس و تدریس کا ابتدائی دور تھا اور میں اس بسم اللہ کے گنبد میں اپنی کتاب اور سبق پڑھانے کے سوا کچھ نہ جانتا تھا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن ہمارے بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے فروغ اور اسلام کی خدمت ہی کے لئے پیدا فرمایا تھا، قادیانیت کے اس بڑھتے ہوئے طوفان سے سخت تشویش و اضطراب محسوس فرما رہے تھے

اور تبلیغ واشاعت کے ذریعہ اس کے مقابلے کی فکر کر رہے تھے۔ بالخصوص حضرت شاہ صاحب پر اس فتنہ کا بہت اثر تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے ان کو چن لیا ہے۔ جیسا ہر زمانہ میں عادۃ اللہ یہ رہی ہے کہ ہر فتنہ کے مقابلہ کے لئے اس وقت کے علماء دین سے کسی کو منتخب کر لیا گیا اور اس کے قلب میں اس کی اہمیت ڈال دی گئی۔ فتنۂ قادیانیت کے استیصال میں حضرت ممدوح کی شبانہ روز جدوجہد اور فکر وعمل سے دیکھنے والے کو یقین ہو جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کے لئے آپ کو چن لیا ہے۔

مصر وعراق وغیرہ ممالک اسلامیہ میں فتنۂ قادیانیت کا انسداد

میں (مفتی محمد شفیع) حسب عادت ایک روز استاذ محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی دائمی عادت کے خلاف یہ دیکھا کہ ان کے سامنے کوئی کتاب زیر مطالعہ نہیں۔ خالی بیٹھے ہوئے ہیں اور چہرے پر فکر کے آثار نمایاں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیسا مزاج ہے؟ فرمایا کہ بھائی مزاج کو کیا پوچھتے ہو، قادیانیت کا ارتداد اور کفر کا سیلاب امنڈتا نظر آتا ہے۔ صرف ہندوستان میں نہیں عراق وبغداد میں ان کا فتنہ سخت ہوتا جاتا ہے اور ہمارے علماء وعوام کو اس طرف توجہ نہیں۔ ہم نے اس کے مقابلہ کے لئے جمعیۃ علماء ہند میں یہ تجویز پاس کرائی تھی کہ دس رسالے مختلف موضوعات متعلقہ قادیانیت پر عربی زبان میں لکھے جائیں اور ان کو طبع کرا کر ان بلاد اسلامیہ میں بھیجا جائے۔ مگر اب کوئی کام کرنے والا نہیں ملتا۔ اس کام کی اہمیت لوگوں کے خیال میں نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اپنی استعداد پر تو بھروسہ نہیں۔ لیکن حکم ہو تو کچھ لکھ کر پیش کروں۔ ملاحظہ کے بعد کچھ مفید معلوم ہو تو شائع کیا جائے۔ ورنہ بیکار رہنا بظاہر ہی ہے۔

ارشاد ہوا کہ مسئلہ ختم نبوت پر لکھو۔ احقر نے استاذ محترم کی تعمیل ارشاد کو سرمایۂ سعادت سمجھ کر چند روز میں تقریباً ایک سو صفحات کا ایک رسالہ عربی زبان میں لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت ممدوح رسالہ دیکھتے جاتے تھے اور بار بار دعائیہ کلمات زبان پر تھے۔ مجھے کوئی تصور نہ تھا کہ اس ناچیز خدمت کی اتنی قدر افزائی کی جائے گی۔ پھر خود ہی حضرت ممدوح نے اس رسالہ کا نام ’’ھدیۃ المھدیین فی آیۃ خاتم النّبیین‘‘ تجویز فرما کر اس کے آخر میں ایک صفحہ بطور تقریظ تحریر فرمایا اور اپنے اہتمام سے اس کو طبع کرایا۔ مصر، شام، عراق مختلف مقامات پر اس کے نسخے روانہ کئے۔

خاص قادیان میں پہنچ کر اعلان حق اور رد مرزائیت

اسی زمانہ میں حضرت ممدوح کے ایماء پر امرتسر وپٹیالہ ولدھیانہ کے چند علماء نے یہ تجویز کیا کہ اس فتنہ کے استیصال کے لئے خاص قادیان میں ایک تبلیغی جلسہ سالانہ منعقد کیا جائے تاکہ قضیہ زمین برسر زمین طے ہو سکے۔ یہ عوام کو فریب میں ڈالنے والے مناظرے اور مباہلے کے چیلنج جو اکثر اس فرقہ کی طرف سے چھپتے رہتے ہیں ان کی حقیقت لوگوں پر واضح ہو جائے۔ چنانچہ چند سال مسلسل یہ جلسے قادیان میں ہوتے تھے اور حضرت ممدوح اکثر بذات خود ایک جماعت علماء دیوبند کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے تھے۔ احقر ناکارہ بھی اکثر ان میں حاضر رہا ہے۔

قادیانی گروہ نے اپنے آقاؤں (انگریزوں) کے ذریعہ ہر طرح اس کی کوشش کی کہ یہ جلسے قادیان میں نہ ہو سکیں۔ لیکن کوئی قانونی وجہ نہ تھی جس سے جلسے روک دیئے جاویں۔ کیونکہ ان جلسوں میں عالمانہ بیانات تہذیب ومتانت کے ساتھ ہوتے اور کسی نقص

امن کے خطرہ کو موقع نہ دیتے تھے۔ جب قادیانی گروہ اس میں کامیاب نہ ہوا تو خود تشدد پر اتر آیا۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اور ان کے رفقاء کو قادیان جانے سے پہلے اکثر ایسے خطوط گمنام ملا کرتے تھے کہ اگر قادیان میں قدم رکھا تو زندہ واپس نہ جاسکو گے اور یہ صرف دھمکی ہی نہ تھی، بلکہ عملاً بھی اکثر اس قسم کی حرکتیں ہوتی تھیں کہ باہر سے جانے والے علماء ومسلمانوں پر حملے کئے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آگ بھی لگائی گئی۔ لیکن حق کا چراغ کبھی پھونکوں سے بجھایا نہیں گیا۔ اس وقت بھی ان کے اخلاق باختہ حملے مسلمانوں کو ان جلسوں سے نہ روک سکے۔

مرزائیت میں تصانیف کا سلسلہ

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ہم چند خدام جلسہ قادیان میں حضرت ممدوح کے ساتھ حاضر تھے۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے اپنے مخصوص تلامذہ حاضرین کو خطاب کر کے فرمایا کہ زمانہ کو الحاد کے فتنوں نے گھیر لیا اور قادیانی دجال کا فتنہ ان سب میں زیادہ شدت اختیار کرتا جاتا ہے۔ اب ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی عمر و توانائی کا بڑا حصہ اور درس حدیث کا اہم موضوع حنفیت وشافعیت کو بنائے رکھا۔ ملحدین زمانہ کے وساوس کی طرف توجہ نہ دی۔ حالانکہ ان کا فتنہ مسئلہ حنفیت وشافعیت سے کہیں زیادہ اہم تھا۔ اب قادیانی فتنہ کی شدت نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا تو میں نے اس کے متعلقہ مسائل کا کچھ مواد جمع کیا ہے۔ اگر اس کو میں خود تصنیف کی صورت سے مدوّن کروں تو میرا طرز ایک خالص علمی اصطلاحی رنگ ہے اور زمانہ قحط الرجال کا ہے۔ اس قسم کی تحریر کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس کا فائدہ بھی بہت محدود رہ جاتا ہے۔ میں نے مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام پر ایک رسالہ ''فصل الخطاب'' بزبان عربی تحریر کیا۔ اہل علم اور طلباء میں عموماً مفت تقسیم کیا لیکن اکثر لوگوں کو یہی شکایت کرتے سنا کہ پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے اگر آپ لوگ کچھ ہمت کریں تو یہ مواد میں آپ کو دے دوں۔ اس وقت حاضرین میں چار آدمی تھے۔ احقر ناکارہ اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب سابق ناظم شعبہ تعلیم وتبلیغ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا بدرعالم صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند وجامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت ودارالعلوم ٹنڈوالہ یار سندھ وحال مہاجر مدینہ طیبہ اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند وشیخ الجامعہ بہاول پور وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ہم چاروں نے عرض کیا کہ جو حکم ہو ہم امتثال امر کو سعادت کبریٰ سمجھتے ہیں۔

اس وقت فرمایا کہ اس فتنہ کے استیصال کے لئے علمی طور پر تین کام کرنے ہیں۔ اوّل مسئلہ ختم نبوت پر ایک محققانہ مکمل تصنیف جس میں مرزائیوں کے شبہات واوہام کا ازالہ بھی ہو۔ دوسرے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کی مکمل تحقیق قرآن وحدیث اور آثار سلف سے مع ازالہ شبہات ملحدین۔

تیسرے خود مرزاقادیانی کی زندگی، اس کے گرے ہوئے اخلاق اور متعارض ومتہافت اقوال اور انبیاء واولیاء وعلماء کی شان میں اس کی گستاخیاں اور گندی گالیاں، اس کا دعویٰ نبوت ووحی اور متضاد قسم کے دعوے۔ ان سب چیزوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی کتابوں سے مع حوالہ جمع کرنا جس سے مسلمانوں کو اس فرقہ کی حقیقت معلوم ہو اور اصل یہ ہے کہ اس فتنہ کی مدافعت کے لئے یہی چیز اہم اور کافی ہے۔ مگر چونکہ مرزائیوں نے مسلمانوں کو فریب میں ڈالنے کے لئے خواہ مخواہ کچھ علمی مسائل میں عوام کو الجھا دیا ہے۔ اس لئے ان سے بھی اغماض نہیں کیا جاسکتا۔ پھر فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق تو یہ صاحب (احقر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا)

ایک جامع رسالہ عربی زبان میں لکھ چکے ہیں اور اردو میں لکھ رہے ہیں اور آخر الذکر معاملہ کے متعلق مواد فراہم کر کے مدون کرنے کا سب سے بہتر کام حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب کر سکیں گے کہ اس معاملہ میں ان کو معلومات بھی کافی ہیں اور مرزائی کتابوں کا پورا ذخیرہ بھی ان کے پاس ہے وہ اس کام کو اپنے ذمہ لے کر جلد سے جلد پورا کریں۔ اب مسئلہ رفع وحیات عیسیٰ علیہ السلام رہ جاتا ہے۔ اس کے متعلق میرے پاس کافی مواد جمع ہے۔ آپ تینوں صاحب دیوبند پہنچ کر مجھ سے لے لیں اور اپنی اپنی طرز پر لکھیں۔

یہ مجلس ختم ہوگئی۔ مگر حضرت شاہ صاحب کے قلبی تاثرات اپنا ایک گہرا نقش ہمارے دلوں پر چھوڑ گئے۔ دیوبند واپس آتے ہی ہم تینوں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ حیات عیسیٰ علیہ السلام سے متعلقہ مواد حاصل کیا۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب نے ''انی متوفیک ورافعک الیّ'' کی تفسیر سے متعلقہ مواد لے کر اس پر ایک مستقل رسالہ اردو میں بنام ''الجواب الفصیح لحیات المسیح'' تحریر فرمایا جو علمی رنگ میں لاجواب سمجھا گیا اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے پسند فرما کر اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ یہ رسالہ ۱۳۴۲ھ میں شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا۔

احقر ناکارہ کے متعلق یہ خدمت کی گئی کہ جتنی مستند ومعتبر روایات حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات یا نزول فی آخر الزمان کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان سب کو ایک رسالہ میں جمع کر دے۔ احقر نے تعمیل حکم کے لئے رسالہ ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' بزبان عربی لکھا اور حضرت ممدوح کی بے حد پسندیدگی کے بعد اسی سال شائع ہوا۔ اس کے بعد حسب ارشاد ممدوح مسئلہ ختم نبوت پر ایک مستقل کتاب اردو زبان میں تین حصوں میں لکھی۔

پہلا حصہ ختم النبوۃ فی القرآن: جس میں ایک سو آیات قرآنی سے اس مسئلہ کا مکمل ثبوت اور ملحدوں کے شبہات کا جواب لکھا گیا ہے۔

دوسرا ختم النبوۃ فی الحدیث: جس میں دو سو دس احادیث معتبرہ سے اس مضمون کا ثبوت اور منکرین کا جواب پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا ختم النبوۃ فی الآثار: جس میں سینکڑوں اقوال صحابہ وتابعین اور ائمہ دین اس کے ثبوت اور منکرین اور ان کی تاویلات باطلہ پر رد کے متعلق نہایت صاف وصریح نقل کئے گئے ہیں۔ یہ تینوں رسالے پہلی مرتبہ ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۴۵ھ تک شائع ہوئے۔ اسی کے ساتھ مختصر رسالہ ''دعاوی مرزا'' اور ''مسیح موعود کی پہچان'' اردو زبان میں احقر نے لکھ کر پیش کئے۔ ان رسائل کا جو کچھ نفع مسلمانوں کی اصلاح وہدایت اور ملحدین منکرین پر اتمام حجت کے سلسلہ میں ہوا یا ہوگا اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ مجھے تو اپنی محنت کا نقد صلہ حضرت شاہ صاحب کی مسرت وخوشنودی اور بے شمار دعاؤں سے اسی وقت مل گیا اور جوں جوں ان رسائل کی اشاعت سے مسلمانوں کی ہدایت بلکہ بہت سے قادیانی خاندانوں کی توبہ ورجوع الی الاسلام کے متعلق حضرت کو معلوم ہوئے اسی طرح اظہار مسرت اور دعا کے انعامات ملتے رہے۔

مخدومنا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن جو عمر اور طبقہ کے اعتبار سے حضرت شاہ صاحب سے مقدم تھے، لیکن حضرت شاہ صاحب کے محیر العقول علم کے بے حد معتقد اور آپ کے ساتھ معاملہ بزرگوں کا سا کرتے تھے جو خدمت اس سلسلہ کی ان کے سپرد فرمائی تھی اس کو آپ نے بڑی سعی بلیغ کے ساتھ انجام دینا شروع کیا اور مرزا قادیانی کی پوری زندگی، اس کے اخلاق واعمال اور عقائد وخیالات، دعوے نبوت ورسالت اور تکفیر عام اہل اسلام، گستاخی درشان انبیاء واولیاء کو مرزا قادیانی کی اپنی کتابوں سے بحوالہ صفحہ سطر نہایت انصاف اور احتیاط کے ساتھ نقل کر کے بہت سے رسائل تصنیف فرمائے اور حضرت شاہ صاحب کے سامنے پیش فرما کر ان کی مراد پوری فرمائی۔

فیروز پور پنجاب میں تاریخی مناظرہ

اسی زمانہ میں چھاؤنی فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں کا ایک خاصا جتھا جمع ہوگیا تھا۔ یہ لوگ وہاں کے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے اور اپنے دستور کے موافق عوام مسلمانوں کو مناظرہ مباحثہ کا یہ چیلنج کیا کرتے اور جب کسی عالم سے مقابلہ کی نوبت آتی تو راہ گریز اختیار کرتے۔ اسی زمانہ میں ضلع سہارنپور کے رہنے والے کچھ مسلمان جو فیروز پور میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے ان لوگوں نے روز روز کی جھک جھک کو ختم کرنے کے لئے خود قادیانیوں کو دعوت مناظرہ دے دی۔ قادیانیوں نے سادہ لوح عوام سے معاملہ دیکھ کر بڑی دلیری اور چالاکی کے ساتھ دعوت مناظرہ قبول کر کے بجائے اس کے کہ مناظرہ کرنے والے علماء سے شرائط مناظرہ طے کرتے انہیں عوام سے ایسی شرائط مناظرہ پر دستخط لے لئے جن کی رو سے فتح بہرحال قادیانی گروہ کی ہو اور اہل اسلام کو مقررہ شرائط کی پابندی کی وجہ سے ہر قدم پر مشکلات درپیش ہوں۔

ان عوام مسلمین نے مناظرہ اور شرائط مناظرہ طے کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے چند علماء کو دعوت دی جو قادیانیوں سے مناظرہ کریں۔

مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اور حضرت شاہ صاحب کے مشورہ سے اس کام کے لئے حضرت مولانا سید مرتضٰی حسن، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا محمد ادریس اور احقر (مولانا مفتی محمد شفیع) تجویز ہوئے۔ ادھر قادیانیوں نے یہ دیکھ کر کہ ہم نے اپنی من مانی شرائط میں مسلم مناظرین کو جکڑ لیا ہے۔ اپنی قوت محسوس کی اور قادیان کی پوری طاقت فیروز پور میں لا ڈالی۔ ان کے سب سے بڑے عالم اس وقت سرور شاہ (قادیانی) اور سب سے بڑے مناظر حافظ روشن علی (قادیانی) اور عبدالرحمٰن مصری (قادیانی) وغیرہ تھے۔ یہ سب اس مناظرہ کے لئے فیروز پور پہنچ گئے۔

ہم چار افراد حسب الحکم دیوبند سے فیروز پور پہنچے تو یہاں پہنچ کر چھپا ہوا پروگرام مناظرہ اور شرائط مناظرہ کا نظر سے گزرا۔ شرائط مناظرہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ ان میں ہر حیثیت سے قادیانی گروہ کے لئے آسانیاں اور اہل اسلام کے لئے ہر طرح کی بے جا پابندیاں عوام نے اپنی ناواقفیت کی بناء پر تسلیم کی ہوئی ہیں۔ اب ہمارے لئے دو ہی راستے تھے کہ یا ان مسلمہ فریقین شرائط مناظرہ کے ماتحت مناظرہ کریں جو ہر حیثیت سے ہمارے لئے مضر تھیں یا پھر مناظرہ سے انکار کر دیں کہ ہم ان شرائط کے ذمہ دار نہیں ہوسکتے جو بغیر ہماری شرکت کے طے کر لی گئی ہیں۔ لیکن دوسری شق پر مقامی مسلمانوں کی بڑی خفت اور سبکی تھی اور قادیانیوں کو اس پروپیگنڈے کا موقع ملتا کہ علماء نے مناظرہ سے فرار کیا۔ اس لئے ہم سب نے مشورہ کر کے مناظرہ کرنے کا تو فیصلہ کر لیا اور بذریعہ تار صورتحال کی اطلاع حضرت شاہ صاحب کو دے دی۔

اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہوگیا۔ ابھی شروع ہی تھا کہ عین مجلس مناظرہ میں نظر پڑی کہ حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب مع چند دیگر علماء کے تشریف لا رہے ہیں۔ ان کی آمد پر ہم نے کچھ دیر کے لئے مجلس مناظرہ ملتوی کی اور ان حضرات کو صورتحال بتلائی۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ جایئے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرطیں اپنی پسند کے موافق عوام سے طے کرالی ہیں۔ اتنی ہی اور لگالو ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ تم چوروں کی طرح عام ناواقف مسلمانوں کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے عادی ہو۔ کسی شرط اور کسی طریق پر ایک مرتبہ سامنے آکر اپنے دلائل بیان کرو اور ہمارا جواب سنو۔ پھر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔

حضرت کے ارشاد کے موافق اسی کا اعلان کر دیا گیا اور مناظرہ جاری ہوا۔ ان اکابر کو مناظرہ کے لئے پیش کرنا ہماری غیرت کے خلاف تھا۔ اس لئے پہلے دن مناظرہ مسئلہ ختم نبوت پر احقر نے کیا۔ دوسرے تیسرے دن حضرت مولانا بدر عالم اور مولانا محمد ادریس نے دوسرے مسائل پر مناظرہ کیا۔ یوں تو مناظرہ کے بعد ہر فریق اپنی اپنی کہا ہی کرتا ہے۔ لیکن اس مناظرہ میں چونکہ عموماً تعلیم یافتہ طبقہ شریک تھا۔ اس لئے کسی فریق کو دھاندلی کا موقع نہ تھا۔ پھر اس مناظرہ کا کیا اثر ہوا۔ اس کا جواب فیروز پور کے ہر گلی کوچے سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ قادیانی گروہ کو کس قدر رسوا ہوکر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ خود اس گروہ کے تعلیم یافتہ وسنجیدہ طبقہ نے اس کا اقرار کیا کہ قادیانی گروہ اپنے کسی دعویٰ کو ثابت نہیں کرسکا اور اس کے خلاف دوسرے فریق نے جو بات کہی قوی دلیل کے ساتھ کہی۔

مناظرہ کے بعد شہر میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کی تقریریں قادیانی مسئلہ کے متعلق ہوئیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں ایک یادگار خاص کی نوعیت رکھتی ہیں۔ بہت سے وہ لوگ جو قادیانی دجل کے شکار ہو چکے تھے اس مناظرہ اور تقریروں کے بعد اسلام پر لوٹ آئے۔

حضرت شاہ صاحب کا دورۂ پنجاب

۱۳۴۳ھ میں جب کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی کوشش سے بذریعہ تصنیف وتحریر قادیانی دجل وفریب کا پردہ پوری طرح چاک کر دیا گیا اور قادیانیت سے متعلق ہر مسئلہ پر مختلف طرز وانداز کے بیسیوں رسائل شائع ہو چکے تو آپ نے اس کی بھی ضرورت محسوس فرمائی کہ ناخواندہ عوام کا طبقہ جو زیادہ کتابیں نہیں پڑھتا اور قادیانی مبلغین چل پھر کر ان میں اپنا دجل پھیلاتے ہیں ان لوگوں کی حفاظت کے لئے پنجاب کے مختلف شہروں کا ایک تبلیغی دورہ کیا جائے۔

پنجاب وسرحد کے دورہ کا پروگرام بنا۔ علماء دیوبند کی ایک جماعت ہمرکاب ہوئی۔ اس جماعت میں حضرت شاہ صاحب کے ساتھ اکابرین سے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن شریک تھے اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا بدر عالم، حضرت مولانا محمد ادریس اور مولانا محمد نعیم لدھیانوی اور احقر ناکارہ شامل تھے۔ یہ علم کے پہاڑ اور تقویٰ کے پیکر پنجاب کے ہر بڑے شہر میں پہنچے اور مرزائیت کے متعلق اعلان حق کیا۔ منکرین کو رفع شبہات کی دعوت دی۔ لدھیانہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، راولپنڈی، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہزارہ، کھوٹہ وغیرہ میں ان حضرات کی بصیرت افروز عالمانہ تقریریں ہوئیں۔ مرزائی دجال جو آئے دن مناظرہ ومباہلہ کے چیلنج عوام کو دکھانے کے لئے پھرتے تھے۔ ان میں سے ایک سامنے نہ آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس جہان میں نہیں ہیں۔

اس پورے سفر میں عام مسلمانوں نے جاء الحق وزہق الباطل کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھ لیا۔

مرزائیوں کے مقابلہ میں بہاول پور کا تاریخی مقدمہ

حضرت شاہ صاحب اور دیگر اکابر علماء کے بیانات مرزائیوں کے مرتد ہونے کا فیصلہ۔ ۱۹۲۶ء میں احمد پور شرقیہ ریاست بہاول پور کی ایک مسلمان عورت کا دعویٰ اپنے شوہر کے مرزائی ہو جانے کی وجہ سے نکاح فسخ ہونے کے متعلق بہاول پور کی عدالت میں دائر ہوا اور سات سال تک یہ مقدمہ بہاول پور کی ادنیٰ اعلیٰ عدالتوں میں دائر رہتے ہوئے آخر میں دربار معلیٰ بہاول پور میں پہنچا۔

۱۹۳۳ء میں دربار معلیٰ نے پھر عدالت میں یہ لکھ کر واپس کیا کہ ہمارے خیال میں اس مسئلہ کی پوری تحقیق وتنقیح کرنا ضروری ہے۔ دونوں فریق کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے علماء کی شہادتیں پیش کریں اور دونوں طرف کے مکمل بیانات سننے کے بعد اس مسئلہ کا کوئی آخری فیصلہ کیا جائے۔

اب مدعاعلیہ مرزائی نے اپنی حمایت کے لئے قادیان کی طرف رجوع کیا۔ قادیان کا بیت المال اور اس کے رجال کار مقدمہ کی پیروی کے لئے وقف ہوگئے۔ ادھر مدعیہ بیچاری ایک غریب گھرانے کی لڑکی نہایت کسمپرسی میں وقت گزار رہی تھی۔ اس کی قدرت سے قطعاً خارج تھا کہ ملک کے مشاہیر علماء کو جمع کر کے اپنی شہادت میں پیش کر سکے یا اس مقدمہ کی پیروی کر سکے۔ مگر الحمدللہ بہاول پور کے غیور مسلمانوں کی انجمن مؤید الاسلام نے زیر سرپرستی حضرت مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاول پور اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور مقدمہ کی پیروی کا انتظام کیا اور ملک کے مشاہیر علماء کو خطوط لکھ کر اس مقدمہ کی پیروی اور شہادت کے لئے طلب کیا۔ حضرت شاہ صاحب اس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں صدر مدرسی کے فرائض انجام دے رہے تھے اور کچھ عرصہ سے علالت کے سبب رخصت پر دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے۔ طول علالت سے نقاہت بے حد ہو چکی تھی۔ لیکن جس وقت یہ معاملہ آپ کے سامنے آیا تو مسئلہ کی نزاکت اور ہیئت کے قوی احساس نے اپ کو اس کے لئے مجبور کر دیا کہ اپنی صحت اور دوسری ضرورتوں کا خیال کئے بغیر وہ بہاول پور کا سفر کریں۔ آپ نے نہ صرف اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش فرمایا۔ بلکہ ملک کے دوسرے علماء کو بھی ترغیب دے کر شہادت کے لئے جمع فرمایا۔

یہ واقعہ تقریباً ۱۳۵۰ھ کا ہے جب کہ احقر ناکارہ بحیثیت مفتی دارالعلوم دیوبند فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہا تھا۔ انجمن مؤید الاسلام بہاول پور کی دعوت کے علاوہ استاد محترم حضرت شاہ صاحب کا ایماء بھی میری حاضری کے متعلق معلوم ہوا۔ احقر نے حاضری کا قصد کر لیا۔

لیکن حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہ کی جو خداداد شغف دینی ضرورتوں کے ساتھ تھا اور آپ کو بے چین کئے رکھتا تھا۔ اس کی وجہ سے آپ نے تاریخ مقدمہ سے کافی روز پہلے بہاول پور پہنچ کر اس کام کو پوری توجہ کے ساتھ انجام دینے کا فیصلہ فرما کر سب بیانات کے اختتام تک تقریباً بیس پچیس روز بہاول پور میں قیام فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب کا پرشوکت عالمانہ بیان جو کمرہ عدالت میں ہوا اس کی اصل کیفیت تو صرف انہی لوگوں سے پوچھئے جنہوں نے یہ منظر دیکھا ہے۔ اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مختصر یہ کہ اس وقت کمرۂ عدالت دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث نظر آتا تھا۔ عدالت اور حاضرین پر ایک سکتہ کا عالم تھا۔ علوم ربانی کے حقائق ومعارف کا دریا تھا جو امڈا چلا جاتا تھا۔ تین روز مسلسل بیان ہوا۔ تقریباً ساٹھ صفحات پر قلم بند ہوا۔ یہ بیان اور دوسرے حضرات کے بیانات ایک مستقل جلد میں طبع ہوئے۔

اس مقدمہ میں کیا ہوا؟ اس کی پوری تفصیل تو اس مفصل فیصلہ سے معلوم ہوسکتی ہے جو عدالت کی طرف سے ۷/فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳/ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ کو دیا گیا اور جو اسی وقت بزبان اردو ایک سو باون صفحات پر شائع ہو چکا تھا۔ اس کی اشاعت کا اہتمام حضرت مولانا محمد صادق استاذ جامعہ عباسیہ بہاول پور وحال ناظم امور مذہبیہ بہاول پور کے دست مبارک سے ہوا۔ اس مقدمہ کی پیروی علماء کے اجتماع اور ان کی ضروریات کا انتظام بھی مولانا موصوف ہی کے ہاتھوں انجام پایا تھا اور مولانا سے میرا پہلا تعلق اسی سلسلہ میں پیدا ہوا۔ آپ نے اس فیصلہ کے شروع میں ایک مختصر تمہید لکھی ہے۔ اس کے چند جملے نقل کر دینے سے کسی قدر حقیقت پر روشنی پڑسکتی ہے۔ وہ یہ ہیں: ''مدعیہ کی طرف سے شہادت کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن

چاند پوری، حضرت مولانا محمد نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند پیش ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان کی توجہ کے لئے جذب مقناطیسی کا کام کیا۔ اسلامی ہند میں اس مقدمہ کو غیر فانی شہرت حاصل ہوگئی۔ حضرات علماء کرام نے اپنی اپنی شہادتوں میں علم وعرفان کے دریا بہا دیئے اور فرقۂ ضالہ مرزائیہ کا کفر وارتداد روز روشن کی طرح ظاہر کردیا اور فریق مخالف کی جرح کے نہایت مسکت جواب دیئے۔ خصوصاً حضرت شاہ صاحب نے ایمان، کفر، نفاق، زندقہ، ارتداد، ختم نبوت، اجماع، تواتر، متواترت کے اقسام، وحی، کشف اور الہام کی تعریفات اور ایسے اصول وقواعد بیان فرمائے جن کے مطالعہ سے ہر ایک انسان علیٰ وجہ البصیرت بطلان مرزائیت کا یقین کامل حاصل کرسکتا ہے۔ پھر فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی۔ مقدمہ کی پیروی اور شہادت پر جرح کرنے اور قادیانی دجل وتزویر کو آشکارا کرنے کے لئے شہرۂ آفاق مناظر، حضرت مولانا ابوالوفا صاحب نعمانی شاہ جہانپوری تشریف لائے۔ مولانا موصوف مختار مدعیہ ہوکر تقریباً ڈیڑھ سال مقدمہ کی پیروکاری فرماتے رہے۔ فریق ثانی کی شہادت پر ایسی باطل شکن جرح فرمائی جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل وفریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیہ ضالہ کا ارتداد آشکار عالم کردیا۔ فریقین کی شہادت ختم ہونے کے بعد مولانا موصوف نے مقدمہ پر بحث پیش کی اور فریق ثانی کی تحریری بحث کا تحریری جواب الجواب نہایت مفصل اور جامع پیش کیا۔ کامل دوسال کی تحقیق وتنقیح کے بعد عالی جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر نے اس تاریخی مقدمہ کا بصیرت افروز فیصلہ ۷؍فروری ۱۹۳۵ء بحق مدعیہ سنایا۔ یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے یقیناً بےنظیر وبےعدیل ہے۔ مسلمانان ہند کی بہرہ اندوزی کی خاطر اس فیصلہ کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ مواد مقدمہ کی تیسری جلد ہے۔ اس سے پہلے دوجلدیں اور ہوں گی۔

جلد اوّل میں حضرات علمائے کرام کی مکمل شہادتیں اور جلد ثانی میں حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہ جہانپوری کی بحث اور جواب الجواب شائع کیا جائے گا۔ باقی رہا یہ سوال کہ یہ دونوں جلدیں کب شائع ہوں گی۔ اس کا جواب مسلمانان ہند کی ہمت افزائی پر موقوف ہے۔ یہ تیسری جلد جتنی جلدی فروخت ہوگی اسی انداز سے پہلے دوجلدوں کی اشاعت میں آسانی ہوگی۔ حضرات علمائے کرام کے بیانات اور بحث اور جواب الجواب تردید مرزائیت کا بےنظیر ذخیرہ ہے۔ اگر خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ تینوں جلدیں شائع ہوگئیں تو تردید مرزائیت میں کسی دوسری تصنیف کی قطعاً حاجت نہ رہے گی۔‘‘

اس مقدمہ میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے حکم کی بناء پر پہلا بیان اس (مفتی محمد شفیع) احقر کا ہوا۔ تین روز بیان اور ایک دوروز جرح ہوکر تقریباً ساٹھ صفحات پر بیان مرتب ہوا۔ پہلا پہلا بیان تھا۔ ابھی لوگوں نے اکابر کے بیان سنے نہ تھے۔ سب نے بےحد پسند کیا مجھے یاد ہے کہ دوران بیان میں بھی اور مکان پر آنے کے بعد بھی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ دل سے نکلی ہوئی دعاؤں کے ساتھ اپنی مسرت کا اظہار فرماتے تھے اور اس ناکارہ وآوارہ کے پاس دین ودنیا کا صرف یہی سرمایہ ہے کہ اللہ والوں کی رضا، رضائے حق کی علامت ہے۔ واللہ تعالیٰ امثال ان یلحقنی بالصالحین!

فتنہ قادیانیت پر حضرت مفتی صاحب کی تصنیفات

ردقادیانیت کے سلسلہ میں حضرت مفتی اعظم کی اہم ترین خدمت ان کی وہ گرانقدر تصنیفات ہیں جو آپ نے اسلام اور

قادیانیت کے درمیان زیر بحث مسائل پر مرتب فرمائیں۔ ان میں اکثر کا ذکر اوپر کی تحریر میں آچکا ہے۔ مگر مناسب ہوگا کہ ان کا مختصر سا تعارف یہاں پیش کر دیا جائے۔

حضرت مفتی صاحب کی تمام تالیفات میں چند خصوصیات ایسی ہیں جو صرف ان کی تحریر کا مخصوص رنگ کہلاسکتی ہیں اور جن کی وجہ سے ان کی تالیفات مفید خاص وعام ہیں۔ پہلی خصوصیت! ان کی زبان کی بے ساختگی اور سلاست ہے۔ حضرت مفتی صاحب کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اسے ایسے عام فہم انداز میں صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ متوسط استعداد کا آدمی بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے۔ عبارت میں بے جا طول اور مطالب میں پیچیدگی سے ان کی تحریر مبرّا ہوتی ہے۔ دوسری خصوصیت! ان کے لب ولہجہ میں متانت اور سنجیدگی ہے وہ کٹر سے کٹر مخالف کے مقابلہ میں تحمل اور متانت سے بات کرتے ہیں اور تلخی وا کتاہٹ سے ہمیشہ دامن کشاں رہتے ہیں۔ ان کی تحریر میں آپ کو فقرے بازی کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

تیسری خصوصیت! یہ ہے کہ وہ جس موضوع کو لیتے ہیں اس کے ساتھ پوری وفاداری کرتے ہیں اور موضوع کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیتے۔ چوتھی خصوصیت! ان کا تفقہ، نکتہ سنجی اور استدلال کی قوت ہے جو ان کی ہر تصنیف میں نمایاں ہے۔ وہ فقیہ النفس ہیں اور ان کی ہر عبارت تفقہ کی آئینہ دار ہے۔ پانچویں خصوصیت! مطالب کی تہذیب اور مضامین کی ترتیب کا خداداد سلیقہ ہے۔

(البلاغ مفتی اعظم نمبر۷۹۳ تا۸۰۷)

آپ کے رد قادیانیت پر گرانقدر کتب ورسائل یہ ہیں: ''ھدیۃ المھدیین فی آیت خاتم النّبیین'' اصلاً عربی میں تالیف فرمائی بعد میں ''ختم نبوت کامل'' کے نام سے اسے جامع ومکمل کتاب کے طور پر شائع فرمایا۔

''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' عربی میں آپ نے مرتب فرمائی۔ آپ کی سرپرستی آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری نے فرمائی۔ التصریح کی تخریج عرب عالم دین شیخ ابوغدہ نے کی۔ ملتان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد میں بیروت ومدینہ طیبہ سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کا اردو ترجمہ ''نزول مسیح اور علامات قیامت'' کے نام سے حضرت مرحوم کے جانشین ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ نے کیا۔ یہ چاروں مستقل کتابیں ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ ان کی بارہا اشاعت ہوئی۔ عام طور پر مل جاتی ہیں۔ اس لئے احتساب قادیانیت میں ان کو شامل کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کے ذیل کے آٹھ رسائل احتساب قادیانیت کی جلد تیرہ (۱۳) میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان رسائل کے نام یہ ہیں:

۱...... طریق السداد فی عقوبۃ الارتداد
۲...... دعاوی مرزا
۳...... مسیح موعود کی پہچان
۴...... وصول الافکار الیٰ اصول الاکفار
۵...... عالم الاسلام والقادیانیہ عداوۃ القادیانیۃ للمالک الاسلامیۃ (عربی)
ممالک اسلامیہ سے قادیانیت کی غداری (اردو)

۶...... ایمان وکفر قرآن کی روشنی میں

۷...... البیان الرفیع (بیان درمقدمہ بہاول پور)

۸...... فتاویٰ جات ردقادیانیت (ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲)

اس خدمت کے ذریعہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سے ایک گونہ نسبت حاصل ہوگئی جو یقیناً سعادت دارین ہے۔ حق تعالیٰ اس حقیر سی محنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں۔ آنحضرت ﷺ کی امت کے لئے باعث ازدیاد ایقان اور قادیانیوں کے لئے باعث ایمان فرمائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

ایک بار خیرالمدارس ملتان کے جلسہ پر تشریف لائے تو مولانا سید سلیمان ندوی اور آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی رکنیت بھی قبول فرمائی۔ زہے نصیب!

(۱۹۶۳) محمد شفیع (چک نمبر ۱۰۱، کسووال)، جناب حاجی

حضرت حاجی محمد شفیع تقسیم ملک کے بعد پہلے لیہ کے قریب آباد ہوئے۔ پھر کسووال میں آگئے۔ زمیندار پیشہ تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے بیعت کا تعلق تھا۔ عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تھے۔ ان کے بیگ یا واسکٹ میں عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت کی رسید بک ساتھ موجود رہتی۔ جو واقف کار ملتا اسے مجلس کے بیت المال میں حصہ ڈالنے کے لئے متوجہ کرتے۔ جب ملتان آتے تو جمع شدہ سرمایہ دفتر میں جمع کراتے۔ یہ ان کا معمول رہا۔ کبھی اس کا ناغہ نہیں کیا۔ ایسے نظریاتی لوگ کہ جنہیں قومی کاموں کے لئے فنڈ مہیا کرنے میں ذرہ برابر عار نہ ہو۔ یہ جگر گردہ کی بات ہے اور حاجی صاحب واقعہ میں بڑے جگر گردہ کے انسان تھے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور فرمائیں۔ یہاں پہنچ کر ان کی یاد نے بے قرار کر دیا ہے۔ ایسی محبتوں والے لوگ اب عنقاء ہو رہے ہیں۔

(۱۹۶۴) محمد شفیع (مظفر گڑھ)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۲/اپریل ۲۰۱۷ء)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مظفر گڑھ کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مستری تھے۔ بھائی صاحبان نے ملتان روڈ پر لکڑی کا ٹال اور آرا لگا رکھا تھا۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے محلّہ کے سکول میں حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم کے لئے عیدگاہ مظفر گڑھ کے دینی ادارہ ''احیاء العلوم'' میں داخلہ لیا۔ منتہی کتب کے لئے جامعہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان میں داخل ہوئے۔ اس زمانہ میں قاسم العلوم کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ملتانی تھے۔ یہ طالب علم بھی ان کے ہم نام تھے۔ خادمانہ تیز وطرّار طبیعت پائی۔ بات بنانے اور دوسرے کے دل میں گھر کر جانے کا ڈھنگ آتا تھا۔ اپنی انہی خوبیوں کے باعث آپ حضرت مہتمم صاحب کے محبوب نظر قابل اعتماد شاگردوں میں شامل ہوگئے۔ مظفر گڑھ کے یہ طالب علم اپنے استاذ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ملتانی کے دل وجان سے عاشق زار تھے۔ اس مناسبت سے خود کو بھی مفتی کہلانا شروع کر دیا اور یہ کہ دستخط بھی ہو بہو ان جیسے کرتے تھے۔ اس زمانہ میں فقیر راقم کا قاسم العلوم میں مشکوٰۃ شریف کا سال تھا۔ مفتی محمد شفیع مظفر گڑھی فقیر راقم سے چند درجات پیچھے تھے۔ لیکن مدرسہ میں

چلت پھرت، آ و بھگت، دارالاہتمام میں اٹھک بیٹھک سے آپ ممتاز تھے۔ اس زمانہ میں جامعہ قاسم العلوم کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب تھے۔ مولانا مفتی محمد شفیع مظفرگڑھی صاحب اپنی افتادطبع اور اعلیٰ صلاحیتوں کے باعث حضرت مفکر اسلام کے بھی بہت ہی قریب تھے۔ فقیر راقم نے تو دورۂ حدیث مخزن العلوم خان پور میں کیا۔ لیکن مفتی محمد شفیع مظفرگڑھی نے دورۂ حدیث شریف بھی جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کیا اور یوں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے شاگرد عزیز ہونے کا شرف حاصل کیا۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مظفرگڑھی تعلیم کے دوران تقریر کرنے میں خاصی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ ترنم سے تقریر کرتے تھے۔ سرائیکی لہجے کا مٹھاس بھی تقریر میں گھولتے تھے۔ نیز اخذ کرنے والی طبیعت تھی۔ کسی بھی خطیب کی نقل اتارنے میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اس زمانہ میں خطیبوں کی جماعت تنظیم اہل سنت تھی۔ مولانا سید منظور احمد کہروڑی بھی قاسم العلوم کے فارغ التحصیل تھے اور حضرت مفکر اسلام کے شاگرد خاص تھے۔ اس جامعہ میں مولانا سید منظور احمد شاہ اور مولانا مفتی محمد شفیع مظفرگڑھی کا دوستانہ ہوا تو آپ تنظیم اہل سنت کے دفتر میں آنے جانے لگے۔ حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی سے بھی دینی تعلق قائم ہوا۔ خطیب اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمی سے تعلقات محبت میں تبدیل ہوگئے۔ یوں مولانا محمد شفیع مظفرگڑھی نے قاسم العلوم ملتان سے فارغ ہوتے ہی اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم کا چناؤ کیا اور ''یک درگیر محکم گیر'' کے مطابق عمر بھر اسی سٹیج سے سرگرم عمل رہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع مظفرگڑھی سیاسی طور پر جمعیۃ علماء اسلام کے بہی خواہوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کا مزاج بھی سیاسی تھا۔ ۱۹۷۳ء میں جناب ذوالفقار علی بھٹو، نواب صادق حسین قریشی کو بلا مقابلہ ایک ضمنی الیکشن میں جتوا کر اہم عہدہ دینا چاہتے تھے۔ حکومتی اس خواہش کے سامنے بڑے بڑے سیاستدانوں نے میدان خالی کر دیا۔ لیکن مفتی محمد شفیع صاحب کا غذات نامزدگی جمع کرانے کا وقت ختم ہونے سے کچھ پہلے متعلقہ پریذائیڈنگ آفسر کے سامنے پیش ہوئے اور کاغذات جمع کرا دیئے۔ آفسر نے کاغذات جمع کئے۔ آپ کچہری سے نکلے اور لاہور کے لئے روانہ ہوگئے۔ اس ناگہانی آفت نے تو ضلعی آفیسران کی دوڑیں لگا دیں۔ لیکن مفتی صاحب کا ذہن رسا ان کے ''بلا مقابلہ'' کے منصوبہ کو سبوتاژ کر چکا تھا۔ کئی دنوں بعد مفتی صاحب دستیاب ہوئے۔ آفیسران نے قدم پکڑے، تب کہیں جا کر آپ نے کاغذات واپس لئے۔ لیکن اجلی سیرت کے ایسے شخص تھے کہ ایک پیسہ کے لالچ کے روادار نہ ہوئے۔ نتیجہ میں ضلعی آفیسران آپ کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ گویا مرید بن گئے۔ پہلے عرض کیا ہے کہ آپ بہت ہی گفتگو کے ماہر تھے۔ پتہ کی بات کرتے تھے۔ چونکہ مخلص آدمی تھے۔ اس لئے آفیسران آپ کا احترام کرتے تھے۔ ضلع بھر کے آفیسران آپ کی بات مانتے تھے۔ بڑے سے بڑا سیاستدان خلق خدا کی اپنے علاقہ میں کیا خدمت کرتا ہوگا جو ایک درویش عالم دین کے ہاتھوں انجام پاتی۔ ساری زندگی خلق خدا کی ایسی خدمت کی کہ مثال قائم کردی۔ آپ ہر آنے اور جانے والے آفیسر سے تعلقات رکھتے تھے۔ مظفرگڑھ سے تبدیل ہوکر جہاں کوئی آفیسر جاتا تو اس دوسرے ضلع کے دوستوں کے بھی آپ کے ذریعہ سے کام نکلتے تھے۔ یوں اس درویش منش نے خدمت خلق کی ایک مثال قائم کردی۔

تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے تبلیغی خدمات کا بھی سنہری باب ہے۔ آپ کے دور کو تنظیم کا دور شباب تو نہیں کہا جاسکتا لیکن وہ دور بھی بحرحال بھرپور دور تھا۔ آپ اس میں خاصے متحرک رہے۔ مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی اور خطیب اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمی کا باہمی اختلاف رائے ہوا تو مفتی محمد شفیع صاحب نے تمام تر دوستی کے باوجود حضرت تونسوی کا ساتھ دیا۔ لیکن حضرت قاسمی صاحب سے تعلق اخلاص میں بھی کمی نہ آنے دی۔ مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے بھی اس کا برا نہ منایا۔ اس لئے کہ آپ بھی سمجھتے

تھے کہ یہ ضروری نہیں کہ جس سے میرے تعلقات کشیدہ ہوں تو میرے تمام دوست بھی اس سے کشیدگی اختیار کریں۔ وہ بھی حقیقت پسند تھے کہ دوستی ومخالفت میں ہر ایک کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں۔ وہ قائم رہنی چاہئیں۔ بایں ہمہ آخر وقت تک مولانا تونسوی سے نیازمندی اور حضرت قاسمی صاحب سے محبانہ تعلق مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا قائم رہا اور یہ بڑی بات ہے جو اس دور میں عنقاء ہو رہی ہے۔

سنا ہے کہ مفتی صاحب بیمار تھے۔ علاج کے لئے اسلام آباد گئے۔ طبیعت بگڑ گئی تو چپکے سے اللہ کے حضور چل دیئے۔ **وھو خیر الراحمین وخیر الاکرمین!** مظفر گڑھ میں تدفین ہوئی اور بہت بڑا جنازہ ہوا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل وجان سے صف اوّل میں رہے۔

(۱۹۶۵) محمد شفیع، جناب ڈاکٹر

(ولادت: ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۱۷؍اگست ۲۰۰۱ء)

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں چشتیاں ضلع بہاولنگر سے رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ آپ نے ۳؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں تقریر کی۔ جو کہ درج ذیل ہے:

جناب ڈاکٹر محمد شفیع کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

(ترجمہ)

(**ڈاکٹر محمد شفیع:** جناب چیئرمین صاحب! مسئلہ ختم نبوت کے عنوان سے شروع ہوا تھا۔ تاہم بحث مباحثے کے دوران ہم نے پوری مرزائیت بمقابلہ اسلام کا مطالعہ کر لیا ہے اور میں نے طبعی طور پر مذہبی ہونے کی وجہ سے ان اجلاسات میں بڑی باقاعدگی سے شرکت کی ہے۔ بہت غور سے تمام بحث کو سنا ہے اور میں نے اپنے کچھ نتائج بھی مرتب کئے ہیں جو میں نہیں جانتا باقی ارکان کے لئے قابل قبول ہوں یا نہ ہوں۔ میرے رائے میں وہ (قادیانی) حضرت محمد ﷺ کو آخری اور عظیم ترین پیغمبر تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے دونوں گروہ (قادیانی اور لاہوری) مرزاغلام احمد کو آخری اور عظیم ترین پیغمبر مانتے ہیں۔ یہ نتیجہ میں نے خود اخذ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ حضرت محمد ﷺ کی زندگی کو اپنے لئے بطور نمونہ نہیں لیتے۔ بلکہ مرزاغلام احمد کی زندگی میں اپنے لئے نمونہ تلاش کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کی اپنی ایک سنت ہے۔ جس کا ہماری سنت سے کوئی تعلق نہیں۔ کہانی یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ ان کا اپنا ایک الگ ''کلمہ'' ہے۔ ایک الگ ''درود'' ہے۔ ایک الگ ''مسجد اقصیٰ'' ہے اور اس طرح اپنا ایک ''قبلہ'' ہے۔ ان کی حج کی اپنی الگ جگہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان کی ہر شے ہم سے علیحدہ ہے۔ وہ ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ ہمارے جنازوں میں شریک نہیں ہوتے۔ شادی بیاہ کے رشتوں میں وہ اپنی بیٹیاں ہمیں دینا پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ بڑی چالاکی کے ساتھ ہماری بیٹیاں لے لیتے ہیں۔ اس ساری بات سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ گزشتہ ۷۵ سالوں میں انہوں نے خود اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ کر لیا ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو پہلے سے موجود ہے۔ ہمیں صرف اس کا اعتراف کرنا ہے۔ جناب والا! آپ جانتے ہیں کہ ہم حقائق کو تسلیم کرنے سے کبھی جی نہیں چراتے تو آیئے اس حقیقت کو بھی تسلیم کر لیں۔

ربوہ کی متوازی حکومت؟

یہ معاملے کا صرف ایک رخ ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ اسی پر بس نہیں کرتے۔ وہ ربوہ میں ایک متوازی حکومت چلا رہے ہیں جو میری رائے میں ویٹی کن کی مانند ہے۔ وہاں ان کی اپنی وزارتیں ہیں جنہیں وہ ''ناظر'' کا نام دیتے ہیں۔ جیسے ''ناظر امور خارجہ''، ''ناظر امور داخلہ'' وغیرہ۔ وہ اپنے آپ کو ناظر کہتے ہیں۔ یہ معاملہ ان کے خفیہ اہلکاروں کی مدد سے چل رہا ہے اور ہم اس کے متعلق زیادہ نہیں جانتے۔ ہمارے محکموں میں کام کرنے والے قادیانی بھی ان کی مدد کرتے ہیں اور وہ اپنی حکومت کو تمام معلومات اور اعداد وشمار فراہم کرتے ہیں)

(یہاں جناب اسپیکر نے اپنی کرسی کو چھوڑا۔ ان کی جگہ محترمہ ڈپٹی اسپیکر صاحبہ (ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی) نے کرسی صدارت سنبھالی)

(ڈاکٹر محمد شفیع: وہ (قادیانی) بڑے فخریہ انداز میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ بیرونی ممالک میں اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال وہ یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اسرائیل میں مسلمانوں کو اس وقت بچایا جب اسرائیل علاقے پر قبضہ کر رہا تھا۔ چلئے مان لیتے ہیں کہ انہوں نے وہاں مسلمانوں کو بچایا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہاں قادیانیوں کی حفاظت کس نے کی ہے؟ یقیناً کسی نے وہاں ان کی حفاظت کی ہے۔ اگر یہودیوں نے ان کی حفاظت کی ہے تو ایسا کرنے میں ان کے کچھ محرکات ہوں گے اور ہمیں ان محرکات کا جائزہ لینا ہے۔

ان نتائج کو اخذ کرنے کے بعد سوال یہ ہے کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے۔ حل یہ ہے اور اس پر پورا ایوان متفق ہے کہ ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے جو پہلے سے موجود ہے۔ وہ ہم سے پہلے ہی تعلق توڑ چکے ہیں۔ ہمیں اس امر کا صرف اعلان کرنا ہے۔ تاہم اس معاملے کو میں حکومت پر چھوڑتا ہوں کہ وہ قومی اور بین الاقوامی عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب اقدام کرے۔

آپ کا شکریہ!)

(۱۹۶۶) محمد شفیق (گجرات)، مولانا

چکوڑی ضلع گجرات کے جناب مولانا محمد شفیق جو مولوی فاضل تھے انہوں نے مولانا سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان محاکمہ کے لئے یہ رسالہ ''مصنوعی قادیانی کے اعمال جو سخت کاذب اور اکفر ہے'' تحریر کیا جو ۱۸۹۹ء کے لگ بھگ کا ہے۔ موصوف نے اپنے مضمون کو خوب نبھایا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۹۶۷) محمد شکیل (ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)، جناب حاجی

(وفات: ۱۸/اپریل ۲۰۱۳ء)

حاجی محمد شکیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے نوجوان تھے۔ سادگی، عبادت کا شوق، اعلائے کلمۃ اللہ کی فکر، جذبہ ناموس مصطفیٰ اور فدائے ختم نبوت ایسے اوصاف کے مالک تھے۔ عشق ناموس مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو کر اپنا نام اس میدان کے

شاہسواروں میں لکھوایا جس میدان کے شاہسوار حاجی غلام مصطفیٰ مانک، غازی علم الدین شہید، غازی عامر چیمہ شہید اور غازی ممتاز حسین قادری شہید بنے۔ آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔ ایک طرف گستاخان مصطفیٰ ﷺ کا گروہ اور دوسری طرف غلامان مصطفیٰ۔ اسی جرم کی سزا میں ایک ہفتہ کی دلہن، سالوں پر محیط بہن بھائیوں کا گلدستہ اور ماں باپ کی شفقتیں قربان کر کے جیل کی کال کوٹھری کو گلے لگایا۔ جیل کی کال کوٹھری میں ہی ٹی. بی کے مرض نے آپ پر حملہ کیا اور بالآخر یہی موت کا سبب بنا اور حاجی محمد شکیل داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر گئے۔ اسیر ناموس مصطفیٰ ﷺ کی نماز جنازہ ۱۹/اپریل ۲۰۱۳ء بعد از نماز جمعہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ادا کی گئی۔ عاشق کی نماز جنازہ مولانا قاضی احسان احمد (کراچی) نے پڑھائی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا فقیر اللہ اختر، حافظ محمد ثاقب اور مولانا عارف شامی نے مجلس کی طرف سے شرکت کی۔

(۱۹۶۸) محمد صابر (شیخوپورہ)، مولانا

(وفات: مارچ ۱۹۸۶ء)

ضلع شیخوپورہ کوٹ عبدالمالک کی جامع مسجد کے خطیب، امام التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے مسترشد، نامور عالم دین تمام بے دین فتنوں بالخصوص قادیانیوں کے خلاف اسلام کی برہنہ تلوار تھے۔

(۱۹۶۹) محمد صادق بہاول پوری، حضرت مولانا

(پیدائش: محرم الحرام ۱۳۱۷ھ/مئی ۱۸۹۹ء ...... وفات: یکم/اکتوبر ۱۹۶۴ء)

حضرت مولانا محمد صادق بہاول پوری بہاول پور میں پیدا ہوئے۔ مولانا قوم کے لاڑ تھے۔ روحانی تعلق حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی سے تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد عبداللہ جامی سے حاصل کی۔ والد گرامی کی وفات کے بعد ۱۹۰۷ء میں بہاول پور کی قدیم دینی درسگاہ صدر دینیات میں مولانا نورالدین سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ علوم کی تکمیل کی حصول علم کے بعد ۱۴/مئی ۱۹۱۰ء کو مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ حال مدرسہ عربیہ فاضل میں اوّل مدرس مقرر ہوئے۔ آپ عرصہ ۷ سال تک صدر مدرس رہے۔ ۲۵/جون ۱۹۲۵ء کو جامعہ عباسیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کے اعلیٰ عہدہ کے لئے شیخ الجامعۃ حضرت غلام محمد گھوٹوی کا انتخاب ہوا اور مولانا محمد صادق بہاول پوری مدرس اوّل کا اعزاز حاصل کرتے ہوئے ۲۵ سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۲۴ء میں بہاول پور عدالت میں قادیانی، مسلم ایک کیس دائر ہوا۔ تمام عالم اسلام کی نظریں اس کیس پر مرکوز تھیں۔ تب علوم نبوت کے وارث حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد صادق بہاول پوری بھی ان اکابرین وقت کے ساتھ حق و باطل کے اس تاریخی معرکہ میں پیش پیش رہے۔ فیصلہ کے بعد مولانا محمد صادق صاحب نے مولانا سید انور شاہ کشمیری کی قبر مبارک پر جا کر فیصلہ سنایا اور آپ نے مقدمہ بہاول پور کے بیانات قلمبند کئے اور قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کرتے ہوئے مختلف رسائل مرتب کئے۔ جن میں:

۱...... ’’مرزا اور یسوع‘‘ ۲...... ’’تحریف قرآنی بزبان قادیانی‘‘ ۳...... ’’فرنگی نبی کی ناپاک چھینٹیں‘‘

قابل ذکر ہیں جو احتساب قادیانیت جلد ۲۹ میں شامل ہیں۔ ان کی گرانقدر خدمات کی بنیاد پر امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت بہاول پوری کے بڑے قدردان تھے۔ حضرت امیر شریعت جب آخری بار بہاول پور تشریف لائے تو اپنے میزبان سیٹھ محمد عبدالخالق کو فرمایا کہ مجھے مولانا صادق بہاول پوری سے ملواؤ۔ میزبان نے کہا کہ مولانا کو یہاں ہی بلوا لیتے ہیں۔ جس پر حضرت امیر شریعت نے فرمایا: ''تم مولانا کی کیا قدر جانو وہ بلند پایہ عالم دین ہیں۔ میں کون ہوں کہ انہیں اپنے پاس بلاؤں۔ میں خود تمہارے ساتھ ان کے ہاں چلوں گا۔ چنانچہ حضرت شاہ جی باوجود ناساز طبیعت کے خود تشریف لے گئے۔''

حضرت کی اولاد میں مولانا محمد معاذ، مولانا محمد نعمان، مولانا محمد عباس تھے جو اب سب مرحوم ہو گئے ہیں۔ حضرت کی وفات ۷۳ سال کی عمر میں بوقت عشاء ہوئی۔ ان کی وفات پر تعلیمی اداروں میں تعطیل رہی۔ حضرت کی تدفین ملوک شاہ قادری کے قبرستان میں ہوئی۔ اللہ رب العزت ان کے درجات کو بلند کرے۔

(۱۹۷۰) محمد صادق (سرگودھا)، مولانا خواجہ

(ولادت: ۱۹۳۹ء ...... وفات: ۲۹ر ستمبر ۲۰۰۴ء)

آپ کی ولادت ٹانک میں خواجہ صالح محمد کے ہاں ہوئی۔ سرگودھا کے ممتاز عالم دین، جامع مسجد بلاک ۲۶ سرگودھا کے خطیب اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما ہیں۔ متحدہ مجلس عمل سرگودھا کے صدر بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ سرگودھا میں مدفون ہیں۔

(۱۹۷۱) محمد صادق (سیالکوٹ)، جناب حافظ

مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے روح رواں، بہادری و جرأت کا نشان، حضرت حافظ محمد صادق تھے۔ آپ تحریک کشمیر، تحریک آزادی وطن، تحریک ختم نبوت میں ہمیشہ مجلس احرار اسلام کی پالیسی کے کاربند رہے۔ تحریک کشمیر میں سیالکوٹ کو جو اہمیت حاصل تھی وہ سب کے سامنے ہے۔ اس موقعہ پر تحریک کے بانکپن کو قائم رکھنے میں حافظ محمد صادق بہت ہی جوانمردی کے ساتھ برسرپیکار رہے۔ حافظ محمد صادق کو احرار رہنماؤں کی تربیت نے بہت نکھار دیا تھا۔ آپ کی جو ڈیوٹی لگتی آپ اسے پایہ تک پہنچا کر اکابر احرار کی توقعات پر پورا اترتے تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء تمام میں برابر کے نہ صرف شریک عمل رہے بلکہ میدان عمل میں صف اوّل میں رہ کر انمٹ خدمات سرانجام دیں۔ بہت ہی منجھے ہوئے انسان تھے۔ معاملہ کی تہہ تک پہنچنے میں دیر نہ لگاتے تھے۔ صاحب الرائے انسان تھے اور ان کی تمام تر جدوجہد اخلاص کی بدولت ہوتی تھی۔ ایسے مخلص انسان اپنے جانے کے بعد بھی اپنی یادوں کی داستان چھوڑ جاتے ہیں جو آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ اور نشان منزل کا کام دیتی ہے۔ ایسے لوگ جو خود تاریخ ہوتے ہیں اور ان سے تاریخ بنتی ہے۔ انہی میں ایک حافظ محمد صادق بھی تھے۔ خوب انسان تھے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

(۱۹۷۲) محمد صادق عباسی (بہاول پور)، جناب نواب

مشہور مقدمہ تنسیخ نکاح عائشہ بنام عبدالرزّاق میں فاضل جج فریقین کے دلائل اور علماء کے بیانات سن کر ایک نتیجے پر پہنچ گئے تھے اور قادیانیوں کے بارے میں ان کا شرح صدر ہو چکا تھا۔ لیکن عام تأثر یہ تھا کہ کہیں اس فیصلے سے انگریز حکومت، اسلامی ریاست بہاول پور کو نقصان نہ پہنچائے۔

یہ خبر نواب صاحب تک پہنچی تو انہوں نے جج صاحب سے ببانگ دہل فرمایا: ''آپ قادیانیوں کو علی الاعلان غیر مسلم قرار دیں۔ اگر نواب بہاول پور محمد صادق پنجم کی ایک کیا ہزاروں ریاستیں بھی سرکار محمد ﷺ کی نبوت کے تحفظ میں قربان ہو جائیں تو پروا نہیں۔''

پھر کیا تھا! وہ شہرۂ آفاق فیصلہ سامنے آیا جس کے نتیجے میں قادیان کی جھوٹی نبوت کو ہر جگہ خائب و خاسر ہونا پڑا اور آخر کار ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ کے تاریخ ساز فیصلے کی رو سے قادیانی غیر مسلم قرار پائے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد تحریر فرماتے ہیں: ''اس سلسلے میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ خضر حیات ٹوانہ کے والد نواب سر عمر حیات ٹوانہ مرحوم لندن گئے ہوئے تھے۔ نواب آف بہاول پور مرحوم بھی گرمیاں اکثر لندن گزارا کرتے تھے۔ نواب مرحوم، سر عمر حیات ٹوانہ سے لندن میں ملے اور مشورہ طلب کیا کہ انگریز حکومت کا مجھ پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاول پور سے اس مقدمے کو ختم کرا دیں تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ سر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ: ''ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں۔ مگر اپنا دین، ایمان اور عشق رسالت مآب ﷺ کا تو ان سے سودا نہیں کیا۔ آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے۔ میں حق و انصاف کے سلسلے میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔'' چنانچہ مولانا محمد علی جالندھری نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ: ''ان دونوں کی نجات کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے۔''

(۱۹۷۳) محمد صادق (فیصل آباد)، جناب

(وفات: جنوری ۱۹۸۶ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کے جواں سال کارکن تھے۔ آپ کا جنازہ صاحبزادہ طارق محمود نے پڑھایا۔

(۱۹۷۴) محمد صادق قادری رضوی، مولانا

''طریقہ مناظرہ مرزائیت المعروف مرزا کے ڈھول کا پول'' مولانا محمد صادق قادری رضوی فاضل جامعہ رضویہ جھنگ بازار فیصل آباد نے ۱۴ر رمضان ۱۳۸۹ھ، مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۶۹ء میں تحریر فرمایا اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۹۷۵) محمد صادق قریشی، جناب

''آئینہ مرزائیت'' محمد صادق صاحب اصلاً قادیانی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو قادیانیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ نے آئینہ قادیانیت کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا۔

جناب محمد صادق قریشی قادیانی تھے۔ آپ نے مرزا محمود خلیفہ قادیان کے یار حاضر باش کی خدمات سرانجام دیں۔ مرزا محمود کے قابل اعتماد کارکن ہونے کے حوالہ سے سیاسی، جماعتی وذاتی خدمات میں مرزا محمود کے ہر حکم کو بجالاتے رہے۔ اس قرب نے مرزا محمود کی گھناؤنی زندگی کو ان پر منکشف کر دیا۔ جس سے یہ قادیان کے گرو مرزا محمود کی بیعت سے علیحدہ ہوگئے۔ ''فسخ بیعت خلیفہ قادیان'' کے نام پر آپ نے مرزا محمود پر جو چارج شیٹ لگائی اس پر مشتمل یہ رسالہ ہے۔ یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۷ میں شائع ہوئے۔

(۱۹۷۶) محمد صادق کشمیری، جناب خواجہ

(وفات: ۸/اگست ۱۹۷۵ء)

آغا شورش کاشمیری کے برادر نسبتی، ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کے کالم نگار اور منیجر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں متحرک رہے۔

(۱۹۷۷) محمد صادق (گوجرانوالہ)، مولانا ابوداؤد

(وفات: ۳۰/اکتوبر ۲۰۱۵ء)

گوجرانوالہ بریلوی مکتب فکر کے عالم دین تھے۔ مولانا سردار احمد فیصل آبادی کے شاگرد تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں انہیں مجلس عمل کا مولانا زاہد الراشدی نے صدر بھی بنایا تھا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ: ''محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے آخری نبی ہونے پر قرآن پاک کی آیات کثیرہ اور بے شمار احادیث نبویہ شاہد ودال ہیں۔ خصوصاً آیت کریم: ''ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین'' قرآن کی نص قطعی ہے جس میں انکار وشک اور احتمال وتوہم کی بالکل گنجائش نہیں۔ خداوند قدوس نے قرآن پاک میں جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام کے بعد نبوت جاری رہنے کی خبر دی۔ جیسا کہ کئی آیات سے ظاہر ہے۔ وہاں اپنے لاڈلے حبیب کے متعلق ''ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین'' فرما کر حضور پر باب نبوت مسدود فرما دیا۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں بڑی بڑی عظیم المرتبت ہستیاں گزریں۔ مگر کوئی بھی منصب نبوت پر فائز نہ ہو سکا اور ہوتا بھی کیسے۔ جب کہ خود نبی آخر الزمان ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے متعلق فرما دیا۔ ''لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (مشکوٰۃ)'' اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ حضرت عمر نبی نہیں ہوئے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد نبی ہو سکتا ہی نہیں اور یہی نہیں بلکہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو بھی سرور عالم ﷺ نے فرمایا: ''انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی (متفق الیه)'' یعنی اے علی تو میری نیابت میں ایسا ہے جیسا موسیٰ کے لئے ہارون۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں تو مولا علی باوجودیکہ حضور ﷺ کے بھائی اور نائب ہیں۔ لیکن حضور ﷺ نے اپنے بعد نبوت کی نفی فرما کر اس وہم نبوت کو دور کر دیا جو کہ حضرت علی کے بمنزلہ ہارون ہونے سے پیدا ہو سکتا تھا۔ حضرت عبداللہ ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ولو قضی ان یکون بعد محمد ﷺ نبی عاش ابنه ولکن لا نبی بعدی'' (بخاری شریف جلد ثانی) اور اگر مقدر ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو حضور کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے۔ مگر حضور کے بعد نبی نہیں۔ اہل ایمان غور فرمائیں کہ جب سیدنا فاروق اعظم وسیدنا مولا علی وسید ابراہیم فرزند نبی کریم ﷺ نبی نہیں ہوئے اور ان کے علاوہ

دیگر صحابہ تابعین اوران کے بعد والے اکابرین امت مثلاً حضرت امام اعظم وحضرت غوث اعظم وغیرہما رحمۃ اللہ علیہم مقام نبوت تک نہیں پہنچ سکے تو بھلا مرزائے قادیانی جوکہ اپنی زبانی کرم خاکی اور بشر کی جائے نفرت ہے اوراپنے آدم زاد ہونے کا ہی انکار کرتا ہے اور کبھی حائضہ وحاملہ ہونا بیان کرتا ہے۔غرضیکہ جسے سوسو دفعہ پیشاب آئے۔ دن رات پیشاب کرنے میں گزریں۔ جس کی کوئی بات بھی ٹھکانے کی نہ ہواوراس سے نہ صرف خلاف منصب نبوت بلکہ خلاف انسانیت حرکات سرزد ہوں۔ وہ نبوت کا اہل کیسے ہوسکتا ہے؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں امت کا اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے کہ سرور عالم ﷺ کے بعد مدعی نبوت دجل، کذب، مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ وہ اوراس کے ماننے والے جہنم کا ایندھن ہیں بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنا تو الگ رہا۔حضور ﷺ کے بعد نبوت کی تمنا کرنا بھی کفر ہے۔ائمہ دین کے صریح ارشادات اس بارے میں موجود ہیں۔ چنانچہ اعلام بقواطع الاسلام میں ہے۔’’قال اطیلمی مالو تمنی فی زمن نبینا او بعدہ ان لو کان نبیا فیکفر فی جمیع ذالک والظاھر انہ لافرق بین تمنی ذالک باللسان اوالقلب او مختصرا‘‘امام اطیلمی نے فرمایا:ہمارے نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یا حضور ﷺ کے بعد کسی شخص کا تمنا کرنا کہ کسی طرح سے نبی ہوجاتا۔ان صورتوں میں کافر ہوجائے گا۔

اور ظاہر ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں۔ وہ تمنا زبان سے ہو یا صرف دل میں۔ سبحان اللہ! جب مجرد تمنا پر کافر ہوجاتا ہے تو ادعائے نبوت کس درجہ کا کفر خبیث ہوگا۔(العیاذ باللہ)اور پھر مدعی نبوت مدعی نبوت پر ایمان لاتا تو............ رہا۔حضور کے بعد مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرنا بھی کفر ہے۔اسی اعلام بقواطع الاسلام میں ہے۔’’واضح تکفیر مدعی النبوۃ ویظھر کفر من طلب منہ معجزۃ لانہ بطلبہ لھا منہ لصدقہ مع استحالۃ المعلومۃ من الدین بالضرورۃ ‘‘مدعی نبوت کی تکفیر تو خود ہی واضح ہے اور جو اس سے معجزہ مانگے اس کا بھی کفر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مانگنے میں اس مدعی کا صدق محتمل مان رہا ہے۔ حالانکہ دین متین سے بالضرورت معلوم ہے کہ نبی ﷺ کے دوسرا نبی ممکن نہیں۔(جزاء اللہ عدوہ) اب خود ہی خیال فرمائیے کہ مسئلہ ختم نبوت کس .... نازک ہے اور مرزا قادیانی کے متعلق یادرکھئے کہ وہ صرف ختم نبوت کے انکار ہی کی وجہ سے مرتد نہیں بلکہ اس ڈبل کفر کے علاوہ بھی اس کے اور بیسیوں کفریات ہیں۔لہٰذا مرزا قادیانی اور کسی مدعی نبوت کو نبی ماننا، مجدد ماننا، اپنا امام وپیشواء جاننا تو درکنار ایسوں کو ادنیٰ مؤمن سمجھنا اوران کے کفر میں شک کرنا بھی اسلام سے خارج کردیتا ہے۔‘‘

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

(ہفت روزہ رضوان مؤرخہ ۷تا۲۸ راگست ۱۹۵۲ء ج ۵ ش ۲۸، قادیانیت ہماری نظر میں ص ۸۸تا۹۰)

(۱۹۷۸) محمد صادق، جناب ملک

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں کامیاب ہوکر رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ۶ رستمبر ۱۹۷۴ء کو آپ نے فرمایا:

جناب ملک محمد صادق کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

ملک محمد صادق: بسم اللہ الرحمن الرحیم !تمام تعریفیں اللہ پاک کے لئے اور درود وسلام محمد عربی ﷺ

پر جو زمین پر رحمتہ اللعالمین بن کر آئے۔ جناب والا! اس وقت جب کہ احمدی مسئلہ ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکا ہے، جو کچھ میں کہوں گا وہ اس لئے کہ یہ بات صحیح طور پر معلوم ہو جائے کہ مسلمان کیوں مطالبہ کرتے ہیں کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ مذہبی جنون کی بات نہیں بلکہ دلیل، منطق اور حالات کا یہ تقاضا ہے کہ ایسا کیا جائے۔ احمدی، لاہوری اور ربوہ جماعت کے نمائندوں نے نہایت عیاری سے کام لیتے ہوئے سب ایوان کے سامنے گول مول بیان دے کر ٹالنے کی کوشش کی ہے۔ مگر میں مرزا غلام احمد کی تحریروں کی روشنی میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب نے بارہا نبی ہونے کا دعویٰ کرنے سے پہلے اپنی تحریروں میں کیا کہا۔ اس کے پہلے کے خیالات سے آپ خود بھی اندازہ فرمالیں کہ مرزا صاحب حقیقت میں کیا تھے۔ وہ کہتے ہیں:

’’کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے؟ اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے، ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں۔‘‘ (انجام آتھم ص ۲۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۷)

دوسرے وہ فرماتے ہیں: ’’مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں۔‘‘ (حمامتہ البشریٰ ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷)

نمبر تین: ’’اے لوگو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النّبیین کے بعد نئی نبوت کا دعویٰ نہ کرو۔ اس خدا سے شرم کرو، جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔‘‘ (آسمانی فیصلہ ص ۱۵، خزائن ج ۵ ص ۳۳۵)

ان مندرجہ بالا تحریروں کے بعد مرزا صاحب نبی بن بیٹھے اور بقول ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔

جناب چیئرمین: اسمبلی میں یہ سب فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ خود نبی بنے۔ آگے چلیں۔

ملک محمد صادق: بہرکیف *Re-Incarnation* (تناسخ) کا مسئلہ انہوں نے پیش کیا۔ وہ مجوسیوں اور ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔

***Mr. Chairman:** All these matters have been decided. Almost the whole of the Assembly is of the unanimous view about all these matters.*

(**جناب چیئرمین:** یہ سب معاملات طے ہو چکے ہیں۔ تقریباً پوری اسمبلی ان باتوں پر متفق ہے)

ملک محمد صادق: جناب! اگر میں مختصر عرض کروں، تو میری دو تین آراء ہیں۔ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، ان کے مذہب کا نام مرزائیت اور قادیانیت رکھا جائے تاکہ امت اسلامیہ سے ان کا کوئی تعلق نہ رہے اور دنیا کے مسلمان یہ جان سکیں کہ یہ ایک علیحدہ مذہب رکھتے ہیں۔ تیسرے، جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام تمام تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لیا جائے۔ چوتھے، مرزائیوں کے پاس کارڈوں، میں ترمیم کی جائے۔ انکو مذہب کے خانے میں مرزائی یا قادیانی لکھا جائے۔ ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو ان کے تمام لٹریچر کی چھان بین کرے۔ جہاں بھی اسلام کے مخالف عقیدے پائے جاتے ہیں ان کو حذف کرے اور آئندہ ایسی غیر اسلامی اشاعت کو ممنوع قرار دے۔

جناب والا! میں مختصراً کچھ آئین کے بارے میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جس وقت آئین بن رہا تھا تو اس وقت پریذیڈنٹ اور پرائم منسٹر کی اوتھ کے بارے میں کچھ ترامیمات آئی تھیں۔ اس وقت کچھ حضرات نے پریذیڈنٹ اور پرائم منسٹر کی اوتھ کے بارے میں کہا تھا کہ:

"Muhammad (Peace be upon him) is the last Prophet"

(حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں) کے بعد خاتم النّبیین درج کیا جائے، مگر اس ایوان نے اس ترمیم کو *Reject* (رد) کر دیا تھا۔ مگر اردو کا *Version* (ترجمہ) دیکھنے سے پتا چلا ہے کہ وہ ترمیم صحیح موجود ہے اور آئین میں خاتم النّبیین درج ہے تو اس پر بھی غور فرمایا جائے تا کہ مسلمانوں کا یہ مذہبی مسئلہ حل کیا جائے اور مسلمانوں کو چین اور امن سے رہنے دیا جائے۔

جناب والا! میں ان الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

(۱۹۷۹) محمد صالح بن کمال (مفتی الاحناف، مکہ مکرمہ)، حضرت مفتی

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ء میں حرمین شریفین سے جو فتویٰ منگوایا اس میں مولانا مفتی محمد صالح بن صدیق کمال مفتی احناف مکہ مکرمہ کا فتویٰ بھی تھا جو آپ نے قادیان کے کذاب مرزا قادیانی کے خلاف صادر فرمایا تھا۔ جو یہ ہے:

الحمد لمن هو به حقيق ومنه استمداد العون والتوفيق الحمد لله الذى تنزهت ذاته العلية عن الغفلة والنسيان وتقدست اسمائه وصفاته عن ان يعتريها زوال او نقصان وجعل العلماء فى كل عصر وزمان قائمين بحفظ الشريعة وقواهم علٰى اظهار الحق واخماد الباطل بلا مداهنة شنيعة واجرالهم بذلك اجرًا وفرًا وخيرات بديعة حيث بيّنوا ما هو صواب وما هو خطاء كسراب بقيعة، والصلٰوة والسلام علٰى سيدنا محمد الذى جمع فيه مولاه الفضل جميعه وعلٰى آله واصحابه ذوى النفوس السميعة المطيعة اما بعد!

فقد اطلعت علٰى هذه الرسالة الشريفة والنقول اللطيفة فرايتها هى التى تقربها العينان وان غلام احمد القاديان قدهوىٰ به الشيطان فى اودية الهلاك والخسران فجزى الله جامع هٰذه الرسالة خير الجزاء واجزل ثوابه واحسن يوم القيامة مآبنا ومآبه آمين. وصلى الله تعالٰى علٰى سيدنا محمد وعلٰى آله وصحبه.

امر برقمه خادم الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى مكة المكرمة حالا كان الله لهما حامدا مصلياً مسلماً ذيقعده ١٣٠٤هـ

سب حمد اس کے لئے جو اس کے لائق ہے اور اسی سے میں توفیق کی استمداد کرتا ہوں۔ سب تعریف اس خدا کی ہے جس کی بلند ذات غفلت اور نسیان سے پاک ہے اور اس کے نام اور صفتیں زوال اور نقصان کے لائق ہونے سے پاک ہیں اور اس نے ہر زمانے میں ایسے علماء پیدا کئے ہیں جو شرع شریف کی محافظت پر قائم ہیں اور ان کو حق کے ظاہر کرنے اور باطل کے نابود کرنے پر

طاقت دی ہے کہ کچھ سستی نہیں کرتے اور اس پر ان کو بہت ثواب اور بہت نیکیاں دی ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے صواب اور خطا فاحش کو بیان کر دیا اور درود وسلام ہمارے سردار پر ہوں، جن کا نام نامی محمد ہے۔ جن میں حق تعالیٰ نے سب فضیلتیں جمع کی ہیں اور ان کی آل واصحاب پر جن کے نفس خدائے تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ بعد اس کے بے شک میں مطلع ہوا اس بزرگ رسالے اور لطیف حوالوں پر۔ پس میں نے دیکھا ان کو ایسی عمدہ جن کے دیکھنے سے آنکھیں سرد ہوتی ہیں اور بے شک شیطان نے غلام احمد قادیانی کو ہلاکت اور نقصان کی وادیوں میں گرا دیا ہے۔ پس حق تعالیٰ اس رسالے کے مؤلف کو جزائے خیر عطاء کرے اور اس کو زیادہ اجر دے اور قیامت کے دن ہم کو اور اس کو اچھا مکان عطاء کرے۔ آمین! اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ اور اس کی آل واصحاب سب پر درود بھیجے۔ اس تحریر کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم، الطاف الٰہی کے امیدوار محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال حنفی نے، جو ان دنوں میں مکہ مکرمہ کا مفتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مدد میں ہو۔ دستخط محمد صالح کمال

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۵۶،۹۷)

(۱۹۸۰) محمد صالح قزاز (مکہ مکرمہ)، جناب

جب آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تب رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے امین العالم (سیکرٹری جنرل) جناب فضیلۃ الشیخ محمد صالح قزاز ایسے فاضل بزرگ تھے۔ آپ نے آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر مبارک باد کا یہ پیغام ارسال کیا۔

’’عالمی اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں نے اس متفقہ قرارداد کی خبر شائع کی ہے۔ جسے کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے پاس کیا ہے اور جس میں قادیانیوں کو (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلم قرار دیا ہے۔‘‘ رابطہ عالم اسلامی، اس دانشمندانہ فیصلے کی حمایت کرتا ہے۔ جسے آزاد کشمیر کی حکومت نے سردار عبدالقیوم کی سربراہی میں صادر کیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی، صدر آزاد کشمیر اور قانون ساز اسمبلی کے ارکان کو اس تاریخی قرارداد پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔

رابطہ، اسلامی ممالک کو دعوت دیتا ہے کہ وہ بھی آگے بڑھیں اور اس قسم کا مبارک قدم اٹھائیں اور اس گمراہ فرقہ کا قلع قمع کریں اور اسے یہ موقع نہ دیں کہ وہ اپنے باطل اور گمراہ کن عقائد کو مسلمانوں کے اندر پھیلا سکیں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی صحیح راستے کی راہنمائی کرنے والا ہے۔‘‘ (سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی، مکہ)

محمد صالح قزاز

اس کے ساتھ ہی رابطہ عالم اسلامی کے ترجمان ہفتہ وار اخبار ’’العالم الاسلامی‘‘ مکہ مکرمہ میں جناب صالح قزاز کی طرف سے بیان شائع ہوا۔ جس کا ترجمہ کراچی کے اخبارات نے شائع کیا جو یہ ہے: ’’(کراچی) رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری محمد صالح القزاز نے دنیا کی تمام اسلامی حکومتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنے ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور مسلمان ملکوں میں اس گمراہ فرقے کو اپنا شر پھیلانے کی اجازت نہ دی جائے۔ رابطہ کی ترجمان ’’اخبار العالم الاسلامی‘‘ کی ۱۱رجون ۱۹۷۳ء کی اشاعت میں رابطہ کے سیکرٹری کا یہ بیان شائع ہوا ہے۔ اس میں حکومت آزاد کشمیر کی اسمبلی نے قادیانیوں کے بارے میں جو قرارداد منظور کی ہے، اس کی تعریف کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ قرارداد تمام مسلمان ملکوں کے لئے لائق تقلید ہے اور اس پر صدر آزاد کشمیر

سردار عبدالقیوم اوران کی پارٹی کے ارکان قابل مبارک باد ہیں۔’’اخبار العالم الاسلامی‘‘ نے اپنے ادارتی کالم میں آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی پاکستان کے اتحاد وسالمیت کو پارہ پارہ کرنے میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ان کا نظریہ ہے کہ پاکستان کا اتحاد اوراس کی سالمیت ان کے عزائم کی تکمیل کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔یہ افسوس کی بات ہے کہ اس فرقے کے لوگ حکومت پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں اور محکمہ دفاع اور محکمہ خارجہ میں ان کو اہم عہدے حاصل ہیں۔اس مسئلہ پر حکومت پاکستان کا خاموش رہنا اتنا ہی خطرناک ہے جتنا کہ ہندوستان کا پاکستان کی سرزمین کو ہڑپ کرنے کا شوق خطرناک ہے۔اس پس منظر میں حکومت آزاد کشمیر کی یہ قرارداد بے حد اہمیت رکھتی ہے اور نہ صرف پاکستان بلکہ تمام اسلامی حکومتوں کو چاہئے کہ وہ قادیانیوں کو صاف صاف غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔‘‘

اسی طرح مکہ مکرمہ کے بااثر روزنامہ ’’الندوہ‘‘ نے قادیانیوں کے بارے میں سعودی اور دیگر اسلامی ممالک کے ممتاز اور مقتدر علماء کا ایک مشترکہ بیان شائع کیا۔جس میں ان علماء نے قادیانیت اور صیہونیت کے درمیان خفیہ رابطہ کا انکشاف کیا اور کہا کہ اس رابطے کی بنیاد پر اسرائیل میں قادیانیوں کا ایک بہت بڑا مرکز کام کر رہا ہے۔مشترکہ بیان میں مزید کہا گیا کہ برطانوی استعمار نے مسلمانوں میں اختلاف وافتراق پیدا کرنے کی غرض سے قادیانیت کو جنم دیا تھا۔اسرائیل کے زیر قبضہ مصری، شامی اور اردنی علاقوں میں بھی قادیانیوں کے مراکز قائم ہیں اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کروڑوں روپے صرف کر رہے ہیں۔قادیانیوں نے حال ہی میں ایک مرکز افریقہ میں منتقل کیا ہے۔ان علماء نے اسلامی حکومتوں کے سربراہوں اور جماعتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور اپنے ممالک میں اس گمراہ فرقے کو کام کرنے کی اجازت نہ دیں۔اس بیان پر نائیجیریا کے الشیخ السید امین کبتی، الشیخ حسن مشاط، الشیخ محمد نور سیف، الشیخ حسنین الخلوف سابق مفتی مصر، الشیخ ابوبکر جرمی، سعودی عرب کے الشیخ محمد علوی المالکی، الشیخ اسماعیل زین، الشیخ محمد ندیم الطرازی اور الشیخ عبداللہ بن سعد شامل ہیں۔‘‘ (تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ص ۸۷۱تا۸۷۳)

(۱۹۸۱) محمد صدیق تارڑ (مریدکے، لاہور)، جناب حکیم

حکیم صاحب ردقادیانیت کے لئے ساعی رہے۔آپ نے ’’آسمانی نکاح‘‘ کے نام سے ایک پمفلٹ بھی مرزا قادیانی کے خلاف شائع کیا۔محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شامل اشاعت ہے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی خوب سرگرم عمل رہے۔

(۱۹۸۲) محمد صدیق (چونڈہ)، مولانا

مولانا محمد صدیق چونڈہ میں اہل حدیث کے نامور عالم دین تھے۔جب چونڈہ کے رفیق باجوہ نے مولانا تاج محمود کے ہاتھ پر قبول اسلام کیا تو چناب نگر چھوڑ کر یہ چونڈہ آ گئے۔انہیں مولانا محمد صدیق نے بہت سہارا دیا۔بہت ہی مرنجاں مرنج عالم دین تھے۔حق تعالیٰ کی ڈھیروں رحمتوں کے مستحق ہوں۔ آمین!

(۱۹۸۳) محمد صدیق چوہدری، جناب جسٹس

جنرل ضیاء الحق نے ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔قادیانیوں نے اسے وفاقی شرعی عدالت

میں چیلنج کیا۔ جسے چار جسٹس صاحبان کے بنچ نے سماعت کیا۔ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۸۴ء میں قادیانی اپیل کو رد کردیا۔ ان فیصلہ دینے والوں میں ایک جسٹس چوہدری محمد صدیق بھی تھے۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۸۵ء، ایف.ایس.سی ۸)

(۱۹۸۴) محمد صدیق، مولانا

حضرت مولانا محمد صدیق خلیفہ خاص حضرت امام گنگوہی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ:’’مرزا قادیانی نے شروع شروع میں مجددیت کا دعویٰ کیا تھا اور مرزا قادیانی اکثر لدھیانہ اس زمانے میں آیا کرتا تھا۔ میرا بھی کبھی کبھار بھائی مشتاق احمد کے ہاں قیام ہوجاتا تھا۔ ایک مرتبہ بھائی مشتاق احمد کہنے لگے کہ:’’دریافت تو کریں کہ آیا واقعی یہ قادیانی مجدد ہے بھی سہی یا ویسے ہی یہ ڈھونگ رچا رکھا ہے۔‘‘ حضرت مولانا مرحوم فرمانے لگے کہ:’’اب کے جب مرزا قادیانی لدھیانہ آئے اور میں بھی موجود ہوں، تب یاد دِلانا، اس سے گفتگو کریں گے۔‘‘ اتفاق سے جلد ہی حضرت مولانا اور مرزا قادیانی کا اجتماع ہوگیا۔ حضرت مولانا نے مندرجہ ذیل سوال فرمائے:

حضرت مولانا...... مرزاصاحب! کیا واقعی آپ مجدد ہیں؟

مرزا قادیانی...... ہاں! واقعی مجدد ہوں۔

حضرت مولانا...... مقامات سلوک تو آپ نے ضرور طے کئے ہوں گے؟

مرزا قادیانی...... جی ہاں! مقامات سلوک طے کئے ہیں۔

حضرت مولانا...... مرزاصاحب! یہ بتائیں سیر اجمالی ہوئی یا تفصیلی؟

مرزا قادیانی...... جی! مجھے سیر اجمالی ہوئی۔

حضرت مولانا...... اجمالی والا مجدد نہیں ہوتا۔

مرزا قادیانی...... مجھے اجمالی اور تفصیلی دونوں ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا...... سیر تفصیلی بیان کرو۔

مرزا قادیانی...... ایسی تفصیلی تھی جیسے ریل گاڑی تیز چل رہی ہو، بظاہر تفصیلی تھی لیکن معلوم کچھ نہیں ہوتا تھا۔

حضرت مولانا...... ایسی تفصیلی میں اسٹیشن تو تمام ہی ٹھہرتے ہوں گے، انہیں کے نام شمار کرادیجئے!

مرزا قادیانی کو کچھ جواب نہ بن پڑا اور سانپ سونگھ گیا۔

جس حالت میں کہ قادیانی وجود ملائکہ سے منکر ہے۔ مطلق ختم نبوت کا قائل نہیں صرف تشریعی نبوت کو ختم بتاتا ہے۔ اس کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔

(۱۹۸۵) محمد صدیق دیوبندی، مولوی

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے خلق خدا پر شب وروز دام تزویر ڈالنا شروع کیا تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے قادیانی کتابوں کی الحاد پرور اور زندقہ آفرین عبارتیں نقل کر کے ایک استفتاء مرتب کیا اور ملک کے جلیل القدر علماء امت کے آراء وخیالات دریافت

کئے۔ اس پر مولوی محمد صدیق دیوبندی نے مرزا قادیانی کے کفروارتداد کا فتویٰ دیتے ہوئے تحریر کیا کہ: ’’جس حالت میں قادیانی جود ملائکہ سے منکر ہے، مطلق ختم نبوت کا قائل نہیں صرف تشریعی نبوت کو ختم بتاتا ہے۔ اس کے عقائد قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔‘‘

(رئیس قادیان ج۲ص۵۶)

(۱۹۸۶) محمد صدیق (رحیم یارخان)، جناب حاجی

(وفات: ۱۹رجون ۲۰۲۰ء)

حاجی محمد صدیق رحیم یارخان میں کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ آپ ختم نبوت جماعت کے ساتھ محبت کرنے والے انسان تھے۔ ۱۹۷۶ء میں جب راقم الحروف رحیم یارخان مبلغ بن کر گیا اس وقت سے حاجی صاحب کے ساتھ جماعتی امور پر مشاورت اور ان کی سرپرستی مبلغین کو حاصل رہی۔ عالمی مجلس کے موجودہ مبلغ مولانا مفتی محمد راشد مدنی کے گھران کی بیٹی ہیں تو اس لحاظ سے تعلق میں اور اضافہ ہوا جو تادم حیات قائم رہا۔ مولانا مفتی محمد راشد مدنی کی اقتدأ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور ۱۱ر چک کے قبرستان میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۱۹۸۷) محمد صدیق (فیصل آباد)، مولانا

(وفات: ۱۲ر ستمبر ۱۹۸۹ء)

فیصل آباد جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث وشیخ الجامعہ مناظر اسلام مولانا محمد صدیق مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار کے خطیب تھے۔ آپ تاندلیانوالہ کے معروف زمیندار اور بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے دیگر رفقاء کرام کے ساتھ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنس ہائے چنیوٹ میں شرکت اور خطاب سے سرفراز فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ نے بڑی جرأتوں کا امین آپ کو بنایا تھا۔ نامور وثقہ عالم اور مناظر تھے۔

(۱۹۸۸) محمد صدیق (ملتان)، شیخ الحدیث مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۱۸ر فروری ۲۰۱۶ء)

جامعہ خیرالمدارس ملتان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گاؤں اُگی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں اسی گاؤں کے سرکاری سکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ مولانا عبدالمجید مظاہری سے اپنے گاؤں میں دینی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۴ء میں خیرالمدارس جالندھر انڈیا میں مزید تعلیم کے لئے داخلہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد جامعہ خیرالمدارس ملتان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ آپ حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری کے شاگرد تھے۔ حضرت الاستاذ نے آپ کو خیرالمدارس میں پڑھانے کے لئے حکم دیا۔ زہے نصیب ۱۹۴۴ء میں خیرالمدارس داخل ہوئے اور ۲۰۱۶ء میں یہاں سے آپ کا سفر آخرت ہوا۔ قریباً پون صدی آپ خیرالمدارس سے وابستہ رہے اور یہ وابستگی طالب علم سے شیخ الحدیث کے مناصب کو محیط ہے۔ اس سے بہتر ’’یک درگیر ومحکم گیر‘‘ کی اور کیا عمدہ مثال ہوگی۔

مولانا محمد صدیق صاحب کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما اور تیسرے امیر مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے اپنا نسبتی بیٹا بنایا۔ مولانا محمد صدیق اپنی انہیں نسبتوں کے باعث مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشیر، غائبانہ دعاگو اور خیر خواہ تھے۔ آپ کے شاگردوں کی ایک جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین میں شامل رہے۔ مولانا محمد صدیق صرف جامعہ خیرالمدارس کو ہی نہیں بلکہ مجلس تحفظ ختم نبوت، وفاق المدارس، خاندان کے جملہ افراد، تمام شاگردوں اور ہزاروں عقیدت مندوں کو سوگوار کر کے منظور آباد قبرستان میں دیگر علمائے کرام کے قرب میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ قلعہ کہنہ قاسم باغ کے سٹیڈیم میں ادا کی گئی۔ بلاشبہ جنازہ میں ہزاروں افراد کی شرکت نے ملتان میں تاریخی جنازہ کا منظر پیش کیا۔ دعا ہے حق تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

(۱۹۸۹) محمد صدیق (مکتبۃ الفقیر جھنگ والے)، جناب الحاج

(وفات: ۲۸؍اکتوبر ۲۰۲۰ء)

جناب الحاج محمد صدیق نے چک نمبر ۹۰ سمندری ضلع فیصل آباد میں سکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فوج میں ملازمت حاصل کر لی۔ ۱۹۷۰ء سقوط ڈھاکہ میں گرفتار ہو کر انڈیا جیل میں رہے۔ قید کے دوران پورا قرآن مجید بمعہ ترجمہ وتفسیر پڑھ لیا۔ رہائی کے بعد مختلف کام شروع کئے۔ آگے چل کر حضرت پیر مولانا حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی سے بیعت ہوئے۔ اپنے مرشد گرامی سے اتنا مضبوط تعلق قائم ہوا کہ اولاد کو دین کی تعلیم دلوائی۔ مرشد نے بھی اپنے مرید صادق پر یہ اعتماد کیا کہ جب مکتبۃ الفقیر کی بنیاد رکھی اور حضرت پیر صاحب کے جملہ بیانات اور شب وروز معمولات غیر ملکی اسفار کی تفصیلات پر مشتمل سفرنامے اور دیگر تصنیفات کو تسلسل کے ساتھ شائع کرنے کا منصوبہ بنایا تو معہد الفقیر جھنگ میں پریس کی تنصیب، مستقل شعبہ تالیف قائم کیا۔ ضرورت پیش آئی کہ مکتبۃ الفقیر کا کسی اہم شہر میں مرکزی دفتر سٹاک سٹور اور سیل پوائنٹ قائم کیا جائے۔ چنانچہ فیصل آباد سنت پورہ کی جامع مسجد کے ایک حجرہ میں مرکزی دفتر قائم کیا گیا اور سنت پورہ کی ایک معروف مارکیٹ میں مکتبہ قائم کیا گیا اور یہ کام حضرت مرشد پیر صاحب نے اپنے مرید صادق الحاج محمد صدیق صاحب کے سپرد کیا۔

وہ سالہا سال تک بڑی مستعدی ودانش مندی سے مکتبہ کے کام کو آگے بڑھاتے رہے اور اپنے مرشد کے فیض کو دنیا بھر میں عام وشائع کرتے رہے۔ گزشتہ چند سالوں سے مکتبہ حضرت شیخ مدظلہ کے حکم پر اپنے گاؤں لے گئے۔ سٹاک وہاں جمع کیا جاتا۔ جھنگ، فیصل آباد کے پتہ پر جو آرڈر آتے وہ یہاں سے پیک کر کے فیصل آباد سے بک کرائے جاتے اور اس کام کی خود اور آپ کے دو صاحبزادے نگرانی کرتے۔

کتابیں شائع کرنے کا اتنا وسیع تجربہ حاصل کر لیا جو قابل تحسین تھا۔ ابھی ۲۳؍اکتوبر جمعہ کو ایک نئی کتاب ختم نبوت کورس مرتبہ مولانا مفتی مصطفیٰ عزیز طبع ہوئی۔ وہ لے کر مصنف کے ہمراہ سٹیج پر تشریف لائے۔ ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اندازہ نہ تھا کہ یہ زندگی کی آخری ملاقات ہے۔ آپ محبتوں والے انسان تھے۔ فیصل آباد، چناب نگر، سمندری ان کے ساتھ اتنی محبت بھری ملاقاتوں کی

داستان ہے جو طویل بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ قرب و جوار میں جلسہ ہوتا تو اپنے گاؤں کے بزرگ عالم دین اور کلاس فیلو حضرت مولانا محمد یونس ضیاء کے ہمراہ شرکت و زیارت سے بہرہ ور کرتے۔ آخری چند روز بیمار رہے۔ طبیعت سنبھلتی بگڑتی رہی۔ آخر دل کی بازی ہار گئے۔ اگلے روز آپ کے مرشد نے جنازہ پڑھایا اور مرحوم کو رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔ یوں اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کی ترویج واشاعت کا ایک باب تاریخ کا حصہ ہوگیا۔

(۱۹۹۰) محمد صدیق نقشبندی، جناب ماسٹر

(وفات: ۹؍جنوری ۱۹۷۱ء)

ننگ تھلہ ضلع حصار کے رہائشی تھے۔ پاکستان بننے کے بعد کہروڑ پکا آ کر آباد ہوئے۔ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ خود بھی نامور عالم و مدرس اور خطیب تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دیوانہ وار حصہ لیا۔ چھ ماہ قید بھی کاٹی۔ جامعہ غوثیہ کہروڑ پکا کے آپ بانی تھے۔ ممتاز عالم دین علامہ احمد سعید کاظمی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۱۹۹۱) محمد صدیق (ہارون آباد)، مستری

ہارون آباد کے مستری محمد صدیق صاحب تھے۔ جو بہت ہی عزیمت کے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام سے وابستہ رہے۔ ایسے نظریاتی مخلص لوگ جماعتوں کا بنیادی سرمایہ ہوتے ہیں۔ مستری صاحب یقیناً انہی لوگوں میں سے تھے۔

(۱۹۹۲) محمد طاؤس، مولانا

مولانا محمد طاؤس بن بشیر احمد ضلع کیمبل پور (اٹک) کے ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت مدنی کے زمانہ میں دورۂ حدیث کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد وطن واپس آ کر گجرات، فیصل آباد، چنیوٹ میں کچھ عرصہ تدریس کی۔ بعدازاں سیالکوٹ میں دارالعلوم الشہابیہ میں تدریسی کام پر مقرر ہوئے اور تاحیات دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ میں ہی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ زمانہ طالب علمی میں جمعیۃ علماء ہند اور قیام پاکستان کے بعد جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک کے ایام میں تقریروں کے ذریعہ عوام الناس میں جذبہ پیدا کیا۔ تقریر کرتے ہوئے ہی گرفتار ہوئے اور ڈیڑھ ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ میں قید رہے۔

(۱۹۹۳) محمد طاسین (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۰ء ...... وفات: ۲۲؍دسمبر ۱۹۹۸ء)

مولانا محمد طاسین درگڑی ضلع ہری پور میں پیدا ہوئے۔ ممتاز عالم دین، محقق، مصنف اور ماہر تعلیم علوم اسلامیہ تھے۔ کئی ایک کتب کے مصنف تھے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن، وفاقی شرعی عدالت کے مشیر اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے داماد تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت مستعد رہے۔ ڈالمیا قبرستان کراچی میں مدفون ہیں۔

(۱۹۹۴) محمد طاہر (صوابی)، مولانا حکیم

(ولادت: ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۲۸؍دسمبر ۱۹۹۸ء)

مولانا حکیم محمد طاہر گدون ضلع صوابی کے باسی تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور تفسیر میں حضرت لاہوری کے شاگرد تھے۔ جید عالم دین اور ماہر طبیب تھے۔ طبیہ کالج لاہور سے حکمت کی سند حاصل کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران خوب متحرک رہے۔ اپنے آبائی علاقہ اتلہ علاقہ گدون ضلع صوابی میں مدفون ہیں۔

(۱۹۹۵) محمد طفیل احرار (کوئٹہ)، جناب چوہدری

(پیدائش: ۱۹۲۰ء)

آپ کے والد کا نام چوہدری فقیر اللہ تھا۔ قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ بعد میں تعلیم الاسلام سکول قادیان میں داخل ہوئے۔ سکول قادیانیوں کا تھا۔ زمانہ طالب علمی میں مجلس احرار اسلام کے کارنامے سنتے تھے۔ قادیانی، مجلس احرار کے نام سے بڑے خائف ہوتے تھے۔ سکول کے مسلمان طلباء مجلس احرار اسلام کے بہادر اور پرعزم کارکنوں سے بڑے متأثر تھے۔ چوہدری محمد طفیل احرار اپنے حالات بیان کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ: ’’۱۹۳۶ء میں ہم مجلس احرار اسلام میں شامل ہوگئے۔ مجلس احرار کے صدر چوہدری فیض اللہ جنرل سیکرٹری خواجہ عبدالحمید بٹ، جوائنٹ سیکرٹری میاں لطیف الرحمٰن اور آفس سیکرٹری بھی منتخب ہوئے۔ ہم نے قادیانیوں کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ مجلس احرار اسلام نے قادیانیوں کے مقابلے کے لئے شعبہ تبلیغ قائم کیا تھا۔ میں اس شعبہ تبلیغ کا آفس سیکرٹری منتخب ہوا۔ مجلس نے مولانا عنایت اللہ کو قادیان میں مبلغ مقرر کیا۔ ماسٹر تاج دین انصاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر اور بعد میں مظہر علی اظہر قادیان پہنچے۔ قادیان میں مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا فضل عظیم اور مولانا محمد حیات مبلغ مقرر ہوئے۔ تقسیم ہند کے وقت پہلے گورداسپور کے پاکستان میں شامل ہونے کا اعلان کیا گیا۔ جس پر دوسرے مسلم اضلاع کے ہزاروں افراد قادیان پہنچ گئے۔ ہم نے ۱۴؍اگست کو قادیان میں پاکستان کا پرچم لہرایا۔ بعد میں قادیانیوں کی سازش سے ضلع گورداسپور کو پاکستان سے کاٹ کر بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ مجلس احرار کے رضا کار مسلمانوں کی حفاظت پر مامور تھے۔ میں ایک مرہٹہ کیپٹن کے مجبور کرنے پر پاکستان آ گیا۔ ہماری عدم موجودگی میں مسلمانوں پر حملہ ہوا۔ بالخصوص میرے مکان پر ہندوؤں نے قادیانیوں کے ایماء پر حملہ کیا۔ ۴؍اکتوبر ۱۹۴۸ء کو میں کوئٹہ پہنچا۔ مجھے بہت سے مکانات دیکھائے گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ مقامی قادیانی جماعت کا سربراہ کرم الٰہی ایڈووکیٹ کی رہائش گاہ کے قریب ایک مکان خالی ہے تو میں نے وہ لے لیا۔ حالانکہ یہ مکان میری ضروریات کے لئے چھوٹا تھا اور بڑے بڑے ہندوؤں کے متروکہ مکان خالی پڑے تھے۔ کرم الٰہی قادیانی بلوچستان کی سیاست پر چھایا ہوا تھا۔ بڑا بااثر شخص تھا۔ حکومت اور انتظامیہ میں اس کا بڑا عمل دخل تھا۔ کھلے بندوں قادیانیت کا پرچار کرتا تھا۔ اس کے ہمنوا پاسپورٹ افسر میاں بشیر احمد، ڈاکٹر غفور الحق، فضل کریم، شیخ حنیف، شیخ اقبال، سراج الحق وغیرہ تھے۔

میں نے ان کی سرگرمیوں کا نوٹس لیا۔ مقامی علماء کرام حضرت مولانا عبدالغفور مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ، حضرت مولانا عرض محمد، حضرت مولانا عبدالشکور خطیب جامع مسجد مرکزی، مولانا عبدالوہاب لہڑی اور دیگر علماء سے رابطہ کیا۔ ان کو قادیانیوں کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ علماء کرام نے مکمل تعاون کیا۔ کوئٹہ میں مجلس احرار کے پرانے کارکن سیٹھ امام دین، چوہدری دین محمد، محمد شوق بٹالوی، حاجی محمد یوسف مرحوم، منظور احمد مغل نے قادیانیوں کے خلاف کام شروع کر دیا۔

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی کو دعوت دی۔ انہوں نے کوئٹہ میں مختلف جلسوں میں قادیانیوں کے تار و پود کھولے۔ خان رسول خان مرحوم جو میونسپل کارپوریشن کے چیئرمین بھی رہ چکے ہیں ان کی رہائش گاہ پر قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے شہر کے معززین سے خطاب کیا۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے حوالے پیش کئے۔ یہ حوالے بلوچستان کے پہلے ایڈووکیٹ جنرل مرزا محمد احمد مرحوم پڑھ کر سنا رہے تھے۔ بلوچستان میں تحریک ختم نبوت میں ڈاکٹر عبداللطیف، چوہدری سلطان علی مرحوم، چوہدری بشیر احمد چوہان نے تعاون کیا۔ بالخصوص مجاہد کبیر مولانا عبدالوہاب لہڑی اور مدرسہ روضۃ العلوم کے مہتمم خیر العلوم مولانا خیر محمد نے بڑا کام کیا۔ مولانا عبدالوہاب اور مولانا خیر محمد نے زرغون روڈ کے ایک بنگلہ میں قادیانیوں کی تقریب کو نہیں ہونے دیا۔ قادیانی اس تقریب سے جوتے چھوڑ کر فرار ہوئے۔ میں نے ایک مرتبہ مجلس احرار کے روزنامہ آزاد کا خریدار بننے کے لئے خط لکھا۔ خط سنسر ہو گیا۔ سی آئی ڈی کے ایک افسر نے پوچھ گچھ کی کہ تم یہ اخبار منگوا رہے ہو۔ میں نے لکھا کہ میں نے اخبار منگوانے کے لئے خط لکھا ہے۔ ایک مرتبہ کرم الٰہی قادیانی نے اپنے مسلمان ملازمین کے ہمراہ مجھ پر حملہ کیا۔ میری حمایت میں سینکڑوں مسلمان جمع ہو گئے۔ قادیانیوں نے میرے خلاف حکومت اور انتظامیہ کو سینکڑوں خطوط لکھے۔ یہ شخص شہر میں بدامنی پیدا کر رہا ہے۔ اس کو نکال دیا جائے۔ پولیٹیکل ایجنٹ نے سی آئی ڈی سے رپورٹ طلب کی۔ ایک سی آئی ڈی افسر علی حسن شاہ یہ تمام خطوط کے بنڈل لے کر میرے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ یہ تمام خطوط تمہارے خلاف ہیں۔ میں نے کہا کہ میرا قصور اتنا ہے کہ میں حضور ﷺ کی ختم نبوت بیان کرتا ہوں اور آپ تو سید ہیں۔ حضور ﷺ آپ کے نانا ہیں۔ جس پر علی حسین شاہ نے کہا کہ چوہدری صاحب آپ فارغ ہیں۔ اب میری ذمہ داری ہے کہ میں کس طرح اس کیس کو نمٹاتا ہوں۔ سید علی حسین شاہ کی کوشش سے یہ کیس داخل دفتر ہوا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں بلوچستان میں قادیانیوں نے زیادہ سرگرمی نہیں دکھائی۔ ایک جلسہ میں قادیانی ڈاکٹر میجر محمود کے قتل کے بعد یہ اپنے بل میں چلے گئے۔ بلوچستان سے سینکڑوں مسلمان تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کے لئے پنجاب اور سندھ گئے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے پہلے اسیر مولانا نور النبی مرحوم تھے۔ ان کی گرفتاری منڈی بہاؤالدین میں ایک تقریر کے سلسلے میں ہوئی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں کمشنر کوئٹہ ڈویژن نے علماء کرام کا اجلاس بلایا اور ان سے پرامن رہنے کی اپیل کی۔ بلوچستان میں تحریک ختم نبوت میں مولانا قاری یار محمد خطیب ڈیری فارم، مولانا منیر الدین، ماسٹر کریم الدین مرحوم، مولانا عبدالواحد خطیب جامع مسجد توحیدیہ، ختم نبوت کے جلسوں میں مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات فاتح قادیان، مولانا قاضی اللہ یار، مولانا اللہ وسایا، مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوری، مولانا محمد شریف بہاولپوری نے شرکت کی۔ سی آئی ڈی کے افسر خان صدیق خان مرحوم نے بڑا تعاون کیا۔ مولانا نور النبی کی گرفتاری پنجاب کے مقدمہ میں ہوئی تھی۔‘‘

(عبدالعزیز لاشاری)

(۱۹۹۶) محمد طفیل ہنگامی امرتسری، جناب حاجی

(وفات: ۲۵رفروری ۱۹۹۳ء)

حاجی محمد طفیل ہنگامی واقعہ جلیانوالہ باغ امرتسر سے چار پانچ برس قبل پیدا ہوئے۔ والدین کا سایہ عاطفت بچپن میں ہی اٹھ گیا۔ آپ کی پرورش آپ کے ماموں کریم بخش نے کی اور آپ کی تربیت مولانا محمد عالم آسی نے کی۔ آپ نے مولانا عالم آسی اور مولانا فیض احمد فیضی ایسے حضرات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ مدرسہ اسلامیہ امرتسر میں زیر تعلیم تھے تو مدرسہ میں رشید نامی ایک قادیانی استاذ سکول میں کھلے عام قادیانیت کی تبلیغ کرتا اور جو طلباء اس کی نہ مانتے تو کلاس میں انہیں سخت سزا دیتا۔ حاجی محمد طفیل نے مولانا عالم آسی کے مشورہ پر سکول میں اپنا ہم خیال گروہ تشکیل دے کر مدرسہ اسلامیہ کو مدرسہ مرزائیہ ہونے سے بچایا۔ آپ کی وفات لاہور میں ہوئی اور وہیں تدفین ہوئی۔

(۱۹۹۷) محمد طلحہ کاندھلوی، حضرت مولانا

(وصال: ۱۲راگست ۲۰۱۹ء)

شیخ الحدیث، برکتہ العصر، ریحانتہ الہند حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے اکلوتے فرزند اور جانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے وصال کی اندوہناک خبر نے ایک بار پھر ہلا کر رکھ دیا ہے۔ مولانا محمد طلحہ کاندھلوی تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے نواسے تھے۔ آپ نے نظام الدین دہلی مرکز تبلیغ میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ دورہ حدیث شریف بھی نظام الدین دہلی سے کیا۔ عمر بھر وعظ ونصیحت، تبلیغ وتعلیم سے شغل رہا۔ آپ کا وجود مسعود اس دور میں بہت غنیمت تھا۔ آپ دوہری نسبتوں کے حامل تھے۔ نجیب الطرفین انسان تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں صرف فکر آخرت اور جنت کمانے کے لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے اس دنیا میں رہ کر مال ومنال سے اپنے کو ملوّث نہیں ہونے دیا۔

جمعیۃ علماء ہند کے تحت حضرت شیخ الہند سیمینار دسمبر ۲۰۱۳ء میں منعقد ہوا۔ اس کے دو اجلاس تھے۔ ایک دارالعلوم دیوبند میں اور دوسرا الیلا رام گراونڈ دہلی میں۔ پاکستان سے ایک بھرپور وفد اس میں قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی قیادت میں شریک ہوا۔ اس سفر میں سہارن پور میں حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے ہاں دیوبند جاتے ہوئے رکنا ہوا۔ آپ کے ہاں وفد کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام تھا۔ اس موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے گھر کو دیکھا۔ جہاں مولانا محمد طلحہ کاندھلوی نے نچلی منزل کی بالکونی کے زیر سایہ صحن میں ڈیرہ لگا رکھا تھا، وہیں چارپائی، وہیں بستر، وہیں کتابیں، وہیں مصلیٰ، وہیں رہن سہن، وہیں آرام، وہیں مہمان داری، وہیں مجلس ذکر، وہیں خانقاہی نظام۔ نہ آنے والے کا فکر، نہ جانے والے کا غم۔ بہار ہو کہ خزاں مولانا محمد طلحہ کاندھلوی یہاں براجمان اور ہر حال میں فرحان وشاداں تھے۔ وہ اپنے گھر میں بھی گویا غریب الوطن تھے۔ سب سے حیران کن یہ کہ حضرت شیخ الحدیث کے بعد مولانا محمد طلحہ نے شاید ایک اینٹ کی بھی اس مکان میں تبدیلی نہیں کی تھی۔ خداوند کریم! یہ کیسے بندے تھے کہ جنہیں اس دنیا کی خوش نمائی اپنی طرف قطعاً متوجہ نہ کر سکی۔ متعدد دوست آتے، ہدیہ کرتے، جو جیب میں آیا، اگلے مرحلہ پر جو ضرورت مند آیا جیب خالی کر کے اس کے سپرد کر دی۔ نہ رقم آتے گنا، نہ جاتے شمار کیا۔ ایک آدمی نے بھاری رقم جیب میں ڈالی، وہ گئے بھی نہ ہوں گے کہ ایک صاحب مسجد کے سنگ بنیاد کے لئے حاضر ہوئے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا جتنی رقم تھی وہ نکالی اور مسجد کی تعمیر کے لئے اس

کے سپرد کردی۔ دن بھر، بلکہ عمر بھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ کروڑوں آئے اور کروڑوں گئے، لیکن ان کی گرد بھی آپ کے دامن کو چھو نہ سکی۔

فقیر راقم کی آپ سے متعدد ملاقاتیں، زیارتیں ہیں۔ شناسائی و نیازمندی کا ایسا تعلق تھا کہ اب ان واقعات کو دہراتے ہوئے شرم بھی آتی ہے اور شماتت اعداء سے بھی مفر نہیں۔ برطانیہ، انڈیا، سعودیہ، پاکستان میں آپ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ کی دنیا سے بے رغبتی اور کلمہ حق بلا خوف لومۃ لائم کہنے میں آپ کو اتنا جراءت مند پایا کہ اکابر کی یاد تازہ کردی۔ ان دو صفات کی آپ نے مثال قائم کردی۔ پاکستان میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کے جامعہ کے جلسہ میں تشریف لائے۔ پاکستان کے ایک خطیب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! سہارنپور حاضری کے لئے دل کرتا ہے۔ فی البدیہہ فرمایا کہ پاکستان میں جو کررہے ہو ہمیں اس سے معاف رکھا جائے۔ وہ تکتے رہ گئے اور سامعین آپ کی بصیرت پر وجد کناں ہوگئے۔ بلا مبالغہ آپ نے جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کی سرپرستی، تعمیر نو، تعلیمی ترقی، خانقاہ زکریا کی آبیاری، اپنے والد گرامی کے حلقہ کی خدمت گزاری میں کمال کر دکھایا۔

ایک بار حرم مدینہ مسجد نبوی میں ایک دوست نے بتایا کہ حضرت طلحہ کاندھلوی وہ سامنے تشریف فرما ہیں۔ فقیر ملاقات کے لئے لپکا۔ آپ کے پاس برطانیہ کے رفقاء موجود تھے۔ ان میں سے کوئی صاحب فقیر کے بھی جاننے والے تھے، انہوں نے تعارف کرایا۔ آپ نے ہاتھوں میں ہاتھ لئے متعدد سوالات کرڈالے۔ فقیر نے جواباً مختصراً کچھ عرض کیا۔ اسی حالت میں فرمایا: بیعت کا تعلق کن سے ہے؟ عرض کیا: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب سے۔ فوراً گل شگفتہ کی طرح مہک اٹھے۔ فرمایا: ''اچھا رائے پوری طریقہ سے منسلک ہو۔ آپ کے پیر صاحب سے یہ منزل میں نے لکھوائی تھی۔ یہ چہل حدیث بھی ان کی کتابت شدہ ہے۔ یہ پڑھا کرو۔'' دونوں کے نسخے عنایت فرمائے۔ لیجئے! مسجد نبوی میں درود شریف کا مجموعہ حضرت شیخ الحدیث کے گھرانہ کے ہاتھوں سے مل گیا۔ اللہ رب العزت نہ بھلائے تو پورے قیام مدینہ کے دوران وہ زیر تلاوت رہا۔ میرے ایسے کتنے تہی دامن لوگوں کو یومیہ رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس سے محبت کے راستے پر دوڑا دیتے ہوں گے۔ قافلہ در قافلہ اس معمول کو وہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ ختم نبوت کے کام کی رپورٹ پوچھی تو بشاشت قلبی کے آثار چہرہ انور پر نمایاں نظر آنے لگے۔

حضرت مدنی، حضرت رائے پوری، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور حضرت شیخ الحدیث ان عناصر اربعہ کی روایات کو اگر کسی نے زندہ رکھا ہے تو وہ مولانا محمد طلحہ کاندھلوی تھے۔ وہ اس دھرتی پر یقیناً ان لوگوں میں سے تھے جن کی دعاؤں سے امت کی بلائیں ٹلا کرتی تھیں۔

ایک بار آپ پاکستان تشریف لائے، فقیر نے لاہور حضرت مولانا انیس احمد مظاہری سے عرض کیا کہ چناب نگر مدرسہ عربیہ ختم نبوت میں مشکوٰۃ شریف کا حضرت طلحہ کاندھلوی ختم کرادیں تو نسبت قائم ہوجائے گی۔ یہ تجویز ان کو ایسی پسند آئی کہ انہوں نے اپنے والد قبلہ حضرت حافظ صغیر احمد سے عرض کیا۔ انہوں نے مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب کو فرمایا۔ مل جل کر ان حضرات نے طے کرلیا کہ ڈھڈیاں شریف آتے جاتے، مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے لئے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کا وقت آپ کو ملے گا۔ آپ چناب نگر مسلم کالونی مدرسہ عربیہ ختم نبوت تشریف لائے تو سیدھے ختم نبوت مسجد میں گئے۔ ختم مشکوٰۃ ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ یوں وہی کلاس اگلے تعلیمی سال مدرسہ میں دورہ حدیث شریف کی پہلی جماعت ثابت ہوئی۔ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی بہت بڑے آدمی تھے۔ ان کی وفات سے ہماری محرومی میں اضافہ ہوا۔

(۱۹۹۸) محمد طیب شاہ ہمدانی (قصور)، مولانا سید

(وفات:۲؍فروری ۱۹۹۹ء)

مرزا قادیانی کے خلاف اوّلین فتویٰ دینے والوں میں سے ایک مولانا غلام دستگیر قصوری بھی تھے۔ قصور میں آپ کے ایک شاگرد مولانا سید مبارک علی شاہ ہمدانی تھے جو سید علی ہمدانی امیر کبیر کی اولاد میں سے تھے۔ مولانا سید مبارک شاہ ہمدانی کے ایک صاحبزادہ کا نام مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی تھا۔ سید ظہیر شاہ صاحب ہمدانی قصوری کی روایت کے مطابق قصور کے قریب بھارتی پنجاب میں ایک قصبہ ہے جس کا نام ''پٹی'' ہے۔ یہ وہی پٹی ہے جہاں مرزا قادیانی کی آسمانی منکوحہ محمدی بیگم مرزا سلطان بیگ سے بیاہ کرائی گئی تھیں۔ اس قصبہ پٹی میں ایک دینی مدرسہ تھا جس کے سالانہ جلسہ پر نامور علماء زمانہ تشریف لاتے تھے۔ ایک جلسہ پر سید مبارک علی شاہ ہمدانی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا خیر محمد جالندھری ایک ساتھ ایک اجلاس میں سٹیج پر جمع ہوگئے۔ دائیں بائیں یہ حضرات تھے۔ درمیان میں مولانا خیر محمد جالندھری خطاب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ علماء اور مشائخ کے صاحبزادے بگڑ جائیں تو کئی گھرانے بگڑ جاتے ہیں اور اگر یہ سنور جائیں تو کئی لوگوں کے سنورنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ میں دونوں علماء و پیران سید مبارک علی ہمدانی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنا اپنا ایک صاحبزادہ مجھے پڑھنے کے لئے دے دیں تو سید مبارک علی ہمدانی نے اپنے صاحبزادہ محمد طیب ہمدانی اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری کو پڑھنے کے لئے جالندھر خیر المدارس مولانا خیر محمد جالندھری کے پاس بھجوایا۔ مولانا سید محمد طیب شاہ ہمدانی کی تعلیم کی بسم اللہ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے کرائی تھی۔ اپنے والد سے پڑھتے رہے۔ مولانا محمد دین خوشابی سے بھی پڑھا۔ مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری سے بھی پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف ڈابھیل میں کیا۔ مولانا شمس الحق افغانی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد سلیم دیوبندی، مولانا ظفر احمد عثمانی کے بھی شاگرد تھے۔ حضرت مدنی، حضرت عثمانی اور مولانا زکریا کاندھلوی سے بھی حدیث کی سند حاصل فرمائی۔ فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ قصور میں پڑھاتے رہے۔ پھر عیدگاہ میں اپنا مدرسہ قائم کیا۔ قصور میونسپلٹی کے چیئرمین بھی رہے۔ نادر کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پورے قصور ضلع کو سراپا تحریک بنادیا۔ گرفتار بھی ہوئے اور کئی ماہ بڑی بہادری سے جیل کاٹی۔ آپ محقق اور گہری وسیع نظر رکھنے والے ثقہ عالم دین تھے۔ جب تک رہے بڑی شان سے رہے۔ ان سے علم کی شان تھی اور علم ہی آپ کی پہچان تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں قائدانہ وقار کے ساتھ حصہ لیا اور اپنے والد مرحوم مولانا سید مبارک علی ہمدانی اور ان کے استاذ مولانا غلام دستگیر قصوری کی روایات کو پروان چڑھایا۔

(۱۹۹۹) محمد طیب قاسمی (دیوبند)، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری

(پیدائش:۱۸۹۷ء ...... وفات:۱۷؍جولائی ۱۹۸۳ء)

قبرستان قاسمی دیوبند میں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پہلو میں بجانب غرب حضرت مولانا قاری محمد طیب کا مزار مبارک ہے۔ قاری محمد طیب حضرت نانوتوی کے پوتے ہیں۔ آپ ۱۸۹۷ء میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ سات سال

کے ہوئے تو حضرت شیخ الہند، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن اور آپ کے والد گرامی مولانا محمد احمد صاحب نے بسم اللہ کرائی۔ دو سال میں آپ نے حفظ مکمل کرلیا۔ حفظ کے ساتھ قرأت وتجوید کی بھی مہارت حاصل کی۔ بعدہ مکمل فارسی کا نصاب عرصہ پانچ سال میں مکمل کیا۔ اس کے بعد عربی کتب کی تعلیم کے لئے ساعی ہوئے۔ آٹھ سال میں آپ دورہ حدیث شریف کی تعلیم مکمل کر کے فارغ ہوگئے۔ آپ نے دورہ حدیث شریف کی تعلیم حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری سے حاصل کی۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا بدر عالم میرٹھی آپ کے ہم سبق تھے۔ حضرت کشمیری کے علاوہ، حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، سید اصغر حسین، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی امروہی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا رسول خان ہزاروی ایسے اساتذہ سے آپ نے مختلف کتابیں پڑھیں۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے آپ کو سند حدیث سے سرفراز فرمایا۔ تعلیم کے مکمل ہوتے ہی مسند تدریس، مسند اہتمام اور مسند رشد وہدایت تینوں مسندوں کے آپ اہل قرار پائے۔ فقہ، منطق، معانی، فلسفہ، صرف ونحو، تفسیر وحدیث کوئی ایسا فن نہیں جس کی بنیادی کتابیں آپ نے نہ پڑھائی ہوں۔ حضرت قاری محمد طیب بلا مبالغہ متکلم اسلام تھے۔ دنیا نے آپ کو ''حکیم الاسلام'' کے نام سے یاد رکھا۔ قاری صاحب کی درسی اور عام تقاریر حشو وزوائد سے بالکل پاک ہوتی تھیں۔ آپ کی تقریر میں سے ایک جملہ نہ حذف کیا جاسکتا تھا اور نہ ایزاد کیا جاسکتا تھا۔ اتنی جامع تقریر کہ اسے مرتب کریں تو کتاب بنانے کے لئے نظر ثانی کی ضرورت پیش نہ آئے۔

قاری محمد طیب بحیثیت مہتمم

حضرت قاری محمد طیب صاحب کو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی کے نائب کے طور پر ۱۹۳۰ء میں نائب مہتمم بنایا گیا۔ حضرت عثمانی صاحب کی وفات کے بعد پہلے قائم مقام اور پھر مہتمم بنا دیئے گئے۔ جب آپ کو مہتمم بنایا گیا تو دفتر اہتمام کے ایک کونہ میں چٹائی بچھا کر بیٹھ گئے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی تشریف لائے تو آپ کا ہاتھ پکڑا، اٹھایا اور اہتمام کی گدی پر بٹھا دیا اور فرمایا میاں! اب ان سخن سازیوں سے بات نہیں چلے گی۔ آپ سے متعلق فقیر نے ایک واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری نائب امیر عالمی مجلس ختم نبوت سے خود سنا۔ فرمایا کہ حضرت مدنی کے وصال کے بعد ایک بار حضرت قاری محمد طیب صاحب سے ہم نے لاہور جامعہ اشرفیہ عرض کیا کہ آپ کے دور اہتمام میں حضرت مدنی شیخ الحدیث اور صدر مدرس رہے۔ ان کا کوئی خاص واقعہ سنا دیں تو حضرت قاری محمد طیب نے فرمایا کہ حضرت مدنی کے تو تمام واقعات ہی اہم ہوتے تھے۔ ایک سنا دیتا ہوں کہ ایک بار مدرسہ کی سالانہ چھٹیاں سر پر آگئی تھیں۔ اساتذہ کی تنخواہیں، مطبخ کے مصارف اور بہت سارے امور انجام دینے تھے اور مدرسہ کا خزانہ بالکل خالی تھا۔ حضرت مدنی کے پڑھانے کا وقت ہوا۔ آپ گھر سے نکلے تو میں (قاری صاحب) دار الاہتمام سے جلدی میں چل کر آپ کے پاس گیا۔ آپ دیکھتے ہی رک گئے۔ فرمایا کہ خیر ہے؟ میں نے ساری صورتحال عرض کی تو حضرت مدنی نے فرمایا کہ دو کام کرو۔ ایک تو یہ کہ ابھی حضرت نانوتوی کی قبر پر چلے جاؤ اور پوری صورتحال کھڑے ہوکر عرض کردو اور دوسرا یہ کہ دیوبند کے فلاں فلاں (اہل اللہ) حضرات کو دار الاہتمام میں جمع کرو، میں بھی آتا ہوں۔ آپ گئے۔ سبق پڑھایا پھر دار الاہتمام میں تشریف لائے۔ تمام حاضرین کے ساتھ لمبی دعا فرمائی۔ اسی رات فجر سے پہلے میرے (قاری محمد طیب) دروازہ پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو ایک سیٹھ صاحب باہر کے کسی شہر سے گاڑی پر تشریف لائے ہوئے تھے۔

ان کے ہاتھ میں رقم کی پوٹلی تھی جو مجھے پکڑائی اور فرمایا کہ کافی عرصہ سے دارالعلوم کے لئے یہ رقم رکھی تھی۔ پہنچانے کا موقع نہ ملا۔ رات خیال آیا تو اسی وقت چل دیا۔ یہ آپ سنبھالیں۔ مجھے ابھی واپسی کا سفر کرنا ہے۔ صبح ہونے پر رقم شمار کی تو جتنے کام رکے تھے سب کے لئے وہ رقم کفایت کرگئی۔'' یہ سنا کر حضرت مولانا محمد عبداللہ نے فرمایا کہ حضرت مدنی کا قاری محمد طیب سے فرمانا کہ حضرت نانوتوی کی قبر پر جا کر صورتحال عرض کرو۔ یہ صاحب قبر سے استعانت نہیں مانگی تھی۔ اطلاع دی تھی۔

آپ کے اہتمام کے دور میں مسجد ودارالحدیث کی تکمیل ہوئی۔ دورۂ تفسیر کا اجراء ہوا۔ دارالعلوم کی تنظیم وترقی کے نام سے مستقل شعبہ قائم کیا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں تعمیرات جدید ہوئیں۔ ۱۹۳۸ء میں دارالعلوم سے اسٹیشن دیوبند تک سڑک بنی۔ 1915ء میں تحریک ریشمی رومال کے سلسلہ میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی پہلے افغانستان پھر ترکی وروس گئے۔ ۲۵ سال آپ بیرون ہند رہے۔ ۱۹۳۹ء میں بغیر اطلاع کے واپس آئے۔ ۶ رصفر ۱۳۵۸ھ/۴ راپریل ۱۹۳۹ء کو نماز فجر سے قبل دارالعلوم کی مسجد میں تشریف لائے۔ قاری صاحب کو اطلاع ہوئی۔ ملنے گئے تو مولانا عبیداللہ سندھی نے پیروں کو ہاتھ لگایا اور زار وزار رودیئے۔

آپ کی آمد پر دارالعلوم میں خیر مقدمی جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ ۱۹۴۰ء میں باب الظاہر اور اس کے گردوپیش کی عمارات کی تعمیر ہوئی۔ ۱۹۴۱ء میں دارالاقامہ کی تعمیر ہوئی۔ ۱۹۱۰ء مطابق ۱۳۲۸ھ سے دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی میں ''القاسم'' جاری ہوا۔ جو صرف گیارہ سال جاری رہا۔ ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا اجراء ہوا جو تسلسل کے ساتھ اس وقت تک جاری ہے۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت مدنی کی گرفتاری پیش آئی۔ جس جلسہ کی بنیاد پر گرفتاری ہوئی اس کے صدر حضرت قاری محمد طیب تھے۔ حضرت قاری صاحب، حضرت مدنی کو مرادآباد جیل ملنے کے لئے گئے تو حضرت مدنی نے مزاحاً سپرینڈنٹ جیل سے فرمایا کہ صدر جلسہ تو آزاد پھر رہے ہیں اور بوڑھے مقرر کو آپ نے جیل میں بند کر رکھا ہے تو حضرت قاری محمد طیب نے برجستہ فرمایا۔ ''حضرت اس وقت تو میں بھی آپ کے ساتھ جیل میں ہوں۔'' حضرت مدنی کی گرفتاری کے خلاف دیوبند میں جلسہ ہوا۔ جس میں حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ اگر حکومت اس گرفتاری سے دارالعلوم یا دارالعلوم کی جماعت کو چیلنج کرنا چاہتی ہے تو میں سب کی طرف سے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔''

دارالعلوم میں شعبہ خوش خطی ۱۹۴۵ء میں قائم ہوا۔ اس سال ہی دارالصنائع کا شعبہ بھی قائم ہوا۔ بہار اور میرٹھ کے فسادات میں دارالعلوم نے مثالی خدمات سے مسلمانوں کی خدمت کا ریکارڈ قائم کیا۔ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہوا۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب پاکستان آگئے۔ آپ کے عزیز واقارب خاندان سب کچھ انڈیا میں تھا۔ یہاں آئے تو دوستوں نے روک لیا۔ اتنا عرصہ رکنا ہوا کہ اب واپسی کے راستے مسدود ہوگئے۔ اب حضرت قاری صاحب کو واپس لانے کے لئے حضرت مدنی دہلی جا کر حضرت مولانا آزاد سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ وہ پاکستان رہ جائیں تو کیا حرج ہے؟ حضرت مدنی نے فرمایا: ''مولانا آزاد! میں دارالعلوم کے بانی، حضرت نانوتوی کے جانشین کو واپس لانے کے لئے آیا ہوں۔ دارالعلوم یہاں اور وہ وہاں۔ یہ سمجھ نہیں آرہا۔'' تب حضرت مولانا آزاد نے جواہر لال نہرو سے فرمایا تو سپیشل جہاز سے حضرت قاری صاحب کو دہلی منگوایا گیا۔ دہلی سے ٹرین کے ذریعہ دیوبند آئے تو حضرت مدنی کی سربراہی میں دارالعلوم کے تمام خورد وکلاں نے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا۔ جب ایک دوسرے سے ملے تو فرط جذبات سے دونوں طرف آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ آپ کے عہد اہتمام میں دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ یونیورسٹی میں اشتراک باہمی کی راہیں کھلیں۔ پوری دنیا میں دارالعلوم کا تعارف حضرت قاری صاحب کا مرہون منت ہے۔ عرب وعجم، ہندوسندھ،

امریکہ وافریقہ تک دارالعلوم کا فیض حضرت قاری صاحب کے عہد اہتمام میں عام وتام ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری کا دنیا کی بڑی لائبریریوں میں شمار ہوتا ہے۔ جو قاری صاحب کے ذوق عالی کا مظہر ہے۔ تقسیم کے بعد ہند کے مسلمانوں اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے دارالعلوم اور جمعیۃ علماء ہند نے جو خدمات سرانجام دیں۔ وہ تاریخ کا سنہری باب ہے۔

۲۱ تا ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء میں دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں سترہ ہزار فضلاء کو دستار فضیلت اور سند دی گئی۔ پاکستان سے ایک ہزار علماء کے وفد نے حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب کی قیادت میں شرکت کا اعزاز حاصل کیا۔ جمعہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے پڑھایا۔ جس میں اٹھارہ بیس لاکھ افراد نے شرکت کی۔ سٹیج پر تین ہزار مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ یہ تمام تر وسیع انتظام حضرت قاری محمد طیب صاحب کے حسن اہتمام کا مرہون منت تھا۔ ۱۷ جولائی ۱۹۸۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کے احاطہ میں ایک لاکھ افراد نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جو آپ کے صاحبزادہ مولانا قاری محمد سالم قاسمی نے پڑھائی اور آپ اپنے دادا کے پہلو میں سپرد خدا کر دیئے گئے۔ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

''خاتم النّبیین'' یہ کتاب مخدوم العلماء حضرت مولانا قاری محمد طیب کی تصنیف لطیف ہے۔ جنوری ۱۹۷۷ء کا ایڈیشن جو ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور نے شائع کیا تھا۔ اسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس ایڈیشن میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارات کا ترجمہ حاشیہ میں دیا گیا تھا۔ جسے ہم نے اصل مقام پر ساتھ شامل کر کے حاشیہ سے ختم کر دیا۔ تاہم ترجمہ یا توضیحی حواشی کی عبارات کو بین القوسین کر دیا ہے۔ تاکہ امتیاز قائم رہے۔ کتاب کے ٹائیٹل پر یہ تعارف ناشر نے درج کیا تھا: ''یہ کتاب جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے مخصوص کمالات کا ذات محمدی ﷺ میں بیک دم جمع ہونے کی بے مثال تفصیلات پیش کرتی ہے۔ اس کا مطالعہ آپ پر واضح کر دے گا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ، نوح علیہ السلام کی استجابت، نار ابراہیم علیہ السلام کی گلزاری، یعقوب علیہ السلام کا گریہ، ایوب علیہ السلام کا صبر، موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضاء اور عیسیٰ علیہ السلام کا احیاء موتی کس انداز سے ذات اقدس محمدی ﷺ میں ظاہر وجلوہ گر ہوا:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قاری محمد طیب قاسمی دارالعلوم دیوبند کے پون صدی مہتمم رہے۔ اپنے دور میں علوم مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کے آپ ترجمان ووارث تھے۔ ان کی اس کتاب کو پڑھ کر ہر قاری کا دل پکارے گا کہ آپ ﷺ ایسے باکمال خاتم النّبیین کے بعد کسی اور کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی دعویٰ نبوت کرے لاریب، کافر ودائرہ اسلام سے خارج ہے۔

یہ کتاب ''خاتم النّبیین'' حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب قاسمی نے ۱۷ شعبان ۱۳۷۷ھ/ ۹ مارچ ۱۹۵۸ء کو مکمل فرمائی تھی۔ گویا آج ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء میں اس کتاب کی عمر پینسٹھ سال ہوگئی ہے۔

''ختم نبوت سورۂ کوثر کی روشنی میں'' ہمارے مخدوم، مخدوم العلماء، حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب کی ایک تقریر جس میں سورۂ کوثر سے مسئلہ ختم نبوت کا استنباط کیا گیا۔ جسے دیوبند سے شائع کیا گیا۔ اس کا عکس صدیقی ٹرسٹ کراچی نے شائع کیا۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

مولانا قاری محمد طیب نے فرمایا کہ: ''مولانا سمیع اللہ مرحوم کی دکان پر ہر قسم کے لوگ آتے تھے۔ ہندو بھی اور مسلم بھی اور

لوگوں سے بے تکلفی تھی کہ کوئی اگر مٹھائی طلب کرتا تو کوئی جیب میں ہاتھ ڈال کر پیسے نکال لیتا۔ وہ سب کی خاطر داری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی دکان پر ایک ہندو آیا۔ اس کی بول چال مسلمانوں جیسی تھی۔ ایک قادیانی ان کی تاک میں لگ گیا۔ ان کو مسلمان سمجھ کر دکان پر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر آدھ گھنٹہ تقریر جھاڑی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ وہ نبی ہے۔ اس کی نبوت کو مانو، اس نے اپنی یادداشت میں خوب دلائل سے تقریر کی۔ وہ ہندو خاموشی سے سنتا رہا۔ قادیانی نے سمجھا کہ میری تقریر کا اثر ان پر ہوگیا ہے اور یہ مرزا صاحب کی طرف مائل ہوگئے ہیں۔ تقریر ختم کرنے کے بعد قادیانی کہتا ہے کہ: ''آپ نے میری تقریر کا اثر لیا ہے؟'' تو وہ ہندو ہنسا اور کہا کہ: ''ابھی تک تو ہم نے اصلی نبی ہی کو نہیں مانا، نقلی نبی کو کیا مانیں گے؟'' اس پر مجلس کے سارے حضرات ہنس پڑے۔ قاری صاحب فرماتے ہیں کہ: ''جب قادیانی کو یہ معلوم ہوا کہ یہ غیر مسلم ہے تو بہت شرمندہ ہو کر وہاں سے بھاگا اور پھر وہاں نہیں آیا۔''

(ماخوذ: مجالس حکیم الاسلام ص۲۳۶)

سرحد کے نامور عالم دین، دار العلوم امداد العلوم پشاور صدر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان صاحب فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ تبلیغی جماعت کا ایک وفد غلطی سے قادیانیوں کے مرزاڑے میں چلا گیا۔ قادیانیوں نے جب تبلیغی جماعت کو دیکھا تو انہیں وہاں سے نکال دیا۔ جس پر جماعت کے امیر نے قادیانیوں سے کہا کہ: ہم آپ کو بالکل دعوت نہیں دیتے۔ مگر آپ لوگ ہمیں صرف تین دن یہاں قیام کرنے کی اجازت دے دیں۔ ہم اپنی نمازیں پڑھیں گے اور تمہارے کسی کام میں مخل نہ ہوں گے۔ جس پر قادیانیوں نے اجازت دے دی۔ جب تین دن ہوگئے تو جماعت کے امیر نے اللہ کے حضور گڑگڑانا شروع کردیا کہ: ''اے اللہ! ہم سے وہ کونسا گناہ ہوگیا کہ ہمیں یہاں تین دن ہوچکے ہیں۔ ایک آدمی بھی ہمارے ساتھ تبلیغ میں جانے کے لئے تیار نہ ہوا۔'' ابھی وہ مصروف دعا تھے کہ ایک شخص آیا جو قادیانی جماعت کا امیر تھا۔ اس نے جب امیر صاحب کو روتے دیکھا تو پوچھا کہ: ''آپ رو کیوں رہے ہیں؟''

جناب امیر صاحب نے فرمایا کہ: ''ہم اللہ کے راستے میں اس کے سچے دین کی تبلیغ کے لئے نکلے ہیں اور تین دن سے یہاں قیام پذیر ہیں، لیکن کوئی ایک شخص بھی ہمارے ساتھ جانے کے لئے تیار نہ ہوا۔'' جس پر اس قادیانی نے کہا: ''یہ تو معمولی بات ہے۔ میں تین دن کے لئے آپ کے ساتھ جاتا ہوں۔ لیکن میری شرط ہے کہ آپ مجھے کسی قسم کی دعوت نہ دیں گے۔'' چنانچہ معاہدہ ہوگیا اور وہ قادیانی ان کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ تیسری رات اس نے ایک خواب دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو اس قادیانی نے جماعت کے امیر صاحب سے کہا کہ: ''آپ مجھے کلمہ پڑھائیں اور مسلمان بنائیں۔'' جس پر امیر جماعت نے کہا کہ: ''ہم معاہدے کے پابند ہیں۔ ہم آپ کو کلمہ پڑھنے پر مجبور نہیں کرسکتے۔ مگر آپ یہ بتائیں کہ یہ تبدیلی کیوں آئی؟'' اس نے کہا: ''میں نے خواب میں سرکار دوعالم ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے ایک کتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: تم میرے عاشقوں کے ساتھ پھرتے ہو اور اس کتے کو بھی مانتے ہو؟'' وہ کتا مرزا قادیانی تھا۔ جس پر امیر جماعت نے اسے کلمہ پڑھایا اور سینے سے لگایا۔ جب اس شخص نے واپس اپنے گاؤں جا کر یہ واقعہ کچھ اور قادیانیوں کو سنایا تو وہ بھی مسلمان ہوگئے۔ یہ واقعہ مولانا حسن جان نے حضرت مولانا قاری محمد طیب سے سنا۔

(۲۰۰۰) محمد ظفر عادل، جناب پروفیسر

گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور کے شعبہ سیاسیات کے پروفیسر نے قادیانی ملعون طبقہ کے بارہ میں تحریر کیا کہ: ''روزنامہ

نوائے وقت مؤرخہ ۱۰؍جون ۱۹۷۴ء کے ایک اشتہار میں احمدی، لاہوری اور قادیانی گروہوں کی طرف سے مرزاغلام احمد قادیانی کے چند اقوال شائع ہوئے ہیں، جس میں کہا گیا کہ مرزا قادیانی ختم نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مرزا قادیانی کے مختلف کفریہ عقائد اور دعوے ملاحظہ فرمائیں۔

دعویٰ خدائی: ’’اور میں نے اپنے تئیں خدا کے طور پر خود کو دیکھا اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں جس نے آسمان کو تخلیق کیا۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

نبوت کے دعوے: ’’پس مسیح موعود (مرزاغلام احمد قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔‘‘ (کلمتہ الفصل ص۱۵۸)

☆...... ’’آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات ہیں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳)

’’میرے معجزات کی تعداد دس لاکھ ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲)

☆...... ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔‘‘ (اخبار بدر قادیان مؤرخہ ۵؍مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

☆...... ’’یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔‘‘

(حقیقت النبوۃ ص۲۲۸، انوار العلوم ج۲ ص۵۴۲)

☆...... ’’اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو میں اسے ضرور کہوں گا، تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔‘‘

(انوار خلافت ص۶۵، انوار العلوم ج۳ ص۱۲۷)

☆...... ’’کوئی شخص کسی بھی منصب جلیلہ تک پہنچ سکتا ہے، یہاں تک کہ وہ محمد ﷺ سے بھی آگے نکل سکتا ہے۔‘‘

(الفضل قادیان ج۱۰ نمبر۵ ص۵ کالم۳، مؤرخہ ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء)

☆...... ’’خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

☆...... ’’آنحضرت ﷺ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے۔ حالانکہ مشہور تھا کہ اس میں سور کی چربی پڑی تھی۔‘‘

(بیان مرزاغلام احمد قادیانی روزنامہ الفضل قادیان ج۱۱ نمبر۶۶ ص۹ کالم۳، مؤرخہ ۲۲؍فروری ۱۹۲۴ء)

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر ج۲ نمبر۴۳ ص۱۴، مؤرخہ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۰۶ء، قاضی ظہور الدین قادیانی منقول از اخبار پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۱۴؍مارچ ۱۹۱۶ء)

☆...... ’’حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۳)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

کربلائے است سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

میں ہر وقت کربلا کی سیر کرتا ہوں میرے گریبان میں سو حسین پڑے ہیں

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

☆...... ''کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا اور میری دعوت کی تصدیق کی مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہ مانا۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج۵ ص ایضاً)

☆...... ''جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے۔'' (نزول المسیح ص۴، خزائن ج۱۸ ص۳۸۲)

☆...... ''میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔'' (نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳)

☆...... ''جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا، اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں ہے۔''

(انوار الاسلام ص۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱)

☆...... ''جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷)

☆...... ''ان لوگوں کے پیچھے نماز مت پڑھو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔'' (فتاویٰ احمدیہ جلد اوّل ص۱۸)

☆...... ''اور میں یقین رکھتا ہوں جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح ومہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔'' (شہادۃ القرآن ضمیمہ بعنوان گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ص۱۷)

منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۶، ۲۷، خزائن ج۱۷ ص۷۷، ۷۸)

☆...... ''یہ اور بات ہے کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں، بلکہ مجبوری سے اور پھر کوشش کریں گے کہ یہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں۔'' (بیان مرزا محمود خلیفہ ربوہ الفضل قادیان ج۳۵ نمبر۱۱۶ ص۲ کالم۱، مؤرخہ ۱۶؍مئی ۱۹۴۷ء)

''ان تحریروں کی روشنی میں جواب دیجئے۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد، ولی یا نبی ماننا جائز ہے؟''

(روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۱۸؍جون ۱۹۷۴ء)

(۲۰۰۱) محمد عابد حسین (دیوبند)، جناب حاجی سید

(پیدائش: ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء ...... وفات: ۲۷؍ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ/ ۲۷؍نومبر ۱۹۱۳ء)

آپ کا نسبی تعلق سادات رضویہ سے ہے۔ آپ میاں جی کریم بخش صابری ساکن رامپور نہاراں کے خلیفہ مجاز تھے۔ اسی طرح سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے بھی آپ خلیفہ تھے۔ آپ دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم تھے۔ تین بار

مہتمم رہے۔ آخری بار مولانا رفیع الدین عثمانی کے سفر ہجرت کے باعث ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء تا ۱۸۹۳ء مہتمم رہے۔ آپ چشتی صابری سلسلہ کے بہت نامور بزرگ تھے۔ زہد و ریاضت کا پیکر تھے۔ آپ کا حلقہ دیوبند اور اطراف و جوانب میں بہت وسیع تھا۔ قرآن مجید اور فارسی پڑھ کر تکمیل علم کے لئے دہلی گئے۔ لیکن دوران تعلیم تصوف کی لائن ایسے اختیار کی کہ وہ رنگ غالب آ گیا۔

حضرت حاجی عابد حسین صاحب کا چھتّہ مسجد دیوبند میں ساٹھ سال قیام رہا۔ مشہور ہے کہ تیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ صاحب کشف و کرامت تھے۔ ''فن عملیات'' میں زبردست ملکہ تھا۔ اتباع سنت کا غایت درجہ اہتمام تھا۔ ان کا مقولہ ہے: ''بے عمل درویش ایسا ہے جیسے سپاہی بے ہتھیار۔ درویش کو چاہئے کہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے عامل ظاہر کرے۔''

آپ منقولہ، غیر منقولہ اراضی، باغ وغیرہ سب راہ خدا میں لٹا کر محض خدا تعالیٰ پر توکل کئے ہوئے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے علاوہ جامع مسجد دیوبند بھی آپ کی مساعی سے مکمل ہوئی۔ مکان مسجد کے لئے وقف کر کے حجاز مقدس چلے گئے۔ ایک سال بعد واپس تشریف لائے۔

آپ کے اہتمام میں کسی مسئلہ پر کوئی طالب علم ناراض ہو گیا اور اس نے معاذ اللہ! آپ کو برا بھلا بھی کہا۔ دوسرے وقت آپ نے جا کر خود اس سے معذرت کر لی۔ حالانکہ قصور طالب علم کا تھا۔ ایسے بے نفیس بزرگ چشم فلک نے گنتی کے ہی دیکھے ہوں گے۔

ملعون قادیان نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کی جو فہرست انجام آتھم ص ۷۱، نمبر ۵۸ پر حضرت حاجی عابد حسین کا ذکر کیا ہے۔ حضرت حاجی صاحب کے عاشق رسول ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ملعون قادیان سے آپ نفرت کرتے تھے۔

(۲۰۰۲) محمد عابد (میلسی)، جناب

میلسی کے نامور کارکن عابد صاحب نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے مثالی کردار ادا کیا۔

(۲۰۰۳) محمد عادل خان (کراچی)، حضرت مولانا ڈاکٹر

(ولادت: ۱۹۵۷ء ...... شہادت: ۱۰/اکتوبر ۲۰۲۰ء)

آپ کا خاندان ایک علمی خاندان ہے۔ آپ کے والد شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صرف ایک شیخ الحدیث ہی نہیں ایک مربی شیخ کامل بھی تھے۔ وفاق المدارس پاکستان کے ساتھ ساتھ تمام مسالک کے اتحاد مدارس دینیہ کے بھی صدر تھے۔ آپ کو دوران طالب علمی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اجل حضرت مولانا مسیح اللہ خان شیروانی کی صحبت میسر ہوئی۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگرد تھے۔ ڈاکٹر محمد عادل خان اسی علمی شخصیت کے گھر میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: ۱۹۷۳ء میں جامعہ فاروقیہ کراچی سے دورۂ حدیث اپنے والد گرامی شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان اور دیگر اساتذہ سے پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ ۱۹۷۶ء میں بی.اے ہیومن سائنس میں کیا۔ ۱۹۷۸ء میں ایم.اے عربی کیا۔ ۱۹۹۲ء میں اسلامک کلچر میں پی.ایچ.ڈی کراچی یونیورسٹی سے کی۔

خدمات:

۱...... ۱۹۸۶ء سے ۲۰۱۰ء تک جامعہ فاروقیہ کراچی کے جنرل سیکرٹری رہے۔ اسی دوران اپنے والد کے ساتھ مل کر جامعہ فاروقیہ کراچی کے تعلیمی اور تعمیری خدمات میں حصہ لیا۔

۲...... تحریک سواد اعظم میں اپنے والد کے شانہ بشانہ رہے۔

۳...... امریکہ میں اسلامک سنٹر قائم کیا۔

۴...... ملائیشیاء میں کوالالمپور کی مشہور یونیورسٹی میں کلیہ معارف الوحی میں پروفیسر رہے۔

۵...... ۲۰۱۸ء میں تحقیق وتصنیف کی وجہ سے ملائیشیاء ہائر ایجوکیشن کی جانب سے ۵ سٹار رینکنگ ایوارڈ سے نوازا گیا۔

۶...... وفاق المدارس عربیہ کی مجلس عاملہ کے رکن اور مالیاتی کمیٹی، دستوری کمیٹی کے چیئر مین بھی رہے۔

۷...... ۲۰۱۷ء میں پاکستان واپس آئے۔ شیخ الحدیث وسرپرست جامعہ فاروقیہ کراچی مقرر ہوئے۔

۸...... جامعہ فاروقیہ (حب چوکی) کے مہتمم تھے۔ آپ کو ۱۰ زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ حدیث، فقہ، تاریخ، ادب، علوم القرآن اور دیگر علوم پر بھی عبور حاصل تھا۔

۹...... تحریک ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالیہ دور میں سرپرست تھے اور پورے ملک کے علماء کی قیادت فرمارہے تھے۔ آپ ایک ادیب، مدرس، خطیب، محقق اور مصنف تھے۔

۱۰...... آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پر بھرپور اعتماد فرماتے۔ اپنے مشوروں سے نوازتے، اپنے جامعہ فاروقیہ میں مولانا قاضی احسان احمد، فقیر راقم کے کئی بیان کروائے۔

شاہ فیصل فیز ii میں واقعہ شاپنگ سنٹر کے قریب دو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا عبیداللہ خالد نے پڑھائی اور جامعہ فاروقیہ (حب چوکی) میں اپنے والد کی قبر کے متصل دفن کیا گیا۔

(۲۰۰۴) محمد عارف بہاول نگری، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۲۷ء ...... وصال: ۱۳؍جون ۲۰۱۸ء)

استاذ العلماء مولانا محمد عارف ضلع بہاول نگر کے ایک گاؤں چک تحصیل دار (ٹوبہ قلندر شاہ) میں مولانا احمد الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک کی تعلیم حافظ محمد صدیق چوہان سے حاصل کی۔ فاضل دیوبند مولانا محمد شریف اور مولانا فضل الرحمٰن سے چک مہر علی شاہ میں فارسی کی تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ شفیقیہ اڈا لوہارکا میں مولانا غلام محمد گولڑوی اور مولانا شفیق احمد سے صرف نحو پڑھی۔ ۱۹۴۳ء میں مولانا محمد شریف وٹو کے مدرسہ قادریہ میں مولانا مفتی بشیر احمد سے فقہ، اصول فقہ پڑھنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۳ء میں مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ملتانی اور مولانا محمد شریف کشمیری سے تفسیر وحدیث کی تعلیم مکمل کی۔ دورہ حدیث کرنے کے بعد آپ نے جامع العلوم بہاول نگر میں اپنے استاذ مولانا مفتی نیاز محمد کے حکم پر تدریس شروع کی۔ مولانا محمد عارف کے تلامذہ میں مولانا مفتی محمد انور اکاوڑی ملتان، مفتی محمد ازہر مدیر الخیر ملتان، مفتی عبدالخالق ہارون آباد ایسے حضرات شامل ہیں۔

۱۹۷۵ء مارچ میں مدرسہ تعلیم القرآن قائم کیا۔ جس کا سنگ بنیاد مولانا مفتی نیاز محمد، مولانا محمد شریف وٹو، مولانا محمد یوسف قریشی اور راؤ عبدالعزیز تحصیل دار نے رکھا۔ ۱۹۷۹ء میں مدرسہ کے اندر مسجد کی تعمیر بھی کی گئی۔ اب تک اس مدرسہ سے سینکڑوں حفاظ اور قراء کرام فراغت حاصل کر چکے ہیں۔

مولانا مرحوم کو اکابرین ختم نبوت سے بڑی محبت تھی۔ مولانا محمد عارف فرماتے تھے کہ طالب علمی زمانہ میں مجاہد ملت مفکر ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے ساتھ ان کے ہر بیان میں جاتا تھا۔ راقم جب مدرسہ میں مولانا مرحوم سے ملنے جاتا تو وہ بہت خوش ہوتے۔ قرآن ہال میں طلبہ کو جمع کراتے اور پہلے خود عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر بیان کرتے۔ اکابرین ختم نبوت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے حالات سناتے اور آبدیدہ ہوجاتے۔ (مولانا محمد قاسم رحمانی)

(۲۰۰۵) محمد عارف بیوپاری، جناب ملک

(وصال: ۱۵/جنوری ۲۰۲۰ء)

ملک محمد عارف بیوپاری شرق پور شریف ختم نبوت کے محاذ کے دبنگ سپاہی تھے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا رد قادیانیت تھا۔ انہوں نے اپنی حیات مستعار میں دسیوں پمفلٹ تحریر کئے اور اپنی طرف سے چھپوا کر مفت تقسیم کئے۔ بڑے عرصہ سے انہوں نے تحریری محاذ سنبھالا ہوا تھا۔ راقم جب لاہور میں تھا۔ ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک جب بھی لاہور تشریف لاتے دفتر میں حاضری کو اپنے فرائض میں سمجھتے۔ جب بھی قادیانیت اور ناموس رسالت سے متعلق کوئی مسئلہ اٹھا خم ٹھونک کر میدان میں کود پڑتے۔ مسلکاً اہل حدیث ہونے کے باوجود دوسرے مسالک کے حضرات سے مسلسل رابطہ رکھتے۔ شیعہ حضرات سے ختم نبوت کے حوالہ سے گفتگو کرتے تھے۔ عام طور پر تہجد کی نماز قریبی اہل حدیث مسجد میں ادا کرتے۔ حسب معمول تہجد کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے بلکہ ان کے عزیزوں کو بقول رات آرام بھی مسجد کے محراب میں کیا۔ صبح تہجد کے لئے اٹھے تو کسی ظالم نے انہیں مسجد کے محراب میں شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یوں انہیں شہید محراب ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ وہ مرنجان مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ اللہ پاک ان کے قاتلوں کو دنیا میں نشان عبرت بنائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین!

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۰۰۶) محمد عارف (چناب نگر ضلع چنیوٹ)، جناب

(ولادت: ۱۹۵۷ء ...... وفات: ۱۱/جنوری ۲۰۲۱ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے انتہائی مخلص ساتھی جناب محمد عارف چناب نگر کے مضافاتی علاقہ ڈاور ضلع چنیوٹ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰۰۰ء میں ڈاور سے مسلم کالونی چناب نگر میں مدرسہ جامعہ عربیہ ختم نبوت کے غربی جانب مسجد و مدرسہ کی محبت دل میں لئے مقیم ہوئے۔ جامعہ کے جوار میں مسکن کیا اختیار کیا کہ پڑوسی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق دامے، درمے، قدمے، سخنے ادارہ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ طلباء، علماء، اساتذہ اور مبلغین مجلس کے دل و جان سے فدا تھے۔ مسلم کالونی چناب نگر میں منعقد ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی تیاریوں کے لئے مہینوں پہلے کوشاں ہوتے، کانفرنس کے عمومی وخصوصی کھانے کی مکمل نگرانی کرتے، ہر آنے والے کو اپنا مہمان تصور کرتے۔ انتہائی خوش اخلاق، ملنسار اور سادہ طبیعت کے مالک

انسان تھے۔ مسلم کالونی چناب نگر سے وہ کیا گئے کہ پوری کالونی کو ہی اداس کر گئے۔ مدرسہ ختم نبوت کے اساتذہ وطلبہ نے ان کو غسل دیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول دین پوری نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ بعدازاں آبائی علاقہ ڈاور کے قبرستان میں آپ کی تدفین کی گئی۔ (مولانا محمد وسیم اسلم)

(۲۰۰۷) محمد عارف سیال، مولانا

(وفات: ۱۷؍جون ۲۰۱۶ء)

بستی سیال نزد کگڑ ہٹہ تحصیل کبیر والا کے ممتاز عالم دین مولانا محمد عارف سیال بعارضہ قلب وصال فرمائے آخرت ہوئے۔ آپ کا وصال قبل از فجر ہوا۔ بعداز عصر حضرت مولانا محمد نواز سیال صاحب بانی جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مولانا محمد عارف سیال کا آبائی پیشہ زمیندارہ تھا۔ آپ نے دارالعلوم کبیر والا سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ مدت العمر تنظیم اہل سنت پاکستان کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری کے معتمد خصوصی تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا جامع بنایا تھا۔ بہت ہی معتدل مزاج اور گہری صائب رائے رکھنے والے عالم دین تھے۔ اپنے تمام رفقاء کے حلقہ میں بہت ہی احترام کا مقام آپ کو حاصل تھا۔

آپ ختم نبوت کے سلسلہ میں مشترکہ میٹنگوں میں تنظیم اہل سنت کی نمائندگی فرماتے تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام میں برابر دلچسپی لیتے اور احترام کا مقام دیتے تھے۔ آپ صحت کے زمانہ میں تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر کے مہتمم رہے اور اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۲۰۰۸) محمد عاشق قصوری، جناب چوہدری

(وفات: ۲۵؍اپریل ۱۹۶۸ء)

سیاستدان، معروف احرار رہنما، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید وبند اور قلعہ کی سزا کاٹی۔ اٹک جیل میں بھی رہے۔ جہاں رہے استقامت ان کو جھک جھک کر سلام کرتی رہتی۔ جسم خوب تنومند تھا اور اپنے جسم سے کہیں زیادہ دل وگردہ کے وہ مالک تھے۔ حق تعالیٰ رحمتوں کی ان پر بارش فرمائیں۔

(۲۰۰۹) محمد عاصم زکی (کراچی)، مولانا مفتی

(ولادت: ۲۱؍جنوری ۱۹۵۹ء ...... وفات: ۳؍دسمبر ۲۰۲۰ء)

مولانا مفتی محمد عاصم کے آباء واجداد کا تعلق لکھنؤ کے مضافات سے تھا۔ قیامِ پاکستان تک آپ کے والد گرامی اور دادا انڈیا میں ہی مقیم رہے۔ پاکستان بننے کے بعد اپریل ۱۹۴۸ء میں آپ کے والد صاحب نے پاکستان ہجرت کی۔ مفتی محمد عاصم زکی کی پیدائش کراچی میں ہوئی۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم سکول سے حاصل کی۔ بعدازاں ۱۹۷۳ء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں حفظِ

قرآن کریم کے لئے داخل ہوئے اور ۱۹۸۶ء میں تخصّص کر کے مکمل سند فراغت حاصل کی۔ دورحدیث شریف ۱۹۸۴ء میں کیا۔ آپ کے والد صاحب نے آپ کو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے لئے وقف کر دیا تھا، اس لئے وہ مکمل طور پر اپنی مادرِ علمی کے ہی ہو کر رہ گئے تھے۔ سوشل ورک اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شعبہ ''بنوری ٹرسٹ'' کے اہم رکن رہے۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے بھی ہمیشہ کوشاں رہتے۔ اکابرین ختم نبوت کے دل وجان سے فدا تھے۔ کئی دن بیمار رہنے کے بعد انڈس ہسپتال میں آپ کا انتقال ہوا۔ جمعہ کی رات جامعہ کے استاذِ حدیث و ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا امداداللہ یوسف زئی صاحب کی اقتداء میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور تدفین ڈالمیا قبرستان میں اپنی والدہ ماجدہ کے قریب ہوئی۔

(۲۰۱۰) محمد عالم آسی امرتسری، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۸۸۱ء، موضع راکھوسیداں ...... وفات: ۱۸؍اگست ۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا محمد عالم آسی ''امرتسر'' کے رہنے والے تھے۔ مولانا غلام قادر بھیروی سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری، امرتسر سے ''الفقیھ'' ایک رسالہ بھی شائع کرتے رہے۔ مولانا کی ردقادیانیت پر شہرہ عالم کتاب ''الکاویہ علی الغاویہ'' ہے۔ جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے الکاویہ کی پہلی جلد اگست ۱۹۳۰ء میں شائع کی۔ جس میں عربی زبان میں مختلف علماء کی تقاریظ تھیں۔ راقم کی حماقت ملاحظہ ہو کہ جب اسے احتساب قادیانیت جلد ۲۵ میں شائع کیا تو وہ تقاریظ رہ گئیں جو ٹائٹل اوّل کے اندرونی صفحہ اور پھر ٹائٹل کے آخری صفحہ کے اندرون پر تھیں۔ اصل ایڈیشن کے کئی نسخے ملتان لائبریری میں محفوظ ہیں۔ طبع ثانی ہو تو فقیر کی اس حماقت کا ازالہ کر دیا جائے۔

آپ انجمن خدام الحنفیہ امرتسر ہاتھی گیٹ کے معتمد تھے۔ آپ نے اپنی کتاب الکاویہ کے ٹائٹل پر خود یہ تعارف لکھا۔ ''جن لوگوں نے اسلام کو نامکمل سمجھ کر تجدید و ترمیم یا تنسیخ و تحریف شروع کر دی ہے اور اپنے آپ کو مصلح قوم، مجدد دین، مہدی یا مسیح ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں کہ ہم اسلام کا روشن پہلو دکھلا کر دین محمدی کے اصل رخ سے پردہ اٹھا رہے ہیں۔ ایسے محرفین کے لئے یہ رسالہ ''الکاویۃ علی الغاویۃ'' لکھا گیا ہے۔ جس میں عام شبہات کا عموماً اور مرزائی تعلیم کا خصوصاً ایک ایسا خاکہ پیش کیا گیا ہے کہ جس کے دیکھنے سے ناظرین خود معلوم کر سکیں گے کہ یہ مرزائی تعلیم یا نئی اصطلاحات میں کہاں تک تحریف و تنسیخ سے کام لیا گیا ہے۔''

مولانا اعزاز علی دیوبندی، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری، مولانا نور احمد امرتسری، مولانا عبدالغفور غزنوی، مولانا عبدالرحمان امرتسری، مولانا محمد حسین، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور دوسرے اکابر علماء کی اس پر تقاریظ ہیں۔ ہم نے ان دونوں جلدوں کو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۵ اور ۲۶ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ باراوّل الکاویہ کی دوسری جلد ستمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ گویا پاکستان بننے سے بھی تیرہ سال قبل کی یہ کتاب ہے۔ فقیر راقم کی پیدائش سن ۱۹۴۵ء کی ہے۔ راقم کی پیدائش سے تیرہ سال قبل کی یہ تصنیف لیتھو پر شائع شدہ اور اتنی گھنی اور بے ڈھب پرانی کتابت کی دوبارہ اشاعت کا دشوار تر مرحلہ صرف وہی دوست ہی اس مشکل کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں جو اس میدان کے شناور ہیں۔ ورنہ دوسروں کے سامنے بین بجانے کا فائدہ نہیں۔ اس تصنیف میں مصنف نے جھوٹے مدعیان نبوت، مسیحیت و مہدویت کے عقائد پر بحث کرتے ہوئے ان کے لٹریچر (کتب و رسائل و پوسٹر) کے

خلاصہ جات مع تنقیدات اہل اسلام کو درج کیا ہے۔ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے عقائد کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے بھی ان کو طویل بلکہ طویل تر اقتباسات درج کرنے پڑے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان جھوٹے مدعیان نبوت کے ملعون اور خلاف اسلام، عقائد ہمیشہ کے لئے اس کتاب کے ذریعہ مسلمانوں کو معلوم ہو گئے۔

مولانا محمد عالم آسی کولوتارڑ حافظ آباد میں پیدا ہوئے۔ جٹ برادری سے تعلق رکھتے۔ والد کا نام مفتی عبدالحمید چشتی نقشبندی تھا۔ جو عابد، زاہد، مفتی شاعر اور خوشنویس تھے۔ آسی نے ابتدائی تعلیم اپنے نانا حکیم مفتی غلام حسین چک بھٹی گوجرانوالہ سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ نعمانیہ میں لاہور پڑھے۔ پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی، فاضل فارسی اور حکمت کے کورس اعلیٰ نمبروں پر پاس کئے۔ عربی، ہندی، انگریزی، اردو، فارسی، پنجابی چھ زبانوں پر آپ کو بھرپور عبور حاصل تھا۔ مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد اور اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر بھی رہے۔ پھر امرتسر چلے گئے۔ ایم.اے ہائی سکول میں عربی کے مدرس اوّل مقرر ہوئے۔ سکول نے کالج کا روپ دھارا تو آپ بھی ٹیچر سے پروفیسر ہو گئے۔ اس زمانہ میں مختلف حضرات نے آپ سے درس نظامی کی مختلف کتب بھی پڑھیں۔ بیسیوں آپ کے فاضل اور یگانہ زمانہ شاگرد تھے۔ آپ کا امرتسر میں وصال ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔ آپ بیسیوں کتابوں کے مصنف تھے اور سینکڑوں مضامین آپ کے قلم سے ماہنامہ ''الفقیھ'' امرتسر میں شائع ہوئے۔ اسی طرح بہت سارے مضامین بھی آپ نے ردقادیانیت پر تحریر فرمائے۔ ان میں سے بیس مضامین ومقالہ جات کی فہرست عقیدۂ ختم نبوت مصنفہ مفتی محمد امین سراجی جلد گیارہ کے ص ۱۸، ۱۹ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ آپ کی بہت ساری عربی گرائمر پر کتب اس زمانہ میں عربی کے نصاب میں درساً پڑھائی جاتی تھیں۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا گلدستہ بنایا تھا۔

(۲۰۱۱) محمد عالم بٹالوی (فیصل آباد)، جناب میاں

تحریک آزادی وتحریک ختم نبوت کے سرگرم رہنما تھے۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے عمر بھر سرگرم عمل رہے۔ پاکستان بننے کے بعد استاذ محترم مولانا محمد حیات فاتح قادیان کی کتابیں گدھا ریڑھی پر لاد کر پاکستان میاں محمد عالم بٹالوی لائے تھے۔ فیصل آباد گھنٹہ گھر، چنیوٹ بازار میں عالم کافی ہاؤس ان کی دکان تھی۔ مولانا عبیداللہ احرار کی مجلس احرار الاسلام کا دفتر ان کی دکان کی بالائی منزل پر تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں دل وجان سے دیوانہ وار شریک عمل رہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(۲۰۱۲) محمد عالم جرار (شکارپور)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۴۴ء ...... وفات: ۱۰ ر نومبر ۲۰۰۰ء)

مولانا محمد عالم ضلع شکارپور کے ایک گاؤں جرار شریف میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز اپنے علاقہ کے گردونواح سے شروع کیا۔ جب کہ کتابوں کی تعلیم کا آغاز حضرت سائیں خلیفہ احمد دین سے کیا اور پھر مولانا مظہر الدین انڈھڑ اور مولانا عبدالحکیم سومرو سے بھی درس نظامی کی کئی کتب پڑھیں۔ تکمیل کے بعد اپنے گاؤں کے مدرسہ محمدیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا اور تدریسی میدان میں

درجہ کمال کو پہنچے۔اونچے درجہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ جمعیۃ علماء اسلام اور تحریک ختم نبوت میں بھی اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام شکارپور کے کئی مرتبہ امیر منتخب ہوئے اور صوبہ سندھ کے سرپرست بھی رہے۔ختم نبوت کے پروگراموں میں تشریف لے جایا کرتے اور فرماتے کہ ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔آپ نے دو شادیاں کیں تھیں۔ دونوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا۔آپ کے دو بیٹے تین بیٹیاں باقیات ہیں۔ دونوں بیٹے حافظ اور عالم ہیں۔ زندگی کے آخری چند ماہ بیمار رہ کر بروز جمعۃ المبارک دن ایک بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (مولوی عبیداللہ بکرائی،شکارپور)

(۲۰۱۳) محمد عالم سیالکوٹی،مولانا

(ولادت:اپریل ۱۹۲۴ء،جموں ...... وفات:۲۰/اگست ۱۹۹۹ء،امریکہ)

عالم دین، پیر طریقت، شیخ الحدیث، مبلغ دارالعلوم حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ کے بانی و مہتمم، ضلع سیالکوٹ جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں بھرپور خدمات سرانجام دیں۔اپنے جامعہ میں محو استراحت ہیں۔

(۲۰۱۴) محمد عالم (شیخوپورہ)،مولانا

(وفات:۲۳/جولائی ۲۰۱۴ء)

عالم دین، مدرس، معاملہ فہم، انتہائی زیرک جامعہ فاروقیہ شرق پور روڈ شیخوپورہ کے بانی و مہتمم، جمعیۃ علماء اسلام شیخوپورہ کے ممتاز رہنما، استاذ العلماء مولانا محمد عالم صاحب جو تحریک ہائے ختم نبوت میں نمایاں کردار کے حامل رہے۔

(۲۰۱۵) محمد عباس اختر (خانیوال)،حضرت مولانا

(ولادت:۱۹۴۵ء وصال:۱۵/جنوری ۲۰۱۹ء)

حضرت مولانا محمد عباس اختر حصار انڈیا میں پیدا ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد چک نمبر ۶/۵-۷آر ساہی وال میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں مشکوٰۃ شریف تک کتابیں پڑھیں۔۱۹۶۳ء میں جامعہ خیرالمدارس ملتان سے خیرالعلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری سے دورۂ حدیث شریف کیا۔۱۹۶۴ء میں خانیوال ریلوے لوکوشیڈ کی مسجد میں تشریف لائے۔ پھر پچپن سال بعد اسی مسجد سے آپ کا جنازہ اٹھا۔عہد ووفا کی اب کون یہ روایات نبھائے گا۔

آپ نے تفسیر قرآن مجید کے لئے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور حضرت مولانا غلام اللہ خان سے بھی کسب فیض کیا۔ عمر بھر خانیوال میں تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔تحریک میں کامیابی کے بعد اپنی مسجد میں تمام مکاتب فکر کی نمائندگی سے عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کرائی۔ ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کے داعی رہے۔ ضلع وڈویژن کی امن کمیٹی کے ممبر رہے۔خانیوال کی دینی قیادت میں آپ کو نمایاں مقام حاصل تھا۔عقیدۂ ختم نبوت کے پاسبان تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کی آبیاری میں شب وروز کوشاں رہے۔

(۲۰۱۶) محمد عباس (ساکن دانمباری)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت مولانا محمد عباس کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۰، نمبر ۵۰ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۰۱۷) محمد عبداللہ احمد پوری، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۹ء ...... وفات: ۱۶؍دسمبر ۲۰۰۶ء)

مولانا محمد عبداللہ قصبہ پکالاڑاں (لیاقت پور) کے قریب بستی نور محمد بٹوانی میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام مولانا نور محمد تھا جو حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مرحوم کے موقوف علیہ تک کے ہمدرس اور ساتھی تھے۔ مولانا محمد عبداللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدگرامی سے حاصل کی۔ آپ کے اسباق کی بسم اللہ دین پورشریف کی معروف روحانی شخصیت حضرت میاں عبدالہادی نے کرائی۔ الہ آباد مڈل سکول سے آپ نے ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔۱۹۴۲ء میں جامعہ عباسیہ بہاول پور میں داخلہ لیا اور جامعہ کی انتہائی ڈگری ’’علامہ‘‘ حاصل کی۔ جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد صادق، مولانا عبیداللہ بہاول پوری اور دیگر حضرات سے شرف تلمذ حاصل کیا۔حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے دورہ تفسیر پڑھنے کی بھی سعادت حاصل کی۔ پاکستان کے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔

۱۹۴۸ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی ان دنوں جامعہ عباسیہ کے زیراہتمام سرکاری مدارس وسکولز کا انتظام تھا۔تب آپ ان مدارس سے وابستہ ہوئے۔ مدرسہ عربیہ فاضل، احمد پور شرقیہ کے صدر مدرس (ہیڈ ماسٹر) بھی رہے اور سرکاری ملازمت کی پوری مدت آپ نے احمد پور شرقیہ میں گزاری۔اس حوالہ سے آپ کو حضرت مولانا علامہ محمد عبداللہ احمد پوری کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔تمام اہل علم حضرات کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ صاحب سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔۱۹۹۲ء میں آپ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔۲۰۰۲ء تک احمد پور شرقیہ رہے۔اس کے بعد اپنے آبائی گھر پکالاڑاں بستی نور محمد بٹوانی میں رہائش پذیر ہوگئے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بہت محقق اور مدقق عالم دین تھے۔آپ کی ثقاہت علمی کا اعتراف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی فرماتے تھے۔ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ’’آئینہ قادیانیت‘‘ نامی کتاب وفاق المدارس کے نصاب کے لئے مرتب کی تو حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری کے حکم پر آخری خواندگی کے لئے اس کتاب کو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کے پاس بھجوایا گیا۔آپ نے دقّت نظر کے ساتھ اس پر کام کیا اور بہت ہی باریک خامیوں کی نشاندھی سے ممنون فرمایا۔کاروان جنت، خطبات بہاول پور کا علمی جائزہ، صحابہ کرامؓ کا مقام اوران پر تنقید؟ جیسی کئی علمی کتابوں کے مصنف تھے۔ مؤخرالذکر دوکتابوں میں بالترتیب پروفیسر حمیداللہ حیدرآباد دکن اور سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بعض تسامحات پر بھرپور علمی گرفت کی۔ حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی کے قائم کردہ جامعہ حبیبہ انوریہ کی شوریٰ کے رکن اور کئی جامعات کے سرپرست تھے۔آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ حضرت مولانا میاں مسعود احمد دین پوری نے پڑھایا۔خان

پور، ظاہر پیر، دین پور، طاہر والی، بہاول پور، احمد پور شرقیہ کے علماء کی بہت بڑی تعداد نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

ردقادیانیت پر آپ کے تین رسائل ہمیں ملے:

۱...... ’’اسلام اور مرزائیت‘‘

۲...... ’’عقیدۂ نزول عیسیٰ علیہ السلام قرآن وسنت کی روشنی میں‘‘ مولانا محمد اسحاق سندیلوی کی کتاب دینی نفسیات حصہ سوم باب چہارم میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا گیا۔ اس پر مولانا عبداللہ مرحوم نے مواخذہ کیا تو جگہ جگہ ملعون قادیان کا بھی ذکر آ گیا۔

۳...... ’’له دعوة الحق‘‘

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۴۶ کے ص ۹ تا ۲۴۶ تک شائع ہوگئی ہیں۔

(۲۰۱۸) محمد عبداللہ افضل پوری عظیم آبادی، مولانا سید

مولانا سید محمد عبداللہ افضل پوری عظیم آبادی نے دسمبر ۱۹۱۴ء میں ایک کتاب ردقادیانیت پر تحریر فرمائی۔ ہوا یہ کہ پشاور کے ایک قادیانی میر قاسم علی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا:’’النبوة فی خیر الامة‘‘اس کے جواب میں مولانا سید محمد عبداللہ نے کتاب تحریر فرمائی۔’’الخلافة فی خیر الامة ردّاً علیٰ النبوة فی خیر الامة‘‘ایک سودو سال بعد دوبارہ محاسبہ قادیانیت کی جلد ۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

(۲۰۱۹) محمد عبداللہ (بھکر)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۵ء ...... وصال: ۱۱؍دسمبر ۲۰۱۵ء)

میانوالی سے راولپنڈی روڈ پر جائیں تو چکڑالہ موڑ سے دس بارہ کلومیٹر آگے راولپنڈی کی جانب گاؤں آتا ہے جسے ’’ڈھوک زمان‘‘ کہتے ہیں۔ یہاں پر اعوان برادری کے چشم وچراغ مولانا یار محمد صاحب کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام محمد عبداللہ رکھا گیا۔ یہی محمد عبداللہ آگے چل کر یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ کہلائے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر پر اور قرب وجوار میں حاصل کی۔ پھر مسجد زرگراں میانوالی میں حضرت مولانا محمد رمضان صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند کے پاس مزید تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف جامعہ سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا میں پڑھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں مولانا محمد عبداللہ مسجد زرگراں مدرسہ تبلیغ الاسلام میں زیر تعلیم اور دفتر ختم نبوت کے انچارج ہوتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر صوفی ایاز احمد خان نیازی، نائب صدر مولانا محمد رمضان صاحب اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد عبداللہ کو بنایا گیا۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس وقت میری عمر سولہ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ آپ ان دنوں شرح وقایہ والے سال پڑھتے تھے۔ آپ دفتر کے بھی انچارج تھے۔ مرکز سے رابطہ اور ان کے پروگرام کی روشنی میں میانوالی ضلع بھر میں تحریک کو آگے بڑھانا آپ کے دم قدم سے تھا۔ تحریک سے قبل وہاں ختم نبوت کانفرنس سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبدالرحمن میانوی، مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا غلام اللہ خان نے خطاب فرمایا تھا۔

مولانا محمد رمضان، صوفی ایاز خان نیازی، صوفی عبدالرحیم نیازی، صوفی شیر محمد زرگر، حضرت مولانا خواجہ خان محمد، مولانا پیر شاہ عالم، مولانا محمد عبداللہ اور دیگر حضرات نے میانوالی سے تحریک ختم نبوت کے الاؤ کو روشن رکھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب ۳/اپریل کو گرفتار ہوئے اور ۱۸/جولائی ۱۹۵۳ء کو رہا ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی یادداشتیں مولانا محمد عبداللہ نے کتاب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے لئے تحریر فرمائیں جو نئے ایڈیشن کے ص۴۲۲ سے ص۴۵۰ پر شائع شدہ ہیں۔ مولانا محمد عبداللہ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء ثانی تک مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ اس سے پہلے مجلس احرار اسلام سے تعلق تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء کے بعد باقاعدہ مجلس تحفظ ختم نبوت سے استعفاء دیا۔ جو صدر مجلس تحفظ ختم نبوت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے قبول فرمایا۔ وہ ماہنامہ لولاک میں پہلے چھپ چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے باضابطہ جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ پہلے ضلع میانوالی ان دنوں بھکر بھی میانوالی کی ایک تحصیل تھی۔ پھر سرگودھا ڈویژن۔ اس کے بعد بارہا پنجاب کے جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب جمعیۃ علماء اسلام میں آپ کے استاذ مولانا محمد رمضان مرحوم ایک طرف تھے۔ لیکن آپ برابر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور بعدہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ رہے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب کا مجلس ختم نبوت سے جمعیۃ علماء اسلام میں جانا۔ یہ جمعیۃ اور مجلس کے رہنماؤں کے باہمی تعاون و یکجہتی کے فیصلوں پر عمل درآمد کا حصہ تھا۔ مولانا محمد عبداللہ تادم واپسین جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کے مرکزی سرپرست اعلیٰ تھے۔

حق تعالیٰ مولانا محمد عبداللہ صاحب پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء غرض تینوں تحریکوں میں آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ جب بھی ملتان تشریف لاتے آپ کا قیام ہمیشہ دفتر ختم نبوت میں ہوتا۔ ختم نبوت کانفرنس ہائے چنیوٹ پھر چناب نگر میں شرکت سے کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ مجلس کے ایک ایک کام پر نظر رکھتے تھے۔ تعاون، سرپرستی، رہنمائی اور اصلاح فرماتے تھے۔ ختم نبوت کے کام کے دل و جان سے معترف تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب بہت صاف ستھرا لکھنے کا ذوق رکھتے تھے۔ اپنا مافی الضمیر تحریر کے ذریعہ سمجھانے کے ماہر تھے۔ ذوق انتہائی نفیس تھا۔ گفتگو ہمیشہ اتنی پاکیزہ اور بے عیب ہوتی تھی کہ دشمن بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا۔ فقیر نے ایک دفعہ ایک مجلس میں شیعہ حضرات کی کسی عبادت گاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام باڑہ کا لفظ استعمال کیا۔ فوراً ٹوک دیا۔ فرمایا: امام بارگاہ کہو۔ وہ حضرات اپنی عبادت گاہ کو امام بارگاہ کہتے ہیں۔ امام باڑہ کہنا ان کے نام کو بگاڑنا ہے۔ جو اخلاقاً درست نہیں۔ ان کے امام ہمارے بھی رہنما اور بزرگ تھے۔ ان کی نسبت سے قائم جگہ کو باڑہ کہنا کتنا توہین آمیز ہے؟ اختلاف اپنی جگہ، اخلاقی قدروں کو پائمال نہیں کرنا چاہئے۔ زندگی میں ایک تو اس غلطی کا پہلی بار احساس ہوا۔ ورنہ مابدولت تو ہمیشہ یہی سوقیانہ نام استعمال کرتا تھا۔ دوسری یہ بات سمجھ آئی کہ زندگی بھر آپ نے پہلے ماہنامہ انوار مدینہ پھر ماہنامہ مناقب کے ذریعہ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہم کی جنگ لڑی۔ لیکن طبیعت میں اعتدال کا یہ عالم تھا کہ علیحدگی میں بھی غیر مناسب و نازیبا الفاظ کا استعمال ان پر گراں گزرتا تھا۔ یہی وہ آپ کی خوبیاں تھیں جس نے آپ کو دوستوں و غیروں کی نظروں میں باوقار بنادیا تھا۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب ریکارڈ رکھنے کے خوگر تھے۔ ایک ایک پرزہ سنبھال کر رکھتے تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری قومی تاریخ کا اپنے اندر بڑا ذخیرہ رکھتی ہے۔ مولانا محمد عبداللہ کریم النفس، درویش منش، اجلی سیرت کے رہنما تھے۔ ان کا وجود خیر و برکت کا خزانہ تھا۔ وہ انتہائی زیرک اور شریف انسان تھے۔ ان سے علم اور علماء کا وقار قائم تھا۔ آپ جب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے تو

آپ کا قد ۵ فٹ گیارہ انچ تھا۔ یہ آپ نے خود تحریر کیا ہے۔ یہ آغاز جوانی تھا۔ بعد میں کتنا اضافہ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ خوب دراز قد، خوب کتابی کھلا اور وجیہہ گورا چٹا چہرہ دل لبھانے والا تھا۔ کھلی پیشانی، عقابی نظریں، ستوان ناک، دل کی طرح سینہ بھی دراز۔ غرض وسیع القلب ووسیع الصدر تھے۔ سفید وجیہہ چہرہ پر سفید داڑھی حسن کی بلندیوں کو چھوتی اور دلوں کو لبھاتی تھی۔

مولانا ہمیشہ سفید لباس استعمال کرتے تھے۔ شاید شلوار بھی استعمال کرتے ہوں۔ لیکن اکثر آپ چادر استعمال کرتے تھے۔ کندھے پر اکثر کلاچی کی لنگی ہوتی تھی۔ پگڑی ہمیشہ پشاوری استعمال کرتے تھے۔ چلنے میں علم کا وقار، متانت وسنجیدگی لئے ہوئے جس مجلس میں ہوتے اہل مجلس کی نگاہوں کا مرکز ہوتے تھے۔ بہت کم گو تھے۔ مگر جب بولتے تو موتی رولتے تھے۔ آپ کی ان خوبیوں نے آپ کو ہر دل عزیزی اور محبوبیت کے مقام پر فائز کر دیا تھا۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب کا بیعت کا تعلق بنیادی طور پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا اور آخر تک آپ اسی ہی خانقاہ کی زلفوں کے اسیر رہے۔ حضرت رائے پوری کی تربیت نے آپ کو سراپا، متبع شریعت وطریقت بنا دیا تھا۔ ذکر وفکر میں کمال، عبادت وریاضت میں استغراق وفنائیت نے آپ کو بلند مقام پر فائز کر دیا تھا۔ وہ اس دھرتی پر علم وعمل کا نمونہ تھے۔ نہ صرف نمونہ بلکہ نمونہ اسلاف تھے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے بعد آپ نے حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی مرحوم سے رشتہ بیعت استوار کیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ نے بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے قائم کیا اور ایسا قائم کیا کہ اب آپ کا جنازہ بھی خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد نے پڑھایا۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ بھکر والوں نے اپنے مشائخ عظام کا جس طرح احترام کیا وہ آج کل کی نسل کو سمجھانا مشکل ہے۔ راقم کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ مولانا محمد عبداللہ صاحب گھنٹوں مجلس میں بیٹھتے تو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے سامنے ایسے مؤدب ہو کر بیٹھتے کہ گویا علی رأسہ طائر کا مصداق بن جاتے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب اسہال علالت کے باعث چناب نگر ختم نبوت پر تشریف نہ لائے۔ لیکن اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا صفی اللہ صاحب کو اپنی نمائندگی کے لئے روانہ فرمایا۔ مولانا محمد عبداللہ بہت ہی جفاکش، محنتی اور بھرپور جذبہ رکھنے والے مشنری اور نظریاتی عالم دین تھے۔ ان کی ذات سے بہت ہی خیر وبرکت کی یادیں وابستہ تھیں۔ ان کے وصال نے تاریخ کا ایک باب بند کر دیا۔

گزشتہ کچھ دنوں سے کمر کے مہروں میں درد شروع ہوا۔ بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال جانے کا فیصلہ ہوا۔ گھر سے اپنے قائم کردہ جامعہ قادریہ میں تشریف لائے۔ تمام طلباء واساتذہ سے فرداً فرداً مصافحہ وملاقات کی۔ بہاولپور گئے۔ علاج شروع ہوا۔ مہروں کا قریباً پانچ گھنٹے اپریشن ہوا۔ جوانوں کی طرح دل کام کر رہا تھا۔ اپریشن کرنے والے ڈاکٹر صاحبان بہت مطمئن تھے کہ اپریشن کامیاب رہا۔ آپ کے جسم میں بھی خوب حرکت آ گئی۔ سب مطمئن تھے۔ لیکن تقدیر تو بہر حال تقدیر ہے۔ اپریشن کے بعد غذا میں کمی ہو گئی۔ کوئی چیز کھانے پینے کو طبیعت نہ کرتی تھی۔ اس سے نہ صرف کمزور ہوئے بلکہ بلڈ پریشر کم ہوا۔ وزن کم ہوا۔ جسم میں قوت مدافعت کی کمی ہوئی۔ ایسی کمی ہوئی کہ دنیا میں آنکھ بند کی اور جنت میں جا کھولی۔ بہاولپور سے پھر ایمبولینس کے ذریعہ سفر شروع ہوا۔ جسد خاکی پھر جامعہ قادریہ بھکر صبح ساڑھے تین بجے لایا گیا۔ جب گئے تھے تو ملاقاتیوں کے دل دھڑکتے تھے۔ اب واپس تشریف لائے تو ملاقاتیوں کی آنکھیں چھلکتی تھیں۔ آپ کی وفات کی خبر ملک بھر میں پھیلی۔ جس نے خبر سنی دم بخود ہو گیا۔ اگلے دن بھکر کے سب سے بڑے سٹیڈیم میں جنازہ ہوا جو ملک کے بڑے جنازوں میں سے ایک تھا۔ جب کہ بھکر شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ عام قبرستان میں ابدی

نیند سو گئے۔ اب اس دن اٹھیں گے جب کہ پوری انسانیت اٹھے گی۔ حق تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ جنت میں آپ کو اعلیٰ مقام ارزاں ہو۔ وہ حق تعالیٰ کے مقرب تھے۔ اللہ رب العزت انہیں اپنا اور قرب نصیب فرمائیں۔ ان کی وفات پر دل بے قابو ہے۔ دل روتا ہے آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ ان کی جدائی نے غمگین کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سب کے ساتھ اپنے کرم کا معاملہ فرمائیں۔ آمین بحرمة النبی الکریم!

(۲۰۲۰) محمد عبداللہ بہاول پوری، مولانا

(وصال: ۲/مئی ۲۰۱۸ء)

جامع مسجد اشرف غلہ منڈی بہاول پور کے خطیب جامعہ خیرالمدارس ملتان کے فارغ التحصیل اور قرأت میں حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب مرحوم کے شاگرد تھے۔ مخدوم الصلحاء حضرت مولانا عبداللہ بہلوی سے بیعت کا تعلق تھا۔ اصلاً چک نمبر ۸ یزمان کے رہائشی تھے۔ عرصہ سے جامع مسجد اشرف میں خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ بہت ہی مسکین اور متواضع طبیعت کے انسان تھے۔ سراپا خیر تھے۔ خیر کے امور ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھے۔ ختم نبوت کے عقیدہ کی ترویج واشاعت کے لئے ہمیشہ مستعد رہے۔ عالمی مجلس کے سالانہ دروس قرآن مجید جامع مسجد میں اپنے ذمہ دروس کو بڑی مستعدی سے نبھاتے تھے۔

(۲۰۲۱) محمد عبداللہ بہلوی، مولانا

(ولادت: ۱۵/فروری ۱۸۹۶ء، شجاع آباد ...... وفات: یکم/جنوری ۱۹۷۸ء)

بہلی، شجاع آباد کے نامور بزرگ عالم دین، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مولانا حسین علی (واں بچھراں)، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے شاگرد رشید، متعدد کتابوں کے مصنف اور اپنے زمانہ کے شیخ طریقت تھے۔ حضرت تھانوی سے طریقت میں فیضیاب ہوئے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں کام کرنے والوں کے رہبر اور سرپرست تھے۔

(۲۰۲۲) محمد عبداللہ (تونسہ شریف)، جناب قاری

(پیدائش: ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۱۰/ستمبر ۱۹۹۸ء)

بستی احمد پور لاشاری میں احمد خان لاشاری کے ہاں پیدا ہوئے۔ پیدائشی نابینا تھے۔ بچپن میں ہی والد کا انتقال ہوگیا۔ دس سال کی عمر میں بستی لاشاری مولانا سید عبدالمجید ندیم کے والد مرحوم سید غلام سرور شاہ کے پاس قرآن پاک حفظ کرلیا۔ ایک دفعہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری بستی بزدار تحصیل تونسہ میں ردقادیانیت کے حوالہ سے خطاب کرنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت امیر شریعت کے بیان سے پہلے حافظ محمد عبداللہ نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ ان کی تلاوت سن کر امیر شریعت نے فرمایا یہ نابینا حافظ صاحب کون ہے؟ کچھ دوستوں نے فرمایا یہ یتیم بچہ ہے۔ والدہ زندہ ہے، وہوا شہر میں اس کے ننھیال رہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ بچہ میرے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوتو میں اس کو اپنے گھر امرتسر لے جاتا ہوں۔ ایک دن ان شاء اللہ! موتی بن جائے گا۔ بخاری

صاحب ان کو اپنے گھر لے گئے۔ وہاں آپ کے بڑے صاحبزادہ سید عطاء المنعم ابوذر بخاری کے ساتھ حضرت قاری کریم بخش رام پوری سے دوہرائی کی۔ بعد میں شاہ جی نے ان کو سہارنپور میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے مدرسہ مظاہر العلوم میں داخل کرایا۔ تقسیم پاکستان کے بعد مدرسہ سراج العلوم سرگودھا میں حضرت مفتی محمد شفیع کے پاس دورۂ حدیث کی سماعت کی۔ فراغت کے بعد مجلس احرار کے بزرگوں نے کوئٹہ میں بطور مبلغ مقرر کیا۔ یہ دور حضرت مولانا منیر الدین کا کوئٹہ میں ابتدائی دور تھا۔ حافظ معذور ہونے کی وجہ سے وطن واپس آئے۔ ملتان وہاڑی کے چکوک میں قرآن پاک پڑھانے کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سینکڑوں علم کے پیاسوں نے قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان چکوک میں حضرت امیر شریعت کے کئی تبلیغی پروگرام رکھے۔ قادیانیوں کے خلاف قاری صاحب ننگی تلوار تھے۔ ان کے خلاف ایک دفعہ قادیانیوں کو کافر کہنے پر مقدمہ درج ہوا۔ کچا کھوہ تھانہ کے انچارج نے ان کو گرفتار کرنا چاہا۔ تھانیدار نے پوچھا حافظ صاحب آپ نے قادیانیوں کو کافر کہا۔ حافظ صاحب نے اپنی جیب سے تسبیح نکالی اور ہر دانے پر کہنے لگے قادیانی کافر، قادیانی کافر۔ جب آدھی تسبیح پوری ہوئی تو تھانیدار نے کہا بس حافظ صاحب آپ لوگ ہماری پہنچ سے دور ہیں۔ واپس جاکر اپنے ڈی۔ایس۔ پی کو کہا کہ ایسے لوگ جو تحریک ختم نبوت کے ایسے شیدائی ہوں ان کو گرفتار کرنا اپنی آخرت خراب کرنا ہے۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اسی خوشی میں اپنے گاؤں احمد پور میں اپنے پیر مرشد عطاء اللہ شاہ بخاری کی یاد میں مدرسہ عطاء العلوم قائم کیا۔ ۱۹۸۶ء میں جب تحصیل تونسہ کے سردار قادیانی کو مسجد میں دفن کیا گیا تھا تو قاری صاحب نے اپنے مدرسہ کی طرف سے سردار قادیانی کو مسجد سے نکال دینے کا شرعی فتویٰ شائع کرایا۔ (عبدالعزیز لاشاری)

(۲۰۲۳) محمد عبداللہ خالد (مانسہرہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۴ء، مانسہرہ ...... وفات: ۲۷/جون ۱۹۹۴ء)

مولانا مفتی محمد عبداللہ خالد جامع مسجد مرکزی مانسہرہ کے خطیب تھے۔ اس مسجد کے بانی مولانا محمد اسحٰق مانسہروی تھے جو حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ ان کے جانشین بنے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب خانقاہ سراجیہ کے حضرت ثانی کے مرید اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے شاگرد اور پھر مرید بنے۔ آپ کی فراغت جامعہ اشرفیہ لاہور کی تھی۔ مولانا محمد عبداللہ مانسہرہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل وجان سے فدا تھے اور ان کی مسجد ختم نبوت کے لئے مرکز کا درجہ رکھتی تھی۔ لندن ختم نبوت دفتر میں آپ کے صاحبزادہ مولانا محمود حسن خطیب اور مبلغ رہے۔

(۲۰۲۴) محمد عبداللہ درخواستی، مولانا

(ولادت: مارچ ۱۹۰۲ء ...... وفات: ۲۸/اگست ۱۹۹۴ء)

پاکستان کے مقتدر عالم دین، بزرگ رہنما، شیخ وقت، جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ، حافظ القرآن والحدیث، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی خانپور ضلع رحیم یار خان کے ایک قریبی دیہات ''درخواست'' میں پیدا ہوئے۔ اس علاقہ میں ''دین پور شریف'' پاک وہند کی معروف خانقاہ ہے۔ شیخ وقت حضرت میاں غلام محمد دین پوری اس خانقاہ کے بانی تھے۔ دین پور شریف کو تحریک

آزادی میں دیوبند کے بعد دوسرا مقام حاصل تھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی تحریک ریشمی رومال میں دین پور کو مرکزیت حاصل تھی۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اسی خانقاہ شریف کے چشم وچراغ تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نے اسی خانقاہ سے کسب فیض حاصل کیا۔ قطب وقت حضرت میاں عبدالہادی دین پوری، حضرت میاں غلام محمد کے جانشین اور اس خانقاہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت درخواستی کو سن شعور میں قدم رکھتے ہی قدرت حق کے کرم وفضل سے اس خانقاہ کا ماحول میسر آ گیا۔ حضرت میاں غلام محمد دین پوری کے زیر سایہ آپ نے تمام تر دینی تعلیم یہاں سے حاصل فرمائی۔ حضرت میاں صاحب کی صحبت نے آپ کو کندن بنا دیا۔

آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی سندھ وریاست بہاول پور میں تبلیغی وتعلیمی خدمات انجام دینا شروع کیں۔ دین پور شریف کے قریب بڑا شہر خان پور ہے جو ضلع رحیم یار خان کی تحصیل ہے۔ یہاں پر آپ نے مخزن العلوم والفیوض کے نام سے مدرسہ کا آغاز کیا۔ جوانی کا عالم تھا۔ قدرت حق نے آپ کو دردمند دل سے نوازا تھا۔ آپ کی شبانہ روز محنت وجگر سوزی سے مدرسہ نے دنوں میں مثالی ترقی کی۔ پوری ریاست بہاول پور میں اس مدرسہ کو مرکزیت حاصل ہوگئی۔ حضرت درخواستی کی تبلیغی سرگرمیاں تعلیم سے فراغت حاصل کرتے ہی شروع ہوگئیں۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے عروج حاصل کرگئیں۔ آپ مخصوص مترنم لہجہ میں قرآن وحدیث کی تلاوت کرتے، لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ بلا مبالغہ گھنٹوں کھڑے ہوکر ایسی پرتاثیر تقریر فرماتے کہ لوگوں کی آہ وبکا فضا میں ارتعاش پیدا کر دیتی۔ آپ اسباق کے بعد باقی وقت علاقہ میں دور دراز کا پیدل یا سائیکل پر سفر کر کے تقریروں کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کی مقبولیت عنداللہ کا جوانی میں یہ عالم تھا کہ آپ برصغیر کے تمام اکابر علماء ومشائخ کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی، حضرت امیر شریعت، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ایسے نابغہ روزگار شخصیات کے معتمد خصوصی سمجھے جاتے تھے۔ حضرت امیر شریعت تو آپ کے اتنے قدردان تھے کہ اسٹیج اور نجی محفلوں میں حضرت درخواستی کی بہت تعریف فرماتے۔ ان کے علمی مقام سے لوگوں کو باخبر کرتے اور حضرت مرحوم کی طرف لوگوں کو کسب فیض کے لئے متوجہ فرماتے تھے۔ جوانی ہی میں قدرت نے آپ کو یہ مقام نصیب فرمایا تھا کہ حضرت لاہوری کی وفات کے بعد آپ متفقہ طور پر جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی امیر منتخب ہوئے اور وفات حسرت آیات تک (نصف صدی سے بھی اوپر کے زمانہ میں) آپ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان ایسی دینی وسیاسی جماعت کے امیر رہے۔

حضرت مولانا پیر خورشید احمد خلیفہ مجاز حضرت مدنی، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین خلیفہ مجاز حضرت مدنی، حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی، حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی، حضرت مولانا عبدالعزیز سرگودھوی، حضرت مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں والے ایسے اکابر وبزرگان دین کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ایسے ہزاروں علماء کرام نے آپ کی قیادت باسعادت میں جمعیۃ علماء اسلام کے اسٹیج پر وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو تاریخ کا ایک سنہری اور انمٹ حصہ ہیں۔ خواجہ ناظم الدین کے زمانہ میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف، ایوب خان کے زمانے میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور منکرین حدیث کے فتنہ کے خلاف، اسلام کی سربلندی کی تمام تر جنگ علمائے حق نے آپ کی قیادت میں لڑی۔ اسلامی نظام کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کی تمام تر مساعی آپ کی توجہات عالیہ کی مرہون منت تھیں۔ مشرقی ومغربی پاکستان کا شاید و باید کوئی قصبہ ہو جہاں آپ نے تبلیغی سفر نہ فرمایا ہو۔ جگہ جگہ مدارس ومساجد کا قیام آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے وہاں پر مدرسہ بن جاتا۔ پاکستان کی کوئی دینی جماعت، کوئی دینی ادارہ ایسا نہیں جس کے لئے حضرت درخواستی نے اپنا خون جگر پیش نہ کیا ہو۔ پاکستان میں دینی مدرسوں کا جال پھیلانے کے لئے

قدرت نے آپ سے تجدیدی کام لیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے پورے ملک میں کام کیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضرت امیر شریعت، مولانا ابوالحسنات، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دیگر اکابر کی گرفتاری کے بعد آپ نے تحریک کے الاؤ کو جلا بخشی۔

آپ نے ہمیشہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرمائی۔ تغلق روڈ ملتان پر واقع دفتر ختم نبوت کا آپ نے سنگ بنیاد رکھا۔ پورے ملک میں ختم نبوت کی کوئی ایسی کانفرنس نہ ہوتی تھی جس میں آپ شریک نہ ہوتے ہوں۔ ایک دفعہ بہاول پور کی عیدگاہ میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ مگر اس کے باوجود ہزاروں کی حاضری تھی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی دعوت پر آپ آخری اجلاس میں تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھری نے کانفرنس کے کارکنوں کو سمجھا دیا کہ عشاء کے بعد میری پہلی تقریر ہوگی۔ حضرت درخواستی کو آپ گیارہ بجے اسٹیج پر لے آئیں تاکہ ان کا آخری بیان ہوسکے۔ کارکنوں نے حضرت درخواستی کو وقت نہ بتایا۔ آپ نے سمجھا ہوگا کہ آج صرف میری تقریر ہے۔ کانفرنس میں مولانا محمد علی جالندھری کی تقریر کی ابتدا میں آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ آپ کے آنے پر ہمیشہ ہر جلسہ کی طرح اجتماع زیارت کے لئے امڈ پڑا۔ مولانا محمد علی جالندھری کو تقریر روکنا پڑی۔ آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ مولانا محمد علی جالندھری نے فرمایا کہ حضرت آپ کی تقریر گیارہ بجے ہوگی۔ ابھی ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے۔ مجھے بہت ضروری باتیں ردقادیانیت پر کہنی ہیں۔ آپ چاہیں تو تشریف رکھیں۔ چاہیں تو گیارہ بجے تک آرام فرمائیں۔ حضرت درخواستی اتنے بڑے آدمی تھے۔ لیکن مجال ہے کہ طبیعت میں ذرہ برابر تکدر آیا ہو۔ فرمایا: ہاں! آپ تقریر کریں۔ میں آپ کی تقریر سنوں گا۔ مولانا محمد علی جالندھری کی تقریر لمبی ہوگئی۔ آپ گھنٹوں اسٹیج پر بیٹھے رہے اور پھر آخری خطاب فرمایا۔ اس قسم کے ہزاروں واقعات ہوں گے کہ آپ نے جاں گسل محنت فرما کر ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مولانا محمد شریف جالندھری نے مولانا عبدالرؤف جتوئی کو حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری کا پیغام دے کر خان پور بھیجا۔ پیغام سنتے ہی آپ بیماری کے باوجود لاہور کے لئے عازم سفر ہوگئے اور پھر حضرت بنوری کے دست و بازو بن کر تحریک کے لئے پورے ملک میں سرگرم عمل ہوگئے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کو بھٹو حکومت نے گرفتار کیا۔ غرضیکہ دینی مدارس سے لے کر دینی تحریکات تک، قدرت باری تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کی ذات گرامی کو قائدانہ شان کے ساتھ کام کرنے کی توفیق سے نوازا۔

آپ کے ہزار ہا شاگرد علماء کرام ہیں جو اس وقت بھی پاکستان، بنگلہ دیش، حجاز مقدس وغیرہ میں خدمت دین کا مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ اپنے مدرسہ میں رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر کا اہتمام فرماتے تھے۔ ایک زمانہ تھا آپ کا دورۂ تفسیر قرآن پورے ملک میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ پون صدی تک حضرت درخواستی بلاشرکت غیرے، علماء حق کے قافلہ کے سرخیل رہے۔ جہاں آپ کے قدم پڑے وہاں پر اللہ رب العزت کی رحمت سے دین کے کام کو وہ ترقی ہوئی کہ سبحان اللہ!

حضرت درخواستی کو قدرت نے بلا کا حافظہ دیا تھا۔ آپ حدیث شریف کے حافظ کے طور پر پورے ملک میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ محبت و ایثار کا مجسمہ تھے۔ جب بھی ملک میں تبلیغی سفر پر نکلتے تو ایک ایک دن میں کئی کئی جلسوں سے خطاب فرماتے تھے۔ اس

میں دن ورات، گرمی وسردی، صبح وشام، سفر وحضر، شہر و دیہات کی پابندی نہ ہوتی تھی۔ بڑے بڑے جفاکش، ایثار پیشہ علماء کرام تھک جاتے تھے۔ مگر آپ کو قدرت نے ایسی مٹی سے بنایا تھا جس میں تھکاوٹ و آرام کا نام تک نہ تھا۔ ایک وقت تھا کہ ہر جلسہ میں آپ بنیادی خطیب ہوتے تھے۔ قدرت نے آپ کو یہ مقام محبوبیت بخشا تھا کہ آپ کے سامنے کسی بھی خطیب کا چراغ نہ جلتا تھا۔ سادہ عام فہم تقریر فرماتے۔ مگر اس میں اتنا اثر ہوتا تھا کہ گھنٹوں خود بھی روتے تھے اور لوگوں کو بھی رلاتے تھے۔ آپ جہاں جاتے بغیر اشتہار و اعلان کے ہزاروں کا اجتماع ایک عام سی بات سمجھی جاتی تھی۔ خیر القرون کے زمانہ کی روایات کے امین وحافظ تھے۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا مجموعہ بنادیا تھا اور آپ کی تمام تر خوبیاں حفاظت واشاعت اسلام کے لئے وقف تھیں۔

حضرت مفتی محمود کے بعد جمعیۃ علماء اسلام پاکستان انحطاط کا شکار ہوگئی۔ مفکر اسلام مفتی محمود آپ کے دست و بازو تھے۔ ان کی وفات کا صدمہ اور بڑھاپا۔ جمعیۃ علماء اسلام جس کے لئے آپ نے اپنی جوانی لٹادی تھی۔ اس میں بعض ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوگئے۔ جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں بعض مدارس نے زکوٰۃ کے نام پر سرکاری گرانٹ لینا شروع کردی۔ اس کے بد اثرات نے جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی پرشکوہ عمارت کی بنیادوں کو ہلادیا۔ یہ صدمات حضرت درخواستی کے لئے سوہان روح بن گئے۔ بڑھاپا، قابل اعتماد رفقاء کی رحلت، جمعیۃ کا اختلاف، یہ صدمات حضرت درخواستی کے لئے مستقل روگ بن گئے۔ جن حضرات کے ساتھ آپ نے کام کیا تھا اور اب جن سے پالا پڑا۔ ان میں زمین وآسمان کا فرق تھا۔ مشرق ومغرب کا فرق تھا۔ اجالے اور اندھیرے کا فرق تھا۔ دن رات کا فرق تھا۔ محتاط اور غیر محتاط کا فرق تھا۔ آپ کی حساس طبیعت نے ان حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ کنارہ کش ہوگئے۔ بیماریوں نے آپ کو گھیر لیا۔ سرگرمیاں محدود ہوگئیں۔ مگر بعض ''شخصے غلط کار'' لوگوں نے اس اختلاف میں بھی آپ کے نام کو غلط طور پر اپنے اغراض کے لئے استعمال کیا۔ اس سے آپ کی ذات کو متنازعہ بنادیا گیا۔ نادان لوگوں کی نادانی نے حضرت درخواستی کی زندگی کے ان برسوں کو کربناک بنادیا۔ آپ کی طبیعت ایسی بگڑی کہ سنبھالے نہ سنبھل سکی۔ ورثاء وشاگرد، ڈاکٹروں سے جسمانی بیماریوں کا علاج کراتے رہے۔ مگر آپ کے دل کا کانٹا کوئی نہ نکال سکا۔ یا حسرتا!

اتنا عظیم شخص، ماحول، رفقاء اور شاگردوں سے ایسا روٹھا کہ آپ کو منانے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی۔ آپ کس قافلہ کے شخص تھے؟ اور اب کن لوگوں سے واسطہ پڑ گیا تھا؟ آپ کی زندگی میں جمعیۃ کو متحد کرنے کی ایک کوشش بھی ہوئی۔ بظاہر اتحاد ہو بھی گیا۔ مگر بعض ایسے لوگوں کو یہ گھڑی قیامت معلوم ہوئی۔ وہ اپنی قیادت کے حصار سے باہر نکلنے کا تصور بھی نہ کرسکتے تھے۔ اس کوشش پر انہوں نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ پھر وہی تھو کا فضیحتی۔ اس سے آپ کی طبیعت مزید نڈھال ہوگئی۔ اس انتشار کے بعد آپ نے عام اجتماعات میں جانا چھوڑ دیا۔ بلکہ یوں کہئے کہ آپ کا دل بھر گیا۔ نہیں بلکہ یوں تعبیر زیادہ مناسب ہوگی کہ آپ کا دل بجھ گیا۔ بعض مخلص نیازمند کبھی کبھار اصرار کر کے بخاری شریف کے ختم کے موقع پر آپ کو لے جاتے۔ آپ بیان بھی فرماتے مگر آپ کا دل ماحول سے اتنا زیادہ دکھی تھا کہ طبیعت میں انشراح نہ ہوتا۔ آنسو بہاتے۔ صبر ایوب علیہ السلام کے وارث! تیری عظمت کو سلام۔ مجال ہے کہ کبھی اپنے دل کے زخم کا کسی کے سامنے اظہار کیا ہو۔ مگر بایں ہمہ آپ کے بے اختیار آنسو آپ کے درد دل کی چغلی ضرور کھاتے تھے۔

مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے جلسہ ختم بخاری میں آپ تشریف لائے۔ دوسرے دن صبح مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور مولانا عبدالرحیم اشعر کی دعوت پر ملتان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نئے مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ میں تشریف لائے۔ بیماری وکمزوری

کے باوجود حضرت امیر شریعت، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا محمد حیات، حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا تاج محمود، حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوری، حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری کا کچھ ایسے انداز سے تذکرہ کیا کہ شبہ ہوتا تھا کہ کہیں آپ کو دل کی تکلیف نہ ہو جائے۔ ان کا تذکرہ کرتے کرتے ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری کے تذکرہ پر تو بہت ہی زیادہ طبیعت بے قابو ہوگئی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی بہت زیادہ تعریف فرمائی۔ دعائیں دیں۔ گھنٹہ بھر یہ روحانی ووجدانی کیفیت کی حامل مجلس جاری رہی۔ آپ نے ایک موقع پر اپنے صاحبزادہ مولانا فضل الرحمٰن درخواستی کے ذریعہ اپنے درددل کے علاج (علماء کے) اتحاد کے لئے حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد کو خان پور بھی بلوایا۔ دونوں بزرگ گھنٹوں سوچ وبچار کرتے رہے۔ مگر مشکلات پر قابو پانے کی کوئی راہ نہ نکل سکی۔

اس کے بعد ایک دفعہ آپ انتہائی علالت کے باوجود رحیم یار خان کی ختم نبوت کانفرنس میں تشریف لائے۔ اپنے شاگرد مبلغین کی سرپرستی فرمائی۔ مجلس کے کام کی تعریف کی۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد کو ڈھیروں دعائیں دیں۔ رمضان المبارک میں علاج کی غرض سے آپ کو بہاول پور لایا گیا۔ فقیر راقم عیادت کے لئے بہاول پور جماعت کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی کی معیت میں حاضر ہوا۔ آپ کو دیکھا تو دل دھک دھک کرنے لگا۔ عظمت رفتہ کی نشانی، یادگار اسلاف، حافظ القرآن والحدیث کی نقاہت وکمزوری پر دل سے ہوک سی اٹھی کہ اے کاش! رفقاء اکٹھے ہو جائیں تو حضرت کے درددل کا علاج ہو جائے۔ ان کی وفات کے بعد بھی اگر یہ حضرات متحد ہو جائیں تو قبر مبارک میں ان کے لئے تسکین روح کا مزید سامان ہو جائے۔ آپ کو ملتان لایا گیا۔ چند دن ملتان میں زیر علاج رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری پابندی سے روزانہ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ وہاں سے آپ کو کراچی لایا گیا۔ آپریشن بھی ہوا۔ غالباً یہ آپ کا آخری سفر تھا۔ واپس گھر خان پور تشریف لائے تو طبیعت گرتی ہی چلی گئی۔

قارئین کرام! خدا گواہ ہے کہ فقیر راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خدمت حدیث کے باعث آخر وقت تک قدرت نے آپ کو حافظہ کی نعمت کا پورا پورا حصہ دیا تھا۔ بولنے میں گو تکلیف ہوتی تھی۔ مگر طبیعت پر جبر کر کے جب بولتے تو علم وفضل، حکمت ودانش کے موتی ایسے لٹاتے کہ مجال ہے کہ حافظہ پر بیماری کا ذرہ برابر اثر معلوم ہوتا ہو۔ خدمت حدیث کی زندہ کرامت کا یہ نظارہ میں نے اپنی گناہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔

نویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے فقیر راقم کا انگلینڈ جانا ہوا۔ وہاں سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں عمرہ کے بعد امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، حضرت صاحبزادہ طارق محمود، حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی اور صاحبزادہ حافظ محمد عابد کے ہمراہ قیام تھا۔ حافظ صاحب نے دفتر ختم نبوت ملتان فون کیا۔ حافظ محمد عثمان شاہد ایڈووکیٹ نے فون پر یہ افسوسناک اطلاع دی کہ حضرت درخواستی کا وصال ہوگیا ہے اور کل آٹھ بجے ان کا جنازہ ہوگا۔ ظہر کی نماز کے بعد حرم مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد نے حاضرین سمیت چشم پرنم سے دعا کرائی۔

۲۸ /اگست ۱۹۹۴ء کو صبح چھ بجے حضرت درخواستی کا وصال ہوا۔ ۲۹ /اگست کو آٹھ بجے جنازہ ہوا۔ دین پور شریف میں مدفون ہوئے۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، دینی جماعتیں، مدارس وادارے اور علماء دیوبند کا ہر شخص اپنے محسن ومربی سے محروم ہوگیا۔

حضرت درخواستی نوراللہ مرقدہ نے ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک سو پانچ سال کی عمر پائی۔ آپ کی وفات علم وفضل کی وفات ہے۔ آپ کے ورثاء، شاگرد، جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی قیادت سمیت ہر شخص تعزیت کا مستحق ہے۔

حضرت اقدس میاں سراج احمد دین پوری مسلم لیگ سے اتنے دل برداشتہ ہیں کہ وہ اس کے مقابلہ میں نسبتاً بے نظیر بھٹو کو بہتر گردانتے ہیں اور حضرت درخواستی لیگ اور پی پی دونوں کو ایک سکہ کے دو رخ قرار دیتے تھے۔ اتنی سی بات کو میرے ایسے کوتاہ قامت لوگوں نے اتنے پر لگائے کہ دونوں بزرگوں میں بظاہر بعد پیدا ہوگیا۔ مگر حضرت درخواستی کی عظمت کو سلام! کہ آپ اپنی بیماری کے آخری دنوں میں اپنی بیمار و کمزور جان کو خان پور سے دین پور شریف لے گئے۔ دین پور کے سجادہ نشین حضرت میاں سراج احمد دین پوری نے اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ دونوں بزرگوں کی رنجش دور ہوئی۔ دونوں بزرگوں پر گریہ کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ ہر شخص آبدیدہ ہوگیا۔ حضرت درخواستی دین پور شریف کے ایک ایک دروازہ پر گئے اور کہا سنا معاف کرایا۔ قبرستان میں حضرت میاں غلام محمد دین پوری، حضرت میاں عبدالہادی پوری، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے مزارات پر حاضری دی۔

حضرت درخواستی کے اس اقدام اور حضرت میاں سراج احمد دین پوری کی اکابر شناسی کے باعث خان پور اور دین پور کا بعد دور ہوا اور ایسا دور ہوا کہ آج حضرت درخواستی وفات کے بعد اپنے جنازہ کو رفقاء کے کندھوں پر لے جا کر دین پور شریف گئے اور ایسے گئے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دین پور شریف کے تاریخی قبرستان میں اپنے اکابر کے قدموں پر اپنے دل کا علاج تلاش کر لیا۔ اب وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میٹھی اور سکھ کی نیند سو رہے ہیں۔

(۲۰۲۵) محمد عبداللہ دین پوری، مولوی حکیم

(ولادت: ۱۹۵۸ء ...... وفات: ۷؍جون ۲۰۲۱ء)

خان پور ضلع رحیم یار خان میں دارالعلوم دیوبند کے فاضل مولانا عظیم بخش کے ہاں آپ کی پیدائش ہوئی۔ حکیم صاحب مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری کے بھائی تھے۔ حکیم صاحب نے اپنے ہاں ایک لائبریری قائم کی ہوئی تھی۔ قدیم وجدید کتب جمع کرانے کا ذوق تھا۔ دین اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کا دل ہمہ وقت دھڑکتا تھا۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر تشریف لاتے اور پوری کانفرنس مکمل بیداری کے ساتھ سماعت کرتے۔ تبلیغی مرکز خان پور میں مثالی جنازہ ہوا۔ دین پور شریف کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

(۲۰۲۶) محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۹۱۲ء ...... وصال: ۲۳؍جنوری ۱۹۸۵ء)

مولانا مفتی محمد عبداللہ ولد غلام محمد مرحوم ڈیرہ غازی خان بستی وڈور میں پیدا ہوئے۔ آٹھ جماعت تک سکول کی تعلیم اور ابتدائی صرف ونحو بستی ثمینہ میں پڑھی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء میں دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا میاں اصغر حسین، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی،

مولانا اعزاز علی ایسے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ آپ کی بیعت کا تعلق بھی مولانا حسین احمد مدنی سے تھا۔ فراغت کے بعد تین چار سال مادر علمی دیوبند میں پڑھاتے بھی رہے۔ مظاہر العلوم سہارنپور میں بھی کچھ وقت پڑھایا۔ ۱۹۴۴ء میں انڈیا تجارت بھی کی۔

پاکستان بننے کے بعد اپنے علاقہ ڈیرہ غازی خان میں کپڑے کی تجارت کی۔ بعد میں ملتان تشریف لائے اور مکتبہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ کے نام سے مکتبہ قائم کیا۔ قاسم العلوم اور خیر المدارس ایسے جامعات میں ۳۲ سال دورۂ حدیث اور دیگر بنیادی اسباق پڑھاتے رہے اور کبھی تنخواہ نہیں لی۔ خوب متواضع اور منکسرانہ طبیعت پائی تھی۔ آپ چلتے پھرتے ولی اللہ تھے۔ بڑی عمر میں سنت صدیقی پر عمل پیرا ہوئے اور حضرت مولانا قاری رحیم بخش سے قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ کی قلندرانہ شان ملاحظہ ہو کہ دارالحدیث میں دورۂ حدیث شریف کے اسباق پڑھاتے تھے اور اسی ادارہ کے دارالقرآن میں معصوم بچوں کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرتے تھے۔ آپ کے بھائی مولانا عبدالرحیم اور آپ نے مل کر ماہنامہ ''الصدیق'' ملتان سے شائع کیا۔ جس میں عظمت صحابہ واہل بیت اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے مضامین بڑے اہتمام سے اس زمانہ میں ۱۶ سال شائع ہوتے رہے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں عملاً بھرپور شرکت کی اور گرفتار بھی رہے۔ زندگی بھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دعاگو رہے۔ حق تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں آخرت کمانے کے لئے بھیجا تھا اور یہ بات بالکل مبالغہ سے خالی ہے۔ ماہنامہ الصدیق ملتان کی مکمل فائل عالمی مجلس کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

(۲۰۲۷) محمد عبداللہ (شیخوپورہ)، مولانا

(ولادت: ۲۴ راگست ۱۹۴۲ء، امرتسر ...... وفات: ۲۳ رفروری ۲۰۰۴ء، شیخوپورہ)

مولانا محمد عبداللہ شیخوپورہ کے نامور عالم دین تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پاکستان کے نائب امیر رہے۔ جامع مسجد ربانی اہل حدیث شیخوپورہ کے خطیب تھے۔

(۲۰۲۸) محمد عبداللہ غازی پوری، مولانا

مولانا محمد عبداللہ غازی پوری نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ''میں نے اوراق سوال کو آخر تک پڑھا اور مرزا قادیانی کے عقائد و مقالات کو اس کی اصل تصانیف میں بھی دیکھا۔ یہ شخص دجال، کذاب اور اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔''

(۲۰۲۹) محمد عبداللہ قادری اشرفی، جناب مفتی

(ولادت: ۱۴ ارجون ۱۹۲۰ء، پٹی ضلع لاہور ...... وفات: ۲۵ رفروری ۱۹۹۹ء)

ممتاز عالم دین وروحانی شخصیت، جامعہ حنیفہ قصور کے بانی تھے۔ حضرت طاہر علاؤالدین گیلانی بغدادی کے خلیفہ مجاز تھے۔ تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفےٰ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اپنے جامعہ میں ابدی آرام فرما ہیں۔

(۲۰۳۰) محمد عبداللہ (کلکتہ)، شمس العلماء مفتی

آپ ٹونک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا فیض الحسن کے نام

نمایاں ہیں۔اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر بنے۔کچھ عرصہ دارالعلوم ندوہ کے مدرس اعلیٰ بھی مقرر ہوئے۔بعدازاں مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس ہوئے۔آپ کا شمار ہندوستان کے مشاہیر علماء میں ہوتا تھا۔تعلیمی خدمات کے علاوہ مفتی صاحب کا بڑا کارنامہ انجمن مستشار العلماء لاہور ہے جو ایک قسم کا دارالافتاء ہے۔بعمر ۷۰ سال علالت کے باعث اپنے صاجزادہ مفتی نورالحق مشیر تعلیمات بھوپال کے ہاں وفات پائی۔فتاویٰ تکفیر قادیان پر آپ نے توثیقی دستخط ثبت فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۶۷)

(۲۰۳۱) محمد عبداللہ (کھاریاں)، مولانا شیخ

(پیدائش:۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء ...... وفات:۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

فاضل متبحر، مرجع الفضلاء بے مثل تاریخ گو، مولانا شیخ عبداللہ، مولانا صدرالدین کے ہاں پیدا ہوئے۔قرآن مجید کی تعلیم حافظ نورالدین سے حاصل کی۔ پھر علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کی۔تکمیل علوم کے بعد چک عمر(تحصیل کھاریاں ضلع گجرات) میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔بے شمار علماء آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔علامہ اصغر علی روحی کا کہنا ہے کہ میں نے لاہور کی مساجد اور علماء کی فہرست تیار کی تو نصف سے زیادہ حضرت مولانا شیخ عبداللہ کے شاگرد ثابت ہوئے۔شیخ عبداللہ بے نظیر فاضل اور مناظرہ میں یکتائے روزگار تھے۔آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔حضرت پیر سید غلام حیدر شاہ جلال پوری کی وساطت سے خواجہ پیر شمس العارفین سیالوی سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔آپ نے عربی وفارسی میں ایک منظوم نصیحت نامہ مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے لکھا تھا۔

(۲۰۳۲) محمد عبداللہ (گجرات)، مولوی

(ولادت تخمیناً:۱۸۹۴ء وفات:۱۱رجولائی ۱۹۵۶ء)

مولوی محمد عبداللہ ملکہ تحصیل کھاریاں گجرات میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے اور یہیں سے ہی سند فراغت حاصل کی۔مولانا عبیداللہ سندھی ودیگر ایسے حضرات کے ہم سبق ہوئے۔آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کی تردید کے لئے فتویٰ تکفیر قادیان میں صورت مسئولہ پر یہ عبارت تحریر فرما کر تائیدی دستخط کئے کہ:
’’مرزا قادیانی کے مصدق سے اہل اسلام کا باہمی رابطہ ازدواج ہرگز درست نہیں۔فقہاء نے بعض بدعات بھی مکفرہ فرمائی ہیں۔بھلا یہ تو صاف کفریات ہیں۔واللہ الہادی!‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۷۷)

(۲۰۳۳) محمد عبداللہ (گوجرانوالہ)، مولانا

(ولادت:۱۸؍مارچ ۱۹۲۰ء، بھلوال ...... وفات:۲۸؍اپریل ۲۰۰۱ء، گوجرانوالہ)

آپ اہل حدیث مکتب فکر کے ممتاز عالم دین اور روح رواں تھے۔مرکزی جمعیۃ اہل حدیث کے سرپرست رہے۔جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ جی.ٹی روڈ کے بانی تھے۔تحریک پاکستان، تحریک ہائے ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں گرانقدر خدمات کے حامل رہے۔

(۲۰۳۴) محمد عبداللہ (متوسل مونگیر شریف)، مولانا

ایک صدی قبل کے ایک بزرگ کی قادیانیت کے خلاف ایک کاوش کی ایک نظر ذیل میں ملاحظہ ہو۔

خانقاہ عالیہ رحمانیہ مونگیر شریف کے ایک متوسل جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب نے ’’مسیح قادیان کے جھوٹے الہامات اور غلط دعوے اور نامراد دعائیں‘‘ کے نام سے یہ مختصر رسالہ تحریر فرمایا۔ یکم ر ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ/ ۲۹ رستمبر ۱۹۱۶ء کو یہ شائع ہوا۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری کی لائبریری جو دارالعلوم دیوبند کی لائبریری کا حصہ ہے وہاں سے حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی نظر عنایت سے، ہمیں موصول ہوا۔ ایک سو آٹھ سال بعد اس کی محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں اشاعت ثانی عالمی مجلس کے لئے ایک اعزاز ہے۔ الحمد للہ حمداً کثیراً!

(۲۰۳۵) محمد عبداللہ معمار، مولانا

حضرت مولانا محمد عبداللہ معمار اہل حدیث مکتب فکر کے مسلمہ رہنما تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی کے ردقادیانیت کے محاذ پر دست بازو تھے۔ آپ کی شہرۂ آفاق کتاب ’’محمدیہ پاکٹ‘‘ سے ایک زمانہ نفع حاصل کر رہا ہے۔ اس کتاب کے نام سے قادیانیت کا نپتی ہے۔ وہ کتاب چونکہ عام طور پر مل جاتی ہے، مکتبہ سلفیہ شیش محل لاہور اسے مسلسل شائع کر رہا ہے۔ اس لئے اسے احتساب قادیانیت میں شائع نہیں کیا۔ اس کے علاوہ تین رسائل ہمیں میسر آئے جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شامل اشاعت ہیں:

۱...... ’’اکاذیب قادیان‘‘ ۲...... ’’مغالطات مرزا عرف الہامی بوتل‘‘ ۳...... ’’روئیداد مناظر روپڑ‘‘

(۲۰۳۶) محمد عبداللہ (ملتان)، مستری

(وفات: ۳۱ رجنوری ۲۰۰۰ء)

ملتان محلہ عثمان آباد کے مستری محمد عبداللہ ایک بار مولانا حافظ سید عطاء المنعم بخاری کے درس قرآن بیرون دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بیرون دہلی دروازہ ملتان میں شریک ہوئے اور ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔ وہ سید صاحب کے مخلص مرید، مستعد کارکن تھے۔ انہوں نے مدرسہ اور مسجد معاویہ عثمان آباد ملتان میں قائم کی۔ حضرت حافظ جی وہاں جمعہ پڑھانے لگے۔ پھر یہ مرکز سید عطاء المؤمن شاہ صاحب نے سنبھالا۔ اب ان کے صاحبزادہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ثالث کے پاس ہے۔ وہ اپنی نگرانی میں اسے چلا رہے ہیں۔ مستری محمد عبداللہ بہت جانثار نظریاتی کارکن تھے۔

(۲۰۳۷) محمد عبداللہ مینگل (کوئٹہ)، جناب حاجی

حاجی صاحب مرحوم تحصیل نوشکی ضلع چاغی میں مینگل قبیلے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حاجی محمد عبداللہ خان مینگل کا نام والدین نے باران مینگل رکھا۔ کیونکہ طویل خشک سالی کے بعد حاجی صاحب کی پیدائش کے بعد بارشوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ حاجی عبداللہ اور گل محمد مینگل تعلیم حاصل کرنے کے لئے بلوچستان سے متصل سندھ کے علاقہ رتوڈیرو لاڑکانہ میں وقت کے بزرگ عالم دین مولانا

عبدالعزیز کے پاس گئے۔ مولانا عبدالعزیز کے علم وتقویٰ نے دونوں بھائیوں کے دل کے اندر دین کا ایک ایسا رنگ بھرا کہ یہ دین اسلام کے دیوانے ہوگئے۔ گومکمل عالم دین تو نہ بن سکے مگران کے رگ وریشہ میں ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ اپنے علاقہ میں آ کر دعوت وتبلیغ کے کام میں لگ گئے۔ علماء دین اور صلحاء امت کی محبت دل میں پیدا ہوگئی۔ اس محبت کی برکت سے دلوں میں عشق رسول بھی پیدا ہوگیا۔

۱۹۵۰ء میں حضرت حاجی صاحب مرحوم کے بہنوئی حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس مرد درویش نے محبت رسول اللہ ﷺ میں سرشار ہوکر اپنے بہنوئی سے کہا کہ روضہ رسول ﷺ پر جا کر میرا بھی سلام پیش کرنا۔ چنانچہ حاجی صاحب کے بہنوئی نے حسب وعدہ روضۂ رسول ﷺ پر جا کر سلام پیش کیا۔ اسی کی برکات تھیں کہ خود حاجی عبداللہ مینگل کو بھی ۱۹۵۳ء میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ خضدار سے کوئٹہ تک پیدل سفر کیا اور اپنے علاقہ نوشکی میں جہاں بھی جاتے اللہ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اولیاء اللہ کی کرامت ہی بیان کرتے تھے۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کندیاں شریف سے بیعت تھے۔ علماء کرام سے محبت کرتے تھے۔ حاجی صاحب مرحوم حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے عقیدت مند تھے۔ ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے۔ روزانہ گلی محلے میں عورتوں اور بچوں سے بھی چل پھر کر ختم نبوت کے لئے فنڈ اکٹھا کرتے اور ہر تیسرے چوتھے دن جو کچھ ہوتا ختم نبوت کے فنڈ میں جمع کراتے اور رسید حاصل کرتے۔ میں نے دیکھا کہ حاجی صاحب نے وہیں بیٹھے بیٹھے ختم نبوت جماعت کے لئے دس بارہ آدمیوں کے نام پر جماعت کے فنڈز میں رقم جمع کروائی۔ سادگی اتنی تھی کہ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں حاجی صاحب تشریف لائے۔ ہم نے سوچا ختم نبوت جماعت کے اتنے مہربان بزرگ ہیں ان کے لئے کمرہ بستر کا بندوبست کریں۔ ہم نے حاجی صاحب کو بہت تلاش کیا۔ مگر نہ ملے۔ صبح ہم نے پوچھا کہ آپ رات کو کہاں تھے؟ فرمایا رات گئے تک میں علماء ختم نبوت کی تقریریں سنتا رہا۔ بعد میں مسجد کے ایک کونے میں جا کر سوگیا۔ حالانکہ حاجی صاحب ختم نبوت بلوچستان کے ساتھیوں میں سے سینئر تھے۔ جماعت ختم نبوت کے ساتھ ان کا تعاون بھی نمایاں تھا۔ مگر اللہ پاک نے حاجی صاحب کے اندر نام ونمود کا کوئی مادہ نہیں رکھا تھا۔ بس سادہ لباس، سادہ طبیعت، دبلے پتلے آدمی، گرج دار آواز، نیک آدمی، شب بیدار شخصیت تھے۔ اللہ پاک نے ان کی دل کے اندر علماء دین کی محبت اتنی رکھی تھی کہ کوئٹہ میں ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر رات دن کانفرنس میں ہی رہتے۔ بزرگوں کے حالات مزے لے لے کر سنتے اور سناتے تھے۔ اکثر حضرت حاجی صاحب پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری اور مذہبی جماعتوں اور اکابر دیوبند کے شیدائی تھے۔ تبلیغی جماعت کے لئے تو اپنی زندگی ہی وقف کر رکھی تھی۔ سندھ، بلوچستان، پنجاب، سرحد کے علاقہ جات میں تبلیغی سفر کئے۔ ایک مرتبہ حاجی صاحب کی تونسہ شریف کے دیہات میں تشکیل ہوئی۔ چلتے چلتے مولانا نذیر احمد تونسوی کے گاؤں پہنچ گئے۔ یہ جماعت تونسوی شہید کی مسجد میں گئی۔ وہاں مسجد میں ختم نبوت کے کیلنڈر اور اسٹیکر لگے ہوئے تھے۔ اس ریگستانی علاقہ میں اور اس مسجد میں یہ منظر دیکھ کر حضرت حاجی صاحب بڑے حیران ہوئے۔ اہل مسجد سے پوچھا کہ اس مسجد میں اور اس ویران میں یہ چیزیں کیسے پہنچیں؟ تو ایک آدمی نے جو کہ غالباً مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کے بھائی ہی تھے۔ کہا کہ ہمارے ایک بھائی ختم نبوت جماعت میں مبلغ ہیں۔ کوئٹہ میں ڈیوٹی کرتے ہیں۔ حاجی صاحب مرحوم نے پوچھا کہ بھائی! واقعی یہ گاؤں اور یہ مسجد مولانا نذیر احمد تونسوی کی ہے؟ مولانا کے بھائی نے جواب دیا کہ جی ہاں! حاجی صاحب یہ معاملہ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور کہا کہ مولانا نذیر احمد تونسوی تو بڑا آدمی ہے۔ کیا اس گاؤں میں رہتا ہے؟

۱۹۶۸ء میں نوشکی سے مستقل کوئٹہ آ گئے۔ اللہ پاک نے حاجی صاحب کو چار بیٹے اور دو بیٹیاں عطاء فرمائیں۔ سب سے بڑا بیٹا غلام اللہ خان، حاجی صاحب کی زندگی میں جام شہادت نوش کر گیا۔ باقی سب بیٹے دیندار ہیں۔ ان میں سے ایک بیٹا حافظ قرآن بھی ہے۔ حاجی صاحب کی ایک پوتی عالمہ ہے۔ یہ سب اللہ پاک نے حاجی صاحب کو بطور انعام دیا۔ یوم وفات بھی جمعۃ المبارک کا بابرکت دن نصیب ہوا۔ ممتاز عالم دین مولانا گل محمد صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ کوئٹہ شہر کے علماء کرام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے کارکن اور مذہبی جماعتوں کے تمام دوستوں نے حاجی صاحب کے جنازہ میں شرکت کی۔ حاجی صاحب کی تدفین اپنے محلہ اتحاد کالونی کے قبرستان میں ہوئی۔

ان کے صاحبزادے حاجی محمد اشرف مینگل صاحب اس وقت مجلس تحفظ ختم نبوت کے اہم عہدے پر فائز ہیں اور مجلس کے دینی، تبلیغی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔ (عبدالعزیز لاشاری)

(۲۰۳۸) محمد عبداللہ ٹونکی (اورینٹل کالج لاہور)، مفتی

(وفات: ۱۹۲۴ء)

مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے اپنے فتویٰ میں مرزا قادیانی کے متعلق تحریر کیا کہ: ’’میں نے قادیانی کے وہ اقوال جو استفتاء میں درج ہیں پڑھے اور ان کو اس کی اصل تصانیف میں بھی ملاحظہ کیا۔ یہ اقوال شریعت اسلام کے خلاف ہیں۔ میرے نزدیک یہ شخص احاطہ اسلام سے خارج اور قرآن وحدیث کے اتباع سے باہر ہے۔‘‘

(۲۰۳۹) محمد عثمان الوری (کراچی)، جناب

کراچی کے جناب محمد عثمان الوری نے ۱۹۸۸ء میں ’’عقیدۂ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت‘‘ کے نام سے کتاب شائع کی۔ اس کتاب کو محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں سمو دیا گیا ہے۔

(۲۰۴۰) محمد عثمان (پشاور)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۸ء ...... وفات: ۲۴؍جنوری ۲۰۱۵ء)

مولانا محمد عثمان تاروجبہ پشاور کے معروف عالم دین، ممتاز سیاسی وسماجی شخصیت تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے باہمت اور قدیم کارکنان میں سے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں ہراوّل دستہ میں شامل رہے۔

(۲۰۴۱) محمد عثمان (چیچہ وطنی)، حضرت مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۷۱ء ...... وفات: ۸؍مارچ ۲۰۲۱ء)

جناب چوہدری غلام نبی ارائیں ساکن خان داچک برلب راوی تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کو حق تعالیٰ نے صاحبزادہ دیا جن کا نام محمد عثمان تجویز ہوا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم درس پیر جی چیچہ وطنی میں حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا مفتی زرولی خان کے ہاں

دورہ حدیث شریف کے لئے جامعہ احسن العلوم کراچی تشریف لے گئے۔ ۱۹۹۳ء میں فراغت کے حاصل کی۔ اگلے سال ۱۹۹۴ء میں جامعہ اسلامیہ کلفٹن سے افتاء کا کورس کیا۔ اس دوران دو سال مسجد ابوبکر کلفٹن میں خطابت و تدریس کے فرائض انجام دیتے۔

۱۹۹۶ء میں آپ نے چیچہ وطنی تشریف لا کر اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ جامعۃ الشیخ زکریا گلبرگ کالونی میں بنات کا مدرسہ قائم کیا۔ اس وقت وہاں پر دورہ حدیث کی تعلیم ہوتی ہے۔ ۱۹۹۸ء میں جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ مقامی، ضلعی اور پھر صوبائی عہدوں پر فائز رہے۔ خوب نظریاتی انسان تھے۔ بڑی استقامت کے ساتھ جمعیت علماء اسلام کے کاموں میں جرأت مندانہ حصہ لیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام پروگراموں میں دیوانہ وار شریک ہوتے۔ اس کی کامرانیوں کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کو اپنے پر لازمی قرار دے رکھا تھا۔ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب آپ کے آئیڈیل تھے۔ بہت ہی محبت واخلاص کے ساتھ جمعیت علماء اسلام کی خون جگر سے آبیاری کرتے رہے۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے جگر کے مرض میں مبتلا ہوئے علاج ہونا، افاقہ ہو جانا، تکلیف کا عود کرنا۔ ان مراحل سے گزرتے رہے۔ آپ نے معمولات کو بھی جاری رکھا۔ کاغذات بنوائے تھے۔ بھارت جا کر جگر تبدیل کرانا چاہتے تھے، تمام تر قانونی مراحل طے ہو گئے کہ اجل نے آن لیا۔ ادھر جانے کی بجائے ابدی سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی نے جنازہ پڑھایا۔ چیچہ وطنی کے اسٹیڈیم میں جنازہ ہوا۔

(۲۰۴۲) محمد عثمان رحیمی (فیصل آباد)، حضرت قاری

(ولادت: ۱۶/ مارچ ۱۹۹۰ء ...... وصال: ۱۳/ مارچ ۲۰۱۸ء)

ہمارے مخدوم ومخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا قاری محمد یٰسین بانی ومہتمم جامعہ دارالقرآن فیصل آباد کے جواں سال صاحبزادے حضرت قاری محمد عثمان رحیمی سکھیکی کے قریب ایک حادثہ میں شہید ہو گئے۔ آپ نے حفظ قاری عبدالرحمٰن صاحب سے باغ والی مسجد میں کیا۔ حضرت مولانا قاری رحیم بخش کی صاحبزادی اور اپنی والدہ محترمہ سے گردان مکمل کی۔ درس نظامی کے لئے دارالقرآن میں داخلہ لیا اور وہیں سے دورۂ حدیث ۲۰۱۳ء میں مکمل کیا۔ دورۂ حدیث شریف والے سال اس اہتمام کے ساتھ شریک درس رہے کہ پورے تعلیمی سال میں ایک بھی ناغہ ورخصت یا غیر حاضری نہیں ہونے دی۔ تعلیم کے دوران میں شادی ہو گئی تھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۴ ماہ کے لئے تبلیغی جماعت میں وقت لگایا۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ دیا جس کا نام محمد یوسف رکھا گیا۔ وہ ایک ماہ بعد وصال کر گیا۔ قاری محمد عثمان اس وقت تبلیغ کے ساتھ چل رہے تھے۔ آپ کا آخرت کے لئے سفارشی اللہ تعالیٰ کے حضور پہلے پہنچ گیا۔ زہے نصیب!

حضرت قاری محمد یٰسین نے پچپن سال تراویح میں باغ والی مسجد میں قرآن مجید سنایا ہے۔ قاری محمد عثمان تبلیغ سے واپس آئے تو پڑھانے کے لئے حضرت والد صاحب نے اپنی مسند پر براجمان کر دیا۔ قرآن مجید کا ضبط انتہائی اعلیٰ، تلاوت انتہائی عمدہ تھی کہ رمضان شریف کا مصلیٰ بھی والد صاحب کی جگہ سنانے لگے۔ تلاوت اس ذوق سے کرتے کہ والدین تو کیا پورا حلقہ عش عش کر اٹھا۔ والد صاحب کی جگہ گردان کے درجہ میں ایک سو سے زیادہ آپ کے شاگرد ہوں گے۔ حرمین شریفین سے والہانہ لگاؤ تھا۔ پانچ حج کئے اور

پندرہ عمرہ کے اسفار ہوئے۔ حرمین شریفین حاضری کے دوران عصر سے عشاء کے بعد تک آپ ﷺ قدمین شریفین میں دوزانو ہوکر پورا وقت گزارتے۔ اس دوران دلائل الخیرات اور تلاوت کا معمول رہتا۔ نہ معلوم کتنے ختم قرآن قدمین شریفین میں بیٹھ کر خود رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس کے حضور سنائے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک!

باغ والی مسجد کا انتظام وتعلیم کو اس طرح سنبھالا کہ والدین کریمین کے اور منظور نظر اور ڈھیروں دعاؤں کا مرجع ہوگئے۔ اساتذہ کرام کے احترام میں مثال قائم کردی۔ زندگی بھر کسی بھی استاذ کو سروقد نہیں ملے۔ ہمیشہ جھک کر مصافحہ کرتے تھے۔ یہ معلوم کر کے انتہائی مسرت حاصل کی جائے گی کہ وصال کے بعد معلوم ہوا کہ وہ فراغت کے بعد ہر جمعرات کو بلاناغہ تین صد روپیہ کی شہدائے کربلا کے ایصال ثواب کے لئے رسید کٹواتے تھے۔ زہے عشق اہل بیت رضی اللہ عنہم۔

باہر سے آئے مہمان کو چھوڑنے کے لئے رائیونڈ جانا تھا۔ زندگی کی جامعہ دارالقرآن میں آخری جماعت کی نماز میں ''یا ایتھا النفس المطمئنۃ'' والا رکوع رغبت وخواہش سے حکماً تلاوت کرایا۔ اپنے جامعہ کے استاذ مولانا خورشید سے آخری سفر سے پہلے حسن خاتمہ کے دعاء کی درخواست کی۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل ملتان تشریف لائے۔ اپنے اجداد کی قبور کی زیارت کی اور دیر تک ایصال ثواب کرتے رہے۔ جامعہ خیرالمدارس ملتان میں اپنے نانا مجدد قرأت حضرت قاری رحیم بخش کی قبر مبارک پر دیر تک چشم گریاں اور دل بریان سے ایصال ثواب کے لئے تلاوت کرتے رہے۔ وفات سے ایک ہفتہ قبل حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل کر کے تشریف لائے تھے۔ سفر عمرہ پر جاتے ہوئے اپنے برادر بزرگ مولانا قاری عزیزالرحمٰن رحیمی کو پانچ ہزار روپے شاہی مسجد لاہور کی ختم نبوت کانفرنس اخراجات کے لئے عنایت کئے۔ مہمانوں کو چھوڑنے کے لئے رائیونڈ گئے۔ واپسی پر رات ساڑھے بارہ بجے حادثہ میں جان جان آفریں کے سپرد کر کے ''ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ'' کا نمونہ ومصداق ہوگئے۔

اگلے دن جامعہ دارالقرآن میں ظہر کے بعد نماز جنازہ ہوا۔ جو فیصل آباد کے بڑے جنازوں میں سے بھی قابل رشک جنازہ تھا۔ جامعہ کی پوری چاردیواری میں صفیں ہی صفیں تھیں اور یہی حال صفوں کا باہر محلّہ میں بھی تھا۔ اس دنیا میں مختصر وقت لے کر آئے۔ تھوڑے وقت میں بہت کچھ کما کر آخرت کے لئے ساتھ لے کر گئے۔ والدگرامی حضرت قاری محمد یٰسین صاحب نے جنازہ پڑھایا اور جنازہ سے قبل فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں میرا قلب گواہ ہے کہ یہ جنازہ ان خوش نصیب جنازوں میں سے ہے جن کے جنازہ پڑھنے والوں کی بھی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیا کرتے ہیں۔ قاری محمد عثمان قابل رشک لائق تبریک عالم دین تھے۔ وہ کیا گئے کہ یادوں کی برأت چھوڑ گئے۔

(۲۰۴۳) محمد عثمان ملتانی، مولانا حافظ

(ولادت: ۱۹۵۰ء ...... وفات: ۱۶؍جنوری ۲۰۲۱ء)

ملتان لوہا مارکیٹ کی جامع مسجد بھولی مائی کے مولانا محمد عبداللہ نے حضرت شاہ جی سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہمراہ پہلے مجلس احرار اسلام اور پھر جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے خوب دینی تحریکوں میں حصہ لیا۔ انہی مولانا محمد عبداللہ کے ہاں مولانا حافظ محمد عثمان پیدا ہوئے۔ حافظ محمد عثمان نے دس برس کی عمر میں خیرالمدارس میں قاری محمد دین سے حفظ کیا۔ بعدازاں استاذ القرآء حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی سے گردان کی۔ ۱۹۷۳ء میں جامعہ قاسم العلوم میں حضرت مفتی محمود سے حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد جامع مسجد بھولی مائی لوہا مارکیٹ میں والد گرامی کے ساتھ معاون امام مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۰ء میں والد گرامی کی وفات کے بعد مستقل امام اور خطیب کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۴۰ سال شب وروز مسجد کی ایسی خدمت سرانجام دی کہ وقت موعود آنے پر اسی مسجد کے محراب میں ہی سر رکھا، آخری سانس لی اور دار فانی سے دار البقاء جا پہنچے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جامعہ خیر المدارس اور جمعیت علماء اسلام سے تاحیات صرف وابستہ نہیں رہے بلکہ اپنے علاقہ میں تحریکی کاموں کی بھی مکمل سرپرستی فرماتے رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بےلوث خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی مسجد اس علاقہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز تھی۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر چرمہائے قربانی کا کیمپ لگوا کر تین روز تک خود نگرانی فرماتے۔ بہت ہی بھلے مانس تھے ان کے جانے سے اہل علاقہ ایک بزرگ رہنما سے محروم ہو گئے۔ آپ کا جنازہ جامعہ خیر المدارس میں حضرت قاری محمد حنیف جالندھری کی اقتداء میں ادا کیا گیا۔ (مولانا محمد وسیم اسلم)

(۲۰۴۴) محمد عثمان منصور پوری، مولانا قاری سید

(وفات: ۲۲ رمئی ۲۰۲۱ء)

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری انتہائی شریف النفس باکمال اور ذی علم شخص تھے، انہوں نے دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد سے لے کر اپنی وفات تک ملت اسلامیہ کو فائدہ پہنچانے اور تربیت یافتہ نسل تیار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ خاموش مزاج، متواضع اور صاحب بصیرت شخص تھے۔ خانوادہ سادات سے ان کا تعلق تھا۔ آپ شیخ الاسلام حضرت مدنی کے نسبتی بیٹے تھے اور اس عظیم خانوادے کی شرافت ونجابت اور سادگی وشرافت ان کے ایک ایک عمل سے نمایاں تھی، وہ مال وجاہ کی طلب اور ستائش کی تمنا اور صلہ آرزو سے فاصلہ رکھنے والے انسان تھے۔ اخلاص واستقامت ان کی کتاب زندگی کے نمایاں ابواب ہیں۔ انہوں نے تقریباً پچپن سال تدریس وتعلیم کی خدمت انجام دی اور ہزار ہا ہزار طالبان علوم نبوت نے ان سے استفادہ کیا۔ اسی طرح جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے بھی انہوں نے نمایاں کام کیا۔ کچھ عرصہ جمعیت علماء ہند کے صدر بھی رہے اور تحفظ ختم نبوت کی کاوشوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند کے ناظم عمومی رہے۔ اندرون وبیرون ملک قادیانیوں کا تعاقب جاری رکھا۔ اپنی عمر طبعی گزار کر اور علالت کے شدائد کو جھیل کر گناہ اور معصیت سے پاک صاف ہو کر جمعہ کے مبارک دن بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گئے۔ یہ بھی ان کے عنداللہ مقبول ہونے کی ایک نشانی ہے۔

حضرت قاری صاحب کئی نسلوں کے استاد تھے اور ان کے زیر سایہ بڑے قیمتی افراد تیار ہوئے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اپنے بعد بڑی قابل قدر اولاد بھی چھوڑی ہے۔ بالخصوص ان کے صاحبزادگان مولانا مفتی محمد سلمان منصوری پوری اور مولانا مفتی محمد عفان منصور پوری ان کے علم وعمل اور اعتدال وجامعیت کے وارث اور ملت اسلامیہ کے مخلص خادم ہیں۔ حضرت قاری صاحب کی رحلت نہ صرف منتسبین دار العلوم بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے لئے غم انگیز سانحہ ہے۔ اس صدمہ پر ان کی اولاد واحفا اور متعلقین ومنتسبین کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں۔

آپ کی خدمات پر کل ہند تحفظ ختم نبوت کے نائب ناظم اور دار العلوم دیوبند کے استاذ الحدیث حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری صاحب نے مضمون تحریر کیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

میرے مولیٰ میری مدد فرما! زندگی میں آج اُن پر لکھنے کی باری آئی ہے جنہوں نے لکھنا سکھایا تھا۔ نہیں معلوم تھا کہ وقت وہاں بھی لا کھڑا کرے گا کہ جس کا کبھی واہمہ تک نہ گزرا ہو، اور زندگی کے ایک ایسے حادثے کو بھی لکھنا پڑے گا کہ جس کا کرب والم تعبیر میں لانا ممکن نہیں۔ لیکن کائنات کے اس تانے بانے میں لکھنا لکھانا بھی اپنے مرحومین کو یاد رکھنے کا ایک ذریعہ ہے تو سکون دل کے لئے قلم اٹھانا ہی پڑا:

آئیں گے آپ یاد صدا ہر بہار میں صدیوں رہے گا بزم سخن ور میں تذکرہ

اپنے ذاتی حوادث سے الگ تحفظ ختم نبوت کی خدمات بجالانے کے دوران بھی بے شمار حوادث سے گزرنا پڑا؛ مگر ایسا کبھی نہ ہوا کہ ہمت وحوصلہ نے قلم کا دامن چھوڑ دیا ہو۔ ابھی حضرت کے انتقال سے دو ماہ قبل ایک ایسے حادثہ کا شکار ہوا کہ خود اپنی زندگی کی امید جاتی رہی؛ لیکن ان حالات میں بھی جب حضرت کے پاس اپنی روداد غم سنانے بیٹھا تو حضرت کے، پُر اعتماد وحوصلہ بخش چند جملوں نے زندگی کے لئے اکسیر کا کام کیا ''انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہی فرمانے لگے: حوصلہ مت ہارو! میں دعا کرتا ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا، اطمینان رکھو! لوگوں پر اس سے بڑے بڑے حادثے آتے ہیں''۔ قارئین کرام! یقین مانئے کہ حضرت مخدوم اور اس خادم کے مابین دل کو دل سے جو راہ ہوتی ہے وہ اتنی قوی تھی کہ ان جملوں سے پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی غم کافور ہوتا نظر آیا، آنسوتھم گئے اور زندگی کو حوصلہ ملنے لگا۔ لیکن حضرت کی رحلت سے دل دماغ پر جو ایک سکتہ سا طاری ہے وہ دور نہیں ہوتا؛ آج دو ماہ گزرنے کو ہیں لیکن قلم اس لئے چلتا نہیں کہ جنھوں نے اسے چلانا سکھایا؛ نہیں معلوم تھا کہ مجھے ان پر بھی لکھنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے حضرت والا کو اپنا قرب اور کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے، آمین!

آنکھیں ہیں اشک بار، قلم سوگوار ہے صدیوں رہیں گی آپ کی یادیں سکون دل

اکتوبر ۱۹۸۶ء میں جب دارالعلوم دیوبند میں پہلا عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت منعقد ہوا تو اپنے ہم جماعت طلباء کے ہمراہ اس ناچیز کو بھی ختم نبوت کے موضوع پر مقالہ لکھنے کا موقع ملا اور وہ مقالہ ہی کسی قدر حضرت قاری صاحب سے متعارف ہونے کا سبب بنا، اور یہ میرے عربی ششم کا سال تھا۔ پھر دورۂ حدیث شریف سے ۱۹۸۹ء میں فراغت کے بعد اپنے اساتذہ؛ بالخصوص حضرت مولانا قمرالدین گورکھپوری مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمد یوسف تاؤلوی کے مشورے سے راقم نے شعبۂ تحفظ ختم نبوت کو اپنی تعلیمی سرگرمیوں کے لئے منتخب کیا اور حضرت قاری صاحب سے سابقہ شناسائی مزید گہری ہوتی چلی گئی۔ پھر حضرت قاری صاحب کی شفقت اور مثالی انداز تربیت نے بہت جلد اس حد تک اپنا گرویدہ کیا کہ ۱۹۹۰ء میں خود کو تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کرنے کو ہی اپنی زندگی کا حاصل بنالیا۔ جب کہ قابل اعتماد اداروں میں موقوف علیہ تک کی کتابیں تدریس کے لئے مل رہی تھیں، عصری تعلیم میں جانے کے لئے بھی راستے ہموار تھے، بزنس خود اپنے گھر کی تھی، لیکن حضرت قاری صاحب کے واسطے سے تحفظ ختم نبوت کی نت نئی خدمات سے ایک لگاؤ تھا جو کہیں جانے نہیں دیتا تھا اور نہ آج تک کہیں جانے دیا۔

اسی دوران جب میری زبان سے بار بار حضرت قاری صاحب کے تذکرے سن کر بندہ کے والد ماجد (محمد حدیث صاحب) دیوبند ملاقات کے لئے آئے تو حضرت قاری صاحب کی شفقت ومحبت بچشم خود دیکھ کر واپسی میں فرمایا کہ اب دیوبند چھوڑ کر تمہیں کہیں نہیں جانا ہے۔ پھر تو خوشیوں کی اس سے بڑی سوغات دنیا میں اور کیا ہوسکتی تھی کہ روحانی مربی کی خواہش کے مطابق والد محترم کی اجازت بھی مل گئی، بلکہ حضرت والد صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور اپنا قرب نصیب فرمائے، آمین!) دیوبند میں مکان بنانے کی تدابیر میں تعاون بھی فرمانے لگے کیوں کہ بندہ اس وقت شادی شدہ بھی ہو گیا تھا۔

شعبۂ تحفظ ختم نبوت میں طالب علمی کا دور گزرنے کے بعد ۱۹۹۰ء میں جب عارضی تقرر ہوا تو یہ سب کچھ حضرت قاری صاحب کی شفقت ومحبت کا نتیجہ تھا، خادم کو مجلس سے متعلق مفوضہ امور بجالانے کے سوا دارالعلوم میں تقرر کے نشیب وفراز کو جاننے یا معلوم کرنے سے بھی سروکار صرف اور صرف اس لئے نہ تھا کہ اپنے بڑوں اور بزرگوں سے ملی معمولی سی سہی؛ علم کی بدولت یا حضرت قاری صاحب کی شفقت پدری کے سبب؛ اتنی عقل تو آ گئی تھی کہ:

تو بندگی چوں گدیاں بشرط مزدہ مکن　　　　که خواجه خود روش بنده پروری داند

حالت یہ تھی کہ اب دارالعلوم دیوبند کا بندہ ملازم ہوگیا تھا لیکن ہمت اتنی نہ تھی کہ تنخواہ کے سارے پیسے اپنے پاس رکھ لیتا۔ تنخواہ ملتے ہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر جمع کر دیتا اور حسب ضرورت خرچ کے لئے لیتا رہتا۔ حضرت نے معاملات میں لین دین کی جو مثالی، بلکہ عدیم النظیر تربیت فرمائی، واقعی شریعت اور اسلامی تصوف کا وہ نادر نمونہ ہے جو بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس زمانے میں دس اور پانچ پیسے کی اہمیت گھٹتی جارہی تھی اور باہمی ربط باپ بیٹے جیسا ہو تو اس کی حیثیت اور بھی کچھ نہیں رہ جاتی؛ لیکن حضرت جب پیسے دیتے تو اس کو بھی باضابطہ لکھتے اور لکھواتے اور پھر ادا بھی کرتے اور کھلے پیسے برقت نہ ہوئے تو کچھ بولے بغیر اٹھ کر گھر میں جاتے اور وہ پانچ پیسے لے کر آتے اور فرماتے ''اس کو رکھو'' انداز میں اگر شفقت ہوتی اجنبیت بھی اس غضب کی ہوتی تھی کہ لینے سے انکار کرنے کی ہمت ہی نہ ہوسکتی تھی۔ جب کچھ زیادہ بے تکلفی ہوئی تو سفر میں بسا اوقات بندہ بول پڑتا کہ حضرت اس کی ضرورت نہیں۔ ایک دو دفعہ سننے کے بعد فرصت میں جب بھاری بھرکم انداز میں تنبیہ فرمائی تو عقل کھلی کہ لوگ تعلقات میں شریعت کا مذاق بناتے ہیں جب کہ پائی پائی کا حساب لکھنا اور صرف لکھنا ہی نہیں، بلکہ اس کے مطابق ادا کرنا اور پوری زندگی کو اس کے مطابق بنانا عین شریعت ہے۔ ایک پیسے کی حیثیت ادائیگی میں وہی ہے جو ایک لاکھ کی ہے۔ ادائیگی کے لئے مقررہ وقت کو بھی حضرت اتنی ہی اہمیت دیتے تھے یہاں تک کہ اگر دفتر سے فروخت شدہ کتب کی رقم شام تک مدرسہ میں جمع نہ ہوتی تو سخت تنبیہ فرماتے کہ اس کی ادائیگی میں تاخیر مت کرو۔ یہ عمل دیکھنے میں اگرچہ معمولی سا لگتا ہے لیکن حضرت اس کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ اب یہ عمل اس خادم کی زندگی کا معمول بن گیا۔

قارئین کرام! مجھے اس وقت یہ احساس شدت کے ساتھ ستا رہا ہے کہ بعض لوگ میری تحریر کو پڑھ اُکتا رہے ہوں گے اور بے لذت کی راگنی سمجھ کر مجھے یا اس مضمون کے ناشر کو کوسنا بھی شروع کر دیں گے؛ لیکن یاد رہے کہ ایسوں کے لئے میں نے یہ لکھنا شروع نہیں کیا ہے؛ یہ تو حقیقت پر مبنی وہ آپ بیتی ہے جو ۱۹۹۰ء سے لے کر مئی ۲۰۲۱ء تک آنکھوں سے دیکھا اور عمل میں برتا ہے، اس میں لفاظی کے ذریعہ چاشنی پیدا کرنے کے لئے تصنع بھرے حکایات وواقعات کہاں سے لایا جاسکتا ہے اور معاف کیجئے گا جس نے قلم پکڑنا سکھایا ہے وہ اس منحوس فن سے کوسوں ہی نہیں بلکہ لاکھوں میل دور تھا، تو مجھ سے اس کی توقع فضول ہوگی۔ ہمارے حضرت جس طرح پائی پائی کا حساب لینا اور دینا سکھا کے ہی نہیں بلکہ ۳۲ سال تک مشق کرا کے گئے ہیں اسی طرح الفاظ کے استعمال میں احتیاط اور خواہ مخواہ حکایت آرائی سے اجتناب میں بھی عملی طور پر شریعت کا سبق سکھا، پڑھا گئے ہیں۔ بے محل اور بے جا القابات بلکہ اگر کسی غیر مستحق کے بارے میں لفظ ''حضرت'' لکھ دیا جاتا تو اس پر تنبیہ فرماتے اور جہاں چھوٹ جاتا تو اس پر تنبیہ فرماتے۔ کسی سے سخت سے سخت اختلاف کے دنوں میں بھی ایسے الفاظ استعمال کبھی نہیں کرتے تھے کہ فریق مخالف سے معافی مانگنی پڑے یا اپنی عاقبت خراب ہو۔ بہرحال موضوع پر آیئے اور باہمی معاملات کو اس واقعہ کے تناظر میں دیکھئے۔

دسترخوان پر جب بیٹھتے تو کھانے میں یا مشروب میں کوئی چیز خاص آپ کے لئے آتی تو اس خادم کے لئے بھی اسی مقدار میں آتی، حتیٰ کہ افطار میں یا سحر میں دودھ میں پسا ہوا بادام ایک کپ آپ کے لئے آتا تو اس خادم کے لئے بھی اتنا ہی آتا تھا۔ اگر اور کوئی مہمان شریک ہوتا تو اس کے لئے بھی یہی نظم ہوتا تھا۔ پورے رمضان سحری میں حضرت کے ساتھ اس طرح شریک رہتا کہ اپنا گھر بھول جایا کرتا تھا۔ رمضان کا مہینہ، سحری کا تنگ وقت، بیٹھنے کی جگہ نہیں، چڑھتے ہوئے زینے کی آخری چوکی پر بیٹھ کر خادم ومخدوم سحری کھاتے، امی جان (اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے اور تاحین حیات سکون وعافیت عطاء فرمائے۔ آمین!) جلدی جلدی گھر میں سے گرم گرم روٹی، چائے بادام اور دودھ سے لبریز پیالی وغیرہ تیار کرتیں اور حضرت خود ہی اٹھ اٹھ کر دسترخوان پر رکھتے۔ یہ تھی اس خادم کے ساتھ شفقت ومحبت لیکن معاملات میں ایسی اجنبیت ٹپکتی کہ دس پانچ پیسے بھی ادا کرتے اور اس کو باضابطہ لکھواتے تھے۔

۱۹۹۳ء کے اوائل میں کسی وجہ سے بندہ دارالعلوم سے مستعفی ہوگیا۔ حضرت نے بذریعہ خط پوچھا کہ عہدے سے استعفیٰ دیا ہے یا کام سے بھی؟ بندہ نے وضاحت کردی کہ صرف عہدے سے استعفیٰ ہے کام سے نہیں۔ تو فرمایا کہ رمضان کی تعطیل یہاں دیوبند میں گزارنے کا معمول بناؤ اور جس مدرسے میں ملازم ہو وہاں تدریسی مصروفیات سے جو بھی وقت بچے اس کو تحفظ ختم نبوت کے کام میں لگاؤ، تاکہ کام چلتا رہے۔ چنانچہ ۱۹۹۳ء تا ۱۹۹۵ء تین سال تک مسلسل یہی معمول رہا کہ رمضان کے پہلے عشرے میں دیوبند حاضر ہوجاتا اور رمضان کے معمولات کے علاوہ تمام اوقات دفتر تحفظ ختم نبوت میں صرف ہوا کرتے تھے، حضرت قاری صاحب ان دنوں کا باضابطہ الاؤنس ادا کرتے اور اس کو بھی لکھواتے۔ ان میں سے بہت سی تحریریں ابھی راقم کے پاس محفوظ ہیں۔

پھر ۱۹۹۶ء میں جب دوبارہ تقرر ہوا تو تحفظ ختم نبوت کے شعبے میں تدریسی نظام میں مصروفیت کے ساتھ ملک میں تحفظ ختم نبوت سے وابستہ اسفار کے سلسلے بھی بڑھتے چلے گئے۔ تجربہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ ٹرین کے سفر میں بھوک بھی زیادہ لگتی ہے اور نیند بھی زیادہ آتی ہے۔ حضرت بیشتر اوقات مجھ ناچیز خادم کی رعایت میں کھانے پینے کے سامان خریدتے اور معمولی سا استعمال کر کے سب میرے حوالے کردیتے، بندہ ٹرین میں خوب کھاتا اور نیند بھر سوتا، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب پلیٹ فارم آجاتا اور سامان کھڑکی کے پاس لگالیتے اس وقت مجھے نیند سے جگاتے تھے۔ بربنائے شفقت سفر میں خود کو مخدوم اور اس خادم کو خادم سمجھنے کا مزاج ہی نہیں رکھتے تھے۔ مجھے خوب اچھی طرح سے یاد ہے کہ دیوبند سے دہلی کے لئے صبح ۶ بجے ایک اسپیشل بس چلا کرتی تھی جو جمعیۃ علمائے ہند کے دفتر سے بہت قریب ایک بڑی بلڈنگ کے پاس تک جاتی تھی، جب اس بس سے سفر ہوتا تو دہلی اتر کر کتابوں کا بنڈل اپنے کندھے پر رکھتے اور مجھے اپنا بیگ سامان وغیرہ جو عموماً ہلکا ہوتا تھمادیتے تھے۔ یا ایک بنڈل میرے اوپر لادتے تو دوسرا بنڈل خود اپنے کندھے پر بھی رکھ لیتے، میں بارہا پیش کش کرتا کہ ابھی ایک بنڈل رکھ کر چند منٹ میں واپس دوسرا لے جاؤں گا مگر وہ کبھی اس کے لئے تیار نہ ہوتے۔ بلکہ جب موقع ملتا تو اس پر تشجیع فرماتے کہ کتابیں اگرچہ بوجھ ہوتی ہیں اور بعض لوگ ناگوار بھی محسوس کرتے ہیں مگر تم ثواب کی نیت سے ضرور اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ کتابیں رکھا کرو، نہ معلوم کس کو تمہارے ذریعے سے وہاں پہنچنے والی کتاب سے ہدایت مل جائے۔ کبھی کبھی مثال میں حضرت مولانا سید ارشاد احمد سابق مبلغ دارالعلوم دیوبند اور دیگر علماء کے حوالے دیتے کہ یہ لوگ اتنے بڑے بڑے عالم گزرے ہیں پھر بھی موضوع اور مقصد سے متعلق کچھ نہ کچھ کتابیں اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے اور ضرورت مندوں کو فروخت کردیا کرتے تھے۔ اگر بھاگلپور، پٹنہ وغیرہ کا سفر ہوتا یا وہاں سے ٹرین گزر رہی ہوتی تو پھر تو رفقائے سفر کی خوشیاں دوبالا ہوجاتی تھیں، کیوں کہ کہیں مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم، سبل

پور والے اور کہیں دگھی کے حاجی صاحب اور کہیں حافظ محمد صالح مرحوم اور کہیں مولانا قمر مدرسہ شاہ جنگی وغیرہ! حضرت سے ملنے آتے تو چاہے رات کے بارہ بج رہے ہوں بہت کچھ کھانے پینے کا سامان ساتھ لاتے اور حضرت کو اس سے بس اتنی سی دلچسپی ہوتی تھی کہ ہم خدام سیر ہوکر کھائیں؛ بلکہ ہم خدام ہی کے لئے منگواتے اور خود معمولی سا چکھ لیا کرتے اور بس۔ کبھی کبھی تو مغل سرائے، بکسر وغیرہ اسٹیشن آتے ہی تفریحاً مسکراتے ہوئے فرماتے: اب مت سونا، پٹنہ آنے والا ہے، یا بھاگلپور قریب ہے اور یہ مرحومین بھی (اللہ ان کی قبروں کو منور کرے۔ آمین!) خدا معلوم اب کس دنیا میں جا بسے؛ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا تحفظ ختم نبوت کے وفد کی آمد کے انتظار میں بیٹھے ہوں؛ بس جہاں اطلاع ملی؛ قسم قسم کے کھانے تیار کر کے ٹرین میں پہنچانا ان کے لئے عید کا سماں پیدا کرتا تھا۔

قارئین کرام! حضرت کی شفقت ومحبت کے یہ چند نمونے راقم سطور نے پیش کئے جو شروع سے اخیر تک اس خادم کے ساتھ رہے۔ بقیہ حضرت کی زندگی جن جن صفات حسنہ کی حامل تھی اس کی روئداد لکھنا مقصد نہیں، اس پر اور لوگ قلم اٹھائیں گے۔ البتہ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات سے وابستہ زندگی کی تاریخ پر ان شاءاللہ ضرور قلم اٹھانے کا ارادہ ہے اور بتوفیق اللہ اس کا ایک بڑا حصہ جو دارالعلوم دیوبند کے پندرہ روزہ اخبار ’’آئینۂ دارالعلوم‘‘ میں مطبوعہ ہے اس کو راقم سطور نے حضرت کی زندگی میں ہی مرتب بھی کر دیا ہے جو دو ہزار صفحات پر مشتمل چار جلدوں میں ہے۔ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی یہ علمی، قلمی وزریں تاریخ حضرت کی زندگی میں طبع ہونے سے رہ گئی۔ امید ہے کہ مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی حسب ہدایت جلد ہی منظر عام پر آجائے گی اور ان شاءاللہ کوشش ہوگی کہ اس تاریخ سے متعلق جو حصہ ’’آئینۂ دارالعلوم میں‘‘ طبع ہونے سے رہ گیا ہے وہ بھی قارئین ومتعلقین کے استفادہ کے لئے منظر عام پر آجائے۔ بہرحال حضرت کی زیرنگرانی کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت میں ۳۱ سالہ زندگی کو چند صفحات میں لانا میرے لئے تو بہرحال مشکل ہے، وقت نے وفا کی تو آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ ان شاءاللہ اس لئے لکھتا رہوں گا کہ اپنے بڑوں کی یہ پاکیزہ عملی زندگی شاید اپنے لئے عمل کا ذریعہ بن جائے۔

(۲۰۴۵) محمد عرب مکی حنفی قادری، مولانا قاری مفتی السید

موصوف نے ردقادیانیت پر ’’الکلام الفصیح فی تحقیق حیات المسیح‘‘ پر ستر صفحات کی ۱۹۳۰ء میں کتاب لکھی جس میں حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفع جسمانی کو قرآن کریم سے ثابت کیا ہے اور قادیان کے مدعی نبوت مرزا غلام قادیانی کے کذب وافتراء کے ثبوت میں نہایت روشن دلائل اور محققانہ مباحث درج کئے ہیں۔ تاریخی نام ’’ابواب تردید غلام احمد قادیانی‘‘ ہے جس سے سن اشاعت سنہ ۱۹۳۰ء نکلتا ہے۔ پچاسی (۸۵) سال بعد اب احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع کیا گیا۔

(۲۰۴۶) محمد عرفان (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۳/اگست ۲۰۲۰ء)

مولانا مفتی محمد عرفان شیخ الحدیث حضرت مولانا علاؤالدین کے ہونہار فرزند ارجمند تھے۔ اللہ پاک نے انہیں قدیم وجدید علوم سے سرفراز فرمایا تھا۔ جہاں آپ نے دارالعلوم نعمانیہ صالحیہ ڈیرہ اسماعیل خان سے ۱۹۸۸ء میں دورۂ حدیث شریف کیا، وہاں آپ اپنے والد گرامی کی سرپرستی میں پینتیس سال تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ نیز آپ نے جدید علوم کے حصول کی بھرپور کوشش کی اور ایل ایل بی کر کے قانون کی ڈگری لی، لیکن آپ نے وکالت کو بطور پیشہ نہیں اپنایا بلکہ اسلامیات کے پروفیسر کی حیثیت سے نسل نو

کے ایمان، عقائد اور اعمال کی اصلاح فرماتے رہے۔ والد گرامی کی وفات کے بعد بھائیوں میں اختلافات سے بچنے کے لئے ۲۰۱۷ء میں قریشی موڑ ڈیرہ اسماعیل خان میں تقریباً سات کنال زمین خرید کر جامعہ نعمانیہ کے نام سے نیا ادارہ قائم کیا، جسے اللہ پاک نے دنوں میں بامِ شہرت تک پہنچایا۔ درجۂ کتب میں سادسہ تک طلباء زیر تعلیم ہیں۔ جب کہ حفظ و ناظرہ کی دو کلاسیں گیارہ اساتذہ کرام کی سرپرستی میں کام کررہی ہیں۔ موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ضلعی سطح پر بھرپور سرپرستی فرماتے۔ اجلاسوں، کانفرنسوں، جلسوں میں شرکت فرماکر کارکنوں کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ نیز امن کمیٹی کے ممبر ہونے کے ناطے انتظامیہ سے بھی دینی، مسلکی اور جماعتی مسائل میں موقف منواتے۔ اللہ پاک نے آپ کو بہت سی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ ختم نبوت کے پروگراموں اور ہم جیسے خوردوں کے بیانات میں نہ صرف شرکت فرماتے بلکہ آخر تک اسٹیج پر براجمان رہتے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولوی اسعد محمود سلمہ کو آپ کا جانشین بنایا گیا۔ آپ نے دو بیٹے، پانچ بیٹیاں اور بیوہ سوگوار چھوڑے۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا محمد فاروق کی امامت میں ادا کی گئی اور آپ کو والد محترم کے پہلو میں دارالعلوم نعمانیہ اڈہ روڈ میں سپرد خاک کیا گیا۔

(۲۰۴۷) محمد عظیم پارس ایرانی، جناب ڈاکٹر

مرزا غلام احمد قادیانی کے متضاد بیانات کا حیرت انگیز مجموعہ ''آئینہ قادیان'' ڈاکٹر محمد عظیم پارس ایرانی انچارج پارس فری ہسپتال لاہور نے ۱۹۳۷ء میں شائع کیا اور اب احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۰۴۸) محمد عظیم شفقت (شیخوپورہ)، جناب

(وصال: ۱۵/اپریل ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شیخوپورہ کے ناظم نشرواشاعت اور متحرک کارکن جناب محمد شفقت علی سندھو کے جواں سال فرزند جناب محمد عظیم شفقت حرکت قلب کے بند ہوجانے سے ۳۵/برس کی عمر میں ۴/بچوں کو چھوڑ کر جان جان آفرین کے حوالہ کرگئے۔ مرحوم کو تحفظ ختم نبوت کے مشن سے خاصہ لگاؤ تھا۔ مرحوم حسن سیرت وصورت کا مالک تھا۔ ان صفات کی بدولت مرحوم کے جنازہ میں کثیر تعداد نے شرکت کی۔

(۲۰۴۹) محمد عظیم واعظ سرکارعالی، مولوی

علی گڑھ سے آج سے قریباً ایک صدی قبل رسالہ شائع ہوا، جس کا نام ''تحقیق قبر مسیح'' ہے۔ اس کے ٹائٹل پر تالیف جناب مولوی محمد عظیم واعظ سرکارعالی لکھا ہے جو جناب محمد عبدالوہاب عندلیب ایڈیٹر رسالہ واعظ نے طبع کرا کے مطبع اعظم جامعی شاہ علی گڑھ سے شائع کیا۔

(۲۰۵۰) محمد علی امرتسری، جناب ڈاکٹر حکیم

(پیدائش: ۱۸۹۱ء، شام نگر امرتسر ...... وفات: ۱۶/جنوری ۱۹۷۴ء)

ڈاکٹر حکیم محمد علی طبیہ کالج دہلی کے سند یافتہ تھے۔ طبیہ کالج امرتسر کے ہیڈ پروفیسر بھی تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں ''سودائے مرزا'' کے نام سے رسالہ لکھا۔ آپ نے اس رسالہ میں طبی دلائل اور مرزا قادیانی کی تحریرات سے ثابت کیا ہے کہ

مرزا ملعون قادیان، نہ نبی تھا نہ مسیح نہ مجدد اور نہ ہی ولی و مسلم بلکہ مرض مالیخولیا کا مریض تھا۔ اس کے کل الہامات و دعاوی محض مرض مالیخولیا کے باعث تھے۔ یہ رسالہ ۱۹؍فروری ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔ جسے احتساب قادیانیت جلد۳۱ میں بھی شائع کیا گیا۔

(۲۰۵۱) محمد علی بھوپڑی واعظ، جناب

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں جناب محمد علی بھوپڑی واعظ کو بھی انجام آتھم ص۷۰، نمبر۱۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۰۵۲) محمد علی جناح، جناب قائداعظم

(پیدائش:۲۵؍دسمبر ۱۸۷۸ء ...... وفات:۱۱؍ستمبر ۱۹۴۸ء)

آپ پاکستان کے بانی تھے۔ مسلم لیگ کے قائد، پاکستان کے پہلے گورنر جنرل، قادیانیوں کے متعلق پوری امت کے عقیدہ کے حامل تھے۔ جب کشمیر سے واپسی پر قائداعظم سے سوال کیا گیا کہ آپ کی قادیانیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: ’’میری رائے وہی ہے جو علماء کرام اور پوری امت کی ہے۔‘‘ (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد دسمبر ۱۹۷۱ء)

آپ کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ آپ پوری امت کی طرح قادیانیوں کو کافر سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیوں نے آپ کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا اور آپ کی حکومت کو کافر کہا تھا۔

قائداعظم نے ۱۹۴۸ء میں راجہ صاحب آف محمود آباد کی کراچی آمد کے موقعہ پر ان کو آگاہ کیا تھا کہ: ’’قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کی وفاداریاں مشکوک ہیں۔ میں ان پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہوں اور عملی اقدامات اٹھانے کے لئے مجھے مناسب وقت کا انتظار ہے۔‘‘ (ہفت روزہ ختم نبوت انٹرنیشنل ص۴ تا ۶، مؤرخہ ۱۲؍فروری ۱۹۸۷ء)

شومئی قسمت کہ قافلہ وقت تیزی سے رواں دواں تھا۔ قائداعظم کو مہاجرین کی آبادکاری اور دیگر مسائل نے مہلت نہ دی۔ وگرنہ آپ اس خطرے کا ابتداء میں ہی حل ڈھونڈ لیتے اور قوم آئندہ تباہیوں سے محفوظ ہو جاتی۔ قائداعظم کے انتقال پر ملال سے ساری قوم کی کمر ٹوٹ گئی۔ آپ کے داغ مفارقت سے ہر شخص یوں دکھائی دیتا تھا، جیسے وہ یتیم ہو گیا ہو۔ لیکن اس جانکاہ صدمہ پر بھی قادیانیوں کے رویہ میں کوئی فرق نہ آیا۔ پاکستان کے باشعور شہری جانتے ہیں کہ ظفر اللہ خاں قادیانی نے بانی پاکستان کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی اور وہ ایک طرف الگ بیٹھا رہا۔ حالانکہ اس وقت یہ وزیر خارجہ کے عہدے پر فائز تھا۔ جب اخبارات اس معاملہ کو منظّم عام پر لائے تو ان کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ: ’’چوہدری ظفر اللہ پر ایک اعتراض یہ کیا .... ہے کہ آپ نے قائداعظم کا نماز جنازہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔‘‘ (آتش فشاں مؤرخہ ۲۴؍مئی ۱۹۸۱ء)

جناب ڈاکٹر صفدر محمود سے کچھ پڑھے لکھے حضرات نے قائداعظم کا ’’ختم نبوت‘‘ سے متعلق مؤقف جاننے کے لئے استفسار کیا۔ خاص طور پر ظفر اللہ خان قادیانی کے وزیر خارجہ بنائے جانے کا ذکر کیا تو اسی بارے آپ اپنی کتاب ’’سچ تو یہ ہے‘‘ میں لکھتے ہیں

کہ:’’قائداعظم کی نبی کریم ﷺ سے بے پناہ عقیدت کے واقعات تاریخ میں جابجا پھیلے ہوئے ہیں۔لیکن ان کے سوانح نگاروں نے اس پہلو کو کبھی اجاگر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ہمارے سیکولر اور لبرل روشن خیال طبقے ایسے مذہبی تہواروں کو رجعت پسندی اور مذہبی انتہاء پسندی سمجھتے ہیں۔ جب کہ ختم نبوت اور عشق رسول ﷺ ہمارے ایمان اور عقیدے کا جزو لاینفک یا ناگزیر حصہ ہیں۔ اسوۂ حسنہ ﷺ امن، پاکیزگی عشق الٰہی حسن سلوک، انسان دوستی، راست گوئی، انصاف اور عدل وغیرہ کا بہترین اور کامل نمونہ ہے جسے سچا مسلمان اپنی منزل سمجھتا ہے۔قائداعظم بیس برس کی عمر میں ۱۸۹۶ء میں انگلستان سے بمبئی پہنچے۔وہ کئی برس انگلستان کی ہمہ جہت آزاد فضاء میں گزار کر آئے تھے۔لیکن بمبئی پہنچتے ہی انہوں نے سب سے پہلے جس تقریب میں شرکت کی وہ تھی عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب۔جس کی صدارت نواب محسن الملک نے کی۔ دواڑھائی گھنٹوں کی یہ تقریب درودوسلام کے علاوہ اسوۂ حسنہ پر تقاریر اور نعت خوانی پر مشتمل تھی۔لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تقریب ۱۴ر اگست ۱۸۹۶ء کو منعقد کی گئی۔کون سوچ سکتا تھا کہ ۱۴ر اگست ہماری تاریخ کا اہم ترین سنگ میل بن جائے گا۔ ۱۸۹۶ء میں ہندوستان آمد سے لے کر اپنی زندگی کے آخری سال ۱۹۴۸ء تک قائداعظم تواتر سے عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات میں شرکت کرتے رہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے قلب میں عشق رسول ﷺ کی کرن روشن تھی۔اگرچہ بظاہر مذہبی شخصیت نہیں تھے۔البتہ مجھے کوئی حیرت نہیں ہوتی جب روشن خیالی کے علمبردار حضرات ایسے مواقع پر’’مولوی محمد علی جناح‘‘ کی پھبتی کستے ہیں۔کیونکہ یہ حضرات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حب رسول اللہ ﷺ صرف’’مولویوں‘‘ کا خاصا نہیں بلکہ مسلمانی کا اوّلین تقاضا ہے اور ہر مسلمان کے قلب وروح میں حب رسول ﷺ کی شمعیں روشن ہوتی ہیں۔

قائداعظم مذہبی رواداری، انسانی برابری، معاشرتی عدل اور قومی اتحاد کے قائل تھے۔اس لئے وہ ہمیشہ مسلکی تفرقہ اور فرقہ بندی سے نہ صرف پرہیز کرتے رہے بلکہ اس سوچ کی عملی طور پر حوصلہ شکنی بھی کرتے رہے۔بے شمار مواقع پر مسلمانوں کے اتحاد میں مسلک اور مذہبی فرقہ بندی کی بنیاد پر تفریق پیدا کرنے کی کوششیں کی گئیں۔لیکن قائداعظم نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا اور ہمیشہ ایسی سازشوں کا توڑ اسوۂ حسنہ ﷺ سے کیا۔احمدیوں کے حوالے سے ان کا مؤقف واضح تھا جس کی روشن جھلک ان کے ایک بیان میں ملتی ہے جو انہوں نے سری نگر سے ۱۰ر جون ۱۹۴۴ء کو جاری کیا۔ (Speeches and Statement of Quaid-e-Azam (vol:iii-P. 1904-5, by Khurshid Ahmad Yusufi, Bazm-i-Iqbal, Lahore.

ہوا یوں کہ پیر اکبر علی ایم.ایل.اے (رکن لیجسلیٹو اسمبلی) نے قائداعظم کو انٹرویو کیا جس سے تأثر پیدا ہوا کہ قائداعظم احمدیوں کو مسلم لیگ کی رکنیت دلانے کے لئے رولز میں تبدیلی کرنے کا سوچ رہے ہیں۔اس پراپیگنڈے کی نفی کرتے ہوئے قائداعظم نے اپنے اس بیان میں واضح کیا کہ مسلم لیگ کی رکنیت کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے اور ان سے یہ منسوب کرنا کہ وہ آئین سے بالاتر کسی اقدام کا سوچ رہے ہیں، بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔اس بیان میں قائداعظم نے واضح کیا کہ وہ قادیان کے ناظم امور کے خط کے جواب میں پانچ مئی کو یہ پوزیشن واضح کر چکے ہیں۔مطلب یہ کہ احمدی مسلم لیگ کے رکن نہیں بن سکتے۔ کیونکہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہیں۔چنانچہ اس پس منظر میں کوئی کنفیوژن نہیں ہونا چاہئے کہ سر ظفر اللہ خان کو ان کی قابلیت کی بناء پر اور اقلیتوں کو ریاستی ڈھانچے میں احساس شرکت دینے کے لئے دسمبر ۱۹۴۷ء میں وزیر خارجہ بنایا گیا تھا۔جس طرح ہندو رکن اسمبلی جو گندرناتھ منڈل کو وزیر قانون مقرر کیا گیا تھا۔مقصد اقلیتوں کو احساس تحفظ اور سیاسی برابری کا پیغام دینا تھا جو اسلامی معاشرے کے

روشن اصول ہیں۔ خود سر ظفر اللہ خان بھی اس حقیقت کو خوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہیوں نے ۱۲؍ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم کے جنازے میں شرکت تو کی لیکن نماز جنازہ کے وقت ایک طرف کھڑے ہوگئے۔

زندگی کے آخری سال میں جسمانی کمزوری اور بیماری کے باوجود قائداعظم نے عید میلادالنبی ﷺ کی تقریب میں شرکت کی اور کچھ دل کی باتیں کیں۔ عید میلادالنبی ﷺ کی اس تقریب کا اہتمام کراچی بار ایسوسی ایشن نے کیا تھا جس میں گورنر جنرل پاکستان کو مدعو کیا گیا تھا۔ قائداعظم کی تقریر بمعہ تصویر پاکستان کے تمام اخبارات میں ۲۷ اور ۲۸؍جنوری ۱۹۴۸ء کو شائع ہوئی۔ یہ تقریر خورشید احمد یوسفی کی کتاب جلد چہارم میں ص ۱۰۵۴ پر پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن میرے سامنے اس وقت ۲۸؍جنوری ۱۹۴۸ء کے روزنامہ انقلاب کی فوٹو کاپی پڑی ہے۔ جس میں تقریر بھی موجود ہے اور قائداعظم بار ایسوسی ایشن کو خطاب کرتے بھی دکھائے گئے ہیں۔ اس تقریب میں قائداعظم نے اپنے زندگی کے ایک اہم پہلو سے خلاف معمول پردہ اٹھایا۔ ذرا پڑھیے ہیکٹر بولتھو قائداعظم کے اوّلین سوانح نگار کیا لکھتا ہے: ''میں نے بار ایٹ لاء کرنا چاہا تو مجھے بہت سی انز (INNS) دکھائی گئیں۔ لیکن ''میں نے لنکزان کو اس لئے ترجیح دی کہ اس کے دروازے پر دنیا کے بڑے بڑے قانون سازوں (Law Givers) میں پیغمبر اسلام ﷺ کا اسم مبارک بھی شامل تھا۔'' اس سے اپنے نبی ﷺ سے ان کی گہری عقیدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس تقریر میں قائداعظم نے کہا: ''ایک طبقہ'' جان بوجھ کر شرارت کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ پاکستان کا دستور شریعت اسلامیہ کے اصولوں پر نہیں ہوگا۔ شریعت کے اصول بے نظیر ہیں۔ ان کا اطلاق انسانی زندگی پر آج بھی اسی طرح ہوتا ہے جس طرح تیرہ سو سال قبل ہوتا تھا۔ قانون شریعت سے غیر مسلموں کو خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اسلام نظریہ جمہوریت کا معلم ہے۔ اسلام مساوات وانصاف اور سب کے ساتھ حسن سلوک سکھاتا ہے۔ اسلام صرف رسم وروایات اور روحانی تعلیمات کا مجموعہ نہیں بلکہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ ہم سب پاکستانی ہیں اور یکساں شہری ہیں۔'' سیکولر اور دین بیزار دانشوروں نے ۱۱؍اگست ۱۹۴۷ء والی تقریر کو اپنی مرضی کا پیرہن بنادیا ہے اور صرف اسی تقریر کا ڈھول پیٹتے ہیں۔ حالانکہ اس تقریر اور ۱۱؍اگست والی تقریر میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ لیکن وہ کبھی اس تقریر کا ذکر نہیں کرتے۔ کیونکہ شریعت کے ذکر سے ان کی آرزوؤں کا پانی مرتا ہے اور خوابوں کا فریب ٹوٹتا ہے۔ میں نے جو لکھا ہے وہ شائع شدہ مواد پر مبنی ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔'' (سچ تو یہ ہے ص۱۲۳ تا ۱۲۶)

(۲۰۵۳) محمد علی جوہر، رئیس الاحرار مولانا

(ولادت: ۱۸۷۸ء ...... وفات: ۴؍جنوری ۱۹۳۱ء)

رئیس الاحرار برصغیر کے نامور اور ممتاز رہنماء تھے۔ تحریک آزادی اور تحریک خلافت کے لئے آپ کی گرانقدر اور سنہری خدمات سے ایک زمانہ آشنا ہے۔ عرصہ تک آپ کانگریس کے مرکزی صدر اور جواہر لال سیکرٹری جنرل رہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا سحبان الہند، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خان، نواب بہادر یار خاں جنگ، علامہ شبیر احمد عثمانی ایسے برصغیر کے نامور خطباء کے آپ پاسنگ تھے۔ بلکہ خطابت کے بعض مدوجزر کے اعتبار سے متذکرہ بعض خطباء سے آپ بہت نمایاں اور ممتاز تھے۔ ہندوستان کی تحریک آزادی کے نامور قومی رہنما گاندھی جی ہمیشہ آپ کے مہمان رہا کرتے تھے اور آپ کی رائے کو وہ احترام کا درجہ دیا کرتے تھے۔ آپ کی جرأت اور استدلال کی قوت کا یہ عالم تھا کہ آپ ان سے نہ صرف بعض آراء میں مخالفت کرتے بلکہ ان سے اپنا

مؤقف منوا کر دم لیتے۔ جن قومی رہنماؤں کو جناب گاندھی صاحب کے ہاں احترام کا درجہ حاصل تھا ان میں سب سے آپ نمایاں تھے۔ مسلمان رہنماؤں میں سے مولانا ابوالکلام اور رئیس الاحرار کو یہ اعزاز حاصل رہا کہ وہ گاندھی جی اور جواہر لال کے ہوتے ہوئے کانگریس کے مرکزی صدر منتخب ہوئے۔ ہندوستان ایک صاحب جن کا نام سردار اقبال علی شاہ تھا، وہ انگریز کے مخبر اور ٹاؤٹ تھے۔ انگریز گورنمنٹ ان قومی رہنماؤں پر سب وشتم اور الزامات کی بوچھاڑ کے لئے اس کو کام میں لاتی تھی۔ یہ سرکاری پالتو تھے۔ برٹش سرکار نے اسے لندن وغیرہ میں بھی اسی کام پر لگا رکھا تھا۔ مسلم رہنماؤں کی کردار کشی کے لئے یہ سرکاری آلہ تھے اور سب ہی کو اس کا پتہ تھا کہ یہ کس قماش کا انسان ہے۔ چنانچہ خود مولانا محمد علی جوہر کی ذاتی ڈائری کے چند اوراق مرتبہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کے ص۴۳۵ پر خود رئیس الاحرار فرماتے ہیں: ''سردار صاحب (اقبال علی شاہ) ایک دن ضرور روزیٹر کی حیثیت سے (مؤتمر عالم اسلامی مکہ میں) شریک ہوئے تھے۔ یعنی نام تو آپ کا تھا مگر کام کسی انگریز کا تھا۔ آپ کا کام صرف اس قدر تھا کہ شوکت علی، محمد علی کے خلاف چند جھوٹی باتیں دل سے گڑھ کر دشمنان اسلام اور دشمنان ہندوستان کے ہاں فروخت فرمادیں۔ اس مؤتمر کے بعد آپ کے نام سے ۲۰-۲۵ مضامین شائع کر دیئے ہوں گے اور اس کے بعد آپ کا ایک لیکچر ساؤتھ فیلڈ کی اس قادیانی...... (معبد) میں زیر صدارت سر مائیکل اوڈایر لیفٹیننٹ گورنر پنجاب دلوایا گیا تھا جس کے افتتاح کا وعدہ کر کے شہزادہ فیصل ابن عبدالعزیز آل سعود نے بالآخر انکار کر دیا تھا اور جس کے لئے قادیان سے میرے پاس ایک تار آیا تھا کہ میں سلطان ابن سعود کو پھر آمادہ کروں کہ وہ اپنے صاحبزادہ کو اس...... (معبد) کے افتتاح کی اجازت دے دیں۔ (سردار اقبال علی شاہ کے) مضامین اور لیکچر دونوں علی برادران کی مذمت سے بھرے ہوئے تھے۔''

اس اقتباس میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ مولانا محمد علی جوہر رئیس الاحرار اضح طور پر فرماتے ہیں:

۱...... سردار اقبال شاہ انگریز کا پروردہ تھا جو تحریک آزادی کے ہیروز مسلم رہنماؤں علی برادران کی مخالفت کاش انگریز نے اس کے ذمہ لگا رکھا تھا اور اس سرکاری گماشتہ کو سٹیج برطانیہ میں قادیانی جماعت مہیا کرتی تھی اور اس قادیانی اجلاس کی صدارت جنرل ایڈورڈ سے کرائی گئی۔ (غالباً یہ وہی ذات شریف ہیں جس نے امرتسر جلیانوالہ باغ میں قتل عام کرایا تھا) اس اقتباس سے برصغیر کے نامور رہنماء رئیس الاحرار کی زبانی قارئین ملاحظہ کریں کہ کن کن گماشتوں کے ذریعہ برٹش گورنمنٹ تحریک آزادی کے رہنماؤں کے خلاف کام لیتی تھی اور ان آزادی دشمن آلہ کاروں کو پلیٹ فارم قادیانی جماعت مہیا کرتی تھی۔

۲...... اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ قادیانی رذیلوں نے جناب شاہ فیصل مرحوم کو قادیانی عبادت گاہ کے افتتاح کے لئے آمادہ کر لیا تھا۔ لیکن جب ان پر حقیقت واضح ہوئی کہ یہ اسلام دشمن اور سامراج کے ایجنٹ ہیں تو انہوں نے صرف اس کے افتتاح سے انکار کر دیا، بلکہ آگے چل کر اپنے عہد امارت میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کو قادیانی کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے آمادہ کرنے میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔

۳...... قادیانی کمینگی ملاحظہ ہو کہ رئیس الاحرار کے خلاف محاذ بنانے کے لئے اپنی عبادت گاہ میں ان کے ازلی دشمن وبدخواہ کی تقریر کراتے ور پھر رئیس الاحرار کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی خاطر ان کو تاریں بھی دیتے۔ ایسا بے حیا، ضمیر فروش گروہ، مفاد پرست، کمینہ طبقہ، عیار ومکار قادیانیوں ایسا ٹولہ دنیا شاید ہی دیکھ پائے۔

(۲۰۵۴) محمد علی چشتی، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۵ء ...... وفات: مارچ ۱۹۷۶ء)

مولانا محمد علی چشتی سرکی شریف سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ محمد چشتی تھا۔ ۱۹۲۴ء میں دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔ خواجہ محمد الدین سیالوی کے دست حق پر بیعت کی۔ تحریک ہائے ختم نبوت میں شامل رہے۔ ۱۹۷۴ء میں خواجہ قمرالدین سیالوی کی زیر قیادت ختم نبوت کی تحریک میں بیانات فرمائے۔ آپ کے گاؤں کا سکول ماسٹر قادیانی تھا۔ آپ نے قادیانی کو تنبیہ کی کہ اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کرے تو قادیانی ماسٹر نے قادیان میں اطلاع دی۔ وہاں سے چند مربی قادیانیوں کے آئے اور دعوت مناظرہ دی۔ اہلیان علاقہ میں شدید اشتعال پھیلا جس پر مربیوں نے راہ فرار اختیار کر لی۔ مارچ میں آپ کی وفات ہوئی اور سرکی شریف میں آپ کا مزار ہے۔

(۲۰۵۵) محمد علی چنیوٹی، جناب صوفی

(پیدائش: ۱۹۴۵ء ...... وصال: ۱۰ر فروری ۲۰۱۶ء)

صوفی محمد علی، حضرت حاجی محمد صدیق ارائیں پانی پتی کے ہاں پیدا ہوئے۔ صوفی صاحب نے چنیوٹ میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ سلانوالی میں ابتدائی دینی کتب پڑھیں۔ چک نمبر ۹۰ شمالی میں آپ امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آج کل اقبال رائس ملز چنیوٹ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ صوفی محمد علی نظریاتی کارکن تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی سے عاشقانہ تعلق تھا۔ زندگی بھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے محبت بھرا تعلق قائم رکھا۔ عالمی مجلس کے مدرسہ چناب نگر کے آپ خصوصی معاون ومحبّ تھے۔

(۲۰۵۶) محمد علی رضوی، مولانا سید

۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران جب ممبران قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلہ کی روشنی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس وقت مولانا سید محمد علی رضوی قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے رکن تھے۔ قادیانی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ۶ر ستمبر کو جو تقریر کی وہ یہ ہے:

جناب مولانا سید محمد علی رضوی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولانا سید محمد علی رضوی: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم! آج ہمارے ہاں اس ایوان میں تین مہینے سے جس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے، ویسے تو یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں کسی کو کوئی اختلاف ہو، البتہ معلومات کی کمی ضرور تھی، علم کی کمی ضرور تھی۔ بہت سے لوگ تھے جنہیں یہ پتہ نہیں کہ مرزائیت کیا چیز ہے، قادیانیت کیا چیز ہے، ان کے عزائم کیا ہیں، ان کے ارادے کیا ہیں، یہ چاہتے کیا ہیں۔ یہ مذہبی فرقہ ہے یا کوئی سیاسی فرقہ ہے۔ اب ہر اعتبار سے ہمارے سامنے اس جماعت کو واضح کر دیا

گیا کہ ان کے عزائم کیا ہیں۔ یہ کوئی مذہبی فرقہ نہیں ہے، یہ تو اسلام دشمنوں کا آلہ کار فرقہ ہے۔

دراصل اٹھارویں صدی جہاں سے مسلمانوں کا انحطاط شروع ہوتا ہے، اس وقت ہندوستان میں بھی انگریز آئے اور ایشیاء میں دوسرے مقامات پر بھی انگریز کا تسلط ہوا۔ اس وقت یہ تین شخص ہیں۔ ایک تو مہدی سوڈانی، دوسرے شیخ سیناسی اور تیسرے فضل حق خیرآبادی اور مولوی عنایت احمد کاکوروی، مفتی صدرالدین صاحب! ان حضرات نے جہاد کا فتویٰ دیا۔ انگریزوں کے خلاف، اور جگہ جگہ مقابلے میں ہوئے۔ چنانچہ فضل خیرآبادی اور مولانا عنایت احمد کاکوروی کو، ان کے ساتھ بھی پانچ سو علماء کے قریب تھے، جنہیں تمام کو دریائے شور کی سزا دی گئی، کالے پانی بھیجا گیا اور ان حضرات کا انتقال بھی وہیں ہوا۔

اس جہاد کے فتوے کے اثر کو ختم کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو آلہ کار بنایا گیا۔ اس نے شروع میں تو مسلمانوں کے دلوں میں جگہ کرنے کا ایک طریقہ اختیار کیا۔ وہ مناظر بن گیا اسلام کا۔ عیسائیوں سے مناظرہ کرتا ہے، کہیں آریوں سے مناظرہ کرتا ہے۔ جب اس نے مسلمانوں میں اپنی جگہ اور اپنا مقام حاصل کرلیا، اس کے بعد اس نے دعویٰ نبوت کیا۔ ہمیں اب یہ چیز تو پوری طرح واضح ہوگئی ہے۔ لیکن علمائے کرام شروع ہی سے اس کے خلاف تھے۔ علماء حق نے شروع ہی سے اس کو غیرمسلم قرار دیا تھا۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کے پاس یا علماء کے پاس نہ تو اختیار تھا نہ اقتدار نہ کسی طاقت کی سرپرستی تھی۔ اس کے ساتھ تو جناب! پوری حکومت تھی قادیان میں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد بھی اور اس کے زمانے میں بھی، جو بھی اس کے خلاف ہوتا تھا وہیں اس کو قتل بھی کیا گیا۔ چنانچہ ایک مشہور واقعہ ہے محمد حسین کو قتل کیا گیا۔ فخرالدین ملتانی کو قتل کیا گیا، عبدالرحمٰن مصری کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا اس کا مکان جلایا گیا، اس کو قادیان سے باہر نکلوایا۔ لیکن چونکہ حکومت کی سرپرستی، انگریزوں کی سرپرستی تھی، برطانیہ کی حمایت حاصل تھی، اس لئے مقدمے بھی چلے تو کچھ نہیں ہوا۔ قادیان میں تو کسی کو ان کے خلاف آواز اٹھانے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ ذرا بھی اگر کوئی شخص بولتا تھا تو اس کے ساتھ وہ زیادتیاں کی جاتی تھیں کہ کتابیں بھری پڑی ہیں اس کی زیادتیوں کی۔

اس کے بعد پاکستان بن گیا۔ پاکستان میں آپ دیکھتے ہیں انہوں نے ربوہ (اب چناب نگر) میں زمین حاصل کر کے پاکستان کے قلب میں اپنی ایک متوازی حکومت قائم کی اور وہاں بھی وہ اپنے مقدمات، چاہے وہ دیوانی کے ہوں، فوجداری کے ہوں، خود ہی طے کرتے تھے اور یہاں ہم کہتے تھے کہ یہ مرزائی کسی وقت اس ملک کو ختم کرانے والے ہوں گے۔ ہم نے دیکھا کہ اس مرزائی نے جس کو آپ نے وزیرخارجہ بنایا، اس نے ہمارے ملک کی دوستی، ہماری دوستی ہر ایک سے کرائی، لیکن ایک ملک ایسا تھا جس سے نہ کروائی۔ لیکن کیا وہ کافر تھا؟ کیا وہ بے دین تھا؟ کیا اختلاف تھا؟ کیونکہ شروع سے بنیاد ہی ایسی رکھی گئی تھی اس لئے افغانستان سے جس سے ہمارے عقائد میں اتحاد، ہمارے معاشرے میں بھی اتحاد، ہمارے دین میں بھی اتحاد تھا۔ وہاں اس نے دوستی نہ ہونے دی۔ کیونکہ یہ وزیرخارجہ قادیانی تھا۔ افغانستان میں جو بھی قادیانی گیا ہے وہاں مارا گیا ہے۔ قتل کیا گیا ہے۔

ان کے عزائم اب آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ ان کے پاس فوجی قوت بھی ہے۔ کہیں الفرقان فورس ہے، کہیں احمدی فورس ہے۔ آخر کوئی ایسی مذہبی جماعت ہمارے ہاں پاکستان میں نہیں جس کے پاس فورسز ہوں، جس کے پاس طاقت ہو جس کے پاس لڑنے والے رضاکار ہوں۔ یہ ایسی جماعت ہے جس کے پاس لڑنے والے، جنگ کرنے والے رضاکار بھی موجود ہیں۔ یہ جماعت مذہبی نہیں ہے۔ مگر یہ جماعت تو چاہتی ہے کہ جب بھی موقع ملے اس پورے ملک پر قبضہ کیا جائے اور پھر ان کے عزائم کتابوں سے واضح

ہوگئے کہ وہ غیر احمدی کو دیکھنا نہیں چاہتے، غیر احمدی کو زندہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ وہ انہیں قطعاً اس ملک میں ایک لحہ کے لئے نہیں دیکھنا چاہتے۔ مگر بیوقوفی ان سے ہوگئی ربوہ اسٹیشن پر۔ اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا ابھی ہی فرقے کو ختم کر دیا جائے جو اس کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ڈاکو ہوں۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے، تیرہ سو برسوں سے یہ چیز ہے، مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری جو ہے وہ نبوت کی حیثیت سے نہیں ہے۔ وہ آ کر ہم سے یہ نہیں کہیں گے کہ میں نبی ہوں، مجھ پر ایمان لاؤ۔ وہ وقت تھا جوان کا گیا۔ وہ آئے، انہوں نے اعلان کیا میں نبی ہوں۔ ایمان لائے لوگ۔ اب وہ آئیں گے تو صرف مبشرات کی صورت میں آئیں گے، بشارت کو پورا کرنے کے لئے آئیں گے۔ اسی بشارت کو مٹانے کے لئے مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بنائی۔ چونکہ انگریزوں کی سرپرستی تھی اس لئے انہیں کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ لہٰذا میں عرض کروں گا کہ ان کی ہر چیز پر پابندی لگنی چاہئے۔ ان کو تبلیغ کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہئے اور اس جماعت کو مذہبی جماعت نہیں بلکہ سیاسی جماعت قرار دیا جائے تاکہ اس کے حساب وکتاب پر بھی پوری طرح سے نظر رکھ سکیں اور محدود طریقے سے وہ رہیں۔ ان کے حقوق جو ذمیوں کے اسلام میں ہیں ان سے انکار نہیں۔ ہم ان کے جان ومال کی حفاظت کریں گے اس وقت جب کہ وہ قانون کے دائرے میں آ جائیں۔ قانون کے دائرے میں آنے سے پہلے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ اگر اقلیت ان کو قرار دے دیا گیا جس طرح سے عوام کا مطالبہ ہے اور اگر اس میں ذرا بھی کسی قسم کی ہچر مچر کی گئی، ذرا بھی کوئی کمزوری یا لچک رکھی گئی تو اس وقت جو عوام میں جوش پھیلا ہوا ہے اس جوش کو فرو کرنے کی، اس جوش وخروش کو دور کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ لہٰذا میں پھر عرض کرتا ہوں کہ اس جماعت کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے ان کے لئے ان کو تبلیغ کی آزادی، آمد ورفت کی آزادی، ہر چیز پر پوری پوری نظر کی جائے اور اس کے بعد مسلمان قطعاً مطمئن ہوں گے۔

(۲۰۵۷) محمد علی (ژوب)، جناب الحاج صوفی

(وفات: ۵رمئی ۱۹۸۸ء)

الحاج صوفی محمد علی صاحب ژوب فورٹ سنڈیمن کے مجاہد اسلام تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت کو اس علاقہ میں بام عروج تک پہنچایا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس علاقہ میں بانی اور پہلے ناظم اعلیٰ تھے۔ آپ نے جولائی ۱۹۷۳ء میں قادیانیوں کے خلاف ژوب میں چلنے والی تحریک ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جناب بھٹو صاحب ژوب تشریف لائے تو بھرے جلسہ میں بینر لہرا کر مظاہرہ کر کے جناب بھٹو صاحب کو تحریک ختم نبوت کی اہمیت وحساسیت کا احساس دلایا۔

صوفی محمد علی کا وجود اس دھرتی پر اللہ تعالیٰ کا ایک انعام تھا۔ بہت ہی مخلص اور مجاہد فی سبیل اللہ شخص تھے۔ آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کا آغاز کیا۔ اب آپ کے صاحبزادہ الحاج محمد اکبر صاحب نے اپنے رفقاء سمیت اس کام کو وسعت دی۔ مجلس کا ملکیتی دفتر اور مدرسہ کام کر رہے ہیں۔ ہمارے حضرت صوفی محمد علی صاحب کے پوتے اور حاجی محمد اکبر صاحب کے ایک صاحبزادے عالم ہیں۔ صاحبزادہ مولوی محمد انور صاحب ان کا نام حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری کے نام پر رکھا تھا۔ یہ سب ہمارے الحاج صوفی محمد علی صاحب کی نیکیوں کا صدقہ ہے۔ اللھم رب زد فزد!

(۲۰۵۸) محمد علی صدیقی کاندھلوی، مولانا

(وفات: ۱۶/دسمبر ۱۹۹۲ء)

جامعہ دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی، نامور عالم دین، محقق ومفسر، مدرس، مصنف تھے۔ آپ نے معالم القرآن کے نام پر ۱۳/جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ گرفتاری دی اور قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کے قائم کردہ ادارہ کو تا قیام قیامت قائم ودائم پھلتا پھولتا رکھیں۔

(۲۰۵۹) محمد علی قصوری، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۱ء ...... وفات: ۱۲/جنوری ۱۹۵۶ء، لاہور)

قصور کے نامور عالم حضرت مولانا عبدالقادر قصوری کے صاحبزادہ مولانا محمد علی قصوری تھے جو ممتاز سکالر، نامور دانشور، مذہبی رہنما اور سیاسی شخصیت تھے۔ مسلم ایسوسی ایشن کیمبرج کے صدر رہے۔ حبیبہ کالج کابل کے ۱۹۱۵ء میں پرنسپل رہے۔ تحریک خلافت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ تحریک آزادی میں جو جلاوطن حکومت ہند قائم کی گئی اس کے وزیر خارجہ تھے۔ ''مشاہدات کابل ویاغستان'' کے مصنف تھے۔ آپ ایک قومی رہنما تھے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف آپ کا وجود انعام باری تعالیٰ تھا۔ ان کی وفات کے بعد جنوری ۱۹۵۷ء کو جو مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس حضرت امیر شریعت امیر مرکزیہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ آپ کی وفات پر قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔

(۲۰۶۰) محمد علی (لودھراں)، جناب صوفی

(وفات: ۳/جنوری ۱۹۹۳ء)

سنام ریاست پٹیالہ میں جناب محمد حسن راجپوت کے ہاں صوفی محمد علی صاحب پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے ملتان آ گئے۔ یہاں محکمہ انہار میں ملازم ہوئے۔ کچھ عرصہ ملتان کو خیرآباد کہا۔ ملازمت ترک کر کے لودھراں جا کر فروکش ہوئے۔ تحصیل آفس میں ملازمت کی۔ پھر اخبارات کے شعبہ سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۵۵ء سے مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق قائم ہوا جو زندگی کے آخری سانس تک قائم رہا۔

(۲۰۶۱) محمد علی (لورالائی)، جناب حاجی مولوی

(وفات: مئی ۱۹۸۵ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لورالائی کے سرپرست اعلیٰ تھے۔

(۲۰۶۲) محمد علی مونگیری، حضرت مولانا سید

(ولادت: ۲۸؍جولائی ۱۸۴۶ء، کان پور ...... وفات: ۱۳؍ستمبر ۱۹۲۷ء، مونگیر)

حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری سادات میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چھبیسویں پشت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ بہاؤالحق ملتانی کے صاحبزادہ شاہ ابوبکر چرم پوش تھے۔ جو ہندوستان کے ضلع مظفرنگر کے قصبہ کھتول میں آ کر آباد ہوئے۔ شاہ ابوبکر چرم پوش آسمان ولایت کے نیّر تاباں تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میری نسل کبھی ولایت سے خالی نہ ہوگی۔ شاہ ابوبکر سے سید محمد علی مونگیری تک تو یہ بات سو فیصد چشم حقیقت سے دنیا نے دیکھی۔ شاہ ابوبکر، حضرت مونگیری کے گیارھویں جدامجد ہیں۔ حضرت مونگیری کانپور میں سید عبدالعلی کے گھر پیدا ہوئے۔ ولادت کے دو سال بعد والد گرامی کا وصال ہوگیا۔ آپ کے دادا سید شاہ غوث علی ابتدائی زمانہ میں آپ کے کفیل رہے۔ قرآن مجید اپنے چچا سید ظہور علی سے پڑھا۔ ابتدائی فارسی کتب سید عبدالواحد بلگرامی سے پڑھیں۔ درسیات کی تکمیل مولانا لطف اللہ علی گڑھی (م:۱۳۳۴ھ) جو استاذ الاساتذہ ہند تھے اور مولانا عنایت احمد کاکوروی مصنف علم الصیغہ (م:۱۲۷۹ھ) سے کی۔ دورہ حدیث شریف مولانا احمد علی سہارنپوری (م:۱۲۹۷ھ) سے کیا۔ مختلف حضرات کے زیر صحبت رہے۔ بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے کی۔ ایک بار گھوڑے پر حضرت شاہ فضل الرحمٰن کو ملنے گئے۔ جس دن واپسی تھی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اجازت چاہی۔ اجازت دینے سے قبل حضرت گنج مرادآبادی نے گھر پیغام بھیجا کہ کچھ کچا یا پکا جو ہے بھجوا دو۔ چند سیر چنے کچے آئے۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن نے حضرت مونگیری کے رومال میں تین لپیں چنوں کی بھر کر ڈالیں اور فرمایا کہ یہ دنیا ہم نے آپ کو دی اور پھر پان منگوایا۔ پہلے خود حضرت گنج مرادآبادی نے چبایا پھر حضرت مونگیری کو دیا اور پھر فرمایا کہ یہ پان عرفان تھا جو آپ کو دیا۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت کے بعد دورہ حدیث شریف مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے کیا۔ پھر شاہ فضل الرحمٰن نے بھی حدیث کی اجازت دی اور سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

حضرت مونگیری نے عرصہ تک پڑھایا۔ طالب علموں کا خوب رجوع ہوا۔ آپ ندوۃ العلماء کے بانی تھے۔ آپ نے بڑا کتب خانہ تیار کیا۔ جواب دارالعلوم ندوہ العلماء لکھنؤ میں آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ ندوۃ العلماء کا قیام ۱۸۹۲ء کے جلسہ مدرسہ فیض عام کانپور میں ہوا۔ مولانا مونگیری اس ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ قرار پائے۔

مرزا قادیانی نے ۱۹۰۲ء میں رسالہ تحفۃ الندوہ لکھا۔ حضرت مونگیری نے توجہ نہ دی۔ مونگیر و بھاگل پور کے اضلاع میں قادیانیوں نے سرگرمیاں دکھائیں اور پھر بہار میں بھی قادیانی یورش بڑھی۔ اب ندوۃ العلماء سے فراغت حاصل کر کے حضرت مونگیری مونگیر تشریف لائے۔ ۱۹۱۱ء میں یہاں قادیانیوں سے مناظرہ ہوا۔ جس میں قادیانیوں کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ انہوں نے دوبارہ اس میدان میں آنے کی جرأت نہ کی۔ یہ قادیانیت پر پہلی ضرب کاری تھی جس سے نہ صرف بہار کے قادیانیوں کو بلکہ پورے ہندوستان کی قادیانی تحریک کو سخت نقصان پہنچا اور اس کے بہت خوشگوار نتائج برآمد ہوئے۔ اس مناظرے میں تقریباً چالیس علماء شریک تھے۔ دوسری طرف سے حکیم نورالدین وغیرہ آئے تھے۔ مناظرے کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ادھر مناظرہ شروع ہوا، ادھر مولانا سجدے میں گر پڑے اور جب تک فتح کی خبر نہ آئی سر نہ اٹھایا۔

اس مناظرے کی مختصر روئیداد مولانا کے صاحبزادہ مولانا منّت اللہ رحمانی نے قلمبند کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''مرزا قادیانی کے نمائندے حکیم نورالدین صاحب، سرور شاہ قادیانی اور روشن علی قادیانی، مرزا قادیانی کی تحریر لے کر آئے کہ ان کی شکست میری شکست ہے اور ان کی فتح میری فتح۔ اس طرف سے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب، علامہ انور شاہ کشمیری صاحب، مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب، مولانا عبدالوہاب بہاری صاحب، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی، (تقریباً چالیس علمائے کرام) بلائے گئے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ عجیب منظر تھا۔ صوبہ بہار کے اضلاع کے لوگ تماشائی بن کر آئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ خانقاہ میں علماء کی ایک بڑی بارات ٹھہری ہوئی ہے۔ کتابیں الٹی جارہی ہیں۔ حوالے تلاش کئے جارہے ہیں اور بحثیں چل رہی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ مولانا محمد علی کی طرف سے مناظرے کا وکیل اور نمائندہ کون ہو؟ قرعۂ فال مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے نام پڑا۔ آپ نے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کو تحریراً اپنا نمائندہ بنایا۔ علماء کی یہ جماعت میدان مناظرہ میں گئی۔ وقت مقرر تھا۔ اس طرف مولانا مرتضیٰ حسن صاحب اسٹیج پر تقریر کے لئے آئے اور اس طرف آپ سجدے میں گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک فتح کی خبر نہ آ گئی۔ بوڑھوں کا کہنا ہے کہ میدان مناظرہ کا منظر عجیب تھا۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی ایک ہی تقریر کے بعد جب قادیانیوں سے جواب کا مطالبہ کیا گیا تو مرزا قادیانی کے نمائندے جواب دینے کے بجائے انتہائی بدحواسی اور گھبراہٹ میں کرسیاں اپنے سروں پر لئے ہوئے یہ کہتے بھاگے کہ ہم جواب نہیں دے سکتے۔'' (سیرت مولانا محمد علی مونگیری)

مولانا کے ایک مسترشد اور مجاز مولانا عبدالرحیم صاحب کے ذریعے مونگیر اور بھاگلپور کے دیہاتوں میں سینکڑوں ہزاروں اشخاص کی اصلاح ہوئی اور وہ ان کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ دیہاتوں میں مولود کے جلسے اس اصلاح کا بڑا ذریعہ بنے اور ان سے بہت فائدہ ہوا۔ مولانا ایک طویل اور مفصل مکتوب میں ان کو لکھتے ہیں: ''مولود شریف کے جلسے کراؤ اور اس میں ان کے (مرزا قادیانی اور ان کے ساتھی) حالات بیان کرو۔ جس مقام کے لوگ نہایت غریب ہیں ان سے کہو کہ تم سنو۔ شیرینی وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں تمام محبین سے کہتا ہوں کہ وہ تمہاری مدد کریں۔ تم کو ہر جگہ بھیجیں۔ یہاں سے رسائل قادیانی کے متعلق منگوا کر ان لوگوں کو دو اور اس خط کی متعدد نقلیں کر کے جو ہمارے احباب ہیں، ان کو بھجواؤ۔''

اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ کہ.....

مولانا مرحوم کو اس سنگین خطرے کا جو مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہا تھا، پورا احساس تھا اور اس کے مقابلے کا ان کو اس قدر زائد اہتمام تھا کہ یہ کہا کرتے تھے کہ: ''اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور اس طرح تقسیم کرو کہ ہر مسلم جب صبح سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے ردقادیانیت کی کتاب پائے۔''

اس بات سے مولانا مرحوم کے اس اہتمام و توجہ اور خلش و بے چینی کے ساتھ اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت اس تحریک نے کتنی خطرناک اور تشویش انگیز صورت اختیار کر لی تھی اور اس بات کی ضرورت صاف محسوس ہو رہی تھی کہ اس کے سدباب کے لئے اسی دل سوزی اور قربانی سے کام لیا جائے۔ جس سے مولانا مرحوم نے کام لیا اور اپنے آرام اور صحت کی پروا کئے بغیر اس کے لئے ہر قسم کی جدوجہد اور قربانی میں سب سے پیش پیش رہے۔

ایک صاحب (مولوی نظیر احسن صاحب بہاری) جن کا خط پاکیزہ تھا۔ صرف اس کام پر مامور تھے کہ وہ مسودات صاف کرنے میں تاخیر ہو جاتی تو مولانا مرحوم ان سے فرماتے کہ: ’’محنت سے کام کرو، تمہیں جہاد کا ثواب ملے گا۔‘‘

ایک مرتبہ مولوی صاحب نے پوچھا کہ: ’’کیا مجھ کو جہاد بالسیف کا ثواب ہوگا؟‘‘ فرمایا: ’’بے شک! اس فتنۂ قادیانیت کا استیصال جہاد بالسیف سے کم نہیں۔‘‘

مولانا مرحوم کا معمول تھا کہ تین بجے تہجد کے لئے اٹھ جاتے تھے۔ اب یہ تہجد کا وقت بھی ردقادیانیت کے لئے وقف کر دیا۔ اکثر یہ وقت تصنیف میں گزرتا۔ بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ مولانا مرحوم تہجد چھوڑ کر ردقادیانیت پر کتابیں لکھا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری کا وجود قادیانی امت کے لئے درّہ عمرؓ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ردقادیانیت کے عنوان پر کام کرنے والے حضرات کے لئے مولانا سید محمد علی مونگیری کی حیثیت آئیڈیل شخصیت کی ہے۔ آپ نے اس عنوان پر وہ گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں جو رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ اور فتنہ قادیانیت کے لئے سوہان روح ہیں۔ ان کے وجود سے اللہ تعالیٰ نے فتنہ قادیانیت پر اتمام حجت کا کام لیا۔ وہ بلاشبہ اپنے دور میں امت مسلمہ کے لئے آیت من آیات اللہ تھے۔ آپ کی خانقاہ مونگیر سے سو سے زیادہ ردقادیانیت پر کتب ورسائل شائع ہوئے جن میں سے اکثر وبیشتر آپ کے رشحات قلم ہیں۔ باقی آپ کے شاگردوں ومریدوں میں سے علماء کرام کی جماعت کے تحریر کردہ ہیں۔ آپ کی خانقاہ عالیہ سے صحائف رحمانیہ مختلف اوقات میں شائع ہوئے جن کی تعداد ۲۴ ہے۔ ان کو احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شائع کیا گیا۔ الحمدللہ!

صحائف رحمانیہ کی اشاعت دسمبر ۱۹۱۳ء سے شروع ہو کر ۳۰؍اگست ۱۹۲۴ء تک اختتام پذیر ہوئی۔ گویا دس سال میں یہ چوبیس رسائل شائع ہوئے۔ ۱۹۱۳ء کے بعد ۲۰۰۱ء میں ان کی اشاعت پر تقریباً ۹۰ سال کا عرصہ بیت گیا۔ نوے سال بعد بھی ان مضامین کی آب وتاب جوں کی توں باقی ہے۔ یہ مکمل رسائل کس طرح جمع ہوئے۔ یہ مستقل کہانی ہے۔ ’’ترکت الحساب لیوم الحساب‘‘ کے تحت اس کہانی کو یہاں بیان نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت مونگیری کے پندرہ رسائل ہمیں میسر آئے۔ جن میں سے تین تو احتساب قادیانیت جلد ۵ میں شائع ہو چکے۔ باقی احتساب قادیانیت جلد ۷ میں شائع ہوئے، جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت۔ (۲) مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت وافضلیت۔ (۳) عبرت خیز۔ (۴) فیصلہ آسمانی (حصہ اوّل)۔ (۵) تتمہ فیصلہ آسمانی (حصہ اوّل)۔ (۶) فیصلہ آسمانی (حصہ دوم)۔ (۷) فیصلہ آسمانی (حصہ سوم)۔ (۸) دوسری شہادت آسمانی (اوّل، دوم)۔ (۹) تنزیہ ربانی از تلویث قادیانی۔ (۱۰) معیار صداقت۔ (۱۱) حقیقت المسیح۔ (۱۲) معیار المسیح۔ (۱۳) ہدیہ عثمانیہ وصحیفہ انواریہ۔ (۱۴) حقیقت رسائل اعجازیہ مرزائیہ۔ (۱۵) مرزائیوں سے خیرخواہانہ گزارش اور مسیح قادیان کی حالت کا بیان۔

ان میں سے پہلے تین صحائف رحمانیہ پر مشتمل احتساب قادیانیت جلد پنجم میں شائع ہو گئے ہیں۔ الحمدللہ! باقی گیارہ کا مجموعہ احتساب قادیانیت جلد ہفتم ہے۔ پھر احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ میں آپ کی کتاب حقیقت رسائل اعجازیہ مرزائیہ کا خلاصہ جب کہ محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں آخری رسالہ شائع کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری کا رؤیا

حضرت مولانا محمد علی مونگیری صاحب کشف وکرامت بزرگ، صوبہ بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا زیادہ وقت وظائف، عبادت ومجاہدات میں گزرتا تھا۔ انہوں نے متعدد بار ذکر کیا کہ میں عالم رؤیا میں حضور سرور کائنات، فخر موجودات، خاتم الانبیاء ﷺ کے دربار عالی میں پیش ہوا۔ نہایت ادب واحترام سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''محمد علی! تم وظیفے پڑھنے میں مشغول ہو اور قادیانی میری ختم نبوت کی تخریب کررہے ہیں۔ تم ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیت کی تردید کرو۔''

حضرت مولانا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اس مبارک خواب کے بعد نماز فرض، تہجد اور درود شریف کے علاوہ تمام وظائف ترک کردیئے۔ دن رات ختم نبوت کے کام میں منہمک ہوگیا۔ (روئیداد مجلس ۱۹۸۲ء ص۱۴)

اسی درمیان یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مراقبے میں مولانا مرحوم کو یہ القا ہوا کہ یہ گمراہی (قادیانیت) تیرے سامنے پھیل رہی ہے اور تو ساکت ہے۔ اگر قیامت کے دن باز پرس ہوئی تو کیا جواب ہوگا؟ (سیرت مولانا سید محمد علی مونگیری ص ۲۹۷)

(۲۰۶۳) محمد علی نمبردار (ساکن قادیان)، جناب چوہدری

چوہدری محمد علی نمبردار قادیان کا رہنے والا باحیثیت مسلمان تھا اور نمبردار بھی تھا۔ اس کی اچھی بھلی زرعی جائیداد تھی جو چاہی اور بارانی اراضی پر مشتمل تھی۔ مشکل یہ تھی کہ اس کی جائیداد چاروں طرف مرزائیت کے نرغہ میں تھی اور مرزائیوں کو ناراض کر کے اس کا وہاں زندہ رہنا محال تھا اور احرار کے دفتر کے قیام سے قبل قادیان میں مرزائیت سے ٹکراؤ کی کوئی بھی تاب نہ لاسکتا تھا۔ مرزائیوں نے بڑی سرتوڑ کوشش کی کہ وہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوجائے۔ لیکن وہ انہیں مختلف بہانوں سے ٹالتا رہا۔ بلکہ انہیں یقین دلاتا رہا کہ میں عملاً تمہارے ساتھ ہوں اور کوئی قول یا فعل تمہارے منشاء کے خلاف مجھ سے سرزد نہیں ہوگا۔ پھر خواہ مخواہ بیعت کے تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے وہ ان کے مضرات سے محفوظ رہا اور مرزائیت کے خلاف کسی تحریک میں شامل نہیں ہوا تھا۔ جب ہم قادیان پہنچے اور اپنا دفتر مین بازار کے ایک سہ منزلہ چوبارے پر قائم کیا اور وہاں اپنا لال جھنڈا گاڑا تو سارے علاقہ میں ہلچل مچ گئی اور دلچسپی رکھنے والے نواح کے لوگ ہمارے پاس پہنچنے شروع ہوگئے۔ نہایت اچنبھا سا معاملہ تھا۔ فتنۂ مرزائیت کو منصۂ شہود پر آئے ہوئے پچاس برس سے زیادہ عرصہ بیت چکا تھا۔ اس سارے عرصہ میں کبھی ان کی قادیان میں جم کر مخالفت نہیں ہوئی تھی اور وہ نہایت امن وامان سے پنپ رہا تھا۔ اوّل تو کوئی قادیان میں آکر ان کے خلاف تقریر کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا اور اگر کوئی مولوی مثلاً نواب الدین ستکوہی کی قسم کا مولوی جرأت کر کے قادیان میں آہی جاتا تو صبح تقریر کر کے شام چلا گیا یا اگر شام آیا تو رات کو تقریر کی اور صبح چلا گیا۔ سرزمین قادیان نے کبھی مخالفت نہ دیکھی تھی۔ قادیان میں ہماری مستقل تبلیغ کو انہوں نے ایک انقلاب سے تعبیر کیا اور ناممکن کو ممکن ہوتا دیکھ کر اعجاز تصور کیا اور دور دور سے لوگ ہمارے پاس آنا شروع ہوگئے۔ مگر چوہدری محمد علی نمبردار ہمارے پاس نہ آیا اور گھر بیٹھ کر حالات کا مطالعہ کرتا رہا۔ چونکہ آدمی اہم تھا اس لئے میں بھی اس کی ٹوہ میں رہا اور اس سے ملنے والے دوستوں کے ذریعہ اس کے حالات سے باخبر رہا۔ جب اسے اعتماد ہوگیا کہ معاملہ سچ ہے عارضی نہیں؟ بلکہ مستقل ہے تب کہیں جاکر ایک عرصہ کے بعد میرے پاس آیا۔ ملنے سے معلوم ہوا کہ آدمی بڑا معقول ہے اور مرزائیت کا شدید ترین مخالف ہے۔ اسے حالات نے مجبور کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سامنے

آنے سے معذور ہے۔ اس نے اس دوران آمدورفت میں ایسے لوگوں کی سوسائٹی بنا رکھی تھی جو دراصل مرزائیت کے مخالف تھے۔ لیکن سامنے آنے سے ہمیشہ کتراتے رہتے تھے۔ مثلاً ''باوا کانشی رام بیدی'' جو ایک بڑا رئیس ہندو تھا اور اس کی مملوکہ اراضی قادیان سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر جانب مشرق دریائے بیاس کے قریب واقع تھی۔ وہاں وہ ایک چھوٹے سے موضع کا واحد مالک تھا۔ وہاں اس نے وسیع باغ لگا رکھا تھا اور ایک کنارہ پر عالی شان کوٹھی تعمیر کر رکھی تھی اور حسب ضرورت وہاں جاتا اور ٹھہرتا تھا۔ اصل رہائشی جدی مکان اس کا بٹالہ میں تھا جو اس کی خاندانی عظمت کا پتہ دیتا تھا۔ باوا کانشی رام بیدی بڑا معقول مرنجان مرنج سفید ریش آدمی تھا۔ مرزائیت کا بڑا مخالف تھا۔ مگر بڑا سنجیدہ اور ریزو انسان تھا۔ چوہدری محمد علی کی اس کے ہاں آمدورفت تھی اور وہ ایک دوسرے کے نفع ونقصان میں شریک ہوتے تھے اور اسی طرح کئی دوسرے علاقہ کے بااثر لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات تھے جو دراصل مرزائیوں کے مخالف تھے۔ جب چوہدری محمد علی نمبردار میرے پاس آیا تو باوا کانشی رام اس کے ہمراہ تھا۔ علیک سلیک کے بعد دل کھول کر باتیں ہوئیں تو اس کو دل سے پورا ہم خیال پایا۔ اس کے بعد بھی وہ ہمارے پاس کبھی کبھار آجاتا تھا۔ حالات کے متعلق مشورے ہوتے تھے اور وہ ہماری تحریک میں بڑا مخلص تھا۔ لیکن ہم نے اسے سامنے لاکر اس کی پوزیشن کو کبھی خراب نہیں کیا۔ کیونکہ وہ حالات سے مجبور تھا۔ اگر اسے سامنے لایا جاتا تو اس کے حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ برباد کر دیا جاتا اور اسے برباد کرنے والے قانون کی گرفت سے بھی محفوظ رہتے۔ تقسیم ملک کے بعد وہ بہ خیر وعافیت پاکستان آ گیا۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۲۰۶۴) محمد عمر اچھروی، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۲ء ...... وفات: ۲۱ر دسمبر ۱۹۷۱ء)

مولانا محمد عمر اچھروی معروف عالم دین، عابد، زاہد، متقی شخص تھے۔ نامور مناظر تھے۔ مصنف تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے شاگرد مولانا احمد علی میرٹھی سے دورۂ حدیث کیا۔ مولانا محمد عبداللہ محدث روپڑی سے بھی حدیث شریف پڑھی۔ شیخوپورہ کے حضرت میاں شیر محمد شرق پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ بریلوی مسلک کے مخلص بااصول عالم دین تھے۔ اختلاف علمی کے باوجود عالمانہ وقار کو بھی داغدار نہیں ہونے دیا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے خوب معرکے رہے۔ آپ نے مقیاس نبوت کے نام پر تین جلدوں پر مشتمل قادیانیوں کے خلاف کتاب لکھی۔

(۲۰۶۵) محمد عمر پالن پوری، مولانا

(پیدائش: ۵ر ستمبر ۱۹۲۹ء ...... وفات: ۲۱ر مئی ۱۹۹۷ء)

نامور عالم دین، عالمی مبلغ اسلام، تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما تھے۔ آپ کا قادیانیت ہماری نظر میں ص۱۱۳ پر ایک بیان ہے کہ: ''قادیانیت ایک ناسور ہے جس کو یہ لگ جائے وہ لاعلاج ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کو صرف نبی ورسول ہونے کا دعویٰ نہ تھا بلکہ نعوذ باللہ! اس کو خدا کا بیٹا اور اس سے بھی بڑھ کر خدا ہونے کا دعویٰ تھا۔ حیرانی ہے کہ ایک احمق وکور باطن کو لوگ کیا سے کیا مانے ہوئے ہیں۔ اس فتنہ کے خلاف کام کرنا نبی کریم ﷺ کی توجہات کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا بہترین وسیلہ ہے۔ یہ میں نہیں بلکہ حضرت علامہ

کشمیری فرمایا کرتے تھے۔ہم تو بزرگوں کے اقوال نقل کرنے والے ہیں۔دین وایمان کی دعوت جتنی عام ہوگی یہ فتنہ اتنا کم ہوگا۔‘‘

(قادیانیت ہماری نظر میں ص۱۱۳)

(۲۰۶۶) محمد عمر(ژوب)، جناب الحاج شیخ

(وفات:۱۶/فروری ۱۹۸۷ء)

ژوب میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے امیر الحاج شیخ محمد عمر صاحب تھے جو اپنی نیکی،تقویٰ،سخاوت وجرأت میں اہل علاقہ کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔حق تعالیٰ نے ان کو اتنی عظمت دی تھی کہ ان کو دیکھ کر خیر القرون کے مسلمان یاد آجاتے تھے۔شیخ غلام حیدر صاحب آپ کے صاحبزادوں میں اور اپنے والد کی روایات کے مطابق مجلس کے کام کے ساتھ دل وجان سے وابستہ ہیں۔

(۲۰۶۷) محمد عمر شمس آبادی، مولانا مفتی

(ولادت:۱۸۹۶ء وفات:۲۷/اپریل ۱۹۵۷ء)

عالم،خطیب،انتھک مجاہد،فقہ کی جزئیات کے ماہر مدرس،تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔شمس آباد ضلع اٹک کے تھے۔

(۲۰۶۸) محمد عمر ملتانی، مولانا

یہ بزرگ خوب آدمی ہے۔۱۹۵۷ء میں دمشق سے قادیانیوں کے خلاف عربی زبان میں پمفلٹ چھاپ کر مفت تقسیم کرتے تھے اور خود کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا رکن لکھتے ہیں۔اس سے زیادہ تعارف حاصل نہ ہوسکا۔دمشق سے شائع شدہ رسالہ ’’کشف الستار عن القادیانیه مطیعة الاستعمار‘‘ اتنا تعارف ملا۔حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔

(۲۰۶۹) محمد عیسیٰ سندھی، جناب قاری

(وفات:دسمبر۱۹۶۳ء)

سندھ کے حق گو، نڈر، بے باک عالم وخطیب وواعظ قاری محمد عیسیٰ نامور مذہبی ودینی شخصیت تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔عقیدۂ توحید،عقیدۂ ختم نبوت،عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اصلاح معاشرہ ان کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ان کے ساتھ بہت خیر وابستہ تھی۔حق تعالیٰ کی کروڑوں ان پر رحمتیں ہوں۔

(۲۰۷۰) محمد غازی، حضرت مولانا

(وفات:۱۹۳۹ء)

حضرت مولانا محمد غازی موضع موچی کڑی علاقہ نرڑہ ضلع اٹک کے باشندہ تھے۔خٹک قبیلہ سے تعلق تھا۔مدرسہ فیض عام

کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر مکہ مکرمہ مدرسہ صولتیہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے استفادہ کے بعد وہیں مدرس ہوگئے۔ مکہ مکرمہ کے قراء سے تجوید وقرأت کی تحصیل بھی کی۔ ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء میں حضرت پیرمہر علی شاہ گولڑوی مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو آپ حضرت گولڑوی کو مدرسہ صولتیہ میں لے آئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے اور حضرت گولڑوی کے ہمراہ ہی حرمین شریفین سے گولڑہ آ گئے۔ یہاں پر آپ حضرت پیر صاحب سے استفادہ کے ساتھ ساتھ درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ حضرت پیر صاحب آپ کے علم وفضل، تدبر وحکمت اور معاملہ فہمی کے معترف ومداح تھے۔ حضرت مولانا محمد غازی بڑے جید اور فاضل اجل علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے پچاس برس گولڑہ شریف میں گزارے۔ دن میں طلبہ کوفنون کی کتابیں پڑھاتے اور خود حضرت گولڑوی سے تصوف کے اسباق لیتے۔ حضرت پیر صاحب کی تصانیف کی کتابت، طباعت اور اشاعت کا تمام کام آپ کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ تقریباً ۸۳ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ مولانا مفتی علامہ محمد پشاوری نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت شاہ نذرالدین قدس سرہ گولڑوی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت غازی صاحب کا نام نامی ان قدسی صفات علماء کی فہرست میں شامل ہے جو اگست ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی کے ساتھ مناظرہ لاہور میں حضرت گولڑوی کے ہمرکاب تھے۔ چنانچہ مناظرہ کی چھپی ہوئی روئیداد ''حق نما'' میں آپ کا نام ۱۷ویں نمبر پر ہے۔ مولانا محمد غازی نے مرزا قادیانی کی فارسی اشعار میں مذمت کی اور ادّعائے نبوت سے رجوع کرنے کی دعوت دی اور ساتھ حضرت گولڑوی کی تعریت وتوصیف کی۔ فارسی کے یہ ۶۷ اشعار ''مہر منیر'' میں درج ہیں اور یہ کہ مہر منیر آپ کی تصنیف لطیف ہے۔

(۲۰۷۱) محمد غوث گیلانی (المعروف چن پیر)، جناب پیر سید

(وفات: ۱۳ر دسمبر ۱۹۸۲ء، دیپال پور)

معروف عالم دین، پیرو روحانی شخصیت، تحریک ختم نبوت کے لئے گرانقدر خدمات کے حامل۔

(۲۰۷۲) محمد غوث (لاہور)، مولانا

آج (۲۰۱۶ء) سے پچاس سال قبل لاہور میں مولانا محمد غوث ہوتے تھے۔ انہوں نے ''تحفہ مرزائیاں'' اور ''شطحیات مرزا قادیانی'' کے نام سے ردقادیانیت پر دو رسالے تحریر فرمائے تھے جو جناب محی الدین وکیل صاحب نے شائع کئے تھے۔

(۲۰۷۳) محمد فاروق خان پوری، مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد فاروق خانپوری کو بھی انجام آتھم ص ۷۰، نمبر ۲۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۰۷۴) محمد فرید (اکوڑہ خٹک)، مولانا مفتی

جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے نامور متبحر اور فاضل استاذ الاساتذہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب کا فتویٰ ''حرمۃ تدفین

المرتدین فی مقابر المسلمین ‘‘ کے نام سے فتاویٰ ختم نبوت جلد ۳ میں شامل ہے۔

(۲۰۷۵) محمد فضل شاہ جلال پوری، پیر سید

(ولادت: ۳۰؍نومبر ۱۸۹۴ء ...... وفات: یکم؍دسمبر ۱۹۶۶ء)

جلال پور ضلع جہلم کے پیر حیدر علی شاہ جلال پوری کے پوتے اور پیر مظفر علی شاہ کے صاحبزادے تھے۔ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے صف اوّل کے رہنما تھے۔

(۲۰۷۶) محمد فہیم عثمانی (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۴ء ...... وفات: ۲۲؍فروری ۱۹۸۴ء)

مولانا محمد فہیم عثمانی معروف مجاہد ختم نبوت مولانا محمد مسلم عثمانی کے ہاں لاہور میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد مسلم عثمانی نے قادیانیوں کی احمدیہ پاکٹ بک کے جواب میں مسلم پاکٹ بک اور ایک رسالہ ’’اہل قبلہ کی تحقیق‘‘ تصنیف کیا تھا۔ مولانا محمد فہیم عثمانی نے بھی والد گرامی کے مشن کو جاری رکھتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو اپنا وظیفہ حیات بنائے رکھا۔ لاہور میں مدفون ہیں۔

(۲۰۷۷) محمد فیاض (سرگودھا)، جناب ملک

(وصال: ۱۴؍ستمبر ۲۰۱۸ء)

کوٹ فرید سرگودھا کے جناب ملک محمد فیاض تھے۔ سرگودھا سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد محکمہ کسٹم میں ملازمت کی۔ زندگی بھر لاہور میں تعینات رہے۔ ڈپٹی سپرڈینٹ کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ملازمت کے دوران ایک قادیانی خاتون کو مسلمان کیا اور پھر اس سے شادی کی۔ ملک صاحب حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے مرید و عاشق صادق تھے۔ پھر قادیانی خاتون کو مسلمان کرکے شادی کی۔ ان دونسبتوں نے خوب رنگ دکھایا۔ ملک صاحب نے عقیدہ ختم نبوت کے فضائل و برکات اہمیت و حساسیت کے موضوع پر کتب پڑھیں، معلومات حاصل کیں۔ قادیانیت کے عقائد و عزائم سے باخبر ہوئے تو ایک مسلمان ہونے کے ناتے عقیدہ ختم نبوت کے مبلغ و داعی بن گئے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے سرکاری حلقہ اثر میں خوب کام لیا۔ ان دنوں سرگودھا میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی باگ ڈور حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی کے ہاتھ میں تھی۔ ملک صاحب حضرت مولانا کو ملنے کے لئے آئے تو پہلی ملاقات میں ایک دوسرے کی محبتوں کے اسیر ہوگئے۔ بہت کم دوستوں کو معلوم ہوگا کہ جناب مولانا محمد اکرم طوفانی کا خانقاہ سراجیہ سے تعلق و وابستگی، حضرت خواجہ خان محمد سے بیعت بھی ملک محمد فیاض کی ترغیب کی مرہون منت تھی۔ اب یہ دونوں حضرات پیر بھائی بھی ہوگئے۔ مشن بھی ایک تھا اخلاص سے ان دونوں کی جوڑی بنی کہ پھر آخر تک ایک ساتھ رہے۔

ملک فیاض صاحب نے ختم نبوت کیلنڈر شائع کرنے کی داغ بیل ڈالی۔ دوستوں سے تعاون لیتے خانقاہ سراجیہ اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے شائع کرتے۔ بعض دوستوں کو لاگت پر مہیا کرتے۔ فری بھی تقسیم ہوتے اور خوب ہوتے۔ ملک صاحب کی

نظریاتی وابستگی بھی ملاحظہ ہو کہ ۲۰۱۹ء کے کیلنڈر کی بات ہو رہی تھی کہ اس کے کچھ دیر بعد دل کی تکلیف ہوئی اور چل دیئے۔ ملک صاحب کا نام بھی فیاض تھا طبیعت میں بھی قدرت نے فیاضی سے کام لے کر ان کو بھی اسم بامسمّٰی بنادیا۔

(۲۰۷۸) محمد فیروز خان (ڈسکہ)، مولانا

(ولادت:۱۹۳۲ء وفات:۹/مارچ ۲۰۱۰ء)

مولانا فیروز خان کے والد گرامی کا نام سمندر خان تھا جو اتمان زئی کی شاخ میر بازی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ہاں مولانا فیروز خان کی ولادت بمقام رتہ پڑ کھیر گام براستہ شاردہ ضلع مظفرآباد آزاد کشمیر میں ہوئی۔ کھیر گام میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا خان زمان ہری پور موضع ڈھینڈہ میں قاضی محمد اسلم صاحب کے ہاں پڑھتے تھے۔ وہ آپ کو بھی ساتھ لے گئے۔ چنانچہ آپ نے قاضی محمد اسلم صاحب، حضرت قاضی خلیل الرحمٰن صاحب سے ابتدائی صرف ونحو سے لے کر مشکوٰۃ شریف تک کتابیں پڑھیں۔ صرف میں تخصص کے لئے ضلع اٹک کے مقام کامرہ اور نحو میں تخصص کے لئے گجرات کے مقام انہی میں بھی پڑھتے رہے۔ گوجرانوالہ میں حضرت مولانا محمد چراغ صاحب کے ہاں عربی فاضل کی تعلیم حاصل کی۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں بھی زیر تعلیم رہے۔ اس دوران دومور یہ پل کے قریب نورانی مسجد میں خطابت بھی کی۔ ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف کے لئے تشریف لے گئے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ایسے مشاہیر سے حدیث شریف کی تکمیل کی۔ دورہ حدیث شریف میں آپ کے ساتھی دیگر حضرات کے علاوہ تبلیغی جماعت کے معروف رہنما مولانا محمد عمر پالن پوری بھی تھے۔ دیوبند میں آپ کو فیروز خان لاہوری کہا جاتا تھا۔ مزید تعلیم کے لاہور میں تشریف لائے۔ میٹرک کی تعلیم حاصل کی۔ پھر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ چونڈہ کے دوستوں نے آپ کے لئے سرکاری ملازمت کے لئے محکمہ تعلیم سے آرڈر کرائے۔ اس دوران میں ڈسکہ کے معروف قادیانی لاٹ پادری ظفراللہ خان کے گھر سے متصل اہل حدیث مسجد کے خطیب نے عارضی طور پر ایک آدھ جمعہ پڑھانے کی لئے دعوت دی۔ وہاں تشریف لے گئے۔ اسی زمانہ میں ظفراللہ خان قادیانی کا طوطی بولتا تھا۔ اس کی بولتی بند کرنے کے جذبہ سے آپ ڈسکہ میں مستقل کام کرنے کے ارادہ سے رک گئے۔

رحمانیہ مسجد کی خطابت آپ کے سپرد ہوئی۔ ان دنوں قادیانی عفریت اکڑفوں کرنے میں یدطولیٰ رکھتا تھا۔ آپ نے قادیانیوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ قادیانی شاطر انگاروں پر لیٹنے لگے۔ عوام مسلمانوں نے مولانا کو اپنا مسیحا جان کر آنکھوں کا تارا بنالیا۔ ڈسکہ کے درودیوار آپ کی خطابت کی جولانیوں سے جھومنے لگے۔ آپ نے مستقل بنیادوں پر رحمانیہ مسجد کے بالمقابل سڑک کے پار خالی سرکاری پلاٹ پر مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ قادیانیوں کو پتہ چلا تو وہ روڑے اٹکانے لگے۔ آپ دیوار بناتے۔ قادیانی گرادیتے۔ کئی بار ایسے ہوا۔ ایک بار جمعہ سے قبل آپ نے دیوار بنائی۔ جمعہ پڑھانے کے لئے منبر پر بیٹھے تو قادیانیوں کو چیلنج کیا کہ اب کی بار گرا کر دکھاؤ تو اپنی شکست مان لوں گا۔ قادیانی اوباشوں نے اسے دیوانے کی بڑسمجھا۔ جمعہ کے دوران ۳۵ قادیانی دیوار گرانے لگ گئے۔ آپ جمعہ پڑھا کر آئے۔ یہ منظر دیکھا تو لاٹھی اٹھائی اور قادیانیوں پر پل پڑے۔ قادیانی سورماؤں کے پتے پانی ہوگئے۔ مولانا کی للکار سے وہ ایسے سراسیمہ ہو کر غائب ہوئے جیسے اذان کی آواز سے معلم الملکوت کے نمائندہ غائب ہوتے ہیں۔ اس واقعہ سے قادیانیوں پر مولانا

کی دھاک بیٹھ گئی۔ جامعہ دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ قائم ہوگیا۔ اس وقت بنین و بنات کے شعبے قائم ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں آپ نے قائم کیا۔ اس وقت تک ہزار ہا بندگان خدا نے اپنی علمی پیاس اس چشمہ فیض سے بجھائی۔

مولانا فیروز خان بہت ہی بہادر انسان تھے۔ بزدل، کم ہمت، مصلحت بین سے آپ کی کبھی نہیں بنی۔ جہاں رہے سربکف رہے۔ یہ تمام بہادری وجرأت آپ کو حضرت مدنی سے ملی تھی۔ آپ نے ان سے بیعت بھی کی۔ ان کے مرید مخلص اور طالب صادق تھے۔ مولانا فیروز خان نے مجلس احرار اسلام میں کام کیا۔ جمعیۃ علمائے اسلام کی تشکیل ہوئی تو حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا مفتی محمود کے ساتھ جمعیۃ کی آبیاری میں برابر کے شریک سفر رہے۔ آپ نے حضرت مدنی کے انتقال کے بعد کسی سے تجدید بیعت نہیں کی۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے بہت ہی نیازمندانہ اخلاص بھرا تعلق تھا۔ لیکن بیعت ان سے لئے نہ کی کہ فرماتے تھے کہ وہ ہمارے امیر ہیں اور جماعتی امور میں امیر سے اختلاف رائے ہوجاتا ہے۔ اگر ان سے بیعت کا تعلق ہو تو اپنے شیخ سے اختلاف رائے تصوف کی روح کے خلاف ہے۔ مولانا فیروز خان کی بہادری وجرأت ضرب المثل تھی۔ بلامبالغہ وہ سیف بے نیام اور شیر غرّ اں تھے۔ ان کے ساتھ اسلاف کی بہادری وجرأت کی داستانیں وابستہ تھیں۔ آپ زندگی کی آخری سانس تک جمعیۃ کے ساتھ وابستہ تھے۔

مولانا فیروز خان کا قیام ڈسکہ قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے تھا۔ قدرت نے آپ کو کامیاب کیا۔ قادیانیوں کی جائیدادیں بک گئیں۔ ظفراللہ قادیانی کی کوٹھی ظفراللہ کی قبر کی طرح تاریک ہے اور موذی جانوروں کا مرکز ہے۔ کافر کے دل کی طرح اس کی ویرانی بھی فاعتبروا یااولی الابصار! کا منظر پیش کررہی ہے۔ مولانا فیروز خان ہمیشہ ختم نبوت کے مناّ در ہے۔ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات بھی ضلع سیالکوٹ کے باسی تھے۔ ڈسکہ بھی سیالکوٹ میں واقع ہے۔ اس نسبت سے مولانا فیروز خان کے مولانا محمد حیات سے مثالی تعلقات تھے۔ مولانا محمد حیات بھی دلی طور پر آپ کے قدردان تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے بہت کام لیا۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لانا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ صحت کے زمانہ میں رات کے اجلاس سے خطاب فرماتے۔ جب صحت مضمحل ہوئی تو پہلے دن ظہر سے قبل تشریف لاتے۔ ظہر کے بعد بیان کر کے واپس تشریف لے جاتے۔ قادیانی ضلع سیالکوٹ میں کوئی شرارت کرتے تو علمائے کرام میں سے سب سے پہلے مولانا فیروز خان میدان عمل میں اترتے۔ حق تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور بنائے۔ ان کے صاحبزادگان کو ان کا حقیقی معنوں میں جانشین بنائے۔

مولانا مرحوم کے جانے سے علماء حق کی حق گوئی وجرأت کا ایک باب مکمل ہوگیا ہے۔ آپ نے جس تندہی اور جانفشانی سے دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ کو بام عروج تک پہنچایا۔ وہ آپ کے لئے یقیناً صدقہ جاریہ ہے۔ مولانا فیروز خان ایک عالم دین ہی نہیں تھے۔ بلکہ ان کی ذات ایک انجمن تھی۔ ایک تحریک تھی۔ ان کی یادوں کے تذکرے مدتوں رہیں گے۔ ان ایسے مخلص مجاہد عالم دین کا وجود اس دور میں نشان منزل تھا۔ وہ کیا گئے تاریخ کا ایک باب مکمل ہوگیا۔

مولانا فیروز خان دراز قامت، مضبوط کسرتی جسم، رنگ سرخ، داڑھی کے بال گھنے اور خمدار، مونچھیں رعب ودبدبہ کا پرتو لئے ہوئے، سر پر ہمیشہ رومال باندھتے تھے۔ اہل علم کے قدردان تھے۔ دل وزبان ایک تھے۔ وفاق المدارس، جمعیۃ علمائے اسلام کے اجلاسوں میں جس بات کو حق سمجھتے تھے بروقت ڈنکے کی چوٹ پر اس کا اظہار کرتے تھے۔ مولانا فیروز خان آخر تک چاک وچوبند رہے۔ جب سے اہلیہ محترمہ کا وصال ہوا تو خود بھی نڈھال ہوگئے۔ وقت موعود آن پہنچا۔ لاہور ہسپتال لے جایا گیا۔ وہاں سے خود

تقاضہ کر کے واپس ڈسکہ آ گئے۔ ان کی وفات کی خبر سے پورا علاقہ سوگوار ہوگیا۔ بہت بڑا جنازہ ہوا۔ چشم فلک نے ڈسکہ کی سرزمین پر جنازہ کا پہلے ایسا منظر نہ دیکھا ہوگا۔ مدرسہ کے قریب پہلے سے متعین کردہ مقام پر آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت کو بقعۂ نور بنائیں۔ آمین!

ایک بار قادیانیوں نے ضلعی افسروں سے ساز باز کر کے دو ماہ کے لئے مولانا محمد فیروز خان کی زبان بند کرا دی۔ مولانا نے ان دنوں ایک کتابچہ تحریر فرما کر شائع کر دیا۔ جس کا نام ہے: ’’آئینہ قادیانیت‘‘ ہماری سعادت ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں اسے بھی شامل اشاعت کیا ہے۔

(۲۰۷۹) محمد قاسم جمالی (بدین)، مولانا

(وصال: ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۸ء)

مولانا محمد قاسم جمالی زپ شریف تحصیل تلہار ضلع بدین، مولانا نور محمد سجاولی اور مولانا عبدالغفور قاسمی کے شاگرد تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں بہت ہی خوبیوں سے نوازا تھا۔ حق گو انسان تھے۔ دورۂ حدیث کرنے کے بعد گولارچی ضلع بدین کی جامع مسجد مدینہ میں بطور خطیب مقرر ہوئے۔ قادیانیت کا خوب تعاقب کیا۔ آپ کو قادیانیت کی سرکوبی کے لئے ایک بے نیام تلوار سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے کئی مرتبہ جیل بھی کاٹی۔

(۲۰۸۰) محمد قاسم (سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ حیدر آباد دکن)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت محمد قاسم کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۶۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۰۸۱) محمد قاسم شاہ (سرگودھا)، حضرت مولانا سید

(ولادت: ۱۹۴۷ء ...... وصال: ۲۶/اپریل ۲۰۱۷ء)

امام پاکستان حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی کے صاحبزادہ اور جانشین حضرت مولانا سید محمد قاسم شاہ نے تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ سراج العلوم بلاک نمبر ۱ سرگودھا سے کیا۔ جامع مسجد فاروق اعظم سرگودھا میں مولانا سید احمد شاہ چوکیروی کا وصال ہوا تھا۔ فراغت کے بعد سید محمد قاسم شاہ نے اپنے والد گرامی کی مسجد اور ان کے جاری کردہ رسالہ ماہنامہ ’’الفاروق‘‘ سرگودھا کو سنبھالا۔ پھر لاری اڈہ کے قریب ایک کالونی میں جامع مسجد الفاروق تعمیر کی اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ مولانا سید محمد قاسم شاہ نے اپنے والد کے زمانہ سے قائم کردہ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے کورس اور دارالمبلغین کو آخری وقت تک جیسے کیسے جاری رکھا۔ حتیٰ کہ وفات سے قبل اس سال شعبان کے دارالمبلغین کا اشتہار بھی شائع کیا۔

مولانا سید احمد شاہ چوکیروی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ اسی طرح آپ کو خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے کے اجازت یافتہ حضرت خواجہ غلام حسین پیر آف سواگ شریف والوں سے بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ اپنے صاحبزادہ سید محمد قاسم کو لے کر سواگ شریف گئے کہ ان کی زبان میں لکنت ہے۔ پیر صاحب نے دعا کی اور فرمایا کہ تقریر کے دوران لکنت کا اثر نہ ہوگا اور یہ کہ خوب تقریر کریں گے۔

واقفین جانتے ہیں کہ آپ کی تمام گفتگو میں تو لکنت کا اثر ہوتا تھا۔ لیکن تقریر اس روانی سے کرتے تھے کہ کسی لفظ پر زبان نہ رکتی تھی۔ آخیر عمر میں مولانا سید محمد قاسم شاہ اپنے والد، حضرت لاہوری، حضرت مولانا عبیداللہ انور، مولانا محمد امین اوکاڑوی کا نام آتا تو بے ساختہ ان پر رقت طاری ہوجاتی تھی۔ والد مرحوم کی طرح سید محمد قاسم شاہ بھی عقیدۂ ختم نبوت کے زندگی بھر داعی رہے۔

(۲۰۸۲) محمد قاسم نانوتوی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۲۴۸ھ/ ۱۸۳۲ء ...... وفات ۱۲۹۷ھ/ ۱۵/اپریل ۱۸۸۰ء)

تاریخی نام خورشید حسن ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ اسد علی تھا۔ حضرت نانوتوی کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے۔ ناظرہ قرآن مجید اور معمولی لکھنا پڑھنا گھر پر جلد ہی سیکھ لیا۔ والد صاحب نے آپ کو نانوتہ سے دیوبند بھجوادیا۔ مولانا نے یہاں پر عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر سہارنپور اپنے نانا جی کے پاس آ گئے۔ یہاں مولانا محمد نواز سہارنپوری سے آپ نے فارسی وعربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ محرم ۱۲۶۰ھ/ جنوری ۱۸۴۴ء میں حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی کے ہمراہ دہلی آ گئے۔ مولانا مملوک سے عربی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث شریف شاہ عبدالغنی مجددی سے پڑھا۔ چند مطابع میں تصحیح کتب کا کام کیا۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ان دنوں بخاری شریف کا حاشیہ لکھ رہے تھے۔ انہوں نے بخاری شریف کے آخری پانچ چھ سپارے آپ کے سپرد کئے۔ جو آج تک ہندوستان و پاکستان میں بڑے سائز کے بخاری شریف کے نسخہ کے ساتھ چھپ رہے ہیں۔ جب اہل علم نے ان سپاروں پر اس شرح کو دیکھا تو حضرت احمد علی محدث سہارنپوری کے انتخاب کی داد دی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ میں بیت اللہ شریف کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے قدموں سے نہریں نکل کر چہار سو پھیل رہی ہیں۔ مولانا مملوک علی صاحب نے اس کی تعبیر یہ فرمائی تھی کہ تمہارے سے علم دین کا فیض چہار سوئے عالم بکثرت جاری ہوگا۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو لسان عطا فرماتا ہے۔ جیسے حضرت شاہ شمس تبریز کی لسان حضرت مولانا روم کو بنایا۔ اسی طرح مولانا محمد قاسم نانوتوی کو میری لسان بنایا ہے۔ جو میرے دل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ مولانا محمد قاسم صاحب کی زبان پر جاری فرما دیتے ہیں۔

حضرت نانوتوی نے عملاً جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ میدان کارزار میں بھی اترے۔ آپ کو دوران جہاد گولی بھی لگی۔ جس سے خون اتنا نکلا کہ آپ کے کپڑے تربتر ہوگئے۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو زندہ سلامت رکھا۔ آپ تھانہ بھون کے معرکہ میں سپہ سالار مقرر کئے گئے تھے۔ مولانا اپنے دور کے بہت ہی بہادر عالم دین تھے۔ اس معرکہ کے بعد آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب نے حجاز مقدس ہجرت اختیار کی۔ حضرت گنگوہی گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور بری کر دیئے گئے۔ مولانا محمد قاسم

نانوتوی نے وارنٹ جاری ہونے کے بعد تین دن تک روپوشی اختیار کی۔ تین دن کے بعد باہر آ گئے۔ جگہ بدلتے رہے۔ لیکن روپوشی ختم کر دی۔ ساتھیوں نے وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ تین دن روپوشی سنت ہے۔ اس سے زیادہ سنت کے خلاف ہوگا۔ جب حالات اعتدال پر آئے تو آپ نے رفقاء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب انگریز نے اپنے اقتدار کو مزید پکا کرنے کے لئے راہیں اختیار کیں اور مختلف حیلوں سے اہل اسلام، اہل ہند کو کمزور کرنے کے لئے اس نے منصوبے بنائے۔ ٹڈی دل کی طرح انگلستان سے پادریوں نے ہند میں آ کر وہ دھما چوکڑی قائم کی کہ الامان، اس دور میں مستقل بنیادوں پر اہل اسلام کے ایمان اور اسلام کے ثبات و بقا کے لئے جن حضرات نے اقدام کئے حضرت نانوتوی اس قبیلہ عشق و وفا کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ حضرت حاجی عابد حسین دارالعلوم کے پہلے مہتمم تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس تھے اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی تھے۔

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو دارالعلوم کی بنا رکھی گئی۔ پہلے استاذ ملاّ محمود دیوبندی تھے اور پہلے شاگرد محمود حسن دیوبندی تھے۔ مسجد چھتہ کے صحن میں انار کے درخت کے نیچے درس کا آغاز کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست حضرت نانوتوی، دوسرے سرپرست حضرت گنگوہی، تیسرے سرپرست حضرت شیخ الہند، چوتھے سرپرست حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، پانچویں سرپرست حضرت تھانوی ہوئے۔ اس کے بعد اس عہدہ کا استعمال ترک کر دیا گیا۔ دارالعلوم کے پہلے مہتمم حضرت حاجی عابد حسین، دوسرے مہتمم حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندی، تیسرے مہتمم حاجی محمد فضل حق دیوبندی، چوتھے مہتمم حضرت مولانا منیر احمد نانوتوی، پانچویں مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مقرر ہوئے۔ حافظ محمد احمد صاحب حضرت نانوتوی کے صاحبزادے اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کے والد گرامی تھے۔ چھٹے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، ساتویں مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب بنے۔ آپ کے بعد حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن بجنوری اور آج کل حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم ہیں۔ غرض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر اسلامیان ہند پر ہی نہیں بلکہ اسلامیان عالم پر احسان کیا کہ آج پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند کے چشمہ سے علم و فضل کا وہ فیض جاری ہے جو اصلها ثابت و فرعها فی السماء کا مصداق ہے۔

مباحثہ چاند پور

حضرت نانوتوی نے مسلمانوں کے دین و ایمان کی سلامتی کے لئے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر ترویج و اشاعت اسلام کا مستقل بنیادوں پر اہتمام کر دیا۔ لیکن انگریز نے جہاں ہند پر قبضہ کیا وہاں وہ اہل ہند کو مسیحی بنانے کے منصوبے بنانے لگا۔ ہند میں انگلستان سے پادری بلائے گئے۔ انہوں نے پورے ہند میں حکومتی وسائل سے فائدہ اٹھا کر صبح و شام ساون کے مینڈکوں کی طرح گلی وکوچہ، بازار، شہروں اور دیہاتوں میں وہ اودھم مچایا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ اس زمانہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے عیسائیوں کی کتاب انجیل کے محرف ہونے کے دلائل کو ''اظہار الحق'' میں یکجا کر دیا۔ مولانا آل حسن نے مسیحی عقائد کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اپنی کتاب ''استفسار'' میں وہ دلائل جمع کر دیئے کہ اس عنوان پر اس سے بہتر کیا کوئی خدمت سرانجام دے گا؟ اب ایک مناظرہ کا میدان رہ گیا تھا۔ وہ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حصہ میں رہا۔ ہوا یہ کہ شاہ جہان پور سے پانچ چھ میل کی مسافت پر چاند پور ہے۔

وہاں پر مسیحی حضرات کی تجویز سے ایک ہندو رئیس منشی پیارے لال کبیر پنتھی نے ۱۸۷۶ء میں ایک مذہبی اجتماع ''میلہ خداشناسی'' منعقد کیا۔ اس میں ہندو مسیحی اور مسلمان علماء کو باہمی مباحثہ کی دعوت دی۔ مگر لالہ جی نے ایک لکھی لکھائی ہندو مذہب کے عقائد پر پہیلی نما تحریر سنا کر، میدان مسیحوں اور مسلمانوں کے لئے خالی کر دیا۔ عیسائیوں کے نامی گرامی دیگر پادریوں کے علاوہ نولس پادری بھی آیا ہوا تھا۔ جو بڑا لسان، عمدہ مقرر اور چوٹی کا مناظر تھا۔ پادری نولس نے موقف ودعویٰ یہ اختیار کر لیا ''مسیحی دین کے مقابلہ میں دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں'' حضرت نانوتوی، حضرت شیخ الہند، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا سید ابوالمنصور دہلوی ایسے اکابر موجود تھے۔ پہلے دن تو تمام حضرات مسیحوں سے سوال وجواب کرتے رہے۔ مگر دوسرے دن صرف حضرت نانوتوی کو میدان میں اتارا گیا۔ آپ نے حقانیت اسلام پر ایسے دلائل پیش کئے کہ ان کے آگے اس پادری کی پیش نہ گئی۔ پہلے دن مسیحی حضرات کے اعتراضات کے جوابات ہو چکے تھے۔ اب مسیحیت کی تثلیث وابنیت وکفارہ پر آپ نے آج جو اعتراضات اٹھائے تو مجمع داد تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اختتام مجلس پر خود مسیحی مناظر باہمی کہتے ہوئے سنے گئے کہ آج ہم مغلوب ہوگئے۔ (میلہ خداشناسی ص ۳۸)

اسلام کی حقانیت وصداقت اور مسیحیوں کی شکست وریخت کا منظر اس کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مباحثہ شاہ جہان پور

مناظرہ چاند پور کے بعد ۱۸۷۶ء ہی میں شاہ جہان پور میں اہل اسلام اور باطل طبقات کے درمیان مباحثہ طے ہوا۔ پنڈت دیانند سرسوتی، منشی اندرمن، پادری اسکاٹ مفسر انجیل اور پادری نولس میدان میں لائے گئے۔ متعدد مشاہیر اسلام اس موقع پر موجود تھے۔ مگر گفتگو کے لئے ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو میدان میں اتارا گیا۔ ہندو والے تو وقت کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر آؤٹ ہوگئے۔ اب میدان میں مسلمان اور مسیحی رہ گئے۔ حضرت نانوتوی نے عقلی ونقلی دلائل کے وہ انبار لگائے۔ ایسی صحیح وقطعی دلیلیں پیش کیں کہ مسیحی مناظر کوئی معقول جواب تو درکنار ایسے دم بخود ہوئے کہ دنیا کو ششدر کر دیا۔ اسلام اور اہل اسلام کا بول بالا ہوا۔ مسلمانوں کی کھلی فتح کا مسلمانوں اور مسیحیوں کے علاوہ متعصب ہندوؤں نے بھی اعتراف کیا۔ خود منشی پیارے لال نے کہا کہ: ''مولوی قاسم صاحب کا کیا حال بیان کیجئے۔ ان کے دل پر علم کی سرتی (علم کی دیوی) بولتی رہی تھی۔'' (مباحثہ شاہجہان پور ص ۹۲)

اسی طرح پادری تاراچند سے بھی حضرت نانوتوی کا مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے سوانح قاسمی ص ۱۵ پر لکھا ہے:

''ایک پادری تاراچند نام تھا۔ اس سے گفتگو ہوئی۔ آخر وہ بند ہوا اور گفتگو سے بھاگا۔ سچ ہے شیروں کا مقابلہ لومڑیاں کیا کرسکیں؟''

آریہ کا فتنہ

آریہ کے پرچارک سوامی دیانند سرسوتی کی بدکلامی وبدزبانی کا اندازہ اس کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے چودھویں باب سے لگایا جاسکتا ہے کہ کتنا دریدہ دہن تھا۔ وہ ۱۸۷۸ء میں ''رڑکی'' آیا، دن رات اسلام کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔ حضرت نانوتوی نے اپنے شاگردوں کی جماعت کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ سوامی دیانند کو معلوم تھا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی ضیق النفس (دمہ) کے مریض ہیں۔ سفر نہیں کر سکتے۔ اس نے آپ کے شاگردوں سے مناظرہ نہ کرنے کے لئے عذر یہ تراشا کہ مجھے مولانا نانوتوی کے بغیر کسی سے مناظرہ نہیں کرنا۔ حالانکہ حضرت شیخ الہند، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا عبدالعدل موقع پر موجود تھے۔ اب سوامی دیانند کی آڑ توڑنے کے

لئے بیماری کے باوجود حضرت نانوتوی نے سفر کیا۔ آپ شہر میں قیام پذیر ہوئے۔ دیانند سوامی چھاؤنی میں قیام پذیر تھا۔ مولانا کی آمد کا سنا تو اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ آپ اتمام حجت کے لئے کرنل صاحب کی کوٹھی پر چھاؤنی چلے گئے۔ کپتان اور کرنل صاحب نے آپ کا اکرام کیا اور سوامی دیانند کو کرنل صاحب نے بلا کر کہا کہ آپ مولانا سے مجمع عام میں کلام کیوں نہیں کرتے۔ تمہارا کیا نقصان ہے؟ اس نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے۔ کرنل صاحب نے کہا کہ میری کوٹھی پر بحث ہو جائے۔ ہم فساد روکنے کا انتظام کرلیں گے۔ دیانند نے کہا: نہیں ہم تو صرف اپنی کوٹھی پر بات کریں گے اور اجتماع عام بھی نہ ہو۔ حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ ابھی اجتماع عام نہیں ہے۔ ابھی گفتگو کرلیں۔ آپ اعتراض کریں اور جواب لیں۔ یا ہمارے سنیں اور جواب دیں۔ دیانند نے کہا کہ میں گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا۔ مولانا نے فرمایا: ابھی ارادہ کرلیں۔ اس میں کیا دیر لگتی ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ بازار میں، گھر پر، شہر میں، کسی کونہ میں، عوام میں، خواص میں جہاں چاہیں میں گفتگو کے لئے تیار ہوں۔ اس نے کہا کہ سوائے اپنی کوٹھی کے اور کہیں میں گفتگو کے لئے تیار نہیں۔ اگلے دن کا وقت طے ہوا۔ لیکن پولیس کو کہہ کر مولانا کی کوٹھی آمد پر پابندی لگوا دی۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند، مولانا عبدالعدل کے تین روز بیان ہوتے رہے اور پنڈت دیانند کو برابر غیرت دلاتے رہے۔ مگر اسے سانپ سونگھ گیا۔ آخر حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ اچھا میری مجلس میں آکر میرے وعظ میں بیٹھ جاؤ۔ اس کی بھی اسے جرأت نہ ہوئی۔ سوامی دیانند سرسوتی نے اسلام پر اصولی گیارہ اعتراض کئے۔ آپ نے دس اعتراضات کا جواب ''انتصار الاسلام'' اپنی کتاب میں دیا۔ گیارھویں اعتراض کا جواب ''قبلہ نما'' میں دیا۔ دیانند، رڑکی سے بھاگا، میرٹھ گیا۔ آپ میرٹھ پہنچ گئے۔ دیانند وہاں سے فرار اختیار کر گیا۔ اس کے بعد اس کے ایک چیلے لالہ نندلال نے اسلام کے خلاف ایک مضمون لکھا۔ آپ نے اس کا جواب ''ترکی بہ ترکی'' اپنے رسالہ میں دیا۔ غرض میرٹھ سے دوڑا تو کہیں کا کہیں جا پہنچا۔ نہ کوئی راہ نظر آئی، نہ سر چھپانے کو اوٹ۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی زندہ باد ہوئے اور دیانند خائب وخاسر۔

حضرت نانوتوی کی ''تحذیر الناس'' پر بعض بدنصیبوں نے اعتراض کیا۔ حضرت مولانا خواجہ قمرالدین سیالوی نے فرمایا کہ: ''معترضین کی کھوپڑی حضرت نانوتوی کی جوتی کے تلوے کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔''

حضرت نانوتوی اور عشق رسالت مآب ﷺ کے چند واقعات

۱...... ہندوستان میں سبز رنگ کا عمدہ جوتا تیار ہوتا ہے۔ جس پر شاندار کڑاھی کی جاتی ہے۔ شرفاء استعمال کرتے ہیں۔ حضرت نانوتوی نے ساری زندگی استعمال نہیں کیا کہ اس کا رنگ سبز ہے۔

۲...... حضرت نانوتوی حج کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ نظر آتے ہی سواری سے اتر گئے اور پیادہ سفر کیا۔ کئی میل پیادہ پتھریلی زمین پر سفر کرنا پڑا۔

۳...... مدینہ طیبہ قیام کے دوران کھانا پینا بہت کم کر دیا۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک دو بار تقاضا کے لئے جانا ہوتا تو اتنے دور نکل جاتے کہ مدینہ طیبہ وہاں سے نظر نہ آئے۔ جتنے دن قیام رہا اتنے دن اس پر سختی سے کاربند رہے۔

۴...... قصائد قاسمی پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنے بڑے عاشق رسول تھے۔ ایک دو شعر پیش خدمت ہیں:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں　　تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان بھی ہموار

اکیلا یہ قصیدہ ایک سو اکاون اشعار پر مشتمل ہے۔

حضرت نانوتوی نے تین حج کئے۔ ان کی شخصیت کا بانکپن ہر زائر کے دل و دماغ پر سایہ فگن نظر آتا ہے۔ مقبرہ قاسمی دیوبند میں آج ہزاروں صاحب علم و فضل مدفون ہیں۔ یاد رہے کہ اس قبرستان میں سب سے پہلی قبر مبارک آپ کی بنی تھی۔ ان دنوں یہ قبرستان شہر سے باہر تھا آج تو شہر کے وسط میں آ گیا ہے۔

(۲۰۸۳) محمد قاسم، جناب ملک

(پیدائش: ۱۹۲۹ء، شمس آباد اٹک ...... وفات: ۱۷ر ستمبر ۱۹۹۶ء)

سیاستدان، نامور مسلم لیگی، ایک لیگی دھڑے کے صدر بھی رہے۔ پارلیمنٹ کے ممبر رہے۔ پارلیمانی سیکرٹری بنے۔ عبوری حکومت میں رہے۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا بیان ملاحظہ ہو: ’’پاکستان مسلم لیگ ختم نبوت پر ایمان رکھتی ہے۔ اس کا ایمان ہے جو کوئی اس عقیدہ پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے اور اس کے لئے کسی عدالتی فیصلے کی ضرورت نہیں۔ سانحہ ربوہ وطن عزیز کے خلاف ایک منظّم سازش کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد بچے کھچے پاکستان کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے سواء کچھ نہیں۔‘‘

(ہفت روزہ لیل و نہار ایڈیٹر مجیب الرحمٰن شامی جولائی ۱۹۷۴ء)

(۲۰۸۴) محمد کاظم حبیب (بھیں ضلع چکوال)، جناب

جناب محمد کاظم حبیب نے ’’ارتداد، ماضی اور حال کے آئینہ میں‘‘ کتاب عربی زبان میں تحریر فرمائی۔ دارالعروبہ منصورہ لاہور نے اس کا اردو میں ترجمہ شائع کرنے کا فرض نبھایا۔ فتاویٰ ختم نبوت میں عالمی مجلس نے پوری کتاب کو شائع کیا۔ اس عنوان پر جامع اور عمدہ مواد اس پر جمع کر کے ریکارڈ قائم کیا گیا ہے۔

(۲۰۸۵) محمد کامران شہید (کوئٹہ)، جناب صاحبزادہ

(پیدائش: ۱۹۸۰ء ...... وفات: ۱۵ر مئی ۲۰۰۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے بزرگ رہنما حاجی نعمت اللہ کے نوجوان فرزند، مجاہد ختم نبوت محمد کامران مختصر علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ حاجی نعمت اللہ صاحب کا آبائی وطن مردان ہے۔ ۱۹۶۰ء میں مردان سے مستقل طور پر کوئٹہ میں منتقل ہو گئے۔ حاجی نعمت اللہ بچپن سے صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ علمائے دین سے محبت اور اہل حق سے تعلق ہی ان کو ۱۹۷۷ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں لے آیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ کی حیثیت سے مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کی تقرری کوئٹہ میں ہوئی تو ان کے اخلاص اور محبت کی بدولت حاجی نعمت اللہ اور دوسرے کئی ساتھی ختم نبوت کے کاز کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ اس طرح حاجی نعمت اللہ کا مجلس میں شامل ہونا مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کے کارناموں میں سے ہے۔ اس وقت لے کر آج تک ختم نبوت کے مشن کے لئے اپنی زندگی وقف کئے

ہوئے ہیں۔ اللہ پاک نے ۱۹۸۰ء میں بطور نعمت حاجی نعمت اللہ صاحب کو محمد کامران عطاء فرمایا۔ محمد کامران بچپن سے لے کر جوانی تک بہت لائق ثابت ہوا۔ بی۔ایس۔سی تک عصری تعلیم حاصل کر لی۔ گھر میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا ماحول پایا۔ ختم نبوت کے جلسوں، کانفرنسوں اور تقریبات میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ شرکت کرتا رہا۔ نماز، روزہ کا پابند تھا۔ تقویٰ و پرہیزگاری اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی اور رحم دلی کے جذبات رکھتا تھا۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ ان کا لگاؤ تھا۔ ختم نبوت کی جماعت میں تو وہ شمع ختم نبوت کا پروانہ تھا۔

مئی ۲۰۰۸ء میں ان کو اپنڈکس کی تکلیف ہوئی۔ طب کی دنیا میں اپنڈکس کا آپریشن کوئی بڑا آپریشن شمار نہیں کیا جاتا۔ مگر جب رب کی طرف سے بلاوا آ جاتا ہے تو کوئی معمولی سی تکلیف بھی بہانہ بن جاتی ہے۔ ہسپتال میں زیر علاج ہی تھے کہ رب کریم کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ اچانک وقت نزع شروع ہو گیا۔ ایسی حالت میں نہ جانے کیا ذہن میں آیا کہ بلند آواز سے کہا کہ: ''مرزا غلام احمد قادیانی لعنتی ہے، میں اس کا مقابلہ کروں گا۔'' اور کلمہ پڑھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ حالت نزع میں ایسے جملوں کی ادائیگی پر سب لوگ حیران تھے اور اسے ختم نبوت کے مسئلہ کے ساتھ محبت کی نشانی اور ختم نبوت کے ڈاکو مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ بغض وعداوت کا اظہار خیال کر رہے تھے۔

کامران کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور مرکزی جامع مسجد کوئٹہ کے خطیب مولانا قاری انوار الحق حقانی نے پڑھائی۔ جس میں شہر بھر کے علماء کرام، طلباء، تاجر برادری اور دوسرے لوگوں نے شرکت کی اور کوئٹہ کے مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

(۲۰۸۶) محمد کامل شاہ (شاہ جہان پور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولانا محمد کامل شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۱۰۵ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۰۸۷) محمد لدھیانوی، مولانا

(پیدائش: ۱۸۳۰ء ...... وفات: ۱۹۰۳ء)

مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبدالقادر لدھیانوی کے ہاں گاؤں بلیاوال لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دینی تعلیم گھر پر اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد اپنے والد کے ہمراہ ستلانہ علاقہ پٹیالہ میں روپوش رہے۔ پھر کانپور کے ایک مکتبہ میں تصحیح کا کام بھی کیا۔ عظیم آباد پٹنہ میں رہے اور عرصہ تک ایک مسجد میں طلباء کو پڑھاتے رہے۔ لدھیانہ واپسی پر گرفتار کر لئے گئے اور تین ماہ بعد رہا ہو گئے۔

مرزا قادیانی ۱۴؍جمادی الاوّل ۱۳۰۱ھ/ ۱۳؍مارچ ۱۸۸۴ء میں لدھیانہ آیا تو مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی نے جو براہین احمدیہ پڑھ چکے تھے انہوں نے لوگوں کو کہا کہ مرزا مجدد نہیں بلکہ ملحد وزندیق ہے۔

اس کی پوری روئیداد فتویٰ قادریہ میں موجود ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہم نے فتاویٰ ختم نبوت جلد۲ میں بھی درج کیا ہے۔ ان علمائے لدھیانہ کا ایک اشتہار رئیس قادیان ص۴۰۷، ۴۰۸ پر نقل ہوا جو یہ ہے:

علماء لدھیانہ نے ایک اشتہار عنوان ''الحق یعلو و لا یعلی'' شائع کیا۔ جس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھا: ''مرزا غلام احمد قادیانی اس مضمون کے اشتہار شائع کر رہے ہیں کہ عیسیٰ موعود میں ہوں۔ مولوی محمد اور مولوی عبداللہ اور مولوی عبدالعزیز وغیرہ مجھ سے گفتگو کر لیں۔ اس کے جواب میں التماس ہے کہ ہم نے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں فتویٰ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے رسالہ نصرت الابرار اور فیوضات مکی میں بحوالہ فتویٰ حرمین شریفین لکھ چکے ہیں کہ یہ شخص اور اس کے ہم عقیدہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل نہیں اور ہمارا یہ قطعی اور حتمی فیصلہ ہے کہ جو لوگ مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں وہ شرعاً کافر ہیں۔ پس مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ مناظرہ کے لئے کسی رئیس شہر مثلاً شہزادہ نادر صاحب یا خواجہ احسن شاہ یا کسی اور رئیس کا مکان تجویز کر کے ہمیں یہ تحریری اطلاع دیں کہ فلاں مقام پر آ کر ہم سے مناظرہ کر لیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک قادیانی صاحب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لہٰذا ان کو سب سے پہلے اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا اور اگر انہوں نے اپنا مسلمان ہونا ثابت کر دکھایا تو پھر ان کے عیسیٰ موعود ہونے پر گفتگو ہوگی۔ اگر مرزا قادیانی بوجہ علمی بے بضاعتی کے تنہا مناظرہ نہ کر سکیں تو اپنے متبعین کو ساتھ لے کر میدان مناظرہ میں آئیں اور اگر مریدوں کی نصرت ویاری کافی نہ ہو تو پھر ان اہل علم حضرات کو ساتھ لے کر میدان مباحثہ میں تشریف لائیں جو ان کو دائرہ اسلام میں داخل سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے جلسہ اولیٰ میں مبادیات بحث طے کی جائیں گی۔ اس کے بعد اصل موضوع پر گفتگو ہوگی۔ اگر مرزا قادیانی کو اپنا اسلام ثابت کرنے میں دشواری ہو تو ہم ان کی خدمت میں نہایت آسان طریقہ پیش کرتے ہیں، اس کو اختیار کر لیں۔ اس میں ان کا ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہمارے خرچ پر ہمارے ساتھ مکہ معظّمہ یا قسطنطنیہ چلے چلیں اور وہاں دریافت کریں کہ جس شخص کے یہ عقیدے ہوں وہ تمہارے نزدیک دائرہ اسلام میں داخل ہے یا خارج؟

اگر مرزا قادیانی کو یہ پابندی شرائط مباحثہ کرنا منظور ہو تو عید یا جمعہ کے مجمع میں حاضر ہو کر گفتگو کر لیں اور اگر ان مین سے کوئی بات بھی منظور نہ ہو تو لازم ہے کہ اپنے عقائد کفریہ سے تائب ہوں اور اپنی توبہ کا اعلان کر دیں۔ الغرض ہماری تحریرات قدیمہ وجدیدہ کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ شخص مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں جو اس کے معتقد یا پیرو ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے۔ کتب فقہ میں یہ مسائل باب مرتد میں صراحۃً مذکور ہیں۔ جب ہم نے ۱۳۰۱ھ میں مرزا قادیانی کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا تھا تو لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی ضدی ہیں۔ لیکن خدائے قدوس نے ہمارے فتویٰ کی صداقت خود مولوی محمد حسین بٹالوی کی تحریروں سے ظاہر کر دی جو ان ایام میں قادیانی کے سب سے بڑے معاون تھے اور ہماری طرح علماء مکہ معظّمہ نے بھی بالاتفاق قادیانی کو کافر وبے دین قرار دیا۔ اب وہ باشندگان لدھیانہ، جو مرزا قادیانی سے حسن اعتقاد رکھتے ہیں یا وہ لوگ جو مرزا قادیانی کے کفر وارتداد میں متردد ہیں۔ مرزا قادیانی کو ہمراہ لے کر ہمارے پاس آئیں اور گفتگو کرائیں۔''

المشتہرین: مولوی محمد، مولوی عبداللہ، مولوی عبدالعزیز، ساکنین لدھیانہ، مؤرخہ ۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ/ ۹ رمئی ۱۸۹۱ء

(۲۰۸۸) محمد مالک شہید (ننکانہ)، جناب

(ولادت: ۱۹۸۰ء ...... شہادت: ۱۱؍ستمبر ۲۰۰۸ء)

محمد مالک ننکانہ کے علاقے چوہدری محمد بوٹا کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے پرائمری تک مقامی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ نویں جماعت کے لئے ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ سکول میں قادیانی لڑکے بھی تھے۔ کسی قادیانی نے ہم جماعت طلباء کو قادیانیت کی تبلیغ کی تو آپ نے اسے ٹوکا۔ نوبت لڑائی تک پہنچی۔ جس پر والدین نے سکول سے فارغ کرادیا اور کھیتی باڑی کے کام پر لگادیا۔ علاقہ میں قادیانیوں کا اثرورسوخ تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ کے ساتھ مل کر قادیانیت کے خلاف بھرپور جدوجہد کی۔ رات کو اندھیرے میں قادیانی غنڈوں نے ۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کو شہید کیا۔ فقید المثال نماز جنازہ ہوئی۔

(۲۰۸۹) محمد مالک کاندھلوی (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۵ء ...... وفات: ۲۱؍اکتوبر ۱۹۸۸ء)

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی بہت بڑے عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ فراغت کے بعد جامع العلوم بہاول نگر اور پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار خان میں آپ پڑھاتے رہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو مولانا محمد مالک کاندھلوی کو والد گرامی کی مسند حدیث پر جامعہ اشرفیہ لاہور میں بطور شیخ الحدیث کے لایا گیا۔ آپ نے اپنے والد گرامی مرحوم کی نیابت کا حق ادا کردیا۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی خوب صاحب علم شخصیت تھے۔ علمی وقار کے ساتھ ساتھ بہت باغ و بہار طبیعت پائی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام منعقد ہونے والی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر آپ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی جامعہ اشرفیہ کے ''شیخین'' تشریف لاتے تھے۔ جس اجلاس میں شرکت فرماتے اس اجلاس کی بہاریں بھی جوبن کو چھونے لگ جاتیں۔

۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ جسے قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کردیا۔ تب مولانا محمد مالک کاندھلوی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رکین تھے۔ آپ نے وفاقی شرعی عدالت میں اہل اسلام کی طرف سے قادیانی مؤقف کے خلاف نمائندگی کرتے ہوئے ایک وقیع بیان جمع کرایا۔ جسے بعد میں کتابی شکل میں جولائی ۱۹۸۴ء میں شائع کیا گیا۔ اس کا نام ہے: ''قادیانی غیرمسلم اقلیت بن کر رہیں یا اسلام قبول کریں'' فقیر کی سعادتمندی ہے کہ احتساب قادیانیت جلد ۴۱ میں اس کتاب کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(۲۰۹۰) محمد متین ہاشمی، مولانا سید

(ولادت: ۱۷؍اگست ۱۹۲۷ء ...... وصال: ۱۰؍جنوری ۱۹۹۲ء، لاہور)

آپ یو۔پی کے مشہور قصبہ غازی پور کے سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم غازی پور میں حاصل کی۔ پھر

دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ تیسرے سال حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور دیگر حضرات سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ سیاسیات میں آپ مولانا شبیر احمد عثمانی کے ہمنوا تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے باقاعدہ رکن تھے۔ تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے آگرہ یونیورسٹی سے ایم.اے کی ڈگری حاصل کی۔ چشمہ رحمت اورینٹل کالج غازی پور میں لیکچرار رہے۔ ۱۹۵۱ء میں سید پور مشرقی پاکستان میں ایک کالج میں پڑھاتے رہے۔ اس کالج کے پرنسپل بھی بنے۔ جامعہ اسلامیہ عربیہ کے نام پر دینی ادارہ قائم کیا۔ اس کے شیخ الحدیث بھی رہے۔ ۱۹۵۷ء میں نظام اسلام پارٹی کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔

۱۹۷۲ء میں پاکستان آ گئے۔ ۱۹۷۴ء تک جامعہ محمدی شریف کے شیخ الحدیث رہے۔ اسی زمانہ میں آپ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں بھی تشریف لائے۔ حق تعالیٰ کی کروڑ رحمتیں ہوں۔ مولانا محمد شریف جالندھری پر وہ تلاش کر کے ملک بھر سے ایسے معزز مہمانوں کو کانفرنس پر لا کھڑا کرتے۔ مولانا سید محمد متین ہاشمی بہت اچھے مقرر تھے اور تقریر مؤثر ہوتی تھی۔ ۱۹۷۴ء میں دیال سنگھ لائبریری کے ڈائریکٹر کے طور پر کام کیا۔ دو درجن کے قریب آپ کی تصنیفات ہوں گی۔ فیصل ٹاؤن میں حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۲۰۹۱) محمد مجاہد خان پشاوری، مولانا

(پیدائش: ۸؍دسمبر ۱۹۲۱ء ...... وصال: ۷؍نومبر ۲۰۱۴ء)

مٹھا خیل نوشیرہ کلاں میں پیدا ہوئے۔ مولانا ناصرالدین نوشہرہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ نو سال دارالعلوم میں پڑھا۔ دورۂ تفسیر اور پھر فراغت کے بعد مولانا اعزاز علی سے افتاء بھی پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف حضرت مدنی سے پڑھا۔ مدرسہ اشرف العلوم برما میں بھی پڑھاتے رہے۔

۱۹۴۹ء میں اسلامیات کے استاذ نوشہرہ اسلامیہ ہائی سکول میں مقرر ہوئے۔ امان گڑھ مل میں خطابت کے فرائض دیتے رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ ۴۶-۱۹۴۵ء میں حضرت مدنی کے خادم خاص رہے۔ مولانا اسعد مدنی کے وصال کا سنا تو رقت طاری ہوگئی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن قائد جمعیۃ کے ہمراہ وفد میں شریک ہوئے اور دارالعلوم دیوبند میں جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے حلقہ میں حدی خواں تھے۔ خوبیوں کا مجموعہ اور نظریاتی عالم دین تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۲۰۹۲) محمد مجاہد خان (نوشہرہ)، مولانا

(ولادت: ۸؍دسمبر ۱۹۲۰ء ...... وفات: ۷؍نومبر ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد مجاہد خان معروف مجاہد الحسینی مٹھا خیل ضلع نوشہرہ خیبر پختونخواہ میں پیدا ہوئے۔ نوشہرہ کے معروف عالم دین اور فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ سیاسی وسماجی رہنماء تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام (ف) کے پلیٹ فارم سے رکن صوبائی اسمبلی بھی رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں ہمیشہ شامل رہے۔ نوشہرہ کلاں میں مدفون ہیں۔

(۲۰۹۳) محمد مخدوم (لالیاں ضلع چنیوٹ)، مولانا

لنگر مخدوم تحصیل لالیاں ضلع چنیوٹ کے پرانے بزرگ مولانا محمد مخدوم تھے۔انہوں نے کتاب لکھی جس کا نام ’’ھدیٰ للمتقین ‘‘تھا۔اس کے ضمیمہ کا نام ’خاتم النّبیین‘ ہے جو ص ۲۸۰ تا ۳۳۸ پر مشتمل ہے۔اس میں پنجابی اشعار اور پنجابی نثر (حاشیہ میں) میں قادیانیوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے اور ختم نبوت کے مسئلہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں خوب ترمبرہن کیا گیا ہے۔

(۲۰۹۴) محمد مدنی (جہلم)، علامہ مولانا

(وفات:۱۸؍فروری ۲۰۰۲ء)

آپ مولانا عبدالغفور اثری جامعہ اثریہ جہلم کے صاحبزادے تھے۔ مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل رہے۔ مساجد، قبرستان اور دیگر رفاحی کاموں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ دینی تحریکوں میں بھی حصہ ڈالا۔ختم نبوت پر دل وجان سے فداء تھے۔

(۲۰۹۵) محمد مدنی (گجرات)، مولانا

مولانا محمد مدنی نے ایک رسالہ ’’مرزائی کافر کیوں؟‘‘ تحریر فرمایا جسے انجمن تبلیغ اسلام جامع مسجد محمدی (رونٹی والی) گجرات نے شائع کیا۔

(۲۰۹۶) محمد مراد ہالیجوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(پیدائش:۱۹۴۳ء ...... وفات:۱۶؍مئی ۲۰۱۱ء)

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی سینئر نائب امیر، ملک کے نامور عالم دین، استاذ العلماء، شیخ الحدیث، مولانا محمد مراد ہالیجوی مہتمم جامعہ حمّادیہ منزل گاہ سکھر انڈھڑ قوم کے عیسانی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جو راجپوت قوم کا حصہ ہیں۔ راجپوت بیکانیر کے حاکموں میں سے تھے۔ مولانا کے خاندان کے مورث اعلیٰ جے رام اپنے چچازاد حکمرانوں سے اختلافات کے باعث نقل مکانی کر کے رحیم یار خان سنجر پور میں آ کر آباد ہوئے۔ اس زمانہ میں حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی کے بھانجے اور خلیفہ مجاز نواب موسیٰ اس علاقہ سنجر پور کے حکمران تھے۔ مولانا محمد مراد کے مورث اعلیٰ جے رام بیکانیر کے حکمران خاندان کے فرد تھے۔ اس لئے نواب موسیٰ نے آپ کو صادق آباد پسگر دائی میں جاگیر عطاء کی۔ جہاں پر وہ جھگیاں ڈال کر آباد ہوئے۔ ان جھگیوں کو مقامی زبان میں بھونگی کہا جاتا ہے۔ جسے بعد میں بھونگ سے نام شہرہ حاصل ہوا۔

مولانا محمد مراد کے مورث اعلیٰ جے رام سنجر پور کے حکمران نواب موسیٰ کے اخلاق عالیہ سے اتنے متأثر وممنون احسان ہوئے کہ اپنا بیٹا اندر سنگھ کو ان کی تحویل میں دے دیا۔ جو نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ نواب موسیٰ کے خلیفہ مجاز اور سہروردی سلسلہ کے شیخ وقت ہوئے۔ اسی اندر سنگھ کی اولاد دراجپوتانہ بیکانیر کے حکمرانوں سے علیحدہ متشخص ہو کر انڈھڑ کہلائی۔ انڈھڑ قوم دینی اعلیٰ روایات پر عمل پیرا تھی۔ اس میں بڑے علماء ہوئے۔ انڈھڑ قوم کی روایات میں تقسیم ترکہ یوں ہوتی تھی کہ بڑے بیٹے کو ولی عہد یعنی قوم کا سردار اور غیر

منقولہ جائیداد ملتی اور چھوٹے بیٹوں کو منقولہ جائیداد گائے، بھینس، جانور وغیرہ ملتے تھے۔ چنانچہ یہ نسل سکھر، شکار پور، جیکب آباد و سندھ کے دیگر اضلاع میں آباد ہے۔ مولانا کے جداعلیٰ بھی ہالیجی شریف میں آ کر آباد ہوئے۔ بڑے بیٹے کو جو غیر منقولہ جائیداد ملی وہ جیلانی اسٹیٹ کے نام سے آباد ہے۔

انڈھڑ قوم تقریباً ۲۸ قبیلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ انہیں میں سے ایک عیسانی قبیلہ ہے۔ جس کے فرد فرید مولانا محمد مراد بھی تھے۔ مولانا کا یہ قبیلہ اپنے علم وفضل کے باعث پوری قوم انڈھڑ کا استاذ قبیلہ شمار ہوتا ہے۔ مولانا محمد مراد کے والد گرامی کا نام ابوالخیر عبدالسمیع تھا۔ دارالہدیٰ ٹھیڑی میں کسی زمانہ میں حضرت ہالیجوی پڑھاتے رہے۔ ان کے بعد مولانا حبیب اللہ، مولانا عزیز اللہ یہاں پر ان کے علمی جانشین ہوئے۔ مولانا محمد مراد کے والد گرامی نے ان تینوں حضرات سے تحصیل علم، موقوف علیہ تک کیا۔ بعد میں اپنے خاندان کی معاشی کفالت کے باعث فارغ التحصیل کی سند حاصل نہ کر پائے۔

عیسانی قبیلہ میں حصرت مولانا حماداللہ ہالیجوی شیخ وقت بزرگ گزرے ہیں۔ جن کے نام پر آج خانقاہ ہالیجی آباد ہے۔ مولانا محمد مراد نے میٹرک تک سکول کی ریگولر تعلیم حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان دے کر گھر ہالیجی شریف تشریف لائے۔ تو حضرت لالیجوی کی عارفانہ وناصحانہ گفتگو سے متاثر ہو کر بجائے کالج کے داخلہ کے، دینی مدرسہ مدینۃ العلوم پنوں عاقل میں داخل ہو گئے۔

ہدایۃ النحو، ارشاد الصرف، قرآن مجید کے پانچ پاروں کا ترجمہ یہاں پڑھا۔ پھر حضرت سائیں حماداللہ ہالیجوی نے اپنے مرید مولانا عبدالغنی جاجروی کے ہاں بدلی میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ شوال میں حضرت اعلیٰ ہالیجوی کے حکم پر حضرت مولانا مظہرالدین انڈھڑ کے پاس قاسم العلوم گھوٹکی میں داخلہ لیا۔ مولانا مظہرالدین انڈھڑ، مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے ہمدرس تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے نامور شاگرد حضرت موانا عبدالکریم سائیں بیر شریف تھے۔

اور مولانا مظہرالدین انڈھڑ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد مراد تھے۔ حضرت مولانا محمد مراد کے ہمدرس ساتھیوں کی کلاس اپنے زمانہ کے سب نامور علماء ثابت ہوئے۔ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سے مولانا مظہرالدین صاحب ہالیجی شریف آ گئے۔ مولانا محمد مراد نے یہاں پر آپ سے ہدایہ اخرین، ومتنبّی تک کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا محمد مراد جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور میں داخل ہو گئے۔ اس زمانہ میں یہاں حضرت مولانا واحد بخش کوٹ مٹھن والے پڑھاتے تھے۔ آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ علوم عقلیہ کے ماہر ترین استاذ تھے۔ قدرت نے ان کو پڑھانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ فجر کی نماز سے عصر تک سوائے نماز ظہر اور کھانا کے وقفہ کے پورا دن اسباق پڑھاتے تھے۔ ان کو کتابیں ازبر تھیں۔ سبق کی تقریر اوّلاً زبانی کر کے طلباء کے ذہنوں میں خلاصہ اتار دیتے تھے۔ اس کے بعد کتاب کھول کر ترجمہ کر دیتے تھے۔ افہام وتفہیم کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ (فقیر راقم نے ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء میں آپ سے ابوداؤد شریف پڑھی ہے) مولانا واحد بخش سے مولانا محمد مراد نے فلسفہ، منطق اور علم الکلام کی تکمیل کی۔ ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء میں مولانا محمد مراد نے ہالیجی شریف میں مولانا مظہرالدین انڈھڑ کے ہاں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ پھر ایک سال اپنے استاذ گرامی قدر کے زیر سایہ ہالیجی شریف اپنی مادر علمی میں پڑھایا۔

۱۹۶۷ء میں حضرت خلیفہ احمد دین صاحب کے مشورہ سے منزل گاہ جامعہ حمادیہ میں تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ

گئے۔ یہاں سے جنازہ اٹھا۔ جب آپ منزل گاہ تشریف لائے تو مدرسہ کے تین کچے کمرے تھے۔ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے۔ یہاں پر مولانا محمد مراد کے مجاہدہ کا آغاز ہوا۔ معاملہ فاقوں تک پہنچا۔ مگر آپ نے الاستقامة فوق الكرامة پر عمل جاری رکھا۔ آپ کے انہیں مجاہدات وریاضات کا صدقہ ہے کہ آج جامعہ حمادیہ بلڈنگ کے اعتبار سے دیوقامت کا حامل ہے اور تعلیم کے اعتبار سے اندرون سندھ کے کسی جامعہ سے کم نہیں ہے۔ چار صد کے قریب آپ سے علماء نے دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم حاصل کی۔ نامکمل تعلیم کے شاگردوں کو بھی شامل کرلیا جائے تو آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوگی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے محبوبیت کا مقام نصیب فرمایا تھا۔ طلباء آپ کے علم کے سامنے بچھے جاتے تھے۔ آپ کی نیکی، شاگردوں کے دلوں کو موہ لیتی تھی۔ مولانا محمد مراد عالم ربانی تھے۔ علم حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی آپ کو خاص دسترس حاصل تھی۔ آپ کی فقہی جزئیات پر گہری نظر کے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود بھی نا صرف قائل تھے۔ بلکہ آپ کی رائے پر مکمل اعتماد فرماتے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام میں آپ شامل ہوئے۔ مقامی ذمہ داری سے لے کر مرکزی سینئر نائب امیر کے عہدوں نے آپ سے انتساب کا شرف حاصل کیا۔ مولانا محمد مراد جمعیۃ علماء اسلام کی فقہی مجلس کے رئیس بھی رہے۔

صوبہ سندھ میں آپ کا وجود جمعیۃ علماء اسلام کی شناخت تھا۔ آپ خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو سراپا خیر بنایا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہی خواہوں میں سے تھے۔ اندرون سندھ ہی نہیں بلکہ عالمی مجلس کی مرکزی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ہر سال بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے تھے۔ آپ کا زیادہ تر خطاب ''قادیانی ارتداد اور اس کی شرعی سزا'' کے عنوان پر ہوتا تھا۔ آپ کی عالمانہ گفتگو بہت ہی وقیع ہوتی تھی۔ ۱۹۸۵ء میں آپ کی مسجد منزل گاہ سکھر میں یکے بعد دیگرے تین بم دھماکے ہوئے۔ آپ کی جان تو بچ گئی۔ زخم بھی مندمل ہوگئے۔ لیکن اس حادثہ میں آپ کی سماعت ختم ہوگئی۔ آپ کے شاگرد حضرت مولانا شفیع محمد صاحب اس زمانہ میں آپ کے حاضر باش ساتھی تھے۔ آپ تحریری طور پر سائل کی گفتگو مولانا کو لکھ کر دیتے۔ مولانا کے جواب باجواب سے عام وخاص فائدہ حاصل کرتے۔ آپ علم وعمل، تقویٰ وللّٰہیت کے مقام رفیع پر فائز تھے۔ آپ کے وجود سے علم کی بہاریں قائم تھیں۔ آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے سٹیج سے ہر تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کر کے تحریک ختم نبوت کے جرنیل قرار پائے۔

آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت سندھ کے عہدیدار بھی رہے۔ آپ نے قومی اتحاد اور ایم۔ آر۔ ڈی کی تحریکوں میں حصہ لیا۔ آپ کے فتاویٰ جات سندھی زبان میں کتابی شکل میں ''فتاویٰ محمد مراد ہالیجوی'' کے نام سے شائع شدہ ہیں۔ آپ کے ''مقالات محمد مراد ہالیجوی'' کے نام سے اردو میں شائع شدہ ہیں۔ جو آپ کے علم وفضل پر کامل دسترس کے شاہد عدل ہیں۔ آپ اپنے علاقہ میں اکابر علماء کی روایات کے امین تھے۔ دراز قد، مضبوط قویٰ، اور اعلیٰ نقوش کے حامل خوبصورت عالم دین تھے۔ رنگ پکّا، علم اس سے زیادہ گہرا اور پکّا، چلنے میں علماء کی شان، چہرہ پر علم کی نورانیت کی صدا بہار کیفیت کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ آپ کا وجود اس دور میں اللہ رب العزت کی رحمتوں کا مورد تھا۔ اللہ تعالیٰ آخرت کے پیش آمدہ سفر میں بھی اپنی خصوصی رحمتوں کا آپ کو حامل بنائیں۔ اگلے دن جامعہ حمادیہ منزل گاہ میں جنازہ ہوا۔ ہالیجی شریف کے عام قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ اب مدتوں آپ کے تذکرے رہیں گے۔ دنیا انہیں ڈھونڈے گی۔ مگر پا نہ سکے گی۔

آپ نے ''اسلام میں مرتد کی شرعی حیثیت'' کے نام سے رسالہ تحریر کیا جو فتاویٰ ختم نبوت جلد۳ میں بھی شائع ہوا ہے۔

(۲۰۹۷) محمد مسعود الہڑوی (سیالکوٹ)، مولانا سید

آپ نامور مناظر اسلام تھے۔ پیر طریقت اور روحانی شخصیت تھے۔ مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آباد آپ کے لخت جگر تھے۔ آپ نے احرار کی تبلیغی کانفرنس قادیان ۱۹۳۴ء میں شرکت کی تھی۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد جو مولانا ظفر علی خان نے پیش کی مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری مولانا محمد مسلم دیوبندی عثمانی اور سید محمد مسعود الہڑوی سیالکوٹی نے اس کی تائید کی تھی۔ نامور قومی رہنماء تھے اور اتحاد امت کے علمبردار تھے۔

(۲۰۹۸) محمد مسلم بن برکت اللہ (کراچی)، جناب حاجی

کراچی کے درویش صفت ایک بزرگ تھے جناب الحاج محمد مسلم دیوبندی بن برکت اللہ، ٹھٹھائی کمپاؤنڈ کراچی میں کپڑا کی تجارت کرتے تھے۔ آپ نے سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی کی تفسیر وترجمہ کشف الرحمٰن دو جلدوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کی۔ آپ کے اس زمانہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کراچوی سے نیازمندانہ تعلقات تھے۔ آپ ہفتہ وار لولاک فیصل آباد کے مستقل قاری تھے۔ ردقادیانیت پر مختلف رسائل ہفت روزہ لولاک فیصل آباد اور حضرت مولانا نور محمد صاحب پٹیالوی کی کتب سے بہت سارا مواد لے کر اپنی ترتیب سے دو کتابیں مرتب کر کے شائع کیں۔

۱...... ''اسلامیہ پاکٹ بک'' ۲...... ''حقیقت مرزا''

یہ دونوں کتابیں احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۲۰۹۹) محمد مسلم عثمانی دیوبندی، مولانا

(پیدائش: ۱۸۹۴ء ...... وفات: ۱۹۵۰ء)

حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی ولد مولانا محمد اکرم عثمانی ۱۸۹۴ء کو بمقام دیوبند ضلع سہارنپور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم دارالعلوم دیوبند، مستند طبیہ کالج لکھنؤ سے حاصل کی۔ آپ شیخ فضل علی شاہ نقشبندی مسکین پور، تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ کے مرید تھے۔ حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا عبدالسمیع سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔

درج ذیل مدرسوں میں درس وتدریس کا کام سرانجام دیا:

۱۹۲۱ء	تا	۱۹۲۴ء	مدرسہ معین السلام انبالہ چھاؤنی
۱۹۲۴ء	تا	۱۹۲۸ء	مدرسہ فیروز پور
۱۹۲۸ء	تا	۱۹۴۴ء	مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد
۱۹۴۴ء	تا	۱۹۴۵ء	دارالعلوم ڈابھیل (جامعہ اسلامیہ)
۱۹۴۵ء	تا	۱۹۴۶ء	مسجد شاہ عالمی، لاہور
۱۹۴۶ء	تا	۱۹۵۰ء	مسجد مقدس پرانی انارکلی لاہور

پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کی بنیاد رکھی۔

مولانا کی تصانیف میں: براہن التنزیل، دافع الشبہات، حیات فضلیہ، مسلم پاکٹ بک (ردمرزائیت پر)، شرح الطحاوی شریف (زیرطبع) ہیں۔مولانا کی ردقادیانیت پرمعروف تصنیف مسلم پاک بک ہے۔

''مسلم پاکٹ بک'' قادیانی کتاب (احمدیہ پاکٹ بک) کے جواب میں لکھی گئی ہے۔مسلم پاکٹ بک ایک علمی دستاویزاور قادیانی وساوس کے جوابات میں انسائیکلوپیڈیا ہے۔اس علمی اور تحقیقی کتاب پر جتنا مصنف مرحوم کوخراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ ایک بارشائع ہوئی، پھرنایاب ہوگئی۔اس کا ایک نسخہ محترم الحاج عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب سے ملا۔دفتر کی لائبریری میں درج ہوا۔لیکن گم ہوگیااس کا بہت صدمہ ہوا۔بعد میں اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دیں اپنی بھرپورموسلا دھاررحمتوں کی بارش سے نوازیں بابوتاج محمد صاحب مرحوم فقیروالی کو،ان کی محنت سے دوسرانسخہ مل گیا۔ جسے جان سے عزیز سمجھ کرسنبھالے رکھااور پھرسالہاسال بعداس کی اشاعت کی حق تعالیٰ جلّ وعلامجدہ نے توفیق سے نوازااس پرسجدہ شکر بجالاتے ہیں۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی مرحوم اس مرحلہ پر بہت یاد آرہے ہیں۔انہوں نے بارہااس کتاب کی اشاعت کی اہمیت جتلائی اوراشاعت کے لئے باربارحکم فرمایا۔صحیح ہے کہ قدرزر، زرگر بداند،قدر جوہر، جوہری۔لیکن کل امر مرھون باوقاتھا سے بھی تو مفرنہیں۔واقعی یہ کتاب اس قابل ہے کہ قابل قدر جان کراسے پڑھاجائے۔لیکن اس کے لئے بھی تو قابلیت درکار ہے۔''میں تو اس قابل نہ تھا'' اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا کہ کتاب چھپنے کے قابل ہوگئی۔

ایسے وقت میں چھپ رہی ہے کہ اس کے چھاپنے کی اہمیت جتلانے والے، مولانا اوکاڑوی اس دنیا میں نہیں رہے۔وہ ہوتے توان سے دعاؤں کا انعام لیتا۔لیکن وہ حیات اموات کے قائل تھے۔حق تعالیٰ ان تک یہ خبرپہنچادیں کہ آپ کے ایک نالائق خادم نے معرکہ سرکرلیاہے توانہیں خوشی ہو۔ویسے وہ ایسے نیک بخت تھے کہ یقیناً پہلے ہی خوشیاں سمیٹ رہے ہوں گے۔

کتاب لیتھو پر۱۳۵۱ھ (۱۹۳۵ء) میں پہلی بارشائع ہوئی۔جیبی سائز، جلد کرتے وقت کافی حصہ سلائی میں آجانے کے باعث ناقابل استفادہ ہوگیاتھا۔مس پرنٹ بہت تھا۔جلدکھول کرایک ایک ورق کیا۔پھرانلارجمنٹ فوٹو کرائے الفاظ پھٹ گئے۔مدہم الفاظ پھرپٹھے، مٹے، ہٹے، کتاب علمی اورفقیرمحض کورا۔کتاب کو ہاتھ کیالگایا،''سرمنڈاتے ہی اولے پڑنے لگے'' کا مصداق ہوگیا۔پھر خیر سے کمپوزرحضرات مجھ سے بھی زیادہ عربی لکھنے میں تن آسان واقع ہوئے ہیں۔حوالہ جات میں ساتھیوں کی گل فشانی سے انکار نہیں۔لیکن خدالگتی کہ پوری ٹیم نے اس کتاب پربھرپورمحنت کی ہے۔غلط یاصحیح کی توشرط نہیں لگاتا۔البتہ اس کا یقین کامل ہے کہ پہلے کی نسبت پڑھنے میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔

پہلی اشاعت ۱۳۵۱ھ میں اب دوسری اشاعت ۱۴۲۸ھ میں گویاستاسٹھ سال بعداس کا دوبارہ منظرعام پرآنا یقیناً توفیق ایزدی ہے۔ورنہ توخیر سے یہ کتاب عمرمیں بھی مجھ سے بڑی ہے۔اپنے سے بڑوں کے ساتھ''متھا'' لگانے والوں کے ساتھ جو ہوتا ہے وہ میرے ساتھ اس کتاب نے کیا ہے۔میں نے بھی محدب شیشہ (کلاں نما) سے لڑائی لڑی، اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا کہ سرخرو ہوگئے۔اس رام کہانی بیان کرنے سے اپنے محنتی ہونے کا ثبوت مہیا کرنامقصودنہیں۔رفقاء سے استدعا کرنی ہے کہ یہ کتاب بھرپورعلمی ذخیرہ ہے۔قادیانیوں کے اعتراضات کوحباءمنثورا کرنے کے لئے اس سے استفادہ ازبس ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا

محمد امین اوکاڑوی اس کی طباعت کے لئے بے قرار رہتے تھے۔

غرض مسلم پاکٹ بک تو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۰ میں شائع ہوئی، لیکن بعد میں ایک رسالہ آپ کا تصنیف کردہ ملا۔ ''اہل قبلہ کی تحقیق'' یہ احتساب قادیانیت کی جلد ۲۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نیز مؤخرالذکر رسالہ فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم بھی شامل ہے۔ مزید آپ کے رسائل محاسبہ ج ۱۵ میں آ گئے ہیں۔

(۲۱۰۰) محمد مسکین (اٹک)، جناب

(وفات: ۷/جنوری ۱۹۷۴ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت اٹک کے پرجوش مخلص کارکن، آغاز جوانی سے بڑھاپے کی وفات تک عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی کرنے والے شخص تھے۔ مہرپورہ کے قبرستان میں محو استراحت ہیں۔

(۲۱۰۱) محمد مطہر شاہ (مردان)، مولانا مفتی

(وفات: ۲۴/مئی ۲۰۲۱ء)

مولانا مفتی محمد مطہر شاہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاٹلنگ ضلع مردان کے سرپرست رہے۔ تمام ختم نبوت کانفرنسوں کی سرپرستی فرماتے رہے۔ مبلغین ختم نبوت پر دل و جان سے فدا تھے۔ انتقال سے اگلے روز ۲۵/مئی کو جامعہ قاسم العلوم کٹی گڑھی میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔

(۲۱۰۲) محمد مطیع الحق، مولانا

حضرت مولانا محمد مطیع الحق صاحب جو جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے ممتاز رہنما تھے۔ آپ نے رسالہ ''چیستان مرزا'' مرتب کیا۔ اس کے ٹائٹل پر مصنف نے خود یہ تعارف لکھا: ''ہم تو تب جانیں کہ کوئی ان ارشادات کی تلاوت کر کے یہ بتادے کہ مرزا قادیانی بندہ تھے یا خدا؟ امتی تھے یا نبی؟ عورت تھے یا مرد؟ ماں تھے یا باپ؟ مسلمان تھے یا کافر؟ انسان تھے یا پتھر؟'' پاکستان بننے سے قبل کا شائع شدہ ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام سے مراد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی قائم کردہ جمعیۃ ہے۔ یہ راقم کا اندازہ ہے۔ اب یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۱۰۳) محمد مظفر اقبال قریشی، مولانا

(وفات: ۱۶/اپریل ۲۰۰۴ء)

مولانا محمد مظفر اقبال قریشی جامعہ اشرفیہ کے فاضل اور عصری علوم میں ایم.اے تھے۔ گورنمنٹ کالج مانسہرہ کے شعبۂ اسلامیات کے چیئرمین تھے۔ ۱۹۸۳ء میں ملک بھر کے اندر مولانا اسلم قریشی کے اغواء کے مسئلہ پر احتجاج شروع ہوا۔ اسلم قریشی مجلس سیالکوٹ کے مبلغ تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملتان میں ۲۷/اپریل ۱۹۸۳ء کو اپنے شوریٰ کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ مجلس عمل کا احیاء کیا جائے۔ چنانچہ اسی فیصلہ کی روشنی میں مانسہرہ میں مجلس عمل کا احیاء ہوا۔ مولانا عبدالحئی صاحب صدر اور مولانا قاری فضل ربی

صاحب جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔ مولانا عبدالحئی نے علاقائی مجالس کے قیام کا حکم فرمایا۔ مانسہرہ کے علاقہ لوئر پکھل کے لئے مولانا سید اسرار الحق شاہ کو کنونئر بنایا گیا۔

آپ نے لوئر پکھل کے تمام دیہات کا دورہ کیا۔ چنانچہ اس دورہ کے نتیجے میں لوئر پکھل کے علماء کرام کو علاقائی مجلس قائم کرنے کے لئے ۵/اپریل ۱۹۸۴ء کو مرکزی جامع مسجد میں جمع کیا گیا۔ اس موقع پر مولانا مظفر اقبال قریشی کو مجلس تحفظ ختم نبوت لوئر پکھل کا امیر چن لیا گیا۔ آپ کی کوشش سے عرصہ دراز کے بعد لوئر پکھل کے علماء کو اس سٹیج پر جمع کیا گیا تو اس کے بہت خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔ عالمی مجلس کے اہداف کے مطابق علاقہ میں دینی سرگرمیاں، جلسے، جلوس، شروع ہوگئے۔ دینی بیداری پیدا ہوگئی۔ چنانچہ ۱۲/اپریل ۱۹۸۴ء کو مانسہرہ شہر میں ڈویژنل سطح کی عظیم الشان کانفرنس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ لوئر پکھل میں بھی اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے تگ و دو شروع ہوگئی۔ چنانچہ ۱۲/اپریل کو لوئر پکھل سے ایک بڑا جلوس حضرت مولانا رفیق الرحمٰن ترنگڑی (والد ماجد قاضی حبیب الرحمٰن و مفتی کفایت اللہ صاحب MPA) مولانا سید اسرار الحق شاہ صاحب مراد پور اور مولانا محمد مظفر اقبال کی قیادت میں مانسہرہ پہنچا۔

۱۲/اپریل ۱۹۸۴ء کو مانسہرہ میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب نے نہایت ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ اہل مانسہرہ کو تحفظ ختم نبوت کا ہیرو قرار دیا۔ آپ نے اسی موقع پر اہل مانسہرہ کے لئے یہ تاریخی جملہ استعمال کیا تھا۔ ''مانسہرہ پھولوں کا سہرا''

مولانا محمد مظفر اقبال قریشی کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت لوئر پکھل مسلسل سرگرم عمل رہی۔ مسئلہ ختم نبوت سیرۃ النبی اور پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے لوگوں کی ذہن سازی ہوتی رہی۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک کامیاب ہوگئی مگر کام جاری رہا۔ اس سلسلہ میں لوئر پکھل میں بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئیں۔ (قاری محمد شاہ)

(۲۱۰۴) محمد معصوم شاہ، حضرت شاہ ابوسعید (رامپور)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت محمد معصوم شاہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۲، نمبر ۱۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۱۰۵) محمد مکرانی (بلوچستان)، حضرت مولانا

آپ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان سے بیعت تھے اور حضرت مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری المعروف حضرت ثانی سے مجاز ہوئے۔ اپنے وقت کے شیخ کامل تھے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالہ سے اپنے بزرگوں کی روایات کے امین تھے۔

(۲۱۰۶) محمد منشاء (مروٹ ضلع بہاول نگر)، مولانا

(وفات: ۲۵/جون ۱۹۹۲ء)

تحفظ ختم نبوت اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کی روک تھام کے لئے اس قافلہ میں علاقہ مروٹ تحصیل فورٹ عباس کے

حضرت مولانا محمد منشاء کا نام بھی آتا ہے۔ حضرت نے ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء میں دورۂ حدیث کیا۔ حضرت مفتی عبدالخالق، قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود، نائب امیر جمعیۃ حضرت مولانا محمد شریف وٹو منچن آبادی، حضرت مولانا قطب الدین جیسے مشہور اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا۔ دورۂ تفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے کیا۔ ۱۹۸۰ء میں قصبہ مروٹ میں مدرسہ جامعہ حمّادیہ کی بنیاد رکھی۔ اس وقت یہاں پر قادیانیوں کی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ یہاں تک کہ ایک گاؤں کی مسجد میں مسلمانوں کی جماعت پہلے ہوتی تھی۔ بعد میں قادیانیوں کی جماعت ہوتی تھی۔ مولانا منشاء نے گاؤں میں جاکر لوگوں سے قادیانیوں کا کفر اور ارتداد بتایا اور بڑے جرأتمندانہ انداز سے ان کو مسجد سے نکالا۔ پھر اسی گاؤں میں انہوں نے اپنا عبادت خانہ بنانے کی کوشش کی اور اس کا نام مسجد رکھنا چاہا۔ حضرت کی کوششوں سے ان کی یہ سازش بھی ناکام ہوئی۔ حضرت کے تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے خدمات میں سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد بھی شامل ہے۔ جس میں حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی، حضرت مولانا قاضی اللہ یار خاں تشریف لائے۔

۱۹۸۹ء میں شیزان بوتل کا ٹرک ایک ڈیلر لے کر آیا۔ حضرت نے اسے سمجھایا کہ اسے واپس کر دیا جائے کہ یہ قادیانیوں کی بوتل ہے۔ اس نے چون وچرا شروع کر دی۔ حضرت نے خود ٹرک پر چڑھ کر وہ بوتلیں توڑنا شروع کر دیں۔ پھر وہ منت سماجت کر کے ٹرک واپس لے گیا۔ آج تک شیزان مروٹ میں دوبارہ نہیں آئی۔ ۱۹۸۹ء کی ہی بات ہے مسلمانوں کے ایک قبرستان میں قادیانیوں نے اپنا مردہ دفن کر دیا۔ حضرت نے گاؤں سے بات کر کے تھانہ میں اطلاع دے کر اس مردہ کو مسلمانوں کے قبرستان سے نکلوا دیا۔ غلہ منڈی مروٹ میں قادیانی کی آڑھت کی بولی سارے آڑھتیوں سے مل کر بند کروائی۔ اللہ رب العزت ان کی خدمات کو اپنے دربار میں قبولیت عطاء فرمائیں۔

(۲۱۰۷) محمد منظور نعمانی (لکھنؤ)، مولانا

(پیدائش: ۱۶/دسمبر ۱۹۰۵ء ...... وفات: ۴/مئی ۱۹۹۷ء)

سنبھل ضلع مراد میں صوفی حسین کے گھر مولانا محمد منظور نعمانی پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سکول اور دینی مدارس میں حاصل کی۔ جب پندرہ سال کے ہوئے تب اس علاقہ کے ایک دینی مدرسہ میں مولانا محمد نعیم لدھیانوی کے ہاں پڑھنے کے لئے بیٹھے۔ مدرسہ عبدالرب دہلی میں مولانا کریم بخش سنبھلی، دارالعلوم مئو میں مولانا کریم بخش، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا عبداللطیف نعمانی سے دینی کتب پڑھیں۔ شوال ۱۳۴۳ھ/مئی ۱۹۲۵ء میں دارالعلوم دیوبند منتہی کتب پڑھنے کے لئے داخلہ لیا۔ دوسال دیوبند میں پڑھے۔ پہلے سال درجہ مشکوٰۃ، دوسرے سال دورۂ حدیث کر کے فارغ ہوگئے۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا اعزاز علی، مفتی عزیز الرحمٰن ایسے حضرات آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ فراغت کے بعد اپنے علاقہ سنبھل کے مدرسہ محمدیہ میں تدریس کا آغاز کیا۔ تین سال یہاں پڑھایا۔ اس دوران آپ نے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ محرم ۱۳۵۳ھ (مئی ۱۹۳۴ء) سے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ سے جاری کیا۔ اسی دوران میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی سے تعلق ہوا۔ پھر پٹھان کوٹ میں مولانا مودودی صاحب کی جماعت میں جاشامل ہوئے۔ تجربہ کے بعد ہاتھ پھونک کر باہر آگئے۔ آپ نامور مناظر تھے۔ خوب لکھنے والے تھے۔ الفرقان کے ذریعہ پورے پاک وہند میں آپ کا حلقہ تھا۔ آپ کا بیعت کا تعلق شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ آپ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ معارف الحدیث رہتی دنیا تک آپ کی یادگار اور مثالی حدیث شریف کی خدمت کی ایک دستاویز ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی ایک نامور مناظر تھے۔ ردقادیانیت کا آپ کو سبق محدث دوراں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری سے ملا تھا۔ ذیل میں آپ کی ایک تقریر پڑھی جس سے عقیدۂ ختم نبوت سے والہانہ عشق کی جھلک آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

ختم نبوت کی حقیقت اور حفاظت دین کے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کا مؤقف

(۲۹ تا ۳۱/ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہونے والے اجلاس تحفظ ختم نبوت کی پہلی نشست کی صدارت فرماتے ہوئے گفتگو فرمائی، جس کا کچھ حصہ تحریر کی شکل میں تھا اور کچھ زبانی خطاب کی شکل میں الفرقان بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۸۶ء میں یہ شائع ہوئی تھی۔ مرتب!)

حضرات کرام! آپ میرا حال دیکھ رہے ہیں، بیماری اور ضعف پیری سے نیم جاں جسم آپ کے سامنے ہے۔ اس حال میں اپنی حاضری اور آپ حضرات کے درمیان موجودگی کو اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کا کرشمہ اور اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور اس اجلاس کے موضوع ''ختم نبوت'' کی نسبت کی قوت کشش کا ایک ثمرہ۔ زندگی بھر کتاب وقلم سے واسطہ رہنے کے باوجود نہ علم آیا اور نہ قلم اور اب تو آئے ہوئے علم کے بھی جانے کا زمانہ ہے۔ رات ہی مجھے معلوم ہوا کہ اسی حال میں اتنے اہل علم حضرات کے سامنے اس اجلاس کی اس پہلی نشست میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے تو کوشش کی کہ چند مختصر اشارات قلمبند کرادوں۔

محترم حضرات! نبوت ورسالت، انسان کی سب سے اہم بنیادی اور فطری ضرورت اور راہ سعادت کی طرف اس کی رہنمائی کی تکمیل کا خدائی انتظام ہے جو ابتدائے آفرینش سے چھٹی صدی عیسوی تک تو اس طرح جاری رہا کہ قوموں، علاقوں اور مختلف بنیادوں پر قائم ہونے والے انسانی مجموعوں، معاشروں کے لئے الگ الگ انبیاء ورسل کی بعثت مختلف زمانوں میں ہوتی رہی۔ پھر چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ انسانیت بلوغ کو پہنچ گئی اور حکمت الٰہی کے نظر نہ آنے والے مسلسل عمل کے نتیجہ میں دنیا کے جغرافیائی، تمدنی، مواصلاتی اور ذہنی احوال اس طرح کے ہوگئے کہ پوری دنیا کو ایک رہنمائی کا مخاطب بنانا، اسے ایک ہی مرکز ہدایت سے وابستہ کرنا ممکن ہوگیا اور قیامت تک کے لئے دین اور دین کے سرچشموں کتاب وسنت کی حفاظت کے اسباب پیدا ہوگئے۔ تب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اس مبارک سلسلہ کا خاتم اور عالمین کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمادیا گیا اور گویا یہ طے کردیا گیا کہ قیامت تک کے آنے والے زمانہ اور پورے کرۂ ارض میں بسنے والے انسانوں میں سے کسی ایک فرد پر اب ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو نبوت اور اس کے فیضان ہدایت سے خالی ہو۔ اس پہلو پر غور فرمایا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ختم نبوت اس نعمت عظمیٰ کے انقطاع اور اس کے فیض سے محرومی نہیں بلکہ اس کے دوام وتسلسل کا نام ہے۔

ختم نبوت کا ایک اور پہلو اس لائق ہے کہ اسے اچھی طرح سمجھ کر عام کیا جائے۔ وہ یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے لئے نئے نبی کی آمد ایک شدید آزمائش ہوا کرتی تھی۔ آنے والے نبی سے پہلے نبیوں کے ماننے والوں میں سے بھی کم لوگ اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے تھے۔ بڑی تعداد انکار وتکذیب کا اور کفر کا راستہ اختیار کر کے لعنتی اور جہنمی ہو جاتی تھی۔ سب سے آخری دو عظیم الشان رسولوں ہی کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے؟ اور احیاء موتی جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنوں نے ان کو جھوٹا مدعی نبوت قرار دے کر لعنتی اور واجب القتل

قرار دیا اور ان کی شرعی عدالت نے ان کو سولی کے ذریعہ سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا؟ اور اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو نہ مان کر اس وقت کی قریب قریب پوری یہودی امت لعنتی اور جہنمی ہوگی۔

اسی طرح جب ان کے بعد سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اگرچہ آپ ﷺ کے بارے میں واضح پیشین گوئیاں تورات وانجیل وغیرہ اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں۔ اس کے باوجود اگلے پیغمبروں اور ان اگلی کتابوں کے ماننے والے یہود نصاریٰ میں سے بس چند ہی نے آپ ﷺ کو قبول کیا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ باقی سب انکار وتکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت محمدیہ پر عظیم رحمت فرمائی کہ اس کو اس سخت ترین امتحان اور آزمائش سے محفوظ فرمادیا۔ اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوتی رہی تھی۔ یعنی حضور ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے لوگ آنے والے نبی کو قبول کرتے اور زیادہ تر آپ کے امتی اس کا انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہوجاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرمادیا۔ اس لئے یہ ختم نبوت امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمہ پیغام الٰہی کی تبلیغ اور اس کو قبول کرنے والوں کی تعلیم وتربیت کے کام کے علاوہ ایک کام یہ بھی تھا کہ ایک ایسی امت تیار کردیں جو ان تینوں کاموں کو سنبھال لے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اس حقیقت کی تعبیر یہ کہہ کر فرمائی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت ''بعثت مزدوجہ'' تھی۔ یعنی آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ آپ ﷺ کی امت کی بھی بعثت ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں اس طرف اشارے بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت میں وقتاً فوقتاً ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واشاعت اور اس کی صفائی وآبیاری کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ آپ ﷺ کے ایک ارشاد کے الفاظ ہیں: ''ان اللہ یبعث لہٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا''

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ''یحمل ھذا العلم عن کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین''

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ''لکل قرن سابق''

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ''بدأ الاسلام غریباً وسیعود غریباً فطوبیٰ للغرباء قیل من الغرباء یا رسول اللہ ﷺ قال الذین یصلحون ما أفسد الناس من امتی''

رسول اللہ ﷺ کے ان سب ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں آپ ﷺ کی امت میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت واشاعت اور تجدید وصفائی کا کام کرتے رہیں گے۔ گزشتہ چودہ سو سال میں دین کی جو خدمات ہوئی ہیں وہ دراصل انہی ارشادات نبوی کی عملی تطبیق ہیں۔ محققین کا خیال ہے کہ ہزارۂ دوم کے آغاز سے اس عظیم کام کا خصوصی مرکز حکمت الٰہی نے سرزمین ہند کو بنادیا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے یہاں اس زریں سلسلہ کا آغاز ہوا۔

ان سے اللہ تعالیٰ نے جو بہت بڑے بڑے کام لئے ان میں اکبر کے دین الٰہی کا خاتمہ سرفہرست ہے، جو ایسا فنا ہوا کہ اب تلاش کرنے سے اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ توحید وسنت کی اشاعت، مشرکانہ رسوم وبدعات کے خلاف جہاد، تزکیہ واحسان کے صاف ستھرے نظام کی ترویج، بگڑے ہوئے تصوف کی بیخ کنی اور رفض کے فتنہ سے اس دور کے مسلمانوں کو بچانے کی جدوجہد، ان کے چند اہم تجدیدی کارنامے ہیں۔

ان کے بعد یہ امانت بارھویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ کے سپرد ہوئی۔ ان کے زمانہ میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر سخت حالات تھے۔ باہمی تفرقہ وانتشار بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اصرار کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف حلقوں اور مکاتب فکر کی صلاحیتیں باہم ایک دوسرے کی تردید وتضلیل ہی پر صرف ہو رہی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے وہ تمام کام کئے جن سے ملت اسلامیہ ہندیہ کی تعمیر نو ہو سکے اور اس کی صفوں میں اتحاد اور قدموں میں ثبات پیدا ہو اور ذوق ومزاج عملی اور مثبت ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وقت کے فتنوں اور اسلام کو درپیش داخلی وخارجی خطروں پر کڑی نظر رکھی۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر ردرفض کے سلسلہ میں ان کے کام کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود دو کتابیں تصنیف کیں:

۱...... ’’ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخفاء‘‘

۲...... ’’قرۃ العین فی تفضیل الشیخین‘‘

بلکہ حضرت مجدد الف ثانی کے اس رسالہ کا عربی میں ترجمہ بھی کیا جو انہوں نے رافضیوں کی تکفیر کے سلسلہ میں علماء خراسان کے فتوے کی تائید میں لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے متصلاً بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز کا زمانہ آیا۔ اس زمانے کے حالات کا اندازہ آپ جیسے اہل علم ونظر حضرات صرف اس سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ لیکن اپنے تمام دوسرے کاموں کے ساتھ جن میں رجال کار کی تیاری کا کام سب سے زیادہ اہم تھا، انہوں نے بھی رفض کے فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ’’تحفہ اثنا عشریہ‘‘ جیسی کتاب تصنیف فرمائی جو ان شاء اللہ اس راہ میں قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ پھر حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید نے اپنے تمام کاموں کے ساتھ جن میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان کارزار کا سجانا سرفہرست ہے۔ شرک وبدعات کی بیخ کنی کا کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا۔

پھر وہ وقت آیا کہ مغلیہ حکومت کا گرچہ کچھ نام باقی تھا لیکن فی الحقیقت وہ ختم ہو چکی تھی۔ اس کی جگہ ’’سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی‘‘ کا اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی سیاسی مغلوبیت اور کمزوری کے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر عیسائی مبلغین کی ایک فوج میدان میں آگئی۔ انہوں نے سمجھا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کو عیسائی بنالینا آسان ہوگا۔ انہوں نے تحریر وتقریر سے تبلیغی مہم وسیع پیمارے پر شروع کردی تو ہمارے سلسلہ کے اکابر میں سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر علمائے کرام نے ایسا مقابلہ کیا جس نے عیسائی مبلغین کو ہمیشہ کے لئے پسپا اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے مایوس کردیا۔ اس کے کچھ ہی بعد سوامی دیانند کی آریہ سماجی تحریک وجود میں آئی۔ انہوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ حضرت نانوتوی نے تحریر وتقریر سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔ اسی دور میں یورپ کے سیاسی غلبہ اور اقتدار کے نتیجہ میں عقلیت اور روشن خیالی کے خوبصورت ناموں سے دہریت اور نیچریت کا

فتنہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے حضرت نانوتوی نے اس طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور اپنی تصانیف اور تقریروں سے ثابت کیا کہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد و مسائل عقل وفطرت کے عین مطابق ہیں اور جو اس کے خلاف ہے وہی خلاف عقل وفطرت ہے۔ پھر ان خارجی حملوں اور فتنوں کے دفاع اور مقابلہ کے ساتھ شیعیت کی ضلالت کے خلاف بھی آپ نے لسانی وقلمی جہاد کیا۔ اس سلسلے میں آپ کی مستقل ''تصنیف، ھدایۃ الشیعہ'' اور اس موضوع سے متعلق آپ کے مکتوبات حضرات اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیمات نبوی اور دین کی حفاظت واشاعت کا سلسلہ جاری رہنے کے لئے دینی مدارس کے قیام کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ علیٰ ہذا! آپ کے رفیق خاص حضرت گنگوہی نے بھی عمر بھر رفض اور دوسرے داخلی فتنوں اور گمراہیوں، مشرکانہ رسوم وبدعات سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جدوجہد فرمائی اور اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔ انہی کے زمانہ میں مرزاغلام احمد قادیانی کا فتنہ شروع ہوا۔ ابتداء میں جب تک حضرت کے علم میں اس کی باتیں اور دعوے نہیں آئے جن کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا فرض وواجب ہوگیا۔ آپ نے احتیاط فرمائی۔ لیکن جب اس کے ایسے دعوے سامنے آگئے جن کے بعد کف لسان کی بھی گنجائش نہ رہی تو حضرت گنگوہی نے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی کے بعد ان کے تلامذہ ومسترشدین، حضرت شیخ الہند، حضرت سہارنپوری، حکیم الامت حضرت تھانوی پھر ان کے تلامذہ ومرشدین، حضرت علامہ محمد انورشاہ کشمیری، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی یہ سب حضرات بھی اپنے اکابر واسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خارجی حملوں اور داخلی فتنوں سے دین کی حفاظت، علوم نبوی کی اشاعت امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور امت کی اصلاح وارشاد کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس وقت بھی ہم میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے، جنہوں نے ان اکابر کی دینی غیرت وحمیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی مصلحت ان حضرات کو کسی فتنے سے سمجھوتہ اور کسی زیغ وضلال کو نظرانداز کرنے اور اس سے چشم پوشی پر آمادہ نہیں کرسکتی تھی۔ بارہا ہم نے دیکھا اور تجربہ کیا کہ ہمارے یہ اکابر کسی مسئلہ کی طرف بڑی شدت سے متوجہ ہوئے جو ہم جیسے کوتاہ نظروں کی نگاہ میں اس شدت کا مستحق نہیں تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد سامنے آگیا کہ ہم جس فتنہ کو بہت معمولی سمجھ تھے یا اس کو دین میں رخنہ اور فتنہ میں نہیں سمجھ رہے تھے وہ دین کے لئے ایسے زہریلے برگ وبار لایا کہ الامان والحفیظ!

یہ اجلاس تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بلایا گیا ہے اور یہی اس کا اصل موضوع اور مقصد ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے استاذ امام العصر حضرت مولانا محمد انورشاہ کشمیری سے (خاص طور سے اس دارالعلوم کی صدارت تدریس کے دور میں) اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا اور اس بارے میں ان کا جو حال تھا (جس کی طرف کچھ اشارہ اجلاس کے دعوت نامہ میں بھی کیاگیا ہے) میں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر آپ حضرات کے سامنے اس کا کچھ ذکر کروں، میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ اس وقت میں اس سلسلہ کی حضرت کی تصانیف اور ان کی علمی عظمت واہمیت کا ذکر نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت کی توجہ اور فکرمندی سے آپ کے تلامذہ کی جو ایک بڑی تعداد قادیانی فتنہ کے خلاف تحریر وتقریر کے ذریعہ علمی جہاد کے لئے تیار ہوکر میدان میں آگئی تھی، اس کا بھی ذکر نہیں کروں گا۔ بس چند واقعات ذکر کروں گا جن سے اس فتنہ کے بارے میں حضرت کی شدت احساس اور قلبی اضطراب کا کچھ اندازہ لگایا جاسکے گا۔

میں ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء میں یہاں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ یہ اس دارالعلوم میں حضرت کی صدارت تدریس اور درس

حدیث کا آخری سال تھا۔ جس دن دورۂ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان ختم ہوا اس دن حضرت نے بعد نماز عصر مسجد میں دورہ سے فارغ ہونے والے ہم طلبہ کو خصوصی خطاب فرمایا۔ وہ گویا ہم لوگوں کو حضرت کی آخری وصیت تھی۔ اس میں دوسری اہم باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی عمر کے پورے تیس سال اس میں صرف کئے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

الحمدللہ فیما بیننا وبین اللہ!

اس پر پورا اطمینان ہو گیا کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کسی مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو کم از کم اسی درجہ کی حدیث کی تائید اور موافقت میں موجود ہے۔ لیکن اب ہمارا احساس ہے کہ ہم نے اپنا یہ وقت ایسے کام پر صرف کیا جو زیادہ ضروری نہیں تھا۔ جو کام زیادہ ضروری تھے ہم اس کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام دین کی اور امت کی فتنوں سے حفاظت ہے۔ اس وقت سب سے بڑا فتنہ مغرب (یعنی یورپ) سے آنے والا الحاد اور دہریت کا فتنہ ہے اور ہمارے اس ملک میں اٹھنے والا قادیانیت کا فتنہ ہے جو بلاشبہ فتنۂ ارتداد ہے۔ میں آپ لوگوں کی وصیت کرتا ہوں کہ ان فتنوں سے امت کی اور دین کی حفاظت کے لئے اپنے کو تیار کریں۔ یہ اس وقت کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ اس کے لئے اردو تقریر و تحریر میں مہارت پیدا کریں اور جن کے لئے انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کا امکان ہو وہ انگریزی میں مہارت پیدا کریں۔ ملک کے اندر ان فتنوں کا مقابلہ اردو کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے اور ملک سے باہر انگریزی کے ذریعہ۔ حضرت الاستاذ قدس سرہ سے یہ ارشاد سنے ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ الفاظ میں تو یقیناً فرق ہو گا لیکن اطمینان ہے کہ حضرت کا پیغام اور ہم لوگوں کو آپ کی وصیت یہی تھی۔

حضرت اپنے خطابات اور تقریروں میں قادیانی فتنہ پر گفتگو فرماتے ہوئے اکثر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس غیر معمولی حال اور اضطراب کا ذکر فرماتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنوں خاص کر نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے سلسلہ میں آپ پر طاری تھا۔ ہم لوگ محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قادیانی فتنہ کے بارے میں کچھ اسی طرح کا حال ہمارے حضرت استاذ پر طاری فرما دیا ہے۔

یہاں میں فتنۂ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب سے متعلق ریاست بہاول پور کے تاریخی مقدمہ کا واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ مقدمہ بہاول پور کی ججی کی عدالت میں تھا۔ ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔ اس نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی (ہو گیا) ہے۔ اس لئے وہ کافر ہے۔ عدالت میرے اس نکاح کو فسخ اور کالعدم قرار دے۔ بہاول پور کے علمائے کرام نے اہتمام سے اس مقدمہ کی پیروی کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ تشریف لائیں اور عدالت میں بیان دیں۔ اس وقت حضرت مرض کی وجہ سے بہت ضعیف و نحیف تھے۔ بالکل اس لائق نہ تھے کہ بہاول پور تک کا طویل سفر فرمائیں۔ لیکن آپ نے اسی حال میں تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ (میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے جس سے نجات کی امید ہو۔ شاید اس حال میں یہ سفر ہی میری نجات و مغفرت کا وسیلہ بن جائے) بہرحال تشریف لے گئے اور جا کر عدالت میں بڑا معرکۃ الآراء بیان دیا۔ دوسرے چند حضرات علمائے کرام کے بھی بیانات ہوئے۔ خاص کر حضرت شاہ صاحب کے بیان نے فاضل جج کو مطمئن کر دیا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج، کافر و مرتد ہیں۔ انہوں نے بہت مفصل فیصلہ لکھا۔ دعویٰ کرنے والی مسلم خاتون کے حق میں

ڈگری دی اور نکاح فسخ اور کالعدم قرار دیا۔ فاضل جج کا یہ فیصلہ قریباً ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب کی شکل میں اسی زمانہ میں ’’فیصلہ مقدمہ بہاول پور‘‘ کے نام سے شائع ہوگیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس کی بڑی بنیاد حضرت شاہ صاحب کا بیان تھا۔ برطانوی حکومت کے دور میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا، جس میں قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

فتنۂ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحب کے جلال کا بھی سن لیجئے۔ دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانے میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدے پر آگئے۔ وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھی طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دارالعلوم آئے۔ ان طلبہ نے ان کی اچھی خاطر مدارت کی۔ وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے جو رات کو دارالعلوم واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحب کو کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیّتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی۔ ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ قریب میں چھڑی رکھی تھی اس سے ان کی خوب پٹائی کی۔ (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ حضرت فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے۔ ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

آخر میں اپنا ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے اصل آبائی وطن سنبھل سے قریباً ۱۵؍میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے۔ والد ماجد سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی آمدورفت رہتی تھی۔ میں جب شعبان ۱۳۴۵ھ (مارچ ۱۹۲۷ء) کے اواخر میں دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہوکر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امروہہ میں ہیں جو قادیانی ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں اور قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں اور لوگ متاثر ہورہے ہیں اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہوجائیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہاں چلنا چاہئے۔ آپ پروگرام بنایئے! (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطاء فرمائی تھی) چندروز کے بعد انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امروہہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبدالسمیع تھا) فلاں دن وہاں آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے پہنچنے کا پروگرام بنایا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ہم اپنے پروگرام کے مطابق پہنچ گئے۔ لوگوں سے ہم نے باتیں کیں تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ بہت متاثر ہوچکے ہیں۔ بس اتنی ہی کسر ہے کہ باقاعدہ ابھی قادیانی نہیں ہوئے ہیں۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا کہ امروہہ سے عبدالسمیع صاحب آنے والے ہیں۔ آپ ان کے سامنے یہ باتیں کریں۔ ہم نے کہا کہ یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔ ہم ان سے بھی باتیں کریں گے اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزاغلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا اور اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے؟ اس گفتگو ہی کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے اور عبدالسمیع کی باتوں سے زیادہ متأثر تھے) بتلایا کہ وہ تو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی سے مناظرہ کرچکا ہے اور امروہہ کے سب بڑے بڑے عالموں سے بحث کرچکا ہے اور سب کو لاجواب کرچکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کر لے۔ میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد اور انجام بخیر فرمائے۔ میں اسی حال میں سو گیا۔ خواب میں حضرت استاذ قدس سرہ کو دیکھا۔ آپ نے کچھ فرمایا جس سے دل میں یہ اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا کہ بڑے سے بڑا کوئی قادیانی مناظر آ جائے۔ تب بھی میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور اس کو مغلوب فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو الحمدللہ! میرے دل میں وہی یقین واعتماد تھا۔ لیکن امروہہ سے وہ قادیانی عبدالسمیع نہیں آیا۔ ہم نے کہا کہ اب جب کبھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجیو! ہم ان شاء اللہ آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یا کسی دعویٰ کرنے والے کو نبی ماننا صریح کفر وارتداد ہے اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا؟ ہم بفضلہ تعالیٰ وہاں سے اس اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ ان شاء اللہ! اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے۔ خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحب کی کرامت سمجھا۔

محترم حضرات! حضرت شاہ صاحب کے چند واقعات تو میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ اس دارالعلوم کے اکابر میں اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے تحفظ کا اور قادیانی فتنہ کے خلاف جہاد کا (جو اس اجلاس کا خاص موضوع ہے) سب سے زیادہ کام انہی سے لیا۔ ورنہ میں تاریخی تسلسل کی روشنی میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اس سلسلہ مجددی وولی اللہی اور سلسلہ قاسمی وگنگوہی کی ایک خصوصیت بتوفیق خداوندی ہر قسم کے فتنوں اور ہر قسم کی تحریف سے دین اور امت کی حفاظت اور اس سلسلہ میں پوری بیداری، ہوشیاری اور صلابت وصراحت رہی ہے۔ ہمیں اس کی فکر ہونی چاہئے کہ یہ مزاج اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ زندہ اور قائم رہے اور ہماری ان نسلوں کو منتقل ہو جو ہمارے مدارس میں تیار ہو رہی ہیں۔

میں اس موقع پر آپ حضرات سے اپنا یہ احساس ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وقت کا بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ امت کے عوام ہی میں نہیں بلکہ ان میں بھی جن کو خواص سمجھا جاتا ہے ایک بڑی تعداد ہے جو دین کے بنیادی عقاید وحقائق کے بارے میں بھی، تسامح، تساہل اور چشم پوشی کے روّیہ کو اچھے اچھے نام دے کر اختیار کرتی جارہی ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ وہ ایمانی غیرت وحمیّت اور وہ دینی حس جو اکثر بڑے بڑے فتنوں کے مقابلہ میں محافظین دین کی مددگار رہی ہے کہیں وہ اتنی مضمحل نہ ہو جائے کہ پھر اس کے بعد آپ کو دو طرفہ کام کرنا پڑے۔ ایک طرف تو آپ کو ان فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑے اور دوسری طرف امت کو بلکہ ان کے خواص کو اس بات پر مطمئن کرنے پر اپنی توانائی صرف کرنی پڑے کہ عقیدہ اور دین پر کسی اور شئے کو مقدم کرنا ہمارے دین کے خلاف ہے۔

اگر یہ اجلاس ختم نبوت کے خلاف ہونے والی صریح اور پوشیدہ بغاوتوں اور اسی طرح دوسرے فتنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اکابر واسلاف کی روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کا نقطۂ آغاز بن جائے اور مدارس کے فضلاء کی ایسی جامع تربیت کا ایک پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کر دے جس کے ذریعہ انہیں دین کی حفاظت اور فتنوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے تو میرے خیال میں یہ اجلاس کی افادیت کا ایک عملی ثبوت ہوگا۔ آخری کلمہ اللہ کی حمد وثناء اور خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ پر درود وسلام ہے۔

”اللّٰھم انصر من نصر دین محمد ﷺ واجعلنا واخذل من خذل دین محمد ﷺ ولا تجعلنا منھم“

ایک مناظرہ کی ادھوری رپورٹ

قادیانیوں سے کسی مناظرے کی روداد ہمیں الفرقان میں نہیں ملتی۔ اگرچہ قادیانیت کے خلاف مضامین نکلتے رہے۔ بظاہر اس گروہ سے آپ کا کوئی مناظرہ الفرقان کے دور میں نہیں ہوا۔ البتہ الفرقان ہی کی فائل سے معلوم ہوتا ہے کہ الفرقان کے اجراء سے قبل ۱۹۲۸ء میں جو کہ امروہہ میں آپ کی مدرسی کا یہ پہلا سال تھا ایک ایسے مناظرے کا اتفاق حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی اور حضرت مولانا مرتضٰی حسن چاندپوری کی معیّت میں پیش آیا تھا۔ اس کا تذکرہ ہمیں اپریل ۱۹۸۰ء کے الفرقان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کی وفات پر لکھے گئے۔ آپ کے تعزیتی مضمون میں ملتا ہے، تحریر فرمایا گیا ہے کہ: ''غالباً ۱۹۲۸ء کا کوئی مہینہ تھا کہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی اچانک بغیر کسی اطلاع کے امروہہ تشریف لائے۔ کسی نے مجھے اطلاع دی اور بتلایا کہ تم سے ابھی ملنا چاہتے ہیں۔ میں خود فوراً ہی حاضر خدمت ہوگیا۔ فرمایا کہ اس وقت صرف تم کو ساتھ لینے کے لئے راستے میں ٹرین سے اترا ہوں۔ ضلع میرٹھ میں کوئی قصبہ اینچولی ہے۔ وہاں قادیانیوں سے مناظرہ طے ہوگیا ہے۔ اس مناظرے نے بڑی اہمیت حاصل کرلی ہے۔ معلوم ہوا ہے کچھ لوگوں کے قادیانی ہوجانے کا خطرہ ہے۔ ایک صاحب جو مولانا کے ساتھ تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کل ہی مجھے لینے کے لئے اینچولی سے لکھنؤ پہنچے تھے۔ میری طبیعت کئی دن سے خراب چل رہی تھی۔ لیکن میں نے پہنچنا ضروری سمجھا اور یہ طے کرلیا کہ امروہہ سے تم کو ساتھ لے لوں گا۔ اب پہلی ٹرین سے تم کو میرے ساتھ میرٹھ چلنا ہے۔ ممکن ہے مناظرہ تمہیں کو کرنا ہو۔ الغرض ہم لوگ میرٹھ کے لئے روانہ ہوگئے۔ وہاں سے رات کے وقت اینچولی پہنچے۔ معلوم ہوا کہ دیوبند سے حضرت مولانا سید مرتضٰی حسن صاحب اور مولانا محمد شفیع صاحب اور کچھ اور حضرات بھی ہم سے پہلے تشریف لاچکے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مناظرہ تین دن ہوگا۔ پہلے دن مسئلہ ختم نبوت اور دوسرے تیسرے دن صدق وکذب مرزا پر جس میں پہلے دن قادیانی مناظر مدعی ہوگا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت ومسیحیت کی صداقت ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اور دوسرے دن مسلمانوں کا نمائندہ مناظر مدعی ہوگا اور مرزا قادیانی کا کذاب ہونا ثابت کرے گا۔ معلوم ہوا کہ مناظرے کے یہ موضوعات اور یہ ترتیب فریقین کے مقامی لوگوں نے پہلے سے طے کررکھی ہے۔

مشورے سے طے ہوا کہ پہلے دن مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ مجھے کرنا ہوگا۔ دوسرے دن حضرت مولانا لکھنوی اور آخری دن حضرت مولانا چاندپوری مناظرہ فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مناظرے میں ایک ایسے معاون کا وجود بہت مفید ہوتا ہے جس کی زیر بحث مسئلہ کے مالہ وماعلیہ پر خود بھی پوری نظر ہو اور حسب ضرورت وموقع کتابوں کے حوالے نکال کر مناظر کو دیتا رہے اور خود مناظر کو کتابوں سے حوالے نکالنے کا کام نہ کرنا پڑے۔ اس مناظرے میں یہ مدد مجھے جیسی مولانا محمد شفیع سے ملی کبھی کسی مناظرے میں کسی سے ایسی مدد نہیں مل سکی۔ معلوم ہوتا تھا کہ ختم نبوت کے موضوع کے متعلق مجھے جن حوالوں کی ضرورت پڑسکتی تھی وہ مفتی صاحب کو گویا حفظ تھے۔''

مفتی صاحب کی اس مدد کی کچھ تفصیل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''اس مناظرے میں مناظر تو میں ہی تھا لیکن مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے گویا 'روح القدس' بنادیا تھا۔''

اس حوالے کی بدولت قادیانیوں سے آپ کے ایک مناظرے کا علم ہمیں ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کی کوئی مفصل روداد دستیاب نہیں۔ اس لئے کہ یہ الفرقان کے اجراء کے بہت پہلے کا ہے۔ (الفرقان کا بانی الفرقان خاص نمبر ۱۹۹۸ء ص ۶۱۴، ۶۱۵)

ردقادیانیت پر آپ کے چار رسائل ہمیں دستیاب ہوئے:

۱...... ''قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ''

اس کا خود حضرت المصنّف مولانا محمد منظور نعمانی نے یہ تعارف لکھا ہے:

جنوری ۱۹۵۳ء میں اس عاجز کو کانپور میں ایک نجی مجلس میں قادیانیت پر ایک گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں، میں نے صرف یہی بتلایا تھا کہ مرزاغلام احمد قادیانی کو جانچنے کا اور قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا اور آسان راستہ کیا ہے؟ جس سے ہر عامی سے عامی بھی ان کو جانچ پرکھ سکے۔

جب یہ گفتگو قلمبند ہوکر ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں شائع ہوئی تو بکثرت خطوط آئے کہ اس کو مستقل رسالہ کی شکل میں بھی شائع کیا جائے۔ بمبئی کے ایک تبلیغی ادارے کی طرف سے خصوصیت سے اس کا سخت تقاضا کیا گیا اور اس کے سیکرٹری صاحب نے بار بار لکھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ دراصل انہی کے مسلسل تقاضوں نے اس پر آمادہ کیا۔ ورنہ بالکل ارادہ نہ تھا۔ بہرحال اب اس رسالہ کی شکل میں اس کو شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ اس کے مطالعہ کے وقت ناظرین کو یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ پہلے یہ گفتگو ماہنامہ الفرقان میں شائع ہوئی تھی اور اسی کو بعینہٖ اس رسالہ کی شکل میں طبع کرایا گیا ہے۔

اس گفتگو کے لب ولہجہ میں بھی ناظرین کو بعض مقامات پر شاید کچھ غیر متوقع قسم کی سختی محسوس ہو۔ لیکن اس کے لئے یہ عاجز کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ جو شخص مرزاغلام احمد قادیانی اور ان کی امت کے بارہ میں وہ جانتا ہے جو یہ عاجز جانتا ہے اس کی گفتگو میں اگر ان لوگوں کے بارہ میں سختی ہوجائے تو دوسروں کو اسے معذور سمجھنا چاہئے۔ بہرحال ایک مختصر نجی مجلس میں جس میں غالباً دس بارہ حضرات ہوں گے۔ اس موضوع پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس موقع پر قادیانیت کے متعلق ایک اصولی گفتگو کروں اور اس تحریک کے بارہ میں غور کرنے کا میرے نزدیک جو صحیح، سیدھا اور آسان راستہ ہے۔ بس اسی کو اس موقع پر پیش کروں۔ اس مقصد کے لئے میں نے خود مرزاغلام احمد قادیانی کی دو چار کتابوں کا ساتھ رکھ لینا کافی سمجھا تھا اور وہ میرے ساتھ تھیں۔

جو گفتگو اس عاجز نے اس مجلس میں کی وہ بحث ومناظر کے طرز کی نہ تھی اور اس کی نوعیت وعظ وتقریر کی بھی نہ تھی۔ بلکہ ایک مجلسی گفتگو تھی جس کا مقصد جیسا کہ عرض کیا صرف یہی تھا کہ جو لوگ قادیانیت کے بارہ میں غور کرنا چاہیں ان کے سامنے صحیح طریقہ اور سیدھا راستہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہے کہ اس نے قادیانیت کی حقیقت اور قادیانیوں کی گمراہی کو سمجھنا ہر اس شخص کے لئے بڑا آسان کردیا ہے جو نیک نیتی اور ایمان داری سے سمجھنا چاہے اور اس کے لئے صحیح اور سیدھا راستہ بھی اختیار کرے۔ نہ اس کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے نہ بڑی ذہانت کی۔ بلکہ معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا آدمی بھی اگر سمجھنا چاہے تو بفضلہٖ تعالیٰ خوب سمجھ سکتا ہے۔

۲...... ''قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟''

قادیانیوں اور قادیانیت سے متعلق حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ کے ان تین مضامین اور مقالات کا مجموعہ ہے۔ جن میں اس کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جو کچھ لکھا جائے ایسے عام فہم پیرایہ میں لکھا جائے کہ معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی آسانی

سے سمجھ سکیں اوران مسائل کے بارے میں جن پران مضامین میں گفتگو کی گئی ہے۔اطمینان حاصل کرسکیں۔

پہلا مضمون''اسلام اور قادیانیت'' اگست ۱۹۷۴ء میں الفرقان کے افتتاحیہ کے طور پراس وقت لکھا گیا تھا۔جب پاکستان کے ہر طبقہ اور مکتب خیال کے علماء،عوام ایک عوامی تحریک کی شکل میں وہاں کی حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے اور ہندوستان میں خاص کر غیر مسلموں کے اخبارات اس کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے اور بعض ایسے لوگ بھی مخالفانہ بیانات دے رہے تھے۔ جو اگرچہ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے۔لیکن اسلام کی حقیقت اور اس کے حدود سے وہ اتنے ہی ناواقف ہیں جتنے کہ عام پڑھے لکھے غیر مسلم۔حضرت مولانا منظور نعمانی نے ان سب حضرات کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے اس وقت پر مختصر مضمون لکھا تھا اور اسلام کی حقیقت اور حدود واضح کر کے یہ دکھلایا تھا کہ قادیانیت اور اسلام ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔

دوسرا مضمون''قادیانی کیوں مسلمان نہیں؟'' اس وقت لکھا گیا جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں متفقہ طور پر ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔اس مضمون میں اسی مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے کہ کسی کے لئے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی اور مسئلہ آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوگیا۔

تیسرا مضمون ہے''قادیانی اور ایک دانشور طبقہ'' یہ دراصل ایک مضمون کا تنقیدی جائزہ اور جواب ہے۔ جو دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامہ''شبستان'' میں شائع ہوا تھا اور اسی کے حوالہ سے قادیانیوں کے مختلف اخبارات ورسائل میں نقل ہوا تھا۔اس میں قادیانیوں کو مسلمان قرار دیئے جانے کی بڑے گمراہ کن انداز میں وکالت کی گئی تھی۔مولانا نعمانی نے اپنے اس جوابی مضمون میں گویا دن کی روشنی میں دکھلا دیا ہے کہ قادیانیوں کی وکالت میں جو کچھ''شبستان'' والے مضمون میں لکھا گیا ہے وہ جہالت اور آبلہ فریبی کا شاہکار ہے۔

۳...... ''مسئلہ نزول مسیح وحیات مسیح''

ماہنامہ شبستان دہلی میں جو مضمون قادیانیوں کی وکالت میں شائع ہوا تھا۔اس مضمون میں مسئلہ نزول مسیح وحیات مسیح پر بھی کلام کیا گیا تھا اور اس بارہ میں بڑے پرفریب طریقہ پر قادیانی نقطۂ نظر کی حمایت کی گئی تھی اس بحث کے بعض اہم نکات پر بھرپور تنقید تو اس جوابی مضمون میں کر دی گئی تھی۔لیکن حضرت مولانا نعمانی نے اس مسئلہ پر بعد میں ایک مستقل مضمون بھی سپرد قلم فرمایا اور اس میں بھی اس کی پوری کوشش کی کہ جو کچھ لکھا جائے وہ دو اور دو چار کی طرح دل میں اتر جانے والا اور کم تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ سب کے لئے تشفی بخش ہو۔اس میں پہلے ایک تمہیدی حصہ ہے۔جس میں بتلایا گیا ہے کہ قادیانی متکلمین اس مسئلہ کو کس مقصد سے اٹھاتے ہیں اور عقل وفلسفہ کے نام پر جو مغالطے وہ اس مسئلہ میں دیتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے بعد واضح دلائل کی روشنی میں دکھلایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ اور قرآن پاک پر ایمان رکھتا ہو۔اس کے لئے حیات مسیح اور نزول مسیح کے مسئلہ میں شک وشبہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے اور عہد نبوت سے اب تک اس مسئلہ پر امت محمدیہ کا اجماع رہا ہے۔

مسئلہ نزول مسیح اور قادیانیوں کی چال

جیسا کہ ہر واقف اور باخبر کو معلوم ہے۔مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان اصل اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر اس وقت تک امت مسلمہ کا یہ عقیدہ اور ایمان رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔آپ ﷺ

اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرے اور اسی طرح جو کوئی اس کو نبی مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ صدیق اکبرؓ کی خلافت سے لے کر اب تک کی ساری اسلامی حکومتوں کا عمل بھی اسی کے مطابق رہا۔ الغرض یہ امت کا اجماعی عقیدہ اور اسلامی حکومتوں کا مسلسل دستور العمل رہا ہے اور چونکہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کو اسی طرح کا اور اسی معنی میں نبی و رسول بتایا ہے۔ جس طرح کے اور جس معنی میں اگلے پیغمبر نبی و رسول تھے اور اپنے نہ ماننے والوں کو اسی طرح کا کافر قرار دیا ہے۔ جس طرح اگلے پیغمبروں کے اور رسول اللہ ﷺ کے منکر کافر قرار دیئے گئے ہیں۔ اس لئے مسلمان، مرزا قادیانی کو اور ان کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

۴...... ''کفر و اسلام کے حدود اور قادیانیت''

یہ کتابچہ دراصل دو مقالوں کا مجموعہ ہے۔ جن میں پوری تحقیق اور تنقیح کے ساتھ اسلام اور کفر کے حدود اور ان کا معیار واضح کر کے محکم استدلال کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد شرعی معنی میں نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس کے دعوے کو قبول کر کے اس کو نبی و رسول مانے۔ شریعت اسلام میں اس کو مسلمان ماننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ قادیانی لٹریچر کے بیسیوں ناقابل تاویل و تردید حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ قادیانی فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی کو شرعی معنی میں نبی و رسول مانتا ہے اور ان پر ایمان لانے کو نجات کی شرط قرار دیتا ہے اور ان کے دعوائے نبوت کی تکذیب کرنے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح کافر کہتا ہے۔

یہ چاروں رسائل و کتب احتساب قادیانیت کی جلد ۱۸ میں آ گئے ہیں۔ الحمدللہ!

(۲۱۰۸) محمد موسیٰ امرتسری، جناب حکیم

(ولادت: ۱۹۲۷ء ...... وفات: ۱۷؍نومبر ۱۹۹۹ء)

آپ امرتسر کے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور آ گئے۔ ریلوے روڈ پر مطب تھا۔ خوب علمی ادبی انسان تھے۔ آپ نے اپنی گرانقدر لائبریری پنجاب یونیورسٹی کو عطیہ کر دی تھی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ گیر فکرمند رہتے تھے۔ آپ نے ''تذکرہ علماء امرتسر'' نامی کتاب لکھی۔ امرتسر اور قادیان قریب قریب تھے۔ اس لئے وقت کے تمام مکاتیب فکر کے علماء رد قادیانیت کے لئے فکرمند رہتے تھے۔ جنہوں نے اس کام میں جتنا حصہ ڈالا، حکیم صاحب نے سب کی خدمات کا تذکرہ اپنی اس کتاب میں کیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ خود بھی یہ عقیدۂ ختم نبوت کے منّاد تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ لاہور میں فوت ہوئے اور یہیں پر تدفین ہوئی۔

(۲۱۰۹) محمد موسیٰ سیال، مولانا

(وفات: اگست ۱۹۸۸ء)

مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے فارغ التحصیل، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے شاگرد رشید، مدرسہ مدینۃ العلوم بوہڑ تحصیل تونسہ کے بانی و مہتمم، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی ہر تحریک وجدوجہد میں قائدانہ کردار کے حامل تھے۔ آپ مخلص و متحرک عالم ربانی تھے۔

شیر گڑھ کی مسجد سے ایک قادیانی مردہ کے نکلوانے کی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ بس کے ایک حادثہ میں وصال فرمایا۔ قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔

(۲۱۱۰) محمد موسیٰ (لودھراں)، مولانا

(ولادت: ۲۰؍جولائی ۱۹۲۹ء ...... وفات: ۲۶؍فروری ۲۰۰۳ء)

لودھراں شہر کسی زمانہ میں ملتان کی تحصیل ہوا کرتا تھا، آج خود ضلع ہے۔ لودھراں شہر میں حضرت مولانا محمد موسیٰ مرحوم ہوتے تھے۔ مولانا محمد موسیٰ بن محمد حسین بن حاجی محمد بن میاں پیرن بن مولانا غلام حسین بن حافظ نور محمد۔ حافظ نور محمد صاحب ڈھوری اڈہ ضلع لیہ کے رہائشی تھے۔ وہاں ہی آپ کا مزار مبارک بھی ہے۔ ان کے بیٹے مولانا غلام حسین لیّہ سے بہاول پور آ گئے۔ یہاں نواب آف بہاول پور کے خدام خاص میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی قبر مبارک ملوک شاہ قبرستان بہاول پور میں ہے۔ نواب صاحب نے ان کو ایک مربعہ زمین دی تھی جو دریا برد ہوگئی تو ان کے بیٹے میاں پیرن لودھراں آ گئے۔ لودھراں، بہاول پور ایک دوسرے کے ہمسایہ شہر ہیں۔ صرف درمیان میں دریائے ستلج ہے۔ جس کا پانی ایوب خان نے ایسے سمجھدار فوجی حکمران نے انڈیا کو فروخت کر کے ریاست بہاول پور کے زرعی علاقہ کو بھی ریگستان میں تبدیل کر دیا۔ میاں پیرن کے بیٹے حاجی محمد ان کے بیٹے محمد حسین ان کے بیٹے مولانا محمد موسیٰ ہمارے ممدوح ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا محمد حسین صاحب سے حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ خیر المدارس ملتان سے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد شریف کاشمیری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا جمال الدین، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری ایسے اکابر تھے۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب نے لودھراں میں مدرسہ خیر العلوم قائم کیا اور لودھراں میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈالی۔ یہ ۱۹۵۸ء کی بات ہے۔

تب مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرپرست حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ کاظمی تھے۔ امیر حافظ غلام رسول، ناظم اعلیٰ مولانا محمد موسیٰ، خازن صوفی محمد علی صاحب مقرر ہوئے۔ تب سے لے کر وفات تک لودھراں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جھنڈا کو حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب نے بلند کئے رکھا۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب بہت ہی جفاکش عالم دین تھے۔ دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہر باطل سے ٹکرانا آپ کا شیوہ تھا۔ قادیانیت کے خلاف اللہ رب العزت کی بے نیام تلوار تھے۔ قادیانی کتب پر بھرپور عبور تھا۔ جہاں قادیانیت سر نکالتی، یہ قادیانی کتب سائیکل پر رکھتے اور وہاں جانمودار ہوتے۔ مولانا محمد موسیٰ واقعتاً لودھراں میں قادیانیت کے فرعون کے سامنے لکل فرعون موسیٰ کا مصداق تھے۔ لودھراں کے قرب و جوار میں مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا خدا بخش شجاع آبادی، مولانا قاضی محمد اللہ یار خان کو بلوا کر ختم نبوت کی صداؤں کو بلند کرتے تھے۔ آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کے قیام اور اس کے پروگرام کو آگے بڑھانے میں یادگار اسلاف حضرت مولانا سید بشیر احمد شاہ صاحب کاظمی کے دست و بازو کے طور پر مثالی خدمات سرانجام دیں۔ غرض ایک مخلص عالم دین میں جو خوبیاں ہونی چاہئے تھیں وہ آپ میں علیٰ وجہ الاتم موجود تھیں۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب کے چار رسائل اور دو اشتہارات رد قادیانیت پر ہمیں میسر آئے جن کے نام یہ ہیں:

۱...... ''لودھراں شہر میں مرزائیوں کی یلغار اور مسلمانان لودھراں کی فریاد''

۲...... ’’فرقہ غلام احمدی (مرزائیت) کی حقیقت‘‘

۳...... ’’مقام محمدیت اور دجل مرزائیت‘‘

۴...... ’’خاتم الانبیاء کی عدالت میں مرزا غلام احمد کو سزا اور حقیقت‘‘

۵...... ’’آنجہانی مرزا قادیانی، کرشن تھا یا دجال؟ (اشتہار)‘‘

۶...... ’’آنجہانی مرزا قادیانی، مرد تھا یا عورت؟ (اشتہار)‘‘

یہ چار رسائل اور دو اشتہار حضرت مولانا مرحوم کے رشحات قلم فقیر کو دستیاب ہوئے۔ جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۴ میں شامل کئے گئے۔ الحمدللہ!

(۲۱۱۱) محمد ناظر حسن دیوبندی (مدرس مدرسہ عربیہ فتح پوری دہلی)، مولانا

(وفات: یکم ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ / ۱۶ جولائی ۱۹۲۳ء)

مولانا محمد ناظر حسن دیوبند کے عثمانی خاندان سے تھے۔ ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء سے ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء تک دارالعلوم دیوبند میں کسب فیض کیا۔ کتب حدیث کی تحصیل حضرت نانوتوی اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے کی۔ ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء میں حضرت تھانوی کے ساتھ آپ کی دستار بندی ہوئی۔ فراغت کے بعد اوّلاً چھتاری کے مدرسہ میں چند برس پڑھاتے پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں صدر مدرس رہے۔ آخری دو سال مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں صدر مدرس کے منصب پر فائز رہ کر وہیں انتقال فرما گئے۔ آپ کی تدفین بھی ڈھاکہ میں ہوئی۔ فتویٰ ’’قہر یزدانی بر جان دجال قادیانی‘‘ میں مرزا قادیانی کی تکفیر پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۱۶)

(۲۱۱۲) محمد ناظم ندوی، مولانا

(پیدائش: دسمبر ۱۹۱۳ء، بہار شریف ...... وفات: جون ۲۰۰۰ء)

آپ نامور محقق اور معروف مذہبی سکالر تھے۔ جامعہ عباسیہ بہاولپور کے وائس چانسلر رہے۔ ادارہ معارف اسلامی کراچی کے نائب صدر جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی میں بھی پروفیسر رہے۔ شمالی افریقہ کی مغربی ساحلی سرحد بحر اوقیانوس پر واقع اسلامی ملک مراکش تا ریاست ہائے عربیہ واقع خلیج فارس اور ان کے درمیان بیسیوں اسلامی ملکوں کے علمائے دین مفتیان شریعت اسلامیہ کا متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور کافر ہیں، ان کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس متفقہ فتویٰ پر نہ صرف اہل سنت والجماعت کے تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں بلکہ شیعہ کے تمام مکاتب فکر کے تمام مجتہدین کرام کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ اس مسئلہ میں کسی اسلامی مکتب فکر کا اختلاف نہیں ہے۔ برصغیر ہندو پاک کے علماء اور انڈونیشیاء و ملائیشیاء وغیرہ کے علماء دین کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ اس متفقہ فتویٰ کی بنیاد کسی فرقہ سے نفرت، عداوت یا ذاتی کدورت نہیں ہے۔ یہ فتویٰ قرآن حکیم کی محکم آیت اور صحیح احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں صادر کیا گیا ہے۔

عدل وانصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ خود مرزائی قادیانی جرأت کر کے اپنی ملت قادیانیت کے علیحدہ ملت ہونے کا اعلان کریں اور یہ کہ ان کا ملی تشخص اسلامی تشخص سے علیحدہ ہے۔ لوگوں کو اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کر کے فریب دینا زیب نہیں دیتا۔ تلبیس اور دجل وفریب سے انہیں دامن بچانا چاہئے۔ ان کے نزدیک ''لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' میں ''محمد'' سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ عیسیٰ بھی ہیں، موسیٰ بھی ہیں، محمد بھی ہیں اور احمد بھی۔ بلکہ ان کی ذات عین محمد ہے۔ لہٰذا اگر کوئی مرزائی کلمہ شہادت ادا کرتا ہے تو وہ مرزا غلام احمد کی نبوت کی شہادت دیتا ہے۔ لہٰذا ''اشھد ان غلام احمد رسول اللّٰہ'' ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مرزا غلام احمد عین محمد ہے۔ لہٰذا اسلام کا کلمہ شہادت قادیانیوں کے لئے کافی ہے۔ عام مسلمانوں کو یہ کہہ کر فریب دیا جاتا ہے کہ وہ کلمہ شہادت وہی ادا کرتے ہیں جو مسلمان ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ مسلمان ہیں۔ مرزائیوں کو یہ کہہ کر فریب دیا جاتا ہے کہ: ''اشھد غلام احمد رسول اللّٰہ'' کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس شہادت میں مرزا غلام احمد کی نبوت ورسالت کی تصدیق موجود ہے جو تمام فرقہ قادیانیہ کا عقیدہ ہے۔ تمام مرزائی جماعت کی انجمنوں اوران کی عبادت گاہوں پر جو کلمہ شہادت لکھا ہے وہ اسی تدلیس، تلبیس اور دجل کا مظہر ہے۔ بھولے بھالے، کم سواد، کم علم عوام کو فریب دینے کی بجائے قادیانیوں کو جرأت سے کام لے کر فرقہ بہائیہ (ایران) کی طرح ملت اسلامیہ سے علیحدہ تشخص ملی کا اعلان کرنا چاہئے اوراس دینی کشاکش اور فتنہ کو خود انہیں ختم کرنا چاہئے۔ (ہفت روزہ ختم نبوت کراچی مؤرخہ ۸تا۱۴/اپریل ۱۹۸۹ء ج۱ش۴۳ ...... قادیانیت ہماری نظر میں ص۱۴۷، ۱۴۸)

(۲۱۱۳) محمد نافع (جامعہ آباد جھنگ)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۳۰/دسمبر ۲۰۱۴ء)

چنیوٹ سے قریباً پینتیس کلومیٹر جھنگ روڈ پر ایک اڈا جامعہ آباد آتا ہے۔ جامعہ آباد سے بجانب غرب دو کلومیٹر پر ایک گاؤں ''محمدی شریف'' ہے۔ یہاں ایک بزرگ عالم دین حضرت مولانا عبدالغفور تھے۔ آپ نے مولانا سلطان محمود چنیوٹی سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا سلطان محمود چنیوٹی نے حدیث شریف کی تعلیم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے حاصل کی تھی۔ مولانا عبدالغفور کے والد گرامی مولانا عبدالرحمٰن کا بیعت کا تعلق خانقاہ سیال شریف ضلع سرگودھا سے تھا۔ سیال شریف کے بانی حضرات کا تعلق قطب عالم حضرت خواجہ سلیمان تونسوی سے تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن ساکن محمدی شریف نے اپنے صاحبزادہ مولانا عبدالغفور کو بھی سیال شریف کے اعلیٰ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے صغرسنی میں بیعت کرا دیا۔ مولانا عبدالغفور نے خانقاہ سیال شریف کے حضرت ثانی خواجہ محمد الدین سے بھی شرف بیعت حاصل کیا اور پھر سیال شریف کے حضرت ثالث مولانا خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے بھی شرف بیعت کے علاوہ سعادت حصول خلافت کا شرف بھی پایا۔ انہیں حضرت مولانا عبدالغفور کو اللہ رب العزت نے تین صاحبزادے دیئے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے کا نام محمد نافع تھا۔

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ مولانا عبدالغفور ۱۹۱۴ء میں حج کے لئے حاضر ہوئے۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جانے کے لئے اونٹوں پر سفر ہوا۔ ساربان کا نام نافع تھا۔ وہ اتنا شریف النفس اور عالی اخلاق ساربان تھا کہ سفر حج سے واپسی پر مولانا عبدالغفور کو ۱۹۱۵ء میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا تو اس کا نام مدنی ساربان کے نام پر نافع تجویز کیا۔ عموماً عرب میں مفرد نام ہوتے ہیں اور عجم میں

مرکب، تو صرف نافع کی بجائے تبرک کے طور پر اسم گرامی محمد کا اضافہ کر کے ’’محمد نافع‘‘ نام تجویز کیا۔ اس صاحبزادہ ’’محمد نافع‘‘ نے اپنے والد گرامی مولانا عبدالغفور سے حفظ قرآن مجید مکمل کیا۔ مولانا محمد نافع کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر تھے جو فاضل دیوبند اور مولانا سید انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید تھے۔ ان سے اور مولانا اللہ جوایا شاہ سے ابتدائی دینی کتب کی مولانا محمد نافع نے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اشاعت العلوم فیصل آباد، جو ان دنوں جامع مسجد کچہری بازار میں قائم تھا۔ حضرت مولانا محمد مسلم عثمانی دیوبندی اور حضرت مولانا حکیم حافظ عبدالمجید نابینا بی.اے، سے مزید تعلیم حاصل کی۔ اس دوران آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر نے محمدی شریف میں ’’جامعہ محمدی‘‘ کی بنیاد رکھی۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی فاضل دیوبند پہلے صدر مدرس کے طور پر یہاں تشریف لائے تو مولانا محمد نافع بھی فیصل آباد سے اپنے گاؤں محمدی شریف میں مولانا چوکیروی سے پڑھتے رہے۔ اچھالہ وادی سون سکیسر حضرت مولانا قطب الدین، مولانا احمد بخش گدائی ضلع ڈیرہ غازیخان اور دیگر اساتذہ سے بھی جو اس وقت جامعہ محمدی شریف میں مدرسین تھے آپ نے کسب فیض کیا۔ مشکوٰۃ شریف کے سال آپ نے واں بھچراں ضلع میانوالی میں مولانا غلام یاسین اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ انہّی ضلع گجرات کے معروف استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ولی اللہ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا اور پھر دورہ حدیث شریف دارالعلوم دیوبند سے کیا۔

یہ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء کی بات ہے۔ تب شیخ العرب العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے۔ (حضرت مدنی نے بخاری شریف شروع کرائی چند دن اسباق پڑھائے اور پھر گرفتار ہو گئے) حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا اعزاز علی امروہی، حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی دیوبندی ایسے اساتذہ کرام سے مولانا محمد نافع نے دارالعلوم دیوبند میں حدیث شریف پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد، شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر آپ کے دارالعلوم دیوبند میں ہمدرس تھے۔

فراغت کے بعد آپ اس وقت کی معروف جماعت ’’تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان‘‘ سے وابستہ ہوئے۔ تنظیم اہل سنت کا اس وقت ترجمان سہ روزہ ’’دعوت‘‘ لاہور تھا جس کے ایڈیٹر حضرت مولانا نورالحسن شاہ بخاری تھے۔ چوکیرہ ضلع سرگودھا سے آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی کا رسالہ ’’الفاروق‘‘ ماہواری شائع ہوتا تھا۔ ان میں آپ نے لکھنا شروع کیا۔ آپ نے ان مضامین کے ذریعے بہت جلد قارئین میں ایک حلقہ پیدا کر لیا۔ فراغت کے بعد اپنے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد ذاکر کے قائم کردہ ’’جامعہ محمدی شریف‘‘ میں پڑھاتے بھی رہے اور پھر ایک زمانہ میں ناظم بھی رہے۔ سینکڑوں حضرات نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مولانا محمد نافع ایک بزرگ، متبحر اور نقطہ رس عالم دین تھے۔ آپ نے لکھنا شروع کیا تو اس میں اعتدال کی وہ مثال قائم کی کہ خود اس میں ’’ضرب المثل‘‘ بن گئے۔ عموماً ’’رفض‘‘ کے خلاف کام کرنے والے خام ذہن اور رسوخ فی العلم نہ ہونے کے باعث ’’خارجیت‘‘ کے جراثیم کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ لیکن جن حضرات نے پوری عمر عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے نہ صرف کام کیا بلکہ اس محاذ کے اپنے وقت میں امام قرار پائے۔ ان میں حضرت مولانا محمد نافع صف اوّل میں نمایاں اور بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ اعتدال میں اپنی مثال آپ تھے۔ جہاں آپ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نامور وکیل تھے۔ وہاں عظمت و تکریم اہل بیت رضی اللہ عنہم کے صف اوّل کے علمبردار تھے۔ برصغیر میں ماضی بعید میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم و دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بہت ہی

تحریری علمی ذخیرہ چھوڑا۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی نے اپنے دور میں اس کام کو آگے بڑھایا اور پھران شیخین کریمین کے بعد مولانا سیدنورالحسن شاہ بخاری، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا قاضی مظہرحسین اور ہمارے ممدوح مولانا محمد نافع نے وہ تحریری خدمات سرانجام دیں جس پر آنے والی نسلیں بھی ان کی احسان مندرہیں گی۔

مولانا محمد نافع کی تصانیف پرایک نظرڈالیں تو بعض وجوہ سے آپ کی کتابیں اپنے معاصرحضرات سے بہت ساری امتیازی شان اپنے اندر رکھتی ہیں معلومات کا خزانہ ہیں۔ فریق مخالف کواس کے مسلمات سے کمال فروتنی اور جذبہ خیرخواہی علم کے ساتھ آپ آئینہ دکھاتے ہیں کہ اس سے وہ سوائے اپنے ڈوب، ڈوب جانے کے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ مولانا محمد نافع نے جس عنوان پر قلم اٹھایا دیانتداری کی بات ہے کہ ان کی تحریراس عنوان پر ''حرف آخر'' کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کی تصانیف میں:

۱...... ''مسئلہ ختم نبوت اورسلف صالحین'' ۲...... ''حدیث ثقلین''

۳...... ''رحماء بینھم'' (۳ جلدیں) ۴...... ''مسئلہ اقرباپروری''

۵...... ''حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اوران کی اہلیہ'' ۶...... ''بنات اربعہ رضی اللہ عنہن''

۷...... ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' ۸...... ''سیرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ''

۹...... ''فوائدنافعہ'' (۲ جلدیں) قابل ذکر ہیں۔

ان کو پڑھیں تو معلومات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندرنظرآتا ہے۔ اس کی گہرائی تک رسائی حاصل کریں تو موتیوں کے ڈھیر ہی ڈھیرپائے جاتے ہیں۔ طرزتحریر، اسلوب بیان، ایسادلکش، سادہ، عام فہم اور معتدل جوقلب ونظرکوسدابہار بنادے۔

قادیانیوں نے ۱۹۳۵ء میں ''روزنامہ الفضل لاہور'' کا خاتم النّبیین نمبرشائع کیا جس میں دھوکہ دہی کی انتہا کردی۔ دجل و کذب کا شاہکار یہ اخبار سامنے آیا تو دنیا نے دیکھا کہ نام خاتم النّبیین اوراندر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبوت جاری ہے۔ اف اللہ! حد ہوگئی علمی بددیانتی کی کہ خاتم النّبیین کے نمبر کے نام سے اجراء نبوت کا اثبات، اجراء نبوت کے اثبات کوخاتم النّبیین کا نام دینا گویا جاہل کومولوی فاضل اوراندھی کونوربھری قراردینے کی کوشش تھی۔ قادیانیوں کے اس دجل پرسب سے پہلے ہمارے جن مخادیم نے امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا وہ حضرت مولانا محمد نافع اور پھرمناظراسلام مولانا لال حسین اختر تھے۔

مولانا محمد نافع تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی رہے۔ پہلے جھنگ پھرلاہوربورسٹل جیل میں تین ماہ سنت یوسفی کوزندہ کیا۔ آپ ختم نبوت کے نہ صرف قدردان تھے بلکہ ہردم باخبر رہتے تھے اورغائبانہ دعاؤں سے اس محاذ پرکام کرنے والوں کی ڈھارس بندھواتے تھے۔ وہ کیا گئے، دنیانے انہیں کیا زیرزمین کیا، کہ علم وفضل کا خزانہ پوشیدہ ہوگیا۔

سوسال عمرپائی۔ آخروقت تک دل ودماغ، حافظہ، علوم کا استحضار، حیرت انگیز طور پر برابرکام کررہا تھا۔ ۳۰؍دسمبر کی رات دس بجے فوت ہوئے۔ ۳۱؍دسمبر غروب آفتاب کے وقت تدفین کا عمل مکمل ہوا۔ دنیا نے عجائبات زمانہ سے یہ بھی دیکھا کہ آفتاب آسمان اورمہتاب علم ایک ساتھ غروب ہوئے۔ ان کے غروب کے بعد اندھیرا ہوگیا یا اندھیرے کی گھٹا چھائی۔ یہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔ لاکھوں لاکھ افراد جنازہ میں شریک ہوئے۔ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے جنازہ پڑھایا۔

(۲۱۱۴) محمد نبیہ حسن، مولانا

(وفات: ۱۰؍جون ۱۹۶۲ء)

مولانا محمد نبیہ خان جہانپور ضلع مظفرنگر کے رہنے والے تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء میں سے تھے۔ حضرت مدنی کے خاص رفیق اور مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ وکارکنان کی ایک جماعت نے آپ کی تدفین وتکفین کی۔ آپ نے ردقادیانیت پر مولانا سہول خان کے فتویٰ پر یہ لکھ کر دستخط کئے۔

''الاجوبۃ کلہا صحیحۃ بلا ریب۔ فی الواقع مرزا اوران کے معتقدین ایسے ہی ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا ضروری امر ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۴۸)

(۲۱۱۵) محمد نجیب (مفتی اعظم مصر)، جناب الشیخ

برصغیر پاک وہند میں مرزا قادیانی اوران کے پیروکاروں کے خلاف کفر کے فتاویٰ جاری ہونے کے بعد دیگر اسلامی ممالک سے بھی مرزا قادیانی کے کفر کے فتاویٰ آنے لگے۔ چنانچہ حرمین شریفین کی طرح شام، فلسطین اور مصر کے مفتیان کرام نے بھی قادیانیوں کے خلاف فتویٰ جات ارسال کئے۔ مصر کے مفتی اعظم الشیخ محمد نجیب اور علامہ طنطاوی جوہری کے دستخط کے ساتھ ایک فتویٰ ہندوستان بھیجا گیا۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں: ''غلام احمد قادیانی ہندی کی کتاب ''مواہب الرحمٰن'' کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتا ہے۔ مگر آپ کے خاتم الانبیاء سے یہ مراد نہیں لیتا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے زعم میں ختم نبوت سے ختم کمالات نبوت مراد ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ: ''آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ بجز اس کے جو آپ کی امت میں ہو اور آپ کا کامل پیرو ہو اوراس نے آپ کی روحانیت سے پورا پورا فیض اور آپ کی روشنی سے کامل روشنی حاصل کی ہو، ایسے کامل پیرو کے لئے مغائرت کا مقام نہیں رہتا اور نہ یہ نبوت محمدی ﷺ سے الگ کوئی دوسری نبوت ہے۔ بلکہ یہ خود احمد ہی ہے، جو دوسرے آئینہ میں ظاہر ہوا ہے۔ کوئی شخص خود اپنی صورت پر جس کو اللہ تعالیٰ آئینہ میں دکھاتا اور ظاہر کرتا ہے، غیرت نہیں کرتا۔ پس جو شخص نبی ﷺ سے ہو، وہ ہو بہو وہی ہے۔''

اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ غلام احمد قادیانی حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد بھی نبوت کے جاری رہنے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ: ''وہ بھی آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے اتباع سے نبی ہے اوراس کی نبوت سرکار کائنات ﷺ کی نبوت سے مغائر نہیں، بلکہ وہ ہو بہو محمد ہے۔''

حالانکہ یہ عقیدہ صریح کفر اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ''ما کان محمد...... الخ!'' کے خلاف ہے۔ یہ بیان من جملہ ان دعاوی کے ہے، جو غلام احمد ہندی کے کذب پر دلالت کرتے ہیں۔ مصطفیٰ کامل پاشا مرحوم رئیس حزب الوطن اور مالک اخبار ''اللواء'' قاہرہ نے اس کتاب مواہب الرحمٰن کا رد لکھا تھا اور غلام احمد کو ضال ومضل بتایا تھا اوراس کے اقوال کو نجاست کی طرح دیوار پر ڈال دینے کے لائق لکھا تھا۔'' (رئیس قادیان ج۲ ص۴۵)

(۲۱۱۶) محمد نذیر سیالکوٹی، جناب صوفی

جناب ڈاکٹر نذیر احمد صوفی سیالکوٹ کے باسی تھے۔ سیالکوٹ کی مسلم لیگ حلقہ نمبر۸ شہر کے صدر بھی تھے۔ آپ نے علامہ اقبال مرحوم کے فرامین کی روشنی میں قادیانیت کے ملعونہ عقائد کا تجزیہ کیا۔ ڈاکٹر نذیر صاحب نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریک کی بھرپور اخلاقی مدد کی۔ یہ قادیانی فتنہ کی سنگینی سے خود آگاہ تھے اور لیگی قیادت کو اس فتنہ کے زہریلے عقائد وعزائم سے باخبر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے تردید مرزائیت کے لئے ''قادیانی مذہب اور علامہ اقبال کا قول فیصل'' نامی رسالہ مرتب کیا جو احتساب قادیانیت جلد۳۷ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۱۱۷) محمد نعیم آسی (سیالکوٹ)، مولانا

(ولادت:۱۹۴۹ء ...... وفات:۹رنومبر۱۹۹۰ء)

سیالکوٹ کی ایک مرنجاں مرنج دینی شخصیت حضرت مولانا نعیم آسی تھے۔ آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں بانی جامعہ مدنیہ لاہور کے مرید خاص تھے۔ سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا نعیم آسی نے مسلم اکادمی کے نام پر سیالکوٹ میں ادارہ قائم کیا۔ آپ بہت اچھے معیاری لکھاری تھے۔ آپ کے مضامین اس زمانہ میں ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور میں آغا شورش کاشمیری شائع کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ''نوائے وقت'' ترجمان اسلام، تبصرہ میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ کچھ عرصہ الاحرار کے سب ایڈیٹر بھی رہے۔ مولانا نعیم آسی جمعیۃ علماء اسلام سیالکوٹ کے روح رواں تھے اور مدرسہ قاسم العلوم مسجد الکوثر مجاہد روڈ سیالکوٹ کے خطیب بھی تھے۔ خوب علم دوست انسان تھے۔ آپ کی ردقادیانیت پر ایک کتاب اور ایک رسالہ ہمیں دستیاب ہوئے۔ کتاب کا نام ہے:

۱...... ''اقبال اور قادیانی'' یہ کتاب مئی۱۹۷۴ء میں آپ نے شائع کی اور جو رسالہ ملا اس کا نام ہے:

۲...... ''قادیانی مسئلہ آئینی ترمیم کے مطابق قانون سازی کا تقاضا کرتا ہے'' یہ رسالہ فروری ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔

مولانا نعیم آسی جوانی میں جاں بحق ہوئے۔ ان کے رشحات قلم کو احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں شائع کرنے پر دل مسرتوں سے لبریز ہے کہ وہ فقیر کے بہت اچھے دوست تھے۔ ہمارے حضرت خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے منظور نظر تھے۔ مولانا حامد میاں کے بعد حضرت خواجہ صاحب سے آپ بیعت ہوئے۔

(۲۱۱۸) محمد نعیم عارفی، جناب

(پیدائش:۱۹۳۶ء ...... وفات:۱۶راگست۱۹۹۰ء)

اردو کے معروف شاعر، ادب اور صحافی، مشہور زمانہ جریدہ تکبیر کے نائب ایڈیٹر رہے۔ قادیانی گروہ کے متعلق ان کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ''پاکستان میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا جاچکا ہے، جس پر برافروختہ ہوکر ۱۹۸۴ء میں قادیانی خلیفہ مرزا طاہر احمد انگلستان ''ہجرت'' کر گئے ہیں اور اب قادیانیت کی نشرواشاعت کا مرکز لندن ہے۔ بیشتر اسلامی ممالک، بشمول سعودی عرب میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ قادیانی حضرات شہرت کی خاطر اکثر وبیشتر مباہلوں، مناظروں اور اس قسم کی دیگر حرکات سے

اپنے وجود کا یقین دلاتے رہتے ہیں۔ پچھلے سال ۱۰رجون ۱۹۸۸ء کو مرزا طاہر احمد نے تحریری طور پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا، جسے اکثر و بیشتر مقامات پر انفرادی اور اجتماعی طور پر قبول کر کے مرزا طاہر سے کہا گیا تھا کہ وہ ایک مقررہ جگہ پر تشریف لے آئیں۔ جہاں حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہو جائے مگر انہوں نے یہ کہہ کر اپنی جان بچالی کہ مباہلے کے لئے کسی ایک جگہ جمع ہونا شرط نہیں ہے۔ ان کی اتباع میں، جماعت احمدیہ کسرالہ (بھارت) کے امیر نے بھی وہاں کے مسلمانوں کو مباہلے کا چیلنج دیا۔ ۲۸رمئی ۱۹۸۹ء کو مباہلے کا دن طے کیا گیا مگر چیلنج کے فوراً بعد خلیفہ وقت کے نائب اور امیر جماعت احمدیہ کسرالہ (بھارت) اس دنیا سے کوچ کر گئے ...... پاکستان میں قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ پاکستان میں مختلف ناجائز ذرائع سے قادیانی حضرات نے بہت اہم مناصب پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وزارت خارجہ اور وزارت تعلیم پر ان کی خاص توجہ ہے۔'' (ہفت روزہ تکبیر دسمبر ۱۹۸۹ء)

(۲۱۱۹) محمد نعیم (کراچی)، شیخ الحدیث مولانا مفتی

(ولادت: اگست ۱۹۵۸ء ...... وفات: ۲۰رجون ۲۰۲۰ء)

ممتاز عالم دین، عظیم مذہبی اسکالر، جید حافظ و قاری، قرآن کریم سے حد درجہ شغف رکھنے والے، علوم نبویہ کے امین، مشفق ومہربان انسان، تواضع وانکساری کے پیکر، سینکڑوں مساجد و مدارس کے سرپرست، غم زدہ دلوں کے درد کا درماں، بے کس وسہارا لوگوں کا مددگار، جامعہ بنوریہ عالمیہ کے مؤسس و بانی، جامعہ کے رئیس و شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد نعیم قاری عبدالحلیم کے گھر میں پیدا ہوئے۔ حضرت مفتی محمد نعیم کے والد محترم قاری عبدالحلیم صاحب عمدہ مجود اور جید قاری تھے، قاری عبدالحلیم کا پورا گھرانہ پارسی تھا۔ وہ کس طرح مسلمان ہوئے اور ان پر کیا بیتی اس سلسلہ میں خود قاری صاحب کے بیان کردہ گفتگو کا خلاصہ پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

''میرے والد کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا اور مذہباً وہ پارسی تھے، غربت کے زمانے میں محنت اور دلجمعی کے ساتھ اعلیٰ عصری تعلیم حاصل کی، پھر انگریز حکومت کے تحت ملازمت اختیار کر لی۔ آپ کی فرض شناسی اور محنت کے وصف کے باعث آپ کا انگریز آفیسر آپ سے بہت متاثر تھا۔ چنانچہ جب اس کا تبادلہ ہندوستان سے عرب ریاست میں کر دیا گیا تو والد صاحب کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ وہاں کچھ مقامی عرب بھی اسی آفیسر کے ماتحت تھے۔ ایک دن اس عملے کے ایک عرب نوجوان نے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ کس کی عبادت کرتے ہیں؟ تو والد صاحب نے کہا ''آگ کی''۔ یہ سن کر وہ عرب بہت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ تمہارا کیسا خدا ہے کہ جسے تم اپنے ہاتھ سے زندہ کرتے ہو اور پھر وہ پانی کے چند قطروں سے مر بھی جاتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ ''تم اپنے مُردوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو؟ والد صاحب نے کہا کہ ہم انہیں پرندوں کو کھلا دیتے ہیں! اس پر وہ مزید حیران ہوا پھر اس نے اسلام کا نظریہ اس بارے میں بیان کیا۔ تو والد صاحب بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ تمہارے پاس اپنے مذہب کی کوئی کتاب ہو تو مجھے دے دو! چنانچہ ایک دن وہ کتابیں لے آیا اور والد صاحب کو دیں اور ساتھ والد صاحب کو مسلمان ہونے کا کہا، والد صاحب نے جواب دیا کہ میں ان کتابوں کا مطالعہ کر کے ایک مہینہ بعد جواب دوں گا۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ کیا آپ ایک ماہ تک زندہ رہنے کی ضمانت دے سکتے ہیں؟ والد صاحب نے نفی میں جواب دیا تو وہ کہنے لگا بہتر ہے کہ آپ ابھی کلمہ پڑھ لیں اور مسلمان ہو جائیں! چنانچہ والد صاحب نے کلمہ توحید پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ چھٹیوں میں والد صاحب ہندوستان تشریف لائے تو والدہ کو مسلمان ہونے کی ترغیب دی مگر خاندان والوں کی شدید مخالفت کے باعث وہ اس وقت مسلمان نہ ہوئیں۔

اسی دوران میری (قاری عبدالحلیم صاحب) کی ولادت ہوئی۔ اس طرح کئی سال تک والد صاحب چھٹیوں میں آتے رہے اور والدہ کو سمجھاتے رہے مگر کامیاب نہ ہورہے تھے۔ بالآخر والد صاحب نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی اور مستقل ہندوستان چلے آئے۔ اس دفعہ جب والد صاحب آئے تو والدہ کو ہمراہ لیا اور چپکے سے ''حیدرآباد دکن'' کی طرف ہجرت کرلی۔ وہاں والدہ کو مسلمان کیا اور ان کا اعتقاد پختہ کیا! بعدازاں یہاں بھی خاندان والوں کا آنا جانا ہوگیا مگر وہ والدہ کو متزلزل نہ کرسکے۔ پھر معاشی عسرت کے باعث ہم لوگ ایک دیہات میں رہائش پذیر ہوگئے۔ ڈابھیل نامی اس بستی میں مولانا انورشاہ کشمیری نے ''الملک'' کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی تھی، یہیں سے میں نے ناظرہ قرآن پڑھا اور تیرہ پارے حفظ کئے، بعدازاں ہم بمبئی منتقل ہوگئے جہاں ''جونا پٹی'' کے مدرسہ میں (یہ اب تبلیغی مرکز ہے) میں نے حفظ قرآن مکمل کیا۔ ۱۹۴۴ء میں، میں نے تکمیل حفظ کی۔ اسی سال والد صاحب نے مدینۃ المنورہ کے لئے رخت سفر باندھا اور پھر مستقل طور وہیں سکونت اختیار کرلی، ہر سال باقاعدگی سے حج کے لئے جاتے تھے، اسی طرح کئی سال گزر گئے مگر وہ ہندوستان نہ آئے۔ ۱۹۴۸ء کو ہم دو بھائی والدہ سمیت کراچی منتقل ہوگئے، بڑے بھائی تو بعدازاں ہندوستان واپس لوٹ گئے، مگر ہم لوگ یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ والد صاحب سے ہندوستان آنے کے لئے کہتے تو وہ جواب میں لکھتے کہ میں تو یہاں مرنے کے لئے آیا ہوں اور کسی صورت میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

۱۹۵۶ء میں بیمار ہوئے تو والدہ اور ہمشیرہ ان سے ملنے کے لئے گئیں۔ کچھ دن ہسپتال میں رہے مگر جانبر نہ ہوسکے اور انتقال کرگئے اور جنت المعلی میں مدفون ہوئے۔ والدہ واپس کراچی آگئیں اور جمشید کوارٹر میں رہائش اختیار کی۔ بعدازاں گارڈن ویسٹ میں منتقل ہوگئے، اسی دوران میری شادی بھی ہوگئی۔ والدہ صاحبہ کا سائٹ ایریا میں واقع اسٹارمل کے سیٹھ کی بیوی سے تعلق بن گیا تھا چنانچہ رہائش اسٹارمل میں منتقل ہوگئی۔ میرے پاس گزراوقات کے لئے رکشہ تھا جس میں ''حضرت ہوٹل'' والوں کے لئے سبزی لایا کرتا تھا جس سے ۱۵۰ روپے ماہوار ملتے تھے اور ساتھ ساتھ مل کی مسجد میں امامت کرتا تھا جس سے ۱۵۰ روپے حاصل ہوتے تھے، کل ماہانہ آمدنی تین سو روپے تھی۔ جہاں موجودہ مدرسہ بنوریہ ہے یہاں نشاط مل والوں کی کالونی تھی اور ہم یہاں گشت کے لئے آیا کرتے تھے، نشاط مل والوں نے مزدوروں کی نماز کے لئے مل کے ساتھ ایک جگہ مخصوص کررکھی تھی، ایک دن مفتی نعیم نے نشاط مل والوں سے کہا: یہ جگہ ہمیں دے دو! ہم یہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ سو نشاط مل کے ملازم حاجی شریف کے توسط سے یہ جگہ حاصل کرلی گئی اور یہاں محمدی مسجد کی تعمیر شروع ہوئی، بعدازاں اسٹار کالونی میں واقع مدرسہ بھی اسی جگہ منتقل کردیا گیا اور اسے مدرسہ بنوریہ کا نام دیا گیا جو آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے آج اس مقام تک آپہنچا ہے کہ عالم اسلام کی ایک معروف دینی درسگاہ بن چکا ہے۔''

پاکستان آنے کے بعد قاری عبدالحلیم نے باقاعدہ حضرت قاری فتح محمد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور تجوید وقرأت کے علوم سیکھے۔ تکمیل کے بعد قاری صاحب نے مختلف مساجد ومدارس میں امامت اور تدریس قرآن کے فرائض انجام دیئے۔ سائٹ ایریا میں اسٹار کالونی میں آپ کو رہائش کے لئے ایک کوارٹر دیا گیا، اسی کالونی میں ایک ہال نما کمرہ تھا جس میں آپ بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ کرتے تھے، اسٹار کالونی کے سامنے ہی نشاط مل کی مسجد تھی ''مسجد نورجہاں'' کے نام سے اس میں آپ امامت کراتے تھے۔ مفتی محمد نعیم کو آپ نے حفظ قرآن کی تعلیم دی، کچھ قاری صاحب اور کچھ نانک واڑہ اور مکی مسجد کے اساتذہ سے حفظ قرآن کی تعلیم مکمل کی۔ قاری فتح محمد صاحب سے باقاعدہ پڑھا تو نہیں لیکن قاری صاحب کو قرآن کریم سنایا ہے اور قاری صاحب کو قرآن کریم سنانا آسان کام

نہیں۔ تکمیل حفظ کے بعد آپ کو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخل کرادیا گیا اور اول تا آخر درسِ نظامی کی تعلیم جامعہ میں ہی ہوئی ہے۔ مفتی صاحب شروع سے بہت محنتی تھے، پڑھنا اور تعلیم حاصل کرنا ہی آپ کا مشغلہ تھا یا پھر اساتذہ کی خدمت کرنا، ہم نے زمانہ طالب علمی میں انہیں اساتذہ کی خدمت کرتے ہوئے خود دیکھا ہے۔ خصوصاً دوپہر کے وقفہ میں اساتذہ کے لئے کھانا لانا، دسترخوان لگانا، کھانا کھلانا اور برتن دھونا یہ مفتی صاحب کا روز کا معمول تھا، کیوں کہ مولانا سید مصباح اللہ شاہ، مفتی ولی حسن تو اکثر اور مفتی شاہد، مولانا ضیاء الحق بھی دارالافتاء میں دوپہر کے وقت قیام کرتے تھے اور مفتی صاحب ان کے کھانے کا بندوبست کرتے تھے، اس کے علاوہ ان کے گھروں کا سودا سلف لانا، مولانا ادریس، مفتی ولی حسن کے پان وغیرہ کا بندوبست کرنا بھی مفتی صاحب کے ہی ذمہ تھا۔ مفتی صاحب نے بڑی محنت سے تعلیم حاصل کی اس لئے ہمیشہ امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کرتے تھے، اسی محنت ولیاقت اور خدمت کے جذبے نے انہیں اپنے اساتذہ کا منظور نظر بنادیا تھا۔ ۱۹۷۹ء میں آپ نے جامعہ سے سند فراغت حاصل کی۔ یہی وجہ تھی کہ جب مفتی صاحب نے دورۂ حدیث کا امتحان دے دیا، ابھی نتیجہ نہیں آیا تھا کہ اساتذہ نے جامعہ میں بحیثیت استاد آپ کا تقرر کردیا۔

جامعہ بنوریہ کی بنیاد

جیسا کہ پہلے تذکرہ آچکا ہے کہ اسٹار کالونی میں ایک ہال نما کمرہ قاری عبدالحلیم کو بچوں کے قرآن کریم کی تعلیم کے لئے دیا گیا تھا۔ قاری صاحب وہاں قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتے تھے، رات کو مفتی نعیم بھی اس تعلیم میں اپنے والد صاحب کی معاونت کرتے۔ جب مفتی نعیم فارغ التحصیل ہوگئے تو کالونی کے انہی بچوں کو جن میں کئی حافظ ہوچکے تھے۔ ان سے درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا۔ ابتدائی دو درجے اعدادیہ اور اولی شروع کیا۔ صبح مفتی صاحب جامعہ علوم اسلامیہ تدریس کے لئے جایا کرتے تھے۔ وہاں سے آنے کے بعد ان طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک سال کے بعد مولانا عبدالحمید صاحب، جو ان کے دورے کے ساتھی تھے۔ مفتی احمد الرحمٰن کے توسط سے ان کو اپنے مدرسہ میں لے آئے۔ شروع کے دو سال تو اسی اسٹار کالونی کے کمرے اور سامنے مسجد نور جہاں میں کلاسیں لگتی رہیں۔ آج کل جہاں جامعہ بنوریہ قائم ہے یہ درحقیقت نشاط ملز کی لیبر کالونی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے دور میں ہر ایک بڑی فیکٹری اور مل کے لئے لازمی کیا تھا کہ وہ اپنے مزدوروں کی رہائش کے لئے کالونیاں بنائے۔ اس کے لئے حکومت نے انہیں جگہیں مہیا کی تھیں۔ اس شرط پر کہ مل مالکان یہ جگہ فروخت نہیں کریں گے۔ یہ ایک اچھی بڑی کالونی تھی۔ یہاں کے رہائش پذیر مزدوروں نے نماز کے لئے ایک چھوٹی سی مسجد خود ہی بنالی تھی۔ نشاط مل تقریباً بند ہوچکی تھی۔ بہت سے کوارٹرز خالی تھے۔ کچھ مزدوروں کا قبضہ تھا۔ قاری صاحب اور ان کے رفقاء تبلیغی گشت کے لئے کبھی کبھی یہاں آیا کرتے تھے۔ مفتی صاحب نے جب اس مسجد کی خستہ حالی اور ویرانی دیکھی تو ان کے مالکان سے بات کر کے یہ جگہ حاصل کرلی۔ مسجد کی چار دیواری نہیں تھی۔ خستہ حال تھی۔ اس کی صفائی کروائی اسے نماز کے قابل بنایا۔ سامنے تھوڑی جگہ تھی جہاں آج کل دفاتر ہیں۔ وہاں دو کمروں کی بنیاد ڈالی اور اس طرح یہاں جامعہ بنوریہ کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ غالباً ۱۹۸۰ء کا زمانہ ہے اور اس طرح اسٹار کالونی کا مدرسہ یہاں منتقل کردیا گیا۔ ایک طویل عرصہ تک اساتذہ کا تقرر بھی مفتی احمد الرحمٰن کی تصدیق و توثیق سے ہوا کرتا تھا۔ ان سخت اور مشکل حالات میں مفتی صاحب نے اپنا سفر شروع کیا اور بڑی ہمت و استقامت کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا، کسی موقع پر مفتی صاحب کے قدم نہیں ڈگمگائے اور مفتی صاحب کا ہر دوسرا قدم کامیابی کی طرف اٹھتا رہا۔ رفتہ رفتہ بارہ ایکٹر زمین مفتی صاحب نے حاصل کی یہ ایک دن میں نہیں ہوا اس پر مسلسل محنت ہوئی ہے۔

آج جامعہ بنوریہ کئی شاندار عمارتوں پر مشتمل ہیں۔ باقاعدہ دو مسجدیں ہیں۔ کشادہ درسگاہیں ہیں، کئی دارالاقامے (ہاسٹلز) ہیں، کئی دارالافتاء ہیں، شعبہ تحفیظ کی علیحدہ عمارت ہے۔ بنات کی شاندار عمارت ہے۔ غیرملکی شعبہ مستقل قائم ہے۔ اساتذہ کی رہائش گاہیں ہیں۔ دارالافتاء، دارالتصنیف، دارالتربیت سمیت متعدد شعبے پوری آب وتاب کے ساتھ قائم ہیں۔ ابتداء میں دو درجے قائم کئے اور پھر ایک ایک درجہ بڑھاتے رہے یہاں تک اسے دورہ حدیث تک پہنچایا۔ اور دورہ حدیث بھی اپنے اساتذہ کے مشورے سے قائم کیا۔ دورہ حدیث کے بعد مفتی صاحب نے اپنے یہاں تخصّص فی الفقہ، تخصّص فی الحدیث، تخصّص فی الدعوہ والارشاد، تخصّص فی التفسیر کے شعبے بھی قائم کئے۔ جامعہ بنوریہ کا ایک اہم شعبہ تحفیظ القرآن ہے۔ اس میں قاری عبدالحلیم کی نسبت، ان کا ذوق کارفرما ہے کہ جامعہ بنوریہ میں اول دن سے شعبہ حفظ میں معیاری تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، اوراس شعبہ میں مسلسل ترقی کا عمل جاری ہے۔ خود مفتی صاحب کو حفظ کی معیاری تعلیم کی فکر رہتی ہے۔ ہر سال حسن قرآت کے مقابلے کرواتے تا کہ طلبہ میں قرآن کریم پڑھنے کا ذوق پیدا ہو۔ کئی سال اسی لئے محافل حسن قرآت منعقد کرواتے رہے، جس میں، مصر، انڈونیشیا اور پاکستان کے جید قراء کو بلواتے تھے اسی سلسلہ میں ایک خاص شعبہ دارالتربیت کے نام سے قائم کیا۔ بنات میں بھی شعبۂ حفظ معیاری درجے کا ہے۔

ابھی ملک میں بنات کے مدارس کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ مفتی صاحب نے اپنے یہاں بنات کا شعبہ قائم کیا۔ الحمدللہ جامعہ بنوریہ کا بنات کا شعبہ بھی معیاری درجہ کا ہے۔ آپ نے اپنے یہاں تحقیق وتصنیف کا شعبہ بھی قائم کیا۔ اسی شعبہ کے تحت تفسیر روح القرآن اپنی نگرانی میں مرتب کروائی، جس کی سات جلدیں آچکی ہیں۔ ''ادیان باطلہ وصراط مستقیم'' کے نام سے فرق باطلہ پر کتاب مرتب کروائی۔ بیسیوں چھوٹی بڑی کتابیں اس شعبہ کے تحت زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہیں۔ مفتی صاحب اپنے جامعہ کی ویب سائٹ تیار کر کے جاری کر چکے تھے، مفتی صاحب کی کوششوں سے آج سے کئی سال قبل امریکہ میں ریڈیو چینل کے ذریعہ اصلاحی بیانات اور سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ آج اس نے جدید ترقی یافتہ شکل اختیار کر لی ہے اور باقاعدہ بنوریہ میڈیا کے نام سے چینل قائم ہے جو لوگوں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

مفتی صاحب کا ایک عظیم کارنامہ نومسلم افراد کی راہنمائی، ان کی اعانت، ان کا تحفظ، ان کی رہائش اور تعلیم کا بندوبست کرنا، ان کو قانونی معاونت فراہم کرنا بھی ہے۔ اس میں بھی مفتی صاحب اپنی انفرادی اور امتیازی شان رکھتے ہیں۔ مفتی صاحب کا صحافت سے بھی تعلق رہا، حضرت مفتی صاحب کی طرف تقریباً روزانہ پابندی سے بیان جاری ہوتا جس میں آپ نئے پیدا شدہ حالات پر خصوصاً مدارس و مساجد اور دینی اقدار کے حوالے سے بیان جاری کرتے۔ آپ کے ادارے سے ایک عرصہ تک ماہنامہ البنوریہ کے نام سے رسالہ شائع ہوتا رہا بعد میں اخبار المدارس کے نام سے ہفت روزہ شائع ہونے لگا۔ مستحقین کی امداد اور ضرورت مند افراد کی اعانت کے لئے بنوریہ ویلفیئر ٹرسٹ قائم کیا۔ مفتی نعیم صاحب کئی سال تک امریکہ کی ریاستوں میں رمضان المبارک میں تشریف لے جاتے اور وہاں قرآن کریم سناتے ، اسی دوران مفتی ساحب کے کئی شہروں میں سفر ہوتے، مفتی صاحب نے وہاں کے علاقوں میں اشاعت قرآن اور تبلیغ دین کا پروگرام بنایا، وہاں کے لوگوں کو ترغیب دی، ان کا ذہن بنایا۔ اس کے نتیجہ میں اولاً ایک والد اپنے بچے کو لے کر آئے، جامعہ بنوریہ میں اس وقت تک کوئی غیرملکی شعبہ نہیں تھا، مفتی صاحب نے اسے اپنے گھر میں رکھا، اس کے والد کو اپنے یہاں ٹھہرایا، اس بچے کی تعلیم کا بندوبست کیا۔ والد صاحب تو دو ماہ کے بعد واپس چلے گئے مگر بچے کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ اگلے سال اس بچے کو دیکھ کر مزید چار بچے آ گئے، اس طرح یہ

سلسلہ شروع ہوا۔ مفتی صاحب نے ان کے لئے علیحدہ رہنے کے لئے کمرے تعمیر کروائے، ان کی درس گاہیں علیحدہ سے قائم کیں، ان کی تعلیم کا مستقل بندوبست کیا، ان کے کھانے پینے، رہائش کا عمدہ انتظام کیا اور اس طرح یہ ایک مستقل شعبہ وجود میں آ گیا۔

نائن الیون کے بعد پرویز مشرف دور میں دینی طلبہ کے ویزوں پر پابندی لگادی گئی تو اس وقت ان غیرملکی طلبہ کے حق میں سب سے مضبوط اور توانا آواز مفتی محمد نعیم کی ہی تھی۔ مفتی صاحب نے اس کے لئے میڈیا کا بھی استعمال کیا، وزارت خارجہ کے لوگوں سے بھی مسلسل رابطے رکھے، ہر ذرائع سے اور ہر سطح پر آواز اٹھائی، اسی کا نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے جامعات میں غیرملکی طلبہ کا داخلہ بند ہوگیا، مگر جامعہ بنوریہ میں آخر وقت تک غیرملکی طلباء تعلیم حاصل کرتے رہے اور آج بھی ایک بڑی تعداد غیرملکی طلباء کی جامعہ بنوریہ میں زیر تعلیم ہے۔ (مولانا مفتی خالد محمود)

(۲۱۲۰) محمد نعیم لدھیانوی (فیصل آباد)، مولانا مفتی

(وفات: ۱۹۷۰ء)

لدھیانہ کے معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی تھے۔ آپ کے خاندان کے اکابر نے اوّلاً مرزا قادیانی ملعون پر کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی، بانی احرار، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے رشتہ میں چچا لگتے تھے۔ تقسیم کے بعد آپ منڈی بہاؤالدین میں عرصہ تک جامع مسجد کے خطیب رہے۔ ۱۹۶۳ء میں فیصل آباد جناح کالونی کی جامع مسجد میں بطور خطیب کے تشریف لائے۔ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ جب آپ لدھیانہ میں تھے۔ تب آپ لدھیانہ کے مفتی تھے۔ آپ نے ایک رسالہ ۱۴؍نومبر ۱۹۳۳ء کو تحریر فرمایا۔ قادیانیوں نے ۲۲؍اکتوبر ۱۹۳۳ء کو پورے ہندوستان میں یوم تبلیغ منانے کا اعلان کیا۔ اس موقعہ پر ''کیا آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت غیرتشریعی کے اجراء کا قائل کافر ہے؟'' دوورقہ پمفلٹ قادیانی جماعت نے قادیان سے شائع کیا، جس کا حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی نے جواب تحریر فرمایا۔ ''قادیانی نبوت کا خاتمہ...... مرزائیوں سے چند سوال'' یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شائع ہوا ہے۔

(۲۱۲۱) محمد نواز (ایبٹ آباد)، مولانا قاضی

(ولادت: ۲۰؍جون ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۲۲؍دسمبر ۲۰۰۰ء)

آپ ڈھوڈیال نواں شہر میں قاضی محمد عرفان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ہزارہ کی تمام دینی تحریکوں کے روح رواں رہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قومی اسمبلی کے امیدوار بھی رہے۔ الیاسی مسجد ایبٹ آباد کے خطیب تھے۔ مولانا قاضی محمد نواز صاحب نے اگست ۱۹۷۲ء میں کاکول ملٹری اکیڈمی کے نزدیک قادیانی مرکز کی تعمیر کے خلاف اپنے رفقاء سمیت بھرپور حصہ لیا۔ مولانا لال حسین اختر امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۸؍اگست ۱۹۷۲ء کا خطبہ جمعہ آپ کی مسجد الیاسی میں دیا اور پھر جلوس نکلا۔ ضلع بھر کی دینی قیادت نے اس میں شرکت کی اور قادیانی مرکز کی تعمیر ہمیشہ کے لئے گاؤخوردہ ہوگئی۔ مولانا قاضی محمد نواز صاحب کا اس میں بہت حصہ ہے۔

(۲۱۲۲) محمد نواز (ایم.اے)، جناب

''قادیانی عزائم اور پاکستانی مسلمان'' یہ جناب محمد نواز صاحب ایم.اے کی مرتب کردہ ہے۔۱۹۷۴ء میں ''چٹان'' پریس سے شائع ہوئی۔ شائع کنندہ اتحاد العلماء کا مرکزی دفتر لاہور تھا۔ بہت ہی اہم معلومات پر مشتمل ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۴۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

(۲۱۲۳) محمد نواز شیخ (واصو ضلع جھنگ)، جناب حافظ

(وفات: ۱۹؍جون ۱۹۷۹ء)

تنظیم اہل سنت اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما تھے۔ واصو آستانہ کے رہنے والے تھے۔ تمام دینی تحریکوں بالخصوص تحریک ختم نبوت میں پیش پیش رہے۔

(۲۱۲۴) محمد نوشہروی (خوشاب)، جناب میاں

جناب حضرت مولانا میاں محمد نوشہروی کا رسالہ ''اخلاق اور مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط اقوال والہامات کی تشریح)'' ہے جو انتہائی عقلی و نقلی دلائل سے بھرپور ہے۔ ایک خوبصورت قابل ستائش ولائق تحسین دستاویز ہے۔۱۹۵۳ء سے پہلے کا مرتب کردہ ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا میاں محمد نوشہروی کے مزید تین رسالہ کا اسی کتابچہ میں ذکر ہے۔

۱...... ''قرآن اور مرزا قادیانی'' ۲...... ''حدیث اور مرزا قادیانی'' ۳...... ''مرزا قادیانی اور سچائی''

یہ تینوں رسائل دستیاب نہ ہوسکے۔ خدا کرے مل جائیں تو بہت ہی خوب بلکہ خوب ترین ہوگا اور اب ایک رسالہ ''اخلاق اور مرزا قادیانی'' احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۱۲۵) محمد نیاز لدھیانوی، جناب

جناب نیاز لدھیانوی ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی بندر روڈ پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں ہوتے تھے۔ نشتر پارک میں قادیانی ظفر اللہ خان کا جلسہ ہوا۔ پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک چلی تو نیاز لدھیانوی گرفتار بھی ہوئے۔ اس تحریک کے زمانہ میں ''بناسپتی نبوت'' نام کا کتابچہ لکھا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۴۹ میں پیش خدمت ہے۔

(۲۱۲۶) محمد وجیہہ (حیدرآباد)، جناب مفتی

(ولادت: ۳؍محرم ۱۳۴۳ھ/ ۵؍اگست ۱۹۲۴ء ...... وفات: ۲۱؍مئی ۲۰۰۰ء)

قصبہ ٹانڈہ باولی ریاست رام پور میں مولانا محمد نبیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت حاصل کی۔ حضرت حکیم الامت سے بیعت ہوئے۔ تھانہ بھون، ہردوئی میں پڑھاتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد دارالعلوم ٹنڈوالہ یار خان سندھ میں پڑھاتے رہے۔ مولانا ظفر احمد عثانی کے بعد آپ یہاں شیخ الحدیث بھی رہے۔ حضرت مفتی محمد

شفیع اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان سے مجاز تھے۔ حیدرآباد سندھ میں مظاہر العلوم کے نام پر اپنا ادارہ قائم کیا جو بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کا فتویٰ ''حیات مسیح علیہ السلام فتویٰ'' میں درج ہے جس میں آپ نے فرمایا: ''الجواب موافق لاجماع الامة والسنة والکتاب ان مسیلمة الفنجاب ملحد کافر بلا ارتیاب، انه قد اختلق فی الدین فرية وانکر ما اخبر به خیر البرية ﷺ فحکمه حکم المرتدین بلا خلاف بین المسلمین'' العبد الاحقر: محمد وجیه غفرله

صدر مفتی دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار

جو جواب دیا گیا ہے وہ اجماع امت، سنت مطہرہ اور کتاب اللہ کے بالکل موافق ہے اور مسیلمہ پنجاب دجال بلاشک وشبہ ملحد اور کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے دین میں نئی چیزیں گھڑ کر داخل کر دی ہیں اور جس چیز کی خبر افضل البشر ﷺ نے دی ہے اس کا انکار کر دیا ہے تو مسلمانوں کے نزدیک اس کا حکم مرتدین کا سا حکم ہے۔

(۲۱۲۷) محمد ولی الدین، مولانا

مولانا محمد ولی الدین صاحب پہلے قادیانی تھے۔ قادیانی جماعت کے انسپکٹر مال اور مبلغ رہے۔ پھر اللہ رب العزت کی رحمت کو ان پر ترس آ گیا۔ وہ قادیانیت پر چار حرف بھیج کر مسلمان ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق بخشی کہ وہ قادیانیوں کے عقائد کو طشت از بام کرنے کے لئے میدان میں اترے اور پھر جہاں بھی گئے مسلمانوں نے ان کو آنکھوں پر بٹھایا۔ پنجاب یونیورسٹی سے انہوں نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا ہوا تھا۔ آپ نے قادیانیوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا:

۱...... ''ختم نبوت اور قادیانی وسوسے'' یہ حیدرآباد دکن بھارت سے ۱۹۸۶ء میں پہلی بار مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کی۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں اس کتاب کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

۲...... ''قادیانیوں کا کلمہ اور حکومت پاکستان کا آرڈیننس'' یہ بھی مولانا ولی الدین کا رسالہ ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شامل ہے۔

(۲۱۲۸) محمد ولی رازی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۳۵ء ...... وفات: ۱۵/جون ۲۰۱۹ء)

آپ نامور عالم دین اور مصنف تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کراچوی کے صاحبزادے تھے۔ بغیر نقط کے ''ہادی عالم ﷺ'' نامی کتاب کرامت کو سیرت النبی ﷺ پر کام کرنے کے نئے پنج سے باخبر کیا۔ قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں آپ کی ایک کتاب بھی ہے۔ (پاکستانیکا سید قاسم محمود ص ۱۰۳۸)

(۲۱۲۹) محمد ہاشم جان سرہندی، مولانا

(پیدائش: جنوری ۱۹۰۶ء، ٹنڈوسائیں داد ...... وفات: ۲۸/دسمبر ۱۹۷۵ء)

مولانا معین الدین اجمیری، مولانا سید برکات احمد ٹونکی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی ایسے نابغہ روزگار اساتذہ سے کسب فیض

کیا۔ اپنے علاقہ میں تبلیغ اسلام وترویج دین کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔ کئی کتابیں لکھیں۔ کئی کتابوں کے سندھی واردو میں تراجم کئے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف ننگی تلوار تھے۔

(۲۱۳۰) محمد ہاشم فاضل شمسی (حیدرآباد)، جناب سید

(ولادت: ۲؍اگست ۱۹۰۸ء ...... وفات: ۱۵؍اگست ۱۹۸۸ء)

حضرت مولانا سید محمد ہاشم فاضل شمسی حیدرآباد کے نامور عالم دین تھے۔ آپ نے ۱۹۷۵ء میں ایک کتاب اپنے عزیزوں کی خواہش پر تحریر کی۔ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے ختم نبوت کے مسئلہ پر دلائل جمع کئے۔ آپ نے اس کا نام: ''عالمگیر نبوت'' تجویز کیا۔ اس کتاب پر حصہ اوّل درج ہے۔ دوسرا حصہ تالیف ہوا یا نہ، شائع ہوا اور ہمیں نہ مل سکا یا کہ سرے سے شائع ہی نہیں ہوا۔ اس پر کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم حصہ اوّل میں بھی بہت اچھا مواد جمع کیا ہے۔ زیادہ تر مواد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی کتاب ختم نبوت کامل سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کو حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کے سسر جناب ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری قادری کے ادارہ ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک سنٹر کراچی نے شائع کیا۔ اب احتساب قادیانیت جلد۴۴ میں اسے شامل کیا گیا ہے۔

(۲۱۳۱) محمد ہاشم (مظفرگڑھ)، جناب

(وفات: ۲۱؍جنوری ۲۰۲۰ء)

جناب محمد ہاشم بیٹ میر ہزار مظفرگڑھ کے رہنے والے تھے۔ ایک عرصہ تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں خادم رہے اور بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ مجلس کے خادم رہنے کی وجہ سے جماعتی ذہن بن گیا۔ مجلس سے فارغ ہونے کے بعد ملتان کے قریب قادرپور رانواں کے مدرسہ جامعہ خالد ابن ولید میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ کئی مرتبہ مدرسہ میں راقم کے بیانات بھی کرائے، بہت فکر والے ساتھی تھی۔ وزن زیادہ اٹھانے کی وجہ سے کمر کا درد شروع ہوا جو کئی سال تک رہا اور جان لیوا ثابت ہوا۔ مرحوم کی نماز جنازہ جامعہ حبیب المدارس یاکی والی علی پور کے استاذ الحدیث حضرت مولانا ذوالفقار احمد نے پڑھائی اور انہیں بیٹ میر ہزار کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۱۳۲) محمد ہاشم (یاکیوالی مظفرگڑھ)، حضرت حافظ

(وفات: ۵؍فروری ۲۰۲۱ء)

جامعہ حبیب المدارس یاکیوالی کے بانی مخدوم العلماء حضرت مولانا حبیب اللہ مرحوم کے صاحبزادہ اور موجودہ مہتمم حضرت مولانا پروفیسر محمد مکی کے برادر گرامی حضرت حافظ محمد ہاشم ایک عابد، زاہد، باخدا انسان تھے۔ عمر بھر حکومت کی ملازمت کی، لیکن امانت ودیانت کے ایسے اعلیٰ معیار کو قائم رکھا کہ اب بھی ان کے رفقاء کاران کی دیانت کی قسمیں کھاتے ہیں۔ آپ اپنے والد گرامی کی یاد اور صدقہ جاریہ حبیب المدارس کے دل وجان سے آبیاری میں عمر بھر مصروف کار رہے۔ طلباء پر سراپا شفقت تھے۔ جامعہ کی بہی خواہی وترقی کے لئے ہمہ تن حاضر باش رہے۔ ایک عرصہ سے سینہ کی تکلیف میں بیمار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا کہ تندرست ہوگئے۔ معمول کی

زندگی گزار رہے تھے کہ وفات سے چند دن قبل بیماری عود کر آئی۔ ہسپتال لائے گئے لیکن اجل کے فرشتہ نے اپنا فرض ادا کیا۔ اگلے دن جامعہ میں جنازہ ہوا۔ تاحد نظر انسانوں کے سمندر کا مدوجزر تھا۔ جامعہ کے جنوب میں اپنی ذاتی زمین میں پیوند خاک ہوئے۔ کہتے ہیں کہ انسان جب زمین لیتا ہے تو اس انسان کے نام اس کا انتقال ہو جاتا ہے اور جب اس انسان کا انتقال ہوتا ہے تو وہ زمین کے بطن میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی نقل وحرکت کا نام دنیا ہے۔

(۲۱۳۳) محمد یار (کہروڑ پکا)، حضرت صوفی

(وفات: ۲۷؍رمضان ۱۴۰۶ھ/ ۵؍جولائی ۱۹۸۶ء)

حضرت حافظ محمد یار انتہائی پارسا بزرگ تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ قرآن مجید کی تدریس میں گزارا۔ بے لوث دین کی خدمت کی۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے سرپرست رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں کی صدارت بھی کرتے رہے۔ آپ خیرالمدارس ملتان کے فاضل اور پیر فضل علی شاہ مسکین پور کے خلیفہ مجاز تھے۔

(۲۱۳۴) محمد یاسر بشیر جالندھری (ساہیوال)، مولانا مفتی

(شہادت: ۱۵؍نومبر ۲۰۱۸ء)

مولانا مفتی محمد یاسر بشیر جالندھری ارائیں برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ضلع ساہیوال کے چک ۹۵/۶-آر کے رہائشی تھے۔ مدرسہ انوار رحمت، جامعہ رشیدیہ ساہیول اور جامعۃ الرشید کراچی سے حفظ قرآن اور مشکوٰۃ شریف تک ان جامعات سے تعلیم حاصل کی۔ ۲۰۰۶ء میں جامعہ امدادیہ فیصل آباد سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ کراچی سے افتاء کیا۔ ۲۰۰۸ء سے مدرسہ تجوید القرآن چیچہ وطنی میں شعبہ کتب کے مدرس مقرر ہوئے۔ جامع مسجد نمرہ پرل گارڈن ٹاؤن چیچہ وطنی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ جمعیۃ العلماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے دل وجان سے عاشق زار تھے۔ تحفظ ناموس رسالت ملین مارچ لاہور سے واپسی پر اڈہ یوسف والا کے قریب ٹریفک حادثہ میں جاں بحق ہو کر منصب شہادت سے سرفراز ہوئے۔

(۲۱۳۵) محمد یٰسین جھنگوی، مولانا

حضرت امیر شریعت کے مخلص اور ایثار پیشہ کارکنوں میں سے ایک مولانا محمد یٰسین صاحب تھے جو اصلاً جھنگ کے تھے۔ پھر جامعہ قاسم العلوم ملتان کے سفیر مقرر ہوئے۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود سے مخلصانہ تعلق رکھتے تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام میں بھی بھرپور متحرک کردار ادا کیا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے حضرت مولانا فیض احمد شیخ الحدث کے بعد مہتمم مولانا محمد یٰسین مقرر ہوئے اور تادم زیست مہتمم رہے۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا قاری محمد طٰسین نے اب ڈیرہ اڈا روڈ پر مدرسہ تحسین القرآن کے نام پر ادارہ قائم کیا ہوا ہے اور والد صاحب کی طرح جمعیۃ علماء اسلام میں بھی متحرک ہیں۔

مولانا محمد یٰسین خوب ذہین آدمی تھے۔ حضرت امیر شریعت، حضرت مفتی، حضرت درخواستی اور دیگر اکابر کے بہت سے واقعات کے راوی یا عینی شاہد تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پیش پیش رہے۔

(۲۱۳۶) محمد یٰسین شاہ، مولانا مفتی سید

(ولادت: ۲۴رفروری ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۲۴رفروری ۱۹۹۹ء)

آپ ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے شاگرد تھے۔ آپ منزگام کیواڑہ کشمیر کے تھے۔ تقسیم کے بعد جھنگ صدر آ گئے تھے۔ تحریک پاکستان، تحریک کشمیر اور تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا اور بہت بے جگری سے عمر بھر قادیانی فتنہ کے خلاف نبرد آزما رہے۔

(۲۱۳۷) محمد یٰسین وٹو، جناب میاں

(پیدائش: ۱۹۲۹ء، دیپالپور ضلع ساہیوال ...... وفات: ۲۹/اپریل ۲۰۰۲ء)

آپ نامور سیاستدان تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ بھٹو صاحب کی کابینہ کے وزیر رہے۔ قادیانیوں کو قومی اسمبلی میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اسمبلی کے ممبر ہونے کے ناطے آپ نے پوری امت کے متفقہ مؤقف کا بہادری وجرأت سے ساتھ دیا۔ بعد میں نواز شریف کی کابینہ میں بھی رہے۔ خالصتاً پاکستانی سیاست کے پروردہ تھے۔ ادھر، ادھر خوب سے خوب تر پروازیں رہیں۔

(۲۱۳۸) محمد یحییٰ لدھیانوی (فیصل آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۴ء ...... وفات: ۲۴/دسمبر ۱۹۸۶ء)

بانی صدر احرار الاسلام مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے برادر خورد مدرسہ اشرف المدارس گرونانک پورہ فیصل آباد کے مہتمم، تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت کے مجاہد رہنما تھے۔ ۹۲ سال عمر پائی اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مدفون ہوئے۔

(۲۱۳۹) محمد یحییٰ مدنی (کراچی)، فدائے ختم نبوت مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۹ء ...... وفات: ۱۴/فروری ۲۰۱۴ء)

مولانا محمد یحییٰ مدنی مردم خیز دھرتی لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کا گھرانہ کراچی میں منتقل ہوا۔ مولانا یحییٰ مدنی آغاز جوانی سے تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستہ ہوگئے۔ تبلیغی جماعت کے امیر ثانی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے آپ مرید صادق اور عاشق زار تھے۔ حضرت جی کی وفات کے بعد برکۃ العصر ریحانۃ الہند حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے آپ نے تجدید بیعت کی اور پھر خلیفہ مجاز بنے۔ حضرت شیخ الحدیث کے کراچی میں آپ میزبان اور تمام تر پروگراموں کے گویا آپ انچارج ہوتے تھے۔ آپ کو بڑی عمر میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں دورہ حدیث شریف کیا۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان اور آپ دورہ حدیث شریف کے ساتھی تھے اور خوب بھائی چارہ اور تعلق خاطر کا مخلصانہ ومحبانہ تعلق تھا۔ جسے دونوں حضرات عمر بھر نبھاتے رہے۔ جب آپ نے کراچی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی تب جامعہ کے بانی شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی ولی حسن، مولانا محمد ادریس میرٹھی

ایسے حضرات جامعہ کے افق پر اپنے علم کے گلشن کو صدا بہار کئے ہوئے تھے۔ مولانا یحییٰ مدنی نے ان سب حضرات سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے دورہ حدیث شریف کے سال حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر ہونے کے ناتے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کل پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ پورے ملک میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء برپا تھی جو پاکستان کی تاریخ میں پرامن جدوجہد کی آئینہ دار تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان، حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے کراچی میں تحریک کے بانکپن کو قائم رکھنے کے لئے شب وروز ایک کر دیئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کراچی کی مساجد میں پہنچ جاتے اور نماز کے بعد ایمان پرور بیانات سے لوگوں کے جذبہ ختم نبوت کو خوب رنگ وروغن کرتے۔ یوں بیسیوں مساجد میں ہزارہا لوگوں کو تحریک کے لئے متحرک کرتے۔ بلامبالغہ ۲۹؍مئی سے ۷؍ستمبر تک لاکھوں لوگوں کو آپ حضرات نے تحریک ۱۹۷۴ء کے لئے سرگرم عمل کر دیا۔ مولانا محمد یحییٰ مدنی اکثر خود راقم کے سامنے بڑے مزے سے اس تحریک کی آپ بیتی کی داستان عشق ووفاء بیان کرتے تو خود بھی گلوگیر ہو جاتے اور سامعین کو بھی نمناک کر دیتے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایسے فرائض کا تعلق رحمت عالم ﷺ کے اعمال مبارک سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق خود ذات اقدس ﷺ سے ہے۔ اعمال کی بجاآوری اعضاء سے تعلق رکھتی ہے۔ جس طرح اعضاء پر جان مقدم ہے۔ تمام فرائض پر آپ ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ مقدم ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تعلق آپ ﷺ کے ذاتی کمال سے ہے اور پھر قادیانیت کا وجود ہی آنحضرت ﷺ کی اہانت پر مبنی ہے۔ (معاذ اللہ) اس کا منطقی تقاضہ یہ ہے کہ جو شخص جتنا بڑا عاشق رسول ﷺ ہوگا، اسے اتنا زیادہ قادیانیت سے نفرت اور ختم نبوت سے والہانہ عشق ہوگا۔ یہی حال میرے ممدوح حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی کا تھا۔ آپ فدائے ختم نبوت تھے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں کراچی سے ٹرین کے ذریعہ جو وفد ۲۶؍اپریل کی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس راولپنڈی میں شرکت کے لئے روانہ ہوا۔ مولانا محمد یحییٰ مدنی اس وفد کے امیر تھے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا مفتی نظام الدین، مولانا مفتی محمد جمیل خان کے بعد قدرت حق نے آپ کو کراچی میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا مناد بنا دیا۔ آپ نے ختم نبوت کانفرنس شاہی مسجد لاہور، ختم نبوت کانفرنس چناب نگر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی اجلاس مجلس شوریٰ منعقدہ خانقاہ سراجیہ میں بارہا شرکت فرمائی۔ مولانا سعید احمد جلال پوری شہید کے بعد آپ کراچی مجلس کے سرپرست چنے گئے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے خدام آپ کی مثالی محبتوں کا محور ومرکز ہوتے تھے۔ بارہا اپنے ادارہ معہد الخلیل بہادرآباد میں ختم نبوت کے عنوان پر کورس کراتے۔ طلباء وطالبات میں بیان ہوتے۔ آپ کی محبتوں کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بیان کے پورے دورانیہ کے دوران شریک محفل رہتے۔ اپنے اساتذہ، طلباء، فرزندان گرامی وعزیز واقارب، متوسلین ومحبین شاگردوں اور نمازیوں کو فرداً فرداً ذاتی طور پر ان پروگراموں میں شرکت کا پابند کرتے۔

سہ ماہی پروگرام جو ایک شادی ہال میں منعقد ہوتا اس کی آپ ہمیشہ صدارت فرماتے۔ آپ نے معہد الخلیل بہادرآباد کراچی کو مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے نام سے معنون کیا۔ آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی تصانیف کو اہتمام کے ساتھ اپنے ادارہ سے شائع کر کے عام کیا۔ آپ نے بیک وقت تدریس، تبلیغ، بیعت وارشاد، محافل ذکر وبیان، دینی اداروں کے قیام وسرپرستی، نشرواشاعت، چھوٹوں کی سرپرستی غرضیکہ نامعلوم کتنے خیر کے کام تھے جو آپ نے جاری کر رکھے تھے۔ ہر سال حج پر جانا آپ کی زندگی کا گویا معمول قرار دیا جاسکتا ہے۔ گزشتہ سال ختم نبوت کانفرنس چناب نگر حج سے کچھ ہفتے پہلے منعقد ہوئی۔ آپ کانفرنس میں آغاز سے قبل تشریف لائے، اختتام پر تشریف لے گئے۔ آپ نے بیان بھی فرمایا، ایک اجلاس کی صدارت کو بھی عزت بخشی، کانفرنس پر

صدا بہار نظر آتے تھے۔ آپ کی ایک ایک ادا سے عشق رسالت مآب ﷺ ٹپکتا تھا۔ مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کے بیسیوں حفظ و کتب کے وفاقی طلباء کو آپ نے اپنے ہاتھوں سے سندات دیں۔ اس دوران آپ کی طبیعت پر بے نفسی ومحبت کا ایسا غلبہ ہوا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سے فرمایا کہ آپ مدرسہ ختم نبوت کے طلباء میں میرا نام بھی شامل کریں۔ رجسٹر داخلہ میں میرا نام ضرور درج کریں۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری پر رقت طاری ہوگئی کہ حضرت آپ کیا فرماتے ہیں؟ اس وقت تو آپ کو شیخ الکل اور رأس المال کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن آپ کا اصرار اس حد تک بڑھا کہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے مدرسہ کے صدر المدرسین مولانا غلام رسول دین پوری کو بلا کر تعمیل ارشاد کے لئے فرمایا۔ غرض مولانا یحییٰ مدنی خوبیوں اور خیر کا منبع وچشمہ تھے۔ آپ سے حق تعالیٰ نے بہت ہی کام لیا۔ وہ کیا گئے تاریخ کا ایک سنہری باب مکمل ہوگیا۔

(۲۱۴۰) محمد یعسوب رحمانی (مونگیر)، جناب حکیم

۱...... ’’صاعقہ آسمانی برفتنہ قادیانی‘‘ حضرت حکیم محمد یعسوب صاحب خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے متوسلین میں سے تھے۔ ’’صاعقہ آسمانی برفتنہ قادیانی‘‘ آپ کی تالیف کردہ رسالہ ہے۔ آپ نے اس کا تعارف یوں لکھا۔ ’’اللہ دتہ صاحب قادیانی کے مایہ ناز رسالہ ’’خاتمہ مسیح آسمانی‘‘ کا برہانی جواب ان کے بہتر (۷۲) مطالبات کا انہیں پر انقلاب (پھیر دینا) قابل دید ہے۔ پھر حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت قرآن وحدیث سے اور مرزا کا اپنے قسمیہ اقرار سے جھوٹا ہونا اس پر مزید ہے۔‘‘ ۲۸؍جنوری ۱۹۲۲ء کو بانکی پور پٹنہ سے شائع ہوا۔

۲...... ’’عبدالماجد قادیانی کی کھلی چٹھی کا مفصل جواب‘‘ انڈیا میں پورینی کے مقام پر عبدالماجد قادیانی رہتے تھے۔ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری وہاں (پورینی) تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ پورے علاقہ میں دھوم دھام سے ہر دو بزرگان کے بیانات ہوئے۔ عبدالماجد قادیانی کے پاؤں تلے سے زمین سرکنے لگی۔ اپنی خفت مٹانے کے لئے اس نے کھلی چٹھی شائع کی۔ موقعہ پر اجمالی جواب حضرت چاندپوری نے دے کر قادیانی عبدالماجد کی بولو رام کردی۔ بعد میں اس رسالہ کی شکل میں حکیم محمد یعسوب نے تفصیلی جواب دیا ہے۔ یہ ۱۶؍مئی ۱۹۱۶ء کو لکھا گیا تھا۔ خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے شائع ہوا۔

۳...... ’’مرزائیت کے متعلق جزیرہ ٹرینی ڈاڈ کے مسلمانوں کے سات سوالات کے جوابات‘‘ حضرت مولانا حکیم محمد یعسوب نے جوابات تحریر کئے۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی امام اہل سنت ایسے اکابر نے اس کی تائید وتوثیق فرمائی۔

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شامل ہیں۔

۴...... ’’حقیقت مرزا‘‘ مرزا محمد یعسوب رحمانی نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی حقیقت ناواقف مسلمانوں کی اطلاع کے لئے بیان کی ہے کہ مرزا قادیانی کو محض صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ نعوذ باللہ ان کو خدا کا بیٹا اور اس سے بھی بڑھ کر خدا ہونے کا دعویٰ تھا۔ آخر میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کی صرفی، نحوی، عروضی غلطیاں بھی دکھلائی گئی ہیں۔ ایک صدی قبل کا یہ رسالہ اب دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۴۸ میں شائع ہوا ہے۔ الحمدللہ!

۵...... ’’مسیح قادیانی کا فیصلہ‘‘ حضرت مولانا محمد یعسوب مونگیروی کا مرتب کردہ ہے۔

۶، ۷...... خانقاہ رحمانی مونگیر شریف کے بانی حضرت مولانا محمد علی مونگیروی اس دھرتی پر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے اپنے زمانہ میں سالار اعظم تھے۔ (۱) آپ نے خود کئی کتب ردقادیانیت پر لکھیں جو احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۷ میں ہم شائع کرنے کی سعادت

حاصل کر چکے ہیں۔ (۲) آپ نے اپنے رفقاء گرامی حضرات علماء کرام سے بھی ردقادیانیت پر بیسیوں رسائل لکھوائے۔ (۳) آپ نے ''صحیفہ رحمانیہ'' کے نام سے رسائل کا سلسلہ شروع کیا۔ چوبیس رسائل شائع ہوئے جن کو ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۵ میں مکمل طور پر شائع کر دیا ہے۔ (۴) آپ نے ''صحیفہ محمدیہ'' کے نام سے بھی رسائل کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نام کے کل کتنے رسائل شائع ہوئے حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ ایک جگہ ۱۳ رسائل کا ذکر آیا ہے۔ ان میں ابتدائی پانچ صحائف محمدیہ کو ''آئینہ کمالات مرزا'' کے نام پر شائع کر دیا تھا جسے ہم نے احتساب کی جلد ۳۱ ص ۴۹۷ تا ۵۴۲ پر شائع کر دیا ہے۔ محاسبہ کی جلد ۱۲ میں ''کیفیت مناظرہ غازی، مولوی سید الحسن صاحب مختار بہ حکیم خلیل احمد مرزائی'' کو شائع کر رہے ہیں۔ یہ حضرت مولانا محمد یعسوب مونگیری کا مرتب کردہ ہے۔ یہ ''صحیفہ محمدیہ'' کا نمبر ۱۲ ہے جو ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ/ستمبر ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔ اسی طرح اس جلد میں ایک دوسرا رسالہ بھی مولانا محمد یعسوب مونگیری کا شامل ہے۔ اس کا نام ''مسیح قادیان کے جھوٹ اور ان کے کاذب ہونے کا معیار'' ہے۔ یہ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ/اکتوبر ۱۹۱۷ء کا شائع شدہ ہے۔ یہ ''صحیفہ محمدیہ'' کا نمبر ۱۳ ہے۔

صحیفہ محمدیہ کے نمبر ایک سے پانچ تک احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں شائع ہوئے۔ نمبر ۱۲، ۱۳، اس جلد میں شائع ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ! باقی نمبرات صحیفہ محمدیہ بھی کسی کرم فرما کے پاس ہوں تو عنایت کر دیں۔ اب تو بھجوانا آسان ہے کہ سکین کر کے ای میل کر دیں۔ شکریہ کے ساتھ ہم ان کو شائع کرنے کی عزت حاصل کریں گے۔ یہ کار خیر میں تعاون کا بہترین موقعہ ہے۔

۸...... ''مرزا محمود کی آمد، آمد اور آسمانی نشان کے متعلق چند سوالات'' مرزا محمود قادیانی کے بہار مونگیر آنے کی قادیانیوں نے خبر چلائی تو مولانا محمد یعسوب مونگیری نے یہ رسالہ لکھ کر مرزا محمود کو کہا کہ آپ مونگیر آئیں تو ان سوالات کے جوابات پر تیاری کر کے آئیں۔ یہ سوالات ہم آپ سے کریں گے۔ اسی کے ساتھ آخر پر جناب محمد اصغر رشادی کے بھی ایک پیش گوئی پر اشکالات ہیں۔ ''مرزا محمود سے دوسری گزارش'' کے نام پر شامل رسالہ ہیں۔ اس کا سن اشاعت معلوم نہیں ہو سکا۔ تاہم ایک صدی قبل کے ہیں۔ اب دوبارہ اشاعت ہمارے لئے باعث اعزاز ہے۔

مذکورہ چاروں رسائل محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شامل کئے گئے۔

(۲۱۴۱) محمد یعقوب پٹیالوی، جناب شیخ

یہ پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ انگریزی عہد میں نائب تحصیلدار تھے۔ ان کے ایک عزیز پولیس میں ملازم تھے جن کا نام جناب منشی محمد سعید خان رئیس سامانہ ضلع پٹیالہ تھا۔ ایک بار منشی محمد سعید خان صاحب سامانہ سے پٹیالہ آرہے تھے۔ ان کے ساتھ ہی سامانہ کی قادیانی جماعت کے ممتاز رکن شیخ ظفر حسن بھی ہم سفر تھے۔ ان کی قادیانیت پر گفتگو شروع ہوگئی تو بالآخر یہاں ختم ہوئی۔ قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ان کی پیش گوئیاں ہیں۔ خان سعید خان نے کہا کہ مرزا قادیانی کی تو تمام متحدیانہ پیش گوئیاں کذب محض ثابت ہوئیں جیسے محمدی بیگم والی اس پر قادیانی نے کہا کہ اس پر آپ اپنے اعتراضات لکھ کر مجھے بھجوا دیں۔ میں آپ کو جواب دوں گا۔ چنانچہ محمد سعید خان صاحب نے پہلی فرصت میں سوالات لکھ کر بھیج دیئے۔ لیکن اس کی طرف سے جواب کیا آنا تھا جواب سے ہی جواب ہوگیا۔

محمد سعید خان کے کہنے پر کہ تمام تر تفصیلات محمدی بیگم کی پیش گوئی کی آپ قلمبند کریں۔ جناب مولانا محمد یعقوب پٹیالوی نے

قلم اٹھایا اور یہ کتاب ''تحقیق لاثانی'' لکھ دی۔ اس کتاب کے اختتام پر مصنف نے کس الحاح وزاری سے اللہ رب العزت کے حضور دعا کی ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

دربار خداوندی میں بصدق دل التجاء

یاالٰہی! اے بے سہاروں کے سہارے! اے ہر قوی وضعیف کی آواز سننے والے ہم سب مسلمانوں کے دلوں کو نور ایمان سے منور فرمادے۔ ہم سب کو اسلام کی سچی محبت عطا کر۔ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق بخش تاکہ تیری رحمت سے ہم سب اسلام کی برکات سے بہرہ ور ہوکر ''انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین'' کے سے سرافراز ہوں ہمارے بھولے بھٹکے بھائی اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوں۔ اور کجروی چھوڑ کر راہ راست اختیار کریں اور پھر ہم سے آملیں۔

۱...... ''عشرہ کاملہ'' عشرہ کاملہ دراصل تحقیق لاثانی کا ہی حصہ دوم ہے۔ جسے الگ نام ''عشرہ کاملہ'' سے شائع کیا گیا۔ دونوں کتابیں اپنے اندر یہ شان امتیازی رکھتی ہیں کہ ان پر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی تقریظ ہے۔ یہ اوّلاً ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔ بعد میں ریحانۃ الہند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے کتب خانہ یحیوی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے ان کو شائع کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ ان دونوں کتابوں کا سو، سو نسخہ انڈیا سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے پاکستان میں تقسیم کے لئے مرکز ملتان میں بھجوایا۔ اس لحاظ سے یہ دونوں کتابیں ہمارے لئے ''تبرکات اکابر'' کا درجہ رکھتی ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری کے ہاں سے جن کتابوں نے شرف قبولیت کا اعزاز حاصل کیا ہو وہ ہمارے لئے کس درجہ تسکین قلب کا باعث ہوسکتی ہیں؟ امید ہے کہ قارئین سے جو عرض کرنا چاہئے تھا وہ عرض کردیا ہے۔ ہاں البتہ کتاب عشرہ کاملہ کی یہ خوبی بھی ہے کہ اس کے دس فصل قائم کئے ہیں۔ ہر فصل میں دس دلائل ہیں۔ یوں مرزا قادیانی کے کذب پر اس کتاب میں سو دلائل جمع کر کے مرزا قادیانی کو سو فیصد کذاب ودجال، مکار وعیار، مردود ومرتد ثابت کیا گیا ہے۔ قادیانیوں نے تفہیمات کے نام سے عشرہ کاملہ کا جواب شائع کیا۔ بارقۂ ضیغمیہ کے نام پر اس کا جواب الجواب علامہ نصیری بی.اے نے شائع کیا وہ بھی اس جلد میں اس کتاب کے ساتھ شامل اشاعت ہے۔ حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم!

۲...... ''تحقیق لاثانی'' یہ کتاب ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس میں آپ نے مرزا قادیانی کے نکاح آسمانی (محمدی بیگم) کے واقعہ کی تفصیلات کو ایسے انداز میں مرتب کردیا ہے کہ اس کی کوئی جزئی چھوٹنے نہیں پائی۔ مرزا کے الہام، اقرار اور خود اس کے قائم کردہ معیاروں کی رو سے مرزا قادیانی کے کذب اور اس کے عقائد کو شریعت اسلامیہ کے مخالف ثابت کیا گیا ہے۔

ان کتابوں کے مصنف جناب محمد یعقوب پٹیالوی کی سعادت ملاحظہ ہو کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے تقریظ لکھی۔ تقاریظ پر نظر فرمایئے:

الحمدللہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد! ناچیز خلیل احمد ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نزیل مدینہ طیبہ اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ منشی محمد یعقوب صاحب پٹیالوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے جس زمانہ میں عشرہ کاملہ تصنیف فرمائی تھی اور میں نے اسے پڑھا تھا۔ اس کتاب کے طرز استدلال متانت مضامین اور تہذیب آمیز الفاظ سے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ رسالہ ناممکن الجواب ہے۔ فرقہ مرزائیہ قیامت تک بھی اس کا

جواب نہیں دے سکے گا۔ چنانچہ بحمد اللہ ایسا ہی ثابت ہوا کہ فرقہ مرزائیہ اس کے جواب سے عاجز رہا اور کوئی جواب اس کا ان سے نہیں بن پڑا اور وہ اپنے نبی کو کسی طرح سچا ثابت نہ کر سکے۔ اس کے بعد ہی ممدوح نے ایک دوسرا رسالہ لکھا اور اس کا مسودہ بھی میرے پاس وہیں بھیج دیا۔ میں نے دیکھا کہ یہ بھی ماشاء اللہ! رسالہ عشرہ کاملہ کی طرح لاجواب ہے۔ جس میں بانی فرقہ مرزائیہ کی ایک عظیم الشان پیش گوئی یا ایک اہم نشان پر بحث کی گئی ہے۔ جسے خود مرزا قادیانی نے اپنے صدق یا کذب کا معیار قرار دیا تھا۔ جس متانت، سنجیدگی اور تہذیب سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ وہ منشی صاحب موصوف کا ہی حصہ ہے۔ اس مبحث میں منشی صاحب سلمہ کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ دستگاہ عطا فرمائی ہے کہ جس سے علماء بھی قاصر ہیں۔ یقیناً یہ رسالہ بھی مخالف ہر دو فریق کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ مصنف کی عمر و علم اور اس کے دین و دنیا میں برکت عطاء فرمائیں۔ اور ان کی تصنیفات کو شرف قبولیت بخشیں۔ اور نیز مقبول خلائق فرمائیں۔

آمین ۰ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین! (حضرت) خلیل احمد عفی عنہ سہارنپوری

نزیل مدینہ طیبہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۵ ہجری / ۱۸ ردسمبر ۱۹۲۶ء

پیشکش: قادیانی مذہب کے رد میں میں نے اپنی کتاب عشرہ کاملہ کو بحضور سیدی ومولائی عمدۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، فخر المحدثین، رأس المناظرین، مخزن علم وحکمت، واقف اسرار شریعت، مقبول بارگاہ لم یزل، پروانہ شمع محمدی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ اطاب اللہ ثراہ وجعل الجنتہ مثواہ پیش کیا تھا۔ حضور کی دعا اور نگاہ کرم سے کتاب مذکور ایسی مقبول عام ہوئی کہ اب مکرر بہ تعداد کثیر طبع کرائی گئی ہے۔ یہ رسالہ بھی مکمل ہونے پر حضور ممدوح کی ہی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ جسے حضور نے بعد ملاحظہ بیحد پسند فرمایا جلد طبع کرانے کی ہدایت فرمائی اور تقریظ مدینہ منورہ سے تحریر فرما کر ارسال فرمائی۔

مجھے اپنی کم نصیبی پر افسوس ہے کہ یہ تعمیل ارشاد عالی میں اسے جلد طبع کرا کر مدینہ طیبہ میں پیش نہ کر سکا۔ اور ادھر حضرت ممدوح شرح ابوداؤد کے مہتمم بالشان کام سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دیرینہ تمنا کے مطابق بتاریخ ۱۴ ر ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ / ۱۱ ر اکتوبر ۱۹۲۷ء بروز چہارشنبہ عصر اور مغرب کے درمیان داعی اجل کو لبیک کہہ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضور کے منتسبین اور وابستگان دامن اگرچہ ظاہری دیدار فیض آثار سے محروم ہو گئے ہیں۔ لیکن حضور کے روحانی فیوض وبرکات بدستور جاری ہیں۔ اور حضور کے اخلاق کریمہ شفقت ورأفت پر لطف صحبتیں مہر وکرم کی نگاہیں اور پیارے پیارے کلمات طیبات عقیدت مندوں کے دلوں سے فراموش ہو جانے والے امور نہیں ہیں۔ بے شک اب آپ گنبد خضرا کے زیر سایہ جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ لیکن نیاز کیشوں کے قلوب میں آپ کی یاد تازہ ہے۔ اور ان شاء اللہ تا حیات اسی طرح رہے گی۔ اس لئے نہایت ادب وعقیدت کے ساتھ میں ان اوراق پریشان کو بھی حضور کی ہی ذات ستودہ صفات سے منسوب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

الٰہی! اگر میری اس ناچیز دینی خدمت پر کوئی اجر نیک مترتب ہونا ہے تو اس کا ثواب حضرت ممدوح کے نامہ اعمال میں درج فرما اور اس عاجز کو اپنے فضل وکرم سے صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین! خاکسار! محمد یعقوب پٹیالوی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی تقریظ

تحقیق لاثانی متعلق نکاح آسمانی مرزا قادیانی

نکاح آسمانی کی پیش گوئی نے مرزائی جماعت کو اتنا زچ اور بے دست وپا کیا ہے کہ مناظروں میں اس کا نام تک آجانا

مرزائیوں کے لئے سوہان روح ہو جاتا ہے۔اس پیش گوئی کے خوب بخئیے ادھیڑے جا چکے ہیں۔مگر مرزائی حضرات حق مریدی ادا کرنے کے لئے اس پیش گوئی کی رکیک تاویلات اور فضول توجیہات بیان کر کے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہو رہے ہیں۔کبھی انبیاء علیہم السلام کو غلطیوں کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔کبھی آنحضرت ﷺ کو خاطی قرار دیتے ہیں۔(خاک بدہن) اس رسالہ میں الہام نکاح کی حقیقت کو واضح کر کے اس کا انجام اور مرزا قادیانی کا اپنے دعوؤں میں کاذب ہونا بخوبی ثابت کیا گیا ہے اور ان تمام تاویلات، دلائل اور جوابات کی تردید کی گئی ہے۔جو مرزائیوں نے تاحال اس بارے میں پیش کئے ہیں۔

ضخامت اس رسالہ کی بھی عشرہ کاملہ کے قریب قریب ہوگئی ہے۔یہ جلد بھی ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں طبع ہوئی تھی۔

(شیخ الحدیث، محمد زکریا: مالک کتب خانہ یحیوی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

ایک ہزار روپیہ انعام

مرزائی صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ جس غرض اور درد دل سے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔اس کی کیفیت تمہید کتاب ہذا سے واضح ہوگی۔اللہ جانتا ہے کہ ہمیں نہ مرزا غلام احمد قادیانی سے کوئی ذاتی بغض وعناد ہے اور نہ ان کے مریدوں سے ایسی کوئی مخاصمت، محض فرزندان اسلام میں باہمی تفرقہ اندازی ونفاق، عقائد واصول میں اختلاف اور عبادات ومعاملات میں بیگانگی کو دیکھ کر امرحق کے اظہار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔تاکہ سعید طبیعتیں ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور مسیحیت ومہدویت کی اس بھول بھلیاں سے نکل کر قرآن وحدیث کو مشعل راہ بنا کر پھر صراط مستقیم اختیار کریں۔’’ان ارید الا الا صلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب‘‘

مجھے پورا پورا یقین ہے کہ جس مومن کے دل میں اسلام کی سچی عزت ہے اور حالات حاضرہ سے متاثر ہوکر وہ اسلام کی بہبودی کے لئے فکرمند ہے وہ کبھی اپنے پیارے مذہب میں ان نئی نئی باتوں کی مداخلت ہرگز ہرگز نہ کرے گا اور ارشاد نبوی ﷺ ’’اتبعو اسواد الا عظم‘‘ سے روگرداں ہوکر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہرگز علیحدہ نہ بنائے گا۔بقول یہ کہ:

خلاف پیمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

لیکن ان لوگوں کے لئے جو محض دوراز کار تاویلات اور فلسفیانہ توجیہات سے کام لینے کے عادی اور مثل مشہور ملاّ آں باشد کہ چپ نباشد کے مصداق ہیں۔

یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جو صاحب شرافت وتہذیب متانت وسنجیدگی اور سب سے پہلے تقویٰ اور خشیۃ اللہ کو ملحوظ فرما کر اور اپنے مشرب کی کتابوں کے طرز تحریر کا بھی خیال رکھ کر اس رسالہ کے دلائل کا جواب لکھیں گے اور منصفوں کے ذریعہ جن کو فریقین مقرر کریں اپنی تحریر کی صداقت ثابت کردینگے وہ اس کتاب کی جملہ دس (۱۰) فصلوں پر یکصد روپیہ فی فصل کے حساب سے ایک ہزار روپیہ انعام لینے کے مستحق ہونگے۔خواہ کوئی ایک صاحب جواب لکھیں یا ایک جماعت مل جل کر ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ان کی اس کوشش سے بمقتضائے ہم خرما وہم ثواب جہاں ان کے مذہب کی پوزیشن صاف ہوگی۔وہاں ایک معقول رقم بھی مفت ہاتھ آئے گی۔مزید برآں یہ کہ اس کے جواب کے لئے جناب مرزا قادیانی کے رسالہ اعجاز المسیح اور قصیدہ اعجازیہ کی طرح ۷۰ یوم یا بیس (۲۰) یوم کی کوئی میعاد نہیں ہم اپنی زندگی تک اس کی ذمہ داری لیتے ہیں اور امید کامل ہے کہ ہمارے بعد کوئی اور بندۂ خدا اس کا کفیل ہوجائے گا۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

ڈیڑھ سال سے کتاب عشرہ کاملہ معہ اسی اعلان کے شائع ہو چکی ہے کسی مرزائی نے جواب دینے کی ہمت نہیں کی۔ اب یہ کتاب دوسری بار طبع ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم پھر اسی اعلان کی تجدید کرتے ہیں۔ مجیب صاحب کو لازم ہوگا کہ کتاب کا جواب طبع کرا کر اس کی ایک کاپی ہمیں بھی مرحمت فرمائیں اور پھر منصفان فیصلہ کے لئے شرائط طے کریں۔ (خاکسار: محمد یعقوب نائب تحصیلدار بندوبست ہر ہائنس گورنمنٹ پٹیالہ پنجاب)

انتساب

میں اس ناچیز تالیف کو کمال ادب وعقیدت کے ساتھ بحضور عمدۃ الکاملین، زبدۃ العارفین، فخر المحدثین، رئیس المناظرین، مخزن علم وحکمت، واقف اسرار شریعت، حضرت اقدس مولانا الحاج مولوی خلیل احمد صاحب مدظلہم وزادمجدہم ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت بابرکت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزوشرف

ریت کے بے حقیقت ذرے، آفتاب عالمتاب کی ضیاباری سے کیسے چمک اٹھتے ہیں!

یقین کامل ہے کہ میری یہ دینی خدمت بھی آنمخدوم کی ذات گرامی سے معنون ہوکر عوام کے لئے مفید اور میرے لئے فلاح دارین کا باعث ہوگی۔

آنانکہ خاک رابہ نظر کیمیا کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

بندہ ناچیز: محمد یعقوب پٹیالوی

دیباچہ طبع ثانی

مؤلف عرض پرداز ہے کہ یہ رسالہ ''عشرہ کاملہ'' ستمبر ۱۹۲۴ء میں مقام لاہور طبع ہوا تھا۔ اس کے پٹیالہ پہنچتے ہی سب سے پہلے تین جلدیں مرزائی دوستوں کی نذر کی گئیں۔ ایک کرم فرما مرزائی نے ایک جلد خاص طور پر لے کر فوراً ہی قادیان پہنچائی کہ اس کا جواب دیا جاوے۔ مگر قادیان سے عرصہ دراز تک صدائے برنخاست کا معاملہ رہا۔ ادھر اس کتاب کو دیکھ کر میرے سنوری ہم وطن مرزائی ایسے چراغ پا ہوئے کہ عیاذاً باللہ سنور اور پٹیالہ کے بازاروں میں عشرہ کاملہ اور اس کے مؤلف کے خلاف جوش ظاہر کیا گیا۔ اس کے دلائل کو خلاف واقعہ بیان کیا گیا۔ بعض حوالے غلط بتلائے گئے اور اس کے جواب لکھے جانے کی دھمکیاں میرے نام آنے لگیں۔ چنانچہ:

۱...... ایک سنوری مرزائی مولوی صاحب نے جوان دنوں بسی ہائی سکول میں مدرس تھے۔ مجھے خط لکھا کہ عنقریب میں اس کا جواب شائع کروں گا۔

۲...... دوسرے صاحب نے میرے ایک معزز دوست تحصیلدار صاحب سے ذکر کیا کہ بس چند روز میں جواب آنے والا ہے ایک پنجابی مولوی صاحب جواب لکھ رہے ہیں۔

۳...... ایک تیسرے صاحب نے جو تھانہ دار ہیں میرے مکرم دوست افسر مال صاحب سے بیان کیا کہ جماعت احمدیہ سامانہ نے مؤلف عشرہ کاملہ کو نوٹس دیا تھا کہ انعامی رقم کا انتظام کرو ہم جواب دیں گے۔ مگر نوٹس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ (شاید ڈاکخانہ کی غلطی سے وہ نوٹس دوسری دنیا میں مرزا قادیانی کے پاس پہنچ گیا ہو) مؤلف۔

۴...... ایک مرزائی پٹواری صاحب نے مکرمی منشی صاحب وکیل سنام کے پاس ظاہر کیا کہ عشرہ کاملہ کا جواب قادیان میں چھپ رہا ہے اور اس کا نام عشرہ مبشرہ رکھا گیا ہے۔

۵...... دسمبر ۱۹۲۴ء کے جلسہ قادیان سے واپس آ کر پٹیالہ میں ایک مرزائی وکیل صاحب نے بیان کیا کہ دوران جلسہ میں عشرہ کاملہ کے جواب کا معاملہ ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا جس میں تجویز پاس ہوئی کہ جواب ضرور لکھا جانا چاہئے۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب نے جواب لکھنے کا ذمہ لے لیا ہے جو عنقریب طبع ہوگا۔

۶...... جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۱۹۲۵ء کے بعد بھی سنوری مرزائیوں نے پٹیالہ اور سنور میں مشہور کیا کہ جواب تیار ہو گیا جو چھپ رہا ہے۔

یہ واقعات تو وہ ہیں جو مجھے معلوم ہو گئے ورنہ خبر نہیں کہ کہاں کہاں اور کیا کیا چہ میگوئیاں ہوئی ہوں گی؟۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشرہ کاملہ کی گولہ باری سے ایک دفعہ تو مرزائی کیمپ میں ایسی بوکھلاہٹ اور سراسیمگی پھیل گئی۔ کہ یہ لوگ بدحواسی میں کچھ کا کچھ کہنے لگے اور کہتے رہے۔ مگر بیچارے بے بس تھے۔ میں نے عشرہ کاملہ میں اپنی طرف سے کوئی نمک مرچ نہیں لگایا تھا۔ بلکہ مرزائی صاحبان کی ضیافت طبع کا سامان خود انہی کے نعمت خانہ سے بعض اشیاء چن کر ایک قرینہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اس لئے عشرہ کاملہ کی تردید خود مرزائی کتابوں کی تردید تھی۔ پس جواب دیتے تو کیا دیتے اور دینگے تو کیا دینگے؟

دوسری طرف مرزائیوں نے ارباب اشاعت مذہب قادیان یعنی قادیانی اخباروں کے ایڈیٹروں سے مطالبہ کیا یا موخرالذکر اصحاب کو خود محسوس ہوا تو انہوں نے عشرہ کاملہ کے منہ آنے کی کچھ ناکام سی کوشش کی۔ چنانچہ:

۷...... ایڈیٹر الفضل نے ۵؍فروری ۱۹۲۵ء کے اخبار میں ایک مضمون بعنوان ''عشرہ کاملہ کے پٹیالوی مصنف کا کھلا کھلا کذب اور افتراء'' شائع کیا اور خوب جی کھول کر مجھے صلواتیں سنائیں لیکن قادیانی سنت مستمرہ کے مطابق وہاں سے اور امید ہی کس چیز کی ہوسکتی تھی؟ اس اخبار کا کوئی پرچہ میرے نام نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ یہ مضمون لکھ کر جماعت مرزائیہ کو ہی تسلی دلانا مقصود تھا۔ ورنہ ضروری اور لازمی تھا کہ یہ مضمون میرے نام بھیجا جاتا۔ جس میں مجھے مخاطب کیا گیا تھا۔ کسی مرزائی کے پاس کئی ماہ بعد یہ پرچہ میرے ایک مسلمان بھائی نے دیکھا اور مجھے لا کر دیا۔ میں نے مضمون پڑھ کر کہا۔

بدم گفتی و خور سندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد دہان قادیانی را

اس مضمون کا حرف بحرف درج کرنا فضول سمجھ کر اس کا خلاصہ اور اس پر مختصراً ریمارک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

الف...... شروع میں ایڈیٹر صاحب نے ان چند تعظیمی الفاظ پر پھبتی اڑائی ہے۔ جو میں نے سیدی ومولائی حضرت مولانا صاحب سہارنپوری مدظلہم العالی کے اسم گرامی کے ساتھ لوح کتاب پر درج کئے ہیں اور اسی سے اپنے مسخراپن، رندانہ طبیعت اور اہل اللہ سے عداوت کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ یہ سب اوصاف مرزائیوں کو مرزا قادیانی سے ورثہ میں ملے ہیں۔ لیکن شاید اپنی آنکھ کا شہتیر انہیں نظر نہیں آیا جہاں مرزا قادیانی کے نام کے ساتھ مرسل یزدانی، مامور آسمانی، مہدی صاحب قرآنی، مسیح ثانی اور خبر نہیں کیا کچھ آنی، بانی، تانی، ثانی وغیرہ کی گردانیں مختلف کتابوں کے ٹائٹلوں پر درج کی گئی ہیں اور غالباً مرزا قادیانی کے یہ شعر ایڈیٹر صاحب کو یاد نہیں رہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ دادست ہر نبی راجام
داد آں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

کم ینم زاں ہمہ بروے یقیں ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

(نزول المسیح ص۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۸)

اور کیا مرزا قادیانی کے یہ دعوے ان کی نظر سے نہیں گزرے کہ: ”میں آدم ہوں، نوح ہوں، ابراہیم ہوں، اسحاق ہوں، یعقوب ہوں، اسماعیل ہوں، داؤد ہوں، یوسف ہوں، عیسیٰ ہوں، محمد ہوں۔“ (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۴،۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱) اور تمام انبیاء سے افضل ہوں وغیرہ وغیرہ۔

کیوں جناب ایڈیٹر صاحب کیا اسی خودستائی اور انانیت میں کچھ بھی معقولیت ہے؟ اور خصوصاً حضرت پیغمبر آخرالزماں ﷺ کے اتباع کامل کے مدعی کی زبان سے یہ الفاظ قرین ثواب معلوم ہوتے ہیں؟ اور اس حرکت سے بمقتضائے۔

ثنائے خود بخود گفتن نزیبد مرد دانا را

کیا آپ کے پیر جی ایک بھلے آدمی بھی ثابت ہوتے ہیں؟ اور پھر ہر ایک امر کی شہادت واقعات سے ملا کرتی ہے۔ آپ کے مرزا قادیانی کو باوجود الہام کہ ”ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔“ (تذکرہ ص۵۹۱) عرب کی مقدس زمین پر قدم رکھنا بھی نصیب نہ ہوا اور میرے مخدوم حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی جو درحقیقت شمع نبی کے پروانے ہیں۔ باوجود پہلے کئی بار حج وزیارت کا شرف حاصل کرنے کے بفضلہ تعالیٰ پچھلے سال پھر حج سے فارغ ہو کر اب تک مدینہ طیبہ میں مقیم اور آستان مقدس پر حاضر اور حدیث نبوی کی خدمت میں مشغول ہیں۔ ذرا دل کی آنکھوں سے دیکھو کہ آپ کے مرزا قادیانی اور حضرت مولانا مدظلہم العالی کے مدارج میں کیا فرق ہے؟

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

ب...... اس سے آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ اگر حضرت مولانا صاحب سہارنپوری جیسے چالیس علماء تصدیق کر دینگے کہ عشرہ کاملہ کا مئولف ہمارا نمائندہ ہے تو ہم چالیس دن کے اندر ہی عشرہ کاملہ کا جواب لکھ دیں گے۔ سبحان اللہ! اجی عشرہ کاملہ کی تصدیق تو بجائے چالیس کے چارسو علماء کرام کر دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں ہاں اگر جواب کے لئے یہی شرط لازمی ہے تو آپ بھی اپنے فرقہ کے چالیس سرکردہ علماء کی تحریر پیشگی پیش کریں اور جناب خلیفہ صاحب سے بھی اس کی تصدیق کرالیں کہ اگر مرزائی مجیب عشرہ کاملہ کی ہر ایک بات کی تردید میں کامیاب نہ ہوا تو مرزائی مذہب باطل تصور ہوگا اور ہم سب اس سے تائب ہو جائیں گے۔ دیکھیں آپ مردمیدان بنتے ہیں یا گھر میں چرخہ چلالینا ہی کافی سمجھتے ہیں؟

ج...... عشرہ کاملہ کو کذب وافتراء کا پلندہ ثابت کرنے کے لئے آپ نے صرف ایک ہی بات کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے اشتہار دیا کہ جو کوئی بہشتی مقبرہ میں دفن ہوگا بہشتی ہو جائے گا۔

حالانکہ مرزا قادیانی کی کسی تقریر، کسی رسالہ، کسی ڈائری وغیرہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں اس سے آگے آپ خود ہی لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے تو رسالہ الوصیت میں یوں لکھا ہے کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ بہشتی ہی اس مقبرہ میں دفن کیا جائے گا۔ (جل جلالہ) کیوں جناب ایڈیٹر صاحب ناک کو سامنے سے پکڑا یا ہاتھ کو پیچھے لے جا کر پکڑا۔ آخر گرفت تو ناک پر ہی پڑی۔ کیا آپ کی یہ ژولیدہ تقریر:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

کی مصداق نہیں؟ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والے بہشتی ہوں گے یا بہشتی ہی اس میں دفن ہوں گے۔ دونوں فقروں میں فرق کیا ہوا۔ الفاظ وہی، نتیجہ وہی، آمدنی کا دسواں حصہ دینے کی شرط وہی، باقی رہا آمدنی کا حساب سو یہ آپ خود گریبان میں منہ

ڈال لیں کہ مرزا قادیانی کی پہلی حالت کے مقابلہ میں جب کہ وہ ہزاروں روپیہ کے مقروض تھے اب ان کے خاندان کی مالی حالت کیا ہے؟ یہ کیمیا گری کا عقلی معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟

د...... اس ثبوت کی بناء پر ایڈیٹر صاحب رقم طراز ہیں کہ عشرہ کاملہ توجہ دینے کے لائق نہیں اور اس کا جواب دینا وقت ضائع کرنا ہے۔ ادھر میں بھی یہی کہتا ہوں کہ عشرہ کاملہ کا جواب امت مرزائیہ قیامت تک بھی نہیں دے سکتی اور لومڑی کا منہ ہرگز انگور کے خوشہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں انہیں کھٹے کہہ کر اپنی جی خوش کرلے تو دوسری بات ہے۔

۸...... الفضل کی کارگزاری کے بعد اب الفاروق قادیان کی سنئے!

ایک مسلمان دوست نے مجھے اخبار''الفاروق'' کا پرچہ مؤرخہ۱۳ر فروری ۱۹۲۶ء لاکر دیا۔ جس میں ایک صاحب مولوی غلام احمد بدوملھوی مولوی فاضل کا مضمون زیرعنوان''سنوری ملاں کی عشرہ کاملہ پر تبصرہ'' درج تھا۔ مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی فاضل صاحب نے عشرہ کاملہ پر باقساط تبصرہ کرنا چاہا ہے۔ چنانچہ: دوسری قسط ہے جو اخبار مذکورہ میں طبع ہوئی ہے اور اس کا تعلق عشرہ کاملہ کی دوسری فصل سے ہے۔ مضمون کی معقولیت عشرہ کاملہ کی فصل دوم اور مولوی صاحب کا محولہ بالا مضمون دیکھنے سے ہی معلوم ہوسکتی ہے۔ اس میں سے دو باتوں کا میں ذکر کرتا ہوں۔

(۱)...... عشرہ کاملہ کی فصل دوم کا عنوان ہے۔ مرزا قادیانی کی ترقی کی دس منازل مولوی صاحب کہتے ہیں کہ مؤلف عشرہ کاملہ نے مرزا قادیانی کی ملازمت عہدہ محرری پر اعتراض کیا ہے۔ حالانکہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ ؓ کی ملازمت کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان حضرات کا ملازمت کرنا قابل اعتراض نہیں تو مرزا قادیانی پر کیوں اعتراض ہوسکتا ہے......الخ!

اب ناظرین عشرہ کاملہ کو بغور ملاحظہ کریں کہ اس کی فصل دوم میں میں نے مرزا قادیانی کی ملازمت پر کوئی اعتراض کیا ہے؟ میں نے صرف مرزا قادیانی کی مختلف اور مسلسل حالت کا اظہار کیا ہے۔ اعتراض نہیں کیا۔ پس اعتراض کی بناء پر مولوی صاحب نے جو خامہ فرسائی کی ہے محض بے معنی اور فضول ہے اور باقی باتوں کا جواب عشرہ کاملہ کی دوسری فصل پڑھنے ہی سے مل سکتا ہے۔

(۲)...... مضمون کے اخیر پر مولوی صاحب کہتے ہیں مئولف عشرہ کاملہ کو مرزا صاحب کی تدریجی ترقیوں پر اعتراض ہے۔ حالانکہ قرآن شریف بھی ایک ہی بار نازل نہیں ہوا بلکہ تدریجی طور پر نازل ہوا تھا۔

واہ مولانا! قلم توڑ دیئے، کہاں مرزا قادیانی کی پریشان خیالیاں یعنی دعوائے مجدد، مہدی، مسیح، محدث، نبی، رسول، اور خدا اور خدا کی اولاد وغیرہ وغیرہ۔ کہاں قرآن کریم کا تدریجاً نزول سچ ہے۔ اذا لم تستحیی فاصنع ماشئت آپ نے تو مولوی فاضل کی ڈگری کو بھی دھبّا لگایا۔ کہیں شرم سے بھی کام لینا چاہئے۔

باوجود یہ کہ مولوی غلام احمد مرزائی کا یہ تبصرہ مرزائیوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے ہی تھا اور میرے پاس اس کی کوئی کاپی نہیں بھیجی گئی تھی۔ تاہم میں نے ملت مرزائیہ کی ایک مایہ ناز ہستی مقیم قادیان کی معرفت ایڈیٹر''الفاروق'' کو لکھا کہ اس اخبار کا پہلا پرچہ جس میں یہ تبصرہ شروع ہوا ہے اور بعد کے پرچہ جب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ میرے نام مفت یا قیمتاً بھیجتے رہیں۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا نہ پرچے بھیجے۔

۹...... میرے ایک دوست نے قادیان خط لکھا کہ عشرہ کاملہ کا جواب اگر چھپ چکا ہے تو قیمت سے اطلاع دیں۔ جواب ملا کہ:
''عشرہ کاملہ کا جواب لکھا پڑا ہے مگر روپیہ کی کمی کے باعث ابھی چھپ نہیں سکا۔ اگر پٹیالہ اوراس کے مضافات کی جماعتیں دوصد خریدار بھی دیدیں۔تو ہم اسے چھپوادیں گے۔مگراب تک کسی نے حوصلہ نہیں دلایا۔ (۱۵رجنوری ۱۹۲۷ء)

اس تازہ بتازہ جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے حواری اپنے نبی صاحب کے کیسے فدائی ہیں کہ ان کی صداقت ثابت کرنے اوران پر لگے ہوئے الزامات کی تردید کے لئے تین چار سو روپیہ صرف کرنا بھی ان کے لئے مشکل ہے۔ نہ چندوں کی موسلا دھار بارش میں سے چند قطرے اس کے لئے مل سکتے ہیں۔ نہ مریداں عقیدۃ کیش ہی متوجہ ہوتے ہیں۔ کیسا حوصلہ شکن جواب ہے۔ اس تفصیل سے میرا مدّعا اپنی یاعشرہ کاملہ کی ستائش نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا متصور ہے کہ امت مرزائیہ پراس کتاب کا کیا اثر پڑا ہے اور باوجود جواب دینے کی ضرورت تسلیم کرلینے کے جواب دینے سے کیسی عاجز ہے۔

پہلی بار عشرہ کاملہ بارہ سو(۱۲۰۰) چھپی تھی جس میں سے چار سو کے قریب مفت تقسیم ہوئی۔ باقی تھوڑے عرصہ میں ہی ختم ہو گئی اوراحباب نے دوبارہ طبع کرانے کا تقاضا شروع کیا۔ میں نے بھی چاہا کہ نظرثانی کر کے اس کی دوبارہ طباعت کا انتظام کیا جاوے لیکن ملازمت کی مصروفیتیں اتنی زیادہ ہیں کہ جلد نظرثانی نہ ہوسکی اور قریباً سال بھر تک اسی غرض سے کتاب میرے بستہ میں رہی۔ جس کی اب تکمیل ہوئی ہے۔ نظرثانی میں بعض مضامین مفید سمجھ کر ایزاد کئے گئے۔ بعض تبدیل کئے گئے اور بعض جگہ معمولی ترمیمیں ہوئی ہیں اور اب جناب مولوی نصیرالدین صاحب سہارنپوری کی ہمت سے کتاب طبع ہوکر ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچتی ہے۔

ناظرین کرام! کو معلوم ہے کہ اس کتاب کا ماخذ عموماً مرزائی تصانیف ہی ہیں۔ جن کے حوالہ جات موقعہ بہ موقعہ درج کئے گئے ہیں۔ پہلی اشاعت میں بعض حوالہ جات کے ہندسوں کے متعلق بے احتیاطی ہوگئی۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ مرزائی کتابیں کئی بار طبع ہوئی ہیں اوران کے صفحے بدل گئے ہیں۔ اس لئے حوالہ کے ساتھ سال طبع یا نمبر اشاعت درج نہ ہونے کے باعث بعض دفعہ مقابلہ کرنے والوں کو دھوکا ہوا اور بعض جگہ کاپی نویس اور لیتھو چھاپہ کی مہربانی سے نمبر صفحہ ہی غلط ہوگیا اور چونکہ کتابت ہوتے ہی بہت جلد کتاب پریس میں دے دی گئی تھی اوراصل مسودہ سے حوالہ جات کا مقابلہ کرنے کا مجھے موقعہ اور وقت نہیں ملا تھا۔ اس لئے کہیں کہیں ایسا نقص رہ گیا۔ اب دوبارہ اشاعت میں حوالہ جات کی درستی اور صحت کا خاص انتظام کرلیا گیا ہے اور مرزائی کتابوں کی ایک فہرست بھی شامل کی گئی ہے۔ جس میں ان کا سن طبع وغیرہ درج ہے۔ بہرحال طبع اول کے ایسے نقائص کے متعلق میں اپنے مسلمان بھائیوں سے معافی چاہتا ہوں۔ والعذر عند کرام الناس مقبول لیکن ان بعض مرزائی صاحبان کی خدمت میں جو بعض حوالہ جات کو غلط پاکر بغلیں بجاتے دیکھے گئے ہیں۔ مرزا قادیانی کی ہی ایک تحریر پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''دانشمندوں ......کوخوب معلوم ہے کہ عربی اور فارسی کی کوئی مبسوط تالیف سہو اور غلطی سے خالی نہیں ہوسکتی اور حیلہ جو کے لئے کوئی نہ کوئی لفظ گو سہو کاتب ہی سہی۔ حجت پیش کرنے کے لئے ایک سہارا ہوسکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت ہاتھ پیر مار کر اور مثل مشہور ''مرتا کیا نہ کرتا'' پر عمل کر کے شرم ناک عذر پیش کر دیا اور اپنے دل کو اس بازاری چالبازی سے خوش کرلیا کہ کسی ایک سہو کاتب یا فرض کرو اتفاقاً کسی غلطی کے نکلنے سے یہ حجت ہاتھ آجائے گی۔ کہ اب غلطی تمہاری کتاب میں نکل آئی۔ اس لئے اب بحث کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن افسوس کہ بٹالوی صاحب (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو

(سہو کاتب ہے نہ کسی انسان کو چاہئے۔مؤلف) بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے۔ جو شخص عربی فارسی میں مبسوط کتابیں تالیف کرے گا۔ ممکن ہے کہ حسب مقولہ مشہورہ قلما سلم مکثار کے کوئی صرفی یا نحوی غلطی اس سے ہو جائے اور بباعث خطاء نظر کے اس غلطی کی اصلاح نہ ہو سکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سہو کاتب سے کوئی غلطی چھپ جائے اور بباعث ذہول بشریت مؤلف کی اس پر نظر نہ پڑے۔'' (کرامات الصادقین ص۵، خزائن ج۷ ص۴۷)

پس جب مرزائیوں کے پیغمبر کی الہامی اور اعجازی کتابوں میں نہ صرف معمولی سہو بلکہ صرفی اور نحوی غلطیاں ہو سکتی ہیں اور وہ قابل اعتراض نہیں تو ایسے شخص کی تالیف میں جسے الہام یا نبوت کا دعویٰ نہیں۔ معمولی ہندسہ وغیرہ کی غلطی کیوں کر قابل مواخذہ ہو سکتی ہے۔

عام اسلامی اخبارات، زمیندار، وکیل، سیاست، اہل سنت والجماعت، اہل حدیث، الفقیہہ، خالقیہ، رسالہ تائید الاسلام، رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور اور مرزائیوں کے گھر کے بھیدی کوکب ہند وغیرہ نے اس کتاب پر مفصل ریویو کئے ہیں اور سلطنت ابدمدت حیدر آباد کے محکمہ شرعیہ نے اس کی ایک سو جلدیں خاص قیمت پر طلب فرمائی ہیں۔ اس سے کتاب کی مقبولیت واہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اللہ کے فضل سے امید بلکہ یقین کامل ہے کہ ناظرین اس کتاب کو بہت مفید پائیں گے۔ جو مرزائیوں کے مقابلہ میں ان شاء اللہ ایک کاری حربہ اور بے خطاء نشانہ کا کام دے گی۔ ومنه التوفيق! راجى رحمة علام الغيوب

خاکسار! محمد یعقوب پٹیالوی

یکم رشعبان المعظم ۱۳۴۵ھ/۴رفروری ۱۹۲۷ء

(۲۱۴۲) محمد یعقوب چنیوٹی، مولانا

(پیدائش:۱۹۴۸ء ...... وفات:۲۱ر دسمبر ۲۰۰۶ء)

مولانا محمد یعقوب جناب محمد وارث وسیر کے گھر پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم چنیوٹ میں حاصل کی۔ مدرسہ احیاء العلوم چنیوٹ میں جناب قاری ارشاد احمد پانی پتی کے ہاں حفظ قرآن کی تعلیم مکمل کی۔ دینی تعلیم احیاء العلوم چنیوٹ، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد اور جامعہ خیر المدارس ملتان میں حاصل کی۔

دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ دورہ حدیث شریف کی سند ۱۷رصفر ۱۳۹۰ھ/۲۴راپریل ۱۹۷۰ء کو جاری ہوئی جس پر حضرت مولانا رسول خان، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، حضرت مولانا عبیداللہ اشرفی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی کے دستخط ہیں۔ ان اساتذہ کے علاوہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد سے بھی آپ نے کسب فیض کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب اور حضرت مولانا نذیر احمد چنیوٹی ہر دو بچپن کے ساتھی تھے۔ حفظ قرآن سے دورہ حدیث شریف تک ساتھ رہا۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب عمر میں بڑے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نے چھوٹے بھائی اور ساتھی ہونے کے ناطے ان سے خوب تعلق نبھایا۔ فراغت کے بعد مدرسہ فیض العلوم پہلے محلّہ درکھاناں پھر محلّہ عثمان آباد میں قائم کیا۔ حضرت مولانا نذیر احمد بانی مدرسہ اور حضرت مولانا یعقوب مدرس قرار پائے۔ فیض العلوم مدرسہ میں سینکڑوں ناظرہ اور بیسیوں حفظ کے طلباء نے آپ

سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب کی ذاتی مصروفیات زمینداره وغیرہ کے باعث عملاً صبح وشام مدرسہ میں تعلیم اور طلباء کی رہائش، داخلہ، تربیت کا تمام تر نظم حضرت مولانا محمد یعقوب نے اپنے ذمہ لگائے اور نبھائے رکھا۔

جناب خان اسد اللہ خان چنیوٹ کے باسی تھے اور مغل بادشاہ شاہجہاں کے وزیر تھے۔ خان اسد اللہ خان نے چنیوٹ کی شاہی مسجد کی تعمیر وترقی کے لئے جہاں سعی مشکور کی، وہاں اپنے پیر و مرشد (شاہ برہان) کا مقبرہ تعمیر کرایا اور اس کے ساتھ شاہ برہان مسجد تعمیر کرائی۔ اس محلّہ کو اسی نسبت سے محلّہ شاہ برہان کہا جاتا ہے۔ اس محلّہ میں چنیوٹ کی اہم دینی وسیاسی شخصیت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی کا بھی رہائشی مکان ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نے ۱۴؍اگست ۱۹۷۰ء کو فجر کی نماز سے امامت وخطابت کی ذمہ داری سنبھالی اور آخری صحت کے دور تک کمال درجہ حسن ذمہ داری کے ساتھ اس کو نبھایا۔ اس مسجد کی خطابت کے ساتھ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ برہانی کا لاحقہ استعمال کرنا شروع کیا۔ یوں اب وہ حضرت مولانا محمد یعقوب برہانی کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔

چنیوٹ میں قیام پاکستان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران میں چوہدری محمد ظہور، حاجی فیروز دین، شیخ منظور احمد اور دوسرے بہت سارے حضرات تھے۔ تب سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں دھوم دھام سے منعقد ہوتی تھی۔ غالباً ۱۹۷۷ء سے مولانا محمد یعقوب برہانی بھی اس قافلہ میں شریک سفر ہوگئے۔ ۱۹۸۲ء میں چنیوٹ سے یہ کانفرنس چناب نگر میں منتقل ہوئی تو مولانا محمد یعقوب بھی برابر اس کے نظم ونسق میں صف اوّل میں شامل رہے۔ کئی دفعہ مجلس چنیوٹ کے ناظم تبلیغ، ناظم اعلیٰ اور امیر کے عہدوں پر بھی کام کیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب جوانی میں خوش شکل، خوش لباس وخوش خوراک تھے۔ کڑیل جوان، رعنا، وجیہہ چہرہ اور عربی رومال سر پر آپ کی شناخت تھی۔ خطابت میں حضرت مولانا محمد یعقوب برہانی کے آئیڈیل حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی تھے۔ حضرت مولانا برہانی عام خطاب اور خطبہ بہت تیاری کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور جس موضوع پر بولتے اس کا اپنے طور پر حق ادا کر دینے میں اپنی طرف سے کسر نہ اٹھا رکھتے۔ ختم نبوت، عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم، مدح اہل بیت رضی اللہ عنہم، اتحاد بین المسلمین آپ کے پسندیدہ عنوانات تھے۔ چنیوٹ شہر میں دیگر شہروں کی طرح دھڑوں کی سیاست ہے۔ مولانا برہانی نے چنیوٹ کی سطح پر اپنی سیاسی محنت کے لئے جس دھڑے کا انتخاب کیا نہایت ہی استقلال وعزم کے ساتھ آخری وقت تک اسے نبھایا۔ حق دوستی ادا کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ جس کے ساتھ جتنا تعلق ہوا، اس میں زندگی بھر رنگ بھرتے رہے۔ حضرت مولانا نذیر احمد چنیوٹی کے ساتھ طالب علمی کے زمانہ سے دوستانہ ہوا۔ شہری سیاست، مذہبی خدمات، تعلیم وتعلم کے لئے ان کے ساتھ بھرپور مجاہدہ سے شریک سفر رہے۔

حضرت مولانا نذیر احمد مرحوم کے وصال کے وقت ان کے صاحبزادہ مولانا فیض نذیر زیر تعلیم تھے۔ جب یہ فارغ التحصیل ہوکر مدرسہ کے مہتمم بنے۔ آپ نے اپنی مرنجان مرنج طبیعت کے باعث جنوری ۲۰۰۱ء تک اس مدرسہ میں تدریس کے عمل کو جاری رکھا۔ جب دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب مدرسہ کو اکیلے آسانی سے بطریق احسن چلانے کے قابل ہوگئے ہیں تو بہت ہی شریفانہ انداز میں ان سے رخصت پا کر ایسے واپس ہوئے کہ پھر اس کی طرف سے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لیا۔ اس خوبصورت طرز عمل کی بہت کم مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں۔

گزشتہ دس پندرہ سال سے شوگر کے زیر اثر آ گئے۔ وفات سے پانچ سال قبل اہلیہ کا وصال ہوگیا تو خیر سے عقد ثانی میں دیر

نہ لگائی۔ شوگر نے بھی دھیرے دھیرے آپ کو گھیرے میں لینا شروع کیا۔ گزشتہ چند ماہ سے بہت علیل ہوگئے تو اپنے صاحبزادہ مولانا محمد افضل صاحب کو اپنی مسجد کے منبر پر بٹھا کر جمعہ وعیدین کا خطبہ ان کے سپرد کر دیا۔ اس وقت یہ صاحبزادہ صاحب جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں دورہ حدیث شریف کر رہے ہیں۔ دوسرے بڑے صاحبزادہ محمد یوسف ایل.ایل.بی ہیں اور ایک مل میں ملازمت کر رہے ہیں۔ سب سے چھوٹے صاحبزادہ نصیر احمد مشکوٰۃ شریف کی کلاس میں جامعہ ملیّہ چنیوٹ میں زیر تعلیم ہیں۔ ان کے علاوہ تین صاحبزادیاں ہیں اور تینوں شادی شدہ اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

مولانا محمد یعقوب برہانی نے چنیوٹ کے محلّہ غفور آباد میں دو کنال اراضی خرید کر اس میں مدرسہ اویسیہ ختم نبوت قائم کیا۔ اس وقت اس میں حفظ و ناظرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ آپ کا حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ جمعرات شام کو انتقال ہوا۔ جمعہ کے دن جنازہ ہوا۔ جنازہ جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد زاہد نے پڑھایا۔ جنازہ میں جم غفیر شامل تھا۔ علماء اور طلباء کی کثرت تھی۔ تبلیغی مرکز، محلّہ درکھاناں میں جنازہ ہوا اور جھنگ روڈ قبرستان حافظ دیوان میں آخری گھر بنا۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۲۱۴۳) محمد یعقوب ربّانی، مولانا

(وفات: ۷/اکتوبر۲۰۱۶ء)

ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ایک اہم اڈہ ہے جسے پھلور کہتے ہیں۔ اس سے تھوڑا آگے جائیں تو جامعہ دارالعلوم ربانیہ ہے۔ جو ملک عزیز کے نامور مدارس میں شمار ہوتا ہے۔ ہمارے ملک عزیز کے نامور علماء، شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد، شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی، شیخ الحدیث مولانا ظریف احمد، شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید انور جیسے حضرات نے وہاں سے تعلیم حاصل کی ہے۔ انہی حضرات میں سے ایک مولانا محمد یعقوب ربانی بھی ہیں۔ جنہوں نے دارالعلوم ربانیہ سے فراغت حاصل کی۔ ان کی تعلیم کے دوران، ربانیہ کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا رفیق کشمیری تھے۔ آپ نے اپنے منظور نظر شاگرد مولانا یعقوب ربانی سے فرمایا کہ آپ کے ضلع شیخوپورہ میں کوئی ایسا ادارہ نہیں جہاں دورہ حدیث ہوتا ہو۔ آپ اپنے علاقہ فاروق آباد میں جا کر دینی مدرسہ قائم کریں۔

چنانچہ یہاں پر آ کر مولانا یعقوب ربانی نے جامعہ اسلامیہ فاروق آباد کے نام سے ادارہ قائم کیا، جس کا حفظ و ناظرہ سے آغاز کیا اور پھر اس ادارہ میں ایک یہ بھی وقت آیا کہ دورہ حدیث شریف ہونے لگا۔ مولانا یعقوب ربانی نے یہاں ایک اعلیٰ روایت قائم کی کہ اپنے طلباء دورہ حدیث شریف کی کلاس کے ذہین طلباء کو صحاحِ ستّہ کی مختلف کتابیں حفظ کراتے تھے۔ کسی کو بخاری شریف، کسی کو ترمذی شریف، کسی کو مسلم شریف اور کسی کو ابوداؤد شریف کے حفظ کرنے پر لگایا ہوا تھا۔ تھوڑا عرصہ یہ سلسلہ چلایا اور بڑی کامیابی سے چلایا۔

یہ دور جامعہ اسلامیہ کے عروج کا دور قرار دیا جا سکتا ہے۔ پھر یہاں پر بچیوں کا مدرسہ قائم کیا۔ اسے بھی دورہ حدیث شریف تک لے گئے۔ آپ نے اس ادارہ کے لئے خاصی جانگسل محنت کی۔ بڑی خوبصورت مسجد تعمیر کرائی۔ پھر ایسا وقت بھی آیا کہ مدرسہ سے آہستہ آہستہ بنین کی تعلیم کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس زمانے میں آپ نے تدریس کے لئے جامعۃ الحبیب چکوال کا رخ کیا۔ پھر واپس آئے۔ جیسے کیسے بنات کی تعلیم کا سلسلہ صحت کے زمانے تک جاری رکھا۔

ایک زمانہ تھا کہ سیّدامین گیلانی، مولانا محمد عالم کشمیری، مولانا عبداللطیف انور، مولانا محمد یعقوب ربّانی ضلع شیخوپورہ کی پہچان ہوا کرتے تھے۔ پہلے مقدم الذکر تینوں حضرات یکے بعد دیگرے چل دیئے۔ اب مولانا محمد یعقوب بھی ان سے جا ملے۔ ایک زمانہ تک مولانا یعقوب ربانی اور مولانا عبداللطیف انور جمعیت علماء اسلام ضلع شیخوپورہ کے امیر اور ناظم اعلیٰ رہے۔ حافظ الحدیث حضرت درخواستی، مفکراسلام مفتی محمود، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، ولی ابن ولی مولانا عبیداللہ انور ایسی شخصیات کے ساتھ جمعیت علماء اسلام کی سربلندی کے لئے بھرپور محنت کی اور ایک مقام پیدا کیا۔

مولانا محمد یعقوب ربّانی کا بیعت کا تعلق خواجہ خان محمد سے تھا۔ بڑے تسلسل کے ساتھ خانقاہ سراجیہ حاضری رہتی تھی۔ لاہور کے حضرت مولانا پیر نعیم اللہ فاروقی نے مولانا ربانی کو خلافت سے نوازا تو پھر آپ نے بھی اپنی عنانِ توجہ پھیر لی۔ مولانا یعقوب نے پہلا عقد کیا۔ اس سے نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ پھر عقد ثانی کیا۔ یکے بعد دیگرے حق تعالیٰ نے محمود خان، مسعود خان، مشہود خان تین صاحبزادوں سے نوازا۔ مولانا یعقوب ربانی راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ علمی گھرانہ تھا۔ آپ کے ایک بھائی مولانا حبیب اللہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری کے شاگرد ہیں۔ دونوں حضرات نے فاروق آباد میں خوب علم کے دیپ جلائے۔ اب اکیڈمیوں کا دور دورہ ہے۔ رہے نام اللہ کا۔

مولانا محمد یعقوب ربّانی نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں اپنے ضلع میں مثالی کردار ادا کیا۔ پہلے چنیوٹ اور پھر چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر بمع رفقاء وطلباء کے تشریف لانا آپ کے معمول کا حصہ تھا جس میں تخلّف نہ کرتے۔ صحت کے زمانہ تک اس روایت کو تسلسل کے ساتھ نبھایا۔

فقیر نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء پر کتاب مرتب کرنا تھی۔ کہیں اشتہار یا اعلان پڑھ لیا۔ خط لکھا۔ فقیر، فاروق آباد حاضر ہوا تو تحریک کا جتنا اخباری ریکارڈ اور ضلع شیخوپورہ کی تحریک کا رجسٹر تھا۔ سارا میرے سپرد کر دیا۔ بہت ہی اعتماد والے تھے۔ محبت بھرا تعلق تھا۔ اعتماد باہمی کی فضا قائم رکھی۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے مدرسہ کا نظم مضمحل ہوا۔ پھر رعشہ کی بیماری نے زور پکڑا، گرم سرد اور اردگرد کی ہوا سے بھی متاثر ہوئے تو چارپائی سے لگ گئے۔ جب تک ہمت رہی کوئی نماز مسجد کی ترک نہ کی۔ سہارا سے، پھر ویل چیئر پر مسجد کی نماز باجماعت کا اہتمام رہا۔ جب صحت نے اس کا بھی نہ چھوڑا تو گھر پر ہی نماز کا اہتمام کرتے۔ خوب وقت گزارا۔ اپنے قائم کردہ ادارہ کی اپنی بنائی ہوئی جامع مسجد کے شمال کی جانب آخری آرام گاہ بنی۔ آپ چلے گئے۔ اب یادیں رہ گئیں۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۲۱۴۴) محمد یعقوب (ساکن بھانبڑی)، جناب

آپ مشہور مبلغ اسلام مولانا امیر احمد بھانبڑی کے فرزند تھے۔ اچھے عالم دین اور مرزائیت کے خلاف پرخلوص جذبہ رکھتے تھے۔ جس زمانہ میں نواح قادیان میں رہائش پذیر کوئی بھی عالم مرزائیوں کی مخالفت کرنے والا موجود نہ تھا۔ اس زمانہ میں اکیلے مولوی یعقوب صاحب تھے جو علاقہ بھر میں دورہ کر کے عوام کو مرزائیت سے آگاہ کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ ان کی پشت پر کسی جماعت کا ہاتھ نہ تھا۔ وہ صرف اللہ پر بھروسا کر کے اکیلے بغیر تنخواہ وغیرہ کے للہ فریضۂ تبلیغ ادا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے کئی

مناظرات بھی مرزائیوں سے کئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائی اس علاقہ میں بہت کم لوگوں کو مرزائی بنانے میں کامیاب ہوسکے اور بحمداللہ علاقہ کی بھاری اکثریت جوں کی توں اپنے سابقہ سنی عقائد پر قائم رہی۔

جب ہم قادیان پہنچے تو انہوں نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور کہا کہ اب میری ڈیوٹی ختم ہوئی آج سے ڈیوٹی تمہاری ہے اور میں اپنا تعاون بدستور قائم رکھوں گا اور ایک مختصر سی دکان بھانبڑ میں کھول لی۔ دامے درمے ہمیشہ امداد کرتے رہے۔ تقسیم کے بعد لائل پور (فیصل آباد) آ گئے اور بدستور اپنی دکان چلاتے رہے۔ کام چل نکلا اور بفضلہ تعالیٰ لاکھوں میں کھیلتے تھے۔ کبھی فیصل آباد جانا ہوتا تو ملاقات ہوتی رہتی۔ بڑی عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۲۱۴۵) محمد یعقوب سیالکوٹی، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۳ء ...... وفات: ۱۹۹۷ء)

آپ نامور عالم دین تھے۔ جامع مسجد چودھریان سیالکوٹ کے خطیب تھے۔ حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے شاگرد تھے۔ آپ تحریک پاکستان اور عقیدۂ ختم نبوت کے ممتاز رہنما اور سرگرم مجاہد تھے۔

(۲۱۴۶) محمد یعقوب نانوتوی، مولانا

(پیدائش: ۱۳ر صفر ۱۲۴۹ھ / ۲ر جولائی ۱۸۳۳ء ...... وفات: ۳ر ربیع الاوّل ۱۳۰۲ھ / ۲۱ر دسمبر ۱۸۸۴ء)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی کے فرزند ہیں۔ مولانا مملوک علی نانوتوی سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی نے بھی پڑھا۔ مولانا یعقوب نے حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم نانوتہ میں حاصل کی۔ آپ کے والد مولانا مملوک علی مدرسہ عالیہ دہلی میں صدر مدرس تھے۔ والد صاحب، ان کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے۔ والد گرامی سے تعلیم حاصل کی۔ حدیث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا شاہ عبدالغنی سے پڑھی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی اجمیر شریف میں بھی پڑھاتے رہے۔ محرم ۱۲۸۳ھ / مئی ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند کی بناء قائم ہوئی۔ اسی سال کے آخر میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی پہلے صدر مدرس کے طور پر یہاں تشریف لائے اور پھر وفات کے سال تک یہاں پڑھاتے رہے۔ اٹھارہ سال کے عرصہ میں جتنے حضرات فارغ ہوئے آپ سب کے استاذ ہیں۔ جن میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا احمد حسن امروہی، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، حضرت تھانوی ایسے حضرات بھی شامل تھے۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی ہم عصر تھے۔ چھ سات ماہ کا عمر میں تفاوت ہے۔ مولانا محمد قاسم آپ سے بڑے تھے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی سوانح لکھی ہے۔ جس کا نام ''سوانح قاسمی'' ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں: ''فقیر اور مولوی صاحب (مولانا محمد قاسم) کے علاوہ قرب نسب کے بہت سے روابطِ اتحاد تھے۔ ایک مکتب میں پڑھا۔ ایک وطن، ایک نسب۔ ہم زلف ہوئے۔ ایک استاذ ایک وقت میں علم حاصل کیا اور بعض کتابیں مولانا سے بھی پڑھیں۔ ایک پیر کے مرید ہوئے۔ دو مرتبہ حج میں ہم سفر رہے اور ایک زمانہ دراز تک ساتھ رہے۔'' (سوانح قاسمی) دارالعلوم دیوبند کے پہلے مفتی بھی

مولانا محمد یعقوب نانوتوی تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی کی طرح مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلیفہ تھے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی ایک بار امامت صلوٰۃ کے لئے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے۔ کسی نے کہا، مولوی صاحب (مولانا یعقوب) آ گئے۔ حضرت گنگوہی صف میں واپس آ گئے۔ مولانا محمد یعقوب مصلیٰ پر گئے۔ حضرت گنگوہی نے دیکھا کہ مولانا کی پنڈلیاں غبار آلود ہیں تو آگے بڑھ کر اپنے کرتہ سے غبار صاف کیا۔ ادھر اگر احترام ومحبت کا یہ عالم تھا تو ادھر بھی معاملہ کم نہ تھا۔ ایک بار حضرت مولانا یعقوب، حضرت گنگوہی سے ملنے گئے تو شلوار میں بندھن کی بجائے بان کی رسی ڈال لی۔ ظاہر ہے وہ سخت ہوتی ہے۔ تکلیف ہوتی ہے۔ تو مولانا گنگوہی بھانپ گئے۔ وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا جلدی تھی، بندھن نہ ملا تو بان ڈال لیا۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ کھونٹی سے میرا بندھن لے لیں۔ مولانا یعقوب صاحب نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس میں تو ایک روپیہ بھی بندھا ہے۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا وہ بھی رکھ لیں۔ چنانچہ آپ نے ایسے کیا۔ اس سے دونوں حضرات کی بے نفسی سمجھی جاسکتی ہے۔ مولانا یعقوب صاحب خوش طبع بھی تھے۔ ہندوؤں کے سادھو، سر، ابرو، پلکوں اور داڑھی مونچھ کے سب بال اترواتے ہیں۔ آپ ان کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ ''فارغ البال'' ہیں۔

صرف مولانا محمد یعقوب صاحب نہیں بلکہ آپ کے صاحبزادہ مولوی معین الدین صاحب نے بھی خوب خوش طبعی سے حصہ پایا تھا۔ واقعہ مشہور ہے کہ: ''ایک دفعہ سردی میں بخار نے وبائی شکل اختیار کرلی۔ کسی عقیدت مند نے مولانا یعقوب صاحب کے مزار مبارک سے مٹی لے جا کر مریض کو باندھی تو ٹھیک ہوگیا۔ اب رش لگ گیا۔ مٹی اٹھا، اٹھا کر لوگ لے جانے لگے تو قبر مبارک زمین برابر ہوگئی۔ صاحبزادہ صاحب نے مٹی نئی ڈلوادی وہ بھی لوگ اٹھا کر لے گئے۔ انہوں نے پھر ڈلوادی۔ لوگ پھر اٹھا کر لے گئے۔ یہ بہت پریشان ہوئے تو والد گرامی (مولانا محمد یعقوب نانوتوی) کی قبر مبارک پر آئے اور عرض کیا: ''آپ کی تو کرامت ہوگئی اور ہماری مصیبت ہوگئی۔ یاد رکھو اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔ ایسے ہی پڑے رہیو۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔'' پس اس دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی اب یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر لوگوں نے مٹی لے جانی بند کر دی۔

ایک بار میرٹھ مطبع مجتبائی میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی ٹھہرے ہوئے تھے۔ نیچے کی منزل میں مولانا محمد قاسم اور بالاخانہ پر مولانا محمد یعقوب کی رہائش تھی۔ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو لے کر مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس آئی کہ یہ بیمار ہے۔ میرا سارا کاروبار اس کے سر ہے۔ آپ تعویذ دیں کہ صحت یاب ہو۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے مولانا محمد یعقوب کے متعلق فرمایا کہ وہ بالاخانہ پر ہیں۔ ان سے تعویذ لے لو۔ وہ اوپر پہنچی اور مولانا یعقوب سے پوری بات کر کے تعویذ چاہا۔ آپ نے تعویذ دے دیا۔ دعا کی، بہرحال اس سے جان چھڑائی۔ نیچے اترے تو پوچھا کہ اس کو کس نے اوپر بھیجا تھا؟ مولانا محمد قاسم نانوتوی خاموش ہوگئے۔ مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا، بڑے متقی نکلے؟ اپنے تقویٰ کی اس قدر حفاظت اور میرے پاس خلوت میں بازاری عورت کو بھیج دیا۔ اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے؟ خوب جلال دکھایا۔ ادھر خدا کے فضل سے اس بچی کو آرام ہوگیا۔ اس کی ماں مٹھائی لائی اور سیدھی بالاخانہ پر مولانا کے پاس گئی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ آپ کی دعا سے میری چھوکری ٹھیک ہوئی۔ آپ شکرانہ کی یہ مٹھائی رکھ لیں۔ آپ نے فرمایا رکھ دو۔ وہ رکھ کر چلی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حرام کے مال کی ہے۔ اغنیاء تو قطعاً استعمال نہیں کر سکتے۔ غرباء کی مرضی ہے جس کا دل چاہے لے لے۔ آپ نے شریعت وطریقت دونوں کو جمع کر دیا۔ (ملخص ارواح ثلاثہ ص ۳۴۰)

مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے آتے ہی علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کے دعاوی سے عدم واقفیت کے باعث مولانا رشید احمد گنگوہی ابھی فتویٰ کفر دینے میں توقف رکھتے ہیں۔ بعد میں حضرت گنگوہی کی طرف سے اشتہار شائع ہوا کہ ''مرزا کافر ہے۔'' چنانچہ اس کا ذکر مرزا نے بھی کیا ہے۔ ''مولوی رشید احمد گنگوہی اٹھا اور ایک اشتہار میرے مقابل نکالا اور جھوٹے پر لعنت کی۔'' (نزول مسیح ص۳۲، خزائن ج۱۸ص۴۰۹)

دوسری جگہ مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ''ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمانداری پرکھنے کے لئے جنہوں نے اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے کہ یہ شخص (قادیانی) کافر، دجال اور شیطان ہے۔'' (انوارالاسلام ص۴۶، خزائن ج۹ص۴۷)

حضرت گنگوہی کے پاس جب ابتداء میں علماء لدھیانہ کا وفد گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ہم سب کے بڑے ہیں جو وہ فیصلہ کردیں۔ ہمیں منظور ہوگا۔ وفد مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے پاس آیا۔ آپ نے ان کی باتیں سننے کے بعد فرمایا: ''میں اس شخص (مرزا قادیانی) کو اپنی تحقیق میں لامذہب اور آزاد خیال جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا۔ کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین احمدیہ کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔'' (رئیس قادیان ج۲ص۹، فتاویٰ قادریہ)

(۲۱۴۷) محمد یعقوب نورانی (فیصل آباد)، مولانا

فیصل آباد میں بریلوی مکتب فکر کے مولانا محمد یقوب نورانی تھے، جو بہت ہی مرنجاں مرنج معتدل عالم دین تھے۔ آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ ختم نبوت کے مبلغ اور مناد تھے۔

(۲۱۴۸) محمد یعقوب ہزاروی، مجاہد ختم نبوت

گڑھی حبیب اللہ ضلع بالاکوٹ کے حضرت محمد یعقوب ہزاروی تھے۔ ۱۹۷۰ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام ٹنڈو غلام علی سندھ آ گئے۔ یہاں قرب وجوار میں قادیانیت کے اثرات تھے۔ آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اڑان بھری تو مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہوئے اور پھر عمر بھر اسی کام کے علمبردار رہے۔ ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے سندھ کا طویل سفر فرمایا۔ ٹنڈو غلام علی بھی تشریف لائے۔ قادیانیوں نے جلسہ کی تیاری میں رخنہ ڈالنا چاہا تو تنازعہ کھڑا ہوگیا۔ ختم نبوت کا جلسہ تو آب وتاب سے ہوگیا۔ لیکن ہمارے چار ساتھیوں جناب محمد یعقوب ہزاروی، حافظ زبیر احمد میمن، ڈاکٹر منصور احمد، جناب حبیب الرحمٰن قریشی نمائندہ نوائے وقت پر کیس ہوگیا۔

بعد میں مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم سندھ کے سفر پر تشریف لائے تو بدین کے ڈی سی کو فرمانے پر کیس بھی ختم ہوگیا۔ جناب محمد یعقوب ہزاروی ہفت روزہ ختم نبوت کی اشاعت کے لئے اس علاقہ میں بھرپور کوشاں رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ہمیشہ شرکت کا معمول رہا۔ کشمیر وبالاکوٹ کے شدید زلزلہ میں شہادت مطلوب ومقصود مومن سے سرفراز ہوئے۔

(۲۱۴۹) محمد یعقوب ہوشیار پوری (ملتان)، جناب شیخ

ملتان کی معروف دینی وسیاسی شخصیت، مولانا محمد علی جالندھری کے دست راست اور مولانا مفتی محمود کے ملتان میں مشیر خاص، مجلس احرار، مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام میں بھرپور کام کیا۔ انتہائی متحرک اور تحریکی انسان تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ بہت ہی ہلکے پھلکے اور چھریرے بدن کے پان دھان شخصیت تھے۔ نظریاتی اور خادم قوم کارکن تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام ملتان کی اپنے زمانہ میں پہچان تھے۔

(۲۱۵۰) محمد یوسف الحسینی (فیصل آباد)، مولانا

جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد کے امام حضرت مولانا محمد یوسف الحسینی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مدنی کے شاگرد تھے اس لئے الحسینی کا اپنے نام کے ساتھ لاحقہ استعمال کرتے تھے۔ آپ عرصہ تک جمعیۃ علماء اسلام فیصل آباد کے امیر رہے۔ بہت بھلے انسان تھے۔ طبیعت میں مسکنت تھی۔ ان کے صاحبزادے جناب زبیری تھے۔ گورنمنٹ ہائی سکول میں ٹیچر تھے۔ خوب علمی ادبی آدمی تھے۔ مولانا محمد یوسف الحسینی بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مقدور بھر ساعی رہے۔ کبھی جی نہیں چرایا۔ یہی ان کی ایک خوبی لاکھوں خوبیوں پر بھاری ہے۔ الشیخ عبدالعزیز وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کے حیات مسیح علیہ السلام کے فتویٰ کی توثیق بھی کی۔　(فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۷۰)

(۲۱۵۱) محمد یوسف (امیر تبلیغی جماعت)، حضرت جی

(وفات: اپریل ۱۹۶۵ء)

حضرت جی مولانا محمد یوسف تبلیغی جماعت کے دوسرے امیر تھے۔ آپ نے فرمایا: ’’ہمارے حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اور دوسرے بزرگ علماء، بلاوجہ قادیانیت کی مخالفت نہیں کرتے۔ انگلینڈ میں کوئی مشین کتنی تیز چلنے والی کیوں نہ ہو، وہ اتنی تیزی سے کپڑا تیار نہیں کرتی، جتنا قادیانی کفر کی مشین میں تیزی سے تیار کیا جاتا ہے۔ پھر اس پر مزعومہ دلائل کا رنگ چڑھا کر مرزائی مبلغین سے دجل وفریب وکہہ مکرنی کی بھٹی میں استری کر کے مسلمان قوم کے ایمان کے جنازہ کے کفن کے لئے تیار کرتے ہیں۔ مرزائیت، مکروافتراء اور کذب وفریب کا ایک پلندہ ہے۔ مرزا قادیانی جھوٹوں کا سردار تھا۔ امت کو اس فتنے سے بچانے والے، پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔‘‘

(۲۱۵۲) محمد یوسف بہاول پوری، مولانا قاری

(وفات: ۲۲؍جولائی ۲۰۲۱ء)

بہاول پور محکمہ اوقاف کے سابق صوبائی خطیب اور تنظیم اہل سنت پاکستان کے رہنما مولانا محمد یوسف انتقال فرما گئے۔ اگلے دن ان کے آبائی گاؤں چھمب کلیار میں جنازہ ہوا، اور آبائی قبرستان میں پیوند خاک ہوگئے۔ آپ دارالعلوم کبیر والا کے فارغ التحصیل

تھے۔مولانا غلام مصطفیٰ بہاول پوری نے جب دارالعلوم مدنیہ قائم کیا تو اس کی ابتداء مچھی ہٹہ کی مسجد سے ہوئی۔اس کے پہلے مدرس مولانا قاری محمد یوسف تھے۔آپ اچھے خطیب تھے۔تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔بہاول پور میں محکمہ اوقاف کے مدت العمر خطیب رہے۔خوب مرنجان مرنج اور دوست پرور انسان تھے۔ملتان اور چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کو سعادت سمجھ کر شریک ہوتے۔ملتان آمد کے موقعہ پر اکثر ملتان دفتر مرکزیہ ختم نبوت میں تشریف آوری سے مجلس کے ساتھ محبت کا رشتہ استوار رکھا۔حق تعالیٰ اپنی رحمتوں کی چھم چھم باران مغفرت سے ان کی تربت کو صدا پر بہار بنائیں۔آمین!

(۲۱۵۳) محمد یوسف تلونڈی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، جناب

(وفات:۱۸/اپریل۲۰۲۱ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تلونڈی ٹوبہ کے بزرگ جناب محمد یوسف سو سال سے زائد عمر پانے کے بعد انتقال کر گئے۔مرحوم پوری زندگی صوم وصلوٰۃ کے پابند رہے۔نیک سیرت انسان تھے۔دینی مساجد و مدارس سے محبت رکھنے کے ساتھ ساتھ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے حضرات کے ساتھ بھی دلی لگاؤ رکھتے تھے۔آپ کے صاحبزادے بھائی عبداللطیف عالمی مجلس کے عہدیدار ہیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہیں۔نماز جنازہ میں علاقہ بھر کے علماء کرام، حفّاظ وقرّاء اور کثیر عوام الناس نے شرکت کی۔ (مولانا محمد خبیب)

(۲۱۵۴) محمد یوسف خان کشمیری، مولانا

(ولادت:۱۹۲۰ء ...... وفات:۱۲/ستمبر۲۰۱۰ء)

آپ پلندری سے دس میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ ''منگ'' کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔دارالعلوم دیوبند سے حضرت مدنی سے دورۂ حدیث کیا۔حضرت مولانا سرفراز خان صفدر ایسے حضرات آپ کے ساتھیوں میں سے تھے۔فراغت کے بعد وطن واپس آ گئے۔۱۹۴۷ء میں جنگ آزادی میں حصہ لیا۔مہاجرین کی آبادی کے لئے بیت المال قائم کیا۔جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کے ناظم اعلیٰ رہے۔دارالعلوم پلندری کے شیخ الحدیث بھی رہے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا اور گرفتار ہوئے۔

(۲۱۵۵) محمد یوسف راجووال، مولانا

(ولادت:۱۹۱۹ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف رئیس دارالحدیث الجامعۃ الکمالیہ راجووال جماعت کی بزرگ شخصیت تھے۔دینی، علمی، مسلکی اور جماعتی کاموں میں دلچسپی وتعاون کے لئے بڑے دردمند دل کے مالک تھے۔وہ چک سومیاں عرف اعوان تحصیل وضلع فیروز پور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ولدیت کمال الدین بن حق نواز ہے۔مولانا موصوف کے دادا بڑے عابد وزاہد شخص تھے اور سجدے کی حالت میں ہی ان کا انتقال ہوا۔مولانا محمد یوسف صاحب نے مختلف مدارس میں تعلیم پائی۔بخاری شریف، دارالکتاب

والسنہ صدر بازار دہلی میں حافظ عبدالستار امام جماعت غرباء اہل حدیث سے پڑھی۔ پھر حضرت حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی سے بخاری شریف کے منتخب ابواب اور مشکل مقامات کی قرأت کی۔ آپ نے تبلیغی مقاصد کے پیش نظر متعدد پمفلٹ تحریر کئے ہیں۔ ان میں حیات عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام، اربعین نبوی، نماز تسبیح، سنت نبوی وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا کا طبعی میلان تدریس کی طرف تھا۔ حدیث وتفسیر کے مسلم استاذ تھے۔ متعدد بار بخاری شریف سبقاً پڑھائی۔ دینی امور کے ساتھ سیاسی وملی کاموں میں بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں چار ماہ تک سنٹرل جیل ساہیوال میں قید رہے۔ ایام اسیری میں بھی خطبہ جمعۃ المبارک اور درس قرآن مجید جاری رکھا۔ آپ نے تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل، تحقیق وتدقیق، اخلاص وللّٰہیت اور زہد وورع کی دولت سے نوازا ہے۔ سینکڑوں طلباء نے آپ سے مکمل علمی استفادہ کیا۔

(۲۱۵۶) محمد یوسف رام پوری، مولانا

حضرت مولانا محمد یوسف رامپوری علماء عاملین میں سے تھے۔ شیخ عبدالرحیم اور شیخ فضل حق سے علم حاصل کیا۔ پھر رام پور کا سفر کر کے مدرسہ عالیہ کے اساتذہ سے مستفید ہوئے۔ رام پور میں مفتی لطف اللہ نے آپ کو فتاویٰ جات کی ذمہ داری سپرد کی اور اپنی بیٹی کے ساتھ عقد نکاح بھی کرایا۔ جب آپ مدرسہ انوار العلوم رام پور میں معلم ومہتمم تھے۔ تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف عربی میں استفتاء کا جواب کا جواب عنایت فرمایا جوان الفاظ سے تھا۔ ’’ھذا ھو الجواب لانہ ادعی النبوۃ بعد ختم النّبیین ومن ادعیٰ فھو دجال، کذاب کما ورد فی الحدیث، فثبت کفرہ بلا تردد فلا یجوز معھم المناکحۃ والمشارکۃ فی الصلوٰۃ وغیرھا من امور الدین واللہ اعلم بالصواب!‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۱)

(۲۱۵۷) محمد یوسف رحمانی (خانیوال)، مولانا

(وفات: ۲؍نومبر ۲۰۱۶ء)

میاں چنوں ضلع خانیوال کی مکی مسجد کے بانی اور خطیب حضرت مولانا محمد یوسف رحمانی نے درس نظامی کی تکمیل کے بعد مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر اور فاتح قادیان مولانا محمد حیات سے مناظرہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو ردقادیانیت اور ردعیسائیت پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ آپ خود بھی مناظر اسلام تھے۔ حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے ساتھ تمام دینی تحریکات بالخصوص تحریکہائے ختم نبوت میں پیش پیش رہے۔ گرانقدر اور مثالی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کو اکابر کا اعتماد حاصل تھا۔

آپ جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی میں پڑھاتے بھی رہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ وہ بہت ہی خوبیوں کے حامل تھے۔ ان کے وصال سے دینی حلقوں میں بہت بڑا خلاء واقع ہوگیا ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں اور جنت میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائیں۔ آمین!

(۲۱۵۸) محمد یوسف سیال، جناب حافظ

(وفات: جولائی ۱۹۹۰ء)

جناب حافظ محمد یوسف سیال احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور کے باسی تھے۔ آپ نے بی.اے اور پھر ایل.ایل.بی کی ڈگری حاصل کی۔ مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری کے تربیت یافتہ اور شیدائی تھے۔ تحریک طلباء اسلام کے نامور رہنما تھے۔ تحریک سے متعلق ایک ماہواری رپورٹ بھی عرصہ تک شائع کی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت مستعد تھے۔ انتہائی شریف النفس اور درویش صفت قومی کارکن تھے۔

(۲۱۵۹) محمد یوسف ضیاء، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۲ء ...... وفات: ۲۰رمئی ۲۰۰۲ء)

آپ عالم دین تھے۔ جمعیۃ اہل حدیث پنجاب کے امیر بھی رہے۔ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ کی مسجد اہل حدیث کے خطیب بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت و تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور شریک عمل رہے۔

(۲۱۶۰) محمد یوسف قریشی (بہاول نگر)، مولانا

(ولادت: یکم رجولائی ۱۹۱۸ء ...... وفات: ۸راگست ۲۰۰۵ء)

مولانا محمد یوسف قریشی بہاول نگر کے ممتاز عالم دین اور سیاسی راہنما تھے۔ دورۂ حدیث شریف جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے کیا۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ تدریس بھی کی۔ بعدازاں تدریس و تعلیم کے علاوہ دیگر دینی اور سیاسی کاموں میں دلچسپی لینا شروع کی۔ بہاول نگر ضلع کی جمعیت علماء اسلام کے قائد و راہنما تھے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی ختم نبوت کی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بلکہ اپنے ضلع کی تحریک کی قیادت کا شرف حاصل کیا۔ بہاول نگر مجلس ہمیشہ فعال رہی ہے۔ مناظر ختم نبوت مولانا خدا بخش، مولانا عبدالرؤف جتوئی، مولانا حکیم محمد اسماعیل عاصم اور مولانا محمد طفیل راشد یہاں مبلغ رہے۔

مؤخر الذکر کے دور میں مختلف چکوک میں قادیانی مرے اور انہیں مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفنایا گیا۔ موصوف نے ضلع کی انتظامیہ کو بار بار متوجہ کیا اور درخواستیں دیں کہ قادیانیوں کے مرگھٹ علیحدہ کئے جائیں، لیکن نوکر شاہی روایتی لیت و لعل سے کام لیتی رہی تو مولانا طفیل راشد نے ضلعی انتظامیہ کے سربراہ ڈپٹی کمشنر کے متعلق کہہ دیا کہ وہ قادیانی ہے تب ہی وہ اس طرف توجہ نہیں کر رہا۔ ڈی سی صاحب کو اس بات پر غصہ آ گیا، پوری ضلعی جماعت زیر عتاب آ گئی۔ مرکز نے مجلس فیصل آباد کے امیر، مرکزی شوریٰ کے رکن مولانا محمد اشرف ہمدانی اور راقم الحروف کی ڈیوٹی لگائی کہ بہاول نگر جا کر ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کر کے حالات نارمل کرنے کی کوشش کریں۔

چنانچہ مولانا ہمدانی فیصل آباد سے بہاول نگر تشریف لائے اور راقم لاہور سے بہاول نگر آیا۔ مولانا محمد یوسف قریشی کی معیت میں ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی۔ چنانچہ موصوف بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا مبلغ مجھے یہودی، عیسائی، ہندو یا سکھ کہہ

دیتے، مجھے اتنا صدمہ نہ ہوتا، جتنا قادیانی کہنے سے ہوا اور کہا کہ میں قریشی ہوں۔ مولانا محمد یوسف قریشی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ: مولانا! یہ آپ کی برادری ہے، سنبھالیں تو موصوف نے بھی شاندار گفتگو کی اور مولانا ہمدانی نے بھی فرمایا کہ جناب ہم ضابطے کے نہیں رابطہ کے لوگ ہیں، خیر اس ملاقات سے معاملہ رفع دفع ہوا۔

غرض کہ مولانا محمد یوسف قریشی نے تحریک ختم نبوت کی ہر لحاظ سے خدمت کی۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ آخری چند سال علیل رہے تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کی، بہاول نگر کی مرکزی عیدگاہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ کی اقتداء میں ادا کی گئی نے کی۔ بہاول نگر کی وسیع وعریض عیدگاہ تنگی داماں کی شکایت کر رہی تھی۔ جنازہ میں ہزاروں علماء کرام، مشائخ عظام، حفاظ وقراء، جماعتی رفقاء اور عوام الناس نے شرکت کی اور نماز جنازہ کے بعد انہیں بہاول نگر کے وسیع وعریض قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۱۶۱) محمد یوسف (کوئٹہ)، جناب الحاج

کوئٹہ میں اسلامیہ پریس کے مالک حضرت حاجی محمد یوسف صاحب ایک کھرے انسان تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام سے تازیست کوئٹہ میں مجلس کی سرگرمیوں میں برابر کے حصہ دار رہے۔

(۲۱۶۲) محمد یوسف ماما (باٹلے برطانیہ)، حضرت مولانا

(ولادت: ۷؍ستمبر ۱۹۴۰ء ...... وفات: ۴؍جنوری ۲۰۲۱ء)

حضرت مولانا محمد یوسف ماما انڈیا ضلع سورت کے ایک گاؤں ’’کفلیتہ‘‘ میں پیدا ہوئے۔ اردو اور گجراتی کی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ جامعہ ڈابھیل میں حفظ کیا۔ پھر مفتاح العلوم تراج گجرات میں درجہ ثالثہ تک تعلیم حاصل کی۔ فخر گجرات مولانا محمد علی تراجی کی آپ کو سرپرستی حاصل رہی۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور پانچ سال دارالعلوم میں رہ کر دورہ حدیث شریف تک تعلیم مکمل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے دسمبر ۱۹۶۵ء میں فراغت ہوئی۔ مولانا سعید احمد پالن پوری اور مولانا ولی رحمانی مونگیروی آپ کے رفقاء درس تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا فخرالدین مرادآبادی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا سید انظر شاہ کشمیری، مولانا محمد سالم قاسمی، جیسے اساطین علم سے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد نوساوی پھر مادر علمی مفتاح العلوم تراج میں دو دو سال پڑھایا۔ ۱۹۷۱ء میں اسلامیان باٹلی برطانیہ کی دعوت پر جامع مسجد باٹلی کے امام وخطیب کے طور پر تشریف لائے اور عرصہ سات آٹھ سال تک یہ خدمت سرانجام دی۔ تبلیغی جماعت کے مرکز ڈیوزبری کے دارالعلوم میں عرصہ تک ابتدائی کتب سے دورہ حدیث شریف تک کے اسباق پڑھاتے رہے۔ دارالعلوم کے ناظم کتب خانہ، وناظم امتحانات کی بھی ڈیوٹی آپ کے ذمہ تھی۔

یہاں کے ایک بنات کے مدرسہ میں بخاری شریف بھی پڑھاتے رہے۔ باٹلی کے تمام علماء کرام نے رابطۃ العلماء باٹلی کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی۔ آپ اس کے بانی ارکان میں سے ہی نہ تھے بلکہ روح رواں بھی تھے۔ آپ نے ڈیوزبری، باٹلی میں وہ خدمات سرانجام دیں کہ آپ کے احترام میں ہر شخص سروقد ہوگیا۔

پاکستان میں اپریل ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ قادیانی بھگوڑا مرزا طاہر نے برطانیہ میں پناہ لی۔ تب ۱۹۸۵ء میں وہاں پر پہلی ختم نبوت کانفرنس ویمبلے سنٹر لندن میں منعقد ہوئی۔ راقم کو بھی اس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ کانفرنس کے بعد دو ماہ تک وہاں تبلیغی مقاصد کے لئے فقیر کا قیام طے ہوا۔ تب دارالعلوم بری میں ایک ہفتہ عقیدہ ختم نبوت پر لیکچر ہوئے۔ اسی طرح باٹلی میں ایک ہفتہ کا تبلیغی نظم طے ہوا۔ ظہر کے بعد عصر تک مسجد زینت الاسلام میں یومیہ ایک کلاس لگتی جس میں باٹلی وڈیوز کے ائمہ، وخطباء، ومدرسین تشریف لاتے جس میں اکثریت دیوبند اور ڈابھیل کے فضلاء کی تھی۔ ان حضرات کو باقاعدہ منکرین کے اعتراضات کے جوابات اور اصل کتب سے حوالہ جات نوٹ کرائے جاتے۔ خوب بھرپور اہتمام سے رابطہ العلماء باٹلی نے اس کلاس کو کامیاب بنایا۔ اسی طرح یومیہ مغرب تا عشاء مختلف مساجد میں ختم نبوت کے اجتماعات رکھے گئے۔

حق تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں مولانا محمد یوسف ماما کی تربت پر ایسے منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے کہ علم وفضل، عمر و تجربہ ہر لحاظ سے مجھ سے سینئر ہونے کے باوجود ان دروس و بیانات میں نہ صرف اہتمام سے شریک ہوتے بلکہ تمام دروس و بیانات کو ریکارڈ کیا۔ بعد میں ان کو ٹیپ سے کاغذ پر منتقل کر کے سینکڑوں صفحات کی کتاب تیار کر دی۔ اس جانگسل محنت و جان سپاری کی تلاش کرنے سے بھی مثال لانا کم یاب ہے۔ پھر خود کمپوزنگ کی۔ اس کمپوزنگ کا مجھے نسخہ عنایت فرمایا۔ پھر مختلف حضرات کو متوجہ کر کے اس کی تصحیح کرائی۔ حضرت مولانا منور حسین سورتی خطیب بالہم جامع مسجد لندن نے اس پر عنوانات قائم کر کے اسے خوب صورت اور اعلیٰ کاغذ پر شائع کر کے مفت تقسیم کرایا۔ جو آج بھی خطبات شاہین ختم نبوت کی دوسری جلد کو محیط ہے۔ اس تمام کارخیر کے بانی وداعی حضرت مولانا یوسف ماما تھے۔

مولانا یوسف ماما انتہائی مخلص، محنتی، جفاکش اور متحرک شخصیت تھے۔ نام ونمود سے انہیں نفور حاصل تھا۔ تمام جدوجہد میں بنیاد کا پتھر ہوتے تھے۔ بلا مبالغہ سینکڑوں علماء آپ کے شاگرد، ہزاروں خلق خدا نے آپ سے دین سیکھا۔ جنوبی افریقہ تک آپ نے تبلیغی اسفار کئے۔ مدت العمر خود کو تعلیم وتعلم، درس وتدریس سے منسلک رکھا۔ ہر کام میں دوسروں کو آگے کرتے خود نظر نہ آنے والے مقام پر رہ کر پورے کام کو سپورٹ کرتے۔ یہ وہ آپ کی خوبی تھی جس نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ مزاج بہت ہی صالح پایا تھا۔ ہنس مکھ تھے۔ مشکل سے مشکل امر کو چٹکلوں میں حل کر دیتے تھے۔ آپ کی بے نفسی اور ماہر فن استاذ ہونے کے ناتے دل وجان سے طلباء آپ پر فدا ہوتے تھے۔ آخر وقت تک اللہ تعالیٰ نے کسی کا محتاج نہیں کیا۔ آخری دن بھی سبق پڑھانے کے لئے فون کے انتظار میں تھے۔ معمولی تکلیف ہوئی۔ ہسپتال لے جایا گیا۔ آپ نے بجائے دارالعلوم جانے کے دارالاخرت کی طرف عنان توجہ مبذول کر دی۔ کیا خوب شخص تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقعہ بنایا تھا۔

(۲۱۶۳) محمد یوسف (مانسہرہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۸ء ...... وفات: ۲۵ رجولائی ۲۰۲۱ء)

آج سے تین سو سال قبل افغانستان کا ایک قبیلہ ہری پور کے قریب خان پور میں آ کر آباد ہوا۔ پھر ۱۹۴۰ء میں یہ خاندان تجارت کی غرض سے مانسہرہ منتقل ہوا۔ اس خاندان کے چشم و چراغ مولانا محمد یوسف نے دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۰،۵۱ء میں دورہ حدیث کیا۔ آپ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت قاری محمد طیب قاسمی ایسے اکابر علماء کے شاگرد تھے۔ آپ کی شہر میں مرکزی جامع مسجد روڈ مانسہرہ پر دکان تھی۔

جمعیت علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت دونوں جماعتوں کی شہر وضلع میں سرپرستی فرماتے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے مانسہرہ میں دست راست تھے۔ مولانا محمد یوسف کا بیعت کا تعلق خانقاہ سراجیہ سے تھا۔ خانقاہ سراجیہ کے دوسرے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانی نے کئی رمضان المبارک مانسہرہ میں گزارے اور آپ کی میزبانی کا شرف مولانا محمد یوسف کو حاصل رہا۔ حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد کی میزبانی کا شرف بھی عمر بھی مولانا محمد یوسف کو حاصل رہا۔

آپ انتہائی صوفی منش اور درویش صفت انسان تھے۔ آپ عالم دین کے ساتھ شاعر بھی تھے۔ آپ کا دیوان قلمی بھی موجود ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ جناب عبدالرؤف روفی مرحوم مانسہرہ میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا نشان تھے۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادہ مولانا مفتی مسعود الحسن کی امامت میں ادا کی گئی۔ جس میں ہزاروں عوام نے شرکت کی، علماء کرام کی کثرت تھی۔ مرحوم کے دیگر صاحبزادگان پروفیسر عبدالماجد، حافظ عبدالباسط، ڈاکٹر محمود اور پوتے جناب عبدالرحمٰن روفی وعبدالرحیم روفی سب تعزیت کے مستحق ہیں۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۲۱۶۴) محمد یوسف متالا (برطانیہ)، حضرت مولانا

(ولادت: ۲۵ر نومبر ۱۹۴۶ء ...... وفات: ۹ر ستمبر ۲۰۱۹ء)

حضرت مولانا یوسف متالا کی ولادت نرولی انڈیا میں ہوئی۔ والد کا نام سلیمان اور دادا کا نام قاسم اور خاندانی لقب متالا تھا۔ مولانا خود تحریر کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب پر کثرت ذکر کے باعث جذب کی کیفیت پیدا ہوئی تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ میں نے ترک دنیا کا فیصلہ کرلیا ہے۔ تم اپنے والدین کے ہاں چلی جاؤ۔ چنانچہ خاندان کے بزرگوں نے سوچا کہ واقعہ میں سلیمان متالا پر جذب کی کیفیت نے آگے چل کر جنون کی کیفیت اختیار کرلی تو ان کی حیات تک اہلیہ معلّق رہ جائیں گی۔ اس لئے طلاق لے لی گئی۔ اس وقت مولانا یوسف متالا والدہ کے بطن میں تھے۔ مولانا کی والدہ مولانا کے ننھیال آ گئیں۔ یہاں نرولی میں نانی کے گھر مولانا متالا کی پیدائش ہوئی۔

مولانا یوسف کی عمر آٹھ سال کی تھی کہ ان کی خالہ کا افریقہ میں انتقال ہوگیا تو خالو نے مولانا کی والدہ سے عقد کرلیا۔ یوں والدہ بھی افریقہ چلی گئیں۔ اب نانا اور نانی نے نرولی میں مولانا کی پرورش کی۔ چند سال بعد ان دونوں کا بھی وصال ہوگیا تو آپ کی پرورش خالہ نے کی اور پرورش کا حق ادا کردیا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم ناظرہ حفظ وغیرہ مدرسہ ترغیب القرآن نرولی میں حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں جامعہ حسینیہ راندیر سورت میں داخلہ لیا۔ فارسی سے ہدایہ اوّلین تک یہاں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مظاہر العلوم سہارن پور درجہ مشکوٰۃ میں داخلہ لیا۔ مولانا محمد یونس سے مشکوٰۃ شریف، مولانا محمد عاقل سے جلالین اور ہدایہ اخرین مفتی یحییٰ سے پڑھیں۔ اگلے سال (۱۳۸۶ھ، ۱۳۸۷ھ) دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ بخاری شریف مکمل حضرت شیخ الحدیث برکۃ العصر، ریحانۃ الہند مولانا زکریا کاندھلوی، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، مؤطین شریفین مولانا محمد یونس جونپوری اور ترمذی مفتی مظفر حسین اور طحاوی مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر العلوم سے پڑھیں۔

مولانا محمد یوسف امیر ثانی تبلیغی جماعت اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا حج کے لئے فرنٹیر میل سے بمبئی جارہے تھے۔ ہزاروں زائرین کے ہمراہ سورت اسٹیشن پر مولانا متالا نے دوران طالب علمی حضرت شیخ الحدیث کی دور سے پہلی زیارت کی۔

مولانا متالا کے برادر اکبر مولانا عبدالرحیم متالا ۱۳۸۴ھ میں مدرسہ مظاہرالعلوم سے دورۂ حدیث کرنے کے بعد شیخ الحدیث کی خدمت میں قیام کے ارادے سے مقیم تھے تو ان کی ترغیب پر مولانا یوسف متالا نے اس سال کا رمضان المبارک شیخ الحدیث کی خدمت میں سہارنپور گزارا۔ پھر یہاں دو سال تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث شریف کے بعد بولٹن انگلستان میں نکاح طے ہوا تو یہاں آ گئے۔ بولٹن کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ مگر رمضان المبارک سہارن پور یا مدینہ طیبہ حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ اعتکاف کرتے، کبھی ناغہ بھی ہو جاتا۔ اس دوران ہولکمب بری انگلستان میں آپ نے ایک پرانا ہسپتال خرید کر دارالعلوم کی بنیاد رکھی جو آج انگلستان میں دینی تعلیم کا سب سے وقیع ادارہ ہے۔

حضرت مولانا یوسف متالا کو اپنے شیخ ومربی اور استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی سے محبت نہیں بلکہ عشق تھا۔ جب حضرت سے اجازت لے کر سفر کرتے تو حالت دگرگوں ہو جاتی۔ گریہ ورقت سے بڑھ کر جدائی پر بے ساختہ چیخیں نکل جاتیں۔ مولانا متالا کی اس محبت کا حضرت شیخ الحدیث پر بھی یہ اثر ہوتا۔ آپ بھی آبدیدہ ہو جاتے۔ اس منظر کو بعض اہل دل حضرات فراق یوسفی ومحبت یعقوب علیہ السلام سے تعبیر کرتے۔ زہے نصیب! کہ دارالعلوم ہولکمب بری کے قیام کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدینہ منورہ سے سہارن پور جاتے وقت یا دورۂ افریقہ سے واپسی پر دارالعلوم ہولکمب بری میں ہفتوں قیام فرماتے اور یوں یومیہ دو سے تین ہزار اور خاص مواقع پر آٹھ سے دس ہزار بندگان خدا دارالعلوم میں حضرت شیخ الحدیث کے فیض صحبت سے سرفراز ہوتے اور یہ سب کچھ مولانا یوسف متالا کے صدقہ سے ہوتا۔ مولانا یوسف متالا سے حضرت شیخ الحدیث کی پدری روحانی محبت اور مولانا یوسف کی حضرت سے پسری روحانی تعلق ایسا تھا کہ واقعہ میں مولانا متالا اپنے شیخ کے رنگ میں رنگے گئے اور پھر وقت آیا کہ پورے برطانیہ کے سب سے بڑے شیخ اور قطب الارشاد کے درجہ پر فائز ہو گئے اور اس وقت صرف برطانیہ نہیں بلکہ یورپ وافریقہ وامریکہ تک آپ کے شاگرد علماء اور متوسلین کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ایک جماعت کی محنت نے اقامت دین اور اشاعت وترویج اسلام کا ایک ایسا ماحول قائم کر دیا ہے کہ اس پر دنیا عش عش کر اٹھی ہے۔

قادیانیوں کے بھگوڑے گرو مرزا طاہر نے برطانیہ کو اپنا مرکز بنایا تو عقیدۂ ختم نبوت کے لئے ختم نبوت کانفرنسوں کا اہتمام، دفتر ختم نبوت کا قیام، علماء کرام کو متوجہ کرنے میں جن حضرات کی سرپرستی نے اسلامیان انگلستان کو ڈھارس بندھائی اس میں مولانا یوسف متالا کا وجود ستاروں میں بدر کے چاند کی طرح نمایاں تھا۔ پورے یورپ میں دین کی خدمت کے حوالہ سے تبلیغی جماعت اور تعلیمی تبلیغی وخانقاہی نظام کے ذریعہ جو موسم سدابہار کی کیفیت پیدا ہوئی اس میں مولانا یوسف متالا نیّر تاباں نظر آتے ہیں اور اللہ رب العزت کی ہر آن نرالی شان کے قربان کہ تبلیغی جماعت کی مساعی ہوں یا مولانا یوسف متالا کی کاوشیں، ان سب کا سرچشمہ فیض حضرت شیخ الحدیث کی ذات گرامی ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت متالا نے مجلس کے مرکزی شوریٰ کے ایک اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ملتان دفتر آپ کا قیام رہا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے آپ خواجہ تاش تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے آپ کا محبت بھرا مخلصانہ ونیازمندانہ تعلق تھا۔ مولانا متالا کی خواہش پر حضرت خواجہ صاحب نے اپنی مستعملہ دستار حضرت متالا کے لئے بھجوائی۔

دیانت داری کی بات ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ کاندھلوی اور حضرت شیخ الحدیث کے لاڈلے شاگرد ومحبوب خلیفہ مولانا یوسف متالا کی ایک مہینہ میں یکے بعد دیگرے معمولی وقفہ سے جدائی نے ایسا خلاء پیدا کر دیا ہے جسے اپنی محرومی کے علاوہ اور کیا عنوان دیا جا سکتا ہے۔ حضرت متالا صاحب کی محبتوں وشفقتوں کا اب کوئی بدل نظر نہیں آ رہا۔ وہ کیا تشریف لے گئے کہ

ایک عالم سونا ہوگیا۔ حق تعالیٰ ان کی تربت پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔ ان کا وجود آیت من آیات اللہ تھا۔ وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا محبط تھے۔ اللہ رب العزت ان کی تربت کو بھی بقعۂ نور فرمائیں اور ان کی اولاد، ان کے ادارہ، ان کے خلفاء، ان کے متوسلین ان کے فیض یافتگان کو پردۂ غیب سے صبر نصیب فرمائیں۔ وہ عالم ربانی تھے اور ان کی وفات ایک عالَم کی وفات ہے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد، حضرت سید نفیس الحسینی، حضرت مولانا سید اسعد مدنی اور مولانا طلحہ کاندھلوی کے بعد اب مولانا یوسف متالا کی جدائی نے دنیائے دل کو مرجھا دیا ہے۔ ان کی جدائی پر آنسو بہائیں یا اپنی محرومی پر فغان کریں۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا اور اس کا نام دنیا فانی ہے۔ جو آیا ہے اس نے جانا ہے۔ بعض کے آنے پر دنیا روشن اور جانے پر دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ مولانا یوسف متالا کا وجود بھی یقیناً انہیں میں سے تھا۔ مدتوں تاریخ ان کے علمی کارناموں اور عملی فتح یابیوں کا بدل تلاش کرے گی۔ مدتوں خاک چھاننی پڑے گی۔ مولانا متالا انڈیا پلے اور پڑھے، برطانیہ میں جوانی و بڑھاپا گزارا، کینڈا میں بیمار ہوئے، وہیں اجل نے آن لیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

(۲۱۶۵) محمد یوسف ہزاروی، مولانا حاجی

آپ مولوی عبدالخالق کے ہاں موضع گیدڑ تحصیل مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا حسین احمد مدنی کے تلمیذ اور فاضل دارالعلوم دیوبند تھے۔ تحصیل مانسہرہ میں آکر تدریسی خدمات سرانجام دیں اور تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

(۲۱۶۶) محمد یوسف، مولانا میر واعظ

(ولادت: ۱۸۹۱ء، سری نگر ...... وفات: ۷/دسمبر ۱۹۶۸ء، راولپنڈی)

مولانا محمد یوسف نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا حسین دنائی اور پھر دارالعلوم دیوبند میں علامہ انور شاہ کشمیری سے تعلیم حاصل کی۔ تحریک آزادی میں پیش پیش رہے۔ آزاد کشمیر کی حکومت قائم ہونے پر پہلے وزیر اور پھر ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۰ء میں صدر منتخب ہوئے۔ عقیدۂ ختم نبوت سے وفاداری اور ملعون قادیان سے نفرت اپنے استاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری سے ورثہ میں پائی اور عمر بھر اس کے پرچارک رہے۔ افطار سے چند منٹ قبل حالت روزہ میں راولپنڈی انتقال فرمایا۔

(۲۱۶۷) محمد یونس جونپوری، شیخ الحدیث مولانا

(ولادت: ۱۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء ...... وفات: ۱۱/جولائی ۲۰۱۷ء)

حضرت مولانا محمد یونسؒ جون پور (یوپی) کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ فقط ۵ سال ۱۰/ماہ کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن کے مکاتب میں حاصل کی، فارسی سے سکندرنامہ تک اور ابتدائی عربی سے مختصر المعانی، مقامات حریری، شرح وقایہ، نورالانوار تک کی تعلیم مدرسہ ضیاء العلوم مانی پور (جون پور) میں حاصل کی۔ اکثر کتابیں مولانا ضیاء الحق اور مولانا عبدالحلیم سے پڑھیں۔ ۱۵/شوال ۱۳۷۷ھ دوشنبہ کو مظاہر علوم میں وارد ہوئے اور مختصر المعانی، شرح وقایہ، قطبی، مقامات حریری، نورالانوار کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے یہاں ۱۳۷۸ھ میں پہلے سال میں جلالین، ہدایہ اوّلین اور سراجی وغیرہ سے تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۷۹ھ میں بیضاوی، میر قطبی، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ، شرح نخبۃ الفکر، سلم العلوم اور مدارک پڑھیں۔

۱۳۸۰ھ میں بخاری، مسلم، ترمذی، طحاوی، نسائی، ابوداود، ابن ماجہ، موطا امام مالک اور شمائل ترمذی پڑھ کر کلاس میں اوّل مقام حاصل کیا۔ آپ نے صحیح بخاری شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، ابوداود مولانا محمد اسعد اللہ (ناظم مظاہر علوم)، صحیح مسلم مولانا منظور احمد خان اور ترمذی ونسائی مولانا امیر احمد کاندھلوی سے پڑھیں۔ آپ کے رفقا میں مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری، مولانا شجاع الدین حیدرآبادی، مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

مظاہر علوم کے زمانہ طالب علمی میں فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین ناظم مظاہر علوم نے آپ کی سرپرستی اور کفالت فرمائی، شفقت وکرم کا وہ معاملہ جو ایک باپ اپنے بیٹے کے ساتھ رکھتا ہے، حضرت مفتی صاحب نے آپ کے ساتھ فرمایا۔ اس کا تذکرہ خود حضرت شیخ کبھی کبھی خصوصی مجلسوں میں فرماتے رہتے تھے۔ فراغت کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب کی توجہات میسر آئیں اور آپ کو ۱۳۸۱ھ میں ۷۰روپے مشاہرے پر عارضی طور پر معین مدرس بنادیا گیا۔ ۸۴ھ میں جب آپ کے استاذ مولانا امیر احمد کاندھلوی کا وصال ہوگیا تو آپ کو استاذ حدیث بنادیا گیا۔ جس کے متعلق بہ قلم خود رقم طراز ہیں کہ: ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی تو باب الکبائر سے پڑھائی۔ پھر آئندہ سال شوال ۱۳۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی۔ شوال ۱۳۸۶ھ میں ابوداود، نسائی، نورالانوار زیر تعلیم رہیں۔ شوال ۱۳۸۷ھ سے مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مؤطین زیر درس رہیں۔ اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی۔ (الیواقیت الغالیۃ:۱۹،۲۰)

یوں تو آپ بچپن ہی سے نیک وصالح تھے، اس لئے آپ کی ذات حضرات اساتذہ کی دعاؤں اور توجہات کا خصوصی مرکز رہی، چناں چہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نے آپ کو بیعت فرمایا تو ۵رمحرم الحرام ۱۳۹۶ھ کو مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین تو گویا باپ کے درجے میں رہ کر آپ کی ہر ممکن راحت کا خیال فرماتے رہے۔ آپ کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نے پورے پچاس سال پہلے نہایت وثوق سے تحریر فرمایا تھا: ''ابھی کمسن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں، عرض حال دل بےتاب کو شکوہ سمجھے۔ ابھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا یہ سینتالیسواں سال ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے، جب سینتالیسویں سال پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاءاللہ مجھ سے آگے ہوگے۔'' فقط زکریا (۲۷رجب ۱۳۸۷ھ)

زمانہ نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی پیشین گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔ آپ نے تقریباً پچاس سالوں تک خصوصیت کے ساتھ احادیث مبارکہ کا درس دیا اور اس طویل عرصے میں فضلائے مظاہر علوم کے ہزارہا طلباء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، جن میں سے بہت سے علماء مرکزی اداروں میں شیوخِ حدیث اور اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہیں۔ آپ سے اصاغر ہی استفادہ نہیں کرتے تھے بلکہ اکابر بھی احادیث کی تحقیق کے سلسلے میں آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ ملک وبیرون ملک کے کبار علمانے اس قسم کے جو استفسار آپ سے کئے اور آپ نے اس کے جو محققانہ جوابات عنایت فرمائے آپ سے وقتاً فوقتاً جو علمی سوالات کئے اور آپ نے ان کے محققانہ جوابات تحریر فرمائے وہ ''الیواقیت الغالیہ فی تخریج احادیث العالیہ'' اور ''نوادر الحدیث'' وغیرہ کے نام سے شائع ہوچکے ہیں، اس کے علاوہ بھی آپ سے کئی علمی یادگار ہیں۔ آپ عقیدہ ختم نبوت کی جدوجہد میں کسی سے کم نہ تھے۔ برطانیہ کے اہل اسلام کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد سے باخبر رکھنے کے لئے آپ کی مساعی کا بڑا دخل ہے۔

(۲۱۶۸) محمد یونس ہزاروی، مولانا قاری

(ولادت: ۲۶/اگست ۱۹۲۹ء ...... وفات: ۳/مارچ ۲۰۰۷ء)

مولانا قاری محمد یونس ہزاروی نے جامعہ خیرالمدارس سے ۱۹۵۷ء میں دورۂ حدیث شریف کیا۔ حضرت شیخ القراء نے تعلیم القرآن چک ۱۱۴-پی رحیم یار خان میں چار سال تک تدریس فرمائی۔ ایبٹ آباد مدرسہ امداد العلوم میں بھی آپ نے خوب خوب تدریس فرمائی۔ آپ کے علاقہ کے لوگوں کی زبردست خواہش بلکہ اصرار پر آپ کو مولانا عزیز الرحمٰن سے اجازت لینا پڑی اور لورہ ہزارہ میں ۱۹۶۲ء کو تشریف لے آئے۔ یہاں آپ کو مرکزی جامع مسجد لورہ کی خطابت ملی۔ آپ نے مدرسہ رحیمیہ کے نام سے تحفیظ القرآن کا مدرسہ بھی جاری فرمایا۔ مدرسہ رحیمیہ میں سب سے پہلے حفظ مکمل کرنے کی سعادت راقم الحروف قاری محمد شاہ کے حصہ میں آئی تھی۔ منکرین ختم نبوت کے مکروفریب کا پردہ خوب چاک فرماتے۔ مرزائیوں کی سازشوں سے لوگوں کو آگاہ کرتے۔ اس طرح آپ نے نفاذ اسلام کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کا پلیٹ فارم اختیار فرمایا۔ (قاری محمد شاہ)

(۲۱۶۹) محمد یونس مرادآبادی ثم فیصل آبادی، مولانا مفتی

(وفات: ۲۶/جنوری ۱۹۵۴ء)

مفتی محمد یونس صاحب مولانا انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت مفتی صاحب نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ فیصل آباد میں تحریک کی ایکشن کمیٹی کے صدر تھے۔ حضرت امیر شریعت سے انہیں قلبی لگاؤ تھا اور ان کی خدمات کو بہت سراہتے تھے۔ حضرت امیر شریعت بھی ان سے بہت محبت رکھتے تھے۔ فیصل آباد میں آمد کے دوران حضرت مفتی صاحب کے یہاں اکثر تشریف لے جاتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ڈائریکٹ ایکشن کے لئے پہلا قافلہ حضرت مفتی صاحب کی قیادت میں ہی روانہ ہوا تھا۔ ایک دفعہ کسی مرزائی نے حضرت مفتی صاحب کو ایک خط لکھا کہ ''آپ مرزائیت کے بارے میں اپنی تقاریر بند کر دیں۔ ورنہ آپ کو گولی سے اڑا دیا جائے گا۔'' آنے والے جمعہ کے خطبے میں آپ ریوالور پہن کر جامع مسجد کچہری بازار میں جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے اور مرزائیت پر ایک ضرب کاری لگائی اور زبردست تقریر کی اور خط کی دھمکی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے ہمیں کبھی دھمکیوں سے مرعوب نہیں کر سکتے۔''

اور فرمایا کہ: ''خدا کی قسم! اگر مجھے سو گولیاں ماری جائیں اور میرے گوشت کا قیمہ کر دیا جائے تو بھی ہر ٹکڑے سے ختم نبوت کی صدائیں بلند ہوں گی۔''

(۲۱۷۰) محمدی بیگم (لاہور)، محترمہ

(وفات: ۱۹/نومبر ۱۹۶۶ء)

معروف مسلمان خاتون، جن کے متعلق ملعون قادیان نے کہا کہ اس کا میرے ساتھ آسمانوں پر نکاح ہوا ہے۔ اللہ رب العزت کے کرم کے فیصلے کہ مرزا قادیانی ترستے ترستے اور مرتے مرتے، مرگیا۔ محمدی بیگم اس کے نکاح میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہ

آئی۔ مرزا قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو آنجہانی ہوا۔ مرزا قادیانی کے مرنے کے اٹھاون سال بعد تک محمدی بیگم زندہ رہیں اور آخر وقت تک مسلمان رہیں۔ سنا ہے کہ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے تھے کہ محمدی بیگم کا وجود اسلام کی حقانیت کی اس دور میں دلیل تھا کہ شیطانوں کی تمام ابلیسی چالوں کے باوجود وہ اسلام پر پختہ رہیں۔ لاہور کے قدیمی تاریخی قبرستان میانی صاحب پیر عبدالغفار شاہ کے احاطہ مزار کے جنوب مغربی گوشے کے باہر پٹی کے مغلوں کی قبروں میں محمدی بیگم کی قبر ہے اور اس کے قریب دو میٹر کے فاصلہ پر ان کے شوہر مرزا سلطان بیگ کی قبر ہے۔

(۲۱۷) محمود احمد برکاتی، جناب حکیم سید

(ولادت: ۱۹۲۶ء، ٹونک ...... شہادت: ۹؍جنوری ۲۰۱۳ء، کراچی)

آپ ٹونک راجستھان کے علمی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں اپنی کتاب ''جادۂ نسیان'' ص ۲۳۳-۲۳۶ میں انہوں نے قلمبند کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

غالباً ۱۹۴۴ء تھا، میں طبیہ کالج، دہلی میں زیر تعلیم اور کالج ہی کے ہوسٹل میں مقیم تھا۔ کالج کے سامنے والی سڑک اجمل روڈ کہلاتی تھی۔ اجمل روڈ کے دوسری طرف ایک وسیع پارک تھی۔ ہم چند طلباء روزانہ صبح اس پارک میں چہل قدمی کیا کرتے تھے۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی بھی قریب ہی نسیم بلڈنگ نامی ایک تاریخی عمارت میں رہا کرتے تھے اور باقاعدگی سے روزانہ صبح پارک میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن ہم سب حسب معمول چہل قدمی کررہے تھے، مولانا سعید نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے کہا: ''یہ شخص متنبّی ہے۔'' میں یہ سمجھا کہ یہ عربی میں شعر کہتا ہے اور مولانا کی رائے میں اپنے وقت کا متنبّی ہے، جو عربی کا مشہور شاعر تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا: ''اچھا عربی میں شعر گوئی کا ملکہ ہے اسے؟''

''جی نہیں، مدعی نبوت ہے'' مولانا نے جواب دیا۔

''مدعی نبوت! ہم سب غلامان محمد کے درمیان اور مدعی نبوت زندہ سلامت'' یہ کہہ کر میں اس کی طرف لپکا، وہ ایک سن رسیدہ مگر صحت مند آدمی تھا۔ سفید داڑھی، سفید عمامہ، ہاتھ میں چھڑی لئے ٹہل رہا تھا۔ میں نے پیچھے سے آواز دی: ''او متنبّی! او متنبّی''

اس شخص نے پلٹ کر دیکھا اور ہمارا مکالمہ شروع ہوگیا۔ میں نے جوش میں اس سے تابڑتوڑ سوالات شروع کردیئے۔ تم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ کیا حضور ﷺ کو خاتم النّبیین نہیں مانتے؟ خاتم النّبیین کا تمہارے نزدیک کیا مفہوم ہے وغیرہ۔ بڈھا بھانپ گیا کہ نوجوان جوش میں ہے، تنہا بھی نہیں ہے، ہنگامہ نہ ہوجائے۔ کہنے لگا: ''افواہوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے، تم بھی چہل قدمی کے لئے آئے ہو اور میں بھی، یہاں ہم کتنی دیر ٹھہر سکیں گے۔ اس قسم کی باتیں سکون سے بیٹھ کر کرنے کی ہوتی ہیں۔ کسی وقت میرے گھر آؤ تو گفتگو ہو، یہ وقت اور یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔'' بات ٹھیک تھی۔ میں اس سے پتہ لے کر اور وقت طے کرکے آگیا۔ ہوسٹل آکر اپنے حلقے کے ساتھیوں کو بتایا، وہ سب میری طرح دینی جذبات سے سرشار تھے۔ ادّعائے نبوت کی بات سن کر وہ بھی بے چین ہوگئے اور اس سے جلد سے جلد نمٹ لینے کے لئے بے تاب ہوگئے۔ ہم چند دوستوں نے اس روز ناشتہ بھی نہیں کیا۔ دل کی عجیب حالت تھی۔ کالج میں حاضری کا پروگرام بھی ملتوی کردیا اور متنبّی سے گفتگو کے لئے ذہنی تیاری شروع کردی۔ نکات اور دلائل کا باہم تبادلہ کیا اور مناظرے کا ایک منصوبہ بنا کر اس کی طرف چل پڑے۔ میرے ساتھ دو رفیق درس بھی تھے۔ ایک سواتی طالب علم سالار روم صاحب (معلوم نہیں اب کہاں ہیں) دوسرے

محمد صدیق جامی (۱۹۸۹ء میں رحلت فرما گئے) وہ متنبّی ہمارے کالج کے قریب ہی بیڈن روڈ پر ایک مکان میں رہتا تھا۔ مکان کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ ایک پڑوسی نے بتایا کہ گھر میں خواتین نہیں ہیں۔ ہم اندر گئے تو وہ ایک کمرے میں فرش پر سو رہا تھا۔ سالار روم دھاڑے، ’’او متنبّی! اٹھ‘‘ وہ شخص اٹھ بیٹھا۔ میں نے کہا، ’’اب وقت ہے، سکون ہے، اب بتاؤ تم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟‘‘

اس بات کا جواب اس نے اثبات یا نفی میں دینے کی بجائے ایک طویل تقریر شروع کر دی اور ہوشیاری سے تقریر کو اتنا طول دیا کہ ہمارا درجہ حرارت کم ہوتا گیا۔ اس کی تقریر میں ایک تو چھوٹے چھوٹے کئی واقعات تھے، جن کی وجہ سے اس کی تقریر بے لطف نہیں رہی۔ دوسرے اس نے ادّعائے نبوت سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں تو محمد ﷺ کا امتی ہوں۔ خود پیغمبر نہیں نہ کوئی پیغمبر آپ ﷺ کے بعد آئے گا۔ بلکہ میں امام آخرالزمان ہوں اور اپنی امامت کے لئے قرآنی آیات سے جو استدلال کیا وہ اتنا مضحکہ خیز تھا کہ ہمارے خشم ناک تیور مسکراہٹ میں بدل گئے۔ لطف یہ کہ خود بھی مسکرا رہا تھا۔

اس سلسلہ میں اس نے بمبئی کے غلامان نبی ﷺ کے ہاتھوں اپنی پٹائی اور کسی دین دار مسلمان سے اپنی مقدمہ بازی کی تفاصیل دلچسپ انداز میں سنائیں۔ پھر اپنی ایک تصنیف اٹھا لایا، اس کی بعض عبارات سنائیں جو قابل اعتراض نہیں تھیں، غرض ہمیں اطمینان ہو گیا کہ اسے ادّعائے نبوت نہیں ہے۔ بلکہ ادّعائے امامت ہے اور اس میں بھی سنجیدہ نہیں ہے۔ دراصل مسخرہ ہے۔ اس تأثر کے بعد ہم معتدل ہو گئے اور ہمارا وہ جوش و خروش سرد پڑ گیا۔ مگر ہمارے دوست جامی صاحب کو نئی سوجھی، وہ کھسک کر اس کے قریب ہو گئے اور اچانک اس کی گردن دبوچ لی۔ وہ شخص تقریباً ساٹھ سال کا بوڑھا اور جامی صاحب نہ صرف جوان بلکہ روزانہ ڈنڈ بیٹھک کے عادی، ان کے پنجے کی گرفت کے بعد بھلا اس میں چھڑانے کی طاقت و ہمت کہاں ہو سکتی تھی۔

جامی صاحب نے اس کی گردن پر قبضہ کرنے کے بعد کہا: ’’امام صاحب! اب کوئی معجزہ یا کرامت دکھاؤ۔‘‘ اب صورت حال یہ تھی کہ بڈھے امام آخرالزماں کی گردن جامی صاحب کے فولادی پنجے میں تھی اور بڑی زاری سے التجائیں کر رہا تھا کہ گردن تو چھوڑ دو، بات تو سنو اور جامی صاحب مصر ہیں کہ ’’رفع قبض‘‘ تو معجزے کے بعد ہی ہوگا۔ آخر جب اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے تو جامی صاحب کو رحم آ گیا اور انہوں نے رفع قبض کیا۔

دوسرے دن صبح جب اجمل پارک میں ہم نے مولانا سعید احمد کو یہ قصہ سنایا تو چہل قدمی تو کجا وہ کھڑے بھی نہ رہ سکے، ہنستے ہنستے بیٹھ گئے۔ لطف یہ کہ امام آخرالزمان آج بھی بدستور چہل قدمی فرما رہا تھا۔

حال ہی میں اس کی ایک کتاب اتفاق سے ہاتھ آ گئی۔ کتاب کا نام ہے۔ ’’آئینۂ حق و باطل‘‘ معروف بہ ’’روئداد مقدمہ خاتم النّبیین ﷺ‘‘ یہ جنوری ۱۹۴۳ء میں دارالفلاح، قرول باغ دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ کتاب سے موصوف کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی وہ درج ذیل ہیں:

نام سید ظہیر حسن ولد سید مہدی حسن، امروہہ (یوپی) کے ایک محلے بارہ پوتیاں میں ایک شیعی گھرانے میں ولادت ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں بمبئی میں ’’معراج‘‘ ہوئی۔ ۱۹۳۴ء میں اس پر ظاہر ہوا کہ وہ مہدی موعود ہے۔ اس کا اعلان اس نے ’’آوازِ حق‘‘ کے نام سے ایک رسالہ میں کیا۔ جس پر عبدالمجید سالک نے روزنامہ انقلاب، لاہور میں اس پر ایک فکاہی کالم لکھا تھا۔ ۱۹۴۲ء میں اس نے آریہ سماج کانفرنس میں دہلی میں ایک تقریر کی تھی۔ امام آخرالزمان، مہدی موعود کے علاوہ اپنے نام کے ساتھ ’’مثیل عیسیٰ روح اللہ‘‘

بھی لکھا کرتا۔ اس کا اصل ذریعہ معاش یہ تھا کہ یہ چاول پر قرآن مجید کی سورتیں لکھ کر امراء اور قدر شناسوں کے پاس لے جایا کرتا تھا اور ان سے انعام پاتا تھا۔

کہتا تھا کہ میرا نام (ظہیر) قرآن مجید میں آیا ہے۔ ’’وبعد ذالک ظهیر (تحریم)‘‘ اور میرے وطن امروہے کا نام بھی قرآن مجید میں۔ ’’انما امره اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون (یٰسین:۸۲)‘‘ اور اس لئے وہ اپنے نام کے ساتھ امروہی نہیں بلکہ ’’امرہی‘‘ لکھا کرتا تھا اور پورا نام یوں لکھتا تھا۔

’’ظہیر حسن سفیر اللہ امرہی مثل عیسیٰ روح اللہ‘‘

سر محمد یامین خان نے ایک بار وائسرائے کی بیگم کو پیش کرنے کے لئے اس سے ایک چاول پر تین سطریں انگریزی عبارت لکھوائی تھی۔ سر یامین نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے: ’’ایک شخص امروہے کا ہے جو چاول پر لکھتا ہے۔‘‘ (نامہ اعمال ج اوّل ص ۶۲۷)

(جادہ نسیان ص۲۳۳،۲۳۶)

(۲۱۷۲) محمود احمد رضوی (لاہور)، مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۲۴ء، آگرہ ...... وفات: ۱۴؍اکتوبر ۱۹۹۹ء، لاہور)

مولانا سید محمود احمد صاحب رضوی حزب الاحناف جامع مسجد لاہور کے خطیب، ماہنامہ رضوان کے ایڈیٹر، دارالعلوم حزب الاحناف کے استاذ الحدیث تھے۔ مولانا ابوالبرکات قادری کے جانشین تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری تھے اور اس کے سیکرٹری جنرل حضرت مولانا سید محمود احمد رضوی تھے۔ اس زمانہ میں آپ نے یہ دو رسائل ’’فتنہ قادیانی‘‘ اور ’’قادیانی سازشیں‘‘ شائع کئے جو احتساب قادیانیت کی جلد۴۹ اور محاسبہ قادیانیت جلد۱۲ میں شامل کئے گئے ہیں۔

(۲۱۷۳) محمود احمد شاہ (دیپال پور)، مولانا سید

(وفات: دسمبر ۱۹۷۴ء)

شاہی مسجد دیپال پور کے خطیب، نڈر، حق گو، عالم دین مولانا سید محمود احمد شاہ ہر تحریک میں صف اوّل میں رہ کر اسلامیان وطن کی راہنمائی فرماتے تھے۔ آپ اپنے علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ و داعی تھے۔ حج سے واپسی پر دل کا دورہ پڑنے سے کراچی میں وصال فرمایا۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۲۱۷۴) محمود احمد غازی (اسلام آباد)، مولانا ڈاکٹر

(پیدائش: ۱۸؍ستمبر ۱۹۵۰ء، کراچی ...... وفات: ۲۶؍ستمبر ۲۰۱۰ء)

مولانا ڈاکٹر محمود احمد غازی نے ابتدائی تعلیم کراچی سے حاصل کی۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے۔ بعدازاں والد گرامی حافظ محمد احمد کے ساتھ اسلام آباد منتقل ہوگئے۔ مزید تعلیم اسلام آباد اور راولپنڈی میں حاصل کی۔ ماسٹر اور

پی.ایچ.ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ شاہ فیصل جامع مسجد کے خطیب، صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور وفاقی وزیر مذہبی امور جیسے اہم مناصب پر فائز رہے۔ ذیل میں ان کی ایک تحریر کا اقتباس ملاحظہ ہو: ''ماضی میں جتنی امتیں گزری ہیں وہ سب مختلف ''انبیاء کی نبوت پر ایمان'' کے عقیدے پر استوار ہوئیں۔ چنانچہ ملت موسوی اور ملت عیسوی کی بنیاد ان دونوں جلیل القدر انبیاء پر ایمان کے عقیدے پر قائم ہوئی جن لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کی نبوت کا اقرار کیا۔ وہ ملت موسوی کے رکن قرار پائے اور جنہوں نے انکار کیا، وہ اس ملت سے خارج ٹھہرے۔ اسی طرح جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا اقرار کیا، انہوں نے ملت عیسوی کا خطاب پایا اور ان کا انکار کرنے والے اس ملت سے باہر کر دیئے گئے۔ نبوت پر ایمان سچا ہو یا جھوٹا، دعویٰ نبوت صحیح ہو یا غلط، اس کی اساس پر ایک جداگانہ ملت کا قائم ہو جانا ایک ناگزیر نتیجہ اور لازمی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنے کے باوجود مسیلمہ کذاب کے دعوے کو صحیح مانا، ان کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاجماع مرتد اور ملت اسلامیہ کا غدار قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ساری ملت اسلامیہ اس امر پر متفق ہے کہ قادیانی اپنے اس منافقانہ دعویٰ کے باوجود کہ وہ نبوت محمدی پر ایمان رکھتے ہیں، بالاتفاق اور بالاجماع اسلام سے خارج ہیں۔'' (محمود احمد غازی...... ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مؤرخہ ۲۱ ردسمبر ۱۹۸۷ء)

(۲۱۷۵) محمود اعظم فاروقی جناب

(ولادت: ۸ ر مارچ ۱۹۲۲ء ...... وفات: ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۹۷ء)

آپ اعظم گڑھ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد کراچی میں مقیم ہوئے۔ ماہر معاشیات، صحافی، سیاستدان اور جماعت اسلامی کے معروف رہنما تھے۔ جماعت اسلامی کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات اور مذہبی اقلیتی وسیاسی امور کے عہدوں پر فائز رہے۔ کراچی میں مدفون ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اس وقت اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے ممبر تھے۔ قادیانی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ۶ ر ستمبر کو آپ نے جو تأثرات بیان فرمائے وہ ملاحظہ فرمائیں:

جناب محمود اعظم فاروقی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب محمود اعظم فاروقی: بہت ہیں دس منٹ۔ محترمہ! یہ مسئلہ کہ مرزا غلام احمد کو نبی ماننے والے مسلمان ہیں یا نہیں، ہماری ملت کا اتنا قدیم مسئلہ ہے اور اس ایوان میں اس پر اتنی سیر حاصل گفتگو پچھلے ایک مہینے سے ہوتی رہی ہے کہ اس میں کسی مزید اضافے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود میں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ دو ایک باتوں کا چند منٹ میں ذکر کر دوں۔

زبان سے نہیں بلکہ دل سے

سب سے پہلے تو میں مرزا غلام احمد کو ماننے والی اس نسل کے نوجوانوں کا بڑا مشکور ہوں کہ انہوں نے ربوہ میں ہمارے طلباء پر حملہ کر کے اس مسئلے کو جو مسائل کے انبار میں دفن ہو گیا تھا، ایک بار پھر زندہ کر کے قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے، اور قوم اس مسئلے پر اتنی منظم ہو کر سامنے آئی کہ یہ ایوان بھی اس بات پر مجبور ہوا کہ اس پر صحیح سمت میں کوئی قدم اٹھائے اور میں اس بات پر بھی ان کا مشکور ہوں

کہ اس مسئلے کو زندہ کر کے انہوں نے اس ایوان میں ایک یک جہتی کی فضا پیدا کر دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے اڑھائی سال کے عرصے میں جب سے کہ یہ اسمبلی معرض وجود میں آئی ہے۔ یہ پہلا مسئلہ ہے جس میں ایوان کے دونوں طرف کے لوگ زبانی نہیں دل سے متفق ہوئے۔ ہم پہلے بھی کئی باتوں پر اتفاق کر چکے ہیں۔ لیکن کبھی مصلحتیں پیش نظر تھیں، کبھی کوئی دوسری چیزیں پیش نظر تھیں۔ لیکن یہ وہ مسئلہ ہے جس میں کہ ہم دونوں طرف کے بیٹھنے والے ساتھی شرح صدر کے ساتھ زبان سے بھی اور دل سے بھی اس مسئلے پر متفق ہیں، اور اس اتفاق کا جو اظہار پچھلے دنوں میں ہوتا رہا ہے، میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں ان شاء اللہ! یہ اسمبلی اس مسئلے کا ایسا فیصلہ کرے گی جو خدا کے نزدیک بھی مقبول ہو اور عوام کے نزدیک بھی قابل قبول ہوگا۔

جناب والا! میں ایک بہت اہم بات آپ کے توسط سے اپنے بائیں طرف بیٹھنے والے ساتھیوں کی اور بالخصوص حکومت کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلے کے دو پہلو ہیں۔ ایک قانونی پہلو ہے دوسرا انتظامی پہلو۔ قانونی پہلو یہ کہ اسمبلی دستور میں ترمیم کر کے یا قوانین نئے لا کر رسول کریم ﷺ کی نبوت کو آخری نبوت نہ ماننے والوں کو غیر مسلم قرار دے اور اس کے نتیجے میں غلام احمد کے متبعین غیر مسلم قرار پا جائیں۔ یہ ایک قانونی حیثیت ہے اس کی۔ لیکن اس سے ایک بڑا مسئلہ اس کی انتظامی حیثیت ہے۔ جیسا کہ تارڑ صاحب نے صحیح فرمایا کہ گزشتہ حکومتوں کی چشم پوشی کے نتیجے میں پچھلے ۲۵ سال میں یہ لوگ مختلف محکموں میں داخل ہوئے، مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر، مسلمانوں کے نام سے، اور اپنے فرقے کے دوسرے افراد کے تعاون سے اور اپنے بڑے بڑے افسران کی مدد سے یہ کلیدی مناصب پر پہنچتے رہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں اس بات کو، کہ اس وقت فوج میں اور سول سروسز میں بہت اہم مناصب پر یہ لوگ پہنچ چکے ہیں۔ جب یہ بات طے ہوگئی کہ یہ نہ مسلمان ہیں اور نہ محبّ وطن تو ان کو کلیدی مناصب پر رکھنا صرف مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے والی بات ہی نہیں ہے بلکہ خود اس ملک کی سلامتی کے منافی ہے، اور میں یہ کہوں گا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت کے حق میں بھی یہ بات ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں کو ان مناصب سے ہٹائے۔ ان مناصب سے ہٹانے کا مسئلہ خالصتاً انتظامی مسئلہ ہے، ایوان اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں غالباً ایوان کے جذبات کی نمائندگی کروں گا اگر میں حکومت سے یہ مطالبہ کروں کہ وہ ان کو ان انتظامی مناصب سے، کلیدی مناصب سے ہٹانے کے لئے فوری اقدامات کرے۔ میں یہ بات جانتا ہوں اور یہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سارے لوگوں کو سارے کلیدی مناصب سے بیک وقت نہیں ہٹایا جا سکتا۔ اس سے انتظامی خلا بھی پیدا ہو سکتا ہے اور ملک کے دوسرے مسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر حکومت کے سامنے یہ مسئلہ موجود ہو کہ ان کو ہٹانا ہے تو وہ ہٹائے جا سکتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ایک اور بات ہے بلکہ ایک مشکل یہ سامنے آنے کا امکان ہے کہ اس انتظامیہ کے بہت سے وہ لوگ اور بہت سے وہ افراد جو کہ کلیدی مناصب پر ہیں اور وہ جو غلام احمد کے متبعین میں سے بھی ہیں، وہ شاید یہ کہنا شروع کر دیں کہ ہم تو مسلمان ہیں اور ہم ختم نبوت کے عقیدے کو مانتے ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ حکومت کے پاس انٹیلی جنس اور دوسری بھی ایسی مشینری موجود ہے کہ جو ان کو یہ صحیح اطلاع دے سکتی ہے کہ کون سے وہ لوگ ہیں جو اس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں اور ملک و ملت کے لئے جن کا طرز عمل منافی ہو سکتا ہے، ان کو ہٹایا جانا چاہئے۔ اس لئے اس مشینری کو عمل میں لائے۔ اس کو حرکت میں لائے اور ایسے لوگوں کا پتہ لگائے اور ان کو مناسب طور پر ان کی تعداد کے لحاظ سے صحیح مقام پر رکھے۔

پھر دوسری بات میں اس سلسلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے یہ فیصلہ اسمبلی میں کر دیا، ان شاء اللہ! عوام کے مطالبے کے

مطابق، تو اس کا امکان میں پوری شدت سے محسوس کرتا ہوں کہ ملک میں خود یہ حضرات کوئی گڑبڑ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، یعنی وہ جو کہ غلام احمد کے ماننے والے لوگ ہیں، تاکہ پاکستان دنیا کی نظروں میں بدنام ہو اور لوگ یہ سمجھیں کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ایک فرقے کے لوگوں کو یا جو مسلمان نہیں ہیں ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جاتا۔ دلیل کی بنیاد پر یہ بات جانتا ہوں کہ اس بات کی تیاریاں ہو رہی ہیں کہ مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لئے کہیں اکے دکے حملے کر کے، کہیں اور ایسی حرکت کر کے مسلمانوں کو مشتعل کیا جائے تاکہ کوئی اس قسم کے فسادات کی صورت پیدا ہو سکے۔ میں جانتا ہوں کہ حکومت اس سلسلے میں بے شک چوکس ہے اور وہ ایسے اقدامات کر رہی ہے کہ ایسی صورت پیدا نہ ہو، لیکن اس ایوان کے لوگوں کی زیادہ ذمہ داری ہے۔ ہم سب کی جو کہ اپوزیشن میں ہیں یا حزب اقتدار میں ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ اگر خدانخواستہ ایسی صورت پیدا ہو تو ہمیں خود میدان میں آنا چاہئے اور غلام احمد کے متبعین کے جان و مال کے تحفظ کے لئے ہم خود جدوجہد کریں، کیونکہ ایک دفعہ ان کو اقلیت قرار دے دینے کے بعد یہ مسلمان حکومت اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے جان و مال کا تحفظ کریں اور یہ فیصلہ ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ! ملک میں ہماری یہ ذمہ داری ہوگی کہ ہم کسی فساد کو یا کسی ناخوشگوار صورتحال کو پیدا ہونے سے روکنے کے لئے جدوجہد کریں۔

آخری بات میں یہ عرض کروں گا کہ اٹارنی جنرل صاحب نے اپنی کل کی تقریر میں اس قرارداد پر ایک تبصرہ کیا تھا جو ہم نے تجویز کی تھی۔ یہاں ۳۷ حزب اختلاف کے ممبران نے جو قرارداد پیش کی تھی اس پر انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے ایک بات کی طرف اشارہ کیا تھا جو میں سمجھتا ہوں کہ غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس کی وضاحت ہو جانی چاہئے۔ تاکہ اس کمیٹی کا ریکارڈ صاف رہے۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ اس قرارداد میں متضاد باتیں کی گئی ہیں۔ یعنی ایک طرف اس قرارداد میں یہ کہا گیا ہے قادیانیوں کو کہ وہ ملک دشمن کارروائیوں میں ملوث ہیں اور دوسری طرف یہ کہا گیا ہے کہ ان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ تو اگر وہ ملک دشمن کارروائیوں میں ملوث ہیں تو ان کے حقوق کے تحفظ کے معنی انہوں نے یہ لئے کہ ہم ان کو کھلی چھٹی دے دیں کہ وہ ملک دشمن کارروائیوں کو جاری رکھیں۔ میں یہ بتانا چاہوں گا کہ ہم نے جب یہ قرارداد پیش کی تو ہم نے ان دونوں حقائق کو سامنے رکھا تھا۔ ایک حقیقت یہ ہے اور ہم اپنے علم کی بناء پر یہ جانتے ہیں کہ غلام احمد قادیانی کو ماننے والے لوگ اس ملک وملت اسلامیہ کے خلاف تگ ودو کر رہے ہیں اور وہ اس قسم کی کارروائیوں میں ملوث ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایک مجرم کو بھی یہ حق ہے کہ وہ زندہ رہے۔ اس کے جان و مال کا تحفظ کیا جائے۔ اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ انہیں ان کارروائیوں کو جاری رکھنے کی اجازت تو نہیں دی جائے گی، مسلمان تو نہیں سمجھا جائے گا، لیکن ان کو اس ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے جو جان و مال کے تحفظ کا حق ہے، وہ حق ان کو دینا قانون کے ذریعے سے بھی اور انتظامیہ کے ذریعے سے بھی ہماری ذمہ داری ہے تو اس لئے اس قرارداد میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بالکل ایک حقیقت کو بیان کر کے یہ کہا گیا ہے کہ ان کو ان کارروائیوں سے روک کر ان کے جائز حقوق کا ہمیں تحفظ کرنا چاہئے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے تو یہ چند باتیں تھیں جو میں آپ کے توسط سے عرض کرنا چاہتا تھا۔

(۲۱۷٦) محمود الحلاج، جناب علامہ

آپ نے ''النحلة الاحمدیه وخطرها علی الاسلام'' نام سے ۹٦ صفحات پر مشتمل ۱۹۵۵ء میں کتاب لکھی۔ بغداد سے شائع ہوئی۔ ردقادیانیت پر عربی میں عمدہ دستاویز ہے۔

(۲۱۷۷) محمود الصواف، جناب محمد

موصوف معروف عرب سکالر ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ میں شیخ عبدالعزیز بن باز کی دعوت پر خطبات ارشاد فرمائے۔ بعدہ ان کو ''المخططات الاستعماریہ لمکافحة اسلام'' کے نام سے ۳۶۶ صفحات پر مشتمل کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا۔ یہ عربی میں کتاب ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔

(۲۱۷۸) محمود تونسوی، جناب پیر طریقت حضرت خواجہ

(پیدائش: ۲۶ر جنوری ۱۸۸۵ء ...... وفات: ۱۷ر ستمبر ۱۹۲۹ء)

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کے دو بیٹے خواجہ محمود، خواجہ محمد موسیٰ تھے۔ خواجہ محمود نہ صرف پیر تھے بلکہ عالم دین بھی تھے۔ وقت کے علماء کے بڑے قدردان تھے۔ خواجہ شاہ سلیمان کے دینی مدرسہ سلیمانیہ کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے علماء کی سرپرستی کی اور مدرسے کا نام محمودیہ رکھا گیا۔ اٹک سے مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری کو اپنے مدرسہ میں خاص طور پر لے کر آئے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، حضرت مفتی احمد الرحمٰن مدرسہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور مولانا قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی والے کے والد گرامی تھے۔

خواجہ محمود بھی عملی طور پر قادیانیوں کے بڑے مخالف تھے۔ قادیانیوں نے ڈیرہ غازی خان میں ایک سکول کھولا اور شرط رکھی کہ جو اس سکول میں پڑھائے گا اور قادیان جائے گا تو اسے نوکری ملے گی۔ شیخ محمد افضل سکنہ ڈیرہ غازی خان نامی شخص بھی اس لالچ میں آ گیا۔ وہ ملتان شیر شاہ اسٹیشن پر قادیان جانے کے لئے تیار کھڑا تھا کہ سمہ سٹہ سے ایک گاڑی آئی۔ اس ریل گاڑی سے ایک نورانی شکل بزرگ اترے۔ اس بزرگ کو دیکھ کر لوگ پروانوں کی طرح ملنے لگے۔ اس قادیان جانے والے شیخ محمد افضل نے لوگوں سے اس بزرگ کا تعارف پوچھا تو معلوم ہوا یہ خواجہ محمود تونسوی ہیں۔ یہ بھی حضرت کو ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ حضرت صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑا اور نام لے کر فرمایا: ''تو جو کچھ بن، مگر قادیانی نہ بن۔'' یہ شخص حضرت کا یہ فرمان سن کر واپس گھر چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد تونسہ شریف آیا۔ حضرت صاحب کو آ کر کہا: ''حضرت! آپ نے مجھے قادیان نہ جانے دیا۔ اب دعا کریں مجھے کوئی ملازمت مل جائے۔'' حضرت نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ اس کو اللہ پاک نے اعلیٰ نوکری عطاء فرمادی۔

جناب محمد رمضان معینی نے بیان کیا کہ تحصیل تونسہ شریف میں فاضلہ کچھ اندر پہاڑ کے ابوالحسن جلالانی بزدار مولانا نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ دہلی سے یہاں آتے ہی لوگوں کو نئے مسلک کی تبلیغ شروع کردی۔ حضرت خواجہ محمود کے والد گرامی خواجہ اللہ بخش نے اس کے بھائی کو کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کو روکو۔ یہ یہاں ایسا کام نہ کرے۔ مگر ابوالحسن باز نہ آیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا یہ شخص فلاح نہیں پائے گا۔ چنانچہ یہ شخص ۱۹۰۱ء میں قادیان گیا۔ وہاں سے قادیانی بن کر آیا۔ آتے ہی جھگڑا امام شاہ ڈیرہ غازی خان کے نزدیک بستی رنداں کے اہل حدیثوں کو قادیانی بنا ڈالا۔ جب یہ شخص یہاں واپس آیا تو خواجہ محمود نے اس کو جلاوطن کرایا۔

(۲۱۷۹) محمود حسن دیوبندی، حضرت شیخ الہند مولانا

(پیدائش: ۱۸۵۱ء ...... وفات: ۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء)

دیوبند مقبرہ قاسمی میں حضرت نانوتوی کے قدموں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی قبر مبارک ہے۔ دیوبند

میں ایک بزرگ عالم دین جن کا نام مولانا ذوالفقار علی دیوبندی تھا۔حق تعالیٰ نے انہیں دینی و دنیاوی وجاہتوں سے نوازا تھا۔ دیوان حماسہ، دیوان متنبیؔ، قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد کی شروح تسہیل الدّراستہ، تسہیل البیان، عطر الوردہ، اور الارشاد کے نام سے تحریر فرمائیں۔ اس سے ان کے عربی ادب کے ذوق عالی کا انکشاف ہوتا ہے۔ ان کی دو صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے تھے۔ بڑے صاحبزادہ کا نام محمود حسن تجویز ہوا، جو بمقام بریلی پیدا ہوئے (کہ ان دنوں آپ کے والد ملازمت کے سلسلہ میں اہل وعیال سمیت یہاں پر مقیم تھے) محمود حسن چھ سال کے ہوئے تو قرآن مجید کی بسم اللہ کرائی گئی۔ میاں جی عبداللطیف صاحب سے قرآن مجید اور ابتدائی فارسی کی کتب پڑھیں۔ فارسی کتب کی تکمیل اور عربی کی ابتدائی کتب اپنے چچا مولانا مہتاب علی سے پڑھیں۔ محرم ۱۲۸۳ھ کو دیوبند میں عربی مدرسہ کا قیام حضرت مولانا نانوتوی اور حضرت حاجی عابد حسین نے کیا تو یہی طالب محمود حسن اس مدرسہ کے پہلے طالب علم قرار پائے۔ کل ۲۱/طالب علم تھے جن سے دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا۔ پہلا سبق طالب علم محمود حسن نے استاذ ملاّ محمود سے پڑھا۔ تعلیمی سال کے اختتام یعنی امتحان تک ۷۸ طالب علم ہوئے تھے۔ طلبہ کی کثرت ہوئی تو حضرت نانوتوی کے استاذ زادہ حضرت مولانا محمد یعقوب صدر مدرس کے طور پر تشریف لائے۔ ۱۲۸۴ھ میں مولانا محمود حسن نے مختصر معانی وغیرہ کا امتحان دیا۔ ۱۲۸۵ھ کو مشکوٰۃ شریف مکمل کی۔ ۱۲۸۶ھ کو حدیث و دیگر کتب حضرت نانوتوی سے پڑھیں۔ حضرت نانوتوی سے آپ کے پڑھنے کا انداز یہ تھا کہ جہاں حضرت نانوتوی تشریف لے جاتے حضرت مولانا محمود حسن آپ کے ہمراہ ہوتے۔ میرٹھ، دہلی، دیوبند غرض سفر وحضر میں سلسلہ تعلیم جاری رہتا۔ ۱۲۸۹ھ میں آپ مکمل حدیث کی کتب اور تکمیل کی کتب سے فارغ ہو گئے اور اسی سال ہی معین مدرس کے طور پر آپ نے اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں پڑھانا بھی شروع کر دیا۔ ۱۲۹۰ھ میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ ۱۲۹۲ھ میں باقاعدہ مدرس چہارم کے طور پر آپ کا تقرر ہوا۔ آپ کے والد گرامی نہیں چاہتے تھے کہ مدرسہ سے آپ تنخواہ لیں۔ لیکن مدرسہ کے مصالح کے پیش نظر آپ نے انکار نہ کیا۔ اسی زمانہ میں اہتمام حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کے پاس تھا جو سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ وقت تھے۔ اس دور میں مدرس چہارم کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہانہ تھی جو آپ نے لینی شروع کی۔ آپ فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں قدوری، قطبی پڑھانا بھی غنیمت تھا۔ لیکن طلباء کو آپ نے بڑی بڑی کتابیں بھی پڑھائیں۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ نے ترمذی شریف پڑھائی۔ ۱۲۹۵ھ میں بخاری شریف آپ نے پڑھائی۔ ۱۲۹۴ھ میں حضرت نانوتوی کے ساتھ آپ حج پر تشریف لے گئے۔ اسی سفر میں حضرت نانوتوی کے فرمانے پر حضرت نانوتوی کے استاذ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی نے جو ان دنوں مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے آپ کو سند حدیث کی اجازت دی۔ ۱۲۹۷ھ میں حضرت نانوتوی کا، ۱۳۰۲ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا وصال ہوا تو حضرت مولانا سید احمد صاحب کو جو فنون کے امام مانے جاتے تھے۔ مدرس اوّل مقرر کیا۔ ۱۳۰۵ھ میں وہ بھوپال تشریف لے گئے تو حضرت شیخ الہند صدر مدرس قرار پائے۔ ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۳۹ھ تک تینتیس سال کا عرصہ آپ دارالعلوم ایسے ادارہ کے صدر المدرسین رہے۔ کل پڑھانے کا دور شمار کیا جائے وہ تو نصف صدی کو محیط ہوگا۔ حضرت گنگوہی سے باصرار وبتکرار عرض کیا کہ دارالعلوم میں بغیر مشاہرہ کے میری خدمات کو قبول فرمایا جائے۔ حضرت گنگوہی نے اجازت نہ دی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ نے مشاہرہ لینا بند کر دیا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کا وجود اہل ہند کے لئے انعام الٰہی تھا۔ بیک وقت آپ نے درس وتدریس کے علاوہ تحریک آزادی کے لئے بھی کام کیا۔ کانگریس کی تحریک آزادی، جمعیۃ علماء ہند، تحریک ترک موالات، تحریک ریشمی رومال سے لے کر مالٹا کی

قید و بند تک کی آپ کی گرانقدر مجاہدانہ سرگرمیوں کو کوئی مؤرخ کیسے نظرانداز کرسکتا ہے۔ آپ ۸؍جون ۱۹۲۰ء کو سالہا سال کی قید سے رہائی کے بعد ہند میں تشریف فرما ہوئے۔ اپنے استاذ کے قدموں میں محو استراحت ہوئے۔

حضرت شیخ الہند نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ دیا: ''جن مسائل کو قادیانی کی طرف منسوب کیا گیا ہے ان کو بلاشک نصوص قرآن و حدیث رد کر رہی ہیں اور وہ باجماع المسلمین مردود ہیں۔ جاہل یا گمراہ کے سوا ایسے عقائد کا معتقد کوئی نہیں ہوسکتا۔''

(۲۱۸۰) محمود حسن سہوانی، مولانا

(وفات: ۱۳۳۹ھ)

حضرت سہوان میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام محمد امام زبیری تھا۔ دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ مراد آباد کی جامع مسجد شاہی کے مدرسہ عربیہ میں تدریس فرماتے رہے۔ دوران تدریس آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا جو مندرجہ ذیل ہے: ''مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر اور ارتداد میں کچھ شک اور شبہ نہیں ہے۔ اس کے تمام معتقدین اور خلفاء سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ مرزا قادیانی مذکور کی تصانیف سے صاف طور پر دعویٰ نبوت معلوم ہوتا ہے کہ جو صریح حدیث: ''لا نبی بعدی'' کے خلاف ہے اور نیز اس کی تصانیف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صریح تحقیر ثابت ہوتی ہے اور تحقیر انبیاء کفر ہے۔ بس بناءً علیہ اس کی اور اس کے معتقدین کے کافر اور مرتد ہونے میں کچھ شک اور شبہ نہیں ہے۔'' فقط! (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۷)

(۲۱۸۱) محمود شاہ (سجادہ نشین مہار شریف)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید محمود شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۱۰۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۱۸۲) محمود شاہ گجراتی، مولانا سید

(ولادت: ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۲۵؍جولائی ۱۹۸۷ء)

گجرات بریلوی مکتب فکر کی معروف دینی شخصیت تھے۔ چوہدری فضل الٰہی (صدر پاکستان) کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کو ضلع گجرات میں خوب منظم کیا۔ آپ تحریک پاکستان کے سرگرم رہنما تھے۔ پاکستان بننے کے بعد جمعیۃ علماء پاکستان میں سرگرم رہے۔ تحریکہائے ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ ایک زمانہ میں ان کی خطابت کا لوہا مانا جاتا تھا۔

ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام!

(۲۱۸۳) محمود شاہ ہزاروی، جناب پیر سید

(ولادت: ۱۸۸۷ء ...... وفات: ۲۵؍دسمبر ۱۹۹۲ء)

پیر سید محبوب علی شاہ چشتی نظامی کے ہاں سوہلن ضلع ایبٹ آباد میں ایک بچے کی ولادت ہوئی جس کا نام محمود شاہ رکھا گیا جو

مستقبل میں نابغہ روزگار شخصیت ثابت ہوئے۔ مولانا دیدار علی شاہ ومولانا نعیم الدین مرادآبادی کے تلمیذ رشید اور پیر سید جماعت علی شاہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ عربی، فارسی کتب کے مترجم اور نظم ونثر کتب کے مصنف تھے۔ گویا بیک وقت مترجم ومفسر قرآن، خطیب شیخ طریقت، شاعر وادیب اور مبلغ ہونے کا آپ کو اعزاز حاصل تھا۔ تحریک پاکستان اور تحاریک ہائے ختم نبوت کے سرگرم کارکن مقتداء وپیشواء رہے۔ حویلیاں ضلع ایبٹ آباد میں مدفون ہیں۔

(۲۱۸۴) محمود عباس بخاری، جناب ڈاکٹر ایس

(وفات: ۲۵/فروری ۱۹۷۷ء)

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ نے ۲/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ڈاکٹر ایس محمود عباسی بخاری کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

ڈاکٹر ایس محمود عباسی بخاری: تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ تیشہ چلانے والوں نے، کلہاڑی چلانے والوں نے جس چیز پر کلہاڑی چلائی، جس چیز پر اپنی منافقت کا تیشہ چلایا۔ وہ بذات خود نخل رسول ﷺ تھا۔ جس کے بارے میں قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے میرے محبوب! اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو یہ کائنات پیدا نہ کرتا۔'' جس دریدہ دہنی سے اور جس ڈھٹائی سے ناموس رسالت ﷺ پر حملے کئے گئے ہیں۔ میڈم سپیکر! میں تھوڑی سی اجمالاً اس پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے شاید میرا نقطہ نظر غلط ہو۔ جس پہلو سے آیات قرآنی اور معرفت ربانی میں جس پہلو سے اس کو نمایاں کرنا چاہئے تھا، شاید ابھی تک اسمبلی کی بحث میں مقام رسالت ﷺ کو اور ناموس رسالت ﷺ کو نمایاں نہیں کیا گیا۔ جب تک یہ بتایا نہ جائے کہ مقام ختم المرسلین ﷺ کیا ہے۔ مقام نبوت کیا ہے۔ مقام رسالت کیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ ناممکن ہے کہ تعین کیا جاسکے کہ جھوٹا نبی کیا ہے اور اس کا مقام کیا ہے؟

مولانا غلام غوث ہزاروی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ محترم عباسی صاحب بڑی اچھی تقریر فرما رہے ہیں۔ لیکن اس ایک جملے میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ ''اے پیغمبر! تم کو میں پیدا نہ کرتا تو میں یہ ساری کائنات پیدا نہ کرتا۔'' یہ قرآن میں نہیں۔ ''لولاک لما خلقت الافلاک'' روایت میں بھی ضعف ہے۔ لیکن مفہوم صحیح ہے۔ قرآن میں نہیں ہے۔ یہ میں نے اس لئے عرض کر دی کہ کوئی اعتراض نہ کرے۔

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری:

قلندر جز دو حرف لاالہ کچھ بھی نہیں رکھتا ۔۔۔ فقیہ شہر قارون ہے لغت ہائے حجازی کا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گوہر سے ۔۔۔ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

جناب سپیکر! میں آگے بڑھتا ہوں۔ اس پوائنٹ آف آرڈر کی دلدل سے نکل کر۔

محترمہ قائم مقام چیئرمین: لیکن انہوں نے تو آپ کی تصحیح کی ہے۔ وہ تو آپ مان لیں ناں۔

ڈاکٹر ایس محمود عباسی بخاری: اچھا جی، میں آگے بڑھتا ہوں۔ تو بات مقام رسالت ﷺ کی میں کر رہا تھا۔ میرا یہ مقام

نہیں کہ میں مقام رسالت ﷺ کا تعیّن کروں۔ نہ میرے پاس اتنا علم ہے۔

نہ میں عارف، نہ مجدد، نہ محدث، نہ فقیہ ہوں مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام

لیکن اپنی ادنیٰ سمجھ سے جو آیات قرآنی کے آئینے میں جناب سپیکر! میں نے مقام رسالت ﷺ دیکھا ہے۔ میں اس ایوان میں وہ پیش کروں گا۔ ضمناً یہ عرض کردوں کہ انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا مسلمانوں کی میراث پر ضرب کاری لگانا چاہتا تھا، دو جہت سے۔ ایک جہت تھی جہاد، جسے قرآن میں قتال کا نام دیا گیا ہے اور جس سے انگریز بہادر ہمیشہ خائف رہا اور دوسری جہت تھی حب رسول ﷺ۔ انگریز جانتا تھا کہ حب رسول ﷺ ایک ایسا پیمانہ ہے، ایک ایسا مرکز ہے، ایک ایسا مرکز ثقل ہے کہ اگر یہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے تو مسلمان ہمیشہ ایک مضبوط اور قائم امت کی صورت میں اس صفحہ ہستی پر برقرار رہیں گے۔ اس نے چاہا کہ اپنی اس مملکت کی حفاظت کے لئے جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ مشرق سے مغرب تک تھی۔ انگریز کا یہ ارادہ ہوا۔ اس نے یہ پالیسی بنائی اور اس وقت کی جو **Condition** (صورت حال) تھی، جو حالات تھے۔ اس وقت جو سیاسی حالات تھے۔ ان کے مطابق انگریز نے اپنی سوچ میں صحیح سوچا۔

اس کے علاوہ جناب سپیکر! ایک اور بات آئی۔ مہدی سوڈانی، حضور مقبول ﷺ کا نام لے کر اٹھے اور انہوں نے انگریز کے خلاف جہاد کیا۔ اسی صدی میں چودھویں صدی کے آخر میں انگریز کو خدشہ لاحق ہوگیا کہ سواد اعظم کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی موعود آئیں گے۔ لہٰذا شاید اصلی مہدی بھی آجائے۔ اس نے پیش گوئی کے طور پر اپنا ایک نقلی مہدی تیار کیا۔ جیسا کہ میں ابھی اپنی بحث سے ثابت کروں گا کہ یہ مہدی کیونکر نقلی تھا۔ جس طریقے سے شان رسالت مآب ﷺ پر ان لوگوں نے حملے کئے ہیں۔ وہ ناقابل برداشت ہیں۔ کوئی بھی مسلمان جس میں حمیّت ہے۔ جس میں غیرت ہے۔ جس میں اخلاص کے ایک لہو کا ایک بھی جائز قطرہ باقی ہے۔ وہ ان کے اس لاف وگزاف کو برداشت نہیں کرسکتا۔

خیال زاغ کو بلبل سے برتری کا ہے غلام زادے کو دعویٰ پیغمبری کا ہے
بت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

ان جعلی نبیوں نے کیا فرمایا ہے؟ اور یہ فرمانے سے پہلے یہ اپنے مقام کو بھی جانتے تھے کہ ہم کتنے پانی میں ہیں۔ ہمارا سیاق و سباق کیا ہے۔ لہٰذا فلسفہ یہ تراشا گیا کہ شان رسالت کو گھٹایا جائے تاکہ جعلی نبوت کی شان جو ہے وہ بڑھ جائے۔ حتیٰ کہ یہ برابر آجائے، معجزات سے ارتقاء کریں۔ شان عیسیٰ علیہ السلام کو کم کیا گیا۔ یہاں تک کہ افتراء پردازوں نے ان پر افتراء پردازی کی۔ نعوذ باللہ زبان اس کی اجازت نہیں دیتی کہ ان کی نانیاں اور دادیاں ایسی تھیں اور ایسا بھی یہ کیوں کیا گیا؟ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں مجہول النسب ثابت کرنے کی کوشش کی گئی؟

جناب سپیکر! قرآن کریم اللہ کا ایک قانون ہے جو یونیورسل لاء ہے۔ جو کہ آفاقی اور ابدی قانون ہے۔ ازلی قانون ہے۔ جس کو کبھی موت نہیں آسکتی۔ وہ قانون ہے کہ نبی کبھی مجہول النسب نہیں ہوتا۔ نبی کا جو سلسلہ نسب ہے وہ ہمیشہ واضح ہوتا ہے اور دنیا میں جو بھی نسلیں انسان کی بستی ہیں۔ نبی ان میں ارفع ترین خون، ارفع ترین روایت، پاکیزہ ترین خون، پاکیزہ ترین خاندان کا فرد ہوتا ہے تو اسے یہ انعام ملتا ہے۔ اسے اس قابل سمجھا جاتا ہے۔ سلسلہ نسب کی بلندی۔ جناب سپیکر! یہ بھی دلیل ہے اور یہ بھی ایک انعام ہے۔ مجہول النسب لوگوں پر یہ انعام آہی نہیں سکتا۔

جیسا کہ میں ابھی قرآن کریم کی آیت سے ثابت کروں گا۔ ان لوگوں نے اپنے جعلی نبی کو سہارا دینے کے لئے تیشہ چلایا۔ وہ نسب پر چلا۔ اس لئے کہ ان کے پاس اپنا نسب نہیں تھا۔ دیکھئے براہین احمدیہ (کتاب البریہ حاشیہ ص۱۴۵، خزائن ج۱۳ص ۱۶۳، اربعین نمبر۲ص ۱۷، خزائن ج۱۷ص ۳۶۵) میں لکھتے ہیں: ''مجھے الہام ہوا ہے کہ میں پارسی النسب ہوں۔'' یعنی ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ پارسی النسب ہیں یا نہیں؟ حتیٰ کہ پارسی سے اپنے خون کا رشتہ جوڑنے کے لئے انہوں نے الہام کا سہارا لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مینگول نسل تھی۔ یہ تاتار کی نسل تھی۔ یہ صحرائے گوبی کے لوٹ مار کرنے والوں کی نسل تھی۔ یہ آوارہ ترکوں کی نسل تھی۔ یہ بالکل نہ پارسی النسب تھے، نہ یہ عربی النسل تھے۔ یہ جانتے تھے کہ میں خاندان سادات میں سے نہیں ہوں۔ میں خون بنو فاطمہ نہیں ہوں۔ اس لئے انہوں نے بڑے الہامات کا سہارا لیا۔

اب ذرا ان کے خرافات سنئے جن پر میں اپنی تمام بحث کا دارومدار کر رہا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت مسیح موعود کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں بہت ترقی ہوئی اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ پر تھی۔'' اس کے بعد فرماتے ہیں ''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ حضور پاک ﷺ سے بھی آگے بڑھ سکتا ہے۔'' یہ ہے (ڈائری خلیفہ قادیان، الفضل ۱۷؍جولائی ۱۹۲۲ء) اور اس کے بعد فرماتے ہیں ''ظلی نبوت کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا۔ بلکہ آگے بڑھایا کہ نبی کریم ﷺ کے پہلو بہ پہلو کھڑا کیا۔'' بلکہ بعض حسنات میں اور بھی آگے بڑھا دیا۔

(کلمتہ الفصل ص۱۱۳، مصنف بشیر احمد ایم.اے)

جناب سپیکر! میں اس بحث میں نہیں پڑوں گا کہ بروزی نبی کیا ہے اور ظلی نبی کیا ہے اور اس کا سایہ کیا چیز ہے؟ میں تو ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اپنی نبوت کا دارومدار تمام تر اس بات پر رکھا کہ ہر انسان، ہر خاطی اور ہر ناقص اور ہر مجہول العقل انسان جب چاہے، جس وقت چاہے، اپنے زہد، اپنے علم، جو کہ بڑا محدود ہے، اس کی بناء پر ترقی کر سکتا ہے۔ ترقی کرتا کرتا مجدد بن سکتا ہے۔ محدث بن سکتا ہے۔ مولوی تو خیر ہر کوئی بن سکتا ہے۔ وہ محدث جو حدیث نہیں بلکہ کلمات الٰہیہ سے سرفراز ہوتا ہے، وہ بھی بن سکتا ہے۔ قطب بن سکتا ہے، غوث بن سکتا ہے، ابدال بن سکتا ہے۔ یہ خود ان کی اپنی کوشش تھی۔ ٹھیک۔

جناب! اس کے بعد فرماتے ہیں ''بڑھتے بڑھتے ترقی کرتے کرتے وہ انبیاء علیہم السلام میں قدم بھی رکھ سکتا ہے۔ مسیح موعود بھی بن سکتا ہے اور اس کے بعد آگے بڑھ کر وہ انبیاء سے آگے بھی بڑھ سکتا ہے۔ حتیٰ کہ شان رسالت ﷺ خاتم النّبیین سے دو چار، دس قدم بہت آگے جا سکتا ہے۔ حضور والا! قرآن کی رو سے یہ ایک فاتر العقل انسان کا عقیدہ ہے۔ قرآن اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس لئے قرآن کریم میں ایک آیت ہے جس کا میں ترجمہ کروں گا اور مولانا ہزاروی صاحب مجھے معافی دیں گے اگر کہیں میں لغزش کر جاؤں۔ میں مفہوم بتاتا ہوں کہ ہم نے میثاق ازل لیا انبیاء کی ارواح سے اور اے پیغمبر ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو ان پر شاہد مقرر کیا، ان پر گواہ مقرر کیا۔ اس کے لئے جو قرآن میں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ وہ میثاق غیظ ہے۔ ہم نے بڑا زبردست عہد لیا۔

حضور مرزا صاحب! آپ کی روح پرفتن سے پوری معافی مانگتے ہوئے یہ کہوں گا کہ آپ اس میثاق میں شریک تھے۔ کیا خداوند کریم کے عہد ایسے ہوتے ہیں کہ مجہول ہو جاتا ہے؟ وعدہ لیا خداوند کریم نے وعدہ لینے والا۔ جناب اسپیکر! خداوند کریم کو وعدہ دینے والی ارواح مقدسہ سے پیمان ازل ہوا جب مخلوقات کی بھی پیدائش نہ ہوئی۔ ابھی آدم آب وطین کی کیفیت میں ہے۔ مٹی اور پانی کی کیفیت میں ہے۔ اس وقت وعدہ لیا جا رہا ہے۔ کون لے رہا ہے قسام ازل، معیشت کو پیدا کرنے والا پروردگار، سبوح وقدوس، خدائے حمید ولایزال،

معیشت کو پیدا کرنے والا، وہ دینے والا، روحیں گواہ حضور رسالت مآب ﷺ۔ یہ مجہول کہاں سے ٹپک پڑے؟ کہ جن کو چالیس، پینتالیس اور پچاس برس تک یہ بھی خبر نہیں کہ ان کا مقام کیا ہے۔ یہ مقام انسانیت میں بھی ہیں یا نہیں۔ ان کو یہ بھی خبر نہیں تھی۔ کہاں تھے یہ میثاق کے وقت یا کہہ دیجئے کہ قرآن غلط؟ کہہ دیجئے یہ لوگ مفتری۔ ہم آگے بڑھتے ہیں کہ انبیاء کے تعیّن میں اور انبیاء کی بعثت میں اللہ کریم کا طریقہ کیا ہے اور بالکل یہ بھی قرآن کا فرمان ہے کہ اللہ کریم اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔ جناب سپیکر! اللہ کریم کی سنت میں تغیر و تبدل نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس لئے ''ان اللہ لا یخلف المیعاد'' اللہ اپنے وعدوں کی بھی مخالفت نہیں کرتا۔ خلاف وعدہ کبھی نہیں کرتے۔ آیئے! ہم کتاب ربانی اور اس کے آئینہ کمالات میں اسی کا جائزہ لیں۔ سورۂ مریم میں ہم دیکھیں کیسے پیغمبر آتے ہیں۔ پیغمبروں کا ذہن کیا ہوتا ہے۔ پیغمبروں کی نفسیات کیا ہوتی ہے۔ پیغمبر دعا کیسے مانگتے ہیں۔ پیغمبروں کے وعدے کیسے ہوتے ہیں۔ پیغمبر مبعوث کیسے ہوتے ہیں۔ کیوں نہیں ہم قرآن کو دیکھتے ہیں۔ کتاب موجود ہے۔ سنئے سورۂ مریم۔ میں صرف ترجمہ پڑھوں گا۔ ''جناب زکریا نے دعا مانگی کہ پروردگار! مجھے اپنے پاس سے وارث دے جو میرا بھی وارث بنے اور اولاد یعقوب کا وارث بنے۔'' جناب محترمہ! یہ ہے پیغمبر مستقبل کی طرف دیکھتے ہیں۔ آنے والی نسلوں پر ان کی نظر ہوتی ہے اور وہ واضح ہوتے ہیں نہ وہ مجہول العقل ہوتے ہیں۔ نہ مبہم ہوتے ہیں۔ نہ ان کا ذہن دھندلایا ہوا ہوتا ہے۔ وہ تو خداوند کریم کے نور سے روشن ہوتا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل، یہ کیفیات پیغمبروں کے سامنے ایک ثانوی حیثیت رکھتی ہیں اور اس طرح جس طرح درہم ہتھیلی پر ہوتا ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں اے زکریا! ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے کی، جس کا نام یحییٰ ہوگا اور ہم نے اس سے قبل کسی کو اس کا ہم نام نہیں بنایا۔

ذرا التزام نبوت دیکھئے۔ نام حافظۂ آدم سے، آدمی کی نسل سے نام کو قدرت نے چھپا لیا کہ ایک اپنے نبی کو میں نے یہ نام دینا ہے۔ یہ قرآن فرما رہا ہے۔ اے پروردگار! جناب زکریا فرماتے ہیں کہ میرے لڑکا کیسے ہوگا درآں حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی انتہاء پر ہوں۔ فرمایا اس طرح کہ تمہارے پروردگار کے لئے یہ آسان ہے۔ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط پکڑو اور ہم نے ان کو لڑکپن میں ہی سمجھ دے رکھی تھی۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر بچپن میں ہی سمجھ لے کر آتا ہے۔ پچاس برس تک مجہول نہیں رہتا۔ پچاس برس تک اپنے مقام سے غافل نہیں رہتا اور خاص آگے فرماتے ہیں کتاب خدا خاص اپنے پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی عطاء کی اور جناب یحییٰ بڑے پرہیزگار تھے اور نیکی کرنے والے تھے اپنے والدین کے ساتھ، اور سرکش اور نافرمان نہ تھے۔

آگے سنئے، جناب سپیکر! قرآن کی زبان میں پیغمبر کا کیا مقام ہے۔ ابھی یحییٰ پیدا نہیں ہوئے اور کلام ربانی کیا آرہا ہے۔ انہیں سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوں اور جس دن کہ وہ وفات پائیں گے اور جس دن کہ وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ کائنات، خلق کائنات بعثت پیغمبر کو سلام دیتی ہے۔ اس کے مولود پر بھی اور اس کے دنیا سے رخصت ہونے پر بھی۔ اب ذرا جناب اسپیکر! اندازہ کیجئے کہ جناب زکریا علیہ السلام مانگ کر بڑھاپے میں بچہ لیتے ہیں۔ ایک خارق عادت طریقے سے بچہ آتا ہے۔ کیوں آتا ہے خارق عادت طریقہ سے؟ کیا دنیا میں کوئی اور نہیں تھا جو پہلے مولوی بنتا، محدث بنتا، مجدد بنتا، فقیہہ بنتا، ترقی کرتا، نبوت پاتا۔ کیا کوئی دعا مانگنے والا روئے ارض پر باقی نہ تھا؟ جناب سپیکر! میری اس بحث کو تقویت پہنچتی ہے۔ فطرت نسب کی حفاظت کرتی ہے۔ پیغمبر بغیر نسب کے التزام کے آ ہی نہیں سکتا۔

اب ذرا التزام قدرت ملاحظہ فرمایئے۔ جناب مریم کے تقدس کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ قرآن حکیم میں سورۂ مریم میں ارشاد ہے کہ فرشتہ مریم مقدس کے سامنے ظاہر ہوا اور کہا میں پروردگار کا ایلچی ہوں تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ وہ بولی میرے لڑکا

کیسے ہوگا درآں حالیکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں بدچلن ہوں۔ فرشتہ کہتا ہے جناب اسپیکر! کہا یونہی ہوگا، تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنادیں اور اپنی طرف سے سبب رحمت، اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔

جناب سپیکر! آگے کتاب خدا تعالیٰ ارشاد فرماتی ہے، یہ قرآن کریم کا ترجمہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا ہے ''اور پھر وہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں اور وہ لوگ بولے اے مریم! تونے بڑے غضب کی حرکت کی۔ اے ہارون کی بہن! نہ تمہارے والد ہی برے آدمی تھے اور نہ تمہاری ماں ہی بدکار تھی۔ اس پر مریم نے اس بچہ کی طرف اشارہ کیا۔'' جناب سپیکر! اب وہ بچہ بولتا ہے۔ میں اپنی بحث کو اس نکتہ کی طرف لانا چاہتا تھا کہ ماں کی گود یا پنگھوڑے میں بچہ کیسے بولتا ہے۔ بچہ کی طرف اشارہ کیا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام بولے اپنے پنگھوڑے سے۔ نہیں، پہلے وہ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم اس بچے سے کیسے بات چیت کریں جو ابھی گہوارہ میں پڑا ہوا نومولود بچہ ہے۔ اس پر جناب عیسیٰ علیہ السلام بولے میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور اس نے مجھے نبی بنایا اور اس نے مجھے بابرکت بنایا جہاں کہیں بھی ہوں، اور اسی نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ رہوں، مجھے سرکش و بدبخت نہیں بنایا اور میرے اوپر سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں گا اور جس روز میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

جناب سپیکر! یہ آیات غوروفکر کے لئے ہیں۔ قرآن کریم دعوت فکر دیتا ہے۔ دعوت تفکر دیتا ہے قرآن کریم ہر قدم پر بتائیے کہ قدرت کو کیا ضرورت تھی خالق فطرت کو کہ پنگھوڑے میں بچے کی گفتگو کا انتظام کرے؟ ماں جواب نہ دے اور بچہ جواب دے۔ حضور والا! ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے، فرمار ہے ہیں کہ کتاب لے کر آیا ہوں۔ رسالت لے کر آیا ہوں۔ معلوم ہوا نبی جب پیدا ہوتا ہے رسالت سے سرفراز ہوتا ہے۔ وہ جہالت کی ٹھوکریں کھانے کے لئے نہیں ہوتا۔ قسام ازل، تقدیر ازلی، قاضی تقدیر اس کو ماں کے پیٹ سے بلکہ روز ازل سے اس کو نبوت سے سرفراز کر کے بھیجتے ہیں۔ یہ روحیں ہی اور ہیں، یہ اجناس ہی اور ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں جو سیڑھیاں چڑھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں جو مدرسوں سے تعلیم پاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں جو پندرہ روپے کی کلرکی سے ڈسمس ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں جو قیصرائے ہند کو لکھتے ہیں ''اے میرے جان و مال کی مالک۔'' یہ وہ لوگ نہیں جو غیروں کے وظیفوں پر پلتے ہیں۔ پیغمبر کو پالنے والا خداوند کریم ہے۔ اس کی حفاظت مشیت خود کرتی ہے۔

متعدد اراکین: بہت اچھے، بہت اچھے۔

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: جناب سپیکر! اس ضمن میں میں آگے عرض کروں گا کہ یہ سنت الٰہی ہے کہ نبی کتاب لے کر آتا ہے۔ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے۔ یہاں ایک سوال پوچھتا ہوں ان دوستوں سے جو کہتے ہیں، نعوذباللہ، جو کہتے ہیں رسالت مآب ﷺ چالیس برس تک، نعوذباللہ، نعوذباللہ، نبی نہیں تھے۔ حالانکہ حدیث شریف میں انا اول العابدین میں سب سے پہلا عبادت گزار ہوں۔ یہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا۔ کیسے عبادت گزار ہوں۔ جناب اسپیکر! قرآن کی طرف آیئے۔ پہاڑ عبادت کرتے ہیں۔ درخت عبادت کرتے ہیں۔ کائنات عبادت کرتی ہے تو اول العابدین کا مطلب یہ ہوا کہ رسالت مآب نے اس وقت بھی عبادت کی جب کوئی موجودات، موجود نہ تھی۔ نبی اس وقت نبی ہوتا ہے جب موجودات نہیں ہوتی۔ ایک قدم آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔

[At this stage Dr.Mrs.Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr.Chairman(Sahibzada Farooq Ali).]

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے کرسی صدارت چھوڑ دی۔ جسے جناب چیئرمین صاحبزادہ فاروق علی نے سنبھال لیا)

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: اجازت ہے جناب!

جناب اسپیکر! جناب ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں ارشاد خداوندی سنئے: ''تو ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیا اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو اپنی رحمت عطاء کی۔'' جناب موسیٰ علیہ السلام سے ایک ہی قانون قدرت چلا آرہا ہے۔ قانون خداوندی ایک ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: ''اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبی کی حیثیت عطا کی۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطاء کئے اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا اور لوط علیہ السلام کو ہم نے علم اور حکمت دی اور ہم نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کو تابع کر دیا اور پرندے ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔ اسماعیل علیہ السلام، ادریس علیہ السلام اور ذوالکفل کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا۔ بیشک وہ بڑے صالح لوگوں میں سے تھے۔''

جناب اسپیکر! اسی طرح سورۂ احزاب میں یہ بات نوشتہ الٰہی میں لکھی جا چکی تھی: ''اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے تمام پیغمبروں یعنی نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ ابن مریم سے بھی، اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔ میثاق غلیظ (پختہ) لیا تاکہ ان سچوں سے ان کے سچ کی بابت سوال کیا جائے۔ جناب سپیکر! قرآن کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی روز ازل سے پیدا ہوتے ہیں۔ نبی روز ازل بنائے جاتے ہیں۔ نبی عالم ارواح میں بنائے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: پوائنٹ آف آرڈر، جناب! یہ بار بار ''جناب اسپیکر، جناب اسپیکر!، جناب اسپیکر!'' فرما رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس وقت ''جناب چیئرمین زیادہ مناسب ہوگا۔

متعدد اراکین: سنا نہیں گیا۔

مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری: میں کہہ رہا ہوں کہ بار بار، ہمارے بخاری صاحب ''جناب اسپیکر، جناب اسپیکر'' فرما رہے ہیں۔ ان کو یہ فرمانا چاہئے کہ ''جناب چیئرمین۔'' یہ مناسب ہے۔ ویسے یہ اسپیکر ہیں لیکن اس وقت ''چیئرمین'' ہیں اور ویسے بھی ''جناب چیئرمین'' کہنا مناسب ہے۔

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: مہربانی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ سورۂ شوریٰ میں ارشاد خداوندی ہے: ''اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا، اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کیا ہے۔ جس کا ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم دیا تھا۔ یعنی کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔'' اور اس کے بعد سورۂ آل عمران میں ہے: ''ہم نے فضیلت دی آل ابراہیم اور آل عمران کو جہانوں پر۔''

حضور والا! یہ قاعدہ ہے۔ یہ وہ طریقہ ہے، یہ سنت الٰہی ہے۔ خاندان کبھی مجہول نہیں ہوتا پیغمبر کا۔ نسب کبھی پیغمبر کا مجہول نہیں ہوتا۔ جن مجہول النسب لوگوں نے اس کے بعد جھوٹی نبوت کے دعوے کئے۔ یہ دلیل ہے ان کے جھوٹے ہونے کی۔ میں ایک بات یہاں عرض کرنا چاہتا ہوں، جناب! اگر ہم یہ تسلیم کریں ایک لمحہ کے لئے بھی، جہالت کسی لمحے پر وارد ہوتی ہے، تو جناب! جہالت ظلم ہے، اور کوئی نبی ظلم کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میرا عہد ظالمین کو نہیں پہنچا۔ بالکل نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تو دو انعام ہیں۔ عہد اور انعام ایک ہی چیز ہے۔ انعام کا عہد ہے۔ یہ ظالمین کو پہنچ نہیں سکتا۔ نبی نہ جھوٹ بول سکتا ہے، نہ ہی مجہول ہو سکتا ہے، نہ

نبی فاتر العقل ہوسکتا ہے۔ نہ نبی اپنے مقام سے گم کردہ راہ ہوسکتا ہے۔ نہ نبی کوئی گناہ کرسکتا بڑا یا چھوٹا۔ اس لئے جناب! کیونکہ اگر نبی یہ کرے گا تو کسی کو ہدایت کیوں کردے گا۔

خضر کیوں کر بتائے راہ اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

اگر نبی کہے ہدایت کہاں ہے۔ فلاں وقت ہدایت کے بغیر تھا۔ فلاں وقت میری ہدایت سمیت ہے۔ یہ بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

چمک سورج میں کیا باقی رہے گی اگر بیزار ہو اپنی کرن سے

نبی کبھی اپنی کرن سے بیزار نہیں ہوتا۔ وہ نور خداوندی کا امین ہوتا ہے۔ وہ آئینہ کمالات خداوندی ہوتا ہے۔ حضور والا! اب ہم بات کرتے ہیں اپنے آقائے کائنات جناب سرور رسالت مآب ﷺ کی۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

جناب والا! نبوت کسبی شئے نہیں ہے، یہ وہبی چیز ہے۔ یہ عنایت ہوتی ہے۔ یہ میدان گھوڑ دوڑ کی دوڑ میں جیتی نہیں جاتی۔ خدانخواستہ، نعوذ باللہ، خاکم بدہن، یہ ریس کا کپ نہیں ہے جسے مرزا قادیانی کی طرح جیت لیں۔ یہ جیتی نہیں جاسکتی، یہ عطاء ہوتی ہے۔

جناب والا! اسی ضمن میں ایک میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا واضح کیا گیا۔ مہدی کا جھگڑا ہے۔ میں اپنی بات کو اجمالاً ختم کرنا چاہتا ہوں۔ بحث بڑی طویل ہو جائے گی۔ اتنا کچھ آثار مہدی میں اور کتابوں میں، جو کتابیں آج بھی ہمیں روشنی دے رہی ہیں۔ سواد اعظم کی متفقہ کتابیں، ان میں حضور والا! بالکل واضح طور پر مہدی کے خواص لکھے ہیں اور ان میں ان کی صرف ایک خاصیت بیان کرنا چاہتا ہوں اور اس پر میں اپنی بحث کا انجام کرنا چاہتا ہوں۔ ابوداؤد، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگا اور حضور پاک ﷺ کی عترت میں سے ہوگا۔ ایک بڑی مستند کتاب جس کا میں نے نام لیا ہے، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، دریائے علم۔ ترمذی میں اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں کہ مہدی میرا ہم نام ہوگا اور تحقیق وہ میری عترت میں سے ہوگا۔ وہ میری آل میں سے ہوگا۔ جب وہ آئے گا، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ اس کے بعد پھر ابی اسحاق کی روایت ہے: ''تحقیق مہدی اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے ہوگا اور اخلاق وعادات اور صورت میں حضور پاک ﷺ کے مشابہ ہوگا۔''

جناب والا! اس قسم کے بے شمار حوالے موجود ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی بھی مجہول النسب نہیں ہوگا۔ چہ جائیکہ ایک آدمی آج تک اپنا خاندان نہیں ثابت کرسکا کہ وہ فارسی ہے، ایرانی ہے، ترک ہے یا منگول ہے۔ کہاں سے ٹپکے، کہاں سے آئے۔ کس سیارے سے ان کو کس راکٹ میں بٹھا کر یہاں پر لے آئے۔ ان کو اپنا علم نہیں ہے۔ دوسروں کو ان کا علم کیا بتائیں گے؟

جناب والا! یہاں پر میں ایک حدیث پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو تمام جھگڑوں کو بڑی واضح کر دیتی ہے۔ میں اس حدیث کے حوالہ جات بھی لے آیا ہوں۔ اگر علماء کرام ان حوالہ جات کو دیکھنا چاہتے ہیں تو میں انشاء اللہ ان کو بھی دے دوں گا۔ اسمبلی کو پیش کردوں گا۔ حوالے بڑے لمبے ہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ میں ان سب کو یہاں دہرا سکوں۔

حدیث ثقلین یہ ہے، اس کے بے شمار راوی ہیں۔ اس کو تقریباً چارسو صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ سواد اعظم کی تقریباً ساڑھے سات سو ایسی کتابوں میں اس حدیث کا ذکر ہے۔ یہ تواتر کے دور سے بھی نکل چکی ہے۔ غالباً اتنی مستند اور اتنی ثقہ حدیث بہت کم نظروں سے گزری ہوگی۔ ان تمام لوگوں نے جنہوں نے اس کو مروی کیا ہے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ، دو، تین، چار سن ہجری سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں حدیث کا

ترجمہ کرتا ہوں: ''میں تم میں دوگراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ یعنی کتاب اللہ اور اپنی آل۔ عترت اور اپنے اہل بیت۔ اگر ان سے تمسک کروگے تو قیامت تک گمراہ نہیں ہوگے۔ بیشک یہ دونوں اکٹھے رہیں گے۔ حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس اکٹھے وارد ہوں۔'' حضور والا! جیسا کہ میں نے پہلے حوالوں سے پڑھا ہے کہ مہدی عترت رسول میں سے ہوگا۔ یہ حدیث ثقلین عترت رسول ﷺ کو واضح کرتی ہے۔

میں بات مختصر کرتے ہوئے دو چار حوالے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا اور یہ سوال پوچھوں گا کہ اگر عترت رسول ﷺ میں سے (مرزا صاحب) نہیں تھے؟ اگر مجہول النسب تھے؟ تو ان کی نبوت کی وہ بنیاد ہی......

Mr. Chairman: Short Break for fifteen minutes for tea. We will reassemble at 12:15 p.m.

(مسٹر چیئرمین: چائے کے لئے پندرہ منٹ کا مختصر وقفہ۔ ہم سوا بارہ بجے دوبارہ اجلاس شروع کریں گے)

The special Committee adjourned for tea break to reassemble at 12:15 p.m.

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس چائے کے وقفہ کے لئے دوپہر سوا بارہ بجے تک ملتوی کر دیا گیا)

The special Committee ressembled after tea break. Mr.Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس چائے کے وقفے کے بعد دوبارہ شروع ہوا۔ جناب چیئرمین صاحبزادہ فاروق علی اجلاس کی صدارت کررہے ہیں)

جناب چیئرمین: ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری!

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: جناب چیئرمین! میں حدیث ثقلین کی بات کر رہا تھا۔ جس میں میں نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا کہ کوئی نبی یا مہدی نہیں آسکتا جب تک کہ وہ عترت رسول ﷺ نہ ہو اور حدیث ثقلین اس پر وارد نہ ہوتی ہو۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ بہت سے حوالہ جات بھی لایا تاکہ میں اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرسکوں اور جناب والا! میں قدرے فخر سے یہ حوالہ جات پیش کروں گا کہ غالباً اتنے حوالہ جات کسی ایک حدیث کے لئے بہت کم اکٹھے ہوئے ہوں گے۔ چار، پانچ حوالے پڑھنے کے بعد یہ حوالہ جات کا دفتر میں آپ کی خدمت میں جمع کرادوں گا تاکہ یہ بھی یہاں پر ریکارڈ رہے اور وہ دوست جو حدیث ثقلین کی سند دیکھنا چاہیں۔ وہ اپنے ذوق کی تسکین کرسکیں اور میری بات پایۂ ثبوت تک پہنچ سکے۔

مخرجین حدیث ثقلین۔ سید بن مسروق السعی سن وفات ۱۲۶ھ۔ جو راوی صحابی ہیں۔ وہ زید بن ارقم ہیں۔ حوالہ جات صحیح مسلم رکن بن زبیع بن العمیلہ، سن وفات ۱۳۱ھ، صحابی زید بن ثابت۔ حوالہ مسلم، احمد حنبل، ابوھیان یحییٰ بن سعید بن حیان۔ سن وفات ۱۴۵ھ۔ حوالہ مسلم، احمد حنبل۔ صحیح مسلم عبدالملک بن ابی سلطان سن ۱۴۵ھ، صحابی راوی ابوسعید الخذری، مسلم، احمد، حنبل۔ محمد بن اسحاق بن لسا المدنی۔ اسرائیل بن یونس ابو یوسف الکوفی۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الکفی۔ محمد بن طلحہٰ بن معارف العانی الکوفی۔ ابوغبانہ وذاہب بن عبداللہ والعشری۔ شریک بن عبداللہ والقاض۔ علی ھذا القیاس!

جناب چیئرمین! بے شمار حوالہ جات ہیں۔ اس میں کم سے کم چار سو صحابہ کرامؓ کے نام درج ہیں۔ پانچ سو، چھ سو کتابوں کے حوالہ جات ہیں۔ جناب والا! اس سے میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اپنی تمام بحث کو سمیٹتا ہوں، Conclude کرتا ہوں۔ بحوالہ آیات قرآنی ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں جناب والا! کہ:

۱...... نبی نجیب الطرفین ہوتا ہے۔

۲...... نبی کا سلسلہ نسب واضح ہوتا ہے۔

۳...... نبی پر کبھی بھی جہالت وارد نہیں ہوتی۔

۴...... یہ لازمی ہے کہ نبی کی حفاظت اور اطاعت فطرت خود کرے۔

۵...... بطن مادر میں اور صلب پدر میں نبی ہوتا ہے۔

۶...... نبوت وہبی ہوتی ہے، کبھی بھی کسبی نہیں ہوتی۔

۷...... ایک اور بات کی حضور والا! یہاں صراحت کرتا جاؤں، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحیی یوحی'' ﴿نہیں بولتے نبی کریم اپنی خواہش سے، سوائے وحی الٰہی کے۔﴾

حضور! نطق اور کلام میں فرق ہے۔ کلام وہ چیز ہوتی ہے جس میں زبان الفاظ کو کسی مفہوم یا کسی تواتر کے ساتھ ادا کرتی ہے۔ لیکن حضور والا! نطق اسے کہتے ہیں جو بے معنی بھی ہو۔ مثلاً میں کہتا ہوں کہ روٹی ووٹی، پانی وانی، جانا وانا، تو اس میں جو مہملات ہیں۔ وہ بھی ینطق میں شامل ہیں۔ حتیٰ کہ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جناب والا! سوتے ہوئے خراٹے لینا بھی ینطق ہے۔ نبی کا بروئے قرآن ینطق بھی جو ہے حضور والا! قرآن حکیم نے اس کو وحی الٰہی قرار دیا ہے۔ اس سیاق وسباق کو اگر ہم اس نبی کے سیاق وسباق سے لگائیں جس نے اس دور میں آکر مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کیا اور جھوٹے الہامات اور رویائے کاذبہ کو رویائے صادقہ کے روپ میں پیش کر کے جو مس گائیڈنس یا گمراہی پھیلائی۔ اسی پیمانے سے ہم اس کو ماپ سکتے ہیں۔ تو حضور والا! پتہ چلتا ہے کہ حق کہاں ہے اور باطل کہاں ہے۔ یعنی حق آگیا اور باطل چلا گیا۔ یقیناً باطل ہے بھی جانے والی شے۔

اس کے بعد جناب والا! آٹھویں نشانی! نبوت کی یہ ہے کہ نبی مجہول ومبہم کبھی نہیں ہوتے۔ نویں نشانی! اس کی یہ ہے کہ پیدائش اور موت نبی کریم کی، یا کوئی بھی نبی ہو، ہمیشہ مسعود ومبارک ہوتی ہے۔ دسویں! اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا سلسلہ نسب عارفین وانعام یافتگان سے ہوتا ہے۔ اگر باپ نبی ہے، یا دادا نبی ہے، یا نانا نبی ہے، یا ماں صدیقہ ہے، یا دادی صدیقہ ہے، یعنی طاہرین کا، معصومین کا اور انعام یافتگان کا ایک سلسلہ ہوتا ہے حضور والا! جو کہ چلتا ہے۔

اس کے بنا نبی نہیں آتا۔ یہ قانون قرآن کے خلاف ہے، یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ ایک اور دلچسپ بات میں عرض کرتا جاؤں ضمناً وہ بھی نبی کی پہچان ہے کہ اگر کسی بھی نبی کے جسم کی ہڈی آسمان کے نیچے ننگی ہو جائے تو اس وقت بادل آجاتے ہیں، بارش برستی ہے۔ اس کے لئے بھی میں ۲،۳ سو حوالے پیش کروں گا۔ جب کسی نبی کی ہڈی ننگی ہوئی اور ہڈی اس کی باہر برآمد ہوگئی۔ بارش آئی، طوفان آیا، حتیٰ کہ وہ ہڈی پھر کوّر ہوگئی۔ قدرت کاملہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کے پاک وجود کی ہڈی کی بے حرمتی ہو۔ اس کو ہمیشہ باران رحمت چھپا لیتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کسی کاذب نبی کی ہڈی نکالی جائے اور باران رحمت کا تماشہ دیکھا جائے۔ لیکن میں ثبوت میں پیش کر سکتا ہوں۔

اس کے بعد نبوت کے سلسلے میں، میں عرض کروں گا کہ یہ بھی قرآنی تصریح ہے کہ نبی کی بشارت بہت پہلے مل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں ہزاروں برس پہلے جناب ناموس موسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی۔ جناب عیسیٰ عمران کی بشارت دی گئی اور حضور رسالت مآب ﷺ کی بشارت دی گئی۔

جناب والا! ایک اور بات جواز روئے قرآن ہم سے ثابت ہوتی ہے کہ نبی کو اس کی موت کے بعد کاذب نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ یا نبی کو اس کی اتمام حجت کے بعد کاذب نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اگر کاذب ٹھہرائیں گے اور وہ فی الحقیقت نبی ہے تو عذاب آکر رہے گا۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا آیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کا آیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کا آیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کا آیا۔ یا اسے ماننا پڑے گا یا عذاب آئے گا۔ اگر یہ سچے نبی تھے۔ جو کہتے تھے کسی زمانے میں کہ ''چھوڑو، مردہ علی کی بات نہ کرو، چھوڑو، مردہ حسین کی بات نہ کرو۔'' کیا ہم یہ تصریح نہ لائیں، یہ دلیل نہ لائیں کہ ''چھوڑو، مردہ مرزا صاحب کی بات نہ کرو۔ وہ بھی پرانے مردے ہوگئے۔ ان کا کیا ذکر کرنا۔'' نہ عذاب آیا، نہ ہدایت آئی، یہ کیسے نبی ہیں؟

جناب والا! بہرحال یہاں پر ایک اور بات قرآنی لحاظ سے عرض کرنا چاہتا ہوں اور بات ضمناً عرض کردوں کہ مشکوٰۃ شریف اور ابوداؤد اور ترمذی کا ایک اور حوالہ میرے ہاتھ آیا ہے کہ بتحقیق رسالت مآب علیہ السلام نے فرمایا کہ مہدی ہر حال میں آل رسول اور بنو فاطمہ میں سے ہوں گے اور اس کے بعد اگلی روایت ہے، حدیث سے کہ عیسیٰ بہ نصرت مہدی آئیں گے۔ مہدی سات برس حکمرانی، عالمی حکمرانی کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھردیں گے۔ کوئی حاجت منداور مظلوم نہیں رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس رہیں گے۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں نبوت کے ان دعویداروں سے کہ زمین پر کوئی حاجت مند نہیں رہا؟ کیا انسانی مسائل ختم ہوئے ہیں؟ کیا عدل ہورہا ہے؟ کیا لڑائیاں نہیں ہورہی ہیں؟ کیا ان کی بعثت کے وقت کے بعد سے عالمی جنگیں نہیں لڑی گئیں؟ یہ کہتے تھے کہ جہاد بند کردو۔ مجھے بتائیں کہ کیا فلسطین نہیں لٹا؟ کیا بیت المقدس نہیں برباد ہوا؟ کیا کیا کچھ نہیں ہوا ہے۔ عالم اسلام پر کیا کیا چرکے نہ چل گئے۔ انہوں نے کہا کہ جہاد ضروری نہیں ہے تو جہاد کب کریں گے؟ کیا قبروں میں جانے کے بعد کریں گے؟ عدل کہاں آیا ہے؟ عالمی حکمرانی کہاں آئی ہے؟ کہاں زمین انصاف سے بھرگئی ہے؟ حضور والا! یہ بات بھی نہیں ہوئی ہے۔ اس چیز سے بھی ثابت ہوا ہے حدیث کی رو سے بھی کہ یہ نبی جو تھے چاہے بروزی اور ظلی تھے، جو بھی چیز تھے۔ کاذب نبی تھے۔

اس کے بعد حضور والا! علامہ محمود الصارم، مصر کا ایک حوالہ عرض کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ بروزی اور ظلی نبوت کوئی شے نہیں۔ نہ کبھی کوئی بروزی نبی آیا ہے اور نہ کبھی کوئی بروزی نبی آئے گا۔ نہ جناب ابراہیم علیہ السلام کا کوئی بروز آیا اور نہ آل ابراہیم کا کوئی بروز آیا۔ نہ کوئی بروز علی رضی اللہ عنہ کا آیا نہ کوئی بروز حسین رضی اللہ عنہ کا آیا۔ نہ کوئی بروز جناب صدیق رضی اللہ عنہ کا پیدا ہوا اور نہ کوئی بروز جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پیدا ہوا اور بروز کون سا آئے گا۔ یہ زرتشتی کا عقیدہ ہے، یہ ہندوآنہ طریقہ ہے۔ آواگوان کا یہ مسئلہ ہے، تناسخ کا مسئلہ ہے، اور یہ وہی آدمی پیش کرسکتا ہے جو مجہول الذہن ہو، مجہول الفہم ہو۔

اور ایک بات عرض کروں گا یہاں پر جس کو ابھی تک بحث میں نہیں لیا گیا۔ اس نبی، اس بیسویں صدی کے نبی نے فرمایا کہ مہدی اور عیسیٰ دونوں اس (کی) شخصیت میں اکٹھے ہوگئے ہیں۔ حالانکہ حضور! تواتر سے ثابت ہے۔ متواترات سے ثابت ہے کہ

مہدی کی اور شخصیت ہے، جناب عیسیٰ علیہ السلام کی اور شخصیت ہے۔ یہ دو الگ شخصیتیں ہوں گی۔ ان کے نشانات علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو آسمان سے نازل ہوں گے۔ دمشق میں اتریں گے۔ فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ ہوں گے۔ دو زرد چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ سرخ وسفید رنگ کے ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ نماز صبح کی اقامت کریں گے۔ یہودیوں کو شکست دیں گے۔ جزیہ بند کریں گے۔ حج کریں گے۔ گھاٹی سے لبیک کریں گے۔ شادی کریں گے۔ مسلمان ان کے جنازہ میں شرکت کریں گے۔ روضہ نبی ﷺ میں مدفون ہوں گے۔ عیسیٰ ابن مریم روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ کیا خنزیر قتل ہوگیا؟ کیا صلیب ٹوٹ گئی ہے۔ کیا یہ کلمۃ اللہ تھے؟ کیا یہ روضہ نبی ﷺ میں مدفون ہوگئے؟

حضور والا! یہ بگڑی ہوئی نفسیات ہے۔ یہ ایک ایسی نفسیات ہے جس نفسیات کو اللہ ہی سنبھالے۔ یہ ایک بہت بڑا انتشار تھا۔ یہ ایک بہت بڑی عالم اسلام کے ساتھ سازش تھی۔ ناموس پیغمبر کے ساتھ یہ بہت بڑا گھناؤنا کھیل تھا۔

قادیانیوں سے مباہلہ کا چیلنج

میں یقین سے کہتا ہوں، ان شاء اللہ، میں اس ایوان میں کہتا ہوں کہ میں اس ایوان میں مباہلے کے لئے بھی تیار ہوں۔ تمام مرزائیوں سے کہ آؤ، ہم ایک دوسرے پر لعنت کریں۔ لے آؤ تم اپنے بیٹوں کو، لے آتے ہیں ہم اپنے بیٹوں کو۔ لے آؤ تم اپنے نفسوں کو، لے آتے ہیں ہم اپنے نفسوں کو۔ لے آؤ تم اپنی عورتوں کو، لے آتے ہیں ہم اپنی عورتوں کو اور ایک دوسرے پر لعنت کریں۔ میں اس مباہلے کے لئے تیار ہوں۔ (ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Chairman:* *This is not within the jurisdiction of the Assembly.

(جناب چیئرمین: یہ اسمبلی کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے)

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: حضور والا! میں اپنی بات کو کنکلوڈ کرتے ہوئے......

Mr. Chairman:* *The honourable members may clap their desks. but this is not right to have Mubahala.

(جناب چیئرمین: معزز ممبران اپنے ڈیسک بجاسکتے ہیں۔ لیکن مباہلہ کرنا ٹھیک نہیں ہے)

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: میں ایک حدیث کا حوالہ دوں گا۔

Mr. Chairman:* *I think, now you should conclude.

(جناب چیئرمین: میرا خیال ہے، آپ کو اپنی بات مکمل کر دینی چاہئے)

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: ختم نبوت کامل میں سے......

Mr.Chairman:* *You need not go into this because the Assembly is unanimous that the Holy Prophet was last of the Prophets, because almost House has given its verdict on that. We are here to determine the status of Qadianis. That is all. What ever

you have said, there was no need of saying that.

(جناب چیئرمین: آپ کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر تھے۔ اسمبلی اس معاملہ پر اپنا فیصلہ دے چکی ہے۔ ہم قادیانیوں کی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے موجود ہیں۔ جو کچھ آپ نے کہا اس کی کوئی ضرورت نہ تھی)

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ آخر میں شاید میرا موضوع تلخ ہوگیا ہے۔ اس تلخی کو کم کرنے کے لئے حضور! آپ کو ایک فرضی نبی کا قصہ سناتا جاؤں۔

بابر کے دربار میں ایک نبی آیا۔ انہوں نے کہا میں نبی اللہ ہوں۔ مجھ پر ایمان لاؤ۔ بابر نے کہا کہ اچھا بھائی! ایمان لے آتے ہیں۔ بتاؤ تمہارا معجزہ کون سا ہے؟ کہنے لگا ابھی بتاتا ہوں۔ بابر نے کہا کہ ابراہیم خلیل اللہ والا معجزہ دکھاؤ۔ تمہیں ہم آتش نمرود میں ڈالتے ہیں۔ آگ کے تنور میں ڈالتے ہیں۔ بچ گئے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ حضور! وہ پرانے وقتوں کے نبی تھے۔ کیا آپ دقیانوسی باتیں کرتے ہیں۔ یہ معجزہ پرانا ہوگیا ہے۔ کوئی تازہ معجزہ طلب کیجئے۔ بابر نے کہا اچھا بھائی! ٹھیک ہے۔ عصائے موسوی لاؤ۔ ید بیضا لاؤ۔ انہوں نے کہا جناب! یہ باتیں بڑی پرانی ہوگئی ہیں۔ چھوڑیئے، کوئی نیا معجزہ طلب کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ چلو، جناب عیسیٰ علیہ السلام والا معجزہ دکھاتا ہوں۔ جی ابھی دکھاتا ہوں۔ ابھی وزیراعظم کی گردن اتارتا ہوں اور ابھی جوڑ دیتا ہوں۔ وزیراعظم بابر سے بولے کہ حضور! میں اس نبی پر بغیر گردن اتروائے ایمان لے آیا۔''

جناب والا! یہ نبوت بڑی آسان ہے۔ حضور والا! ان لوگوں کی نبوت یہ ہے۔ ان کی منطق یہ ہے کہ شان رسالت مآب ﷺ گھٹادو۔ وہ ایک لطیفہ سنتے آئے ہیں......

***Mr. Chairman:** That is all.*

(جناب چیئرمین: یہ بہت ہے آپ بس کریں)

ہم لطیفوں کے لئے نہیں بیٹھے ہیں۔ آپ چسکے لیتے ہیں۔ میاں محمد عطاء اللہ! آپ بھی تقریر کرنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری: جناب والا! میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا تھا۔ اپنی تجویز پیش کر کے ختم کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: کہیں، کہیں۔ جو کچھ کہنا ہے۔

جناب ایس محمود عباس بخاری: جناب چیئرمین! میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ ان تمام دلائل و براہین کے پیش نظر، اگرچہ میں نے یہ باتیں اجمالاً کی ہیں۔ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس فرقے کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ان کا لٹریچر ضبط کیا جائے۔ ان کی تبلیغ جو کہ انتشار وضلالت پھیلا رہی ہے، اس کو بند کیا جائے۔ جو قرآن وسنت کے منافی ہے۔ ہر طرح سے اس فرقے کے گمراہ کن افتراق وانتشار کو روکا جائے اور رسالت مآب ﷺ کی دعائیں لی جائیں۔

بمصطفیٰ برسید خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

جناب! بہت بولہبی ہو جائے گی۔ اگر ہم نے ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت نہ کی۔ شکریہ!

(قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ جلد پنجم ص۲۴۵۷ تا ۲۴۷۶)

(۲۱۸۵) محمود علی قصوری، جناب میاں

(پیدائش: ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۱۰ء، قصور ...... وفات: ۱۳؍ اپریل ۱۹۸۷ء)

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ بھٹو صاحب کی پہلی کابینہ میں وفاقی وزیر قانون تھے۔ آپ نامور قانون دان تھے۔ آپ کا خاندانی پس منظر مذہبی ہے۔ قصور سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد گرامی مولانا لال حسین اختر کے ساتھی تھے۔ اس حوالے سے مولانا لال حسین اختر آپ سے ملے۔ وفاقی وزیر قانون کے نام یادداشت کے نام سے ان کو بھجوائی۔ ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین کی تیاری میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے عمل میں دل و جان سے پیش پیش رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا مودودی، مولانا عبدالستار خان نیازی اور دیگر تحریک کے رہنماؤں کے مقدمات کے خلاف ان رہنماؤں کے وکیل رہے۔ ردقادیانیت پر بھرپور معلومات رکھتے تھے۔ پیپلز پارٹی سے تحریک استقلال میں چلے گئے اور پھر آخرت کو سدھار گئے۔

(۲۱۸۶) محمود علی (کپورتھلہ)، جناب پروفیسر محمد

پروفیسر سید محمود علی صاحب کا مرتب کردہ ایک رسالہ ہے۔ لاہوری مرزائی جماعت کے گرو مولوی محمد علی لاہوری ایم.اے نے ''ہمارے عقائد اور ہمارا کام'' کے نام پر رسالہ مرتب کر کے تقسیم کیا۔ جہاں اور حضرات کو یہ رسالہ بھجوایا ہوگا وہاں سید محمود علی صاحب کو بھی یہ رسالہ بھجوایا۔ آپ نے اس پر محاکمہ قائم کیا تھا جو ''احمدیہ اسلامی محاکمہ'' کی شکل میں شائع ہوا۔ پروفیسر سید محمود علی، راندھیر کالج کپورتھلہ سے ریٹائرڈ تھے۔ آپ نے ستمبر ۱۹۳۶ء میں یہ رسالہ تحریر کیا۔ رسالہ کیا ہے مرزا قادیانی کے متبعین لاہوریوں کی تردید میں تیر بہدف نسخہ، اتنا شستہ اور دلنشیں انداز کہ جی خوش ہوا جائے۔ ستتر سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں اشاعت کی سعادت پر دل مارے خوشی کے بلیوں اچھل رہا ہے۔

(۲۱۸۷) محمود علی، جناب

(پیدائش: یکم ستمبر ۱۹۱۹ء، سلہٹ ...... وفات: ۱۷؍ نومبر ۲۰۰۶ء)

قائداعظم کے دیرینہ ساتھی تحریک پاکستان کے ممتاز مجاہد محمود علی وفاقی وزیر مملکت برائے سماجی بہبود تھے۔ آپ کا بیان دربارہ قادیانیت ملاحظہ ہو: ''قادیانی کافر ہیں۔ یہ دنیا بھر کے علماء کا متفقہ فیصلہ اور پاکستان کے آئین کا حصہ ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی جدوجہد میں علماء اور محبّ اسلام جماعتوں کا کردار قابل تحسین ہے۔'' (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد، مؤرخہ ۲۷؍ اپریل ۱۹۹۰ء)

(۲۱۸۸) محمود، حضرت مولانا مفتی

(پیدائش: فروری ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۸۰ء)

مولانا مفتی محمود کا تعلق افغان قبیلہ ناصر سے تھا۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی خلیفہ محمد صدیق تھا۔ مولانا محمد صدیق صاحب کا تعلق خانقاہ موسیٰ زئی شریف اور خانقاہ یٰسین زئی پنیالہ کے حضرات سے تھا۔ اسی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبدالعلیم

صاحب کے آپ خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا خلیفہ محمد صدیق کے گھر پنیالہ میں حضرت مولانا مفتی محمود پیدا ہوئے۔

حضرت مفتی صاحب نے قرآن مجید، فارسی اپنے والدگرامی سے جب کہ پنیالہ مڈل سکول سے ۱۹۳۳ء میں مڈل پاس کیا۔ سکول کی اتنی تعلیم کے بعد ابا خیل مولانا عبدالعزیز شاہ سے تین سال پڑھتے رہے۔ اس کے بعد خانقاہ یٰسین زئی میں اپنے والدگرامی، مولانا شیر محمد اور مولانا غلام فاضل دیوبند سے ہدایہ تک کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں داخل ہوئے۔ مولانا عجب نور، مولانا سید محمد میاں، مولانا فخرالدین مرادآبادی، مولانا عبدالرحمٰن روپڑی سے دورۂ حدیث پڑھا۔ فراغت کے بعد آپ نے عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کے ایک مدرسہ میں پڑھانا شروع کیا۔ پھر ابا خیل کے مدرسہ میں منتقل ہوگئے۔ ابا خیل میں مولانا عبدالعزیز شاہ صاحب سے بیعت ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز شاہ خانقاہ یٰسین زئی کے صاحبزادگان میں سے تھے۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت دوست محمد قندھاروی سے مجاز تھے۔ مولانا عبدالعزیز شاہ نامور عالم اور پیر طریقت تھے۔ وہ خانقاہ یٰسین زئی سے ابا خیل بنوں میں منتقل ہوئے۔ یہاں حضرت مفتی صاحب پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ بیعت بھی ہوئے اور آپ کو ان سے اربعہ سلاسل میں خلافت بھی ملی۔

حضرت مفتی صاحب ابا خیل مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے کہ استاذ و مرشد مولانا سید عبدالعزیز شاہ صاحب کے حکم پر عبدالخیل ڈیرہ اسماعیل خان کی مسجد کی امامت اختیار فرمالی۔ ۱۹۵۲ء میں آپ مدرسہ قاسم العلوم ملتان تشریف لائے۔ حضرت مولانا عبدالخالق سابق استاذ دارالعلوم دیوبند اور بانی دارالعلوم کبیروالا ان دنوں قاسم العلوم کے شیخ الحدیث تھے۔ مولانا عبدالخالق صاحب بخاری شریف اور مفتی محمود صاحب مسلم شریف پڑھاتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالخالق صاحب کے کبیروالا چلے جانے کے بعد آپ صدرالمدرسین اور جامعہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث اور پھر مہتمم بھی رہے۔ یہاں ایسے تشریف لائے کہ زندگی کے آخری سانس تک یہاں سے تعلق منقطع نہیں ہوا۔

مولانا سید حامد میاں، مولانا محمد موسیٰ خان، مولانا محمد رمضان (میانوالی)، مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا قاری محمد حنیف ملتانی، مولانا نور محمد (وانا)، مولانا محمد اکبر خاں شیخ الحدیث قاسم العلوم، مولانا عبدالبر محمد قاسم، مفتی سید محمد انور شاہ، مولانا در محمد (بلوچستان)، مولانا فضل الرحمٰن ایسے نامور سینکڑوں علماء ومشائخ آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحب بنیادی طور پر جمعیۃ علماء ہند کے حضرات سے وابستہ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ضرورت محسوس ہوئی۔ ۱۹۴۵ء میں جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ میں قائم ہوئی۔ علامہ شبیر احمد اس کے سربراہ مقرر ہوئے۔ جمعیۃ علماء اسلام بنیادی طور پر مسلم لیگ کی ہمنوا تھی۔ پاکستان بننے کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی نے ۱۹۴۹ء ملتان میں علماء کرام کا اجلاس طلب کیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کا احیاء کرنا چاہتے تھے۔ قضاوقدر کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ آپ دسمبر ۱۹۴۹ء میں اللہ رب العزت کے حضور چل دیئے۔

پھر دسمبر ۱۹۵۲ء میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی نے ملتان میں جمعیۃ علماء اسلام کے احیاء کے لئے اجلاس منعقد کیا۔ مولانا احمد علی لاہوری صدر اور مولانا احتشام الحق تھانوی ناظم مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کے اوائل میں تحریک ختم نبوت چلی جس کے باعث جمعیۃ علماء اسلام کا کام پھر رک گیا۔ پھر اکتوبر ۱۹۵۶ء میں ملتان میں علماء کرام کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں پانچ سو سے زیادہ علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ اس میں حضرت عثمانی صاحب کی جمعیۃ علماء اسلام کے ذمہ داران جیسے حضرات مولانا خیر محمد جالندھری ایسے حضرات بھی شریک تھے۔ اسی اجلاس میں مولانا احمد علی لاہوری کو امیر، مولانا مفتی محمود کو نائب امیر اور مولانا غلام غوث ہزاروی کو مرکزی ناظم

اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد جمعیۃ علماء اسلام نے پاکستان میں جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا انمٹ حصہ ہیں۔ اس میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے وجود گرامی کو بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ وفاق المدارس کی تنظیم میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ وہ دنیا جانتی ہے۔ پاکستان کو اسلامی نظام دینے، اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل، تحریک نظام مصطفیٰ میں حضرت مفتی صاحب کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ آپ نے سرحد کی وزارت علیاء کے دور میں جو خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلی تحریک جس میں حضرت مفتی صاحب نے حصہ لیا۔ وہ ۱۹۵۳ء کی ختم نبوت کی تحریک تھی جو خالصتاً ایک دینی و مذہبی تحریک تھی۔ جس میں ہزاروں علماء ومشائخ اور لاکھوں عوام نے حصہ لیا۔ حضرت مفتی صاحب نے ناموس رسالت کی خاطر اس تحریک میں تقریباً ایک سال پس دیوار زنداں رہ کر سنت یوسفی پر عمل کیا۔ آپ کو ایک سال کی سزا ہوئی۔ آپ نے قریباً سات ماہ جیل میں گزارے۔ اس تحریک کے بعد حضرت مفتی صاحب، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا نصیرالدین غورغشتی، مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری اور دیگر حضرات کی طرح پاکستان میں سرگرم عمل ہوئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

اس تحریک میں حضرت مولانا مفتی محمود پہلی صف کے قائدین میں شامل تھے۔ پوری تحریک میں آپ کا وجود، جسم میں روح کا درجہ رکھتا ہے۔ ہر کام میں آپ پیش پیش تھے۔ تحریک کی قیادت کا سہرا محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے سر تھا۔ مگر قومی اسمبلی میں تحریک کا معرکہ مفتی صاحب لڑ رہے تھے۔ مفتی صاحب کے لئے دن رات کا چین دور ہو گیا تھا اور مسلسل شب وروز کی محنت سے تحریک کے اصل مقصود حاصل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ عامتہ المسلمین سے رابطہ رکھتے اور لاکھوں کے اجتماعات سے خطاب بھی فرماتے۔ علماء وقانون دانوں سے مشورہ بھی کرتے اور سرکاری وغیر سرکاری لوگوں کے احساسات کو بھی مدنظر رکھتے۔ پھر بات یہاں تک ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے پیشوا مرزا ناصر پر بھی گرفت کرتے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس موقعہ پر اسمبلی کے اندر اور باہر جس محنت اور تدبر سے یہ معرکہ لڑا وہ حقیقتاً مفتی صاحب کا ہی حق تھا اور بلاشبہ اس پر وہ پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس تحریک کی ابتداء ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن کے واقعے سے ہوئی تھی۔ جہاں قادیانیوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ کو پیٹا اور زبردست تشدد کیا۔ اس پر ملک بھر میں شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا اور قادیانی ہنگاموں اور جلوسوں سے تنگ آ کر چھپتے پھرنے لگے۔ مگر جب تحریک قابو سے باہر ہوتی ہوئی نظر آنے لگی تو حکومت اس مسئلہ کو قومی اسمبلی میں لے گئی۔ چنانچہ ۳۰؍جون ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے لئے ایوان میں حزب اختلاف کے جن ۳۷؍ارکان نے قرارداد پیش کی گئی ان میں مفتی صاحب کا نام سرفہرست تھا۔ قرارداد کے بعد اس مسئلہ کے حل کے لئے اسمبلی کے اجلاس میں ایک ''رہبر کمیٹی'' تشکیل دی گئی۔ قادیانیوں نے وزیراعظم سے درخواست کی کہ اسمبلی میں ہمارا مؤقف بھی سنا جائے۔ چنانچہ مرزا ناصر اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کو طلب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے

پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کے روبرو حزب اختلاف کی ترجمانی کا شرف حضرت مفتی صاحب کو عطاء فرمایا۔ مولانا مفتی محمود نے قومی اسمبلی میں قادیانیوں پر جرح اور امت مسلمہ کے مؤقف کو ایسے طور پر پیش کیا کہ دوست ودشمن آپ کی خداداد صلاحیتوں کے معترف ہوگئے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے اس تحریک میں وہ کام لیا کہ آپ کے شب وروز کا ایک ایک لمحہ رحمت کائنات ﷺ کی عزت وناموس کے لئے وقف ہوگیا۔ آپ نے قومی اسمبلی میں قادیانی ولاہوریوں کے مؤقف ناموں کے بعد جب جواب کے طور پر امت مسلمہ کا تحریری مؤقف پیش کیا تو ایوان اسمبلی کے درودیوار جھوم اٹھے۔ ۷ر ستمبر کو اسمبلی نے فیصلہ سنانا تھا۔ چنانچہ ۶ر ستمبر کی صبح کو مسٹر بھٹو نے مولانا مفتی محمود سمیت سب کمیٹی کے چھ ارکان کو پرائم منسٹر ہاؤس بلایا جہاں دو گھنٹے کی مسلسل گفتگو کے باوجود بنیادی نقطۂ نظر پر اتفاق رائے کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ پھر ۶ر ستمبر کی شام کو مذاکرات ہوئے۔ رات ایک بجے جا کر متفقہ قرارداد کا مسودہ فائنل ہوا۔

تاریخی فیصلہ

۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء ہماری تاریخ کا وہ یادگار دن ہے جب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے شہیدان ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور ہماری قومی اسمبلی نے اپنی تاریخ میں پہلی بار ملی امنگوں کی ترجمانی کی اور عقیدۂ ختم نبوت کو آئینی تحفظ دے کر قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔ اس روز دستور کی دفعہ ۲۶۰ میں اس تاریخی شق کا اضافہ ہوا۔

''جو شخص خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان نہ رکھتا ہو اور محمد ﷺ کے بعد کسی بھی معنی ومطلب یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو یا اس قسم کا دعویٰ کرنے والے کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو وہ آئین یا قانون کے ضمن میں مسلمان نہیں ہے۔''

دستور ۱۰۶ کی شکل یوں بنی: ''بلوچستان، پنجاب، سرحد اور سندھ کے صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں میں ایسے افراد کے لئے مخصوص فاضل نشستیں ہوں گی جو عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ اور پارسی فرقوں اور قادیانی گروہ یا لاہوری افراد (جو اپنے آپ کو ''احمدی'' کہتے ہیں) یا شیڈول کاسٹس سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلوچستان (۱)، سرحد (۱)، پنجاب (۳)، سندھ (۲)''

ان دستوری ترامیم کے علاوہ یہ تین سفارشات آئیں:

۱...... تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ (الف) میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔ ''کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق نمبر ۳ کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف اقرار، عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔''

۲...... متعلقہ قوانین مثلاً نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں قانون سازی اور ضابطے کے ذریعہ ترامیم کی جائیں۔

۳...... تیسری سفارش عمومی نوعیت کی تھی، جس میں دستور میں پہلے سے دی گئی ضمانت کو دھراتے ہوئے کہا گیا تھا کہ: ''پاکستان کے تمام شہریوں، خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان ومال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے۔''

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ان آئینی ترامیم کے حق میں تمام ووٹ آئے۔ جب کہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہ ڈالا گیا۔

مبارک باد

اس تاریخی فیصلے کے اعلان کے بعد اسمبلی کے ایوان میں تمام اہم راہنماؤں نے اپنے تأثرات بیان کئے۔

مفتی صاحب نے کہا: ’’اس فیصلے پر پوری قوم مبارک باد کی مستحق ہے۔ اس پر نا صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام میں اطمینان کا اظہار کیا جائے گا۔ میرا خیال ہے مرزائیوں کو بھی اس فیصلے کو خوش دلی سے قبول کر لینا چاہئے۔ کیونکہ اب انہیں غیر مسلم اقلیت کے جائز حقوق ملیں گے۔ جہاں تک کریڈٹ کا سوال ہے یہ مسئلہ قومی بنیادوں پر تمام تر سیاسی اختلافات سے بالاتر ہو کر طے کیا۔ اس مسئلے کے حل میں ارکان قومی اسمبلی اور سینٹ نے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ مجلس عمل نے پروقار جدوجہد جاری رکھی۔ حالانکہ فائرنگ ہوئی۔ لوگ شہید ہوئے۔ لاٹھی چارج، گرفتاریوں اور تشدد کے تمام واقعات کے باوجود خود ردعمل کا شکار ہو کر تشدد کا راستہ اختیار نہ کیا۔ سیاسی طور پر تو میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ الجھے ہوئے مسائل کا حل بندوق کی گولی میں نہیں، مذاکرات کی میز پر ہے۔‘‘

پہلے گزر چکا ہے کہ قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود نے امت مسلمہ کا مؤقف نامی کتاب پڑھ کر سنائی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ربوہ اور لاہوری پارٹی کے مرزائی سربراہوں نے اپنا اپنا مؤقف قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ امت محمدیہ کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کی زیرنگرانی مولانا محمد حیات، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری نے مرزائیت سے متعلق مذہبی وسیاسی مواد جمع کیا۔ جس سے مرزائیت کی مذہبی وسیاسی حیثیت کو سمجھا، پرکھا، ناپا تولا جاسکتا ہے۔ مذہبی حصہ کی ترتیب وتدوین حضرت مولانا محمد تقی عثمانی جسٹس سپریم کورٹ وفاقی شرعی عدالت اور سیاسی حصہ کی ترتیب وتدوین مولانا سمیع الحق ممبر سینٹ آف پاکستان نے کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فوری طور پر اسّی ہزار روپے کی لاگت سے اسے شائع کر دیا۔ جسے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود نے قومی اسمبلی میں پڑھا۔ یہ کتاب ردقادیانیت پر لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ اسے عربی، انگریزی میں بھی جماعت نے شائع کیا۔ اکوڑہ خٹک ومکتبہ امدادیہ ملتان نے اس کا اردو ایڈیشن شائع کیا۔

اب اسے احتساب قادیانیت کی جلد۱۵ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ اللہ رب العزت حضرت مولانا مفتی محمود مفکر اسلام سے اس تعلق کو ہمارے لئے سعادت دارین کا باعث بنائیں۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب مرحوم کی ردقادیانیت پر تصنیف لطیف ’’المتنبی القادیانی‘‘ عربی میں ہے۔ یہ کتاب مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی خواہش وفرمان پر آپ نے عرب ممالک کے باشندگان کو قادیانی فتنہ کی سنگینی سے باخبر کرنے کے لئے تحریر فرمائی۔ لیتھو کتابت پر اوّل ایڈیشن شائع ہوا۔ بعد میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی وامیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی نظرثانی سے کمپیوٹر ایڈیشن بھی مجلس نے شائع کیا۔ لیکن ہم نے اصل کتاب کی لیتھو کتابت کا عکس شائع کیا ہے تاکہ اصل تبرک حضرت مولانا مفتی محمود کا محفوظ ہو جائے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک عقیدت مند نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ فرمایئے حضرت! کیسے گزری؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ ساری زندگی قرآن وحدیث کی تعلیم میں گزری۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشش وکاوش کی۔ وہ سب اللہ رب العزت کے ہاں بحمدہٖ تعالیٰ قبول ہوئیں۔ مگر نجات اس محنت کی وجہ سے ہوئی جو قومی اسمبلی میں مسئلہ ختم نبوت کے لئے کی تھی۔ ختم نبوت کی خدمت کے صدقے اللہ تعالیٰ نے بخشش فرمادی۔

ظہر کے قریب جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حضرت مفتی صاحب کا وصال ہوا۔ اسی روز عشاء کے بعد حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحئی صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اگلے روز ملتان میں نماز جنازہ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے پڑھائی۔ اسی روز ڈیرہ اسماعیل خان ایئرپورٹ پر مولانا عبیداللہ انور نے نماز جنازہ پڑھائی۔ چوتھی نماز جنازہ عبدالخیل میں آپ کے جانشین مولانا فضل الرحمٰن نے پڑھائی اور عام قبرستان میں رحمت حق کے سپرد ہوئے۔

حضرت قبلہ مفتی صاحب نے قادیانی مسئلہ کے حل کے لئے قومی اسمبلی میں ۳؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو یہ تقریر فرمائی:

جناب مولانا مفتی محمود کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولوی مفتی محمود: جناب چیئرمین! جہاں تک مرزائیوں کے غیرمسلم ہونے کا تعلق تھا اس پر تفصیل کے ساتھ بحث آچکی ہے۔ اس میں مزید اضافے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے گزارش تو یہ ہے کہ یہاں پر ہمیں اس ہاؤس میں سیاسی جماعتوں کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے سوچنا ہوگا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کو کسی سیاسی جماعت کی برتری کے لئے، کریڈٹ حاصل کرنے کے لئے قطعاً استعمال نہ کیا جائے اور اس کو خالص دینی اور مذہبی حدود میں رہ کر حل کیا جائے۔ تاکہ کوئی بھی شخص کل اس کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال نہ کرے۔ (مداخلت)

جناب چیئرمین: آپ ان کے پاس آکر بیٹھیں، پھر ان کی باتیں سنیں۔ جب یہ تقریر ختم کرلیں گے تو پھر بات کرنا۔

He is an honourable member of the House; he is making the proposals.

(وہ ایوان کے ایک معزز رکن ہیں۔ وہ تجاویز دے رہے ہیں)

ہر روز تو یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

Ch. Mumtaz Ahmad: I am sorry.

(چوہدری ممتاز احمد: میں معذرت خواہ ہوں)

مولوی مفتی محمود: جناب والا! یہاں پر ہمیں اس مسئلہ کو دستوری......

Mr. Chairman: Do you like, to be interrupted when you are speaking? Do you like anybody else to hoot you?

(جناب چیئرمین: کیا آپ پسند کریں گے کہ کوئی آپ کی گفتگو کے دوران قطع کلامی کرے؟ کیا آپ چاہیں گے کہ کوئی آپ پر آوازیں کسے؟)

چوہدری ممتاز احمد: سنتے نہیں۔

جناب چیئرمین: انہوں نے کہا ہے، آپ بھی کرلیں۔

When the time arises. When you are speaking in the Committee with good spirit, independent of any political consideratioin, the House Committee will decide this

matter in the best interest of the nation. If you are making a political threatre, then go ahead will it. Yes, Molvi Mufti Mehmood.

(جب اس کا وقت آئے گا جب آپ سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر نیک نیتی سے بات کریں گے تو ایوان کی یہ کمیٹی قوم کے بہترین مفاد میں مسئلے کا تصفیہ کرے گی)

مولانا مفتی محمود: اس مسئلہ کو ہم نے دستوری حیثیت سے حل کرنا ہوگا اور دستور میں ہمیں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ خواہ دستور میں کسی دفعہ کا اضافہ کیا جائے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دفعہ ۱۰۶ میں جہاں پر صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو نمائندگی دی گئی ہے وہاں پر عیسائیوں کا ذکر ہے، یہودیوں کا ذکر ہے۔ اس میں سکھوں کا، ہندوؤں کا، بدھ مت کا، جین کا بھی ذکر ہے۔ وہاں پر ان تمام جماعتوں کے ساتھ مرزائیوں کا بھی اضافہ کر دیا جائے اور اس کے بعد اس کی تعریف کی جائے۔ تعریف میں بالکل واضح بات ہے کہ مرزائیوں کی بالکل کھلی واضح تعریف ہے کہ جو شخص بھی مذہبی حیثیت سے مرزا غلام احمد کو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کو پیشوا تسلیم کرے، خواہ مجدد کی حیثیت سے، مسیح موعود کی حیثیت سے، مہدی موعود کی حیثیت سے، نبی کی حیثیت سے، تشریعی نبی کی حیثیت سے، یا غیر تشریعی نبی کی حیثیت سے، امتی نبی کی حیثیت سے، ظلی یا بروزی یا مجازی یا لغوی نبی کی حیثیت سے، کسی بھی حیثیت سے اسے مذہبی پیشوا تسلیم کیا جائے۔ وہ لوگ مرزائی کہلوائیں گے۔ تعریف بالکل یہاں پر واضح ہے۔

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ دستور میں کسی شخص کا نام نہیں لینا چاہئے۔ مثلاً ہم یہ کہیں کہ مرزا غلام احمد کو مذہبی پیشوا ماننے والے مرزائی ہیں۔ ان کا نام نہیں لینا چاہئے تو میں سمجھتا ہوں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ آخر اسی دستور میں ہم نے جہاں پر صدر اور وزیراعظم کے حلف کے الفاظ دیئے ہیں۔ وہاں جناب نبی کریم ﷺ خاتم النّبیین ﷺ کا اسم گرامی بھی ہے۔ ایک مسلمان کی تشخیص کے لئے وہاں اسکا ذکر کیا ہے۔ اس لئے اگر مرزا جو دعویٰ نبوت کر چکے ہیں، ان کے معتقدین کی تعریف کے سلسلے میں بھی ان کا نام لے لیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ صرف مرزائیوں کی تعریف نہ کی جائے۔ بلکہ عیسائیوں کی تعریف کر دی جائے۔ یہودی کی تعریف کی جائے۔ اس میں ہندو کی تعریف کر دی جائے۔ وہاں مرزائی کی تعریف بھی ہو جائے تو یہ سب کی تعریف کے ضمن میں یہ ایک بات آجائے گی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی برا محسوس نہیں کرے گا کہ بین الصوبائی سطح پر اس کا ذکر ہو تو معترض نہیں ہوگا۔

اس کے علاوہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں، جیسا کہ بعض چیزیں ہمارے سامنے آئی ہیں کہ دستور میں مسلمان کی تعریف کی جائے، تعریف جامع اور بامعنی ہو جائے گی تو وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح مرزائی مسلمان کی تعریف میں جب شامل نہیں ہوگا تو خود بخود غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ غیر مسلم کی تعریف کی جائے اور غیر مسلم کی تعریف میں اس کی تعریف ایسی نہیں بلکہ اس میں یہ فرقہ بھی آجائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج مسلمانوں کا مطالبہ جو ہے اور یہ پورے ملک کا مطالبہ ہے۔ وہ مسلمان کی تعریف کا مطالبہ نہیں بلکہ ایک شخص اور معیّن گروہ جو اس ملک میں موجود ہے اور جس کے مذہبی عقائد بھی ہمارے سامنے ہیں، ان کے سیاسی عزائم اور مقاصد بھی ہمارے سامنے ہیں، اس فرقے کے متعلق دستور میں فیصلہ کرنے کا لوگوں کا مطالبہ ہے۔ صرف تعریف سے میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کا مطالبہ جو ہے وہ پورا نہیں ہوگا۔ اس کے بعد پھر ہمیں لازماً کورٹ میں جانا ہوگا اور کورٹ سے، فیصلہ کرانا ہوگا۔

اس لئے ہم ہراس تجویز پر متفق ہوسکتے ہیں کہ جس چیز کے ذریعے سے ہمارے قانون دان حضرات یا جولوگ دستور کے ماہر ہیں وہ یہ کہہ دیں کہ اب اس صورتحال میں اس ترمیم کے بعد یہ فرقہ جوملک میں موجود ہے۔غیر مسلم قرار دے دیا گیا تو ہم مطمئن ہوجائیں گے۔

جناب والا! ہمیں ایک قانون بھی بنانا ہوگا۔جس میں ہم اس فرقے کے حقوق یا غیر مسلم فرقوں کے حقوق اور آبادی کے تناسب سے اس فرقے کو ملازمتیں وغیرہ دینا،اس کے بارے میں ہمیں ایک قانون بھی بنانا ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے انتظامیہ کی اصلاح بھی ہوسکے گی۔اس قانون کے ذریعہ سے۔اس قانون میں تعریف بھی مکمل آسکتی ہے۔وہ دستور کا حصہ تو نہیں ہوگی۔وہ قانون ہوگا۔قانون میں میں سمجھتا ہوں ان کی تعریف آنا ضروری ہے۔بہرحال اس مسئلے کو ہم اس طرح حل کریں کہ تمام مسلمان مطمئن ہوجائیں۔جمہوریت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ہمیں اس وقت اس انداز سے فیصلہ کرنا ہوگا کہ سیاسی گروہ بندی نہ ہو۔یہی گزارشات تھیں جو میں عرض کرنا چاہتا تھا۔

(۲۱۸۹) محی الدین احمد قصوری،مولانا

(پیدائش:۱۸۸۹ء ...... وفات:۲۴؍جنوری ۱۹۷۱ء)

مولانا محی الدین قصوری وکالت وسیاست کے میدان سے شغف رکھنے والے،مولانا عبدالقادر قصوری کے ہاں قصور میں پیدا ہوئے۔گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کرنے کے بعد کچھ عرصہ لاء کالج لاہور میں رہے۔والد محترم نے بیرسٹر کا خواب دیکھ کر اسی مقصد کے لئے لندن بھجوادیا۔مگر انہوں نے وکالت کا پیشہ پسند نہ کیا اور قومی تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔مولانا اہل حدیث مکتب فکر کے ممتاز رہنماؤں میں سے تھے۔مولانا ابوالکلام آزاد سے نیازمندانہ تعلق تھا۔مولانا آزاد بھی ان سے محبت رکھتے تھے۔مولوی محمد ولی (فتوحی والے) کے ہاتھ پر بیعت جہاد بھی کی اور سرگرمیوں میں دلچسپی بھی لی۔قیام پاکستان کے بعد مستقل لاہور میں سکونت اختیار کی۔جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان کے قائم کردہ تصنیفی ادارہ اشاعت السنہ کے ناظم رہے اور شاہ اسماعیل شہید کی تصانیف پر تحریری کام بھی کیا۔ردقادیانیت پر آپ کی ہمیشہ توجہ رہی۔

(۲۱۹۰) محی الدین خان(ٹنڈوالہ یار)،جناب حاجی

(ولادت:۱۹۳۷ء ...... وفات:۷؍اگست ۲۰۲۰ء)

حاجی محی الدین میں کڑولی (ضلع سیکر راجستھان انڈیا) فتح محمد خان مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی پانچ کلاسوں کی تعلیم اپنے آبائی علاقہ میں حاصل کی۔۱۹۵۰ء میں پاکستان ٹنڈوالہ یار تشریف لائے۔تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے ٹنڈوجام زرعی یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی۔والد صاحب صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔تہجد کا پورا اہتمام فرماتے تھے۔رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ایک مرتبہ بندہ دوران تعلیم ۲۴ گھنٹے کی جماعت میں روانہ ہوا۔ٹنڈوآدم تشکیل ہوئی،وہاں کسی علاقہ میں قادیانی مربی لاؤڈ اسپیکر پر قبل از فجر بیان کرتا،ہم پریشان ہوئے کہ قادیانی کس طرح کھلم کھلا قادیانیت کی تبلیغ کررہے ہیں؟ ہمیں تشویش لاحق ہوئی تو ہم نے اس قادیانی کی تقریر ریکارڈ کی تو مولانا احمد میاں حمادی صاحب سے رابطہ کیا تو حضرت نے فرمایا قادیانیت سے متعلق لوگ

شکایت تو لے کر آتے ہیں لیکن گواہ بننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ اس لئے آج تک کوئی کیس درج نہیں ہوا۔ میں نے والد صاحب سے مشورہ کیا تو والد صاحب نے اس کیس میں گواہ بننے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کیس کے بعد قادیانیت کے خلاف کیسز کا سلسلہ شروع ہوا اور قادیانیت کو لگام لگی۔ اس میں یقیناً والد صاحب کا بھی حصہ شامل ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین سے محبت کرتے اور انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے تھے۔ پسماندگان میں ۷ بیٹے اور ۵ بیٹیاں چھوڑیں، جن کی اولاد میں حفّاظ، علماء ومفتیان کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ (محمد عرفان محی الدین)

(۲۱۹۱) محی الدین عبدالرحمٰن (لکھوکے)، مولانا

(ولادت: ۱۸۳۷ء ...... وفات ۱۰/مئی ۱۸۹۵ء)

’’مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے بارے میں چند سوالات از مولانا محمد حسین بٹالوی...... جوابات از مولانا عبدالرحمٰن صوفی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی‘‘ ۱۸۹۰ء میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے ہند کے مختلف جید علماء ومفتیان سے چند سوالات بابت مرزا قادیانی کئے۔ ان میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوکے نے جو جوابات دیئے وہ پمفلٹ کی شکل میں علیحدہ جمعیۃ اہل حدیث لاہور ۱۹۶۸ء میں شائع کئے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کا مکمل فتویٰ فتاویٰ ختم نبوت میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ پمفلٹ احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں بھی ہے۔

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کے ایک عقیدت مند اور شاگرد مولانا عبدالحق مالیر کوٹلوی نے اپنی دو کتابوں (ایقاظ غفلاء الزمان اور اربعین مظہری) میں حضرت مولانا لکھوی کے واقعات زندگی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اربعین مظہری ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء) میں چھپی۔ اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں چند اور باتیں پڑھئے:

☆...... ایک دفعہ حضرت ممدوح کی مجلس میں اس بات کا ذکر ہوا کہ مرزا ملائکہ کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: ’’اسے کہو کہ میرے پاس آئے۔ ہم اسے اس کی آنکھوں سے فرشتہ اترتا ہوا دکھا دیں گے۔‘‘ پھر بذریعہ رجسٹری خود حضرت مولانا نے اور آپ کے بعض خدام نے مرزا کو لکھا کہ: ’’تو ایک امر مقرر کر لے جس کا وقوع زمانے کے عقلاء کے نزدیک خارج از طاقت ہو اور وہ نشان مانا آسمانی جاوے، پھر اگر تو سچا ہے تو اس کا ذکر ہفتے میں دکھلا دے۔ ورنہ ہم اسی امر مقرر شدہ کو پانچ ہفتے میں دکھلا دیں گے۔‘‘

☆...... یہ بھی مرزا غلام احمد کو لکھا کہ: ’’تو اور میں ایک کوٹھڑی میں بند ہو جاتے ہیں۔ دو گھڑی بعد اگر باہر نکلتے ہی تو نے اپنے عقائد جدیدہ سے توبہ نہ کی اور انہی پر مصر رہا تو سمجھو تو سچا ہے اور ہم تیری بیعت کر لیں گے۔‘‘

حضرت کی بیان فرمودہ یہ بات ’’ایقاظ غفلاء الزمان‘‘ میں چھپی اور مرزا نے پڑھی۔ لیکن وہ ایسا مبہوت ہوا کہ اس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

☆...... حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ: ’’مرزا اگر ہمارے مقابلے میں آوے تو قسم ہے خدا کی جب تک خدا ہمارے درمیان فیصلہ نہ کرے تو ہم مصلّے پر سے قدم نہ اٹھاویں۔‘‘

☆...... بعض مرزائیوں نے کہا کہ مرزا دین کی مدد اور نصاریٰ کا رد کرتا ہے۔ فی الفور الہام ہوا: ’’وقدمنا الیٰ ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھبآءً منثورا (الفرقان:۲۳)‘‘ اور انہوں نے جو کام کئے ان پر ہم متوجہ ہوں گے

اوران کواڑتی خاک کی طرح کردیں گے۔

☆...... اس سلسلے میں مرزائیوں کی طرف سے شورش کی اطلاع ملی تو اللہ کی طرف سے القاء ہوا: ’’جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب (صٓ:۱۱)‘‘ لشکروں میں سے یہ بھی ایک چھوٹا سا لشکر ہے جو یہیں شکست کھائے گا۔

☆...... مولانا عبدالحق مالیرکوٹلوی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص کے متعلق بتایا، جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا کہ اس نے لاہور کی مسجد لسوڑیاں والی میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی موجودگی میں مرزا کی کفریات سے بیزار ہو کر میرے ہاتھ پر بیعت کی۔

(تذکرہ مولانا محی الدین ص۱۰۸،۱۰۹)

پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی اپنے عم محترم مولانا معین الدین لکھوی مرحوم ومغفور کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے جدامجد حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے مرزاغلام احمد قادیانی کو خط لکھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی تھی کہ یا اللہ! مرزاغلام احمد قادیانی کے بارے میں میری رہنمائی فرما۔ اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی بذریعہ الہام قرآن کی اس آیت کی صورت میں فرمائی: ’’ان فرعون وھامٰن وجنودھما کانوا خٰطئین (القصص:۸)‘‘ بے شک فرعون اور ہامان اوران کے لشکر خطا کار تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ فرعون اور ہامان اوران کے ساتھی اور مرزاغلام احمد قادیانی سب ایک ہی زمرے سے تعلق رکھتے ہیں اور گنہگار ہیں۔

اس کے جواب میں مرزاغلام احمد قادیانی نے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کولکھا کہ مجھے آپ کے بارے میں الہام ہوا ہے: ’’ان شانئک ھو الابتر ‘‘ آپ کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہوگی اور آپ کی نسل آگے نہیں چلے گی۔ لیکن مرزاقادیانی کی زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا ممدوح کو بیٹا عطاء فرمایا، جس کا نام انہوں نے محمد علی رکھا۔ اب مرزا کے پیروکاروں نے اسے مولانا کے بیٹے کی پیدائش کی اطلاع دی تو اس نے اپنی شرمندگی چھپاتے ہوئے کہا کہ اس بیٹے سے ان کی نسل آگے نہیں بڑھے گی۔ پھر عام لوگوں سمیت مرزائیوں نے بھی دیکھا کہ مولانا محمد علی لکھوی کو اللہ نے چار بیٹے عطاء فرمائے۔ دو ہندوستان میں محی الدین اور معین الدین اور دو مدینہ منورہ میں حسن اور حسین۔ بعدازاں ان کا سلسلۂ نسل اللہ کی مہربانی سے اس کثرت سے پھیلا کہ اسے شمار میں لانا مشکل ہے۔

اب اس سلسلے میں خود حضرت مولانا محمد علی لکھوی کا فرمان پڑھیے:

۱۹۳۷ء کے مئی (یا جون) کا مہینہ تھا کہ مولانا محمد علی صاحب کے بڑے صاحبزادے مولانا محی الدین کے گھر بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام مولانا محمد علی نے اپنے جدامجد کے نام پر حافظ محمد رکھا۔ جمعتہ المبارک کے روز مرکز الاسلام میں بچے کا عقیقہ کیا گیا، جس میں رشتے داروں سمیت اردگرد کے دیہات کے بے شمار لوگ شامل تھے۔ مولانا نے خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ میں اس وقت مرکز الاسلام میں طالب علم کی حیثیت سے مقیم تھا اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی وہاں فریضۂ تدریس انجام دیتے تھے۔ مولانا محمد علی صاحب نے خطبۂ جمعہ میں اپنی پیدائش کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا: میں مرزاغلام احمد قادیانی کی بددعا کا نتیجہ اوراس کے جھوٹا ہونے کی واضح نشانی ہوں۔ یہ الفاظ انہوں نے کچھ اس انداز سے کہے اور پورا واقعہ اس اسلوب میں ان کی زبان سے ادا ہوا کہ سامعین کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوگئے اور ساتھ ہی چہروں پر کچھ مسکراہٹ بھی بکھر گئی۔ (تذکرہ مولانا محی الدین لکھوی ص۱۲۰،۱۲۱)

(۲۱۹۲) محی الدین (مدراس)، جناب سید

مدراس ترمل کھتری کے حضرت مولانا سید محی الدین نے’’السیف القتال علیٰ عنق المسیح الدجال‘‘ کے نام سے پچاسی صفحات پر مشتمل رسالہ تالیف کیا۔

یہ مرزاقادیانی کے زمانہ کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ مدراس کے مرزائیوں کا ایک رسالہ سراج الحق کا یہ جواب ہے، جس کے چار حصے ہیں۔ حصہ اوّل مرزائی طومار کی خبرگیری، حصہ دوم مرزائی اعتراضات کے جوابات، حصہ سوم حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت، حصہ چہارم دوستانہ گزارش۔ آخر میں وفات مسیح ثابت کرنے والے کے لئے دوہزارروپیہ انعام کا اعلان ہے۔ اس زمانہ کا دوہزارروپیہ آج کے دور کے کئی لاکھ بنتے ہیں۔ لیکن مرزاقادیانی سمیت کوئی گرو اور اس کا چیلہ میدان میں نہ آئے۔

(۲۱۹۳) محی الدین (ڈھاکہ)، حضرت مولانا مفتی

آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات اورنزول کے مسئلہ پر ذیل کا فتویٰ لکھا:

اقول وباللّٰہ التوفیق! من انکر حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام ورفعہ الیٰ السماء ثم نزولہ قرب قیام الساعۃ، او ادّعی انہ افضل من عیسیٰ علیہ السلام، او انکر ختم النبوۃ، وادعی انہ نبی بعد نبینا محمد ﷺ مستقلاً کان اوظلیا اوبروزیاً، وانکر ما کان من ضرویات الدین فھو کافر ومرتد خارج عن الاسلام بنص الکتاب وتواتر السنۃ واجماع الامۃ۔

والمیرزا غلام احمد القادیانی متصف بتلک الأوصاف فھو کافر ومرتد وخارج عن دین الاسلام والمترددون فی کفرہ ومتبعوہ فی حکمہ، فلعنۃ اللّٰہ علیہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ عبدہ محی الدین غفر اللّٰہ لہ

مدرس مدرسہ اشرف العلوم بڑاکٹرہ، ڈھاکہ

جوحضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اوران کے آسمان پرتشریف لے جانے، پھر قیامت کے قریب ان کے دوبارہ تشریف لانے کا انکارکرے، یاوہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہے، یاوہ جوختم نبوت کا انکارکرے، یاحضور ﷺ کے بعدنبوت کا دعویٰ کربیٹھے، چاہے اس کا دعویٰ مستقل نبی ہونے کا ہو یاظلی یابروزی نبی ہونے کا یاوہ ضروریات دین کا انکارکردے۔ پس وہ بنص قرآن، احادیث متواترہ اوراجماع امت کی رو سے کافر، مرتد اوردائرہ اسلام سے خارج ہے۔

مرزاغلام احمد قادیانی نے بھی چونکہ ان سب چیزوں کا ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا وہ بھی کافر، مرتد اوردین اسلام سے خارج ہے اوراس کے کفر میں شک کرنے والے اوراس کی اتباع کرنے والے بھی اسی کے حکم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ، فرشتوں اورتمام انسانوں کی لعنت ہو، مرزاقادیانی پر۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۵۷)

(۲۱۹۴) مختار احمد الحسینی (جہلم)، جناب حکیم

(وصال:۲/دسمبر ۲۰۱۷ء)

مولانا حکیم مختار احمد الحسینی بہت ہی بزرگ شخصیت تھے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور دوسرے حضرات کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ایک عرصہ تک ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' اور ہفت روزہ ''خدام الدین'' میں بھی متحرک رہے۔ آپ بہت ہی مرنجاں مرنج نظریاتی رہنما تھے۔ جامعہ حنفیہ جہلم کے سالانہ جلسہ پر ہمیشہ آپ سے ملاقات رہتی۔ یوں سال بھران کی محبتوں میں سرشار ہوکر گزر جاتا۔ اب قضاء الٰہی انہیں وہاں لے گئی۔ جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ کینگر صدال ضلع جہلم اپنے آبائی گاؤں میں سپرد خاک ہوئے۔ نفاذ شریعت، عقیدۂ ختم نبوت کی پاسبانی اور عظمت صحابہ ؓ کے لئے ان کی خدمات نمایاں طور پر تاریخ کا حصہ ہیں۔

(۲۱۹۵) مختار احمد (ملتان)، جناب حاجی

(ولادت:۱۹۴۰ء وفات:۲۳/مئی ۲۰۲۱ء)

جناب حاجی مختار احمد شکر گڑھ ضلع نارووال میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۶ء میں کسب معاش کے لئے ملتان آئے تو یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ چالیس سال واپڈا پیراں غائب پاور ہاؤس میں ملازمت کرنے کے بعد ۲۰۰۰ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے دور امارت سے مجلس کے ساتھ وابستہ تھے۔ ۵۶ سال تک اپنے علاقہ میں عالمی مجلس کے امیر رہے اور قادیانیت کا خوب تعاقب کیا۔ اکابرین ختم نبوت پر دل وجان سے فدا تھے۔ خوب مرنجان مرنج انسان تھے۔ دامے، درمے، سخنے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے معاون تھے۔ سالہا سال سے عید قربان کے موقع پر ان کے گھر کا دالان مجلس کے لئے چرمہائے قربانی کے کیمپ کے لئے مختص تھا۔ ہمیشہ اپنی مدد آپ کے تحت اس کار خیر کے لئے کوشاں رہے۔ اگلے روز آپ کا جنازہ واپڈا پیراں غائب ملتان کی مرکزی مسجد ادا کیا گیا۔

(۲۱۹۶) مختار احمد نعیمی (گجرات)، مولانا مفتی

(ولادت:۱۹۳۵ء، بھارت ...... وفات:۲۱/مئی ۱۹۹۰ء، گجرات)

آپ ممتاز عالم دین، خطیب، مدرس اور محقق تھے۔ ڈونگا باغ سیالکوٹ کی جامع مسجد کے خطیب رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری جنرل تھے۔ بڑی بہادری وبے جگری کے ساتھ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب صدر مرکزی مجلس عمل کے ساتھ ملک بھر میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ صدائے حق بلند کی۔ بہت ہی بلند پایہ شخصیت تھے اور انتہائی متواضع اور وضع دار قسم کے عالم دین تھے۔ جماعت اہل سنت کے بھی عہدہ دار رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ بہت ہی بیدار مغز معاملہ فہم اور مخلص عالم دین تھے۔

(۲۱۹۷) مختار حسن شیخ (لاہور)، جناب

(پیدائش: ۲۱/اپریل ۱۹۴۰ء ...... وصال: ۱۵/اگست ۱۹۹۵ء)

''سنڈیمن میں کیا ہوا؟'' جولائی ۱۹۷۳ء میں فورٹ سنڈیمن میں قادیانیوں نے اپنا محرف ترجمہ قرآن تقسیم کیا۔ تب حضرت مولانا شمس الدین شہید اور آپ کے گرامی قدر رفقاء حضرت صوفی محمد علی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وحضرت حاجی محمد عمر خان صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قادیانی سازش کے خلاف تحریک چلائی۔ جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کا قانونی طور پر ضلع ژوب میں ہمیشہ کے لئے داخلہ بند کر دیا گیا۔ اس تحریک میں علماء اہل اسلام نے کیا کیا قربانیاں دیں، اس کی روئیداد اس زمانہ میں ستمبر ۱۹۷۳ء کے ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور میں جناب مختار حسن نے شائع کی تھی جسے بعد میں ادارہ ضیاء الحدیث مصطفیٰ لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ جسے احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا۔

(۲۱۹۸) مختار عمر، مولانا میاں محمد

(وفات: ۲۵/اگست ۲۰۱۶ء، مکہ مکرمہ)

پاکستان کے نامور عالم دین اور بزرگ رہنما حضرت مولانا محمد نافع جامعہ محمدی ضلع چنیوٹ کے بڑے صاحبزادے مولانا میاں محمد مختار عمر حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور جمعرات کو مکہ مکرمہ میں ہی وصال فرمائے عالم آخرت ہوئے۔ اپنے تایا حضور حضرت محمد ذاکر محمدی شریف، والد گرامی مولانا نافع اور پروفیسر محمد متین ہاشمی کے شاگرد تھے۔ اپنے والد گرامی کی تالیفات وتصنیفات کے سلسلہ میں حوالہ جات کی تلاش، مسودہ جات کی تبییض میں مدد فرماتے تھے۔ والد گرامی کی زندگی میں ان کی تالیف ''رحماء بینھم'' کے نام اور مناسبت سے ''رحماء بینھم'' ٹرسٹ قائم کیا تھا۔ جس کے تحت بہت اہم منصوبوں پر کام کا آغاز کیا ہوا تھا۔ گزشتہ دنوں چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو اس موقع پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ زہے نصیب! کہ مکہ مکرمہ کی دھرتی نے اپنے بطن میں ان کو سمولیا۔

(۲۱۹۹) مدرار اللہ نقشبندی، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۱۳ء ...... وفات: یکم فروری ۱۹۹۴ء)

مولانا مدرار اللہ نقشبندی ۱۹۱۳ء کو مولانا میر حسن کے ہاں مردان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتب کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ دار العلوم نعمانیہ سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگرد مولانا عبدالرؤف سے آپ نے حدیث شریف پڑھی۔ ۱۹۳۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا کورس کیا۔

مولانا مدرار اللہ نے ۱۹۳۵ء میں عملی طور پر مذہبی اور ملی جدوجہد کا آغاز کیا اور مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ ان دنوں مردان میں قادیانیت کی تحریک زوروں پر تھی۔ جس کا انہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ وہ مسلسل تبلیغی دوروں اور جلسوں میں مصروف رہے۔ جس کے نتیجے میں کئی قادیانی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس پر قادیانیوں نے مولانا کے خلاف اس وقت کے

انگریز ڈپٹی کمشنر کے پاس شکایت کی کہ مولانا کی تقریروں سے ہمیں نقص امن کا خطرہ پیدا ہوا ہے۔ انگریز حاکم نے مولانا کی زبان بندی کرانی چاہی اور مولانا مدرار اللہ سے زبان بندی اور حفظ امن کی ضمانت طلب کی۔ لیکن مولانا نے پیران ڈاگہ مردان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور اس جلسہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل وفریب کے بارے میں تقریر کرتے ہوئے زبان بندی کے حکم اور حفظ امن کی دفعہ کو توڑ ڈالا۔ ضلعی انتظامیہ نے مولانا کی اس تقریر کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۴ (الف) کی زد میں لاکر انہیں اور ان کے دو ساتھیوں مولانا عبدالحکیم (اسماعیلہ صوابی) اور مولانا فضل حق (پشاور) کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔

حکومت کے اس اقدام پر سارے ملک میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام اور جمعیۃ العلمائے صوبہ سرحد کے اکابرین نے احتجاج کے طور پر مردان میں عظیم الشان جلسے منعقد کئے اور حکومت پر دباؤ ڈالا کہ مولانا اور ان کے ساتھیوں کے خلاف تعزیری احکام واپس لئے جائیں۔ مسلمانوں کی طرف سے شدید احتجاج کی بناء پر اسسٹنٹ کمشنر مردان نے ۱۸؍جون ۱۹۳۵ء کو اپنے عدالتی حکم میں قرار دیا کہ: ''تا اختتام مقدمہ تم پر کسی قسم کی پابندی نہیں۔ تم باقاعدہ حسب سابق اپنے تبلیغی سلسلہ کو جاری رکھ سکتے ہو اور مرزا قادیانی کو کافر، دجال اور کذاب کہہ سکتے ہو اور مسلمانوں کو مرزائیوں سے الگ رہنے کی تلقین کر سکتے ہو۔'' (روزنامہ احسان لاہور، مورخہ ۲۲؍جون ۱۹۳۵ء)

اس احتجاج میں مجلس احرار اسلام کے رہنما حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا مظہر علی اظہر (لاہور)، جمعیۃ علمائے صوبہ سرحد کے صدر مولانا شاکر اللہ (نوشہرہ) اور نائب صدر مولانا محمد شعیب (مردان) کے علاوہ نواب سر محمد اکبر خان ہوتی اور خان غلام محمد خان (لوند خوڑ) پیش پیش تھے۔ خان ثمین جان ایڈووکیٹ (مردان) کی وہ خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں جو انہوں نے مولانا کے مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے انجام دیں۔

آپ کی ایک کتاب پرویز اور قرآن مجید (احتساب پرویزیت) اب آڈٹ کر کے آپ کے صاحبزادہ اکرام اللہ شاہد نے شائع کی ہے جو آٹھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۲۰۰) مرتضیٰ احمد خان میکش (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۳؍مئی ۱۸۹۹ء، جالندھر ...... وفات: ۲۷؍جولائی ۱۹۵۹ء)

مولانا مرتضیٰ احمد میکش بن میر احمد خان افغان قبیلہ ''درانی'' کے گوہر تابندہ تھے۔ جالندھر کے ایک گاؤں ''بہدم'' میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان علمی روایت کا حامل تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ جالندھر میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ دوران تعلیم میں سیاسی تحریکوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ جلیانوالہ باغ امرتسر کے حادثے کے بعد پورے ملک میں اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ اسلامیہ کالج کے طلبہ لاہور کے مظاہروں میں پیش پیش رہتے تھے۔ جلوس نکالتے، پولیس سے ٹکر لیتے، پتھراؤ کرتے اور سختیاں جھیلتے تھے۔ مولانا میکش ان مظاہروں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۱۹ء کے اواخر میں ترک تعلیم کر کے روزنامہ ''زمیندار'' میں نیوز ایڈیٹر مقرر ہوگئے۔ تحریک خلافت اور ترک موالات کے زمانے میں ہجرت افغانستان کی تحریک کا بڑا زور تھا۔ ہزاروں مسلمان اپنے اثاثے اور جائیدادیں اونے پونے داموں فروخت کر کے افغانستان جارہے تھے۔ میکش صاحب بھی سوئے افغانستان چل پڑے۔

افغانستان میں خوست کے مقام پر جنرل نادر خان (جو بعد میں بادشاہ بنے) کے بھائی شاہ محمود خان کے ہمراہ قیام پذیر رہے۔ شاہ محمود خان کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی انگریز دشمنی کی وجہ سے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔ تحریک ہجرت کسی نظم وضبط اور منصوبہ بندی کے فقدان کی وجہ سے ناکام ہوئی تو مولانا میکش اپنے ایک دو ساتھیوں کے ساتھ قبائلی علاقے سے ہوتے ہوئے بنوں کے راستے وطن آئے۔ ان کے ساتھی مردان کے رہنے والے تھے۔ وہ مردان پہنچنے پر گرفتار کر لئے گئے اور جالندھر میں مولانا میکش بھی گرفتار ہو گئے۔ بعد میں خاندان کے بااثر افراد کی کوششوں سے رہا ہوئے۔

دوبارہ تعلیم کے بہانے لاہور آ گئے۔ مگر کسی کالج کا رخ کرنے کے بجائے صحافت کے ''مدرسہ زمیندار'' میں نام درج کرا لیا۔ مولانا میکش کہا کرتے تھے کہ زمیندار مدرسہ صحافت اور ظفر علی خان اس کے پرنسپل تھے۔ ان دنوں ادارت مولانا غلام رسول مہر کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا مہر اور عبدالمجید سالک نے زمیندار سے الگ ہو کر ''روزنامہ انقلاب'' جاری کیا۔ مولانا میکش بھی ادارۂ انقلاب میں شامل ہو گئے۔ نیوز ایڈیٹر تھے اور ''انقلاب'' کے سنڈے ایڈیشن کی ترتیب وتدوین ان ہی کے سپرد تھی۔ اس کام میں عبدالحکیم خان نشتر جالندھری ان کے رفیق قلم تھے۔

روزنامہ ''انقلاب'' میں مولانا میکش کے قلم سے بہت سے معرکہ خیز مقالات نکلے۔ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے ''ہندی مسلمانوں کے لئے الگ وطن'' کے عنوان سے سلسلہ مضامین لکھا۔ اس کے دو سال بعد علامہ اقبال نے الٰہ آباد میں مشہور خطبۂ صدارت پیش کیا۔ کچھ عرصہ بعد ''انقلاب'' سے واپس ادارۂ زمیندار میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۲۹ء میں افغانستان میں امان اللہ خان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور امان اللہ خان کو یورپ میں رہنا پڑا۔ میکش صاحب نے ہفت روزہ ''افغانستان'' (فارسی) میں امان اللہ خان کے حق میں پرزور مضامین لکھے۔ دونوں کے درمیان خط وکتابت بھی ہوتی تھی۔ جب جنرل نادر خان نے بچہ سقہ کے خلاف جدوجہد کی تو مولانا میکش ان کے ہمنوا تھے۔ مگر حالات بہتر ہونے پر نادر خان نے امان اللہ کو حکومت نہ لوٹائی۔ اس لئے اسی زور شور سے مخالفت شروع کر دی جس زور شور سے حمایت کی تھی۔ افغانستان کی نئی حکومت کو امان اللہ خان اور مولانا میکش کی باہمی مراسلت کا علم تھا۔ حکومت نے مولانا سے امان اللہ خان کے خطوط حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں تحریص وترغیب کے حربے آزمائے گئے۔ مگر اس مرد درویش نے تمام پیشکشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آخر افغان حکومت نے دوسرا حربہ استعمال کیا اور وہ خطوط دفتر ''روزنامہ افغانستان لاہور'' سے چوری کر لئے گئے۔

۱۹۳۲ء میں قانون تعلقات خارجہ نافذ ہوا۔ جس کے مطابق ملک معظم کی دوست ریاستوں کے خلاف پروپیگنڈا جرم قرار دیا گیا۔ مولانا میکش نے حکومت افغانستان کے خلاف قلمی مہم جاری رکھی اور دو سال قید کی سزا پائی۔ ۱۹۳۴ء میں روزنامہ ''احسان'' لاہور جاری ہوا تو مولانا میکش اس کے مدیر مقرر ہوئے۔ چار سال تک یہاں کام کرنے کے بعد ایک نیا اخبار ''شہباز'' نکالا۔ قیام پاکستان کے بعد روزنامہ ''مغربی پاکستان'' اور ''نوائے پاکستان'' کی ادارت کے فرائض انجام دیئے۔ جناب عبدالسلام خورشید نے دنیائے صحافت میں ان کا مقام متعین کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مولانا میکش اعلیٰ پائے کے اداریہ نگاروں میں شمار ہوتے تھے۔ سیاسی مسائل کو خوب سمجھتے تھے اور لکھنے کا ڈھنگ جانتے تھے۔ وقتاً فوقتاً کوئی مہم چلا دیتے تھے جس سے اداریئے پڑھنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی تھی۔ ان میں جرأت اور بیباکی بھی موجود تھی۔ ترشی اور تلخی بھی تھی۔ دلیل کا عنصر بھی موجود تھا۔ سنجیدگی اور توازن کا دامن بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لئے اداریہ نگاری کے میدان میں نمایاں تھے۔''

۱۹۵۳ء کی تحریک ردقادیانیت میں نمایاں حصہ لیا اور ایکشن کمیٹی کے رکن تھے۔ گرفتار ہوئے اور قید وبند کی صعوبتوں سے گزرے۔ اس تحریک کے بعد اخباری دنیا سے الگ ہوکر علمی وتعلیمی کاموں میں منہمک ہوگئے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ دائرہ معارف اسلامیہ سے بطور مترجم اور شعبۂ صحافت سے بطور لیکچرار وابستہ رہے۔ زندگی بھر بے باک، بے خوف اور اصول پرست رہے اور اپنی اصول پسندی کی وجہ سے مصائب وآلام میں مبتلا ہوئے۔ حسرت میں زندگی گزار دی، مگر چند ٹکوں کے لئے قلم فروشی اختیار نہ کی۔

تصوف کا ذوق رکھتے تھے۔ مولانا نواب الدین چشتی ستکوہی سے بیعت تھے۔ مولانا میکش سیاسی طور پر دوقومی نظریہ کے پرجوش داعی تھے۔ روزنامہ ’’احسان‘‘ لاہور مسلم لیگ کا ہم نوا تھا اور انہوں نے خود بھی تقسیم ہندوستان کا تصور پیش کیا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شریک ہوئے تھے اور ان کی پیش کردہ قراردادیں پاس کی گئی تھیں۔

آپ کے ردقادیانیت پر پانچ رسائل ہمیں دستیاب ہوئے۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں پیش کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔

۱...... ’’محاسبہ یعنی عدالت تحقیقات فسادات پنجاب (۱۹۵۳ء) کی رپورٹ پر جامع وبلیغ تبصرہ‘‘ مشہور عالم ’’تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء‘‘ کے اسباب وعلل اور اس کی ذمہ داری کس پر ہے، عدالتی تحقیقات کے لئے مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس ایم.آر.کیانی پر مشتمل دورکنی عدالتی بنچ قائم کیا گیا۔ آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی وکالت جناب مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی نے کی۔ عدالتی رپورٹ چھپ کر سامنے آئی تو وہ تضاد کا مجموعہ تھی۔ اس پر مختلف حضرات نے تبصرہ کیا۔ مولانا میکش نے بھی تبصرہ کیا جو روزنامہ نوائے پاکستان لاہور میں شائع ہوتا رہا۔ بعد میں کتابی شکل میں اسے شائع کیا گیا۔ یہ اوّلاً ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔ پچپن سال بعد ۲۰۰۹ء میں احتساب قادیانیت میں اللہ تعالیٰ کی عنایت وتوفیق سے ہم نے شائع کیا۔

۲...... ’’قادیانی سیاست‘‘ مکمل نام ہے۔ ’’قادیانی سیاست، پاکستان سے بیزاری، بھارت سے وفاداری‘‘ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی جو روزنامہ مغربی پاکستان کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ نے ۵؍جنوری ۱۹۵۱ء کو ایک مقالہ لکھا جو پمفلٹ کی شکل میں علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔ اس میں تقسیم کے وقت قادیان کو بھارت میں شامل کرنے پر قادیانیوں کی عیاری پر بلیغ تبصرہ کیا گیا۔

۳...... ’’پاکستان میں مرزائیت‘‘ روزنامہ مغربی پاکستان لاہور میں مسلسل دس اقساط میں اس عنوان پر قلم اٹھایا۔ بعد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر مرکزیہ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد کے پیش لفظ کے ساتھ اسے ۱۹۵۰ء میں شائع کیا گیا۔

۴...... ’’مرزائی نامہ‘‘ مکمل نام ہے۔ ’’قادیانیت کے کاسۂ سر پر اسلام کا البرز شکن گرز کی ضرب کاری‘‘ یعنی ’’مرزائی نامہ‘‘ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی نے روزنامہ احسان لاہور میں اعلان کیا کہ قادیانی حضرات اگر کوئی سوال کرنا چاہیں تو ان کے جوابات کے لئے میں حاضر ہوں۔ قادیانیوں نے سوالات کرنے شروع کئے۔ آپ نے روزنامہ زمیندار لاہور اور روزنامہ احسان لاہور میں جواب کا سلسلہ شروع کیا۔ بعد میں ۱۹۳۸ء میں کتابی شکل میں اسے تاج کمپنی نے شائع کیا۔ پھر ۱۹۸۵ء میں اس کا عکس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ اب اسے تیسری بار احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۵...... ’’کیا پاکستان میں مرزائیوں کی حکومت قائم ہوگئی ہے‘‘ ۱۹۵۲ء میں مولانا نے اخبار سہ روزہ آزاد لاہور میں چند مقالے شائع کئے تو مجلس احرار اسلام لائل پور (فیصل آباد) نے چار صفحاتی دوورقی پمفلٹ میں ان کو شائع کر دیا۔ یہ بھی احتساب قادیانیت جلد ۲۸ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(۲۲۰۱) مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا

(وفات: دسمبر ۱۹۵۱ء، چاند پور)

مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیو بند فرماتے ہیں: ’’مولانا مرتضیٰ حسن چاند پور ضلع بجنور کے رہنے والے تھے، یہ بھی حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی دارالعلوم دیو بند کے پہلے صدر المدرسین کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۳۰۴ھ/ اپریل ۱۸۸۷ء میں دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔ نہایت ذکی اور طبّاع تھے۔ ظرافت مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کے وعظ وتقریر کی بڑی شہرت تھی اور مناظرے میں تو ان کا پایہ بہت ہی بلند تھا۔ بدعات اور قادیانیت کے رد میں انہیں بڑا شغف تھا۔ مناظرے کے فن میں ان کی بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں، جو اپنے موضوعات پر قابل قدر مباحث سے معمور ہیں۔ ایک زمانے میں ان کی زبردست خطابت اور وعظ وتقریر سے ملک کا گوشہ گوشہ گونجتا رہا ہے۔ مطالعہ کتب کے ساتھ کتابیں خصوصاً نوادر ومخطوطات جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ ایک بڑا کتب خانہ جو تقریباً آٹھ ہزار قیمتی مخطوطات ومطبوعات پر مشتمل ہے، یادگار چھوڑا۔ جسے ان کے صاحبزادہ محمد انور صاحب نے دارالعلوم میں منتقل کر دیا ہے۔

مولانا چاند پوری عرصہ دراز تک دربھنگہ اور مراد آباد وغیرہ کے مدارس میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لیکن ان کی خدمات کا اصل مقام دارالعلوم تھا۔ چنانچہ اکابر کی نظر انتخاب نے اس گوہر نایاب کو دارالعلوم کے لئے منتخب کر کے اولاً نظامت تعلیم کا شعبہ ان کے سپرد کیا۔ لیکن تبلیغی اسفار کی کثرت کے پیش نظر ان کو شعبہ تبلیغ کی نظامت تفویض کی گئی۔ تبلیغ کے ساتھ ساتھ دارالعلوم میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب سے شرف بیعت حاصل تھا۔ آخر عمر میں حضرت تھانوی کی طرف رجوع کیا اور مجاز بیعت ہوئے۔ یکم / رمضان ۱۳۵۰ھ کو دارالعلوم سے سبکدوش ہو کر وطن مالوف چاند پور میں قیام فرمایا اور وہیں ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ، مطابق دسمبر ۱۹۵۱ء میں وفات پائی۔‘‘ (تاریخ دارالعلوم دیو بند ج۲ ص۶۳، ۶۴)

حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رد قادیانیت کے سلسلہ میں برہان سماوی تھے۔ آپ بیک وقت تحریر وتقریر اور فن مناظرہ کے ماہر تھے۔ فن مناظرہ میں آپ کی شہرت آپ کو اس فن کا امام ثابت کرتی ہے۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف چھوٹے بڑے سترہ رسائل لکھے جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۰ میں شائع کئے۔ جن کا حجم چارصد چالیس کمپیوٹر کتابت کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ان رسائل کے نام ومختصر تعارف یہ ہے:

۱...... ’’صحیفہ الحق الملقب بہ مباہلہ الحق المعروف بہ قادیانی چیلنج پر لبیک اور بلا شرط مناظرہ‘‘

اس کی خود مصنف نے یہ تمہید لکھی ہے: ’’ہمارے نام عبداللہ قادیانی الٰہ دین بلڈنگز اکسفورڈ اسٹریٹ سکندر آباد دکن کی جانب سے ایک چیلنج پہنچا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے پاک کلام کے مطابق مجدد اعظم، ربانی امام اور مرسل من اللہ ہیں۔ آپ کا انکار اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کا انکار ہے۔ آپ کے ہر منکر کو یہ چیلنج دیا جاتا ہے کہ اگر آپ دعوؤں میں سچے نہیں تو اور کون اس زمانہ میں مذکورہ بالا کلاموں کے مطابق سچا مدعی ہے؟ اسے پبلک میں پیش کیا جائے اور ہم سے مقررہ دس ہزار روپیہ کا انعام حاصل کیا جائے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ قادیانی جماعت میں مشتہر صاحب کس پایہ کے شخص ہیں

اوران کے کلام اور کارروائیوں کا مرزائی جماعت پر کہاں تک اثر اور قادیانیوں کے دوفرقوں میں سے کس میں داخل ہیں؟ اس وجہ سے ہم مرزامحمود قادیانی مدعی خلافت اور واقعی خلیفہ محمد علی لاہوری ایم.اے کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ چیلنج واقعی اپنے اندر کوئی معنی رکھتا ہے اور آپ صاحبان بھی اس کے ذمہ دار ہیں تو پھر یہ بندہ حقیر خدائے ذوالجلال والاکرام کے فضل پر بھروسہ کر کے آپ دونوں صاحبوں اور ہندوستان کے جملہ قادیانیوں کو چیلنج دیتا ہے کہ میں مرزا قادیانی کو نہ مرسل من اللہ جانتا ہوں، نہ مجدد، نہ محدث، نہ امام ربانی، بلکہ ان کو مسلمان کیا مہذب اور سچا انسان بھی نہیں جانتا۔ ان کے اقوال بھی ان کو ایک مفتری اور کذاب بتاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر آپ صاحبان ان کو مجدد اعظم ربانی، امام زماں، مرسل من اللہ جانتے ہیں تو پھر میں آپ سے بلاشرط مناظرہ کے لئے تیار ہوں جو شرائط مناظرہ میں ہوتی ہیں اور کتب مناظرہ میں درج ہیں اور جن شرائط میں مساوات طرفین کا لحاظ رہتا ہے ان سے غالباً آپ صاحبوں کو انحراف نہ ہوگا۔ وہی شرائط ہوں۔

ہاں! صرف اس قدر عرض ہے کہ مناظرہ کی شان یہ ہوگی کہ علماء اسلام نے جن رسائل میں مرزا قادیانی کا کاذب مفتری ہونا ثابت کیا ہے اور ان الزامات کو قادیانی اب تک نہیں اٹھا سکے ان مضامین کو ہم عرض کریں، آپ جواب دیں اور طرفین کی تقریریں لکھی جائیں اور اسی وقت مجمع میں سنا کر طرفین کے دستخط ہو کر شائع ہو جائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء اسلام نے مرزا قادیانی کی لغویات باطلہ کا پورا رداور خود ان کا کذاب اور مفتری ہونا ایسا ثابت کر دیا ہے کہ منصف کے لئے تو کافی ہے ہی، مرزائی جیسے ہٹ دھرموں کے بھی منہ بند کر دیئے اور قلم توڑ دیئے اور ان کو جواب کی تاب باقی نہ رہی۔ لہٰذا اب نہ مناظرہ کی ضرورت، نہ مباہلہ کی، فقط جاہل مریدوں کو جہنم تک پہنچانے کے لئے یہ راہ اختیار کی جاتی ہے کہ کہیں مناظرہ کا اشتہار اور کہیں مباہلہ کا چیلنج، ورنہ نہ وہ مناظرہ کر سکیں نہ مباہلہ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہمیں عام مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ علماء اسلام اپنا فرض ادا فرما چکے اور نہ ماننا اور نہ تسلیم کرنا یہ محض ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے ہے۔ ورنہ مناظرے بھی ہو چکے اور جس کو فتح دینی تھی اور جس کو ذلیل کرنا تھا وہ بھی ہو چکا۔ سرور شاہ قادیانی امیر وفد مونگیر سے دریافت کرلو۔ حافظ روشن علی قادیانی، مختار احمد قادیانی شاہجہانپوری، غلام رسول پنجابی (مناظر قادیانی) ان میں سے جو زندہ ہوں ان سے دریافت کرلو۔ ضلع مونگیر و بھاگلپور کے رہنے والوں سے دریافت کرلو۔ جب ذلت کی کوئی حد باقی نہ رہی تو امیر وفد نے فرمایا کہ یہ بھی حضرت کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ایک جگہ تمہیں ذلت ہوگی۔ جی ہاں کیوں نہیں۔ اگر اسی بدعقیدہ پر مرگئے تو جب جہنم میں گروگے جب بھی خدا چاہے۔ پیشین گوئی ہی پوری ہوگی۔ غرض مناظرہ بھی ہو چکا۔ مباہلہ بھی اور جھوٹا سچے کے سامنے مر بھی گیا۔ اب بجز شوروغل کے کچھ حاصل نہیں۔ ہم کو اس برگزیدہ جماعت کا زیادہ تجربہ ہے اور جن کو تجربہ نہ ہوگا وہ ان اشہارات سے تجربہ کار ہو گئے ہوں گے جو اشتہارات حضرات دیوبند کی جانب سے شائع ہو رہے ہیں، دیوبند کی مرکزی جماعت نے انصافاً کوئی بات نہیں چھوڑی۔ مگر قادیانیوں نے جو بے انصافی کے جواب دیئے ہیں ان کا حال بھی ناظرین پر مخفی نہیں۔ یہ قوم کبھی ہارنے کا نام لینا ہی نہیں جانتی۔ مونگیر میں وہ شکست ہوئی جس کو مرتے دم تک نہ بھولیں گے۔ آدمی بھی نہیں وہاں کی زمین درودیوار شاہد ہیں۔ مگر اس کا نام فتح عظیم ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلے میں ہارے (اور تین سوروپیہ جرمانہ دیا) مگر وہ فتح روحانی ہوگئی۔ غرض جس قدر بھی ہٹ دھرمی بے انصافی ہو وہ ان کے یہاں عین انصاف اور فتح ہے۔ بلکہ ان کی فتح ہی بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ اس وجہ سے ہم کو یہ امید نہیں ہے کہ ہماری بات کا کوئی

جواب بھی دیں گے۔ لہٰذا ہم فضول اشتہار میں روپیہ ضائع نہ کریں گے۔ اس ایک صحیفہ میں انتہاء تک کی بات کہے دیتے ہیں کہ اگر مناظرہ کرنا ہے تو اس کے جواب میں بس تاریخ اور جگہ بتادیں۔ مگر تاریخ ایسی ہو جس میں ہندوستان کے شائقین کو خبر بھی ہو جائے اور فتنہ وفساد سے بے خوف رہیں۔ جو سلطنت اس قدر بڑے وسیع ملک کا انتظام کر رہی ہے وہ ایک جلسہ کا انتظام بھی بخوبی کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ قادیانی چاہیں اور مناظرہ منظور ہو۔ ورنہ بات بنانے کو عمر صرف ہو جائے اور شرائط طے نہ ہوں۔ جیسے کہ حضرات دیوبند کے ساتھ کیا اور کر رہے ہیں۔ رہے دس ہزار روپیہ تو نہ بڑے مرزا قادیانی نے کسی کو دیئے نہ آپ دیں۔ یہ تو ہاتھی کے دانت اس کو دکھانے چاہئیں جس کو آنتوں تک کی خبر نہ ہو۔ ہمیں تو جواب کی بھی امید نہیں ہے۔ مناظرہ اور دس ہزار روپیہ تو کجا۔ اس وجہ سے مشتے نمونہ از خروارے مرزا قادیانی کے جھوٹ اور فریب کی طویل فہرست میں سے صرف تین جھوٹ پیش کئے ہیں۔ ہندوستان کے تمام مرزائی ہاں جدید عیسائی (کیونکہ مرزا قادیانی عیسیٰ ابن مریم بھی تو ہیں) مل کر جواب دیں تو معلوم ہو کہ یہ جماعت شاید کچھ کر سکے۔

ورنہ قیاس کن زگلستان من بہار مرا''

یہ اشتہار ۱۲؍صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۴؍محرم ۱۳۳۵ھ، مطابق ۱۱؍نومبر ۱۹۱۶ء کا مرتب کردہ ہے۔

۲...... ''تحقیق الکفر والایمان''

نام نہاد مسلمان محمد علی منشی نے جو غالباً علی گڑھ کے تھے، سیاستہً قادیانیوں کو کافر کہنے کے خلاف تھے۔ لاہوری مرزائیوں کے گروہ کے پیغام صلح میں مرزائیوں کے کفر کے متعلق ان کا خط شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے چار سوال کئے۔ وہ خط تو مولانا ظفر علی خان کے نام تھا۔ مولانا ظفر علی خان نے کیا جواب دیا فقیر راقم کو یہ معلوم نہیں۔ البتہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری نے تحقیق الکفر والایمان کے نام سے جواب تحریر کیا جو (۹۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں لاہوری مرزائیوں کے ''وجوہ کفر'' پر فاضلانہ ومحققانہ ومتکلمانہ شان سے خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

۳...... ''فتح قادیان کا مکمل نقشہ جنگ''

قادیان کے محمودی راج اقتدار میں علماء دیوبند کے خلاف یکے بعد دیگرے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تبلیغ کے سربراہ اس وقت ابن شیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری تھے۔ مولانا عبدالسمیع انصاری ان کا جواب لکھتے تھے جو بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوئے۔ قادیانی اشتہار کے جواب میں مولانا عبدالسمیع کا ہر اشتہار قادیانیوں کے ناطقہ کو بند کرنے کے لئے درّہ عمرؓ ثابت ہوا۔ قلم کی جولانی، دلائل کی حقانیت، اسلام کی غیرت اور ناموس مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے ایک ایک سطر شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ اشتہار پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴...... ''مرزائیوں کی تمام جماعتوں کو چیلنج''

(قرآن مجید کو غیر مکمل مانیں یا مرزا قادیانی کو دجال، کذاب اور محرف قرآن؟) امیر افغانستان خان امان اللہ خان نے قادیانیوں کو بجرم ارتداد والحاد حوالہ قانون کیا۔ شرعی سزا دی۔ علماء کرام نے امیر امان اللہ کو اس جرأتمندانہ اقدام پر مبارک باد کا تار بھیجا۔ تار کیا ارسال کیا کہ قادیانی ولاہوری ہر دو گروپ انگاروں پر لیٹنے لگے۔ اس اقدام کو غیر شرعی ثابت کرنا چاہا۔ ان مضامین کے رد پر مولانا شبیر احمد عثمانی نے ''الشہاب الثاقب'' رسالہ تحریر کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت مولانا سید میرک شاہ مدرسین دیوبند

نے بھی رسائل تحریر فرمائے۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن نے یہ رسالہ تحریر کیا جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ اشاعت ۳؍ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۲؍اکتوبر ۱۹۲۵ء ہے۔

۵...... ’’مرزائیت کا خاتمہ‘‘

مرزا قادیانی، قرآنی معارف کا مدعی تھا۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن نے قادیانیوں کے ہر دو گروہ کو چیلنج دیا کہ وہ مرزا قادیانی کے ایسے قرآنی معارف پر گفتگو کرلیں جو اس سے پہلے کسی مفسر نے بیان نہ کئے ہوں۔ اگر وہ پہلے سے بیان کردہ ہیں تو پھر مرزا قادیانی کا امتیاز نہ رہا۔ اس سے قادیانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ سامنے آنے سے پہلے ہی ڈھیر ہوگئے۔ یہ اشتہار ۵؍صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخ اشاعت ۸؍رجب ۱۳۴۳ھ، مطابق ۲۳؍جنوری ۱۹۲۶ء ہے۔

۶...... ’’مرزائیت کا جنازہ بے گوروکفن‘‘

(تمام مرزائی جماعتیں مل کر تجہیز وتکفین کریں۔ کفن ارزاں، قبر مفت، ورنہ پولیس کے حوالہ) مرزا قادیانی کے نام نہاد معارف قرآنی کے دعویٰ پر لاف وگزاف پر مناظرہ کے لئے قادیانی میدان میں نہ آئے تو مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے دو ماہ کے بعد پھر یہ اشتہار شائع کیا جو پانچ صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخ اشاعت ۱۳؍رمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۲۸؍مارچ ۱۹۲۶ء درج ہے۔

۷...... ’’ہندوستان کے تمام مرزائیوں کو چیلنج‘‘

گوجرانوالہ کے قادیانیوں، سیکرٹری جنرل شیخ مشتاق کا کھلا چیلنج، نامی اشتہار اور پھر گوجرانوالہ کی قادیانی جماعت کا اشتہار، طریق فیصلہ ۲۶؍اپریل ۱۹۲۵ء کو دارالعلوم دیوبند پہنچے جس کا مولانا چاند پوری نے یہ جواب تحریر کیا۔ ۲۶؍رمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۱۰؍اپریل ۱۹۲۶ء تاریخ اشاعت ہے۔

۸...... ’’مرزا اور مرزائیوں کو دربار نبوت سے چیلنج‘‘

(عذاب الیم کی بشارت، مرزا اور تمام مرزائی قطعی اور یقینی جہنمی، ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے) قادیانیوں نے سابقہ اشتہارات کے جوابات نہ دیئے تو مولانا نے یہ ۸؍صفحات کا اشتہار شائع کیا۔ آخر پر آپ تحریر کرتے ہیں: ’’حدیث متواتر مذکور کا انکار کریں تو کافر ہوں۔ قبول کریں تو سامنے جہنم ہے۔ بس مرزائیت ملعونہ سے توبہ کرو۔ ورنہ جاؤ جہنم میں۔ ہم نے سمجھا دیا۔‘‘ یہ اشتہار ۴؍ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۱؍نومبر ۱۹۲۵ء کو شائع ہوا۔

۹...... ’’زلزلۃ الساعۃ...... قادیان میں قیامت خیز بھونچال‘‘

قادیان سے شائع ہونے والے قادیانی اشتہارات کے جوابات دیوبند سے جون ۱۹۲۵ء تک شائع ہوچکے تو ۱۱؍جون ۱۹۲۵ء کے الفضل میں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے پر عمل پیرا ہوکر قادیانیوں نے مضمون شائع کیا جس میں اپنے فرار کو علماء دیوبند سے منسوب کیا۔ لیکن اندر سے قادیانی جماعت کو اپنی ذلت آمیز شکست چین سے نہ بیٹھنے دیتی ہے۔ اب خود مرزا محمود نے لنگوٹ کس کر ۱۶؍جولائی ۱۹۲۵ء کے الفضل میں دو اعلان کئے۔ دیوبندیوں کا چیلنج قبول، دیوبندیوں کو چیلنج، مولانا مرتضیٰ حسن نے چھبیس نکات پر مشتمل جوابات دس صفحاتی اس اشتہار میں دیئے۔ یہ ۱۵؍محرم ۱۳۴۴ھ، مطابق ۶؍اگست ۱۹۲۵ء کا مرتب کردہ ہے۔

۱۰...... ’’اوّل السبعین علی الواحد من ثلاثین‘‘

اس تیس صفحات کے رسالہ میں قادیانیوں پر ستر سوالات قائم کئے۔اس پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔

۱۱...... ’’سبعین کا ثانی نمبر‘‘

اوّل السبعین کو لکھے عرصہ گزر گیا۔قادیانیوں کی طرف سے مجرمانہ خاموشی کا ملعونانہ کردار سامنے آیا۔اس پر مولانا نے پھر اس کا دوسرا حصہ تحریر فرمایا۔یہ بتیس صفحات پر مشتمل ہے۔اس پر تاریخ اشاعت ۹؍رمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۴؍اپریل ۱۹۲۵ء درج ہے۔

۱۲...... ’’دفع العجاج عن طريق المعراج، الملقب به معراج حبيب الله وحيات روح الله‘‘

اس رسالہ کا تیسرا نام: ’’المشہور بہ، صاعقہ آسمانی برمذہب طائفہ قادیانی‘‘ ہے۔یہ بتیس صفحات کا مقالہ نافعہ ہے۔تاریخ اشاعت نمبر ۱۱،۱۲ کی ایک ہے۔

۱۳...... ’’اشد العذاب علىٰ مسيلمة الفنجاب (یعنی دین مرزا، کفر خالص ہے)‘‘

یہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔قادیانیوں کے تمام گروپوں کے وجوہ کفر پر کلام کیا ہے۔۲؍رمضان ۱۳۴۳ھ، مطابق ۲۸؍مارچ ۱۹۲۵ء کا تحریر کردہ ہے۔

۱۴...... ’’حلية اهل النار‘‘ (مرزا اور مرزائیوں سے خدائی مباہلہ)

یہ رسالہ ۱۲؍صفحات پر مشتمل ہے۔میرٹھ کے مرزائیوں کے ایک چیلنج کا جواب ہے۔۲۱؍ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ، مطابق ۲۹؍اکتوبر ۱۹۲۶ء، بروز جمعہ کا تحریر کردہ ہے۔

۱۵...... ’’الابطال الاستدلال الدجال (حصه اوّل) تعليم الخبير فى حديث ابن كثير‘‘

رحمت عالم ﷺ کی صحیح حدیث جو کتب حدیث میں مذکور ہے: ’’لو كان موسىٰ حياً ما وسعه الا اتباعى‘‘ اس کو دجال قادیان نے لو كان عيسىٰ حياً بنادیا اور کتابت کی غلطی پر اپنی جعلی نبوت کی بنیاد قائم کرنا چاہی۔مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری نے اس رسالہ میں اس کا جواب کیا لکھا علم کے سمندر سے انمول موتیوں کا ڈھیر لا سامنے کیا۔چوبیس صفحات کا رسالہ ہے۔تاریخ اشاعت درج نہیں۔

۱۶...... ’’الابطال الاستدلال الدجال (حصه دوم) دفع المكائد عن حديث اتخذوا قبور انبياء هم مساجد‘‘

اس روایت سے دجال قادیان اور اس کی ذریۃ البغایا کے مزعومہ استدلال کا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری نے جواب تحریر کیا جو اتنا مربوط اور بھرپور مقالہ تیار ہوگیا کہ دنیائے علم عش عش کر اٹھی۔یہ چالیس صفحات کا رسالہ ہے اور اواخر جمادی الاوّل ۱۳۴۵ھ، مطابق دسمبر ۱۹۲۶ء تاریخ اشاعت ہے۔

۱۷...... ’’البيان الاتقن‘‘

مشہور مقدمہ بہاول پور میں ۲۱ سے ۲۵؍اگست ۱۹۳۲ء کو مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری کا عدالت میں بیان ہوا۔مولانا محمد صادق بہاول پوری نے بیان کے متعلق تحریر فرمایا کہ: ’’بیان کیا ہے، براہین ودلائل کا ایک بحر ذخار ہے جو مرزائی نبوت کو تنکے کی طرح بہائے لے جارہا ہے اور ایک حقیقت نما آئینہ ہے۔جس میں مرزائی دجل وفریب اور کذب وزور کے باریک سے باریک نقش بھی

دکھائی دے رہے ہیں۔ حضرت ممدوح نے اپنے بیان میں مرزا قادیانی کے کفر کے لاکھوں وجوہ کفر بیان کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ کی جرح کے ایسے دندان شکن جواب دیئے جس سے مرزا اور اس کے متبعین کا کفر وارتداد پہلے سے زیادہ واضح ہوگیا۔'' یاد رہے کہ مولانا محمد صادق صاحب خود عدالت میں کارروائی کے دوران موجود تھے۔ یہ عینی شاہد ہیں۔ یہ بیان ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ تمام رسائل احتساب قادیانیت جلد ۱۰ میں موجود ہیں۔ الحمد للہ تعالیٰ اوّلاً و آخراً!

(۲۲۰۲) مرغوب الرحمٰن (مہتمم دارالعلوم دیوبند)، مولانا

(وفات: ۸/دسمبر ۲۰۱۰ء)

مولانا مرغوب الرحمٰن دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی نشانی تھے۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں ۲۹ تا ۳۱/اکتوبر ۱۹۸۶ء ایک عالمی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مقررین حضرات نے مقالہ جات بھی پڑھے۔ جسے بعد میں جون تا اگست ۱۹۸۷ء کی اشاعت خاص ''ماہنامہ دارالعلوم دیوبند'' میں ''ختم نبوت نمبر'' کے نام پر شائع کیا گیا۔ اس وقت ''ماہنامہ دارالعلوم دیوبند'' کے نگران حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن تھے۔ متذکرہ کانفرنس امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی مساعی جمیلہ سے انعقاد پذیر ہوئی تھی۔ اس نمبر کو ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۵۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہوئی۔ آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تخصص فی ختم نبوت قائم ہوا۔

(۲۲۰۳) مرید احمد M.L.A، جناب قاضی

(ولادت: ۱۳/اکتوبر ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۴/اکتوبر ۱۹۸۹ء)

قاضی مرید احمد مردوال ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے۔ ایف۔اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اشاعت اسلام کالج لاہور سے فقہ، حدیث، علم الکلام اور قرآن مجید کی دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ اپنے گاؤں میں تعلیم کے بعد وفات تک قرآن وحدیث کا درس دیتے رہے۔

پہلے خاکسار تحریک میں شامل ہوئے۔ ضلعی سالار بھی رہے۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے قرارداد لاہور منظور کی تو پھر مسلم لیگ میں چلے گئے۔ گاؤں میں پرائمری مسلم لیگ قائم کی۔ سرحد، پنجاب اور سندھ تک مسلم لیگ کے پیغام کو پہنچایا۔ یونیسٹ پارٹی کا اقتدار تھا۔ خضر حیات خان ٹوانہ وزیراعلیٰ پنجاب تھے۔ وہ سرگودھا کے تھے۔ تمام زمیندار اس کے ساتھ تھے۔ قاضی مرید احمد نے مسلم لیگ کا جھنڈا بلند کیا تو خضر حیات خان ٹوانہ کے حامیوں نے ان کی مخالفت کی۔ متعدد بار گرفتار ہوئے۔ مال ومتاع ضبط ہوا۔ تحریک سول نافرمانی میں قاضی مرید احمد نے استقلال دیکھایا۔ ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے ٹکٹ سے پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ سرگودھا ضلع پھر پنجاب مسلم لیگ سے قادیانیوں کے غیر مسلم کی قرارداد منظور کرائی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ماہ مارچ میں گرفتار ہوئے۔ تین ماہ کے لئے نظر بند رہے۔ پنجاب اسمبلی میں اسیران ختم نبوت کی رہائی کے لئے قرارداد پیش کی۔ اس کی پاداش میں سرگودھا سے نکال دیئے اور اپنے گاؤں میں سیفٹی ایکٹ کے تحت ۶ ماہ کے لئے نظر بند ہوئے۔ ۱۹۵۶ء کے الیکشن میں مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ قاضی مرید احمد سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ کے عہدہ پر ۹ سال تک فائز رہے۔ ایک سال صدر بھی رہے۔ پانچ سال ضلع سرگودھا مسلم لیگ کے سربراہ رہے۔ بڑے شعلہ بیان خطیب تھے۔ تقریر میں

سماں باندھ دیتے۔ حق گو وبے باک تھے۔ تحریک پاکستان کی طرح تحریک ختم نبوت کے بھی جسم وروح سے فدائی تھے۔ ۱۹۷۷ء پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر الیکشن بھی لڑا۔ خوشاب میں فوت ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ!

(۲۲۰۴) مرید حسین شہید (چکوال)، جناب غازی

(شہادت: ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۷ء)

آپ کا اسم گرامی مرید حسین تھا۔ ’’اسیر‘‘ تخلص کرتے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں بھلّہ شریف، تحصیل چکوال کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام نامی عبداللہ خان اور والدہ ماجدہ کا اسم گرامی غلام عائشہ تھا۔ چوہدری عبداللہ بھلّے کے نمبردار اور باوقار بزرگ تھے۔ بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اکلوتے بیٹے سے نوازا۔ اس لئے اپنی آنکھوں کے نور اور دل کے سرور کی بڑی شفقت اور محبت سے پرورش کی۔

مرید حسین ابھی پانچ برس کے تھے کہ والد بزرگ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ والدہ بڑی سمجھدار اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ اس لئے مرحوم سرتاج کی یادگار لاڈلے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی۔ قرآن حکیم اور بعض دینی کتب کی تدریس کے لئے سیّد محمد شاہ صاحب خطیب وامام جامع مسجد بھلّہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ عام تعلیم کے لئے آپ کو قریبی قصبے کڑیالہ کے مڈل سکول میں داخل کر دیا۔ آپ شروع سے ہی ذہین اور محنتی تھے۔ درجہ مڈل اچھے نمبروں میں پاس کیا اور بعدازاں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال میں زیر تعلیم رہے اور میٹرک کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ لیکن زمینداری اور نمبرداری کی مشغولیت کی وجہ سے تعلیم کو خیرباد کہنا پڑا۔ چکوال آتے جاتے آپ خاکسار تحریک کی عسکریت سے متاثر ہوئے اور خاکسار بن گئے۔ ازاں بعد آپ نے حضرت خواجہ عبدالعزیز صاحب چشتی چاچڑوی سے بیعت کی۔ مقامی ہندوؤں کی چیرہ دستیوں اور شاتمان رسول راجپال اور نتھورام کی دریدہ دہنی کے واقعات پڑھ کر آپ کی غیرت مند طبیعت بہت کڑھتی تھی۔ بیس سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ شادی کے چندروز بعد آپ کو خواجۂ کونین ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس دیدار اقدس نے مرید حسین کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور یہ وارفتۂ عشق رسول ﷺ بے قرار وبے تاب رہنے لگے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۹۳۵ء میں ایک روز چکوال میں آپ نے روزنامہ ’’زمیندار‘‘ میں ’’پلول کا گدھا‘‘ کے عنوان سے ایک المناک خبر پڑھی۔ اس خبر سے سچے عاشق رسول کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

واقعہ یہ ہوا کہ پلول، ضلع گوڑگانواں کے ڈاکٹر انچارج شفاخانہ حیوانات نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے انتہا درجے کی ذلیل حرکت کی اور حضور سرور دو عالم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخی کی۔ وہ یہ کہ شفاخانے کے ایک گدھے کا نام .... کے نام پر رکھنے کی نفرت انگیز جسارت کی۔ ہندوستان میں ہر مسلمان کا خون اس نامعقول اور پاجیانہ حرکت سے کھول اٹھا اور مسلمانوں کے پرانے زخم جو ملعون شاتمان رسول اکرم، شردھانند راجپال اور نتھورام نے لگائے، ازسرنو ہرے کر دیئے۔ مسلم اخبارات میں احتجاجی بیانات سے سہم کر برٹش گورنمنٹ نے اس بدبخت گستاخ ڈاکٹر کو ضلع گوڑگانواں سے ضلع حصار کے موضع نارنوند تبدیل کر دیا۔ مسلمانوں کے صدمہ غم واندوہ کی برائے نام تلافی کے لئے یہ حرکت ستم ظریفی تھی۔ اس خبر سے مرید حسین کو بے حد غم وغصّے کے جذبات نے گھیر لیا

اور یہ عاشق رسول لمبے سفر کی تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتا ہوا ’’نارنوند‘‘ پہنچ گیا۔ ڈاکٹر رام گوپال ایک تنومند اور قدآور شخص تھا۔ مگر نحیف ونزار، لیکن عشق رسول سے سرشار مرید حسین نے انتہائی جرأت سے کام لے کر ایک ہی وار میں اسے واصل جہنم کر دیا اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ لیکن یہ شرط لگا دی کہ کوئی کافران کے قریب نہ آئے۔ چنانچہ نارنوند کے ایس.ایس.او چوہدری محمد شاہ نے ان کو گرفتار کیا اور ڈسٹرکٹ جیل حصار بھیج دیا۔ آپ پر ضلع حصار میں مقدمہ چلایا گیا۔ جلال الدین قریشی بیرسٹر اور دیگر مسلمان وکلاء نے غازی مرید حسین کی طرف سے بلافیس وکالت کی۔

قانونی موشگافیوں سے فائدہ اٹھا کر آپ آسانی سے بچ سکتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کا یہ شیدائی جھوٹ بول کر اپنی جان بچانا عشق رسول کے منافی سمجھتا تھا۔ اس لئے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا۔ سزائے موت کا حکم ہوا۔ ان کے جذبات صادق سے ایک غیر مسلم قیدی اس قدر متاثر ہوا کہ وہ جیل میں ہی مسلمان ہوگیا۔ غازی مرید حسین نے اس کا نام ’’غلام رسول‘‘ رکھا۔

غازی مرید حسین کو سزائے موت کا حکم ہو چکا تھا۔ ۲۴؍ستمبر۱۹۳۷ء جمعۃ المبارک دن صبح کے نو بجے غازی مرید حسین مسکراتا ہوا تختۂ دار پر سوار ہوا اور ناموس رسالت پر قربان ہوگیا۔ تختۂ دار پر چڑھانے والوں نے آپ کے لواحقین کو بتلایا غازی مرید حسین شہادت کے وقت بڑے مطمئن اور مسرور نظر آ رہے تھے۔ کلمہ شریف اور درود پاک کا ورد کر رہے تھے۔ آپ کو خاموش ہونے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا: ’’میں اپنا کام کر رہا ہوں، آپ اپنا کام کریں۔‘‘ چنانچہ غازی درود وسلام پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ جہلم شہر میں مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ شہر کے دور دراز دیہات وقصبات سے مسلمان جوق درجوق آپ کے جنازے میں شرکت کرنے کے لئے آئے۔ جہلم سے بھلّہ کریانہ تقریباً پچھتّر میل ہے۔ اس طویل راستے میں سڑک کے کنارے متعدد مقامات پر فرزندان توحید اور جاں نثاران رسالت نے عشق خیرالوریٰ ﷺ پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ متعدد مقامات ومواضع میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ بھلّہ میں نماز جنازہ ادا کرنے والوں کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ آخر کار بعد نماز جمعہ آپ کو ’’تھے‘‘ کے قریب غازی محل میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کے شیدائی نے پیارے رسول پر قربان ہوکر عشق کا حق ادا کر دیا اور زندہ جاوید ہوگیا:

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند ایں، عاشقان پاک طینت را

(۲۲۰۵) مزمل حسین کاپڑیا (کراچی)، حضرت مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۶۰ء ...... وفات: ۸؍فروری ۲۰۲۱ء)

جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے قدیم فاضل، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی قدس سرہٗ کے محبّ صادق حضرت مولانا مفتی مزمل حسین، الحاج جناب محمد حسین کاپڑیا کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی حفظ کی تعلیم دارالعلوم کراچی نانک واڑہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز بیگ کے والد جناب قاری محمد رفیق سے شروع کی۔ قاری صاحب نے برنس روڈ پر جب حفظ کی کلاس شروع کی تو مفتی مزمل حسین بھی قاری صاحب کے پاس آ گئے۔

درسِ نظامی کے لئے جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۱ء میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

اس کے بعد جامعہ میں دوسالہ تخصص (پی ایچ ڈی) فقہ اسلامی میں کیا۔ چونکہ آپ کے والد صاحب کاروباری برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ان کا ارادہ تھا کہ مفتی مزمل حسین بازار میں دارالافتاء بنا کر بیٹھیں۔ ہماری برادری کو بہت سے کاروباری مسائل درپیش ہوتے ہیں۔ یہ یہاں بیٹھ کر شریعت کی روشنی میں ان مسائل کا حل بتائیں، لیکن ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ آپ کے والد صاحب کے تعاون سے مفتی محمد جمیل شہید نے ایک انقلابی کام شروع کرنے کی ٹھان لی کہ ہماری سوسائٹی میں جو عمر رسیدہ حضرات ہیں۔ان کی اسلامی انداز میں اصلاح وتربیت انتہائی مشکل، نوجوان جلدی اس طرف راغب نہیں ہوتے، اس لئے کسی طرح چھوٹے بچوں پر محنت کی جائے، ان کو قرآن کریم اور دینی علوم سے وابستہ کرنے کی کوشش شروع کی جائے تاکہ آگے چل کر کراچی کی فضاؤں میں دین داری کا دوردورہ ہو، اور اس انداز سے ان لوگوں کو بھی دین کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی جائے جو بظاہر ایسے ماحول سے دور ہیں۔اس سوچ کے نتیجہ میں ۱۹۸۵ء میں ایک کمرہ سے اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ کا ادارہ شروع ہوا، حضرت مفتی محمد جمیل خان شہید نے حضرت مفتی مزمل حسین اور مفتی خالد محمود مدظلہ کو اپنا رفیق کار بنایا۔ الحمدللہ! آج اقرأ روضۃ الاطفال کی شاخیں پورے پاکستان میں پھیل چکی ہیں اور ۸۲۰۰۰ ہزار سے زائد طلبا اس ادارہ میں زیورِ تعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں اور کتنے ہی اس ادارہ سے حفظ کرنے کے بعد علماء کرام، مفتیانِ عظام، شیوخ الحدیث، ڈاکٹرز، انجینئرز اور دوسرے کئی شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ ہوکر نمایاں کارکردگی دکھارہے ہیں۔اس دوران مفتی مزمل حسین جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں ماسٹر کے لئے تشریف لے گئے، پانچ سال وہیں رہے۔اس دوران گردوں کا عارضہ لاحق ہوا، جس کے سبب وہ اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور واپس آنے پر مجبور ہوئے، پہلے آپ کی ایک بہن نے آپ کو ایک گردہ بھی دیا، لیکن اس میں کامیابی نہ ملی، بالآخر ڈیلائسز پر آنا پڑا۔اس طرح تقریباً ۲۵ سال سے زائد اس بیماری میں مبتلا رہے، لیکن انہوں نے بیماری کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیا۔ چونکہ آپ کو عربی زبان پر کافی دسترس تھی۔اس لئے آپ ائمہ حرم کی باقاعدہ اجازت سے ان کے خطبات کا اردو میں ترجمہ کر کے بڑے اہتمام سے چھاپ کر لوگوں میں تقسیم کیا کرتے تھے بعد میں انگریزی میں بھی ان خطبات کا ترجمہ کیا۔

اسی طرح حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی قدس سرہٗ کی جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دارالحدیث میں دیئے گئے صحیح بخاری اور سننِ ترمذی کے دروس کو کیسٹوں سے اُتار کر کمپیوٹر میں ان کو آڈیو کلپ کی صورت میں منظر عام پر لانا بھی آپ کا بڑا کارنامہ ہے، جو آج کے اہل علم علماء وطلبا کے لئے کسی تحفہ سے کم نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ وقت کے بہت بڑے قدردان اور صحیح معنی میں منتظم تھے۔تکلیف کے باوجود آپ نے اپنے اوقات کو صحیح معنوں میں قیمتی بنایا۔ آپ خود تکلیف میں ہوتے تھے، لیکن دوسروں کے ساتھ ظرافت طبعی اور خوش طبعی کرنے کا سلیقہ جانتے تھے۔ آپ کی نرینہ اولاد نہیں تھی، لیکن اقرأ کے تمام طلبا آپ کی روحانی اولاد ہیں، جو ان شاءاللہ! آپ کے رفع درجات کا ذریعہ بنیں گے۔ (مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

(۲۲۰۶) مستعان شاہ (جے پور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں مولانا مستعان شاہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۱، نمبر ۵۵ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۲۰۷) مسعود احمد راشدی (بورے والا)، مولانا

(وفات:۸/اپریل ۲۰۰۸ء)

مولانا مسعود احمد راشدی، حضرت مولانا شیخ احمد شہید بورے والا کے صاحبزدے تھے۔ مولانا شیخ احمد صاحب مجلس احرار کے ممتاز رہنما اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ارکان میں سے تھے۔ مولانا مسعود احمد راشدی نے پاکپتن میں ایک جھوٹے مدعی نبوت کو مناظرہ کے دوران واصل جہنم کیا اور تین سال پس دیوار زنداں گزارے۔ آپ نے اندرون و بیرون ملک تبلیغ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اپنے والد گرامی کی بورے والا میں قائم کردہ مسجد میں ربع صدی تک خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اٹھاون سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد خالق حقیقی سے جاملے۔

(۲۲۰۸) مسعود الحسن بخاری، مولانا سید

(وصال:۳۱/دسمبر ۲۰۱۶ء، حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ)

پاکستان بننے کے بعد جامعہ خیرالمدارس ملتان میں پڑھنا شروع کیا۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا خیرمحمد جالندھری، مولانا محمد شریف کشمیری، مولانا محمد عبداللہ رائے پوری ایسے حضرات سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ مولانا عبدالمجید انور شیخ الحدیث علوم شرعیہ (ساہیوال)، مولانا نذیر احمد بانی وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ (فیصل آباد) کے آپ ساتھی تھے۔ مولانا مسعود الحسن کے والد گرامی محکمہ تعلیم میں افسر تھے۔ آپ بھی فراغت کے بعد کمالیہ کے گورنمنٹ سکول میں ٹیچر لگ گئے۔ ایک دن والد گرامی نے کہا کہ بیٹا آپ کو ٹیچر بننے کے لئے میں نے دین نہیں پڑھایا تھا۔ ان کی بات ایسے نشانہ پر لگی کہ آپ نے سکول سے استعفاء دیا اور بلقیسہ مسجد حویلی لکھا آگئے۔ یہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے۔

فقیر راقم ایک دن ان کے ہاں دعوت پر مسجد بلقیسہ میں بیان کے لئے حاضر ہوا۔ مولانا عبدالحکیم نعمانی مبلغ عالمی مجلس ساہیوال بھی ہمراہ تھے۔ تو مولانا مسعود الحسن نے دستر خوان پر اپنے حویلی لکھا آنے کا واقعہ بیان فرمایا کہ مجھے دینی ادارہ میں کام کرنے کے لئے جگہ کی تلاش تھی۔ میرے بھائی مولانا سید محمود شاہ بخاری شاہی مسجد دیپالپور میں تھے۔ بلقیسہ مسجد کچی تھی اور بن رہی تھی۔ میں شام کو یہاں آیا۔ رات مسجد میں قیام کیا۔ صبح نماز کے لئے اٹھا تو مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری وضو فرمارہے تھے۔ اچانک ایک دوسرے کو ملے تو تعجب ہوا۔

حضرت جالندھری نے فرمایا کہ قریب کے فلاں گاؤں میں جلسہ تھا۔ جلسہ کے بعد جو ٹرین پکڑنا تھی وہ دس منٹ پہلے چھوٹ گئی تو رات گزارنے کے لئے یہاں آگیا۔ ابھی نماز کے بعد بس سے سفر کرنا ہے۔ مولانا مسعود الحسن نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے جگہ کی تلاش ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کا سنا تو چلا آیا۔ شام کو آیا ہوں رات گزاری ہے۔ آج نماز کے بعد مسجد کی انتظامیہ سے ملوں گا۔ حضرت جالندھری نے فرمایا: شاہ صاحب! یہ بلقیسہ مسجد اپنے مسلک کے دوستوں کی پہلی مسجد ہے۔ کچی ہے اور ابھی تعمیر بھی مکمل نہیں ہوئی۔ قرب وجوار میں قادیانیوں کا زمیندارہ اور اثر رسوخ ہے۔ ممکن ہے کہ مسجد کے حالات ایسے ہوں کہ آپ کو وہ معقول تنخواہ نہ دے سکیں۔ لیکن تبلیغ کے نکتہ نظر سے محل وقوع اور ضرورت ایسی ہے کہ آپ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بھروسے گھوڑے

پہنچ کر یہاں ڈیرہ لگادیں۔تنخواہ کی فکر نہ کریں۔ جب تک کوئی انتظام نہیں ہوتا وہ میرے ذمہ۔ ہر ماہ آپ کو منی آرڈر آجائے گا۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے حکم ومشورہ پر مولانا سید مسعود الحسن نے یہاں ایسے ڈیرہ لگایا کہ اب جنازہ بھی یہاں سے اٹھا ہے۔فرماتے تھے سالہا سال حضرت جالندھری تنخواہ بھجواتے رہے۔ جب مسجد کی تعمیر ہوگئی، میری خطابت سے ماحول بھی بن گیا۔ مسجد کی خاصی آمدنی ہونے لگی۔ دوستوں نے میری تنخواہ مقرر کردی تو حضرت جالندھری کو خط لکھا کہ اب آپ رقم نہ بھجوایا کریں۔ یہ واقعہ سنا کر مولانا سید مسعود الحسن بخاری پر گریہ طاری ہوگیا کہ ہمارے اکابر اس طرح دوررس نگاہ رکھتے تھے کہ جہاں سے گزرتے دینی ضرورتوں اور مصلحتوں کو پورا کرتے جاتے تھے۔ مولانا مسعود الحسن نے فرمایا کہ بلقیسہ مسجد حویلی لکھا میں اپنے مسلک کی پہلی مسجد تھی۔ پھر ماحول بنا۔اب یہاں اپنی مساجد ومدارس کی بہار ہے۔ یہ سب حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی دوراندیش سوچ کا صدقہ ہے اور آں مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ۔ مولانا سید مسعود الحسن بخاری خوب بہادر انسان تھے۔ محنتی تھے۔ حق بات ڈنکے کی چوٹ کہنے کے خوگر تھے۔ رہے اور بڑی شان کے ساتھ رہے۔ ایک وقت تھا، آپ کی علاقہ بھر میں اتنی بھرپور گرفت تھی کہ چاروں جانب آپ کا طوطی بولتا تھا۔ آپ نے مدرسہ بھی قائم کیا۔ مسجد ومدرسہ آج آباد ہیں جب کہ ان کے بانی اور انہیں عروج پر پہنچانے والے عدم آباد چلے گئے۔ جہاں ہم سب کو جانا ہے۔حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔

(۲۲۰۹) مسعود علی آزاد لکھنوی، مولانا

(وفات: ۲۵؍مئی ۱۹۷۴ء)

قطب الارشاد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے امام الصلوٰۃ، صاحب علم وورع، خدا رسیدہ، عابد وزاہد، بلند پایہ قادر الکلام شاعر، ہندوپاک کے ہزاروں لوگوں کی عقیدتوں کا مرجع، مولد ومسکن لکھنؤ، وفات لاہور سلطان فونڈری شیرانوالہ میں جنازہ جامعہ مدنیہ لاہور کے مولانا سید حامد میاں نے پڑھائی۔ عقیدہ ختم نبوت کے ہر مجلس میں ترجمان تھے۔

(۲۲۱۰) مسعود علی الحسنی الجیلانی (فیصل آباد)، السید

شیعہ مکتب فکر کے ممتاز رہنما جناب مولانا سید مسعود علی الحسنی جیلانی جڑانوالہ ضلع فیصل آباد نے حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام وظہور مہدی، خروج دجال، دعویٰ مہدی ومسیحیت مرزائے قادیان پر مبسوط کتاب تحریر کی ہے۔ جس کا نام ''البرھان الجلی فی حل عقدۃ نزول عیسیٰ وظھور المھدی''ہے، جو جولائی ۱۹۸۸ء میں ۲۸۰ صفحات پر مشتمل شائع ہوئی۔ اپنے طور پر اس مسئلہ کی خوب وضاحت کی سعی کی ہے۔ شیعہ حضرات کی طرف سے ردقادیانیت کے لٹریچر میں مفید اضافہ ہے۔

(۲۲۱۱) مسکین علی حجازی، جناب ڈاکٹر

(پیدائش: یکم؍جون ۱۹۳۷ء ...... وفات: ۱۹؍جنوری ۲۰۰۹ء)

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات کے پروفیسر تھے۔ دانشور اور صاحب قلم تھے۔ آپ نے ایک خط میں قادیانی فتنہ کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر کسی نظریئے، تنظیم یا تحریک سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے، ان میں اتحاد کو فروغ ملتا ہے یا

کسی بھی طور دنیا میں ان کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے یا ان کا کردار بلند اور بہتر ہوتا ہے تو وہ مفید ہے۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو وہ مسلمانوں اور اسلام کے لئے نقصان دہ ہے۔ جہاں تک قادیانیت کا تعلق ہے، اس نے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا، بلکہ اس سے امت میں انتشار اور افتراق کے باب وا ہوئے۔ ایک گروہ قادیانیت کے پرچار میں مصروف رہا۔ وہ جو کچھ کہتا رہا اسے نہ صرف علمائے کرام، بلکہ عامتہ المسلمین نے بھی کبھی تسلیم نہیں کیا۔ ختم نبوت ہر مسلمان کے ایمان کا جزو ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کو کمزور یا ختم کرنے کی کوئی سعی اسلام اور مسلمانوں کے لئے کبھی مفید نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح اور کوئی نظریہ جو مسلمانوں میں انتشار اور افتاق پیدا کرنے کا باعث بنا، ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوا۔

دوسرا معیار یہ ہے کہ قادیانیت کا پرچار جس دور میں شروع ہوا، وہ برصغیر میں انگریز کے اقتدار کا زمانہ تھا۔ قادیانیت کے بارے میں ان کا رویہ ہمیشہ ہمدردانہ رہا۔ قادیانیت کا بیج انگریزوں نے بویا تھا اور اس کا اصل مقصد مسلمانوں کے عقیدہ جہاد پر کاری ضرب لگانا تھا۔ مولانا ظفر علی خان، آغا شورش کاشمیری اور بہت سے دوسرے اکابر اس کو انگریز کا پیدا کردہ فتنہ قرار دیتے رہے۔

مسلمانوں کی جتنی مساعی اور وسائل قادیانیت کے ارتداد پر صرف ہوئی ہیں، وہ کسی اور سمت میں کام آتیں تو بہت کچھ حاصل ہوسکتا تھا۔ لیکن عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ بھی بہت ضروری تھا، جن لوگوں نے یہ کام کیا اور کر رہے ہیں۔ ان کی جزا اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔'' (جناب محمد متین خالد کے نام جناب مسکین علی حجازی کا مکتوب)

(۲۲۱۲) مشتاق احمد انبیٹھوی، مولانا

(ولادت: ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء ...... وفات: ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء)

مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی بن مخدوم بخش انبیٹھہ ضلع سہارنپور یو۔ پی میں پیدا ہوئے۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی ایسے افاضل زمانہ سے کسب فیض کیا۔ آپ نے آٹھ حج کئے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے قائم کردہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں تدریس بھی اس زمانہ میں کی۔ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف، ہائی سکول لدھیانہ، گنج پورہ کرنال ایسے کئی مدارس میں پڑھاتے رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ نے ردقادیانیت پر کتاب لکھی۔ ''التقریر الفصیح فی نزول المسیح'' جو گرانقدر علمی خزانہ ہے۔ محاسبہ قادیانیت جلد۴ میں اس کو محفوظ کیا گیا ہے۔

(۲۲۱۳) مشتاق احمد چرتھاولی، مولانا

حضرت مولانا مشتاق احمد چرتھاولی بہت بڑے عالم دین اور درس نظامی کے ماہر ترین اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے درس نظامی کی تدوین نو کی اور نصاب جدید مرتب کیا۔ اس میں کئی درسی کتابیں آپ کے رشحات قلم کی مرہون منت ہیں جو آج بھی وفاق المدارس کے نصاب میں شامل ہیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کی کتب سے مرزا قادیانی کے عقائد کو جمع کیا اور پھر ان کو نظم میں مرتب کیا۔ مکتبہ دارالتبلیغ دیوبند سے یہ کتابچہ ''عقائد قادیانی منظوم'' شائع ہوا۔ قریباً پون صدی بعد اس کتابچہ کو احتساب قادیانیت جلد۳۷ میں شامل کیا گیا۔ اس کی اشاعت نو پر جتنی فقیر کو خوشی ہے، اے کاش! قارئین سے بھی کوئی دوست اس کی قدردانی فرماسکیں۔

(۲۲۱۴) مشتاق احمد چشتی، مولانا پیر

(وفات: ۳۰/ستمبر۲۰۰۲ء)

آپ ممتاز عالم دین اور بھرپور روحانی شخصیت تھے۔ ناروے میں ختم نبوت فاؤنڈیشن قائم کی اور اسلامیان ناروے کو قادیانی فتنہ سے باخبر رکھنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ مندرہ ضلع راولپنڈی میں جامعہ چشتیہ ربّانیہ قائم کیا۔ اسی میں آج ابدی آرام فرما ہیں۔

(۲۲۱۵) مشتاق احمد چنیوٹی، مولانا

(وفات: ۲۸/جنوری 2015ء)

جامعہ عربیہ چنیوٹ کے مدرس، مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کے نامور شاگرد، معلوماتی انسان، قادیانیوں کے خلاف متعدد کتابوں کے مصنف، مناظر، سعودی عرب عمرہ کے لئے گئے اور حرم کعبہ میں وصال فرما گئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۲۲۱۶) مشتاق احمد علی پوری، مولانا

(وفات: ۲۵/مارچ 2012ء)

مولانا مشتاق احمد علی پور کے تھے۔ مہاجر برادری سے تعلق تھا۔ آپ نے سیت پور روڈ پر مدرسہ فیض العلوم بھی قائم کیا۔ مولانا محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث خیر المدارس کے داماد تھے۔ ’’حقیقت مرزائیت‘‘ کے نام پر انہوں نے رسالہ بھی لکھا۔

(۲۲۱۷) مشتاق احمد لغاری (بھکر)، جناب ماسٹر

(وفات: ۲۰/فروری ۲۰۲۱ء)

جناب ماسٹر مشتاق احمد لغاری بلوچ انتہائی کریم النفس اور شریف الطبع انسان تھے۔ ساری زندگی صوم وصلوٰۃ، تلاوت، ذکرو اذکار اور اعمال صالحہ کے پابند رہے۔ نظریاتی طور پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ کے زمانے میں جیل میں گئے۔ یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر والوں کے ہمراہ قید کاٹی۔ ناموس رسالت ملین مارچوں میں بھی ڈیوٹی دیتے رہے۔ ماسٹر صاحب کے والد گرامی مرحوم چناب نگر کانفرنس میں ہر سال پابندی کے ساتھ جاتے رہے۔ ماسٹر صاحب کو گھر کی دیکھ بھال کے لئے مجبوراً رکنا پڑتا، مگر گزشتہ سے پیوستہ سال اصرار کر کے چناب نگر کانفرنس میں شرکت کی۔ کہتے تھے کہ جب چنیوٹ میں کانفرنس ہوتی تھی تو میں ہر سال جایا کرتا تھا، اب بھی مجھے جانے دو۔ اچھی صحت تھی۔ ایک دن بیمار رہ کر ڈسٹرکٹ ہسپتال بھکر میں وفات پائی۔ اگلے دن جمعیت علماء اسلام تحصیل دریا خان کے امیر حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب کی اقتدأ میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ (مولانا محمد اشفاق)

(۲۲۱۸) مشتاق احمد ہوتوی، مولانا

مولانا مشتاق احمد ہوتوی کا رسالہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے بنام ’’مرزا کا چہرہ اپنے آئینہ میں‘‘ شائع ہوا۔ بعد میں حضرت مولانا مختار احمد، جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فاضل تھے۔ صحیح معنی میں یادگار اسلاف اور عالم ربّانی تھے۔ ملنے کا دوسرا پتہ میں آپ کا نام بھی درج ہے۔ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی مرصع گالیاں، سیاہ جھوٹ، غیرمحرم عورتوں سے اختلاط ایسے مسائل کو زیربحث لایا گیا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۵۲ میں اسے محفوظ کرنے پر خوشی ہو رہی ہے۔

(۲۲۱۹) مشرف بریلوی (بلوچستان)، جناب

جناب مشرف بریلوی صاحب غالباً تقسیم کے بعد سبی، بلوچستان آ گئے۔ ۲۵؍اکتوبر۱۹۵۲ء کو آپ نے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ جس کا نام: ’’خاتم‘‘ ہے۔ اس رسالہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے مفہوم و معنی کو مصنف نے اپنے طور پر سمجھایا ہے۔ احتساب قادیانیت جلد۴۰ میں یہ بھی شامل اشاعت ہے۔

(۲۲۲۰) مشرف علی تھانوی (لاہور)، حضرت مولانا

(وصال: ۳۰؍اپریل ۲۰۱۸ء)

مولانا مشرف علی تھانوی بڑی نسبتوں کے حامل تھے۔ آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے نواسہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ تھانہ بھون میں آپ پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد لاہور میں اپنے والدین کے ہمراہ آ گئے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ اقبال ٹاؤن کامران بلاک میں دارالعلوم الاسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کے مہتمم قرار پائے۔ اب عرصہ سے اس کے شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز تھے۔ آپ کو علماء کرام کے حلقہ میں بھرپور احترام کا مقام حاصل تھا۔ پاکستان کے مدارس کی سب سے بڑی تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے آپ ناظم بیت المال تھے۔ آپ کے اہتمام میں جس سرعت کے ساتھ دارالعلوم الاسلامیہ نے ترقی کے مراحل طے کئے۔ وہ آپ کی بھرپور صلاحیتوں کا زندہ جاوید ثبوت ہیں۔ آپ کے سینکڑوں شاگرد اس وقت اندرون و بیرون ملک خدمات دینیہ انجام دے رہے ہیں۔ جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ آپ جہاں حضرت شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے شاگرد رشید تھے۔ وہاں آپ ان کے نسبتی بیٹے بھی تھے۔ غرض حضرت تھانوی سے لے کر مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مفتی جمیل احمد تھانوی تک بڑے حضرات کی نسبتوں کے امین تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے بہت کام لیا۔ تمام دینی کاموں میں صف اوّل میں رہے۔ اس وقت حضرت تھانوی کے حلقہ کے مشائخ کی تنظیم صیانۃ المسلمین کے رفیع مقام پر فائز تھے۔ زہے نصیب کہ عمرہ کے لئے اپنے عزیزوں کے ہمراہ حجاز مقدس حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ طیبہ میں اجل نے آن لیا۔ جنت البقیع کی دھرتی نے اپنے دامن عافیت میں لے لیا۔ جنم تھانہ بھون کا۔ قیام پاکستان اور آخری آرام مدینہ منورہ کا نصیب ہو گیا۔ نصیب والے لوگ قابل رشک ہوتے ہیں اور یقیناً مولانا مشرف علی تھانوی بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل تھے۔

(۲۲۲۱) مشرف علی (شیخوپورہ)، حضرت مولانا قاری

(پیدائش:۱۹۷۱ء ...... وصال:۵/اکتوبر۲۰۲۰ء)

مولانا قاری مشرف علی کھوکھر راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ جناب ملک محمد اکرم کے ہاں ملیاں کلاں ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ فاروقیہ شیخوپورہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ قاری عبدالرحمٰن ڈیروی کے ہاں مدرسہ اسلامیہ انارکلی لاہور میں قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ کتب جامعہ اشرفیہ مان کوٹ میں پڑھیں۔ جامعہ اشرفیہ لاہور سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ ۲۰۰۰ء میں جامعہ فریدیہ کے نام سے شیخوپورہ میں ادارہ قائم کیا جو تعلیمات اسلامیہ، حفظ و ناظرہ اور ابتدائی تعلیم کا اس وقت مثالی ادارہ ہے۔ آپ عمر بھر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ اس کے متعدد عہدوں پر بھی سرفراز رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پر دل و جان سے فداء تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ آپ آنکھوں سے معذور ہونے کے باوجود اتنے درمند دل رکھنے والے تھے کہ تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ اسلام کی سربلندی کے لئے متحرک نظر آتے تھے۔ آپ کی اولاد نہ تھی۔ آپ کے بچپن سے تا ایں دم کے ساتھی جناب مولانا حافظ عبدالوحید آپ کے وصال کے بعد آپ کے ادارہ اور تمام خیر کے کاموں کو چلا رہے ہیں۔

(۲۲۲۲) مصباح الدین (راولپنڈی)، جناب

سیٹلائٹ ٹاؤن کے جناب مصباح الدین نے ایک کتاب ''خاتم النّبیین'' کے نام سے لکھی۔ اس کے دو حصے یکجا ہیں۔ پہلا حصہ ۲۲۴ صفحات اور دوسرا حصہ ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ رحمت عالم ﷺ کی وصف خاص وطرۂ امتیاز عقیدۂ ختم نبوت کے تمام پہلوؤں کو تحریر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت اس کے نقصانات، مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ غرضیکہ تمام پہلو اس کتاب میں آگئے ہیں۔ پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۷۳ء میں اور چوتھا ایڈیشن جون ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔ پونے چارسو صفحات کی کتاب فری میں تقسیم کرتے رہے۔ زہے نصیب!

(۲۲۲۳) مصباح اللہ شاہ، مولانا سید

(ولادت:۱۹۳۰ء وفات:۴/نومبر ۱۹۹۵ء)

مولانا مصباح اللہ شاہ بٹل تحصیل مانسہرہ میں مولانا سید عبدالصادق کے ہاں تولد ہوئے۔ اپنے بہنوئی کے ہمراہ ۶ برس کی عمر میں ہی دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم درسگاہ سے استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابتدائی فارسی کتب پڑھنے کے بعد آپ کے بہنوئی مولانا پیر سید شاہ کی فراغت ہوئی تو ان کے ہمراہ آپ کو بھی وطن واپس آنا پڑا۔ پھر علاقہ چھچھ اور گجرات سے تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں ٹنڈوالہ یار میں مولانا عبدالرحمٰن کیمبل پوری اور مولانا سید محمد یوسف بنوری سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد دس سال تک مدرسہ خدام القرآن ضلع رحیم یارخان میں اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اسی عرصہ کے دوران حفظ قرآن کا شوق بھی امنڈ آیا اور صرف چار ماہ کے قلیل عرصہ میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی۔ بعدازاں جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں حضرت بنوری کی معیّت میں پڑھانا شروع کیا اور تاحیات اونچے درجات میں پڑھاتے رہے۔

زندگی بھر تبلیغی جماعت اور عقیدہ تحفظ ختم نبوت کے کام کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ نے تردید قادیانیت پر بھی ''فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام'' میں تائیدی دستخط کر کے مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۸)

(۲۲۲۴) مصطفیٰ کمال التازری (رئیس الشئون الدنیہ تیونس)، فضیلۃ الشیخ

آپ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فتویٰ میں ذیل کا جواب تحریر فرمایا۔

انی احمد اللّٰہ علٰی ھٰذہ الجھود الموفقة التی یقوم بھا نخبة من ابناء باکستان لانکار المزاعم الباطلة والأکاذیب التی تقوم بھا وتروجھا الفرقة القادیانیة بھٰذہ البلاد وبقیة بلدان العالم الاسلامی، اعانھم اللّٰہ علٰی الاسلام۔

مصطفیٰ کمال التازری تیونس

پاکستان کے جید علماء نے قادیانی فرقے کے کفریہ عقائد کی تردید کے لئے جو کامیاب کوششیں کی ہیں، میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ فرقہ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اپنے غلط خیالات اور جھوٹے دعوے پھیلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان علمائے کرام کی اسلام کی حفاظت کے لئے کی جانے والی کوششوں میں مدد فرمائیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۲)

(۲۲۲۵) مصطفیٰ کمال پاشا، جناب اتاترک

(پیدائش:۱۸۸۱ء ...... وفات:۱۰ر نومبر ۱۹۳۸ء)

جناب مصطفیٰ کمال پاشا جدید ترکی کے بانی اور پہلے صدر ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں انہیں قوم کی طرف سے ''اتاترک'' کا لقب دیا گیا۔ فتنۂ قادیانیت سے متعلق فرماتے ہیں کہ: ''مخالفین اسلام نے اسلامی تعلیمات کو تضحیک واستہزاء کا موضوع سمجھ رکھا ہے۔ اس وقت ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم دنیا پر ظاہر کر دیں کہ شوکت اسلام کے احیاء کے لئے ہم آج بھی آمادہ عمل ہیں۔ عزیز بھائیو! جب میں کروڑوں مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ایک درد اٹھتا ہے۔

میرے دوستو! اگر کوئی موقعہ آیا تو تم دیکھو گے کہ تحفظ ناموس اسلام کی راہ میں، میں سر کٹانے کے لئے مجاہدین کی صف اوّل میں شامل ہوں گا۔ تمہیں اجازت ہے کہ تم فرقہ ضالہ قادیانیہ کے استیصال کے لئے ہر ممکن اور جائز ذریعے اختیار کرو۔ میں تمہیں کامیابی کی نوید دیتا ہوں۔ ''وکان حقا علینا نصر المؤمنین (القرآن)'' (مرزائیت عدالت کے کٹہرے میں از جانباز مرزا ص۲۴۵)

(۲۲۲۶) مصطفیٰ صادق، جناب

(وفات:۲۱ر نومبر ۲۰۱۱ء)

آپ جماعت اسلامی سے منسلک رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے زمانہ میں آپ روزنامہ ''تسنیم'' کے ایڈیٹر تھے۔ آپ تحریک میں جماعت اسلامی کے نمائندہ کے طور پر انکوائری کمیشن میں پیش ہوئے۔ بعد میں آپ نے روزنامہ ''وفاق'' لاہور سے جاری کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں جناب بھٹو صاحب کو تحریک کے مطالبات تسلیم کرنے کا مشورہ دینے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔

حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف سے آپ کے برادرانہ تعلقات جماعت اسلامی میں شریک کارہونے کے زمانہ سے تھے۔آپ ایک نظریاتی شخصیت تھے۔تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی اپنے طور پر حصہ لیا۔ضیاء الحق صاحب کے بھی مشیر رہے حکومتی حلقوں میں گڈ بک پر تھے۔ بیک گراؤنڈ مذاکراتی ٹیم کا آپ کو سرخیل کا کہا جاسکتا ہے۔

(۲۲۲۷) مصلح الدین (صوابی)،مولانا

(ولادت:۱۹۱۴ء ...... وفات: جنوری۱۹۹۲ء)

مولانا مصلح الدین کی ولادت ڈاگئی ضلع صوابی میں مولانا محمود کے ہاں ہوئی۔مولانا مصلح الدین نے مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ، مدرسہ عالیہ رام پوراور مدرسہ امینیہ دہلی سے تعلیم حاصل کی۔ پاکستان کے پلیٹ فارم سے خدمات انجام دیں۔دارالعلوم محمودیہ تقویۃ الایمان صوابی کی بنیاد بھی رکھی۔تحریک پاکستان،تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ءاور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کیں۔

(۲۲۲۸) مطلع الانوار،مولانا

(پیدائش:۱۹۱۹ء ...... وفات:۲۱/نومبر۲۰۱۶ء)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید، دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا مطلع الانوار اس دور میں یادگار اسلاف تھے۔آپ کی ذات گرامی اپنے حلقہ میں مرجع خلائق تھی۔آپ نے زندگی بھر دینی تعلیم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ ہزاروں طلباء کرام نے آپ سے تعلیم دین حاصل کی۔آپ اس وقت جمعیۃ علماء اسلام کے سرپرست تھے۔آپ سراپا جمعیۃ تھے۔جمعیۃ علماء اسلام کے لئے آپ کا وجود انعام الٰہی تھا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی فرماتے تھے۔چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس پر بھی آپ کی تشریف آوری ہوتی رہی اور بعض اجلاسوں کو آپ نے صدارت سے اعزاز بخشا۔مولانا اپنے گاؤں چارسدہ کے قریب سپرد خاک کئے گئے۔آپ کے وصال سے پون صدی کی تاریخ کا ایک درخشاں باب بند ہوگیا۔حق تعالیٰ آپ کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔آمین!

(۲۲۲۹) مطلوب حسین، جناب ڈاکٹر سید

(ولادت:۱۴/اکتوبر۱۹۲۶ء، جالندھر ...... وفات:۱۴/جون۲۰۰۴ء، راولپنڈی)

آپ ممتاز محقق، مصنف اور اردو انگریزی کے ادیب اور مترجم تھے۔وزارت مذہبی امور کے سابق ڈائریکٹر ریسرچ بھی رہے۔''ختم نبوت'' کے نام پر آپ نے کتاب بھی لکھی۔موہڑی ضلع راولپنڈی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

(۲۲۳۰) مطیع الرحمٰن عباسی (ٹوبہ ٹیک سنگھ)،مولانا سید

(وفات:۳/مارچ۲۰۲۱ء)

مولانا سیّد مطیع الرحمٰن عباسی کے آباؤ اجداد فتنۂ تاتار کی تباہی کے زمانہ میں ۱۲۵۸ء بغداد سے دہلی آئے۔وہ سلطان غیاث

الدین بلبن کا دور تھا۔ اس خاندان کی انیس پشتوں یعنی آٹھ صدیوں تک ہر شخص کے نام کے ساتھ مولانا کا سابقہ موجود ہے۔ اس سلسلہ کے ایک عالم دین مولانا رکن الدین امروہہ مرادآباد تشریف لائے۔ اس وقت امروہہ میں جو عباسی خاندان موجود ہے وہ انہیں کی اولاد ہے۔ ۱۹۴۵ء میں مولانا رکن الدین کی اولاد میں بارہویں پشت پر مولانا اظہار الحق سہیل ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے اور مرکزی جامع مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ ان کے فرزند ارجمند مولانا سیّد سلمان احمد شاہ عباسی جو جامعہ خیر المدارس ملتان کے قدیم فضلاء میں سے تھے اپنے والد کے جانشین بنے۔ مولانا سلمان احمد عباسی بڑے جرأت منداور بہادر عالم دین تھے جو حق سمجھتے اسے ڈنکے کی چوٹ کہتے۔ ۱۹۶۹ء میں مرکزی جامع مسجد کو محکمۂ اوقاف نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ مولانا سلمان بدستور امام وخطیب رہے۔ اللہ پاک نے انہیں اولاد نرینہ سے سرفراز فرمایا۔ موصوف نے اپنے تمام فرزندان گرامی کو دینی علوم سے سرشار فرمایا۔ ان میں سے مولانا مطیع الرحمٰن عباسی ہیں جنہوں نے اولیٰ سے رابعہ تک جامعہ خیر المدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم کراچی کے فاضل تھے۔ آپ نے ۱۹۹۲ء میں دارالعلوم سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد جامع مسجد مرکزی کی خطابت اور دارالعلوم ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مسند تدریس پر براجمان ہوئے۔ تحریک ختم نبوت سمیت تمام تحریکوں میں حصہ لیتے رہے۔ اصلاحی تعلق سیّدی ومرشدی حضرت اقدس مولانا سیّد جاوید حسین شاہ صاحب سے قائم کیا اور مجاز بھی ہوئے۔ مولانا سیّد سلمان عباسی کے آٹھ بیٹے ہیں۔ تمام علماء، حفاظ وقراء ہیں۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۲۳۱) مطیع الرحمٰن (کمالیہ)، مولانا

(وصال: ۱۲/فروری ۲۰۱۸ء)

مرحوم مجلس کے متحرک کارکن اور معاون تھے۔ کمالیہ کے مضاف میں ایک مدرسہ بھی چلا رہے تھے۔ جنازہ پیر جی عبدالحفیظ چیچہ وطنی والوں نے پڑھایا۔

(۲۲۳۲) مطیع الرضا خان قادری، مولانا

(ولادت: ۲۹/ستمبر ۱۹۲۷ء، مرادآباد ...... وفات: ۴/اپریل ۱۹۷۹ء)

آپ عالم دین، نعت گو شاعر، مدرس اور تحریک پاکستان کے کارکن تھے۔ مسلم لیگ کے لئے خاصے متحرک رہے۔ جامع مسجد طارق آباد لال کرتی راولپنڈی کے خطیب تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں مثالی اور نمایاں کردار کے حامل رہے۔ اپنی مسجد کے احاطہ میں محوخواب ہیں۔

(۲۲۳۳) مطیع اللہ رشیدی (ساہیوال)، مولانا

(وفات: مارچ ۱۹۹۲ء)

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب کے پوتے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر شیخ الحدیث

مولانا محمد عبداللہ رائے پوری کے صاحبزادے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ناظم مولانا مطیع اللہ رشیدی ایک نامور عالم دین، متواضع اور منکسر المزاج عالم دین تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی حساسیت کے حوالہ سے اپنے آباؤ اجداد کی روایات کے حامل تھے۔

(۲۲۳۴) مظفر بیگ، جناب مرزا

(پیدائش:۱۹۳۵ء وفات:۲۴/اپریل ۱۹۹۹ء)

آپ لاہور کے نامور صحافی اور اردو کے ادیب ودانشور تھے۔ ہفت روزہ آئین لاہور جو جماعت اسلامی کا حامی قادیانی جریدہ تھا۔ ۳۷ برس اس کے ایڈیٹر رہے۔ آپ نے فتنہ کے متعلق تحریر کیا کہ: ''۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں (قومی اسمبلی اور سینٹ) نے منکرین ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا بل منظور کرلیا۔ یہ اقدام جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعات ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں متفقہ طور پر منظور کی جانے والی ترمیم کے ذریعے مکمل ہوا۔ دفعہ ۱۰۶ کی شق نمبر ۳ میں جہاں غیر مسلم اقلیتوں کا ذکر ہے، وہاں ''قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' کے الفاظ کا اضافہ کیا گیا اور ۲۶۰ میں شق نمبر ۲ کے بعد ۳ کا اضافہ کیا گیا جس کی رو سے، ایسا شخص جو محمد ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط ایمان نہیں رکھتا یا محمد ﷺ کے بعد کسی مفہوم میں یا کسی قسم کا بھی نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص ایسے کسی مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔

بلاشبہ یہ تاریخ کا ایک عظیم فیصلہ ہے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک، مسلمانان پاکستان اور مسلمانان عالم نے اپنے احساسات کا جس طرح اظہار کیا ہے وہ ناقابل فراموش ہے...... آج مسرت اپنا جواز رکھتی ہے۔ آج کفران نعمت کا کوئی مقام نہیں۔ آج تو سجدہ شکر بجالانا خود لازم ہوا ہے...... آخر ایک قوم سرفراز ہوئی ہے۔ ایک ملت تلافی مافات کے لئے آگے بڑھی ہے...... اور یوں اجماع امت کے ذریعے ایک امت ایک بار پھر اپنے دین کی سچائی منوانے کے لئے اٹھی ہے۔ لیکن یہ منزل پلک جھپکنے میں نہیں آئی۔ یہ فاصلہ پون صدی میں طے ہوا ہے۔ پون صدی تک ایک سچائی کو منوانے کے لئے دستک دی جاتی رہی۔ پون صدی تک ایک جوت جگائے رکھی گئی۔ کسی قربانی کو گراں نہ سمجھا گیا۔ جیلوں سے منہ نہ موڑا گیا۔ اس راہ میں پھانسی کا پھندہ بھی آیا تو قدم بلا جھجک اس کی طرف بڑھے...... یوں ایک صدی کا بڑا حصہ قدم قدم پر ایثار اور قربانی کے مینار تعمیر ہوتے دیکھتا چلا گیا...... اور تب ایک روز، امت مسلمہ کے نوجوان، زخموں کی سوغات لے کر واپس آئے تو پوری قوم جاگ اٹھی۔

۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کا یہ فیصلہ اسی بیداری کا انعام ہے۔ ۲۹/مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ اسٹیشن پر ان کا خون گرا اور پورے ملک کو سرخرو گیا۔ بلاشبہ خراج تحسین کے مستحق افراد دو چار نہیں، لاتعداد ہیں۔ پوری قوم ہے۔ پورا ملک ہے۔ لیکن...... بلاشبہ ہر تعریف کی مستحق وہ ذات حق ہے جس نے ایک قوم کو ایک جرم مسلسل مٹانے کی توفیق بخشی۔ ایک ملک کو خون کے سمندر سے گزرے بغیر صحیح فیصلے پر پہنچنے کی بصیرت دی اور ایک دور کو آغاز نو کا موقعہ عطاء فرمایا۔ بلاشبہ ساری تعریفیں اسی ذات حق کے لئے ہیں، جس نے چودہ سو سال پہلے ہمارے لئے دین کو مکمل کر دیا تھا۔'' (ہفت روزہ آئین لاہور مؤرخہ ۱۵/ستمبر ۱۹۷۴ء)

(۲۲۳۵) مظفر خان ملک، جناب نواب زادہ

(ولادت: ۱۹۳۴ء ...... وفات: ۱۹/ جون ۱۹۸۹ء)

آپ ملک امیر محمد خان نواب آف کالا باغ کے صاحبزادے تھے۔ آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پر دستخط کئے اور محرکین قرارداد میں اپنا نام لکھوایا۔

(۲۲۳۶) مظفر علی شمسی (لاہور)، جناب سید

(وفات: ۱۹/ جون ۱۹۷۶ء)

سیّد مظفر علی شمسی بیان کرتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلے میں مجھے دیگر راہنماؤں کے ساتھ گرفتار کر کے سکھر جیل بھجوایا گیا اور ہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ جیل کے اندر پانچ دروازے پار کروا کر ایک تنگ وتاریک کوٹھڑی میں بھیجا گیا۔ اس کوٹھڑی میں دم لینا دشوار تھا اور جب کبھی دم گھٹنے لگتا تو ہم سب باری باری دروازے کے ساتھ منہ لگا لیتے تا کہ کچھ سانس بحال ہو سکے۔ ہم سب اس حالت میں صبر وشکر کے ساتھ موت کا انتظار کرنے لگے۔ سکھر میں ان دنوں گرمی انتہا درجے کی تھی۔ مرغی کے انڈے کو اگر پانی میں ڈال کر رکھ دیا جائے تو پانچ منٹ میں ابل جاتا تھا۔ رات کو سرخ آندھی چلتی جو کئی کئی دن مسلسل چلا کرتی۔ آنکھیں سرخ ہی سرخ ہو جاتی تھیں۔ سحری اور افطاری میں خوراک ایسی کہ دیکھ کر طبیعت خراب ہو جاتی۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا بہت دشوار ہو گیا تھا۔ عید الفطر کے دن تمام قیدیوں نے مل کر نماز عید ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل خطوط لے کر آئے۔ انہوں نے میری ڈاک میرے سپرد کی۔ اس میں میری ہمشیرہ کا خط تھا جسے میں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پڑھا اور رو دیا۔ اس میں لکھا تھا: ''میرے بھیّا! اس امتحان میں آپ کو پریشان کرنا نہیں چاہتی۔ اب قریب المرگ ہوں۔ بخار دامن نہیں چھوڑتا۔ درجہ حرارت ۱۰۴ سے گرتا نہیں۔ کھانسی زوروں پر ہے۔ محبوب بھائی (سید محبوب شمسی) ڈاکٹر صاحب کو لائے تھے۔ ایکسرے میں ٹی۔ بی کی ابتدائی منزل ہے۔ ماں باپ نے مجھے آپ کے سپرد کیا تھا اور اب موت مجھے لئے جارہی ہے۔ کاش! کہ میرے آخری وقت آپ میرے پاس ہوتے۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے نام پر جو مصائب برداشت کر رہے ہیں اللہ آپ کو استقلال بخشے اور قیامت کے دن آپ کی قربانی ہمیں دربار رسالت میں سرخرو کرے۔

آپ بہادری سے قید کاٹیں، اگر زندگی رہی تو مل لوں گی۔ ورنہ میری قبر پر تو آپ ضرور آئیں گے۔ سب بچے سلام کہتے ہیں۔ اب ہاتھ میں طاقت نہیں۔ لہٰذا خط ختم کرتی ہوں۔ بھیّا سلام۔ آپ کی بہن۔''

اس خط سے میرے دل میں ایک ہوک اٹھی۔ شاہ صاحب (سید عطاء اللہ شاہ بخاری) آبدیدہ ہو گئے۔ سب نے عزیزہ کی صحت کے لئے دعا کی۔ اس خط کا مطلب وہی سمجھ سکتا ہے جو وطن سے دور ہو اور پھر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہا ہو۔

ایک رات کو مولانا غلام اللہ خان کی جامع مسجد راولپنڈی راجہ بازار میں جلسہ عام تھا۔ اللہ اللہ! چشم فلک نے ایسے روح پرور اور ایمان افروز نظارے کم دیکھے ہوں گے۔ مولانا بنوری کا نورانی چہرہ چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ علمائے کرام، مشائخ عظام اور

دوسرے تمام اکابر اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ جناب سیّد مظفر علی شمسی کے ان الفاظ پر کہ: ’’پہلے ۱۹۵۳ء میں بھی ایک سیّد (ابوالحسنات قادری) کی قیادت میں تحریک ختم نبوت میں شامل ہوا تھا اور آج بھی ایک سیّد ہی کی قیادت میں گھر سے نکل آیا ہوں اور آتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو وصیت کر آیا ہوں کہ جب تمہیں خبر ملے کہ تمہارا ابّا، نانا مصطفیٰ (ﷺ) پر قربان ہوگیا ہے اور اس کے ساتھی بھی شہید کر دیئے گئے ہیں اور ان کی لاشیں راولپنڈی کی سڑکوں پر گھسیٹی جا رہی ہیں تو تم بھی زینب رضی اللہ عنہا کی طرح سروں سے چادریں اتار کر، ننگے سر ہو کر، سڑکوں پر نکل آنا اور ختم نبوت کی تحریک میں شامل ہو جانا۔‘‘

مجمع میں ایک قیامت بپا ہوگئی۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ کوئی شخص ایک لاکھ کے مجمع میں ایسا نہیں ہوگا جس نے اپنے دل میں یہ عہد نہ کرلیا ہو کہ کل صبح اگر فیصلہ مسلمانوں کے خلاف ہوا تو وہ اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش نہیں کرے گا۔

(ہفت روزہ ’’لولاک‘‘ فیصل آباد)

(۲۲۳۷) مظہر الدین رمداسی، مولانا

مولانا محمد مظہر الدین رمداسی کا مرتب کردہ ’’خاتم المرسلین ﷺ‘‘ رسالہ ہے جو احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۲۳۸) مظہر الدین ملتانی قادیانی

مظہر الدین ملتانی کے والد فخر الدین ملتانی نے قادیانیت کی لعنت قبول کی اور ملتان سے قادیان منتقل ہوئے۔ ان پر جب قادیان کے دوسرے خلیفہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین مرزا محمود قادیانی کی بدکرداری عیاں ہوئی۔ انہوں نے آواز اٹھائی۔ مرزا محمود نے ان کو قتل کرا دیا۔ فخر الدین ملتانی کے بیٹے مظہر الدین ملتانی نے اپنی آنکھوں کے سامنے باپ کو قتل ہوتے دیکھا تو مرزا محمود کے خلاف ہوگئے۔ چنانچہ مرزا محمود کی بدکرداری پر کتاب لکھی جس کا نام: ’’تاریخ محمودیت‘‘ ہے۔ مگر مرزا محمود کے مخالف ہونے کے باوجود آخر تک قادیانی رہے۔

’’کمالات محمودیہ‘‘ یہ بھی مظہر الدین ملتانی قادیانی کی مرتب کردہ ہے۔ اس کتاب کا انہوں نے خود یہ تعارف قلمبند کیا ہے۔ ’’بدباطن دجال (مرزا محمود) کے دجل فریب کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق درج کئے گئے ہیں۔‘‘ اس کتاب نے بھی قادیانی مؤلف کے ہاتھوں مرزا محمود کو بے لباس کر دیا ہے۔

’’ربوہ کا پوپ‘‘ یہ کتاب بھی مظہر الدین ملتانی، قادیانی کی مرتب کردہ ہے۔ جس میں مرزا محمود ایسے ابن الوقت کے ناپاک سیاسی منصوبے، دینی سیاست کے پردے میں چیرہ دستیاں، حکومتی خاکے، فوجی نظام حکومت کے خواب، ربوہ سٹیٹ بینک وغیرہ، گشتی مراسلہ، ربوہ کے جاسوسوں کا کام، حکومت کی پالیسی کے راز چرانا، مرکزی حکومت نے اعلیٰ حکام کو خبردار رہنے کی ہدایت کر دی، ایسے بیسیوں عنوانات قائم کر کے مرزا محمود کے کردار کو تار تار ہوتے دکھایا گیا ہے۔

یہ تینوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں شائع ہوگئے ہیں۔

(۲۲۳۹) مظہر حسین (چکوال)، مولانا قاضی

(وفات: ۲۶؍جنوری ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب یکم؍اکتوبر ۱۹۱۴ء کو چکوال کے معروف قدیمی قصبہ بھیں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مناظر اسلام حضرت مولانا قاضی کرم الدین دبیر معروف عالم تھے۔ ردقادیانیت پر آپ کو مہارت حاصل تھی۔ مرزا غلام قادیانی کے ساتھ مناظروں اور مقدموں میں عمر بھر پیش پیش رہے۔ ان مقدمات کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ''تازیانہ عبرت'' ایک تاریخی دستاویز ہے۔ حضرت قاضی مظہر حسین نے اس دینی ماحول میں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ گورنمنٹ ہائی سکول چکوال سے میٹرک پاس کیا۔ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ ۳۶-۱۳۳۷ھ/ ۱۹-۱۹۱۸ء میں دورہ حدیث اور تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران حضرت مولانا شمس الحق افغانی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی ایسے اکابر سے آپ نے کسب فیض کیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری اور کسب فیض کا شرف حاصل کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ واپس آکر دینی خدمات، مقدمات، گرفتاری کے مراحل سے انگریز دور حکومت میں گزرتے رہے اور بڑی استقامت وعزیمت اور بڑی بہادری سے وقت گزارا۔ مدنی مسجد چکوال اور اس کے ساتھ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مستقل بنیادوں پر یہاں کام شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقہ میں مسجد ومدرسہ نے ایک مثالی ادارہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ضلع جہلم میں (تب چکوال ضلع جہلم کی تحصیل تھی) تحریک کے لئے شب و روز ایک کردیئے۔ گرفتار ہوئے۔ اس کی تفصیل مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان کی طرف سے شائع کردہ کتاب (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص۴۸۲،۴۸۳) میں آپ کی اپنی تحریر کردہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب فرماتے ہیں کہ: ''۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ہمارا مرکز جہلم تھا۔ ان دنوں میں اپنے گاؤں بھیں میں رہتا تھا۔ ۶؍مارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعہ جامع مسجد گنبد والی جہلم میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب نے ختم نبوت کے موضوع پر ولولہ انگیز تقریر کی اور احتجاجی جلوس کی صورت میں گرفتاری پیش کی۔

اس کے بعد میرا (قاضی صاحب) پروگرام تھا۔ میں نے بھی ۱۳؍مارچ کے جمعہ پر جامع مسجد مذکورہ میں تقریر کی اور جلوس نکالا اور گرفتاری پیش کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حکیم سید علی شاہ مرحوم ساکن ڈومیلی نے گرفتاری دینی تھی۔ لیکن ان کو جمعہ سے قبل ہی گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا۔ ۱۱؍مارچ کو چکوال سے حافظ حضرت مولانا غلام حبیب کو گرفتار کر کے ڈسٹرکٹ جیل جہلم بھیج دیا گیا تھا۔ جہلم میں دو دن رکھنے کے بعد حضرت مولانا عبداللطیف، حضرت مولانا سید علی شاہ، حضرت مولانا صادق حسین مرحوم اور راقم الحروف (قاضی صاحب) کو لاہور سنٹرل جیل لایا گیا۔ ہمارے ساتھ اپنے جماعتی رفقاء چکوال کے کارکن بھی تھے۔ جن میں میاں کرم الٰہی مجاہد خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ لاہور سے پھر ہمیں سنٹرل جیل ساہیوال (منٹگمری) منتقل کر دیا گیا۔ منٹگمری میں جہلم، کیمل پور، سرگودھا اور منٹگمری کے نظر بند رکھے گئے تھے۔ ہمارے کمرے کے ساتھ علیحدہ کوٹھڑی میں حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتی بھی

تھے جو بہت بڑے مفتی اور بزرگ راہنما تھے۔ انہوں نے بڑی جرأت و بہادری کے ساتھ تحریک کی قیادت کی تھی اور گرفتار ہوئے تھے۔ سرگودھا کے نظر بندوں میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھا بھی تھے۔

حضرت مولانا غلام حبیب صاحب کو ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں رکھا گیا اور وہ ۹؍جون ۱۹۵۳ء کو رہا کر دیئے گئے۔ منٹگمری جیل سے حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی کے ساتھ اور بھی چند رضا کار نظر بند تھے۔ جب رہائیاں شروع ہوئیں تو حضرات رہا ہوتے رہے۔ راقم الحروف (حضرت قاضی صاحب) کی رہائی بتاریخ ۱۴؍جنوری ۱۹۵۴ء کو عمل میں آئی۔ رہائی کے بعد بندہ (قاضی صاحب) نے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی خدمت میں عریضہ لکھا تو حضرت مدنی نے اپنے کرامت نامے میں یہ تحریر فرمایا کہ: ''نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ شانہ اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفّارۂ سیّات اور ترقی درجات کرے۔ آمین! (۲۳؍شوال ۱۳۷۳ھ/ ۲۵؍جون ۱۹۵۴ء، منقول از مکتوبات شیخ الاسلام ج۴ مکتوب نمبر۳۵) حالات عرض کر دیئے ہیں جو مناسب سمجھیں شائع کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم تمام اہل سنت والجماعت کو عقیدہ ختم نبوت اور خلافت راشدہ کی تبلیغ وتحفظ کی توفیق دیں۔ اپنی مرضیات کی اتباع نصیب کریں اور اہل سنت والجماعت کو ہر محاذ پر کامیابی نصیب ہو۔ آمین! بجاہ النبی الکریم ﷺ!'' والسلام!

خادم اہل سنت مظہر حسین

مدنی جامع مسجد چکوال ۱۳؍محرم الحرام ۱۴۱۲ھ، ۲۲؍جولائی ۱۹۹۱ء

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک کا زمانہ آپ کا ردقادیانیت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گزرا۔ اس عنوان پر کام کرنا آپ کو والد مرحوم سے ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ہمیشہ ان حضرات کو بلوا کر ضلع بھر میں ختم نبوت کے موضوع پر کام کو مہمیز لگاتے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں تشریف لاتے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کا ۲۹؍مئی ۱۹۸۲ء کو آپ نے چناب نگر جامع مسجد محمدیہ میں جمعہ کے موقع پر افتتاح کیا۔ جابہ ختم نبوت کانفرنس کے آپ صدر نشین ہوتے۔ جمعیۃ علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے مثالی کردار ادا کیا۔ ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور مرکزی سطح تک حضرت قاضی صاحب مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود کے معتمد ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اپنی جوانی کا بہترین حصہ جمعیۃ علمائے اسلام کے لئے مدتوں وقف کئے رکھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین سے آخر تک آپ کا محبتوں کا رشتہ قائم رہا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے احترام وتوقیر میں کسی سے کم نہ تھے۔ عرصہ ہوا حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ملاقات وعیادت کے لئے چکوال تشریف لے گئے۔ دیر تک محبتوں وشفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ گزشتہ واقعات واکابر سے تعلقات پر مربوط گفتگو فرمائی۔ ۱۹۶۹ء میں تحریک خدام اہل سنت کی بنیاد رکھی اور آخری سانس تک اس کی آبیاری کرتے رہے۔ مدرسہ اظہار الاسلام، مدنی مسجد، مدرسہ امدادیہ چکوال آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ قاضی صاحب اسلاف کی یادگار تھے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ بہادری، جرأت، حق

گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اکابر کے مسلک کو ہمیشہ سینہ سے لگائے رکھا۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے۔ اس کے اظہار میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل کی تاریخ تھی۔ متعدد عنوانات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ تحریر وتقریر، درس وبیان، قلم وقرطاس سے رشتہ آخر تک آپ نے قائم رکھا۔

۹۰ سال کی عمر پائی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے کمزور ہوگئے تھے۔ لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ گزشتہ سے پیوستہ سال عیدالفطر کے اگلے روز برطانیہ سے آئے ہوئے مہمان حضرت مولانا محمد ایوب سورتی صاحب کی مساعدت کے لئے راقم الحروف کو چکوال آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ شفقت ومحبت سے اپنی چارپائی پر بٹھایا۔ دیر تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی تفصیلات پوچھتے رہے۔ تحریری وتقریری کام کی رپورٹ پر شگفتہ مزاج ہوگئے۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور حقیقت یہ کہ محبتوں کی بارش کردی۔ افسوس کہ ان کی موت نے ہم سے دعاؤں کا سہارا چھین لیا۔ آخری دنوں میں اطلاع ملی کہ صاحب فراش ہیں۔ آج افسوسناک خبر سنی کہ کل انتقال ہوگیا اور شام تک تدفین کا عمل بھی مکمل ہوگیا۔ ان کی تقریباً پون صدی کی خدمات قابل قدر وقابل رشک ہیں۔ مدتوں ان کا خلا پر نہ ہوسکے گا۔ آپ کے جانشین اور اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی ظہور حسین صاحب مدظلہ ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

(۲۲۴۰) مظہر حسین قریشی (سیالکوٹ)، جناب حکیم

۱۳۲۲ھ، مطابق ۱۹۰۴ء کو حکیم مظہر حسن قریشی داروغہ آبکاری چھاؤنی سیالکوٹ نے ایک کتاب بطرز ناول مرزا قادیانی کی تردید میں ۵۱۲ صفحات پر مشتمل شائع کی۔ جس کا نام مصنف نے ''چودھویں صدی کا مسیح'' رکھا۔ آج سے ربع صدی قبل ایک کتاب کی تلاش میں جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر کی خدمت میں ملتان روڈ لاہور حاضر ہوا۔ بیت الحکمت لائبریری کا وزٹ کیا۔ مطبوعہ کتب جو میسر آئیں ان کو علیحدہ کیا کہ ان کی فوٹو کرانی ہے۔ خیال تھا کہ ادائیگی ہم کردیں گے۔ فوٹو پروفیسر صاحب کرانے کی بابت اپنے کسی اہل کار کو حکم فرمادیں گے۔ فقیر نے یہی عرض کی: پروفیسر صاحب مسکرائے اور فرمایا آپ کتابیں لے جائیں۔ حسب سہولت فوٹو کرالیں اور کتابیں مجھے واپس بھجوادیں۔ اس عنایت واعتماد پر فقیر نے ممنون احسان تو خیر ہونا ہی تھا۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ اس پر تعجب ہوا کہ پروفیسر صاحب سے پہلی ملاقات ہے۔ اس سے قبل ایک دوسرے کے نام سے غائبانہ جان پہچان تھی۔ اتنا اعتماد کون کرتا ہے؟ پروفیسر صاحب فقیر کے تعجب کو بھانپ گئے اور فرمایا۔ مولانا! ہر ایک سے ایک جیسا معاملہ نہیں ہوتا۔ کتابوں کو دینا تو درکنار دکھانے میں بھی احتیاط کرتا ہوں۔ لیکن آپ ذمہ دار ادارہ کے ذمہ دار فرد ہیں۔ اگر آپ میں احساس ذمہ داری نہیں ہوگا تو کس میں ہوگا؟ ردقادیانیت کی کتابوں سے آپ سے زیادہ کون استفادہ کرے گا؟ لے جایئے۔ فوٹو کرایئے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک سطر ضائع ہوئے بغیر اصل کتب مجھے مل جائیں گی۔ (چنانچہ بحمدہٖ تعالیٰ! مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے ان کتابوں کا فوٹو کرا کر مجھے ارسال فرمایا اور اصل کتب پروفیسر صاحب کو واپس کیں)

اتنے میں میز پر چائے آگئی۔ پروفیسر صاحب نے فرمایا کہ میں برطانیہ گیا تھا۔ ایک دوست کے ہاں ردقادیانیت پر ایک کتاب دیکھی۔ فوٹو کرالیا۔ نامکمل ہے۔ آپ اسے دیکھ لیں۔ آپ کے پاس نہ ہوتو اس کا بھی فوٹو کرالیں۔ فقیر نے وہ کتاب دیکھی تو

’’چودھویں صدی کا مسیح‘‘ تھی۔ فقیر نے خیال کیا کہ ایک تو فوٹو مدھم ہے۔ دوسرا نامکمل نسخہ ہے۔ سیالکوٹ سے شائع ہوئی ہے۔ تلاش کریں گے تو مل جائے گی۔ چنانچہ وہ فوٹو والا نسخہ واپس کر دیا۔ پروفیسر صاحب نے بھی محسوس نہ کیا۔ یا یہ کہ میری اس ناقدری کو انہوں نے محسوس نہ ہونے دیا۔ اب فقیر نے تلاش شروع کی۔ لائبریریاں چھان ماری۔ کتاب نہ ملی۔ ربع صدی دھکے کھاتا رہا۔ کتاب کا کہیں سے سراغ نہ ملا۔ اتنے میں محترم جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کا وصال ہوگیا۔ اب اسی فوٹو سے فوٹو کرانے کا فیصلہ کیا۔

ہمارے مخدوم جناب رضوان نفیس صاحب جو ہمارے حضرت سید نفیس الحسینی کے خادم خاص وخلیفہ مجاز ہیں اور کتابوں کی تلاش میں اللہ رب العزت نے انہیں حضرت سید نفیس الحسینی والے ذوق کا بھی وارث بنایا ہے۔ ان سے عرض کی تو پتہ چلا کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر کے صاحبزادے جمال الدین افغانی اسلام آباد رہتے ہیں۔ ہفتہ شام لاہور آتے ہیں۔ اتوار شام واپس چلے جاتے ہیں۔ صفہ اکیڈمی لاہور کے حضرت مولانا محمد عابد زیدمجدہم کے ان سے مراسم ہیں۔ وہ ان سے بات کریں گے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد عابد صاحب نے ذمہ داری کو نبھایا۔ فوٹو کرا کر ۲۰؍اپریل ۲۰۱۰ء کو فقیر کو نسخہ ارسال فرمایا۔ فقیر کو خزانہ مل گیا۔ اب دن رات ایک کر کے کتاب کو پڑھنا شروع کیا۔ فوٹو سے فوٹو تھا اور وہ بھی ایک صدی قبل کی کتاب سے جو مدہم در مدہم ہوگیا۔ اب دن رات ایک کر کے فقیر نے مدہم حروف پر قلم چلایا۔ انہیں نمایاں کیا۔ لیکن بعض حروف تو بالکل سمجھ میں نہ آئے۔ قلق ہوا، بلکہ قلبی قلق ہوا کہ کتاب چھپنے کے قابل نہیں۔ اس میں چند صفحات پر ایک نظم تھی وہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اشاعت السنۃ سے مصنف نے لی تھی۔

اشاعت السنہ کی فائل برادرم مولانا محمد حماد لدھیانوی زیدمجدہ کے پاس فیصل آباد تھی۔ اس سے متعلقہ صفحات فوٹو کرائے۔ لیکن اب بھی طبیعت میں قلق باقی کہ کتاب اس فوٹو سے کمپوز کرانی مشکل ہے کہ پڑھی ہی نہیں جا رہی۔ سیالکوٹ کے علم دوستوں سے کہا لیکن ’’پرائی بکری کو کون گھاس ڈالتا ہے۔‘‘ مجھ مسکین پر جو بیت رہی تھی وہ تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ ایک دن جناب مولانا محمد عباس پسروری صاحب سے ذکر کیا۔ انہوں نے تلاش کا وعدہ کیا۔ ان کا عرصہ بعد فون آیا کہ جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب گوجرانوالہ کی لائبریری میں اصل کتاب موجود ہے۔ فقیر کو جن صفحات کے فوٹو درکار تھے (تاکہ جیسے کیسے نسخہ مکمل ہو) وہ صفحات مولانا فقیر اللہ اختر مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کو نوٹ کرائے۔ وہ گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ جناب ضیاء اللہ کھوکھر سے فقیر کی دیرینہ یاد اللہ ہے۔ انہوں نے ان صفحات کے فوٹو کرا دیئے۔ لو کتاب مکمل ہوگئی۔ اس کی تو خوشی ہوئی۔ لیکن چھاپنے کے لئے اب بھی حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ فقیر نے دھڑکتے دل سے جناب محترم ضیاء اللہ کھوکھر کو خط لکھا کہ فوٹو سے فوٹو کا نسخہ اس کتاب کا فقیر کے پاس آپ کے تعاون سے مکمل موجود ہے۔ لیکن چھپنے کے قابل نہیں۔ آپ کے پاس اصل کتاب ہے۔ اس سے عمدہ فوٹو ہوسکتا ہے۔ مہربانی فرمائیں تو مکمل کتاب کا عمدہ فوٹو ارسال فرمائیں۔ تاکہ اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی کسی جلد میں شامل اشاعت کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت جزائے خیر دیں۔ وعدہ فرمالیا اور پھر ۴؍جولائی ۲۰۱۱ء کو مکمل کتاب کا فوٹو ارسال کر دیا۔

قارئین کرام! اس کتاب کے ملنے کی خوشی تو خیر ایک فطری امر تھا کہ مرزا قادیانی ملعون کی زندگی میں ان کے خلاف اتنی ضخیم کتاب شائع ہوئی جو ہمارے پاس نہ تھی اب مل گئی۔ اس مسودہ کو لاہور بھجوایا وہاں سے کمپوز ہوکر آیا۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد عابد صفہ اکیڈمی لاہور نے سرپرستی فرمائی۔ اس کتاب کے آخر پر درج ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی شائع ہوگا۔ جو غالباً نہ ہوسکا۔ غرض: ’’چودھویں صدی کا مسیح‘‘ نامی کتاب جناب حکیم مظہر حسن قریشی میرٹھی ثم سیالکوٹی احتساب قادیانیت کی جلد ۴۱ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۲۴۱) مظہر خان (ایبٹ آباد)، جناب

(وفات: ۲۷/اپریل ۲۰۲۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے بہت ہی مخلص اور فعّال کارکن تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہر دینی کام میں پیش پیش رہنے والے۔ گزشتہ کچھ دنوں سے طبیعت علیل ہوگئی۔ پچھلے سال ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر عیادت کے لئے جانا ہوا تو ان کی صحت کے پیش نظر عرض کیا کہ آپ گھر پر دعا گو رہیں۔ کانفرنس پر تشریف نہ لائیں۔ آپ کی صحت متحمل نہیں۔ لیکن بندہ خدا دھن کا اتنا پکا کہ گھر والوں میں سے کسی کو آمادہ کیا۔ گاڑی پر بیٹھے کانفرنس میں آن دھمکے۔ آخر تک کرسی پر بیٹھ کر پوری کانفرنس کی کارروائی میں حصہ لیا۔ انہی کے ان عزائم اور بھرپور جذبہ کو دیکھ کر توقع ہے کہ حق تعالیٰ ان پر اپنی رحمت عفو وکرم کا معاملہ فرمائیں۔ حق تعالیٰ اپنی شایان شان ان کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ آمین!

(۲۲۴۲) مظہر علی اظہر (لاہور)، مولانا

(پیدائش: ۱۳/مارچ ۱۸۹۵ء، بٹالہ ...... وفات: ۲/نومبر ۱۹۷۴ء، لاہور)

نامور شیعہ عالم، مصنف، سیاستدان، مقرر، قانون دان، مجلس احرار اسلام کل ہند کے اولین ناظم اعلیٰ، مجلس خلافت پنجاب کے نائب صدر، تحریک خلافت، تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی جرأت وبہادری سے حصہ لیا۔ مجلس احرار اسلام کے انکوائری کمیشن میں وکیل اور نمائندہ تھے۔ زندگی بھر انگریز اور اس کی مصنوعی اولاد قادیانیوں سے کبھی سمجھوتا نہ کیا۔ قادیانی گروہ کو ستمبر ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم اقلیت دیا گیا۔ جس سے آپ کے دل کو قرار آ گیا۔ ایسا قرار آیا کہ چند ماہ خود ہی قرار دل کی گہری نیند سو گئے۔

(۲۲۴۳) مظہر علی شاہ (سجادہ نشین لوادہ)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں سید مظہر علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۹۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۲۴۴) مظہر قیوم (مکان شریف ضلع گورداسپور)، جناب

مکان شریف ضلع گورداسپور میں ایک مقدس بستی ہے اور اولیاء کرام کا صدیوں سے مسکن رہا ہے اور اس کا محل وقوع دھرم کوٹ رندھاوا کے جانب مشرق کوئی ڈیڑھ دو میل ہے اور سکھوں کے مشہور استھان ڈیرہ بابا نانک کے مغرب میں دواڑھائی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہمارے قیام قادیان کے دوران مکان شریف میں دو بزرگ تھے۔ ایک حضرت پیر سید مظہر قیوم آپ وہاں کے سجادہ نشین تھے۔ ان کا علم تو بہ قدر ضرورت ہی تھا۔ مگر بڑے بزرگ عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے۔ ہماری تحریک قادیان سے انہیں بڑا شغف تھا۔ سجادہ نشینان میں یہ واحد بزرگ تھے جو دامے درمے قدمے سخنے ہماری امداد کرتے تھے اور خصوصاً میرے ساتھ انہیں بڑا پیار تھا۔ کئی دفعہ مجھے مکان شریف بلایا اور میں دو دو تین تین دن تک ان کے ہاں ٹھہرتا رہا۔ بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ وہ یادیں

تڑپادیتی ہیں۔ان کے ایک صاحبزادہ تھے جن کا نام محفوظ حسین تھا۔فارغ التحصیل ہوکر آئے تھے۔عرصہ پہلے سید مظہر قیوم کا انتقال ہوچکا تھااوران کے صاحبزادہ محفوظ حسین پاکستان میں آ کرموضع چک بھلیر میں آباد ہوئے تھے۔

دوسرے بزرگ حضرت مظہر قیوم کے بھائی تھےان کا نام سید منظوراحمد تھا۔بڑے عالم اور مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے خصوصی ماہر تھے۔عموماً محفل میں قرآن مجید کے نکات بیان کرتے رہتے تھےاور مکتوبات کی تو انہیں بڑی بڑی لمبی عبارات ازبر تھیں۔ان کی مجلس میں ان مکتوبات کا تذکرہ رہتا تھااوراہل ذوق جوعموماً وکلاء ہوتے تھے فرصت کے وقت ان کی محفل میں آجاتے تھےاور قرآنی نکات اورامام ربانی کے مکتوبات سے مستفید ہوتے تھے۔آپ کا دسترخوان بڑاوسیع تھا۔اہل ذوق کا ان کے ہاں جمگھٹا رہتا تھا۔

دھرم کوٹ رندھاوا مکان شریف سے مغرب کی جانب ڈیڑھ دومیل کے فاصلہ پرواقع تھا۔وہاں دو بھائی رہا کرتے تھے۔ایک شیخ سلطان احمد کے نام سے مشہور تھےاور بڑے بھائی کا نام شیخ عبدالحق تھا۔دونوں بھائیوں نے مرزائیت کا گہرامطالعہ کیا تھااور دونوں بھائی مرزائیت کی تردید میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔شیخ سلطان احمد مرحوم،مرزاغلام احمد قادیانی کی مخالفت میں بڑے نکات بیان کیا کرتے تھے۔جب میں مکان شریف جاتا تو محترم سید منظوراحمد مجھے ان حضرات سے ملانے کے لئے دھرم کوٹ لے جاتے۔وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور بڑی دیر تک مرزائیت پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔وہ بڑے مفید مشورے دیتے تھے۔بڑے بھائی شیخ عبدالحق نے مرزائیت کا وسیع مطالعہ کر کے ایک دفتر مرزائیت کے خلاف لکھ رکھا تھا۔جس میں مرزائیت کے خلاف تردید کے علاوہ لطائف اور چٹکلوں کوجمع کررکھا تھا۔جب کبھی ہماراجانا ہوتا تو ہم کہتے: شیخ صاحب! ذرااپنی اٹ البحرین میں سے کچھ سنایئے۔وہ اندر سے اپنا دفتر اٹھالاتے اور مزہ لے لے کرسناتے اور جب تک ہم وہاں رہتے اسی انداز کی محفل گرم رہتی اورسب لطف اندوز ہوتے رہتے۔سنا ہے دونوں بھائیوں کا انتقال ہوچکا ہے۔

حق مغفرۃ کرے عجب آزاد مرد تھے

مکان شریف والے مولانا منظوراحمد تقسیم ملک کے بعد منٹگمری (ساہیوال) میں جاکرمقیم ہوئے تھے۔اب ان کا بھی انتقال ہوچکا ہے۔میں ایک دفعہ منٹگمری گیااورایک ہفتہ تک ٹھہرارہا۔وہاں بھی ان کا وہی قرآن اورمکتوبات کا مشغلہ جاری تھا۔دسترخوان بھی بڑاوسیع تھا۔آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔بڑے پایہ کے حکیم بھی تھے۔میرے ساتھ ان کا خصوصی رابطہ تھا۔مالی امداد بھی کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔آمین! (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۲۲۴۵) معراج الدین (لاہور)، جناب سالار

(وفات: اکتوبر۱۹۸۲ء)

مجلس احراراسلام کے سالارجیوش میاں معراج الدین بہت بہادرانسان تھے۔تحریک آزادی میں متحرک رہے۔تحریک ختم نبوت۱۹۵۳ء میں قیدوبند کے مراحل خوشی سے طے کئے۔تحریک ختم نبوت۱۹۷۴ء میں شب وروز ایک کردیئے۔آخرکیوں نہ ہوتا۔آپ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، چوہدری افضل حق، حضرت امیر شریعت، حضرت ماسٹر تاج الدین، حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے تربیت یافتہ تھے۔حق تعالیٰ ان کی تربت پراپنی رحمتوں کی موسلادھار بارش نازل کریں۔

(۲۲۴۶) معراج خالد (لاہور)، جناب ملک

(پیدائش: ۲۰؍ستمبر ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۱۳؍جون ۲۰۰۳ء)

آپ ممتاز قانون دان تھے۔ نگران وزیراعظم بھی رہے۔ وفاقی وزیر بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے رکن تھے اور قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے میں پوری امت کے مؤقف کے مطابق ووٹ دے کر قادیانیت کے کفر پر دل وجان سے صاد کیا۔

(۲۲۴۷) معراج دین شہید (چنیوٹ)، غازی بابو

(شہادت: ۶؍مارچ ۱۹۵۳ء)

۱۹۵۲-۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی۔ آپ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ آپ نے اس تحریک میں بھرپور طریقے سے حصہ لینا شروع کر دیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری شعلہ بیاں مقرر تھے۔ بابو معراج دین کو شروع ہی سے شاہ جی سے بڑی عقیدت تھی اور آپ جیل میں بھی ان کا لٹریچر پڑھا کرتے تھے۔ آپ ان کے جلسے اور جلوسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، بابو معراج دین سے دلی پیار کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اچھرہ کے عالم دین حضرت بابا فتح محمد المعروف بابا عطار نے معراج دین کی سرپرستی کی۔ بابا جی ایک ولی اللہ تھے۔ بابو معراج دین کو بابا جی سے خاص عقیدت تھی۔ بابا جی بھی ان سے بڑا پیار کرتے تھے۔ اکثر بابا جی سے ختم نبوت کے سلسلہ میں رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ معراج دین نے بابا جی کی صدارت میں اچھرہ بہت سے جلسے منعقد کروائے اور بابا جی لوگوں کو ختم نبوت کی اہمیت کا احساس دلاتے رہے۔

۶؍مارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعۃ المبارک کو معراج دین نے جمعہ کی نماز کے بعد مسجد تکیہ لہری شاہ کے باہر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ بابا فتح محمد نے اس اجتماع سے ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ بابا جی کی قیادت میں یہ اجتماع جلوس کی شکل اختیار کرتے ہوئے مسجد وزیر خان کی طرف روانہ ہوا۔ بابا جی نے چند قدم اس جلوس کی قیادت کی۔ چونکہ آپ بہت کمزور تھے، آپ نے جلوس کی قیادت معراج دین کے سپرد کر دی۔ آپ برگزیدہ ہستی تھے اور آپ جان چکے تھے کہ معراج دین کو بلند رتبہ ملنے والا ہے۔ آپ نے معراج دین کو دعا دیتے ہوئے الوداع کیا۔ بابا جی مسجد تکیہ لہری شاہ کے کونے میں آرام فرما رہے ہیں۔

جلوس میں اچھرہ، مزنگ اور گردونواح کے رہنے والوں نے شرکت کی۔ کوئی ایسا گھر نہ تھا جس نے اس جلوس میں حصہ نہ لیا ہو۔ چونکہ موجودہ حکومت اس تحریک ختم نبوت کو سختی سے کچل دینا چاہتی تھی۔ چنانچہ مال روڈ پر جہاں آج سٹیٹ بینک کی نئی عمارت قائم ہے، حکومت کی طرف سے اس جلوس کا راستہ روک لیا گیا۔ ان کو منتشر کرنے کے لئے لاٹھی چارج اور آنسو گیس استعمال کی گئی۔ اسی دوران ایک شخص نے گولی چلا دی۔ بابو معراج دین کو دائیں بازو پر پہلی گولی لگی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو لیٹ جانے کا حکم دیا۔ اسی دوران دوسری گولی آپ کی چھاتی میں لگی۔ اس وقت آپ کے چھوٹے بھائی چوہدری محمد زکریا بھی آپ کے ساتھ ہی تھے۔ آپ نے چھوٹے بھائی کی گود میں اپنا سر رکھ کر جام شہادت نوش فرمایا۔ شہادت کے وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد تھا۔ آپ کے جنازے میں لوگوں نے جوق درجوق شرکت کی۔ اچھرہ کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ آپ کو فیروز پور روڈ اچھرہ اڈا کے قبرستان میں پیٹرول پمپ کے عقب میں سپرد خاک کیا گیا۔ (شہدائے اسلام، قدم بہ قدم)

(۲۲۴۸) معراج دین (گجرات)، جناب

(ولادت:۱۸۹۵ء وفات:۱۵/اپریل ۱۹۷۱ء)

پنجابی کے شاعر تھے۔فضل گجراتی کے شاگرد تھے۔خاکسار تحریک کے ضلعی سپہ سالار رہے۔مجلس احرار کے بھی کارکن رہے۔ قادیانیوں کو ملک وملت کا ازلی دشمن جان کر ساری زندگی ان کے تعاقب میں سرگرم عمل رہے۔

(۲۲۴۹) معراج دین (ملتان)، جناب حاجی

(وفات:۲۴/فروری ۲۰۰۹ء)

حاجی معراج دین صاحب گورداسپور قصبہ مسانیاں کے رہنے والے تھے۔مسانیاں قادیان کے جوار میں واقع ہے، مسانیاں وہ جگہ ہے کہ جب مرزامحمود قادیانی نے اپنے آقایان ولی نعمت انگریز کے قدموں پر سجدہ ریز ہوکر حضرت امیر شریعت کے قادیان میں داخلہ پر پابندی لگوادیا کرتا تھا۔کئی بار ایسے ہوا، تب احرار رہنما جناب ماسٹر تاج الدین انصاری نے پابندی کی مدت ختم ہوتے ہیں امیر شریعت کا مسانیاں میں جلسہ رکھ دیا۔

گردونواح اور خود قادیان کے بہت سارے مسلمان مسانیاں میں حضرت امیر شریعت کے بیان سے مستفیض ہوئے۔ماسٹر تاج الدین انصاری نے گاڑی والے سے کہہ کر بٹالہ جانے کے لئے سیدھے راستہ جانے کی بجائے قادیان کا راستہ اختیار کیا۔بغیر ارادہ وخبر کے حضرت امیر شریعت قادیان پہنچ گئے۔ماسٹر صاحب نے فوری منادی کرا کر مسجد میں حضرت امیر شریعت کا بیان کرا کر بٹالہ بھجوادیا۔مرزامحمود قادیانی کا یہ پروپیگنڈا کہ حضرت امیر شریعت قادیان میں آئے تو امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوجائے گا۔وہ پادر ہوا ہوا، انگریز حکومت کے لئے حضرت امیر شریعت کے قادیان میں داخلہ پر پابندی کا جواز باقی نہ رہا۔حاجی معراج دین نے اسی مسانیاں میں آنکھ کھولی۔قادیان کے جوار میں ہونے کی وجہ سے قادیانی فتنہ سے آگاہی حاجی صاحب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔

تقسیم کے بعد ملتان آکر آباد ہوئے تو حضرت امیر شریعت اور مجاہد ملت حضرت جالندھری سے برابر رابطہ رہا۔ہر جلسہ میں طبعی مناسبت کی وجہ سے شریک ہوتے، پیر طریقت حضرت خواجہ فضل علی قریشی، مسکین پور شریف کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفور مدنی سے بیعت کا تعلق ہوا۔ان کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ مولانا سیّد محمد عبداللہ شاہ کراچی والوں سے بیعت کا رشتہ جوڑا۔سیّد محمد عبداللہ شاہ صاحب نے مسکین پور خانقاہ شریف میں قائم مدرسہ تعلیم القرآن کی نگرانی ملتان کے حاجی اصغر علی مرحوم اور حاجی معراج دین مرحوم کے سپرد کی۔حاجی اصغر علی مرحوم کے بعد اکیلے حاجی معراج دین نے اس ذمہ داری کو بھرپور نبھایا۔متذکرہ دونوں حضرات کا تبلیغی جماعت سے گہرا تعلق تھا۔حاجی معراج دین نے متعدد مساجد بنوائیں، تعلیم الاسلام گورنمنٹ ہائی اسکول چناب نگر کی مسلم مسجد حاجی صاحب نے اپنی نگرانی میں بنوائی، بنیادی طور پر آپ الیکٹرک کے شعبہ سے تعلق رکھتے تھے۔نشتر ہسپتال ملتان کا عرصہ تک الیکٹرک کا شعبہ آپ کے سپرد رہا۔نشتر ہسپتال کے شعبہ حادثات سے انٹری گیٹ کے پاس مدنی مسجد کو وسعت دی۔اس کا انتظام وانصرام احسن وجوہ پر چلایا۔

خانقاہ سراجیہ کے ٹیوب ویل کی درستگی کے لئے آپ نے خدمات سرانجام دیں۔چناب نگر مدرسہ ختم نبوت کے ٹیوب ویل کی

نگرانی ازخود انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک شب پہلے اس ٹیوب ویل میں چارپائی ڈال دیتے اور کانفرنس کے اختتام تک ٹیوب ویل کو چلانے اور بند کرنے کا کام اپنے ذمہ لے لیتے۔ مجال ہے کہ پانی کی کمی ہونے پائے، ہر سال بڑھتی ہوئی حاضری کو سامنے رکھ کر پانی کے انتظام میں وسعت کے منصوبے سوچتے رہتے۔ مدرسہ مسکین پور، مدرسہ ومسجد مدنی نشتر ہسپتال ملتان کے آخری سانس تک نگراں رہے۔ ہر سال ایک دو بار حرمین کا سفر کرنے کا آپ کا معمول رہا۔ شب جمعہ واجتماع رائے ونڈ میں شرکت کا کبھی ناغہ نہ ہوا۔

قیام چناب نگر کے دوران مسلم کالونی سے گزرنے والے قادیانیوں کو گھیر کر قادیان کے ہمسائے ہونے کے ناتہ ہموار کر کے قادیانیت کے کفر کو ان پر واضح کرتے، ان کی گفتگو سادہ مگر پرتاثیر ہوتی تھی۔ زندگی بھر دین پر عمل پیرا رہے۔ عبادت وتبلیغ اور دین والوں کے تعلق سے ہی ان کی زندگی میں بہار کی کیفیت رہی۔ آخری عمر میں دنیا سے انقطاع پیدا ہوگیا۔ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔

آخری دن آپ کو اختلاج قلب کی تکلیف ہوئی۔ ہسپتال میں چند گھنٹے گزار کر گھر منتقل ہوگئے، رات کو پھر تکلیف ہوئی گھر والوں نے ہسپتال جانے کا کہا مگر صاف انکار کر دیا۔ ذکر کرتے، درود شریف پڑھتے، کلمہ کا ورد کرتے ہوئے رات ۲ بجے کے قریب مالک الملک کے حضور حاضر ہوگئے۔ عصر کے بعد جنازہ جامع مسجد ابدالی روڈ تبلیغی مرکز میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے پڑھایا اور اپنی تعمیر کردہ مدنی مسجد نشتر ہسپتال ملتان کے کونے میں نشتر قبرستان میں رحمت حق کے سپرد ہوگئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین!

(۲۲۵۰) معین الدین اجمیری، مولانا

(ولادت: جنوری ۱۹۸۲ء ...... وفات: ۱۹؍فروری ۱۹۴۰ء)

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں میں شامل تھے۔ تحریک کشمیر اور دوسری تحریکوں مثلاً مہاجرین کی مدد میں مجلس احرار اسلام کے صف اوّل کے قائد تھے۔ قادیانیت ان کے نام سے اس طرح دم دبا کر بھاگتی تھی۔ جیسے شیطان آذان کی آواز سے بھاگتا ہے۔

(۲۲۵۱) معین الدین لکھوی، مولانا

(پیدائش: یکم؍جنوری ۱۹۲۱ء، فیروز پور ...... وفات: ۲۹؍جنوری ۲۰۱۲ء)

آپ اہل حدیث رہنما تھے۔ جمعیۃ اہل حدیث کے ایک دھڑا کے سربراہ بھی رہے۔ جنرل ضیاء الحق کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ اوکاڑہ میں جامعہ محمدیہ قائم کیا۔ خوب مرنجاں مرنج انسان تھے۔ قادیانی فتنہ کے خلاف عمر بھر برسرپیکار رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔

(۲۲۵۲) مغیث الدین شیخ، جناب پروفیسر

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ ابلاغیات کے آپ پروفیسر تھے۔ ان کے دو بیانات ملاحظہ ہوں: ’’ملت اسلامیہ سے جھٹک دیئے جانے کے باوجود قادیانیت ایک ایسا ناسور ہے جو اپنے غلیظ عقائد ونظریات کے ماتھے پر اسلام کا لیبل چپکائے رکھنے پر اصرار کرتا

ہے۔ عالمی صیہونی تحریک کا آلہ کار، یورپ کا تربیت یافتہ اور اسرائیل نواز یہ گروہ دراصل اپنے مغربی آقاؤں کے مخصوص مقاصد ومفادات کی خاطر امت مسلمہ کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے مسلمانوں سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتا۔‘‘

(ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مؤرخہ ۱۴؍اگست ۱۹۸۹ء)

’’فتنہ مرزائیت اور اس کے پیچھے کارفرما سازشیں اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہیں۔ پاکستان بننے کے فوراً بعد فوج، بیوروکریسی، ذرائع ابلاغ، اٹامک انرجی اور دیگر اہم اور حساس شعبوں میں ایک منظّم سازش کے تحت اس ملک دشمن گروہ نے اپنے قدم جمالئے۔ جس کا خمیازہ آج تک حکومت پاکستان اور پاکستانی قوم کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ ایئر مارشل ظفر چوہدری اور اٹامک انرجی کا ایک سینئر اعلیٰ آفیسر فرحت اللہ، جو قادیانی جماعت کے سرگرم رکن ہیں اور سارا عالم ان دونوں کو قادیانی اور غدار وطن کی حیثیت سے جانتا ہے، نے بھارت اور اسرائیل کو پاکستان کے اہم دفاعی راز فراہم کئے۔ بعدازاں فرحت اللہ ملک سے فرار ہوگیا۔ اس کی غیرموجودگی میں محکمہ کی جانب سے اس کے نام سے اخبارات میں اشتہار بھی شائع ہوتے رہے۔ ہم ان آستین کے سانپوں کی شکایت کریں تو کس سے کریں؟‘‘ (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مؤرخہ ۱۲؍مئی ۱۹۸۹ء)

(۲۲۵۳) مقبول احمد بڈانی (خیرپور سادات)، جناب سردار

(وفات: ۱۹۹۳ء)

خیرپور سادات کے بڈانی بلوچ جناب سردار مقبول احمد تھے جو بہت ہی بہادر انسان تھے۔ حضرت امیر شریعت کی رفاقت نے انہیں اور پالش کردیا۔ ان کے وجود سے ظلم وستم بھی کانپتا تھا۔ وہ ظالموں کے لئے قہر الٰہی اور مظلوموں کے لئے انعام الٰہی تھے۔ نظریاتی طور پر سکہ بند احراری اور قادیانیوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔ اسی میں زندگی گزاردی۔

(۲۲۵۴) مقبول احمد (جھنگ)، جناب حاجی

(وفات: ۴؍اکتوبر ۲۰۱۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے رہنما، جمعیۃ علماء اسلام تحصیل جھنگ کی مجلس عمومی کے رکن الحاج مقبول احمد ایک نظریاتی کارکن تھے۔ آپ مسلم کالونی چناب نگر میں مجلس کے لئے پلاٹوں کے حصول کی تمام کارروائیوں میں برابر کے شریک رہے۔ ہر سال سالانہ ختم نبوت چنیوٹ اور پھر چناب نگر میں شریک ہوتے تھے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر کو بقعۂ نور فرمائیں۔ موصوف کا انتقال ان کے ورثاء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے لئے باعث صدمہ ہے۔

(۲۲۵۵) مقبول الٰہی ملک ایڈووکیٹ، جناب

آپ سرکاری وکیل اور ماہر قانون دان تھے۔ آپ کا ذیل کا عدالت میں بیان ملاحظہ ہو: ’’قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی قانون، اسلام، شریعت، اخلاق اور ملکی تقاضوں کے پیش نظر عائد کی گئی ہے اور وفاقی شرعی عدالت، ۱۹۸۵ء میں اپنے ایک فیصلہ

میں پہلے ہی یہ قرار دے چکی ہے کہ جب قادیانیوں کو تبلیغ اسلام سے روکا جائے تو یہ اقدام خلاف آئین نہیں ہوگا۔ اسلامی ریاست میں کسی شخص کو کفر اور منافقت پھیلانے کی لامحدود آزادی نہیں دی جاسکتی۔ قادیانی جب حضور ﷺ یا کلمہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد مرزا غلام احمد قادیانی کی ہوتی ہے...... جب کوئی مرزائی غلام احمد قادیانی کی تحریروں کو دہراتا ہے یا ان کا جشن مناتا ہے تو تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸-سی کے جرم کا مرتکب نہیں ہوتا۔ بلکہ دفعہ ۲۹۵-سی کے تحت جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس کی سزا موت ہے۔ اگر کوئی قادیانی اپنے بچوں کو قادیانیت کی تعلیم دے تو یہ بھی جرم ہے۔ کیونکہ ایک حدیث کی رو سے ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور بعد میں اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔ اسلام میں کسی ظلی یا بروزی نبی کی گنجائش نہیں ہے۔''

(روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۹ رمئی ۱۹۹۱ء)

(۲۲۵۶) مقصود احمد چشتی قادری، مولانا

آپ محکمہ اوقاف کی طرف سے حضرت داتا گنج بخش کی مزار مبارک لاہور کے خطیب تھے۔ آپ نے قادیانیت کے متعلق ایک خط میں جناب محمد متین خالد کو فرمایا: ''قادیانیت اور مرزائیت کے رد کے بارے میں ہمارے اکابرین حضرت علامہ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی اور حضرت قبلہ پیر طریقت سید مہر علی شاہ صاحب نے جو کتب تصنیف فرمائیں ان میں ان کا رد بلیغ موجود ہے۔ موجودہ حالات میں ان کی ملک دشمن سرگرمیاں، دہشت گردانہ کردار، مغربی استعمار کی سرپرستی اور امت مسلمہ کے خلاف گٹھ جوڑ انتہائی قابل مذمت اور قابل نفرین ہے اسلامی کانفرنس کو چاہئے کہ اس بارے میں قادیانیوں کے خلاف کوئی مؤثر اقدام کرے اور مسلمانان عالم پر بھی لازم ہے کہ اس کار خیر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ تاکہ عالمی سطح پر قادیانیت کے خلاف اور تحفظ ختم نبوت کے لئے مؤثر اور باوقار کام ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے مقدس مشن میں کامیابی بخشے۔ آمین!''

(راقم کے نام علامہ مقصود احمد قادری صاحب کا مکتوب...... قادیانیت ہماری نظر میں ص۱۰)

(۲۲۵۷) مقصود علی شاہ (شاہ جہان پور)، مولانا سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید مقصود علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۱۰۳ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۲۵۸) ملّا محمد بخش حنفی چشتی قادری، مولانا

''درّہ محمدی'' رسالہ ملّا محمد بخش حنفی چشتی قادری منیجر اخبار ہنٹر وسیکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور کا مرتب کردہ ہے۔ یکم راپریل ۱۹۱۴ء کو شائع کیا گیا۔ جب لاہوری مرزائیوں کا نفس ناطقہ لندن قادیانیت کی تبلیغ کے لئے گیا۔ اس کتابچہ کے ٹائٹل پر ''نمبر اوّل'' درج ہے۔ اس کے بعد بھی اس نمبر شائع ہوئے۔ معلوم نہیں مگر ہمیں نہ ملے۔ سو سال بعد دوبارہ اس رسالہ ''درّہ محمدی'' کی احتساب قادیانیت جلد۵۴ میں اشاعت سے دلی خوشی حاصل ہوئی۔

محمدی بیگم مشہور عالم مسلمان خاتون تھیں۔ مرزا قادیانی نے اس سے نکاح کے لئے اس کے باپ احمد بیگ کو راضی کرنا چاہا۔ خواب، الہام، دھونس، دھاندلی، دنیاوی لالچ، عذاب کے ڈراؤنے دعاوی کئے۔ مگر احمد بیگ نے اپنی دختر نیک اختر کا اپنے عزیز مرزا سلطان بیگ سے نکاح کر دیا۔ مرزا قادیانی زمانے کا ایسا ڈھیٹ انسان تھا کہ اس نے پیشین گوئی کر دی کہ محمدی بیگم سے آسمانوں پر میرا نکاح ہوا ہے۔ لہٰذا وہ عنقریب مجھ سے بیاہی جائے گی۔ اس زمانے میں لاہور سے ہفتہ وار اخبار ''زٹلی'' ملا محمد بخش کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ ملا محمد بخش نے اس اخبار میں اپنا ایک لمبا چوڑا خواب بیان کر کے اعلان کر دیا کہ آسمانوں پر میرا نکاح مرزا قادیانی کی بیوی نصرت جہاں سے ہوگیا ہے۔ اس لئے وہ بھی عنقریب مجھ سے بیاہی جائے گی۔ اس پر مرزا قادیانی کو بڑا غصہ آیا۔ (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۶،۱۰۷) پر مولانا محمد حسین بٹالوی اور ملا محمد بخش کے خلاف خوب اپنے دل کا غبار نکالا۔ مگر ملا محمد بخش کی اس مزیدار ترکیب سے مرزا قادیانی کے عشق کا بھوت ہوا ہوگیا اور مرزا قادیانی کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

ملا محمد بخش صاحب مرحوم وہ مرد مجاہد تھے۔ جنہوں نے عمر بھر مرزا قادیانی کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ آپ نے لاہور ''مزار غوث'' پر مرزا قادیانی کے خلاف جلسے کرائے۔ آپ نے مولانا کرم الدین دبیر کے ساتھ گورداسپور جا کر مقدمہ میں ان کی مرزا قادیانی کے خلاف مدد کی۔ ان کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا تاج احمد تاج نے باپ کے مشن کو سنبھالے رکھا۔ مولانا محمد بخش صاحب کا ایک اشتہار مرزا قادیانی نے (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۶۵،۶۶) پر نقل کیا ہے۔ اس سے اقتباس پیش خدمت ہے تاکہ معلوم ہو کہ مولانا محمد بخش صاحب نے کس طرح دجال قادیان کو ناکوں چنے چبوائے۔

''عربی نویسی میں دجال قادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جوان نائبین دجال نے مولوی محمد حسین بٹالوی موصوف کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس میں بھی اس گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر۸ جلد۱۵ کے ص۱۵۹ میں قادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لئے للکار چکے ہیں۔ پھر نمبر۱۲ جلد۱۵ میں قادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں۔ مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم وحیاء کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ واغلیط عاطلہ قادیانی کا اعادہ کر کے گڑھے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنہ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب کر مرجاتے اور پھر عربی نویسی کا دعویٰ زبان پر نہ لاتے مگر یہاں شرم کہاں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے کہ شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید!

قادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو، ان شیخ چلی کے شاگردوں نے دعویٰ کر کے اس میں مولوی (محمد حسین بٹالوی) سے مقالہ چاہا ہے اس کا جواب مولوی (محمد حسین بٹالوی) اشاعۃ السنہ نمبر۱ جلد۱۴ میں ۱۸۹۱ء اور نمبر۱ جلد۱۶ بابت ۱۸۹۵ء کے ص۴۵ وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے۔ ہم کہاں تک جوابات کا اعادہ کرتے جاویں۔

مولوی سید ابوالحسن صاحب تبتی نے جو آٹھ سو پچیس روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے قادیانی کے لئے تجویز کئے ہیں اس پر حضور ایں جناب کا صاد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس (اکذب) قادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہو سکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہو جاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہو جاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیئے ہیں۔ آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص

گمنام پٹیالہ والوں کو اور لدھیانہ والے، شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لدھیانہ والوں کو اور اسی طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں۔ ہم کو اس پر اصرار نہیں کہ وہ سب کے سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کئے جاویں۔ یہ امر بحکم آیت ’’لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا‘‘ ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاقی کے بھی مخالف ہے۔‘‘

(۲۲۵۹) ممتاز احمد خان، جناب

(پیدائش: ۱۴؍جنوری ۱۹۲۰ء ...... وفات: ۱۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء)

تحریک پاکستان کے کارکن، صحافی، مصنف، پاک چین دوستی کے بانی صدر پاکستان کے خصوصی ایلچی ۱۹۷۱ء، اے۔ پی۔ پی کے جنرل منیجر انہوں نے مسئلہ کشمیر نامی کتاب لکھی۔ اس کا تین سطری اقتباس ملاحظہ ہو: ’’حکیم نورالدین (قادیانی خلیفہ اوّل) مہاراجہ کشمیر زنبیر سنگھ کے زمانے میں ۱۸۷۶ء کے لگ بھگ کشمیر دربار سے بطور طبیب وابستہ ہوا۔ وہ دراصل برطانوی انٹیلی جنس کی طرف سے اس کام پر مامور تھا کہ مہاراجہ کشمیر کی روس سے ساز باز پر اطلاع رکھے۔‘‘ (مسئلہ کشمیر از ممتاز احمد ص ۵۸)

(۲۲۶۰) ممتاز احمد (کراچی)، مولانا

مولانا ممتاز احمد ادارہ معارف اسلامی کراچی نے قادیانی لاٹ پادری چوہدری ظفر اللہ خان کے خلاف ایک مضمون لکھا: ’’سر ظفر اللہ جواب دیں، آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کا رول‘‘ جسے پمفلٹ کی شکل میں مجلس احرار اسلام راولپنڈی نے شائع کیا تھا۔ اب محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۲۶۱) ممتاز احمد، جناب چوہدری

جناب چوہدری ممتاز احمد ۱۹۷۰ء میں پاکستان قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ ۲؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی ایشو پر قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

جناب چوہدری ممتاز احمد کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

چوہدری ممتاز احمد: جناب چیئرمین! قادیانیوں کا یہ پرانا مسئلہ ہے اس ہاؤس کے سامنے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک تاریخی موقع ہے۔ جب مسلمانوں کے منتخب نمائندے جو اس اسمبلی میں بیٹھے ہیں۔ ان کو موقع ملا ہے کہ وہ اسلام کو *Purify* (خالص) کریں اور وہ، جو مذہب کے نام پر، میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں فراڈ بنے ہوئے ہیں اور جنہوں نے بزنس کے اڈے بنائے ہوئے ہیں، ان کو ختم کیا جائے۔ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں بالکل سیدھا سادہ مسلمان ہوں اور غیر مذہبی آدمی ہوں۔ میرا صرف دین اسلام پر ایمان ہے۔ میں اپنے دوستوں سے عرض کروں گا کہ اگر میں بات کرتے ہوئے، چونکہ میں غیر مذہبی آدمی ہوں، کوئی ایسی بات کہہ دوں تو میں اپنی گستاخی کی معافی چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: غیر مذہبی تو نہ کہیں۔

چوہدری ممتاز احمد: یہ میرا اپنا خیال ہے۔ میں دین اور اسلام پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایک خدا، ایک رسول ﷺ یہ میرا ایمان ہے۔ بہرحال ہمیں یہ کہا گیا کہ آپ پہلے سب نبیوں پر ایمان لائیں، کتابوں پر ایمان لائیں، فرشتوں پر ایمان لائیں اور جتنی بھی باتیں ہیں۔ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، ان سب کا مقصد یہ تھا کہ دنیا میں اسلام بڑھے اور لوگوں اور انسانیت کی بھلائی ہو اور یہی وجہ تھی کہ علامہ اقبال نے یہ فرمایا تھا کہ اسلام کی جتنی بھی تعلیم وتبلیغ ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ نیک ہوں۔ ایک دوسرے کی مدد کریں اور پھر جو معاشرہ پیدا ہو وہ:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اور پھر اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے ایسا معاشرہ بنا جس میں اسلام چمکتا رہا اور بڑھتا رہا اور آج بھی میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً تمام دوسرے مذاہب کے لوگوں سے زیادہ ہے اور جتنے بھی ہیں وہ اپنے مسلک پر قائم ہیں۔ لیکن پھر جب اسلامی گرفت کمزور ہونے لگی۔ لوگوں کے عقائد کمزور پڑ گئے اور مادیت کا دور آ گیا۔ جب بادشاہت کا دور آ گیا۔ لوگوں نے بیچ میں اپنے اپنے قصے کھڑے کرنے شروع کر دیئے۔ جعلی پیغمبر بھی بنے۔ اس کے علاوہ علماء حق کو چھوڑ کر صحیح تعلیم وتبلیغ کرنے والے لوگوں نے تعلیم وتبلیغ چھوڑ کر پیسہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں کو انہوں نے اسلام سے دور کیا۔ اسی طرح بنتے بنتے میری رائے کے مطابق ۷۲ فرقے اسلام میں بن گئے۔ پھر ان کے آپس میں مباحثے اور مناظرے ہونے لگے اور وہ بھی فروعی باتوں پر۔ اصل چیز اسلام کو دنیا میں صحیح شکل میں قائم رکھنا تھا۔ وہ اس کو بھول گئے اور اس طرح مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچا۔ مسلمانوں کا زوال شروع ہوا۔ جب سائنس نے ترقی کی اور دوسری قومیں اٹھیں تو انہوں نے اپنے مذہب کو بھی مدنظر رکھا اور اسلام پر ہر طرح کے حملے کئے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں نے۔ جیسے جیسے مسلمانوں میں نفاق بڑھتا گیا ویسے ویسے فرقے بنتے گئے۔ اس طرح اسلام کمزور ہوتا گیا۔

چونکہ قادیانی ہندوستان میں سے تھے۔ اس لئے اب میں اس طرف آ رہا ہوں۔ یہاں بھی چونکہ غیر ملکی حکومت تھی اور پھر مسلمانوں کی حکومت رہی تھی۔ چنانچہ ان کو خطرہ تھا۔ انہوں نے سوچا کہ مسلمانوں میں نفاق ڈالو۔ مسلمان خطرناک ہیں۔ چونکہ ان کے پاس جہاد کا جذبہ ہے۔ انہوں نے مسلمانوں میں فسادات اور فرقہ بندی کرانا شروع کر دی۔ انہوں نے کہا کہ ایسا شوشہ چھوڑا جائے جس سے ملت اسلامیہ کمزور ہو جائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انگریز نے ایک آدمی کو جو کہ میرے علم کے مطابق، کیونکہ میں بھی ضلع امرتسر کا رہنے والا ہوں، مرزا صاحب کا دین وہاں سے چلا۔ وہ پٹی کے رہنے والے تھے۔ مرزا صاحب کا دین وہاں سے نکلا۔ یہ پٹی کے رہنے والے تھے۔ پٹی ایک قصبہ ہے اور یہ وہاں کے مغل تھے۔ چونکہ مغل تھے اس لئے حکومت کرنے کا جذبہ تھا۔ میری ان سے ذاتی واقفیت بھی ہے۔ یہ *Intelligent* (ذہین) آدمی تھے۔

دین کے معاملے میں انہوں نے عیسائیوں سے مباحثے کئے اور سنا ہے کہ عیسائیوں کو کافی شکست ہوئی۔ انگریز نے سوچا کہ کسی طرح سے ان کو قابو کرو۔ تو ہم نے سنا ہے کہ ان کو قابو کیا گیا اور انہوں نے رضامندی ظاہر کر دی اور ان کے جو پہلے خلیفہ تھے نور الدین، ان کے ساتھ مل کر یہ داغ بیل ڈالی کہ چلو، ایک نیا فرقہ بناتے ہیں۔ پھر اس فرقے کے بنتے بنتے انہوں نے کہا کہ پہلے ۷۲ فرقے ہیں، ۷۳ سہی۔ پھر انہوں نے دعویٰ نبوت کر دیا۔ یہ سب انوکھی چیزیں ہیں۔ جب سے اسلام آیا کسی نے اس کے بعد دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا۔ انہوں نے آہستہ آہستہ تبلیغ شروع کر دی۔ ہم تو اس زمانے میں پیدا ہوئے ہیں۔ جب وہ فوت ہو گئے ہیں۔

اب جو کچھ Cross examination (جرح) ہوا ہے۔ دونوں فرقوں کے جواب آئے ہیں۔ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اس بات کو صاف طور پر مانا ہے کہ مرزا صاحب پیغمبر تھے۔ جب ان سے کہا گیا کہ کیا ثبوت ہے کہ وہ پیغمبر تھے۔ تو یہ کہا گیا کہ خدا سے پوچھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے۔ فیصلہ تو واقعی قیامت کے دن خدا نے ہی کرنا ہے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔ دنیا میں شاید یہ فیصلہ نہ ہو سکے۔ لیکن چونکہ استحصال کی تمام شکلیں ختم کرنے کا نعرہ تھا۔ جیسا کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں فیصلہ ہوا۔ اسی طرح مذہب میں بھی استحصال کی شکلیں ہیں۔ ان کو Purify ہونا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ۷۲ فرقے بنے ہوئے تھے۔ ان کو حوصلہ ہوا کہ ایک نئی دکان کھولیں۔

انہوں نے پھر اضافہ یہ کیا کہ پیغمبری کا دعویٰ کر دیا۔ تو اب انہوں نے کہا کہ خدا سے پوچھیں۔ خدا کا فیصلہ تو قیامت کے روز ہوگا۔ لوگ آج چاہتے ہیں کہ فیصلہ ہو۔ میری ایمانداری سے رائے ہے کہ پاکستان کے عوام یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ عوام یہ چاہتے ہیں کہ دین Purify (خالص) ہو۔ ایسے ہر آدمی کو جو صرف اپنے آپ کو بڑھانے کے لئے اسلام کا نام لیتا ہے یا اس سے فرقہ بنایا ہوا ہے یا اس نے جماعت بنائی ہوئی ہے۔ پیسے اکٹھے کرنے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے، یا باہر سے Aid (امداد) لیتا ہے۔ یا پاکستان کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کو صحیح معنوں میں Purify (خالص) کیا جانا چاہئے۔ میری رائے کے مطابق جتنی بھی دکانداریاں اور جتنے بھی فراڈ ذاتی ناموں سے اور فرقوں کے ناموں سے بنے ہوئے ہیں۔ ان سب کو ختم کرنے سے پہلے جو جعلی نبی کا فراڈ ہے۔ اس کو ختم کرنا ضروری ہے۔

جناب والا! میں اس بارے میں زیادہ عرض نہیں کرنا چاہتا۔ چونکہ میرے دوستوں نے کافی کچھ کہا ہے۔ ہم نے قرآن پاک کو جو پڑھا ہے اور انبیاء کی زندگیوں کا مطالعہ کیا ہے اور دیکھا ہے کہ انہوں نے کس طرح دین کو پھیلایا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب کوئی ریفارمر آیا۔ جس علاقے میں بھی وہ پیدا ہوا۔ اس نے عوام میں جاکر اس کی تبلیغ کی۔ یہ پیغمبری شان ہوتی ہے۔ انہوں نے بڑوں بڑوں کو نہیں دیکھا۔ لیکن یہاں میں دیکھتا ہوں کہ جو بھی جماعت بنی ہے اور جو بھی فرقہ بنا ہے وہ صرف بڑوں بڑوں کو تبلیغ کرتا ہے۔ بڑوں پر جال ڈالتا ہے۔ بڑے افسروں، فوجیوں، صنعت کاروں، تاجروں اور لیڈروں کو اپنے فرقے میں شامل کرتا ہے۔ عوام کی طرف کوئی نہیں جاتا۔ بڑوں بڑوں پر جال ڈالتے ہیں۔ موجودہ دور کے جو فرقے ہم نے دیکھے ہیں۔ شاید وہ دین کی خدمت کرنے میں سچے نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر دین کی خدمت کرنے میں سچے ہوں تو ہمارے نبی کریم ﷺ جن پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ آخری پیغمبر ہیں۔ ان کے بعد کوئی اور کسی قسم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آنے کا۔ انہوں نے تو عوام میں جاکر تبلیغ کی اور تبلیغ کے صلے میں پتھر بھی کھائے۔

تو اب اس دور میں جس کسی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا یا کوئی دعویٰ کر کے بیٹھا ہے اور وہ اپنے آپ مجدد بنا بیٹھا ہے۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ پیغمبری تو صرف خدا کی طرف سے ملتی ہے اور پیغمبر اعلان کرتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں۔ دوسرا کوئی اعلان نہیں کرتا۔ لوگ اس کو خطاب دیتے ہیں کہ یہ ولی ہیں، یہ مجدد ہیں، یہ نیک آدمی ہیں، یہ عالم ہیں، یہ پیر ہیں، اور کوئی اپنے آپ نہیں بنتا۔ لیکن یہاں تو ہم نے اپنے آپ ہی بنتے دیکھے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اپنے آپ بنتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جس کو مخلوق خدا کہتی ہے، جس کو خدائی کہتی ہے یہ ہے، وہ سچا ہے۔ تو اب ساری مخلوق کہہ رہی ہے کہ یہ جو نبی والی بات ہے یہ غلط ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پھر یہ ایسی بات نہیں۔ انہوں نے خود بھی کراس ایگزامینیشن میں صاف صاف کہا ہے کہ جو مرزا صاحب کو اتمام حجت کے

باوجود نبی نہیں مانتا، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ فیصلہ تو انہوں نے خود کر دیا ہے۔ اب تو فیصلہ اسمبلی کو کرنا ہے اور میں اپنی طرف سے کوئی رائے نہیں دوں گا۔ لیکن چند ایک باتیں ضرور عرض کروں گا۔ انہوں نے عوام میں تبلیغ نہیں کی۔ اس لئے میرے خیال کے مطابق وہ سچے نبی نہیں ہیں اور دوسرے یہ کہ خدا فیصلہ کرے گا کہ انہوں نے تو یہاں کہہ دیا ہے کہ وہ نہیں مانتے ہیں وہ کافر ہیں۔ اب وہ دوزخ میں جائیں گے۔ ٹھیک ہے پھر جب خدا کے پاس جائیں گے۔ اگر سارے دوزخ میں جائیں گے تو ہم بھی چلے جائیں گے۔ اگر وہ سچے ہوں گے تو تھوڑے سے رہ جائیں گے جنت میں۔ اس پر ہمیں کوئی گلے والی بات نہیں ہے۔ ہم وہ نہیں بننا چاہتے کسی صورت میں۔

جناب والا! اب ہے کہ ان کو کیا قرار دیا جائے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسمبلی کے معزز ممبران جو بیٹھے ہیں، وہ عوام کے نمائندے ہیں۔ ان میں عالم بھی ہیں، فاضل بھی ہیں، پیر حضرات بھی ہیں اور ہمیں اب مذہب پر کافی عبور ہو گیا ہے۔ جیسے مرزا صاحب کا کراس ایگزامینیشن ہوا۔ دوسرے صاحبان نے بھی اپنے اپنے محضر نامے پڑھے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ بنیادی طور پر مسلمان ہیں۔ تھوڑا بہت تو سب کو پتہ ہوتا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول کیا ہیں۔ تو اس پر جو رائے سب دوستوں کی ہوگی۔ میری بھی وہی ہو گی۔ جو پبلک کی رائے ہوگی اس پر ہمیں چلنا پڑے گا۔ کیونکہ اب پاکستان کی سیاست عوام کے ہاتھ میں ہے اور جو فیصلہ عوام چاہیں گے، وہی ہوگا۔ کوئی اس سے روگردانی نہیں کرے گا اور میں اس بارے میں پورا پر یقین ہوں کہ ہمارے ملک کے سربراہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو بھی عوام کی رائے پر یقین رکھیں گے۔ عوام کی رائے کے مطابق اس کے متعلق سب دوست مل کر فیصلہ کریں گے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی آخری طور پر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ بہتر اسلام کی خدمت، اگر ہم نے صحیح اسلامی نظام اس ملک میں لانا ہے تو کس طرح کی جائے۔ جناب! میں یہ صاف کہوں گا کہ پھر اس کے بعد کسی قسم کی فرقہ بندی کا جھگڑا نہیں رہنا چاہئے۔ جو بنیادی چیز ہے۔ اس پر سب متفق ہیں تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ اس کے بعد میں اپنے علماء کرام کی خدمت میں عرض کروں گا اور عام مسلمانوں کو بھی یہ کہوں گا کہ پھر اس کے بعد ہم فروعی جھگڑوں میں رہے تو پھر جو یہ موقع ہاتھ آیا ہے دین اسلام کو *purify* (خالص) کرنے کا، اس کو ترقی اور عروج پر لے جانے کا، وہ جاتا رہے گا اور قیامت کے دن پھر جو غریب مسلمان ہیں، وہ آپ کو پکڑیں گے اور یہاں بھی پکڑیں گے۔ میں یہ بھی کہوں گا کیونکہ اسلام میں ہر پہلو ہے۔ اسلام میں ترقی پسند پہلو بھی ہے۔ سوشلزم کا لفظ اس دور میں بنا ہے اور کہتے ہیں کہ اسلام نے ۱۴۰۰ سال پہلے لوگوں کو *Socialise* (اشتراکیت کا تصور دیا) شروع کر دیا تھا اور اگر ہم اس پر صحیح عمل کریں تو کوئی شخص بھوکا نہیں رہ سکتا۔ کوئی شخص ننگا نہیں رہ سکتا، کوئی شخص بے عزت نہیں ہو سکتا اور انصاف ملے گا اور جو محنت کرے گا، اسے اس کا معاوضہ ملے گا اور اسلام نے تو بنیاد قرار دیا ہے محنت کی کمائی کو کہ رزق حلال صرف محنت کی کمائی ہے۔ صرف محنت کی کمائی ہے۔ لیکن اب ایسے حضرات بھی ہیں جو اسلام کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کیپٹلسٹ سسٹم ٹھیک ہے کیونکہ اس میں سود خوری ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ممتاز صاحب! یہ بات زیر بحث نہیں ہے۔

چوہدری ممتاز احمد: میں نے تھوڑا سا ضمناً ذکر کیا ہے۔

تو جناب! آخر میں میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اب جو مسجدوں کی ویرانی ہے۔ اب جو اسلام سے نوجوان نسل دور ہے۔ اب جو اسلام پر عمل کم ہو رہا ہے۔ اگرچہ انکار نہیں کرتے ہیں، لیکن عمل کم ہو رہا ہے۔ اگر اس کو آپ نے صحیح رکھنا ہے تو اس میں زیادہ ذمہ داری

ہمارے دینی سربراہوں کی ہے اور میں یہ کہوں گا، مجھے شک ہے، مجھے شبہ ہے کہ پھر آپس میں جھگڑے ہوں گے۔ رات بادشاہی مسجد میں، میں ذکر تو نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن سنا ہے وہاں مخالفانہ شخصیتوں پر نعرے لگے۔ اسلام کسی شخص کی جاگیر نہیں ہے۔ اسلام کسی جماعت کی جاگیر نہیں ہے۔ اسلام کسی فرقے کی جاگیر نہیں ہے۔ اسلام، اسلام اور صرف اسلام جاگیر ہے تو صرف خدا کی ہے۔ خدا کے رسول ﷺ کی ہے۔ قرآن کی ہے اور سب مسلمین کی۔ خدارا ان دکانداریوں کو چھوڑ دو۔ ان ذاتی بتوں کو ڈھا دو۔ اگر ایک خدا کو ماننا ہے، ایک رسول ﷺ کو ماننا ہے تو پھر سب جعلی دکانداریاں ختم کرو۔ جعلی نبی والیاں بھی ختم کرو اور یہ جو جعلی مجدد بنے بیٹھے ہیں ان سب کو ختم کر کے صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھ کر اور قرآن پر یقین رکھ کر اور قیامت پر ایمان لا کر نیک کام کرو۔ غریبوں کی خدمت کرو، ملک کی ترقی کرو، اسلام کی ترقی کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی سرخرو ہوں گے اور دنیا میں بھی سرخرو ہوں گے۔

(۲۲۶۲) ممتاز دولتانہ، جناب میاں

(پیدائش: ۱۶رفروری ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۳۰رجنوری ۱۹۹۵ء)

لڈن ضلع وہاڑی کے زمیندار گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ممتاز سیاستدان اور قانون دان تھے۔ آکسفورڈ سے تعلیم پائی۔ بنیادی طور پر لیگی تھے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں وزیر اعلیٰ تھے۔ لیگی سرشرست کے مطابق سخت سازشی سیاستدان تھے۔ اقتدار کی خاطر ایک کشتی سے دوسری کشتی میں چھلانگ لگانے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ آخر میں بھٹو صاحب کی حکومت میں انگلستان میں پاکستان کے ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔ وہاں پے پہنچے جہاں کا خمیر تھا۔ قادیانیوں کے متعلق امت کے مکمل طور پر ہمنوا تھے۔

''ختم نبوت کے مسئلے میں میرا وہی عقیدہ ہے جو ایک مسلمان کا ہونا چاہئے۔ میرے نزدیک وہ تمام لوگ خارج از اسلام ہیں جو رسول کریم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ میں اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہتا ہوں کہ عقیدۂ ختم نبوت پر کوئی بحث اٹھانا خود کفر کے مترادف ہے۔ کیونکہ بحث کی گنجائش صرف اس مسئلے میں ممکن ہے، جس میں کسی قسم کا شبہ وارد ہوتا ہو۔ عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ اس لئے ہر بحث اور ہر منطق سے بالاتر ہے۔ مرزائیوں کے خلاف جو نفرت پیدا کی گئی ہے، اس کی ذمہ داری خود انہی پر ہے۔ کیونکہ ان کے رجحانات علیحدگی پسندانہ ہیں۔ وہ زندگی کے ہر شعبے میں ہم سے علیحدہ ہیں اور انہوں نے اپنی ذاتی، سیاسی اور مجلسی سرگرمیوں کو صرف اپنی جماعت تک محدود کر رکھا ہے۔ قادیانی افسر اپنی جماعت کے آدمیوں کی طرف داری کے مجرم ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بہت سی الاٹمنٹیں محض اس بنیا پر کی ہیں کہ الاٹی مرزائی تھے۔ گویا انہوں نے اپنی سرکاری حیثیت کا ناجائز استعمال کیا۔''

(منیر انکوائری رپورٹ ۱۹۵۳ء)

(۲۲۶۳) ممتاز علی مونگیری، جناب میر

ایک صدی قبل کے ایک عظیم مجاہد ختم نبوت کی قادیانیت کے خلاف جدوجہد کی ایک کوشش ذیل میں ملاحظہ ہو:

''۱۴ رسائل لاثانی، در کذب مسیح قادیانی'' ۳رجنوری ۱۹۲۲ء کو خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے حضرت میر ممتاز علی صاحب مونگیری نے تالیف کر کے شائع کرایا۔ اٹھانوے سال بعد ۲۰۲۰ء میں اس کی دوبارہ اشاعت۔ زہے نصیب!

(۲۲۶۴) مناظراحسن گیلانی، مولانا سید

(ولادت:۱۸۹۲ء وفات:۵/جون ۱۹۵۶ء)

مولانا مناظر احسن گیلانی دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کے تلمیذ رشید تھے۔آپ نے مرزائیت کے رد میں کئی مقالے لکھے اور تقاریر کے ذریعے بھی اپنے استاذ علامہ کشمیری کے حکم پر بڑا کام کیا۔ردقادیانیت پر ''فیصلہ آسمانی درباب مسیح قادیانی'' آپ کا زبردست مضمون ہے۔

(۲۲۶۵) مناظرحسین نظر(لاہور)، مولانا ڈاکٹر

عظیم سکالر، ادیب، خطیب، محقق، دانشور، شاعر، مذہبی وسیاسی رہنما، امام التفسیر حضرت لاہوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ خلافت حضرت لاہوری کے خلیفہ مجاز مولانا بشیر احمد پسروری سے حاصل ہوئی۔خدام الدین کے ایڈیٹر رہے۔محکمہ اوقاف کے ایڈمنسٹریٹر اور پنجاب کے ڈائریکٹر بھی مقرر ہوئے۔ جہاں رہے عقیدۂ ختم نبوت کے دل ودماغ سے مبلغ رہے۔

(۲۲۶۶) منت اللہ رحمانی، مولانا سید

(پیدائش:۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء ...... وفات:۲۰/مارچ ۱۹۹۱ء، مونگیر بہار بھارت)

دارالمصنّفین میں یہ خبر نہایت غم واندوہ کے ساتھ سنی گئی کہ امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے امیر، مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سیکرٹری، مسلم مجلس مشاورت کے بانی ممبر، دارالعلوم دیوبند وندوہ کی مجلس انتظامیہ کے رکن اور خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشین مولانا سید منت اللہ رحمانی کا مرثیہ صرف ایک عالم کا نہیں بلکہ ایک عالم کا ماتم ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ان جیسی ستودہ صفات ہستیاں اس دور قحط الرجال میں نعمت سے کم نہیں اور اس نعمت کے چھن جانے سے حرمان ونقصان کی کیفیت اور شدید ہوجاتی ہے۔انہوں نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں جو علم ومعرفت اور شریعت وطریقت کی دولت سے مالا مال تھا۔ان کے والد ماجد مولانا سید محمد علی مونگیری، شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے تعلق، ردعیسائیت، تحریک ندوۃ العلماء اور ردقادیانیت میں اپنے کارناموں کے سبب نمونہ سلف اور طبقہ علماء ومشائخ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ان کی اقامت کانپور میں تھی۔لیکن ہدایت وارشاد کے لئے وہ مونگیر اور اس کے اطراف میں برابر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب وہاں قادیانیت کا فتنہ زیادہ سنگین ہوا تو اس کا مکمل قلع قمع کرنے کے لئے پیدا ہوئے۔اپنے بھائیوں میں وہ سب سے چھوٹے تھے۔مولانا مونگیری کے انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً دس برس تھی۔ان سے بیعت تو حاصل ہوئی لیکن استفادہ کا زیادہ موقع نہ ملا۔انہوں نے بعد میں دیوبند اور ندوہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔ندوہ میں وہ اپنے بھائی مولانا نوراللہ صاحب کے ساتھ آئے اور تقریباً چارسال قیام کیا۔ان کے زمانہ طالب علمی کے رفقاء میں مولانا محمد عمران خاں ندوی ازہری مرحوم بھی تھے، جن کی اولوالعزمی اور شاہانہ حوصلہ نے تاج المساجد بھوپال کی تعمیر کی تکمیل پوری کر دکھائی تو مولانا منت اللہ نے بڑے پرلطف انداز میں فرمایا کہ اور کچھ ہو نہ ہو عمران خان صاحب نے اپنی جنت تو پکی کرلی۔

ان کے اساتذہ میں مولانا حفیظ اللہ اعظمی، مولانا حیدر حسن خان ٹونکی، مولانا شبلی فقیہ، مولانا عبدالرحمٰن بگرامی ندوی جیسے ارباب فضل وکمال تھے۔ دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا اعزاز علی، مولانا سید اصغر حسین اور مفتی محمد شفیع سے استفادہ کیا۔ حاجی محمد شفیع بجنوری خلیفہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی خدمت میں پانچ سال رہے۔ بعد میں وہ اپنے والد ماجد کے خلیفہ مولانا محمد عارف ہرسنگھ پوری سے مجاز خلافت بھی ہوئے اور اپنے برادر اکبر مولانا لطف اللہ کے انتقال کے بعد خانقاہ رحمانی کی مسند ارشاد پر فائز ہوئے۔

ملک وملت کی خدمت کا جذبہ ابتداء ہی سے تھا۔ خوش قسمتی سے ان کو مولانا ابوالحاسن محمد سجاد کی توجہ بھی حاصل ہوگئی جو ایک دقیقہ رس عالم وفقیہ تھے اور جن کا خیر امت کے لئے پیہم عمل، سوز وساز، درد وداغ، جستجو وآرزو اور بے کلی وبے قراری اور ایک اضطراب مسلسل سے تیار ہوا تھا۔ ان کے متعلق مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ: ''وہ اکیلے تھے لیکن لشکر تھے۔ پیادہ تھے مگر برق رفتار تھے۔ وہ قال نہ تھے سراپا حال تھے۔'' ان کی سرپرستی میں مولانا منت اللہ رحمانی ۱۹۳۶ء میں سہرسہ سے بہار اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ لیکن مولانا محمد سجاد کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ امارت شرعیہ کا قیام تھا جو دراصل ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد مسلمانوں کی زبوں حالی انتشار، احساس شکست اور قنوطیت کے خلاف نئی بیداری اور نئی شیرازہ بندی کا پیام تھی۔ علماء ومفکرین اس کی ضرورت سے باخبر تھے۔ چنانچہ معارف میں مولانا سید سلیمان ندوی نے اس خیال کو پیش کیا۔ یورپ سے واپسی کے بعد پھر انہوں نے اس ساز کو چھیڑا لیکن ان کے بقول: ''اس عہد کے جدید تعلیم یافتہ علمبرداروں نے اس کو کسی طرح نہ چلنے دیا۔'' تاہم مخالفتوں کے باوجود مولانا سجاد کی قوت عمل نے بہار میں اس کو وجود کا قالب بخش دیا۔ سید صاحب نے اسے ان کی سب سے بڑی کرامت سے تعبیر کیا کہ زمین شور میں سنبل پیدا کرنا اور بنجر علاقہ میں لہلہاتی کھیتی کھڑی کر لینا ہر ایک کا کام نہیں۔ نظام شرعی کے قیام کی نیت کی برکت تھی کہ اس تحریک کو ملک کے علماء ومشائخ کی تائید حاصل ہوئی۔ چنانچہ اپنے عہد کے جنید وشبلی، مولانا شاہ بدرالدین پھلواروی اور پھر بعد میں مولانا شاہ محیی الدین پھلواروی، شاہ قمرالدین پھلواروی کے علاوہ مولانا مونگیری، مولانا آزاد اور مولانا عبدالصمد رحمانی اس تحریک کی قیادت وسرپرستی فرماتے رہے۔

مولانا منت اللہ رحمانی امارت شرعیہ کے چوتھے امیر تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلاف کی اس میراث وروایت کو اپنے علم وفضل رسوخ فی الدین، استقامت، فہم وفراست، اعتدال وتوازن اور اعتماد وتعاون سے صرف قائم ہی نہیں رکھا بلکہ اسے مزید ترقی ووسعت بھی دی۔ گویا ان کی تنہاء ذات میں پھلواروی شریف کے بزرگوں اور مولانا مونگیری ومولانا سجاد کی برکات جمع ہوگئی تھیں۔ امیر منتخب ہونے کے بعد انہوں نے اپنی ایک تقریر میں ''ہندوستان میں آزاد اسلام'' کی جرأت مندانہ بات کہی تو مولانا عبدالماجد دریابادی نے لکھا کہ: ''وہ اپنے اس مؤمنانہ اقدام کے لئے مستحق تبریک وتحسین ہیں۔'' آج امارت شرعیہ کے شعبہ دارالقضاء شعبہ افتاء، بیت المال وغیرہ اپنے امیر کی کامیاب قیادت کے نقیب وشاہد ہیں۔

ان کا دوسرا روشن اور نہایت اہم کارنامہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کا قیام ہے۔ یکساں سول کوڈ کے مطالبہ نے جب زور پکڑ لیا تو اس خطرہ کی شدت وسنگینی کو محسوس کرنے والوں میں وہ پیش پیش تھے۔ ان کی مساعی کی بدولت ۱۹۷۲ء میں ممبئی کے ایک بڑے اجلاس میں مسلمانوں کے مختلف حلقہ فکر کے رہنماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے اور انہوں نے بورڈ کی تشکیل کی جس نے شاہ بانو کیس کے سلسلہ میں بڑا قابل قدر اور مؤثر کردار ادا کیا۔ مولانا کی یادگاروں میں جامعہ رحمانی بھی ہے جسے انہوں نے ۱۹۴۵ء میں قائم کیا تھا۔ جامعہ

نے فقہ وافتاء کے شعبہ میں ممتاز اور قابل ذکر علماء پیدا کئے، اس کے کتب خانہ کو بھی انہوں نے بڑی وسعت دی۔ ندوہ سے ان کو خاص تعلق تھا۔ اپنے والد مولانا مونگیری سے اس کے رشتہ کو انہوں نے ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ ندوہ کے ناظم اور دارالمصنّفین کے روح رواں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے بھی ان کا بڑا لگاؤ اور مخلصانہ روابط تھے۔ اکثر قومی وملی مسائل میں دونوں کو ایک دوسرے کا تعاون اور اشتراک عمل حاصل رہتا تھا۔ ندوہ کا عظیم الشان ۸۵ سالہ جشن منایا گیا تو اس کے آخری اہم اجلاس کی صدارت انہوں نے کی اور انہی کی دعاء پر یہ جشن ختم ہوا۔ دارالمصنّفین، علامہ شبلی، مولانا سید سلیمان ندوی اور معارف کے وہ قدر شناس تھے۔ علامہ شبلی کے متعلق ایک جگہ لکھا: ''وہ عالم اسلام کے مشہور عالم، ادب وتاریخ کے امام اور قدیم وجدید کے سنگم تھے۔'' انہوں نے مولانا گیلانی کا یہ قول بھی نقل کیا کہ: ''بلاشبہ مولانا شبلی قدیم وجدید علمی طبقہ کے درمیان ایک برزخی وجود کا مقام حاصل کئے ہوئے تھے۔'' اختلاف مسلک کو انہوں نے کبھی وجہ تلخی نہیں بنایا۔ مکاتیب گیلانی کے ایک حاشیہ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے متعلق ان کی چند سطریں کئی بڑے مضامین پر بھاری ہیں۔ انہوں نے مقالات ومضامین کثرت سے لکھے۔ وقتی مسائل پر ان کے رسائل بھی ہیں۔ گو مولانا کو تصنیف وتالیف کا بھی اچھا سلیقہ تھا۔ مگر قومی وملی زندگی کی مصروفیتوں نے انہیں اس جانب متوجہ نہیں ہونے دیا۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے مولانا مناظر احسن گیلانی کے خطوط کا ایک مجموعہ مکاتیب گیلانی کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ اس میں انہوں نے مکتوب الیہ کا مختصر حال تحریر کرنے کے علاوہ مفید حواشی وتعلیقات بھی لکھے ہیں۔ اس سے مولانا کے حسن ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا گیلانی کا ہر خط عمدہ معلومات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس لئے مولانا منت اللہ نے ان منتشرہ جواہر پاروں کو شائع کر کے بڑی مفید علمی ودینی خدمت انجام دی ہے۔ فاضل مرتب نے قارئین کی سہولت کے لئے ہر مکتوب کی مفصل فہرست بھی شائع کی ہے۔

مولانا کی زندگی اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے اگر قابل رشک رہی تو ان کی مبارک موت بھی حسن خاتمہ اور حسن قبول کی بشارت لائی۔ ۳؍رمضان المبارک کو عشاء اور تراویح کی ابتدائی چند رکعات کے بعد وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ ان کے پسماندگان خصوصاً ان کے صاحبزادہ مولانا محمد ولی رحمانی اور تمام متعلقین کو صبر ورضا کی توفیق دے اور قوم وملت اور امارت شرعیہ کو ان کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ آمین!

(۲۲۶۷) منصب علی خان، جناب رائے

آپ وفاقی وزیر مملکت رہے۔ ذیل میں قادیانیوں سے متعلق ان کا بیان ملاحظہ ہو: ''سابق وفاقی وزیر مملکت اور قومی اسمبلی کے رکن رائے منصب علی خان نے اپنے ایک بیان میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی ملک دشمن اور اسلام دشمن سرگرمیوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے مقامی انتظامیہ پر زور دیا کہ قادیانیت کے متعلق صدارتی آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء پر مکمل طور پر سختی سے عمل درآمد کروایا جائے۔'' (روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۲۸؍ستمبر ۱۹۸۷ء)

(۲۲۶۸) منصور ایم رفعت، جناب ڈاکٹر

۱...... ''احمدیوں کی ملک ومذہب سے غداری''

مصری کلب واقع برلن (جرمنی) کے پریزیڈنٹ جناب ڈاکٹر منصور ایم رفعت نے قادیانیوں کے متعلق ایک پمفلٹ لکھا۔ یہ

ستمبر۱۹۲۳ء کی بات ہے۔ جب جرمنی اور برطانیہ باہم دیگر دست بگریباں تھے۔ اس زمانہ میں جرمنی میں افغانستان کے سفیر نے قادیانی عبادت گاہ لندن پٹنی کی تقریب افتتاح میں شرکت کی۔ رفعت صاحب نے افغانی سفیر صدیق خان کو اس حماقت پر خط لکھا۔ صدیق خان نے رفعت صاحب کو تڑی لگائی۔ رفعت صاحب ڈٹ گئے۔ صدیق خان ایسے دم بخود ہوئے کہ دم دبا کر میدان سے باہر ہو گئے۔ یہ خط وکتابت ایک تاریخی ورثہ ہے۔ دہلی کے مولانا عبدالغفار الخیری نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ قادیانی سیاست کو طشت از بام کرنے کے لئے یہ مختصر رسالہ اپنے وزنی دلائل کے باعث ایک مؤقر دستاویز ہے۔

۲...... ''انکشاف حقیقت (احمدی اسلام)''

مصری فاضل اجل ڈاکٹر منصور ایم رفعت نے یہ دوسرا رسالہ بھی قادیانیوں کے خلاف تحریر کیا۔ موصوف برلن میں رہتے تھے۔ برلن میں ستمبر۱۹۲۳ء میں قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنا چاہی تو موصوف نے دوران تقریب کہا کہ قادیانی گروہ مسلمان نہیں۔ اس دور کی تمام اخبارات کی رپورٹیں اس رسالہ میں موجود ہیں۔ قادیانی گروہ احمدی تحریک یا ان کی عبادت گاہ کو مسجد اس دور میں کہا جاتا تھا۔ ہم نے وہ ایسے رہنے دیا تاکہ اس زمانہ میں قادیانی فتنہ جو مراحل طے کر رہا تھا وہ آنکھوں کے سامنے رہیں۔ جناب محمد عبدالغفار الخیری نے مصری صاحب کے اس پمفلٹ کا اردو میں ترجمہ کیا احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں دونوں شامل اشاعت ہیں۔

(۲۲۶۹) منصور علی خان مراد آبادی، مولانا

(وفات: ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء، مکہ مکرمہ)

آپ مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان کے مشہور علماء میں سے تھے۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے سند حدیث حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت نانوتوی کے دور آخر کے تلامذہ سے تھے۔ فراغت کے بعد حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔ جامعہ طبیہ میں تدریس پر مامور ہوئے۔ ایک مدت تک وہاں رہنے کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور اسی کو وطن بنانے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی تصنیف شدہ تین کتابیں ملتی ہیں۔ (۱) مذہب منصور (دو جلدیں)۔ (۲) فتح المبین۔ (۳) معیار الادویہ۔ آپ نے ردقادیانیت میں مولانا سہول خان کے فتویٰ پر صورت مسئولہ کے جواب یہ درج ذیل عبارت تحریر فرمائی: ''فرقہ قادیانی میں ادّعائے نبوت ومسیحیت علانیہ طور سے کیا گیا ہے جو صریح نصوص کے مخالف ہے۔ صریح نص جیسے آیت خاتم النّبیین اور حدیث صحیح ''انا خاتم النّبیین لا نبی بعدی'' موجود ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام بھی صریح حدیث مسلم شریف وغیرہ سے ثابت ہے۔ ان نصوص میں تاویل کرنے والا ضال ومضل ہے اور جو شخص صریح نصوص کا منکر ہو وہ کافر ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۴۹)

(۲۲۷۰) منظور احمد بھٹی (لاہور)، جناب

(ولادت: اکتوبر ۱۹۲۹ء ...... وفات: ۹ مئی ۱۹۷۴ء)

لاہور میں ادارہ ملّیہ سرکلر روڈ پر واقع تھا۔ جناب منظور احمد بھٹی کا رسالہ ''حقیقت مرزائیت قادیانی لٹریچر کے آئینہ میں'' ادارہ ملّیہ نے شائع کیا۔ یہ مارچ ۱۹۵۱ء کی بات ہے۔ موصوف نامور ادیب، صحافی اور قانون دان تھے۔ ۶۵ برس بعد اب محاسبہ قادیانیت جلد ۴ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۲۲۷۱) منظور احمد جالندھری (رحیم یار خان)، میاں حافظ

(ولادت: ۱۹۵۰ء ...... وصال: ۲۹ ر ستمبر ۲۰۱۸ء)

رحیم یار خان میں امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا خواجہ خان محمد، حضرت مولانا غلام ربانی اور دیگر حضرات اکابر کے میزبان حضرت حاجی فقیر اللہ مرحوم کو اللہ رب العزت نے صاحبزادہ دیا جن کا نام منظور احمد تجویز ہوا۔ بڑے ہو کر انہوں نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ خیر المدارس ملتان سے حفظ کی تکمیل کی۔ بہت پختہ مشق حافظ تھے۔ تیس سال تسلسل کے ساتھ مصلیٰ سنایا۔

حضرت حافظ منظور احمد کو حرمین شریفین کی بارہا حاضری کی اللہ تعالیٰ نے توفیق مرحمت فرمائی۔ تین حج اور دس عمرے کئے۔ صحت کے زمانہ میں خانقاہ سراجیہ میں اپنے مرشد خانہ پر سال میں کئی دفعہ جانے کا معمول رہا۔ چناب نگر کانفرنس پر بلاناغہ تشریف لاتے۔ ختم نبوت کے کام کے سلسلہ میں مقامی جماعت رحیم یار خان کے ساتھ شانہ بشانہ رہتے۔ بہت ہی معاملہ فہم اور زیرک انسان تھے۔ تمام دینی مدارس کے معاون تھے۔ جامع مسجد غلہ منڈی کے حاضر باش نمازی تھے۔

(۲۲۷۲) منظور احمد (چنیوٹ)، جناب شیخ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ کے صدر شیخ منظور احمد غلہ منڈی چنیوٹ میں منیمی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ حساب کتاب رکھنے کے ماہر تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنسوں کے انعقاد کے لئے بھرپور جدوجہد کرتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو چناب نگر مسلم کالونی میں جگہ الاٹ ہوئی تو تعمیرات کے نگران ومحاسب شیخ منظور احمد تھے۔ بہت ہی امانت ودیانت والے شخص تھے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ چناب نگر مجلس کا کام مرحوم کے لئے ذخیرہ آخرت ہے۔

(۲۲۷۳) منظور احمد (خیر المدارس ملتان)، حضرت مولانا

(وفات: ۳ ر جولائی ۲۰۲۰ء)

استاذ العلماء حضرت مولانا منظور احمد جامعہ میں تقریباً نصف صدی استاذ رہے۔ جامعہ میں شاید کوئی سبق ایسا ہو جو آپ نے نہ پڑھایا ہو۔ استاذ محترم کا انداز مربیانہ تھا، راقم الحروف نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء والے سال ان سے ہدایۃ الثالث پڑھی۔ آپ سبق سے ہٹ کر بھی طلباء کی خوب تربیت فرماتے۔ طلباء میں ختم نبوت کے کام کی اہمیت کو اجاگر فرماتے اور ہمیشہ ختم نبوت کا کام کرنے والوں کے لئے غائبانہ دعاگو رہتے۔ ذیل میں ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں: ’’جامعہ کے شعبۂ دعوت وارشاد کے مسئول حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ نے راقم سے ’’خطباتِ ختم نبوت‘‘ کا حکم فرمایا۔ راقم نے مولانا محمد اسد لانگ جو جامعہ میں بڑی کتابوں کے طالب علم تھے۔ ہمارے دفتر کے ہمسائے تھے، ان کے ہاتھوں کتابیں بھجوادیں۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت مفتی صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے فرمایا: کتابیں نہیں پہنچیں؟ راقم نے عرض کیا کافی عرصہ ہوا بھجوادیں۔ فرمایا: مجھے تو نہیں ملیں۔ راقم نے مولانا محمد اسد سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ استاذ محترم مولانا منظور احمد کو دے آیا تھا۔ بہرحال راقم نے حضرت مفتی صاحب

کو دوسرا سیٹ بھجوادیا۔ استاذ محترم مولانا منظور احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو خطبات کی ترتیب پر خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا: اسماعیل ہر روز رات کو سونے سے پہلے آپ کی کتاب کے کم از کم دس صفحات پڑھ کر سوتا ہوں۔ راقم نے شکریہ ادا کیا۔ جب واپسی کے لئے اجازت مانگی اور دعا کی درخواست کی تو راز داری کے انداز میں فرمانے لگے کہ کسی کو بتلاتے کی عادت نہیں ہے۔ لیکن ہم جتنی دعائیں ختم نبوت والوں کے لئے کرتے ہیں کسی اور کے لئے نہیں کرتے۔'' آپ کا جنازہ قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کے اسٹیڈیم میں ادا کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۲۷۴) منظور احمد رحمت، جناب علامہ

(وفات: ۱۲؍دسمبر ۱۹۹۶ء)

بہاول پور کے بزرگ صحافی عالم اور ادیب تھے۔ روزنامہ کائنات بہاول پور کے بانی اور ایڈیٹر رہے۔ علامہ رحمت اللہ ارشد کے بھائی تھے اور عقیدۂ ختم نبوت پاسبان اور علمبردار تھے۔

(۲۲۷۵) منظور احمد (لاہور)، مولانا حافظ

جامعۃ المنظور الاسلامیہ لاہور کے بانی، فاضل یگانہ، جری و بہادر، مجاہد فی سبیل اللہ مولانا حافظ منظور احمد اپنے عہد میں لاہور میں عقیدۂ ختم نبوت کے سب سے بڑے مبلغ سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور ردقادیانیت کا فریضہ سرانجام دیا۔ ان کی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ان کی للکار حق سے قادیانیت پر کپکپی طاری ہوجاتی تھی۔ اپنے عہد میں لاہور میں وہ مولانا لال حسین اختر اور جناب بابو پیر بخش صاحب کے دست و باز و تصور کئے جاتے تھے۔

(۲۲۷۶) منظور احمد نعمانی (طاہر والی)، مولانا

(وفات: ۹؍اپریل ۲۰۰۳ء)

آپ طاہر والی نزد چنی گوٹھ ضلع رحیم یار خان کے رہائشی تھے۔ مولانا حبیب اللہ گمانوی کے شاگرد اور علمی جانشین تھے۔ ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث، استاذ العلماء، محقق، علوم عقلی و نقلی کے ماہر مدرس تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سراپا سرگرم عالم دین تھے۔

(۲۲۷۷) منظور احمد وٹو، جناب میاں

یہ وساوے والا دیپال پور ضلع اوکاڑہ کے رہنے والے تھے۔ جدی پشتی قادیانی تھے۔ اس کا باپ قادیانیوں کا پرچارک تھا۔ یہ صوبائی اسمبلی کے سپیکر رہے۔ پھر وزیر اعلیٰ پنجاب رہے۔ اس کے متعلق مشہور ہوا کہ یہ قادیانی ہے۔ اس نے ذیل کا بیان دیا: ''میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ اقرار کرتا ہوں اور تحریر دیتا ہوں کہ میں حضور خاتم النّبیین ﷺ کو ہر اعتبار سے آخری نبی مانتا ہوں۔ ان کے بعد تشریعی، غیر تشریعی، ظلی، بروزی کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر موجود ہیں۔ وہی قیامت کے قریب دوبارہ اس دنیا میں آسمانوں سے نازل ہوں گے۔ میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ امام مہدی اس امت میں حضور

اکرم ﷺ کی اولاد سے پیدا ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے جب نازل ہوں گے تو وہ موجود ہوں گے۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے تمام دعویٰ میں جھوٹا یقین کرتا ہوں اور علمائے اسلام کے فتاویٰ کے مطابق انہیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج یقین کرتا ہوں۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ظلی، بروزی نبی، مسیح موعود، مہدی یا مصلح ماننے والا پیروکاروں، قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت وغیرہ ہر دو کو کافر یقین کرتا ہوں۔ میرا ان ہر دو جماعتوں سے عقیدہ کے لحاظ سے اور مذہب کے لحاظ سے نہ پہلے تعلق تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ میں ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم اور اپریل ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی حمایت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔'' (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ج ۲۲ ش ۱۳، مؤرخہ ۱۴؍جون ۱۹۸۵ء)

(۲۲۷۸) منظور احمد (چھوکر خورد)، مولانا حافظ

(پیدائش: ۱۹۲۶ء ...... وفات: یکم؍دسمبر ۲۰۱۲ء)

مولانا حافظ منظور احمد نے جہاں جامعہ بدریہ تعلیم القرآن کی خدمات جس خلوص، تقوے اور للّٰہیت کے ساتھ سرانجام دیں، وہاں انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھی کام کیا۔ کئی بار حضرت نے چھوکر خورد کی مختلف برادریوں کو اکٹھا کر کے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور فتنہ قادیانیت کی شرانگیزیوں کے بارے میں ان کو آگاہ کیا۔ اکثر ختم نبوت کے مبلغین کو بھی دعوت دے کر پروگرام کراتے رہتے۔ تاکہ لوگ اس فتنے کے شر سے بچ سکیں۔ ایک بار حضرت نے گاؤں والوں کو اکٹھا کیا۔ کیونکہ چھوکر خورد میں تین چار گھرانے قادیانیوں کے تھے۔ لوگوں سے کہا کہ قادیانیوں سے سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ بائیکاٹ سے پہلے ان کو سمجھایا جائے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت سے نواز دے۔ چنانچہ حضرت نے ساتھیوں سے مشورہ کیا جس میں طے پایا کہ قادیانیوں کے ضلعی امیر سے گفتگو کرنے کے لئے مولانا اللہ وسایا سے مشورہ کیا جائے تو حضرت مولانا اللہ وسایا کے پاس ملتان ختم نبوت مرکز میں دو ساتھی بھیجے۔ مولانا اللہ وسایا چھوکر خورد میں خود تشریف لائے اور مسجد میں اس قادیانی سے بڑی تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ وہ مولانا کے ساتھ بحث میں لاجواب ہوگیا۔ بالآخر اس نے کچھ حوالوں کی تحقیق کے بہانے سے فرار ہوگیا۔ بعد میں حضرت کی فکر اور شب و روز محنت کی برکت سے کچھ گھرانے الحمدللہ مسلمان ہوگئے اور کچھ لوگ گاؤں کو چھوڑ کر دوسرے مقامات میں چلے گئے۔ اب سوائے ایک آدمی کے گاؤں میں کوئی قادیانی نہیں رہا۔ ایک قادیانی کے دو پوتے عالم دین بن رہے ہیں۔ یہ سب حضرت حافظ منظور احمد کی قربانی اور محنت کا ثمر ہے کہ آج چھوکر خورد قادیانیوں کی شرانگیزیوں سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ (محمد قاسم)

(۲۲۷۹) منظور الحق (حیدرآباد)، حضرت مولانا قاری

(وصال: ۴؍مئی ۲۰۱۸ء)

لاوہ تلہ گنگ کے مولانا قاری منظور الحق حیدرآباد میں خطیب مقرر ہوئے۔ جامع مسجد لطیف آباد نمبرے میں عرصہ تک خطیب رہے۔ آپ نے خطابت کے دوران عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے حکم پر اپنی مسجد میں دفتر

قائم کیا جو ربع صدی تک قائم رہا۔ حضرت جالندھری، حضرت مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد حیات، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا قاضی اللہ یار خان، مولانا محمد شریف بہاول پوری، مولانا عبدالرحیم اشعران کی دعوت پر حیدرآباد کے تبلیغی اسفار کرتے۔ خوب بھرپور تبلیغی سرگرمیاں ان کے مبارک عہد میں رہیں۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے ناظم عمومی رہے۔ جب مجلس کا ملکیتی دفتر حیدرآباد لطیف آباد نمبر۲ آٹو بھان روڈ پر قائم ہوا تو قاری صاحب ایک تو فاصلہ کے باعث۔ پھر یہ کہ آپ نے پولٹری فارم قائم کرلیا۔ اس سے مصروفیات اتنی زیادہ ہوگئیں جس کے باعث مجلس کی ذمہ داریوں کو پورے طور پر نبھا نہ سکتے تھے۔ لیکن مجلس سے احترام محبت و اخلاص وسرپرستی وتعاون واپنائیت میں ذرہ برابر کمی نہ آنے دی۔

اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے تصوف کی لائن اختیار کی تو چکوال کے معروف پیر طریقت حضرت حافظ غلام حبیب سے وابستہ ہوئے۔ خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ قاری منظور الحق بہت ہی درویش صفت، اجلی سیرت کے انسان تھے۔ زندگی بھر، بھرپور محنت کے خوگر رہے، پہلے سائیکل پھر موٹر سائیکل کے ذریعہ ان کی سرگرمیاں پوری ہوتیں۔ سفید لباس، گھنی داڑھی، طرہ دار پگڑی، موٹے شیشوں والی عینک یہ آپ کی پہچان تھی۔ بڑے جی دار انسان تھے۔ انسان دوستی اور دوست پروری میں کمال حاصل تھا۔ تصوف کی لائن اختیار کی تو کئی حضرات کے مرشد ٹھہرے۔ پچھلے سال فقیر راقم کی جامعہ حنفیہ چکوال کے سالانہ روحانی اجتماع پر آپ سے اچانک ملاقات ہوئی تو ایک دوسرے کو دیکھ کر حیرت انگیز خوشی ہوئی۔ دیر تک حالات پوچھتے رہے۔ امسال غالباً مارچ ۲۰۱۸ء میں خانیوال حضرت خلیفہ عبدالمالک صدیقی کی خانقاہ عالیہ کے روحانی اجتماع پر بھی ملاقات ہوئی۔ کل پرسوں معلوم ہوا کہ موصوف حیدرآباد سے اپنے آبائی گاؤں لاوہ تشریف لائے ہوئے تھے کہ فرشتہ اجل نے آن گھیرا اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آخرت کے ابدی سفر پر روانہ ہوگئے۔ حضرت حافظ غلام حبیب احمد کی خانقاہ عالیہ کے سجادہ نشین حضرت پیر عبدالرحیم نقشبندی نے جنازہ پڑھایا اور ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ کے لئے سراپا محو انتظار ہوگئے۔ ان کے وصال سے بہت بڑا خلا واقع ہوا۔ ان کا وجود اسلاف اور موجودہ دور کے علماء کے لئے سنگھم کا درجہ رکھتا تھا۔ ان کی وفات عقیدۂ ختم نبوت کے بےلوث پچاس سالہ مجاہد کی وفات ہے۔ وہ کیا گئے کہ بس اب یادوں کی بارات بھی بغیر دولہا کے پھیکی پھیکی پڑگئی۔

(۲۲۸۰) منظور الحق فاروقی، مولانا

ممتاز عالم دین، لال مسجد جناح بازار کہروڑپکا کے خطیب تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ قید بھی کاٹی۔ تمام دینی تحریکوں میں کہروڑپکا میں پیش پیش رہے۔

(۲۲۸۱) منظور الحق (فیصل آباد)، الحاج صوفی

(وفات: ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۳ء)

آپ مڈھ رانجھا ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے۔ شیخ برادری سے تعلق تھا۔ گورے چٹے کڑیل خوبصورت جوان تھے۔ والدین کے لاڈلے تھے۔ دیہاتی ماحول تھا۔ اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کرسکے۔ زمیندار گھرانہ سے تعلق تھا۔ طبیعت آزاد پائی تھی۔ جوانی بلکہ الہڑ جوانی

نے خوب پر پرزے نکالے۔ پاکستان بنا۔ گورداسپور سے مولانا لال حسین اختر بحیثیت مہاجر کے یہاں مُڈھ رانجھا آئے۔ آپ کو آٹے کی چکی الاٹ ہوئی۔ مولانا لال حسین نظریاتی عالم، تحریکی رہنما تھے۔ آپ نے نوجوانوں کو پڑھانا شروع کیا۔ منظور الحق بھی کسی طرح شفقت میں گرفتار ہوگئے۔ نماز کے پابند ہوئے۔ قرآن مجید پڑھا۔ تمام منکرات سے جان چھوٹی اور حسنات کے پیکر بن گئے۔ ظاہری و باطنی خوبصورت انسان حسن وخوبیوں کا نمونہ ہوگئے۔ محلّہ دھوبی گھاٹ فیصل آباد آگئے۔ بانو مارکیٹ بھوانہ بازار میں دکان کھول لی۔ تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد کے امیر بنادیئے گئے۔ ختم نبوت کے شیدائی تھے۔ مولانا لال حسین اختر کے دل ودماغ سے عاشق صادق بلکہ ان پر فدا تھے۔ محلّہ وبازار سے نوجوانوں کو گھیر کر تبلیغ میں لے جاتے اور نمازی وتہجد گزار بنادیتے۔ اتنی محبتوں والے انسان تھے تیرہ بارحج کا فریضہ ادا کیا۔

سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے لئے فیصل آباد کے محلّہ محلّہ سے بسوں کا انتظام کر کے لوگوں کو لے جاتے تھے۔ سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جسٹس ایس.اے رحمان آپ کی برادری کے تھے۔ شیخ برادری کی تنظیم المشائخ بنی تو حاجی صاحب کو صدر بنالیا گیا۔ آپ لاوارث لوگوں کے کفن دفن، جنازہ وغسل کا انتظام کرتے۔ غریبوں کی خدمت، بیواؤں کی مدد آپ کا شیوہ تھا۔ آخر وقت تک مولانا لال حسین اختر کے خدام میں شامل رہے۔ چودھویں بارحج کے لئے فیصل آباد سے ٹرین پر کراچی کے لئے سوار ہوئے۔ خانپور اسٹیشن پر زاروزار رودیئے کہ میرے استاذ یہاں قریب دین پور میں مدفون ہیں۔ نماز کی تیاری کے لئے شہداد پور کے قریب وضو کرتے ہوئے جھٹکا سے ٹرین سے گرے۔ زخمی ہوئے اور پھر سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ مولانا تاج محمود نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حاجی منظور الحق بلاشبہ اس دھرتی پر صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے والے فدا کار انسان تھے۔ خوبیوں کا مجموعہ تھے اور فقیر راقم کے محسن۔

(۲۲۸۲) منظور الٰہی (سیالکوٹ)، جناب ملک

(پیدائش: ۱۳؍اپریل ۱۹۱۸ء ...... وصال: ۱۷؍جون ۱۹۹۷ء)

آپ سیالکوٹ کے رہائشی تھے۔ عرصہ تک کراچی رہے۔ اس زمانہ مولانا عبدالرحیم اشعر کراچی مجلس کے مبلغ تھے۔ تب ملک منظور الٰہی مجلس سے جڑے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ کراچی سے سیالکوٹ آئے تو بیرون ملک ڈاکٹری اوزار بنوا کر بھجوانے کا کام شروع کیا۔ یہاں بھی دیوانہ وار ختم نبوت کا کام کیا۔ پہلے وہ مجلس سیالکوٹ کے امیر رہے۔ قادیانیت کی مخالفت میں انہیں غلو کا درجہ حاصل تھا۔ ہفتہ وار ختم نبوت رسالہ بھی سیالکوٹ سے شائع کرتے رہے۔ اولاد نہ تھی۔ کوٹھی، دولت اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا تھا۔ خوب انسان تھے۔

(۲۲۸۳) منظور حسین (فیصل آباد)، مولانا

(وفات: ۲۲؍ستمبر ۲۰۲۰ء)

مولانا منظور حسین مجاہد ختم نبوت مولانا عبداللطیف انورشاہ کوٹی کے فرزند نسبتی (داماد) تھے۔ جامعہ مدینۃ العلوم فیصل آباد کے فاضل تھے۔ جامعہ عثمانیہ الطاف گنج جھنگ روڈ فیصل آباد کے بانی تھے۔ مرحوم اپنی برادری میں سے واحد حافظ قرآن تھے۔ ان کی

مساعی جمیلہ سے اس وقت ۱۷ حافظ ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بچپن ہی سے تعلق رہا ہے۔ سالانہ چناب نگر کانفرنس میں بھی شرکت فرماتے رہے۔ اصلاحی تعلق حضرت مولانا سیّد جاوید حسین شاہ مدظلہ سے تھا۔ آپ کی نماز جنازہ استاذ الحفاظ والقرأ حضرت مولانا محمد یٰسین القاری المقری نے پڑھائی۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۲۸۴) منور احمد ملک (جہلم)، جناب پروفیسر

گجر خان ضلع راولپنڈی گورنمنٹ کالج کے پروفیسر منور احمد ملک صاحب پیدائشی قادیانی تھے۔ آپ محمود آباد ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ قریباً پینتیس سال قادیانیت میں گزارے۔ قادیانی جماعت کے کئی عہدوں پر کام کرتے رہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی۔ آپ قادیانیت ترک کر کے علی الاعلان مسلمان ہوگئے۔ محمود آباد جہلم میں آپ کے خاندان کے دیگر کئی افراد نے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ آپ نے محمود آباد جہلم میں مسجد ومدرسہ کے لئے جگہ وقف کی۔ جامعہ حنفیہ جہلم جو ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی کی یاد ہے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ قاری خبیب احمد عمر اور اب حضرت جہلمی کے پوتے اور حضرت قاری صاحب کے صاحبزادہ مولانا قاری محمد ابوبکر صدیق صاحب جامعہ حنفیہ کے مہتمم ہیں۔ جامعہ حنفیہ جہلم کے تحت محمود آباد جہلم کی اس جگہ پر جامع مسجد ختم نبوت اور مدرسہ خلفاء راشدین قائم ہیں۔ جو تبلیغ وترویج اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب پروفیسر منور احمد ملک نے کھڑے پانی میں جو پتھر پھینکا تھا اس کی ایسی لہریں اٹھیں کہ محمود آباد جہلم میں کئی قادیانی گھرانے مسلمان ہوگئے۔ جناب پروفیسر منور احمد ملک نے قادیانی حضرات کی خیرخواہی وچشم کشائی کے لئے قادیانی جماعت کے حالات واقعی پر مسلسل مضمون تحریر کئے۔ ان میں سے جو مضمون فقیر کو ملے وہ احتساب قادیانیت جلد۴۳ میں شریک اشاعت ہیں۔ یہ مضامین بہت ہی اہم ہیں۔ ان مضامین کے عنوانات کی فہرست پر نظر دوڑائیں تو آپ عش عش کر اٹھیں گے۔ پروفیسر صاحب نے جنوری ۱۹۹۹ء کے رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کے جمعتہ الوداع پر حضرت قاری خبیب احمد عمر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔

(۲۲۸۵) منور حسن (کراچی)، جناب سید

(پیدائش: ۱۹۴۴ء ...... وفات: ۲۶؍جون ۲۰۲۰ء)

آپ کا تعلق کراچی سے متحرک، بھرپور متحرک اور نظریاتی رہنما تھے۔ جماعت اسلامی پاکستان کے ناظم عمومی اور پھر امیر بھی رہے۔ جماعت اسلامی کی امارت کے زمانہ میں ختم نبوت کانفرنس چناب نگر بھی تشریف لائے اور قادیانی فتنہ کے خلاف امت کی جدوجہد کا نمایاں حصہ رہے۔

(۲۲۸۶) منور شاہ (گوڑ گانواں)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت منور شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۹۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۲۸۷) منور علی رام پوری، مولانا

(وفات: ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء)

جناب مظہر الحق حنفی رامپوری کے ہاں منور علی نام کے لڑکے کی ولادت ہوئی جو بعد میں ایک نامور عالم دین بنے۔ چند کتب اپنے والد سے پڑھنے کے بعد مولانا محمد صدیق کے علوم سے مستفید ہوئے۔ علم حدیث کے لئے سید محمد شاہ بن حسن شاہ رام پوری اور فن حکمت ومنطق کے لئے علامہ عبدالحق بن فضل حق کی خدمات حاصل کیں۔ مدرسہ عالیہ میں پڑھاتے رہے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا۔

''جو لوگ مرزا قادیانی کے نبی ہونے کے قائل ہیں وہ بے شک نص صریح قرآنی اور حدیث رسالت پناہی کے منکر ہیں۔

قال الله تعالیٰ وتبارک فی القرآن المجید والفرقان الحمید المشتمل بالوحی والوعد والوعید: ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النّبیین (الاحزاب:۴۰) وقال النبی ﷺ: لا نبی بعدی (رواہ الترمذی ج۲ ص۲۰۹)''

محمد منور علی عفی عنہ رامپوری

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۱)

(۲۲۸۸) منیر احمد (گوجرانوالہ)، جناب قاری محمد

(وفات: ۲۸ ستمبر ۲۰۱۵ء)

مولانا قاری منیر احمد قادری ان کے دادا مرحوم میاں محمد دین بھٹی مرحوم نے وصیت فرمائی تھی کہ محمد منیر احمد کو حافظ قرآن بنانا ہے۔ مقدر نے یاوری کی اور محمد منیر احمد نے جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ چوک گوجرانوالہ میں مولانا قاری عبدالقدوس عابد مرحوم سابق نائب امیر عالمی مجلس کی نگرانی وتوجہ سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ بعدہ جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی سے فیض وتوجہ پائی۔ یہاں انہیں مجلس احرار اسلام مغربی پاکستان کے امیر مولانا مفتی عبدالواحد، حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی، حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانی اور مولانا زاہد الراشدی سے اکتساب فیض کا موقع بھی ملا۔ مولانا قاری منیر احمد قادری مرحوم کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبیداللہ انور سے تھا۔

آپ کو مرکزی جامع مسجد فضل فیروز والا روڈ گوجرانوالہ کا امام وخطیب بنا کر حضرت مولانا قاری عبدالقدوس عابد مرحوم نے بھیجا اور آپ آخری دم تک یہ خدمت سرانجام دیتے اور لوگوں کے عقائد واعمال کی اصلاح میں مصروف رہے۔ آپ نے اسی مسجد میں قرآن مجید کو ترجمہ وتفسیر سے سات دفعہ مکمل کیا۔ آپ کئی سال تک جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ چوک کے ناظم رہے اور ہزاروں لوگ آپ سے فیض یاب ہوگئے۔ علاقہ ہی نہیں بلکہ ملک بھر میں آپ سے عقیدت ولگاؤ رکھنے والوں کا ایک حلقہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین ہی نہیں بلکہ کارکنوں کے لئے فرش راہ رہتے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی ختم نبوت تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ۲۰۰۸ء سے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی نائب امیر رہے۔ آپ جمعیۃ علمائے اسلام میں بھی سرگرم رہے۔ ضلع کے نائب امیر، سٹی امیر، ضلعی اور صوبائی شوریٰ کے رکن رہے۔

(۲۲۸۹) منیر احمد، جناب جسٹس

پاکستان کے معروف جسٹس منیر نے قادیانی گروہ کے متعلق اپنی انکوائری رپورٹ میں لکھا: ''۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریروں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ وہ نہ تو ایک ہندو دنیاوی حکومت یعنی ہندوستان کو اپنے لئے پسند کرتے تھے اور نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے۔'' (تحقیقاتی رپورٹ ص ۱۹۶)

(۲۲۹۰) موسیٰ خان روحانی انبالوی، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۵ء، کسٹہ خیل ڈیرہ اسماعیل خان ...... وفات: ۱۹/ اکتوبر ۱۹۹۸ء)

آپ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ قاسم العلوم ملتان پھر جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھاتے رہے۔ نامور عالم دین، عربی زبان کے شاعر تھے۔ عملیات کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ کریما سے بخاری شریف تک تمام کتابیں اس عمدہ ذوق سے پڑھائیں کہ دھاک بٹھادی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی فتنہ سے ملنے والوں کو باخبر رکھنے میں کبھی غافل نہیں رہے۔ میانی قبرستان لاہور میں ابدی استراحت فرما رہے ہیں۔

(۲۲۹۱) موسیٰ خان۔ خاںؔ، پادری

جناب موسیٰ خان۔ خاںؔ نے قادیانیوں اور مسیحیوں کے درمیان سیالکوٹ میں مباحثہ کی کارروائی قلمبند کی۔ یہ ستمبر ۱۹۲۴ء میں زیر تجویز مباحثہ کی کارروائی ہے۔ اس کارروائی کی روئیداد کا نام ''کیفیت مباحثہ سیالکوٹ'' ہے۔ جس کے ترتیب دینے والے جناب موسیٰ خان مسیحی نے ٹائٹل پر یہ تعارف قلمبند کیا۔

''مشہور و معروف قادیانی مبلغ ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے مسیحیوں سے مباحثہ کرنے کے لئے سیالکوٹ جائے ''نبوت مرزائے قادیانی'' پر بحث سے کترانے اور مسیح ناصری کے سامنے مسیح قادیانی کو لانے سے شرماتے اور مسیحی مناظرین پادری سلطان محمد خان اور پادری عبدالحق صاحبان کے سامنے نہ آنے اور فریقین کے درمیان پرلطف اور قابل دید خط وکتابت کی مفصل کیفیت جسے ایم. کے خان، مہاں سنگھ باغ لاہور نے شائع کیا۔ ۱۹۲۵ء'' ۹۰ سال بعد محاسبہ قادیانیت جلد ۲ میں شائع کیا گیا۔

(۲۲۹۲) موضع مسانیاں

قادیان سے چند کوس کے فاصلہ پر یہ قصبہ واقع تھا۔ زیادہ آبادی سادات بخاری کی تھی۔ وہاں ان کے مورث اعلیٰ کا مزار تھا۔ نواح کے لوگ اس مزار کو اپنا مذہبی مرکز خیال کرتے اور مزار کی بڑی عزت کرتے تھے۔ سادات مسانیاں مرزائیت کے بڑے مخالف تھے۔ اس لئے وہ ہماری بہت عزت کرتے تھے۔ وہ لوگ بڑے اہتمام سے ہمیں بلاتے تھے اور بڑی محبت سے ہمارا وعظ سنتے

تھے اور ہماری آواز پر کمر بستہ رہتے تھے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

اس مسانیاں گاؤں میں ماسٹر تاج الدین انصاری نے حضرت امیر شریعت کا بیان کرایا تھا۔ اسی مسانیاں کے حاجی معراج الدین ملتانی نے مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کی تعمیر میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ گورنمنٹ ہائی سکول میں مسلم مسجد کی تعمیر کرائی۔ (مرتب)

(۲۲۹۳) مولا بخش سومرو، جناب سردار

(ولادت:۱۹۰۳ء ...... وفات:۳؍فروری ۱۹۸۹ء)

آپ شکارپور کے سردار حاجی محمد عمر سومرو کے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۱ء تک سندھ اسمبلی کے ممبر رہے۔ صوبائی و وفاقی وزیر بھی رہے۔ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں جب قادیانیوں کو پاکستان قومی اسمبلی نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس وقت آپ قومی اسمبلی کے ممبر اور خصوصی کمیٹی کی ایک سب کمیٹی کے بھی رکن رکین تھے۔ آپ نے ۲؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں قادیانیوں کے خلاف تقریر کی۔ جو یہ ہے:

Sardar Moula Bakhsh Soomro: *I wanted to say a few words.*

(سردار مولا بخش سومرو: میں مختصر سی بات کرنا چاہتا ہوں)

Mr. Chairman: *Yes, Mr. Soomro.*

(جناب چیئرمین: جی! مسٹر سومرو)

Sardar Moula Bakhsh Soomro: *Sir, every point in connection with Ahmediat has been fully expressed in its entirety and I only associate myself with sanctity and piety of the proposal and I would only express a few words.*

Sir, it is now crystal clear that this was a plot and the plot with all its ramifications has been discussed here and after that there can be no two opinions that according to Muslim conception they are nothing but "Kafir". That being quite clear, then the conclusion or the step that would be taken after clarification is to have them declared not only as non- Muslims but even their publications and literature should be banned if it is meant that hereafter such religious flare ups should be ended for ever.

Sir, their expressions are clear; their only target is the 'Shaan' of Hazrat Muhammad (peace be upon him) and they want that 'Shaan' and they feel this the only object to be achieved. So, Sir, their publications should be banned. Sir, sometimes he speaks that "I am Ghulam-i-Ahmad, I am the slave, a humle slave" and in the same

breath he again says that he is Muhammad (peace be upon him) personified and speaks so disparagingly even of As'hab Sidikah, calling himself sometimes personified Hazrat (peace be upon him), and sometimes he puts himself even above all Nabis in the past. About the status of As'hab Sidikah and the Panjtan and Hussain (peace be upon him) he calls them as below himself and call them non- entities. He calls Hazrat Ali (peace be upon him) "murda, mara howa tera Ali". All these things really, Sir, agitate the minds of Muslims. Even during the discussion that went on there in this August House, one had to control and exercise restraint over one- self to see them being spoken so disparagingly and in such a humiliating manner, over whom, our families, our children be "qurban". Therefore, in future such literature should be banned if it is meant really that hereafter there be no religious feuds in this country.

According to their own faith they did not offer prayers of Janaza, even of Quaid-i-Azam, and with open mind said that "he is 'Kafir' or we are 'Kafir', according to their way of faith. Therefore, Sir, just to have the end and termination of this propaganda, the only thing lies that they should be drclared as non- Muslim. Government should now declare their Rabwa to be an open city and their propaganda should be banned hereafter. Not only that. Sir, but as per information received, land surrounding Rabwa in their name should not be given to Ahmadias. I think restriction should be imposed hereafter. Any land surrounding Rabwa should not be given to Ahmadis; it should also be banned. If such steps are taken, I feel that as provided in the Constitution that the religion of this country is Islam, then it will be a proof and they will believe that Islam is the religion of this country.

With these few words I just expressed, I thank you very much.

جناب سردار مولا بخش سومرو کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

(سردار مولا بخش سومرو: جناب عالیٰ! احمدیت سے متعلقہ ہر نقطہ مکمل طور سے بیان کر دیا گیا ہے اور میں صرف اس تجویز کے احترام اور تقدس کے پیش نظر اس میں حصہ لے رہا ہوں اور میں صرف چند الفاظ میں اظہار خیال کروں گا۔

جناب عالی! اب یہ بات مکمل طور پر واضح ہو چکی ہے کہ یہ ایک سازش تھی اور یہ سازش اپنی تمام منفی نتائج کے ساتھ یہاں زیر بحث آ چکی ہے۔ بعدازاں اس بارے میں کوئی دورائے نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے تصورات کے مطابق وہ یقیناً کافر ہیں۔ یہ بات بہت واضح ہو چکی ہے۔ اب نتیجہ یا اگلا قدم یہ ہونا چاہئے۔ اس وضاحت کے بعد انہیں صرف غیر مسلم قرار نہ دیا جائے۔ بلکہ ان کی مطبوعات اور کتابوں پر بھی پابندی لگادی جائے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آج کے بعد اس قسم کے مذہبی تصادم ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے چاہئیں۔

جناب عالی! ان کے خیالات واضح ہیں اور ان کا ہدف صرف حضرت محمد ﷺ کی شان اقدس ہے اور یہ شان وہ خود حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے خیال میں وہ اس شان اور مقام کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جناب عالی! ان کی مطبوعات پر پابندی لگا دینی چاہئے۔ جناب عالی! کبھی وہ کہتا ہے کہ میں غلام احمد ہوں۔ میں تو غلام ہوں۔ ایک عاجز غلام اور اسی سانس میں وہ دوبارہ کہتا ہے کہ وہ محمد ہے۔ یعنی ان کا عکس ہے اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں مضحکہ خیز باتیں کرتا ہے۔ کبھی وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کا ظل قرار دیتا ہے اور کبھی اپنے آپ کو گزشتہ تمام پیغمبروں سے افضل قرار دیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ، پنجتن پاک کو وہ اپنے آپ سے کمتر قرار دیتا ہے۔ وہ حضرت علیؓ کو مردہ ''مراہوا تیرا علی'' سے خطاب کرتا ہے۔ جناب والا! یہ سب چیزیں مسلمانوں کو ذہنی اذیت میں مبتلا کرتی ہیں۔ اس معزز ایوان میں بحث کے دوران سب کو اپنے آپ کو قابو میں رکھنا پڑا۔ جب ہم نے ان ہستیوں کے بارے میں ان کی توہین آمیز گفتگو سنی۔ جن پر ہمارے خاندان اور اولاد قربان ہو۔ لہٰذا مستقبل میں ایسے لٹریچر پر پابندی لگائی جائے اور مستقبل میں اس قسم کی مذہبی عداوتوں کی اس ملک میں گنجائش نہیں ہونی چاہئیں۔

اپنے عقیدہ کے مطابق وہ مسلمانوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ حتیٰ کہ قائداعظم کا جنازہ بھی نہیں پڑھا اور واضح طور کہا کہ یا وہ کافر ہیں یا ہم کافر ہیں۔ لہٰذا جناب والا، ان کے پروپیگنڈا کو ختم کرنے کے لئے یہی قدم اٹھانا چاہئے کہ انہیں غیر مسلم قرار دیا جائے۔ حکومت ربوہ شہر کو کھلا شہر قرار دے اور آئندہ ان کے پروپیگنڈے پر پابندی لگائی جائے۔ جناب والا! صرف اس قدر ہی نہیں بلکہ موصولہ اطلاعات کے مطابق ربوہ کے نواحی علاقوں میں ان کو موجود اراضی بھی انہیں نہ دی جائے۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ پابندی لگادی جائے اور ربوہ کے گردونواح کی کوئی زمین احمدیوں کو نہ دی جائے۔ اس پر پابندی ہونی چاہئے۔ اگر ایسے اقدامات اٹھالئے جائیں اور جیسا کہ آئین میں درج ہے کہ اس ملک کا مذہب اسلام ہے تو یہ اس کا ایک ثبوت ہوگا اور یہ لوگ بھی مان لیں گے کہ اس ملک کا مذہب اسلام ہے۔ انہی مختصر الفاظ کے ساتھ میں نے اپنا مدعا بیان کر دیا ہے۔، آپ کا بہت بہت شکریہ!

(قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ ج۵ ص۲۴۳۶ تا۲۴۳۹)

(۲۲۹۴) مولابخش کشتہ امرتسری، جناب

(ولادت: ۱۸۷۶ء ...... وفات: ۱۹؍جون ۱۹۵۵ء)

مارچ ۱۹۲۱ء میں قادیان میں جلسہ عام منعقد ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی صدر جلسہ تھے۔ مہمان خصوصی شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری تھے۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا قاری محمد طیب دیوبندی، مولانا قاری محمد طاہر دیوبندی، مولانا بابو پیر بخش (لاہور)، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا نور احمد امرتسری، مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی ایسے اکابر کے

بیانات ہوئے۔ تین دن جلسہ قادیان کی بستی میں ہوا۔ اس کا آنکھوں دیکھا حال معروف جرنلسٹ جناب منشی مولا بخش کشتہ نے قلمبند کیا۔ اس کا نام: ''فتح اسلام، جلسہ اسلامیہ قادیان کی روئیداد'' پڑھیے اور دعاؤں میں یاد فرمایئے کہ کیسی کیسی نایاب چیزیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دستیاب ہوئیں اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شامل اشاعت ہے۔ اس رسالہ کے مصنف جناب مولانا بخش کشتہ امرتسری پنجابی زبان کے پہلے صاحب دیوان (مطبوعہ) شاعر تھے۔ آپ کے پانچ عدد مجموعہ کلام کا ''وفیات ناموران پاکستان'' کے ص ۸۶۱ پر تذکرہ ہے۔ مصنف جناب خلیفہ قمر کے تلمیذ تھے اور خود پنجابی زبان کے خادم تھے۔ قادیانیوں کو آڑے ہاتھوں لیتے تھے۔

(۲۲۹۵) مولا بخش (جھاوریاں)، مولانا

جھاوریاں ضلع سرگودھا کی قدیم جامع مسجد میں حضرت مولانا مولا بخش ہوتے تھے۔ آپ نے اس مسجد اور اس کے ساتھ مدرسہ کی رونقوں اور تعلیم و تربیت سے خوب علاقہ کو مسحور کیا۔ مولانا مولا بخش صاحب بہت ہی قابل فاضل مدرس اور کمال درجہ کے کتابی استاذ تھے۔ علاقہ بھر سے طالبعلم آپ کے پاس پڑھنے کے لئے آتے اور خوب فیض یاب ہوتے۔ بسطة فی العلم و الجسم کا مصداق تھے۔ بہت ہی حق گو اور بہادر انسان تھے۔ آپ نے علم اور علماء کی شان کو اس علاقہ میں قائم کر کے دکھا دیا تھا۔ صحیح معنوں میں عالم ربانی اور عقیدۂ ختم نبوت کے لئے دن رات دردمند دل رکھنے والے تھے۔

(۲۲۹۶) مہرالدین (لاہور)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۱ء، خاصہ امرتسر ...... وفات: ۵ر نومبر ۱۹۸۷ء، لاہور)

بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین، مصنف و گرامی قدر مدرس تھے۔ یہ مولانا دیدار علی شاہ الوری کے شاگرد رشید تھے۔ دارالعلوم حزب الاحناف کے صدر مدرس و شیخ الحدیث رہے۔ آپ نے رد قادیانیت پر کتاب بنام: ''حیات عیسیٰ علیہ السلام'' تحریر فرمائی۔ اس کتاب میں قرآن و حدیث، اجماع امت، لغت کے حوالہ سے نیز آئمہ محدثین، آئمہ فقہاء کے اقوال سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے مسئلہ کو مبرہن کیا گیا ہے۔ ہم نے اس کتاب کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۲۲۹۷) مہرالدین نقشبندی مجددی، جناب حکیم

(ولادت: ۱۸۸۰ء، امرتسر ...... وفات: ۱۸ر اگست ۱۹۶۷ء)

آپ مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے شاگرد تھے۔ ممتاز خطاط اور خوش نویس تھے۔ خوش نویسی میں حکیم فیروزالدین طغرائی کے شاگرد تھے۔ رحمت عالم ﷺ کے امتیازی اعزاز ختم نبوت کے حساس اور سرگرم مجاہد تھے۔

(۲۲۹۸) مہردین انصاری کلانوری، جناب

مولوی مہردین انصاری کلانور کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد لال دین عرف لالہ انصاری کلانور سے قادیان آئے۔ یہ آتش بازی اور پارچہ بافی کا کام کرتے تھے۔ ان کا وسیع کاروبار تھا۔ کئی کاریگر اس شعبہ کے ان کے ہاں ملازم تھے۔ ان کے صاحبزادہ

مہر دین نے تعلیم حاصل کی اور پھر اپنے آبائی پیشہ سے منسلک ہوئے۔ یہ قادیان میں رہائش پذیر ہونے کے باعث قادیانیت اور قادیانی قیادت کی رگ رگ سے باخبر تھے۔ احرار رہنما ماسٹر تاج دین انصاری نے انہیں ''قادیان کا تاریخی مسلمان'' قرار دیا ہے۔ وہ صرف قادیان نہیں بلکہ قرب وجوار میں بھی جلسے کراتا اور قادیانیوں کے عقائد باطلہ کو للکارتا تھا۔ قادیانی اس سے اتنے تنگ تھے کہ ان کے نام سے بھی کوسوں بھاگتے تھے۔ مرحوم قادیان میں فوت ہوئے۔ مسلمانوں کے قبرستان میں سڑک کے کنارے دفن ہونے کی وصیت کی تاکہ یہاں سے قادیانی گزریں تو ان کی قبر مبارک پر نام پڑھ کر جل بھن جائیں۔ چنانچہ انہیں ایسے دفن کیا گیا جیسے ان کی وصیت تھی اور وہ اسی جذبہ کے تحت قیامت کے دن قادیان سے اٹھیں گے۔ حق تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کا سایہ قائم ودائم رکھیں۔ آمین!

(۲۲۹۹) مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت پیر

(پیدائش:۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۹ء وفات:۱۳۵۶ھ/ ۱۱رمئی ۱۹۳۷ء)

نام ونسب

قبلۂ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف کا سلسلہ پچیس واسطوں سے قطب عالم حضرت سید عبدالقادر جیلانی المعروف ''حضرت غوث اعظم'' اور چھتیس واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے اجداد کرام بغداد سے ہجرت کر کے ہندوستان کے صوبہ بنگال تشریف لائے تھے۔ آپ کے والد محترم حضرت سید پیر نذر الدین شاہ کے جد امجد پیر سید روشن دین شاہ کچھ اقرباء کے ہمراہ زیارت حرمین کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر قصبہ گولڑہ جو اس وقت پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کی حدود میں شامل ہے۔ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بعد میں اپنے دیگر اہل خانہ کو بھی یہیں بلوالیا۔

ولادت

حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء) بروز سوموار پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان پر انگریزی استبداد کا مکمل قبضہ ہو چکا تھا۔ سلطنت مغلیہ ہمیشہ کے لئے دم توڑ چکی تھی اور برصغیر کے نامی گرامی علماء یا تو قید وبند کی صعوبتوں سے گزر رہے تھے، یا عالم آخرت سدھار گئے تھے اور یا ہجرت کر کے برصغیر سے رخصت ہو چکے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی پیدائش کے متعلق آپ کے خاندان میں پہلے سے بشارتیں چلی آرہی تھیں۔ آپ کی پیدائش سے پہلے ایک مجذوب نے آپ کے گھر آکر آپ کے والد کو آپ کی رفعت اور خوش بختی کی خوشخبری دی تھی۔ آپ نے اپنی خودنوشتہ حالات میں خود لکھا ہے کہ بچپن میں مجھے آبادی سے ایک گونہ وحشت اور ویرانوں میں جی لگنے کا احساس ہوتا تھا۔ میں اتنا چھوٹا تھا کہ گھر کے دروازے والی زنجیر تک میرا ہاتھ نہ پہنچتا تھا۔ لیکن رات کو جب والدین سو جاتے تو میں کسی چیز کا سہارا لے کر اسے کھولتا اور باہر نکل جاتا۔ رات کا اکثر حصہ سامنے والے پہاڑی نالہ کے کھڈوں اور جھاڑیوں میں گزارتا۔ مجھے تنہائی سے ناقابل بیان حد تک انس ہو گیا تھا۔

''سیف چشتیائی'' میں آپ کے حوالے سے منقول ہے کہ: ''سات برس کی عمر میں خواب میں شیطان سے میری کشتی ہوئی۔ شیطان نے مجھے کہا آؤ میرے ساتھ کشتی لڑو۔ کافی دیر قوت آزمائی کے بعد آخر کار میں نے اسے ہرادیا۔''

تعلیم وتعلم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور نواحی علاقہ بھوئی وغیرہ میں حاصل کی۔ قرآن پاک کی تعلیم کے وقت آپ کی عمراتنی کم تھی کہ خادم اٹھا کر آپ کو خانقاہ لے جاتا اور واپسی لاتا۔ حافظہ کی یہ حالت تھی کہ ناظرہ قرآن کا روزانہ جو سبق پڑھتے وہ آپ کو حفظ ہوجاتا۔ جب ناظرہ قرآن ختم کیا۔ اس وقت بیشتر قرآن آپ کو حفظ ہو چکا تھا۔ عربی، فارسی اور نحو وصرف کی تعلیم کے لئے والد محترم پیر سید نذر الدین شاہ نے آپ کو علاقہ پکھلی ہزارہ کے مولانا غلام محی الدین کے پاس آپ کو داخل کرایا۔ مولانا غلام محی الدین سے آپ نے کافیہ تک اسباق پڑھے۔ مزید تعلیم کے لئے آپ حسن ابدال کے مشہور ومعروف عالم حضرت مولانا محمد شفیع قریشی کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔ یہاں کچھ عرصہ علوم وفنون کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں آپ علی گڑھ کی مشہور علمی شخصیت حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے قریباً اڑھائی سال تعلیم حاصل کی۔ اپنی قابلیت، للّٰہیت اور مثالی کردار کے باعث حضرت مولانا لطف اللہ صاحب کے منظور نظر تھے۔ حدیث شریف پڑھنے کے لئے آپ سہارنپور کے مشہور محدث حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت سہارنپوری سے آپ نے حدیث کی دو مشہور کتابیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھیں۔ آپ حضرت سہارنپوری کے آخری شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی ذہانت، خوش خلقی اور علمی شوق وذوق کے پیش نظر حضرت سہارنپوری آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

آپ کو تعلیم وتعلم میں اتنا انہاک اور شوق ورغبت تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے دوران آپ چھوٹے درجات کے طلبہ کو پڑھاتے بھی تھے۔ مطالعہ میں ایسا غرق رہتے کہ بسا اوقات سردیوں کی پوری پوری رات مطالعہ کرتے گزر جاتی اور آپ کو احساس نہ ہوتا۔ تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں میں آپ نے علوم وفنون کی تکمیل کی اور اپنے وطن مالوف ''گولڑہ شریف'' واپس تشریف لائے۔ مراجعت وطن کے بعد آپ خانقاہ گولڑہ شریف میں ہی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ کے ابتدائی درس میں تقریباً ۵۰ طلباء شریک تھے۔ جن کو حسب مراتب آپ نے پڑھانا شروع کیا۔

مسجد ضرار کے مسئلہ پر حضرت کا علمی مؤقف

دوران تدریس قطبال ضلع کیمبل پور کے علماء کے درمیان ایک مسجد پر تنازعہ ہوا۔ دو فریق بن گئے۔ ایک فریق اس مسجد کو ضرار کہنے پر اصرار کر رہا تھا۔ چنانچہ دونوں فریقوں کے درمیان مناظرہ طے ہوا۔ آپ بھی وہاں کے مقامی حضرات کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔ مسجد کو ضرار کہنے والے فریق سے آپ نے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر اس مسجد کو ''ضرار'' کہنے پر مصر ہیں۔ اس نے مسجد ضرار کے متعلق نازل شدہ آیت تلاوت کر کے کہا کہ ضرار کہنے کی علت ''تفریق بین المؤمنین'' ہے۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ صرف تفریق بین المؤمنین کو علت بنانا درست نہیں۔ آیت میں مسجد ضرار کہلانے کی چار علتیں بیان ہوئی ہیں۔ ''ضراراً، کفراً، تفریقاً بین المؤمنین، ارصاد المن حارب اللہ ورسولہ'' آپ کی دلیل پر حکم مترتب نہیں ہوتا۔ آپ کے اس مضبوط استدلال سے فریق مخالف نے فوراً اپنے مؤقف سے رجوع کرلیا۔

سلوک وتصوف

حصول تعلیم کے دوران آپ کو کئی مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ حضرت خواجہ صاحب بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ جب ہندوستان سے فارغ التحصیل ہوکر آپ واپس پہنچے تو سیال شریف میں حاضر ہوکر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ سیالوی نے آپ کے علمی وعرفانی کمالات کے پیش نظر اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل آپ کو تمام اشتغال ووظائف کی اجازت عامہ اور بیعت وارشاد کا منصب عطاء فرمایا۔ حضرت خواجہ سیالوی کی زندگی میں قبلہ حضرت پیر مہر علی شاہ کی توجہ زیادہ تر مقامی درس وتدریس، ریاضات وعبادت اور وقتاً فوقتاً خانقاہ سیال شریف کی حاضری اور استفادہ پر رہی ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد آپ نے علوم رسمیہ کی تعلیم وتدریس کو خیرآباد کہا اور جہاں گردی اور صحراء نوردی اختیار فرمائی۔ آپ نے ہندوپاک کے تمام بزرگوں، اقطاب وابدال کے ہاں حاضری دی اور استفادہ فرمایا۔ ملتان میں حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا کے مزار پر کافی عرصہ مراقبہ فرمایا۔ اجمیر شریف کا سفر کیا۔ پاکپتن شریف سے اکتساب فیض کیا۔ شیخ خواجہ سیالوی کی وفات کے بعد سے سات سال آپ مسلسل غم واندوہ کی کیفیت میں ہے۔ صحراؤں، بیابانوں میں راتیں گزاریں۔ ابدال واقطاب کے مزاروں کی مہینوں، ہفتوں جاروب کشی کی۔

سفر حجاز

''مہر منیر'' میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ لاہور میں ایک مقام پر تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب نے آنحضرت ﷺ کی شان میں کچھ شوقیہ اور کچھ فراقیہ اشعار پڑھے۔ جیسے ہی وہ اشعار آپ کی سماعت سے ٹکرائے۔ آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ اچانک اٹھ کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑے اور اپنے ایک مرید کو کہلا بھیجا کہ میرے وظائف ولوازمات سفر اسٹیشن پر پہنچا دو۔ جب مطلوبہ سامان پہنچ گیا تو کسی سے کوئی بات کہے بغیر ٹرین میں سوار ہوئے اور حجاز مقدس کے سفر پر چل نکلے۔ حجاز مقدس میں قیام کے دوران حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے آپ کا تعلق خاطر بنا۔ ان کی مجالس میں بیٹھنے لگے۔ کچھ ہی عرصہ بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے آپ کو اپنے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اعزاز خلافت سے نوازا۔ حضرت حاجی صاحب آپ سے خصوصی شفقت ومحبت فرماتے تھے۔

حضرت پیر صاحب نے اپنے خود نوشتہ حالات میں یہ بات لکھی ہے کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک وقت ایسا آیا کہ مجھے خیال ہوا کہ مکہ مکرمہ میں اپنی رہائش رکھ لوں۔ حاجی صاحب نے بطور تکشف میرے ارادے کو بھانپتے ہوئے مجھ سے فرمایا: ''پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہونے والا ہے جس کے سدباب میں آپ کی کوشش اور جدوجہد کی ضرورت ہوگی۔ آپ کو چاہئے کہ اپنے علاقے میں واپس تشریف لے جاکر اس فتنے کا سدباب کریں۔'' آپ فرماتے ہیں: ''مجھے بعد میں اندازہ ہوا کہ حضرت حاجی صاحب کی مراد فتنہ قادیانیت تھا۔'' حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے حسب ہدایت آپ وطن مالوف واپس تشریف لائے اور گولڑہ شریف میں مسند نشین ہوکر دعوت واصلاح کا کام شروع فرمایا۔

تردید قادیانیت اور پیر مہر علی شاہ

حضرت پیر مہر علی شاہ نے اپنی کتب ''سیف چشتیائی'' میں لکھا ہے: ''بچپن میں میں نے خواب دیکھا کہ دجال مشرق کی طرف سے آ رہا ہے۔ اس کی ایک آنکھ پھوٹی ہوئی ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ کہو خدا ایک نہیں، میں نے کہا مردود! خدا تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے چند قدم میری طرف بڑھائے اور مجھ پر تلوار کا وار کیا۔ میں اس کے وار سے بچ گیا۔ اس نے دوبارہ وہی بات کی۔ میں نے ویسا جواب دیا۔ اس نے مجھ پر دوبارہ وار کیا۔ میں دوبارہ بھی بچ گیا۔ تین دفعہ اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ لیکن تلوار میرے سر کے اوپر سے گزر جاتی اور میں بچ جاتا۔'' (سیف چشتیائی ص۴۵۴)

یہ اور دیگر چند ایک حوالہ جات ہیں جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدرت حق نے تردید مرزائیت کے لئے آپ کا انتخاب کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک لادین حکومت کی الحاد پرور فضا میں ایک مدعی نبوت کے خلاف آپ نے کامیاب قلمی اور لسانی جہاد کیا۔ حتیٰ کہ اس محاذ پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کی طرف سے آپ قائد تسلیم کئے گئے اور آپ کی تصانیف تردید مرزائیت میں بے نظیر شاہکار قرار دی گئیں۔ ان تصانیف کو مشعل راہ بنا کر تحریر و تقریر کے مجاہدین کا ایک جم غفیر کمربستہ ہو کر میدان میں آیا اور ان کی مساعی فی سبیل اللہ کی بدولت آج دنیائے اسلام میں ایک عام انسان بھی ختم رسالت کی قادیانی تاویل کو کفر سمجھتا ہے اور قادیانیت اس ملک میں ایک علیحدہ، امتیازی اور لاتعلق اقلیت بن کر رہ گئی۔ رد قادیانیت کے حوالے سے آپ کے تحریر کردہ رسائل پر ایک نظر دوڑا کر آگے بڑھتے ہیں۔

۱...... ہدیۃ الرسول

یہ رسالہ آپ نے مرزا قادیانی کی کتاب ''ایام الصلح، فارسی'' کے جواب میں لکھا ہے۔ مرزا قادیانی نے افغانستان کے مسلمانوں کو مرتد بنانے اور اپنے حلقہ ارادت میں لانے کے لئے یہ رسالہ فارسی زبان میں لکھا تھا۔ آپ نے ''ہدیۃ الرسول'' بھی فارسی زبان میں لکھی تاکہ ہدیۃ الرسول سے سادہ لوح افغانی مسلمان گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔

۲...... شمس الہدایۃ

مرزا قادیانی نے افغانستان کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی اپنی سازش جب ناکام ہوتے دیکھی تو اس نے اپنے قلم کی باگ موڑ کر اردو زبان میں اپنے نظریات کے پرچار کا اہتمام کیا۔ حضرت پیر صاحب نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر اردو زبان میں ''شمس الہدایۃ'' کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب تصنیف کی۔

۳...... سیف چشتیائی

مرزا قادیانی نے کتاب ''اعجاز المسیح'' لکھی جس میں اس ابلیسی القاء کے مطابق سورۂ فاتحہ کی تفسیر کی تھی۔ مرزے کے ایک امتی مولوی احسن امروہی نے ''شمس بازغہ'' لکھی۔ ان دونوں کتابوں کے رد میں آپ نے سیف چشتیائی تحریر فرمائی۔ جس میں آپ نے مرزا قادیانی کے بخئے ادھیڑ دیئے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی بدزبانی پر اتر آیا اور آپ کو الہامی گالیوں اور سب و شتم کا نشانہ بنائے رکھا۔

مناظرہ لاہور

۲۲ رجولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی نے ایک اشتہار جاری کیا۔ جس میں پیر مہر علی شاہ کو لاہور میں مناظرہ، تفسیر نویسی، حیات مسیح پر مناظرہ کی دعوت دی۔ حضرت پیر صاحب نے دعوت قبول فرمائی۔ ۲۵ راگست کو مناظرہ کی تاریخ طے ہوگئی۔ اس مناظرہ سے قبل مرزا قادیانی نے اپنی حقانیت کی بہت زیادہ ڈینگیں ماری تھیں۔ اپنے مریدین کو ''الہامی'' بشارتیں سنائی تھیں کہ اس مباحثہ میں عظیم الشان فتح ہوگی۔ جس کی خوشی میں کئی ''اہل باطل'' میری بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔

اس معرکہ میں تمام مکاتب فکر کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے تھے اور قادیانیت کے محاذ پر پیر صاحب کو اپنا سربراہ اور نمائندہ بنانے کا اعلان کیا۔ حضرت پیر صاحب ۲۴ راگست کو علماء وعوام کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ لاہور پہنچے۔ پہنچنے سے قبل آپ نے مرزا قادیانی کو بذریعہ تار یہ اطلاع دے رکھی تھی کہ میں لاہور آرہا ہوں۔ آپ بھی تشریف لے آئیں۔ مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں طے پایا تھا۔ اس لئے ۲۵ راگست کو پولیس نے حفظ وامان کے تمام انتظامات کر رکھے تھے۔ ۲۵ اور ۲۶ راگست دو دن مرزا قادیانی کا انتظار ہوتا رہا۔ مرزائی خود بھی بڑے پر امید تھے کہ کچھ بھی ہو لیکن آج ہمارے ''پیغمبر'' نے آنا ہے اور حق و باطل طشت از بام ہونا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کو نہ آنا تھا اور نہ آئے۔

مرزا قادیانی کے نہ آنے سے قادیانی جماعت میں بہت انتشار پیدا ہو گیا۔ بعض دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور بعض سخت مایوسی کی کیفیت میں خانہ نشین ہو گئے۔ لاہوری جماعت کے بعض مرزائی حضرت پیر صاحب کے پاس آگئے اور ان سے کہا: ''آپ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ مباہلہ کیوں نہیں کرتے کہ ایک اندھے، اپاہج کے حق میں مرزا صاحب دعاء کریں اور اندھے اپاہج کے حق میں آپ دعا کریں جو برحق ہو اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔''

حضرت پیر صاحب نے فرمایا کہ مرزا سے کہہ دیں کہ اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجائیں۔ میں اس پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔

حضرت پیر صاحب کے متعلق مرزا کی پیشین گوئی

مناظرۂ لاہور میں منہ کی کھانے کے بعد مرزا قادیانی نے حسب عادت پیر صاحب سے چھیڑ خانی شروع کی اور ایک پیشین گوئی کی کہ ''جیٹھ'' کے مہینے میں پیر مہر علی شاہ مر جائیں گے۔ اس پیشین گوئی کا سن کر آپ کے متعلقین میں بے چینی پھیل گئی کہ کہیں مرزے کی پیشین گوئی سچی ثابت کرنے کے لئے کوئی قادیانی حضرت پر حملہ نہ کر دیں۔ استدعا کی گئی کہ حفاظت کا معقول انتظام ہونا چاہئے۔ حضرت نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''میاں موت تو برحق ہے۔ ہر ایک نے مرنا ہے۔ لیکن تسلی رکھیں ہم اس جیٹھ میں نہیں مریں گے۔''

خدا کی شان اللہ نے آپ کی بات کو بالکل حق اور سچ کر کے دکھایا۔ آپ زندہ باصحت و بعافیت رہے۔ جب کہ اگلے جیٹھ میں مرزا مردار ہو کر جہنم رسید ہو گیا۔

سفر آخرت

آپ کا وصال ۲۹؍صفر ۱۳۵۶ھ، بمطابق ۱۱؍مئی ۱۹۳۷ء کو ہوا، اور آپ کی تدفین دارالحکومت اسلام آباد کے مشہور شہر گولڑہ میں ہوئی۔ آپ کے جنازے میں تمام مکاتب فکر کے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ بعض روایات کے مطابق جنازے کے پیچھے ہندو، سکھ اور عیسائی بھی ہاتھ باندھے کھڑے، اظہار غم کر رہے تھے۔ زیادہ رش کی وجہ سے محکمہ ریلوے کی طرف سپیشل ٹرینوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ رحمه الله تعالیٰ رحمة واسعة!

حجاز کے مبارک سفر مکہ معظمہ میں حاجی امداداللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، جو ایک صحیح صاحب کشف انسان تھے۔ جب ان کو میری آزاد اور بے باک طبیعت کا علم ہوا تو شدید اصرار اور تاکید سے حکم دیا کہ چونکہ عنقریب ہندوستان میں ایک فتنہ ظاہر ہونا ہے۔ لہٰذا تم وطن واپس جاؤ۔ اگر بالفرض تم خاموش بھی رہو گے تو بھی یہ فتنہ ترقی نہ کر سکے گا اور اس طرح ملک میں آرام رہے گا۔ چنانچہ میں پورے وثوق کے ساتھ حاجی صاحب کے اس کشف کو مرزا قادیانی کے فتنے سے تعبیر کرتا ہوں۔

اور آنحضرت ﷺ نے بھی خواب میں مجھے حکم دیا کہ: ’’یہ مرزا قادیانی غلط تأویل کی قینچی سے میری احادیث کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تو خاموش ہے؟‘‘

اس کے بعد جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عام لوگوں کی خیرخواہی کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس کے فاسد عقائد لوگوں کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کتاب وسنت، ائمہ کرام اور امت مرحومہ کے علماء کے صحیح عقائد کی بنیاد پر اس کی حقیقت کو آشکارا کر دیا ہے۔ (ملفوظات طیبہ ص۱۲۶، ۱۲۷)

سیّدنا مہر علی شاہ نے اپنے حجرے میں آنکھیں بند کئے بحالت بیداری دیکھا کہ آنحضرت ﷺ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں۔ حضور ﷺ سے چار بالشت کے فاصلے پر پیر صاحب باادب بیٹھے ہیں، لیکن مرزا غلام احمد اس جگہ سے دور حضور ﷺ کی طرف پیٹھ کئے بیٹھا ہے۔ (تحریک ختم نبوت ص۵۰)

مرزا کی دجال سے مشابہت

حضرت پیر صاحب قبلہ نے سیف چشتیائی میں دجال کی صورت سے متعلق اپنے بچپن کا ایک خواب لکھا ہے کہ وہ مرزا قادیانی سے ہو بہو مشابہت رکھتا تھا۔ (تحریک ختم نبوت ص۵۰)

دو روحانی چیلنج

جب مرزا قادیانی کی تعلّیاں بہت بڑھ گئیں تو حضرت قبلۂ عالم نے ان کی ’’ملہمانہ‘‘ شوخیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے دو روحانی چیلنج کئے۔ ایک یہ کہ کاغذ پر قلم چھوڑ دو، سچا قلم خود بخود چلے گا اور تفسیر قرآن لکھ دے گا۔ دوسرا یہ کہ حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ۔ ہم دونوں اس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا۔ جو کاذب ہوگا مر جائے گا۔ مرزا قادیانی نے جواب میں اس طرح چپ سادھی گویا دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ (تحریک ختم نبوت ص۵۲)

ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے ایک کتاب ''تذکرہ اولیائے دیوبند'' کے نام سے شائع کی۔ ذیل میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے متعلق اس کتاب کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور رد قادیانیت

(حافظ محمد اسحٰق ملتانی) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ۱۸۹۰ء میں سفر حج پر روانہ ہوئے۔ مکہ معظّمہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی (بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ) سے ملاقات ہوئی۔ مدرسہ صولتیہ کے مدرس مولانا محمد غازی، پیر صاحب کے علم وتقویٰ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ ان کے ہمراہ گولڑہ شریف آ گئے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (م ۱۳۱۷ھ) کے درس مثنوی میں شریک ہوئے۔ پیر صاحب نے مسئلہ وحدت الوجود کے موضوع پر ایسی علمی اور پرتاثیر گفتگو کی کہ حاجی صاحب نے خوش ہو کر سلسلہ چشتیہ صابریہ کا شجرہ لکھ کر عنایت کیا۔

پیر صاحب لکھتے ہیں: ''بوقت زیارت بیت اللہ کے حاجی امداد اللہ صاحب کہ اہل کشف وکرامت تھے۔ خود ہی نعمت باطنی بخشنے کو اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہمارے دل میں خیال آیا کہ جو چہرہ ہم نے دیکھا ہے وہ جہان میں نظر نہیں آتا۔ ان کے کمال اصرار کے بعد کہا گیا کہ ہم کو تو حاجت نہیں لیکن آپ کی عنایت بھی جو آپ کی رضامندی سے ہے۔ غیر مشکور نہیں اور نیز یہ عنایت بھی ہم اپنے شیخ کی جانب سے جانتے ہیں۔ بعدہ انہوں نے سلسلہ صابریہ اکرام فرمایا۔'' (مقالات مرضیہ ص۱۷۲)

حاجی صاحب نے پیر صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ جلد ہندوستان واپس چلے جائیں۔ کیونکہ ''ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔'' چنانچہ پیر صاحب اس مشورے کے مطابق قیام حرمین کا ارادہ ترک کر کے واپس وطن آ گئے۔ حضرت حاجی صاحب کے کشف کو پیر صاحب ''مرزا قادیانی کے فتنہ'' سے تعبیر کرتے تھے۔ (ایضاً ص۱۰۴)

پیر صاحب نے مرزا قادیانی کے فتنے کی روک تھام کے لئے ''سخنے، قدمے اور قلمے'' کام کیا۔ انہوں نے ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء، ۱۸۹۹ء میں ایک رسالہ ''شمس الہدایت فی اثبات الحیات المسیح'' لکھا۔ ان کی یہ کوشش بہت پسند کی گئی۔ مولانا عبدالجبار غزنوی (۱۳۳۱ھ) نے پیر صاحب کو لکھا: ''کتاب شمس الہدایت در رد ملاحدۂ دہروز نادقہ عصر خذلہم اللہ از نظر احقر گذشت۔ از مطالعہ اش حظ وافر وخیر ظاہر برداشتم'' (بحوالہ مہر منیر)

مرزا قادیانی نے کتاب کا کوئی جواب دینے کے بجائے ۲۲؍جولائی ۱۹۰۰ء مطابق ۲۳؍ربیع الاوّل ۱۳۱۸ھ کو ایک طویل اشتہار چھاپ دیا اور پیر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے عربی زبان میں تفسیر نویسی کا چیلنج داغ دیا۔ پیر صاحب نے چیلنج قبول کرتے ہوئے لکھا کہ مرزا صاحب علماء وصوفیاء کو دعوت مبازرت دیتے رہتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ علماء سے اپنے دعاوی اور عقائد پر گفتگو کریں اور اگر وہ عربی زبان میں مہارت دکھانے پر بضد ہیں تو وہ اس کے لئے بھی حاضر ہیں۔ اشتہار بازی کے بعد ۲۴؍اگست ۱۹۰۰ء، مطابق ۲۷؍ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ کو شاہی مسجد لاہور میں مناظرہ طے پایا۔ پیر صاحب اور دوسرے علماء شاہی مسجد میں وقت مقررہ پر پہنچ گئے۔ مگر مرزا قادیانی نے راہ فرار اختیار کی۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو) مہر منیر (سوانح حیات پیر مہر علی شاہ گولڑوی) اس کے بعد

مرزا قادیانی نے تفسیر سورۂ فاتحہ (اعجاز المسیح) شائع کر کے اپنی بات رکھنے کی کوشش کی۔ مگر پیر صاحب نے ''سیف چشتیائی'' میں مرزا قادیانی کی عربی دانی کی قلعی کھول دی۔ پیر صاحب نے صرف ونحو، لغت بلاغت ومعانی اور منطق کے قواعد کی رو سے ''اعجاز المسیح'' کی اغلاط گنائی ہیں۔ نیز سرقہ، تحریف اور التباس کے تقریباً ایک صد اعتراضات کئے ہیں جو آج تک قائم ہیں۔ ''سیف چشتیائی'' کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) نے اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' (زیر سورۂ نساء آیت: ۱۵۷) میں لکھا ہے کہ: ''حیات وموت عیسوی کی بحث میں کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔''

اسی طرح مولانا محمد انور شاہ کاشمیری نے اپنی تالیف ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کے دیباچہ میں اس کی تعریف کی ہے۔ پیر سید مہر علی شاہ نے مولانا عبدالاحد خان پوری کے ساتھ بعض مسائل میں اختلاف کیا اور دونوں طرف سے رسالہ بازی ہوئی۔ نذر ونیاز، سماع موتی اور استمداد وغیرہ ان رسائل کے موضوعات تھے۔ پیر صاحب صوفی صافی اور فلسفہ وحدت الوجود پر گہری نظر رکھنے والے تھے۔ شیخ اکبر ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کے رمز شناس تھے۔ علامہ اقبال نے بھی اس مسئلے کے لئے ان کی طرف رجوع کیا۔ انہیں ایک خط میں لکھتے ہیں: ''اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقاصد کے لئے کھٹکایا جائے۔''

پیر صاحب پنجابی اور فارسی میں کبھی کبھی نعتیہ اشعار کہتے تھے اور مہر تخلص کرتے تھے۔ ان کی اس پنجابی نعت سے شاید ہی کوئی پنجابی بولنے والا ناآشنا ہو ؎

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

(تذکرہ اولیائے دیوبند)

(۲۳۰۰) مہر محمد خان ہمدم، مولانا علامہ

(پیدائش: ۱۹۱۶ء، پٹیالہ ...... وفات: ۲۸؍اپریل ۱۹۸۳ء، لاہور)

حزب الاحناف لاہور سے تکمیل کی۔ تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مسجد وزیر خان لاہور سے گرفتار ہوئے۔ چالیس سال چھانگا مانگا لاہور میں خطیب رہے۔

تحریک پاکستان وتحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد حضرت علامہ الحاج مہر محمد خاں ہمدم نے وصال سے چند یوم پہلے اپنی آخری آرام گاہ کی نشاندہی اپنے سینکڑوں مریدوں کی موجودگی میں کی اور وصیت کی کہ ان کے زیر قرأت قرآن مجید کو ان کے ساتھ ہی قبر میں رکھا جائے۔ مگر ان کے وصال کے بعد ان کی وصیت پر عمل نہ کیا جاسکا۔ وصال کے تین سال بعد انہوں نے خواب میں اپنے بیٹے اور مریدوں کو اپنی قبر کی جگہ تبدیل کرنے کا حکم دیا۔ جنوری ۱۹۸۶ء میں بھائی پھیرو میں ان کی قبر کو کھول کر تابوت نکالا گیا۔ جب قبر اکھاڑی گئی تو ان کی قبر کے اندر سے انتہائی خوشگوار خوشبو آنے لگی جس سے پورا علاقہ مہک اٹھا۔ تین سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود لکڑی کے تابوت اور ان کی میت اور کفن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔

(۲۳۰۱) مہر محمد، حافظ مولانا

(پیدائش:۱۸۹۶ء، چوکھنڈی اٹک ...... وفات:۲۹/نومبر۱۹۵۴ء، لاہور)

جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور کے روح رواں اور شیخ الحدیث مولانا مہر محمد نامور عالم دین تھے۔ ردقادیانیت کا ذوق اپنے استاذ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی سے پایا تھا۔ اچھرہ قبرستان لاہور مسجد کے عقب میں محواستراحت ہیں۔

(۲۳۰۲) میر حسن سیالکوٹی، مولانا

(ولادت:۱۸۴۴ء ...... وفات:۱۹۲۹ء)

سیالکوٹ کے معروف فاضل اجل منطقی عالم تھے۔ علامہ اقبال کے استاذ تھے۔ مولانا رفیق دلاوری نے ''رئیس قادیان'' حصہ اوّل اشاعت جنوری ۱۹۹۶ء کے ص ۵۶ پر لکھا ہے کہ مجھے ایک سیالکوٹی پروفیسر نے بتایا: ''ایک دفعہ ایک قادیانی مرزا کے سوانح پڑھ رہا تھا جس میں لکھا تھا کہ مرزا کے دل میں قرآن پاک کی بڑی عظمت تھی۔ یہ سن کر مولوی میر حسن صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ہاں عظمت قرآن کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی کی تلاوت کا جو قرآن تھا اس میں مرزا قادیانی نے خاتمہ قرآن پر یعنی سورۃ الناس کے اختتام پر ''قوت باہ'' کا ایک نسخہ لکھ رکھا تھا۔'' (رئیس قادیان جدید حصہ اوّل ص۵۳)

یہی بات فقیر راقم نے حضرت سید نفیس الحسینی سے سنی۔ آپ نے ایک کاتب کے حوالہ سے فرمایا کہ ان کاتب صاحب کو یہی بات مولانا میر حسن سیالکوٹی نے بیان کی تھی۔

(۲۳۰۳) میر شہزاد خان (سرائے نورنگ)، جناب حاجی

(وصال:۱۸/جون ۲۰۲۰ء)

والدمحترم حاجی میر شہزاد خان وطن عزیز کے دفاع کے لئے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں انڈیا کے خلاف بہادری، جرأت، شجاعت اور انتہائی جوش وجذبے کے ساتھ لڑے۔ اسی جرأت اور شجاعت کی وجہ سے حکومت پاکستان نے تمغہ جنگ اور تمغہ شجاعت سے نوازا۔ اسی طرح ۱۹۷۱ء میں بھی اسی جذبے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ۱۹۸۱ء میں پاک فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد سرائے نورنگ میں کاروبار شروع کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے (راقم الحروف) کی دینی تربیت پر توجہ دی اور دینی علوم حاصل کرنے کے لئے مدرسے میں داخل کرایا۔ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ آج الحمدللہ راقم علمائے کرام کے جوتے سیدھے کر رہا ہے۔

والدمحترم پانچ وقت نماز باجماعت اور نماز تہجد کے پابند تھے۔ صبح شام کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے۔ رمضان المبارک میں شدید گرمی وشوگر کے باوجود کبھی روزہ ترک نہ کرتے۔ علماء کرام وطلباء سے محبت اوران کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ انتہائی خاموش مزاج تھے۔ پوری زندگی کسی کے ساتھ تلخ کلامی کی نوبت پیش نہیں آئی۔ اہل علاقہ والدمحترم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں کی کامیابی پر انتہائی خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ اجلاس اور کامیاب پروگرام

کے بعد سب سے پہلے مجھے مبارک باد دیتے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس نورنگ کے موقع پر میرا حوصلہ بڑھاتے اور فرماتے میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ انہیں دعاؤں کے باعث ہمارے اندر ہمت اور جذبہ پیدا ہوتا۔ والد محترم کے فراق نے بہت زیادہ مغموم کر دیا تھا اور خود کو تنہا سمجھ رہا تھا کہ غم کے اس ماحول میں عالمی مجلس اور جمعیت علماء کے مرکزی و صوبائی قائدین کے کلمات نے حوصلہ پیدا کیا۔ نماز جنازہ بعد نماز عصر ڈھیری قبرستان نورنگ میں راقم کی اقتداء میں ادا کی گئی۔ (محمد ابراہیم ادہمی)

(۲۳۰۴) میر عالم خان لغاری، جناب سردار

(پیدائش: ۲۳ رفروری ۱۹۲۷ ...... وفات: ۲۰ رفروری ۲۰۱۷ء)

سردار میر عالم خان، لغاری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد سردار رحیم خان لغاری ڈی، آئی، جی کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائرڈ منٹ کے بعد مدینہ طیبہ میں مقیم ہوگئے اور اب ریاض الجنۃ میں ابدی استراحت کرتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے سردار میر عالم نے گریجویٹ تک بہاول پور اور جامعہ ملیہ دہلی سے تعلیم حاصل کی۔ خاندان کا پورا ماحول دیندار تھا۔ آپ نے بھی کوئی سرکاری ملازمت کرنے کی بجائے زمیندارہ سے تعلق رکھا۔ آپ کا بیعت کا تعلق خانقاہ مسکین پور کے بانی مولانا فضل الٰہی قریشی کے خلیفہ مولانا عبدالغفور عباسی مدنی سے تھا۔

حضرت بنوری نے مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں قائم کیا۔ سردار میر عالم خان لغاری کا حضرت بنوری سے تعلق قائم ہوا تو اس میں اتنی ترقی ہوئی کہ آپ نے حضرت بنوری کے خادم خاص اور پرائیویٹ سکرٹری کا درجہ حاصل کر لیا۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ آپ حضرت بنوری کے سفر و حضر، اندرون و بیرون ملک کے اسفار کے خدمت گار و حاضر باش رہے۔ انہیں خدمات اور اعتماد کے باعث ایک زمانہ میں جناب لغاری صاحب جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کے منتظم بھی رہے۔

جب حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ۱۹۷۳ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے اور آپ نے مجلس کی اپنی امارت میں شوریٰ نامزد فرمائی۔ اس میں سردار میر عالم خان لغاری کو بھی مرکزی مجلس شوری کا ممبر نامزد کیا۔ پھر پوری تحریک کے دوران بلکہ حضرت بنوری کے وصال تک برابر سردار میر عالم خان لغاری مجلس کے حل و عقد میں شریک رہے۔ اس دوران مجلس کے کاز کے لئے سردار صاحب نے جو خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔

دریں اثنا شیخ الاسلام حضرت بنوری نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان کی بنیاد رکھی تو اس کی تعمیرات کی کمیٹی کے نگران اعلیٰ سردار میر عالم خان لغاری تھے۔ موجودہ مرکزی دفتر کی پرشکوہ عمارت کی ساخت پرداخت میں مرحوم لغاری صاحب کا وافر حصہ ہے۔ اسی طرح عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مسلم کالونی چناب نگر میں مسجد و مدرسہ کے لئے جو پلاٹ حاصل کیا۔ اس کی تعمیرات اور نقشہ کے لئے سردار صاحب، مولانا تاج محمود اور مولانا محمد شریف جالندھری کے شانہ بشانہ رہے۔ غرض آپ کی خدمات ختم نبوت کی شاندار تاریخ ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے وصال کے بعد عالمی مجلس کے امیر حضرت خواجہ خان محمد منتخب ہوئے تو آپ نے بھی سردار عالم خان لغاری کی شوری کی رکنیت بحال رکھی۔ مرکزی ناظم اور امیر مرکزیہ کے مشیر کے عہدوں سے بھی سرفراز

فرمایا۔ سردار میر عالم خان جب حضرت بنوری کے خادم خاص تھے۔ اس زمانہ میں حضرت بنوری جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی فرماتے تھے۔ تب لغاری صاحب بھی کراچی میں جمعیۃ علماء اسلام کے عہدے دار رہے۔ اسی طرح رحیم یار خان میں جمعیۃ کے امیر اور مرکزی شوریٰ کے ممبر بھی تھے۔

حضرت شیخ بنوری کے بعد سردار صاحب کے والد گرامی نے مدینہ طیبہ میں قیام کا ارادہ کیا تو سردار صاحب ان کے ساتھ مدینہ طیبہ قیام پذیر ہوگئے۔ سال بھر میں ایک آدھ بار دونوں باپ بیٹا پاکستان تشریف لاتے اور پھر واپس مدینہ طیبہ کی خاکروبی کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کے والد گرامی کا مدینہ طیبہ میں وصال ہوا۔ پھر بھی سردار صاحب نے مدینہ طیبہ میں قیام رکھا۔ صحت گرنے لگی تو اپنی خدمت کے لئے ایک ساتھی کو ساتھ رکھنا شروع کر دیا۔ جو حجاز مقدس اور پاکستان میں آپ کے ساتھ رہتے۔ زہے نصیب! کہ سردار صاحب قریباً چالیس سال کا طویل زمانہ مدینہ طیبہ کی برکات کو اپنے اندر جذب کرتے رہے۔ آج سے چند سال پہلے فقیر نے دیکھا کہ بڑھاپے کے باوجود رمضان المبارک کی تراویح تک کو بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کرتے۔ تمام نمازیں مسجد نبوی میں باجماعت ادا ہوتیں۔ سردار صاحب جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو ملاقات کی کوئی ترتیب نکل آتی۔ دیانت داری کی بات ہے کہ ان میں بڑے لوگوں کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔

چند سال پہلے آپ پاکستان تھے کہ ختم نبوت چناب نگر کانفرنس کی تاریخیں آگئیں۔ آپ نے اپنے نواسے ڈاکٹر محمد عابد خان خاکوانی کے ذریعہ کانفرنس میں شرکت کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسی سال حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی کراچی سے بھی تشریف لائے۔ مولانا محمد عبداللہ ٹوبہ سے بھی آگئے۔ جب سردار صاحب جامعہ علوم الاسلامیہ میں ناظم تھے تو حضرت مولانا یحییٰ مدنی کا زمانہ تعلیم تھا۔ یہی حال مولانا محمد عبداللہ کا تھا۔ اب یہ تینوں حضرات بڑھاپے کے آخری مرحلہ سے دوچار تھے۔ تاریخ کی باقیات الصالحات جمع ہوئیں تو یادوں کے دریچے وا ہوگئے۔ ان حضرات کا خوب وقت گزرا۔ اس اتفاقی ملاقات پر فرحاں وشاداں تھے۔ کانفرنس کے دوران اسٹیج پر بھی سردار صاحب تشریف لائے۔ اپنے ہاتھوں لگائے چمن کو دیکھا تو خوشی سے آنسو چھلک پڑے۔ ہماری سعادت ہے کہ وہ ہمارے بزرگوں کے ساتھی اور ہمارے بزرگ تھے۔ بہت ہی طبیعت میں انہوں نے ان دنوں انبساط محسوس فرمایا۔ واپسی پر خوشی اور مبارک باد کا پیغام بھی بھجوایا۔

فقیر جنوری کے آخری عشرہ سے فروری کے آخر تک دفتر مرکزیہ سے قریباً باہر رہا۔ اس دوران روزنامہ اسلام میں آں مرحوم کے وصال کی خبر پڑھی۔ شیخ زاہد ہسپتال رحیم یار خان میں وصال فرمایا۔ اسی رات دس بجے اپنے آبائی گاؤں رحیم آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ تقدیر الٰہی کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس بار مدینہ طیبہ گئے تو ارادہ لے کر گئے کہ واپس نہیں آنا۔ لیکن خاندان کے افراد کی بعض شادیوں کے باعث ورثاء نے اتنا مجبور کیا کہ سفر کرلیا۔ چالیس سال قیام مدینہ کے باوجود وصال پاکستان میں ہوا۔ انسان لاکھ چاہے، ہونا وہی ہے جو تقدیر کا لکھا ہے۔

۲۳ر فروری ۱۹۲۷ء کو اس دنیا میں آئے۔ ۲۰ر فروری ۲۰۱۷ء کو واپس لوٹ گئے۔ یوں تاریخ کا نوے سالہ باب مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ خوبیوں والے بڑے انسان تھے۔ ایک بار فقیر نے غالباً مدینہ طیبہ میں ملاقات پر عرض کیا کہ آپ نے بہت لمبا وقت حضرت بنوری کے ساتھ گزارا۔ کوئی خاص بات؟ تو آبدیدہ ہوگئے۔ فرمایا: مولانا! حضرت بنوری سے مجھے

نفع بھی بہت حاصل ہوا اور نقصان بھی بہت اٹھایا۔ فقیر نے عرض کیا نفع کی بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ مگر نقصان کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تو فرمایا: ''حضرت بنوری کے بعد اب کوئی آدمی اس معیار کا آنکھوں میں جچتا نہیں۔'' اس سے بہتر حضرت بنوری کو ایک جملہ میں کیا خراج تحسین پیش ہوسکتا ہے جو لغاری صاحب نے پیش کیا۔ لیجئے! خادم اور مخدوم پھر ایک نئے جہان میں یکجا ہوگئے۔ الحمد للہ!

(۲۳۰۵) میر عباس علی لدھیانوی، جناب

میر عباس علی لدھیانوی، شاہ سلیمان تونسوی چشتی کے مرید تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے وصال کے بعد میر صاحب کو کسی نئے پیر کی تلاش ہوئی۔ ان ایام میں مرزا قادیانی نے شہرت ونمود کی دنیا میں نیا نیا قدم رکھا تھا۔ ان کی تعلّیاں اور لن ترانیاں گوش زد ہوئیں تو اصل اور نقل میں امتیاز کئے بغیر اس جنس کاسد کے خریدار بن گئے۔ میر صاحب کے سلسلہ ارادت کا آغاز ۱۸۸۲ء میں ہوا جب کہ مرزا قادیانی نے براہین کا تیسرا حصہ شائع کیا تھا اور اغلب ہے کہ میر عباس علی ہی الہامی صاحب کے سب سے پہلے مرید تھے۔ انہوں نے اس وقت ان کی حلقہ بگوشی اختیار کی جب کہ ہنوز کسی شخص نے مرزا قادیانی کی طرف دست ارادت نہ بڑھایا تھا۔ مکتوبات احمدیہ کی سب سے پہلی اور ضخیم ترین جلد انہیں خطوط پر مشتمل ہے جو الہامی صاحب نے میر عباس علی کے نام روانہ فرمائے تھے۔ میر صاحب نے اپنے مخدوم ومطاع کی خدمت گزاری اور عون ونصرت میں وہ کمال دکھایا کہ تمام مرزائیوں سے گوئے سبقت لے گئے۔ اس اثناء میں کئی مرتبہ ایسے حوادث بھی پیش آئے، جنہوں نے بارہا ان کے پائے عقیدت کو متزلزل کر دیا۔ تاہم اس سے دام رہائی کی توفیق نہ ہوئی۔ آخر نو سال تک بادیہ ضلالت میں سرگرداں رہنے کے بعد ہدایت کا آوان سعید آ پہنچا۔ مساعدت ازلی نے راہنمائی فرمائی اور میر صاحب مرزائیت سے تمام علاقے توڑ کر از سر نو دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

مرزا قادیانی نے ۲۱؍مئی ۱۸۸۳ء کی چٹھی میں میر عباس علی کو لکھا تھا کہ: ''جس ذات قدیم نے آپ کو یہ اخلاص بخشا ہے اس نے خود آپ کو چن لیا ہے۔'' ۲۹؍اکتوبر ۱۸۸۳ء کے خط میں لکھا ''الحمد للہ والمنۃ کہ خداتعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ اس عاجز کے انصار میں سے بنایا۔ اس ناچیز کو آپ کے وجود سے فخر ہے اور اپنے خداوند کریم سے آپ کو ایک رحمت مجسم خیال کرتا ہے۔''

اور پہلی جنوری ۱۸۸۴ء کی چٹھی میں فرمایا: ''سعید وہ انسان ہے جس پر نیک ظن غالب ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ٹھوکر کھانے سے بچتے ہیں اور اس کا فطرتی نور ان کو شیطانی تاریکی سے بچالیتا ہے اور تھوڑے ہیں، جو ایسے ہیں اور الحمد للہ کہ میں آپ کو ان تھوڑوں کے اوّل درجہ میں دیکھتا ہوں۔'' ۱۹؍اپریل ۱۸۸۵ء کو لکھا کہ آپ کا اخلاص اور جوش محبت اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء! اور ایک اور خط میں جس پر تاریخ درج نہیں لکھتے ہیں کہ جس قدر آن مخدوم نے اشاعت دین اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے رنج اٹھایا ہے خداتعالیٰ اس کے عوض میں آپ پر اس طور سے راضی ہو کہ جیسا اپنے سچے خادموں اور مقبولوں اور راضی ہوا کرتا ہے۔ (مکتوبات احمدیہ ج۱ ص۲۱،۶۳،۷۰،۸۶،۸۹)

اسی طرح مرزا قادیانی نے میر عباس علی کے متعلق اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں لکھا کہ: ''یہ میرے وہ اوّل دوست ہیں جن کے دل میں خداتعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جب سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیاں میں میرے ملنے کے لئے آئے، وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے

وفاداری دکھلائی اور میرے لئے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ اوائل ایام میں بیس برس تک انگریزی دفتر میں سرکاری ملازم رہے۔ مگر بباعث غربت ودرویشی ان کے چہرہ پر نظر ڈالنے سے ہرگز خیال نہیں آتا کہ وہ انگریزی خواں بھی ہیں لیکن وہ دراصل بڑے لائق اور مستقیم الاحوال اور دقیق الفہم ہیں۔'' (ازالۃ الاوہام حصہ دوم ص۷۹۱، خزائن ج۳ ص۵۲۸)

میر عباس علی کے جو مناقب ومحامد اوپر نقل کئے گئے ان سب سے بڑھ کر انہیں یہ شرف بھی حاصل تھا کہ مرزا قادیانی کو ان کی شان میں ایک الہام بھی ہوا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں میر عباس علی مرحوم کے تذکرے میں فرماتے ہیں: ''ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہوا تھا۔ اصلہ ثابت وفرعہ فی السماء (ان کی جڑ نہایت مضبوط ہے اور ان کی شاخیں آسمان تک چلی گئی ہیں)'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۷۹۰،۷۹۱، خزائن ج۳ ص۵۲۸)

اس الہام کا یہ مطلب تھا کہ میر صاحب مرزائیت میں ایسے مضبوط اور راسخ ہیں کہ ان کی حالت میں کبھی جنبش اور تزلزل نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب میر صاحب مرزائیت سے تائب وبیزار ہوکر ازسرنو حلقہ اسلام میں داخل ہوگئے تو مریدوں نے پوچھنا شروع کیا۔ حضور خدا نے تو اطلاع دی تھی کہ ان کی جڑ بڑی مضبوط ہے۔ اب ان کی جڑ اکھڑ کیسے گئی؟ الہامی صاحب کے پاس تاویل کاری اور سخن سازی کی کچھ کمی نہ تھی، باتیں بنانی شروع کر دیں جو حضرات اس گلشن سخن سازی کی بہار دیکھا چاہیں وہ الہامی صاحب کے (آسمانی فیصلہ ص۴۹ تا ۵۳ یا تبلیغ رسالت ج۲ ص۷۸ تا ۸۵) کا مطالعہ فرمائیں۔ جب سید عباس علی توفیق ایزدی کی مدد سے مرزائیت کے خارزار سے نکل کر اسلام کے چمن زار میں داخل ہوئے تو مسیح صاحب نے اپنے جلے دل کے پھپھولے ان الفاظ میں پھوڑے۔ ''وہ مرتد ہوگیا۔ اس کا انجام بد ہوا۔ جب انسان پر شقاوت کے دن آتے ہیں تو وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتا۔'' (نزول المسیح ص۲۴۰، خزائن ج۱۸ ص۶۱۸)

میر صاحب کی علیحدگی اور توبہ کے مختلف اسباب تھے۔ ان میں ایک سبب تو بٹالوی دوست نے یہ بتایا کہ ایک مرتبہ لدھیانہ میں ایک مسلمان شعبدہ گر آیا۔ ان ایام میں الہامی صاحب اسی جگہ اپنی مسیحیت کی ڈفلی بجا رہے تھے۔ شعبدہ گر، الہامی صاحب کے پاس آکر کہنے لگا کہ یا تو اپنا کوئی کمال دکھایئے یا دیکھئے۔ انہوں نے کہا اچھا اپنا کمال دکھاؤ۔ شعبدہ گر نے کھرپی لے کر تھوڑی سی زمین نرم کی۔ پھر چند بیج بکھیر کر اوپر سے پانی کے چھینٹے دیئے۔ تھوڑی دیر میں چھوٹے چھوٹے پودے نکل آئے جو دیکھتے دیکھتے فٹ ڈیڑھ فٹ بلند ہوگئے۔ پھر ہر ایک کو پانچ پانچ سات سات قسم کے پھول لگے۔ ہر پھول میں علیحدہ علیحدہ قسم کی خوشبو تھی۔ یہ طلسم دیکھ کر سب لوگ محو حیرت رہ گئے۔ جب شعبدہ باز لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا چکا تو مرزا قادیانی سے کہنے لگا۔ ''اگر آپ بھی کوئی عجوبہ دکھائیں تو میں کچھ اور کمال بھی دکھاؤں گا۔'' مرزا قادیانی نے کہا: ''بھئی ہم تو صرف دعا کرنا جانتے ہیں۔ اس کے سوا ہم میں کوئی کمال نہیں۔'' اس کے بعد مرزا قادیانی میر عباس علی سے کہنے لگے کہ اگر سو دو سو روپیہ بھی خرچ ہوجائے تو یہ کمال حاصل کر لینا چاہئے۔ یہ سن کر میر صاحب کے دل میں گرہ پڑ گئی اور یقین ہوگیا کہ یہ شخص دنیا پرست ہے۔ اگر اس کے دل میں عشق الٰہی کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو کسی شعبدہ پر نہ ریجھتا۔ میر صاحب کے منحرف ہونے کی دو وجہیں خود مرزا قادیانی نے یہ لکھی ہیں کہ:

۱...... میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے۔

۲...... میر صاحب کے دل میں سراسر فاش غلطی سے یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ گویا میں ایک نیچری آدمی ہوں۔ معجزات کا منکر اور لیلۃ القدر سے انکاری اور نبوت کا مدعی اور انبیاء علیہم السلام کی اہانت کرنے والا اور عقائد اسلام سے منہ پھیرنے والا۔

مرزا قادیانی کا بیان ہے کہ میر صاحب نے علیحدگی کے بعد ان کے خلاف اشتہار بھی شائع کیا ہے جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ میر صاحب نے اس اشتہار میں اپنے کمالات ظاہر کر کے تحریر فرمایا ہے کہ گویا ان کو رسول نمائی کی طاقت ہے۔ چنانچہ وہ اس اشتہار میں اس عاجز کی نسبت لکھتے ہیں کہ: ''میں نے مرزا قادیانی سے کہا تھا کہ ہم دونوں کسی مسجد میں بیٹھ جائیں پھر یا تو مجھے رسول خدا ﷺ کی زیارت کرا کے اپنے دعاوی کی تصدیق کرا دو یا زیارت کرا کے اس بارہ میں فیصلہ کرا دوں گا۔ مگر مرزا قادیانی نے اس بارہ میں میرا مقابلہ نہیں کیا۔ اگر میر صاحب کو یہ قدرت اور کمال حاصل تھا تو پھر انہوں نے اس عاجز سے بدون تصدیق نبوی کیوں بیعت کر لی اور کیوں دس برس تک برابر خلوص نماؤں کے گروہ میں رہے۔ تعجب ہے کہ ایک دفعہ بھی رسول کریم ﷺ ان کے خواب میں نہ آئے اور ان پر ظاہر نہ کیا کہ اس کذاب اور مکار اور بے دین سے کیوں بیعت کرتا ہے؟''

(تبلیغ رسالت حصہ دوم ص۸۳، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۹۸)

اگر واقعی میر صاحب نے مسیح قادیان کو اس قسم کا کوئی چیلنج دیا تھا تو معلوم نہیں میر صاحب نے الہامی صاحب کی اس تحریر کا کیا جواب دیا ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ جب میر صاحب نو دس سال کی طویل مدت تک اسلام سے منقطع ہو کر مرتد ہونے والے تھے تو یہ کس طرح ممکن تھا کہ محبوب رب العالمین ﷺ ان کے پاس خواب میں قدم رنجہ فرماتے؟ آخر جب میر صاحب نے وادی کفر سے نکل کر ریاض اسلام میں قدم رکھا تو رویت رسول ﷺ کی سعادت یا رسول نمائی عود کر آئی۔

مرزا قادیانی کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف نیچریت کی طرف مائل تھے بلکہ ان کی ہر ادا میں تفرنج اور مغربیت کی شان ہویدا تھی۔ مرزا قادیانی نے میر صاحب کے جس اشتہار کا ذکر کیا ہے وہ انہوں نے دبدبہ اقبال ربی پریس لدھیانہ میں چھپوایا تھا۔ میر صاحب نے اس میں لکھا تھا کہ: ''میں اس فیصلے پر پہنچا ہوں کہ مرزا قادیانی قطعی نیچری ہیں۔ معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء کے قطعی منکر ہیں۔ معجزات اور کرامات کو مسمریزم قیافہ، قواعد طب یا دستکاری پر مبنی جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک خرق عادت جس کو تمام اہل اسلام خصوصاً اہل تصوف نے مانا ہے کوئی چیز نہیں۔ سرسید احمد خان اور مرزا غلام احمد کی نیچریت میں بجز اس کے کوئی فرق نہیں کہ وہ بلباس جیکٹ و پتلون ہیں اور یہ بلباس جبہ و دستار اور صوفیائے عظام کے دفتر کو درہم برہم کرنے والے۔'' (رئیس قادیان)

مرزا قادیانی کا ایک گرویدہ بدنصیب قادیانی جس کا نام میاں افتخار احمد تھا، اس کے نام میر عباس علی لدھیانوی نے ۱۰ر جنوری ۱۸۹۲ء کو خط لکھا۔ اس کا نام رکھا ''نیاز نامہ میر عباس علی صوفی لدھیانوی بجانب میاں افتخار احمد حواری مرزا غلام احمد قادیانی'' پھر اسے شائع کر دیا۔ ایک سو پچیس سال بعد دوبارہ محاسبہ کی جلد۴ میں شائع کیا گیا ہے۔

(۲۳۰۶) میر محمد ربانی (ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۳ء ...... وفات: ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء)

مولانا میر محمد ربانی کا ارائیں فیملی سے تعلق تھا۔ والد کا نام مولانا غلام رسول تھا۔ ۱۹۰۳ء میں بستی ارائیں موضع ہیراں ہیڈ حاجی پور نزد ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ علاقہ کے عالم دین مولانا غلام محمد لاشاری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ صرف ونحو حضرت مولانا اللہ بخش میانوالی شیخاں سے پڑھی جو امام الصرف والنحو مولانا غلام رسول پونٹوی کے شاگرد تھے۔ وسطانی تعلیم مولانا قادر بخش

صاحب بستی کالونز دجہ عباسیاں سے حاصل کی۔ مولانا قادر بخش، حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ مولانا میر محمد ربانی دین پور شریف بھی پڑھتے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ عباسیہ بہاول پور میں داخلہ لیا اور جامعہ عباسیہ کی سب سے اعلیٰ ڈگری ''علاّمہ'' حاصل کی۔

جامعہ عباسیہ میں مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد صادق بہاول پوری، مولانا احمد علی بہاول پوری ایسے یگانہ روزگار حضرات سے آپ نے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد پھر یہاں پڑھانے لگ گئے۔ کہتے ہیں کہ اگست ۱۹۳۲ء میں قادیانی، مسلم کیس میں بیان دینے کے لئے جب مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری بہاول پور تشریف لائے تو جامعہ عباسیہ کے اساتذہ حضرات نے مولانا رحمت اللہ ارشد کے ساتھ مولانا میر محمد ربانی کی بھی ڈیوٹی لگائی تھی اور آپ نے بھی حضرت شاہ صاحب کا عدالت میں بیان قلمبند فرمایا تھا۔

جامعہ عباسیہ سے ''علاّمہ'' پنجاب یونیورسٹی سے ''منشی فاضل'' اور ''مولوی فاضل'' کے امتحانات پاس کئے۔ طب یونانی اور ہومیو پیتھی کے بھی کورس کئے۔ ہارون آباد، ترنڈہ مولویاں، رکن پور وغیرہ کے سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۷ء میں مڈل سکول رکن پور سے ریٹائر ہوئے۔ بڑے کامیاب مدرس تھے۔ عربی ادب ان کا خاص ذوق تھا۔ دیوان حسّان اور قصیدہ لامیہ خواجہ ابو طالب کی آپ نے شرح لکھی۔

مرزا قادیان کی کتاب اعجاز احمدی کے مقابلہ میں قصیدہ لکھا اور کمال کر دیا۔ آپ نے اپنی حیات میں فقیر راقم کو فون کیا کہ یہ قصیدہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے ملاحظہ فرمالیا ہے۔ اسے شائع کرانا ہے۔ فقیر نے نامعلوم کیا جواب ہانکا ہوگا۔ اللہ رب العزت معاف فرمائیں۔ کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ وہ اس کی کتابت کرار ہے ہیں۔ کسی جلسہ پر ان کے صاحبزادہ غالباً حافظ مشتاق الحسن سے ملاقات ہوئی تو ان سے عرض کیا کہ وہ مسودہ بھجوادیں تو شائع کر دیں گے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ وقت مقرر کریں، کتنے عرصہ میں شائع کریں گے؟ فقیر نے عرض کیا کہ مشروط اشاعت تو ہمارے لئے مشکل امر ہے۔ آپ مسودہ دے دیں۔ محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو شائع بھی ہو جائے گا۔ اس پر وہ آمادہ نہ ہوئے۔

اس پر بہت عرصہ بیت گیا۔ پھر کہیں ملاقات ہوئی تو انہوں نے وہ مسودہ بھجوادیا۔ فقیر نے اس کا فوٹو کرایا۔ پھر عرصہ بعد دوبارہ انہوں نے اصل مسودہ طلب کیا۔ فقیر کا خیال تھا کہ وہ واپس کر دیا ہے۔ وہ فرمائیں کہ نہیں۔ ایک دن ان کے تکرار واصرار پر تلاش شروع کی تو مسودات میں وہ مسودہ مل گیا۔ موصوف کو بھجوادیا۔ فوٹو کاپی تو موجود تھی۔ خیال یہی تھا کہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جواب میں امت نے جو قصائد لکھے ہیں وہ تمام جمع ہو جائیں تو ان کو یکجا شائع کریں گے تاکہ مرزا قادیانی کے قصیدہ کے جوابات ایک جلد میں محفوظ ہو جائیں اور پھر یہ باب ایسے مکمل کر دیا جائے کہ قادیانیوں کی بولتی ہی نہیں تھوتھنی بھی بند کر دی جائے۔

تمام قصائد یکجا ہو گئے تھے۔ البتہ حضرت مولانا قاضی ظفر الدین صاحب کا ''قصیدہ رائیہ بجواب قصیدہ مرزائیہ'' کی اقساط مکمل نہ ہو رہی تھیں۔ بلا مبالغہ اس پر بہت وقت لگا۔ حق تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ وہ بھی مل گیا تو اب تمام قصائد کو ترتیب دی۔ مولانا میر محمد ربانی کا قصیدہ سن تصنیف کے حوالہ سے آخری قصیدہ ہے تو احتساب قادیانیت جلد ۵۹ میں سب سے آخر پر اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اس قصیدہ کو آپ ''مسک الختام'' قرار دے سکتے ہیں کہ یہ اس کا حق ہے۔

اب جب قصائد کی دوبارہ کمپوزنگ کرائی تو مولانا میر محمد ربانی کے حالات معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ استاذ العلماء

شیخ التفسیر حضرت مولانا منظور احمد نعمانی ظاہر پیر والوں کے صاحبزادہ مولانا محمد ساجد صاحب نے کمال مہربانی سے ایک ورق پر مشتمل معلومات مہیا کردیں۔ الحمد للہ!

دیکھئے! جب جوانی تھی تو ظاہر پیر جاکر مولانا میر محمد صاحب ربانی کی قبر مبارک پر حاضر نہیں ہوسکا۔ اب بڑھاپا ہے تو ان سطور کو تحریر کرتے وقت دل مضطرب ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو ان کے ایصال ثواب ودعا کے لئے ان کے مزار مبارک پر حاضر ہوں گا۔ نہ جاسکا تو آخرت میں تو ملنا یقینی ہوگا کہ ان کی علمی تصنیف پہلی بار اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت، اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی ہے۔ مؤلف مرحوم سے یہی نسبت ان شاء اللہ فقیر کے لئے توشۂ آخرت ہے۔ شہباز محمدی کے علاوہ ''مکتوبات ربانیہ'' جو قادیانیت کے رد پر مشتمل ہے وہ بھی اسی شہباز محمدی میں مصنف نے سمودی ہے۔

(۲۳۰۷) میرک شاہ (فورٹ سنڈیمن)، مولانا سید

(وفات: جولائی ۱۹۷۵ء)

فورٹ سنڈیمن کی جامع مسجد کے خطیب اور ممتاز عالم دین مولانا سید میرک شاہ دل کے دورہ سے وصال فرماگئے۔ آپ ایک حق گو بہادر، نڈر عالم دین تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے صف اوّل کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

(ن)

(۲۳۰۸) نادرعلی (گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور)، جناب

موصوف نے ردقادیانیت پر ایک صدی قبل رسالہ لکھا جس کا نام: ''درّہ نادریہ برسرفرقہ مرزائیہ'' رکھا۔ اس کے تعارف میں انہوں نے ٹائٹل پر لکھا۔ ''مرزا غلام احمد قادیانی کے کاذب اور مفتری ہونے کے ثبوت میں نہایت پختہ روشن ادلّہ اور محققانہ ابحاث ہیں جنہیں طالبان حق ملاحظہ فرماکر بہت مسرور ہوں گے۔''

(۲۳۰۹) ناصر اسلم زاہد، جناب جسٹس

جنرل ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی تھی جسے ۳؍جولائی ۱۹۹۳ء کو مسٹر جسٹس شفیع الرحمٰن، مسٹر جسٹس عبدالقدیر، مسٹر جسٹس افضل لون، مسٹر جسٹس ولی محمد نے مسترد کردیا تھا۔ سپریم کورٹ کے چار رکنی بنچ کے فیصلہ کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں نظرثانی کی درخواست دائر کی جسے ۸؍نومبر ۱۹۹۹ء کو سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے جس کے رکن جناب جسٹس ناصر اسلم زاہد بھی تھے انہوں نے عدم پیروی کی بنیاد پر قادیانی نظرثانی کی اپیل کو مسترد کردیا۔

(۲۳۱۰) ناصر الدین البانی، جناب

عرب کے معروف عالم دین اور محقق نے جناب محمد بن عبداللہ سبیل کے ذیل کے فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام کی تصدیق فرمائی۔

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علیٰ خیر خلقه محمد! امّا بعد! فقط اطلعت علیٰ ما کتبه العلماء الافاضل فی الرد وتکفیر من انکر نزول عیسیٰ ابن مریم، ولا شک انه من انکر نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بعد ما علم ماورد فیه من الاحادیث فانه کافر لأنه مکذب لله ورسوله، ومن کذب الله ورسوله فقد کفر۔ وقد اشتهرت هٰذه العقیدة التی هی انکار نزول عیسیٰ علیہ السلام عند القادیانیین الفرقة الضالة التی کفرت بما انزل علیٰ محمد ﷺ، حیث انه من عقیدتهم انکار نزول عیسیٰ وزعمهم انه مات ای موت حقیقی (طبعی) ولا شک ان هٰذا کفر وضلال وتکذیب لکتاب الله۔ فالله عزوجل یقول: ”وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم (النساء:۱۵۷)“

ومن مذهب هٰذه الطائفة الزائغة ایضاً انکارهم ان محمداً ﷺ خاتم النّبیین وهٰذا ایضًا کفر، لانه تکذیب لقوله عزوجل: ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النّبیین (الاحزاب:۴۰)“

حیث ان فضیلة الشیخ منظور احمد جنیوتی الباکستانی طلب منی المشارکة فی الکتابة فی هٰذا الموضوع، فقد اجبته بما اعتقده علیٰ سبیل الارشاد، نساله سبحانه ان یعز الاسلام والمسلمین وان لا یزغ قلوبنا بعد اذهدانا۔ وصلی الله علیٰ محمد وآله وصحبه اجمعین، والحمدلله رب العلمین!

محمد بن عبدالله السبیل

امام الحرم المکی ورئیس المدرسین

والمراقبین بالمسجد الحرام

۱۳۸۹/۱۰/۲۲ھ/ یکم/جنوری ۱۹۷۰ء

حمد وثناء کے بعد! تحقیق جید علمائے کرام نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کے انکار کرنے والے کی تردید اور اس کے کفر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مسئلے کے متعلق جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان کے ہوتے ہوئے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کا انکار کرے۔ وہ بالکل پکا کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی ہے اور جو خدا اور اس کے رسول کی تکذیب کا مرتکب ہو۔ وہ کافر ہو جاتا ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کا عقیدہ قادیانی گمراہ فرقے کے ہاں بہت مشہور ہو چکا ہے۔ اس فرقے نے حضور ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ من جملہ ان کے عقائد فاسدہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے انکار کا عقیدہ بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو جھٹلانا ہے۔ اس لئے کہ اللہ

عزوجل کا پاک ارشاد ہے: ''اورانہوں نے نہ اس کو مارااور نہ سولی پر چڑھایا۔لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔'' اوراس گمراہ فرقے کے مذہب میں حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار بھی شامل ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کی تکذیب ہے۔''محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے،لیکن رسول، اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔''

چونکہ پاکستان کے مشہور عالم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں بھی اس فتوے کی تحریر میں شرکت کروں۔لہٰذا میں نے اپنے عقیدے کے مطابق خیرخواہی کے لئے جواب دے دیا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ عطاء فرمائے اور ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو پھر گمراہ نہ کرے۔آمین!

مذکورہ بالا فتوے کی تصدیق سعودی عرب کے مندرجہ ذیل حضرات نے بھی فرمائی۔

۵...... محمد ناصرالدین الالبانی۔

۶...... عہسل عمر محمد خلالی، مدیر دارالحدیث، مدینہ منورہ۔

۷...... محمدالدین احمد، شیخ التفسیر، اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ۔

۸...... عبدالقادر بن شیبۃالحمد، فاضل ازہر یونیورسٹی مصر، استاذ اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ، استاذ التفسیر واصول الفقہ مسجد نبوی شریف۔

۹...... محمد ناظم الندوی، استاذ اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ۔

۱۰...... ابوبکر سکیتی مدینہ منورہ۔

۱۱...... یوسف محمد سلفی، استاذ دارالحدیث، مسجد نبوی مدینہ منورہ۔

۱۲...... محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، مدینہ منورہ۔

۱۳...... عبدالکریم حموار، پروفیسر اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ۔

۱۴...... عبدالغفور العباسی مہاجر مدنی، مدینہ منورہ۔

۱۵...... محمد شریف: استاذ اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ، استاذ مسجد نبوی شریف۔

۱۶...... جواب درست ہے۔حبیب اللہ (برائے) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی۔

(۲۳۱۱) ناصرعلی (چیچہ وطنی)، جناب حافظ

(وصال:۱۳؍جولائی ۲۰۲۰ء)

ختم نبوت چیچہ وطنی کے کارکن اور معاون محترم حافظ ناصر علی المدینہ گیس والے مختصر علالت کے بعد جہان آخرت سدھار گئے۔آپ نے جامعہ ربانیہ اڈا پھلور میں حفظ قرآن مکمل کیا تھا۔حفظ کے بعد ہی آپ ایل.پی.جی کے کام میں مصروف ہوگئے تھے۔کاروبار کے ساتھ ساتھ عقیدہ ختم نبوت تحفظ کے لئے ہمیشہ اپنی جانی ومالی قربانی دینے میں پیش پیش رہے۔آپ مرنجاں مرنج اور باغ وبہار شخصیت کے مالک تھے۔آپ کے اخلاق حسنہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اردگرد ہر وقت آپ کے احباب، پروانوں کی طرح جمع رہتے تھے۔طبیعت میں خاموشی، گفتگو میں متانت اور تمام دوستوں کے مراتب ودرجات کا لحاظ کرتے ہوئے معقول سے معقول تر گفتگو

فرماتے تھے۔مجلس تحفظ ختم نبوت پر دل وجان سے فداء تھے۔ (مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۲۳۱۲) ناہید جہان لودھی مرحومہ،محترمہ

آپ لاہور کے کسی کالج میں پروفیسر تھیں۔عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ان کا وظیفہ حیات تھا۔قادیانیوں کے کفریہ عقائد طشت ازبام کرنے کے لئے دن رات ایک کر دیئے تھے۔تحریر وبیان کے ذریعہ ختم نبوت کی حفاظت کا کام اس محبت سے کیا کہ واقف لوگ ان کی اس فنائیت پر ترس کھاتے تھے۔

(۲۳۱۳) نثار احمد (سنانواں)،جناب چوہدری

(ولادت:۱۹۵۰ء ...... وصال:۶/دسمبر2018ء)

مرحوم نمازی،متقی،متبع سنت تھے۔۲۰۱۲ء سے سنانواں ضلع مظفر گڑھ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا یونٹ قائم ہوا۔اس وقت سے لے کر تادم آخر جماعت سے مکمل تعاون کرتے تھے۔

(۲۳۱۴) نثار احمد ہزاروی،مولانا

(ولادت:۳۱/جولائی۱۹۳۳ء ...... وفات:۲/اگست۱۹۸۹ء)

مولانا نثار احمد علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ہری پوری ملکیار میں مولانا کریم عبداللہ کے ہاں ولادت ہوئی۔مولانا غلام اللہ خان کے شاگرد تھے۔ڈویژنل امیر جماعت اسلامی رہے۔بعدازاں انگلینڈ ہجرت کر گئے۔وہاں اسلامک مشن کے صدر مقرر ہوئے۔زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والوں کے ساتھ محبت بھرا تعلق قائم رکھا۔انگلینڈ میں وفات پائی اور آبائی قبرستان ملکیار ضلع ہری پور میں مدفون ہوئے۔

(۲۳۱۵) نثار علی شاہ (الور)،حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت سید نثار علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲،نمبر۹۶ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۳۱۶) نجم الدین (اورینٹل کالج لاہور)،مولانا پروفیسر

پروفیسر اورینٹل کالج جناب پروفیسر نجم الدین صاحب اپنے زمانہ کے نامور عالم تھے۔ہزاروں لوگوں نے آپ سے پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا۔مستشار العلماء پنجاب لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔صدر اعظم جناب محمد خلیل صاحب اور پروفیسر نجم الدین نائب صدر مقرر ہوئے۔ناظم اعلیٰ مولانا نور الحق علوی تھے۔یہ انجم قادیانی فتنہ کے ابطال اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وجود میں آئی تھی۔اس

نے کئی پمفلٹ قادیانیت کے رد پر شائع کئے۔ ۲؍اگست ۱۹۳۳ء کو پروفیسر صاحب نے ’’قادیانیت اور اس کے مقتداء‘‘ کا دیباچہ لکھا۔ یہ پمفلٹ ۴۸ صفحات کا ہے اور مولانا نورالحق علوی کا مرتب کردہ ہے۔

(۲۳۱۷) نذیر احمد (لاہور)، مولانا حافظ

(ولادت: ۱۹۱۹ء …… وفات: ۳؍ستمبر ۲۰۱۱ء)

جناب حافظ نذیر احمد نگینہ ضلع بجنور انڈیا میں الحاج ضمیر احمد شیخ کے ہاں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد لاہور میں مقیم ہوئے۔ موصوف ایک اچھے عالم دین اور خادم قرآن تھے۔ قرآن کریم کا ترجمہ بھی لکھا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے سرگرم رکن تھے۔

(روزنامہ پاکستان لاہور مؤرخہ ۲۸؍اگست ۲۰۱۲ء)

(۲۳۱۸) نذر حسن (ٹھیکیدار)، جناب حاجی

(پیدائش: ۱۹۰۲ء …… وفات: ۱۸؍جون ۱۹۹۱ء)

حضرت حاجی نذر حسن ٹھیکیدار اصلاً بٹالہ کے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد فیصل آباد آ گئے۔ بٹالہ، قادیان اور گردونواح میں مولانا محمد حیات فاتح قادیان کے ساتھ ختم نبوت کے پروگراموں میں شریک ہوتے تھے۔ پاکستان آ کر بھی تحریکی انداز میں ختم نبوت کے کام کو جاری وساری رکھا۔ مولانا تاج محمود سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ جب کبھی فیصل آباد مولانا محمد حیات تشریف لاتے تو حاجی نذر حسن دیدہ دل فرش راہ ہو جاتے۔

(۲۳۱۹) نذر دین (گولڑہ شریف)، پیر سید

حضرت قبلہ عالم (پیر مہر علی شاہ) فرماتے ہیں کہ اوائل عمر میں حضرت اجی صاحب (پیر سید نذر دین والد ماجد پیر مہر علی شاہ، پوٹھواری زبان میں والد کو ’’اجی‘‘ کہتے ہیں) شب و روز عبادت الٰہی اور مطالعۂ کتب کے سلسلے میں اپنی آبائی مسجد میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس مسجد کے قریب ہی سکھوں کا محلّہ تھا، جہاں سکھ قلعہ دار کی ایک رشتہ دار لڑکی بدچلنی کے الزام میں حاملہ پائی گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مقامی مخالف نے والد صاحب کو متہم کیا۔ جس پر قلعہ دار نے کسی اور ثبوت کے بغیر آپ کو گرفتار کرا کر زندہ جلا دینے کا حکم دے دیا۔ اس الزام وسزا کے حکم کے خلاف قرب وجوار کے مسلمانوں کے وفد سکھ سردار کے پیش ہوئے تو اس نے کہا: ’’سجادہ نشین صاحب فوراً آ کر یقین دلائیں کہ لڑکا بے گناہ ہے۔‘‘ سجادگی پر اس وقت والد صاحب کے ماموں سیّد فضل دین رونق افروز تھے۔ آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: ’’اسے کہہ دو کہ اسے جلا ڈالے۔ اگر یہ گنہگار ہے تو ہمارے لئے اس کا جل جانا ہی بہتر ہے۔‘‘

تاریخ سزا سے ایک دن پہلے مواضعات میرا بادیہ و میرا اکو وغیرہ کے مسلمانوں نے اجتماع کر کے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر بڑے پیر صاحب نے اطراف وجوانب میں پیغامبر بھجوا کر اطلاع کرا دی کہ جو کوئی ایسا قدم اٹھائے گا، اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ لوگ رک گئے۔

سزا والے دن علی الصبح ہی ہزاروں کی تعداد میں مرد و زن قلعے کے باہر جمع ہوگئے۔ اس قلعے کے کھنڈرات شہر سے مغرب کی جانب کچھ دور ندی کے کنارے اب تک موجود ہیں۔ عورتوں نے آہ و بکا کرتے ہوئے اپنے زیورات کے ڈھیر لگادیئے کہ ہمارے پیرزادے کوان کے ساتھ تول کر جرمانہ وصول کرلو اور انہیں رہا کردو۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق عبرت عامہ کے لئے سزائے موت شارع عام پر دی جاتی تھی۔ اس لئے ایک کھلی جگہ لکڑیاں چن کر چتّا تیار کی گئی اور فوج نے اسے گھیرے میں لے لیا۔

یہ بدھ کا دن تھا۔ اس رات والد صاحب کو حضرت غوث الاعظم کی زیارت نصیب ہوئی۔ جنھوں نے فرمایا کہ: ''چتّا پر جانے سے پہلے غسل کر کے گھر میں جو نیا لباس موجود ہے پہن کر، دو نفل نماز ادا کریں۔'' چنانچہ سکھ سپاہیوں نے آخری خواہش کی تکمیل میں غسل کے لئے پانی بھی دیا اور گھر سے لباس بھی منگوادیا جو آپ نے پہن کر نماز دوگانہ ادا فرمائی اور چتّا پر جاکر بیٹھ گئے۔ لکڑیوں پر تیل لگا کر آگ لگانے کی کوشش کی گئی، مگر لاکھ جتن کے باوجود آگ نہ لگی، یہ دیکھ کر الزام لگانے والے شخص نے کہا کہ: ''سپاہی پیروں سے مل گئے ہیں اس لئے دانستہ ہیری پھیری کر رہے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں آگ کیسے نہیں لگتی؟'' یہ کہہ کر اس نے حضرت کے کپڑوں اور لمبے لمبے گھونگھریالے بالوں پر کافی تیل ڈالا اور ایک برتن میں خشک بنولے ڈال کر جلائے اور جب شعلے بلند ہونے لگے تو اس برتن کو آپ کے تیل میں تربتر بالوں کے نیچے رکھ دیا۔ مگر شعلے لپکتے رہے اور ان کی حرکت سے حضرت کے بال لہراتے رہے، لیکن انہوں نے آگ کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ آخر اس نے جلتے ہوئے بنولوں کو آپ کے تیل میں شرابور کپڑوں پر الٹ دیا، لیکن وہ بغیر کسی قسم کا اثر قبول کئے ہوئے لکڑیوں پر جاگرے اور بجھ گئے۔

یہ دیکھ کر لوگوں میں آپ کی بے گناہی کا غوغا اٹھا اور قلعہ دار نے حکم دیا کہ مخبر کو گرفتار کر کے اسی چتّا پر جلا دیا جائے اور خود گلے میں کپڑا ڈال کر دست بستہ حضرت سے معافی کا خواستگار ہوا کہ: ''آپ واقعی بے گناہ ہیں۔ میں نے اس برے آدمی کے کہنے پر آپ پر ناحق ظلم کیا۔'' انہی کے صاحبزادہ پیر سید مہر علی شاہ ہیں، جنہوں نے ملعون قادیان کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔

(ماخوذ از ''مہر منیر'' مصنفہ مولانا فیض احمد فیضی ص ۵۵، ۵۶)

(۲۳۲۰) نذر محمد، جناب حافظ

لاہور میں مسلم اکادمی علمی تحقیقاتی ادارہ کے جناب حافظ نذر محمد نے قادیانی گروہ کے متعلق تحریر کیا: ''قادیانیت، صیہونیت اور برہمیت ایک ہی زنجیر کے دائرے ہیں۔ ان کا حملہ صرف دین اور عقیدہ پر نہیں بلکہ تہذیب اور اسلامی سیاست وملی استحکام پر زیادہ ہے۔ فخر الدین ملتانی ان کا پہلا شکار ہوئے۔ ان کے بیٹے مظہر الدین ملتانی سے مدت العمر تعلق رہا۔ اس غریب نے تین کتابیں لکھیں۔ تینوں ضبط قرار دے دی گئیں۔ اگر مجلس ان کتابوں کو واگزار کرا سکے اور اشاعت کا انتظام کرے تو بڑی خدمت ہوگی۔ خصوصاً ''ربوہ کا پوپ'' اس کتاب کا ایک مرکزی کردار محمد یوسف ہے۔ وہ میرے ادارے میں کارکن رہا۔ لاہور سے فرار ہوا تو راز کھلا کہ وہ مرزائی تھا۔ باغی ہوا تو فرار ہو کر اس نے جان بچائی۔ کئی سال بعد حیدرآباد میں ملا تو اس نے ساری داستان سنائی۔''

(جناب محمد متین خالد کے نام جناب حافظ نذر محمد صاحب کا مکتوب)

(۲۳۲۱) نذر محی الدین (بٹالہ)، جناب سید

(پیدائش:۱۸۸۱ء، بٹالہ ...... وفات:۱۸/ستمبر۱۹۶۱ء)

سید نذر محی الدین بٹالہ میں اہم شخصیت خیال کئے جاتے تھے۔ نہایت ٹھنڈے مزاج اور مرنجاں مرنج طبیعت کے حامل تھے۔ بڑی جائیداد کے مالک تھے۔ ان کی پیری مریدی کا سلسلہ کشمیر تک پھیلا ہوا تھا۔ پنجاب میں بھی انہیں بڑا رسوخ تھا۔ بڑے خاموش طبع اور سنجیدہ مزاج تھے۔ نماز اپنے ڈیرے پر پڑھتے تھے۔ قادریہ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ہمیشہ ایک مولوی صاحب ان کے ہاں مقیم رہتے تھے اور کچھ طالب علم بھی جوان کے اپنے مریدین کے لڑکے ہوتے تھے مولوی صاحب انہیں درس نظامی کے انداز میں عربی اور فارسی پڑھایا کرتے تھے اور مسجد جوان کے پڑوس میں ان کی مملوکہ زمین میں تھی کوئی محلّہ اس مسجد سے متعلق نہ تھا۔ صرف مولوی صاحب اور طلباء اس کے نمازی تھے۔

نذر محی الدین صاحب سیاسی طور پر انگریز نواز اور نتیجتاً بڑے حکام رس تھے۔ لیکن مرزائیت کے خلاف تھے۔ عملاً انہوں نے کبھی کسی تحریک میں حصہ نہیں لیا تھا۔ میرا ان کے ہاں آنا جانا تھا۔ عزت واحترام سے پیش آتے تھے اور آہستہ آہستہ قادیان کے حالات دریافت کرتے رہتے تھے اور مسکراتے رہتے تھے۔ ان کا بڑا صاحبزادہ بدر محی الدین آنریری مجسٹریٹ تھا۔ تقسیم کے بعد لاہور آ گئے تھے۔ میں لاہور بھی انہیں ان کی کوٹھی پر ملا۔ بڑی عالی شان کوٹھی الاٹ کرا رکھی تھی اور مریدین کی بھی اچھی خاصی آمد ورفت تھی۔ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کے بڑے صاحبزادہ بدر محی الدین سجادہ نشین ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ باوجود انگریز نواز ہونے کے مرزائیت نے ان سے کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی وہ کسی مرزائی سے ملنا پسند کرتے تھے۔ میں عموماً ان کی خانقاہ پر حاضر ہوتا تھا۔ مگر زبانی آؤ بھگت کے سوا آگے بڑھنے سے وہ اپنی معذرت ظاہر کر کے پلاّ چھڑا جاتے تھے۔ طاہر بندگی کے مزار کے قریب میانی قبرستان لاہور میں مزار ہے۔ (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۲۳۲۲) نذیر احمد بغوی ہزاروی، مولانا

حضرت مولانا نذیر احمد بغوی نے بھی ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحاریک ختم نبوت میں جوش وجذبہ کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کے موقع پر وہ بھی جامع مسجد ناڑی مانسہرہ میں شریک اجلاس تھے۔ اس اجلاس میں نہایت پراثر تقریر کی تھی۔ آپ زندگی بھر اشاعت اسلام اور تحفظ ختم نبوت وناموس رسالت اور دفاع صحابہ کے مشن پر مجاہدانہ انداز میں سرگرم عمل رہے۔ آپ مجاہد ختم نبوت مولانا غلام غوث ہزاروی کے داماد تھے۔ (قاری محمد شاہ)

(۲۳۲۳) نذیر احمد (سنکھترہ)، مولانا حکیم

(وفات:۱۶/اپریل۱۹۹۹ء)

مولانا حافظ محمد شفیع سنکھترہ مناظر اسلام کے جانشین مولانا حکیم نذیر احمد سنکھتروی تھے جو جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ التحصیل

تھے۔اپنے بزرگوں کے قائم کردہ مدرسہ قاسم العلوم والخیرات کو بام عروج تک آپ نے پہنچایا۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی مسجد سے صدائے عشق بلند کرتے رہے۔حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے۔

(۲۳۲۴) نذیر احمد سیالکوٹی (ثم رحیم یار خان)،مولانا

(وفات:۷؍جنوری۱۹۹۲ء)

مولانا قاری نذیر احمد ضلع سیالکوٹ میں میاں محمد علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن نے آپ کو مدرسہ عربیہ انوریہ میں داخل کرایا۔اعلیٰ تعلیم مظاہر العلوم سہارنپور سے حاصل کی۔فراغت کے بعد۴ سال مدرسہ عربیہ لکھی گیٹ سہارنپور میں تدریس کی۔تقسیم ملک کے بعد وطن واپس آئے۔اپنے علاقہ میں ایک مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔

کچھ ہی عرصہ گزرا کہ آپ مدرسہ عربیہ اشرف المدارس رحیم یار خان آئے اور آج بھی دارفانی سے کوچ کرنے کے بعد آپ کی آخری آرام گاہ مدرسہ اشرف المدارس رحیم یار خان میں ہی ہے۔عرصہ دراز تک اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں اور جامعہ مسجد قاضیاں میں درس قرآن پاک سے عوام الناس کو مستفیض کیا۔آپ ملک بھر کے ان جید علماء کرام میں شریک ہوئے جنہوں نے قادیانی عقائد کی تردید میں ’’فتویٰ حیات مسیح علیہ السلام‘‘ پر اپنی تائید پیش کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۶۵)

(۲۳۲۵) نذیر احمد (شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ)،مولانا

(ولادت:۶؍جون۱۹۱۷ء)

مولانا نذیر احمد ولد میاں احمد دین ایک علمی اور دینی خاندان سے تھے۔حضرت مدنی کے دور میں دارالعلوم دیوبند سے سند الفراغ حاصل کی۔فراغت کے بعد ضلع سیالکوٹ میں ہی مختلف اداروں اور مدارس میں تدریسی،تحریری اور تقریری خدمات سرانجام دیں۔پہلے انجمن تبلیغ الاسلام اور بعدازاں جمعیۃ علماء اسلام کی سرگرمیوں سے وابستہ رہے۔دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔مجلس احرار اسلام سے دلی لگاؤ اور دلچسپی رہی۔حضرت امیر شریعت کے ہمراہ بارہا سفر کی رفاقت سے بھی مشرف ہوئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتار ہوئے۔سیالکوٹ جیل میں قید کاٹی۔آپ کی رہائی کے لئے مقدمہ چلایا گیا۔بالآخر تین ماہ کے بعد بری قرار دیا گیا۔

(۲۳۲۶) نذیر احمد شہید، جناب ڈاکٹر

(پیدائش:۲۹؍مئی ۱۹۲۸ء،نواں شہر جالندھر ...... شہادت:۸؍جون۱۹۷۲ء)

تقسیم کے بعد ڈیرہ غازی خان آگئے۔۱۹۷۰ء میں ڈیرہ غازی خان سے جماعت اسلامی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔آپ ہردل عزیز قومی رہنماء تھے۔قائد تحریک ختم نبوت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی سے آپ کا دوستانہ تھا اور قادیانیت سے نفرت ایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔

(۲۳۲۷) نذیر احمد (فیصل آباد)، شیخ الحدیث مولانا

(وفات: ۳؍جولائی ۲۰۰۴ء)

پاکستان کے ممتاز عالم دین، شیخ الحدیث، بانی جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے حضرت مولانا نذیر احمد آپ ۱۹۳۱ء روشن والا ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ ارائیں فیملی کے چشم و چراغ تھے۔ ذہین و روشن دماغ تھے۔ آپ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالمجید انور، مولانا نذیر احمد اور ان جیسے دیگر طلباء ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ خیرالمدارس کی تاریخ میں اس جماعت کو ذہین اور ہوشیار شمار کیا گیا۔ چنانچہ جامعہ خیرالمدارس کے بانی حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نے اس کلاس کو مشکوٰۃ شریف پڑھانے کے لئے فقط ایک سال کے لئے حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری کو ساہیوال سے ملتان بلوایا۔ دورہ حدیث میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد حضرت مولانا محمد شریف کاشمیری ایسے شیوخ حدیث شامل تھے۔

فراغت کے بعد آپ کو آپ کے استاذ مولانا خیر محمد جالندھری نے قاری لطف اللہ شہید کے قائم کردہ مدرسہ نعمانیہ کمالیہ میں تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ کی تدریس کا وہاں سے آغاز ہوا۔ جامعہ خیرالمدارس کے مہتمم ثانی حضرت مولانا محمد شریف جالندھری آپ کو جامعہ خیرالمدارس میں تدریس کے لئے بلالائے۔ بڑے کامیاب محنتی، نامور اساتذہ میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ طلباء آپ پر جان چھڑکتے تھے اور تعلیم کے لئے کشاں کشاں آپ کے ہاں آنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا مفتی زین العابدین اپنے قائم کردہ دارالعلوم پیپلز کالونی فیصل آباد میں استاذ حدیث کے طور پر مولانا نذیر احمد کو لے گئے۔ اس زمانہ میں آپ کی تعلیم کا شہرہ پورے پاکستان کے مدارس تک پھیل گیا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں مولانا نذیر احمد صاحب نے جامعہ اسلامیہ امدادیہ کی فیصل آباد میں بنیاد رکھی۔ رکھ رکھاؤ، گفتگو، میل ملاقات، دل موہ لینے والے تعلقات رکھنے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ جامعہ امدادیہ کرایہ کی بلڈنگ سے اپنے خرید کردہ پلاٹ میں منتقل ہوا۔ پورے شہر فیصل آباد میں امدادیہ کی دھاک بیٹھ گئی۔ کچی عمارت سے پکی عمارتوں، متصل پلاٹوں کی خریداری و تعمیرات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کوہ قامت بلڈنگوں نے دوست، دشمن سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ہزار ہا طلباء تعلیم حاصل کرنے لگے۔ پورے پنجاب کے معیاری مدارس میں جامعہ امدادیہ نے ظاہری و باطنی تعلیمی و تنظیمی ترقی کا اعلیٰ نمونہ و مثال قائم کردی۔ ہزاروں طلباء نے آپ سے حدیث شریف کی تعلیم حاصل کی۔ آپ دیوبند کے تھانوی حلقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی کھیپ نے ملک کے طول و عرض میں مدارس کا جال بچھادیا۔ تعلیمی و تربیتی اہتمام کے باعث ملک بھر کے علماء، مشائخ، خطباء واساتذہ کے صاحبزادگان کے لئے امدادیہ کا انتخاب سنہری انتخاب شمار ہونے لگا۔ مولانا نذیر احمد صاحب نے ہمارے تھانوی خانوادہ کی قائم کردہ روحانی اصلاحی انجمن صیانۃ المسلمین میں خاص مقام حاصل کیا۔ اس کے نائب صدر منتخب ہوگئے۔ وفاق المدارس کی عاملہ کے رکن تھے۔ قدرت کے کرم سے آپ کی خوبیوں کو وہ رنگ لگا کہ ان کی عزت و شہرت آسمان سے باتیں کرنے لگی۔

مدرسہ ختم نبوت چناب نگر مسلم کالونی سالانہ ردقادیانیت کورس کی اختتامی تقریب میں ان کا بیان طے شدہ امر تھا۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں ضرور شریک ہوتے۔ جامعہ امدادیہ کے دروازے مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے انہوں نے وا کردیئے تھے۔ ان کے بزرگانہ محبت بھرے خطوط جو مشوروں اور ناصحانہ امور پر مشتمل ہیں مجلس کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ قدرت نے آپ کو خوبیوں کا

مرقع بنایا تھا۔ آپ کی ذہانت، معاملہ فہمی، مزاج شناسی، ہردلعزیزی کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ جس سے ایک بار ملاقات ہوگئی وہ زندگی بھر آپ کے گن گانے لگ جاتا تھا۔ لوگوں کی شادی، غمی، تیمارداری میں برابر شریک رہتے۔ گویا ایک کامیاب زندگی گزارنے کا حق تعالیٰ نے آپ کو سلیقہ نصیب کیا تھا۔ آپ جتنی ترقی کرتے گئے حاسدین، معاندین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ ہر جگہ لگائی بجھائی، اکھاڑ پچھاڑ سے عمر بھر واسطہ رہا۔ لیکن وہ سانحات سے نبردآزما ہوکر کامیاب جرنیل کی طرح فاتح ہوکر نکھر آتے تھے۔ دیکھتی آنکھوں کے سامنے آپ نے ترقی کی وہ منازل طے کیں جنہیں صرف فضل ربی ہی جاسکتا ہے۔ پہلے جواں سال صاحبزادہ کی شہادت نے ان کی صحت پر کاری ضرب لگائی۔ پھر جامعہ امدادیہ کے معاملات کے بوجھ نے ان کی کمر خمیدہ کی۔

دل کی بیماری اور بوڑھاپے نے اتحاد کرلیا تو آپ کی صحت نے شکست مان لی۔ بستر پر محو آرام ہوگئے۔ علاج معالجہ جاری رہا۔ وقت گزرتا رہا۔ تاآنکہ وقت موعود آ گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین!

(۲۳۲۸) نذیر احمد (لاہور)، مولانا قاری

(پیدائش: ۱۹۵۵ء ...... وفات: ۱۱رجنوری ۲۰۱۷ء)

ضلع سرگودھا تحصیل بھلوال میں ایک قدیمی قصبہ ''رتو کالا'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام غلام محمد راجپوت تھا۔ رتو کالا میں ایک عالم ربانی حضرت مولانا کامل الدین تھے جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حکیم الامت حضرت تھانوی سے بیعت تھے۔ ان کی زیرسرپرستی آپ نے قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ آپ کا ننھیال ہیڈ فقیریاں ضلع منڈی بہاؤالدین میں تھا۔ وہاں چھوٹی مسجد میں قاری فتح محمد کے پاس چار سال میں حفظ اور گردان مکمل کی۔ پھلروان مدرسہ دارالسلام میں مولانا فضل الٰہی کے پاس آپ نے درس نظامی کا آغاز کیا۔ متواتر تین سال یہاں پڑھا۔ منڈی بہاؤالدین مرکزی جامع مسجد میں مولانا محمد اسلم صاحب کے پاس بھی پڑھتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں دورۂ تفسیر شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان کے ہاں دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار میں کیا۔

دورہ تفسیر کے بعد لاہور آ گئے۔ جامعہ قاسمیہ رحمان پورہ میں یادگار اسلاف حضرت مولانا شاہ محمد کے ہاں بقیہ کتب موقوف علیہ تک چار سال میں مکمل کیں۔ دورۂ حدیث شریف آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور سے کیا۔ جب آپ جامعہ قاسمیہ پڑھتے تھے تو الحمد کالونی اقبال ٹاؤن میں مسجد کے لئے دس مرلہ کا پلاٹ تھا۔ اس پر نمازیں پڑھانے کی استاذوں نے ڈیوٹی لگائی۔ مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ نمازیں یہاں پڑھاتے۔ ناظرہ کے بچوں کی صبح وشام کلاس بھی ساتھ چلتی۔ نمازیوں کا حلقہ اور اعتماد بڑھا تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جامع مسجد مدنی کے نام سے مسجد کی تعمیر کا آغاز کیا اور یوں قاری نذیر احمد نے مکمل مسجد خود تعمیر کرائی۔ جمعہ بھی پڑھا جانے لگا۔ کالونی آباد ہوتی گئی تو مسجد کی رونق میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ جب فارغ التحصیل ہوگئے تو مسجد میں قیام مستقل کردیا اور ناظرہ کلاس کے ساتھ حفظ کی کلاس کا بھی مدرسہ تعلیم القرآن کے نام سے آغاز ہوگیا۔ کالونی کے تمام بوڑھے حفاظ آپ کے شاگرد ہیں۔ یوں آپ کی شب وروز کی محنت شاقہ سے حق تعالیٰ نے اہل علاقہ کے بچوں کے لئے حفظ وناظرہ کی مفت تعلیم کا آغاز کردیا۔

تعلیم کے دوران میں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ اس میں آپ نے بڑی جانفشانی سے حصہ لیا۔ اس کے لئے دن رات ایک کردیئے۔ بنیادی طور پر شعوری دور کی ابتداء سے آپ مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا

عبیداللہ انور، جمعیۃ کے اکابر اربعہ کو اپنے آئیڈیل اکابر سمجھتے تھے اور نظریاتی طور پر آپ کی وابستگی جمعیۃ علماء اسلام سے تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد سے لے کر وصال تک ایک سیکنڈ کے لئے بھی جمعیۃ علماء اسلام کے علاوہ کسی دوسری جماعت کی طرف حاشیہ خیال میں بھی داعیہ پیدا نہیں ہوا۔ دنیا میں اگر نظریاتی کارکن اور اپنے مشن سے مخلص کسی شخص کا کوئی تصور ہے تو اس کا مکمل پر تو قاری نذیر احمد تھے۔ ایسے مخلص نظریاتی کارکن ہی جماعتوں کا سرمایہ بلکہ رأس المال ہوتے ہیں۔ خدا لگتی یہ ہے کہ قاری صاحب موصوف نظریات کے بہت اعلیٰ درجہ اخلاص پر فائز تھے اور فائز المرام ہوکر گئے۔ خود فرماتے تھے کہ ختم نبوت اور تبلیغ کا کام دین وایمان کا تقاضہ ہیں اور جماعت صرف ایک ہے اور وہ اس اصول پر زندگی بھر بڑی سختی سے کاربند رہے۔

یہی وجہ ہے کہ قاری صاحب کا جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی وعلاقائی یونٹ سے لے کر مرکزی قیادت تک احترام ووقار کا تعلق ووابستگی بلبل وگل، پروانہ وشمع کا سا تھا اور اس میں کبھی تزلزل نہیں آیا۔ اس میں قاری صاحب کا وجود مثالی مقام رکھتا تھا۔ بحالی جمہوریت کی تحریک میں دیوانہ وار متحرک رہے۔ اپنے پرایوں نے آپ کو نشانہ تنقید پر رکھا۔ لیکن ایک لمحہ کے لئے آپ کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ اسے کہتے ہیں نظریاتی وابستگی کہ جو فیصلہ جماعت کا ہے اس کا مبلغ بن جانا ہے اور بس۔ جب اوجڑی کیمپ کا واقعہ ہوا اس کے قریب فلسطین میں اسرائیلی مظالم کے خلاف ایک احتجاجی خط امریکی سفارت خانہ اسلام آباد کے سفیر کے سپرد کرنا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام نے طے کیا کہ اجتماعی طور پر وفد جائے گا۔ سفارت خانہ کے باہر بینر لہرائیں گے اور خط ان کے حوالہ کر کے واپس آجائیں گے۔ لیکن یہ بات ابنائے امریکہ کے لئے تشویش کا باعث تھی۔ چنانچہ پولیس نے روک دیا۔ وفد نے بڑھنے کی کوشش کی تو لاٹھی چارج، آنسو گیس کا استعمال اور گرفتاریاں شروع ہوگئیں۔ قاری نذیر احمد صاحب بھی اس معرکہ میں گرفتار ہوئے اور اڈیالہ جیل میں چند دن قید رہے۔

قاری نذیر احمد کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے تھا۔ خود فرماتے تھے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام سالانہ کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر بلاناغہ ہر سال حاضری کا معمول تھا۔ آغاز جوانی تھا، میں اکابر کی زیارت کے لئے علماء کرام کی قیام گاہ پر چلا گیا۔ حضرت درخواستی، حضرت مفتی صاحب اور بہت سارے حضرات تشریف فرما تھے۔ سب کی زیارت کی۔ ان میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد بھی تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کو جب پہلی بار دیکھا تو دل نے فیصلہ کیا کہ بیعت آپ سے ہونا ہے۔ طبیعت میں ایسا زبردست داعیہ پیدا ہوا کہ قاری صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کی بیعت کر لی۔ مولانا قاری نذیر احمد کو کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے مرشد، مرشد خانہ اور خانقاہ شریف سے تعلق واحترام کی ایک مثال قائم کر دی۔ آگے چل کر جمعیۃ میں شاخیں بنیں۔ لیکن یہ اپنے مرشد کے عمل کو دیکھتے، جدھر حضرت خواجہ صاحب، ادھر قاری نذیر احمد۔ بس مرشد کی اتباع کا بھی ریکارڈ قائم کر دیا۔ قاری نذیر احمد کو کریڈٹ جاتا ہے کہ جمعیۃ کی تمام قیادت آپ کی مسجد میں تشریف لائی۔ باہر کے مہمان حضرت مولانا سید اسعد مدنی، حضرت مولانا سید ارشد مدنی، غرضیکہ ملکی اور غیر ملکی چوٹی کے علماء کرام آپ کی مسجد وادارہ میں تشریف لائے۔

تقریباً دس سال پہلے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شاہی مسجد لاہور میں ختم نبوت کانفرنس رکھنا تھی۔ اس کے لئے ایک رابطہ کمیٹی بنی۔ جس میں جناب پیر رضوان نفیس، حضرت قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا علیم الدین شاکر، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا قاری نذیر احمد شامل تھے۔ انہوں نے لاہور ڈویژن کے ہر شہر وقصبہ کا دورہ کیا۔

میٹنگیں، بیانات، ملاقاتیں، کانفرنسیں، غرض بڑی کانفرنس کے لئے ایک سو مربعہ میل کا علاقہ ان حضرات نے گویا اس پورے ڈویژن کو جلسہ گاہ بنادیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ کانفرنس کامیاب رہی۔ اس کے بعد اس رابطہ کمیٹی نے پھر شکریہ ادا کرنے کے لئے دورہ کیا۔ اتنے حوصلہ افزاء نتائج ملے کہ طے کر لیا کہ یہ رابطہ کمیٹی قائم رہے گی۔ انصاف کی بات ہے کہ اس کمیٹی میں جو سب سے زیادہ فعال اور حاضر باش حضرات تھے ان میں مولانا قاری نذیر احمد بھی شامل تھے۔ اب لاہور اور پورے ڈویژن میں جو علماء، مشائخ متحرک نظر آتے ہیں۔ اس تحریک میں قاری نذیر احمد کی جدوجہد کا وافر حصہ ہے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد کا وصال ہوا۔ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ قاری نذیر احمد ایسے بیدار مغز اور بلند سوچ کے مالک تھے کہ فوراً صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کی ماہانہ خانقاہی نشست کا لاہور کے لئے وقت طے کرایا۔ اس عمل کا فائدہ یہ ہوا کہ پورا حلقہ ہر ماہ مسجد عائشہ مسلم ٹاؤن جمع ہو جاتا ہے اور یوں ربط باہمی کی عمدہ مثال قائم ہے۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے قاری صاحب کے ہاں شوگر نے اپنے لوازمات سمیت بن بلائے مہمان کی طرح ڈیرہ ڈال لیا۔ قاری صاحب کی بلند حوصلگی کہ وہ اسے ساتھ ساتھ لئے پھرتے رہے۔ آخر وقت تک اپنے معمولات کو ترک نہیں کیا۔ موت برحق ہے۔ اس سے کوئی استثناء نہیں۔ وقت موعود آن پہنچا۔ آپ اللہ رب العزت کے بلاوا پر چل دیئے۔ وصال کی اطلاع ملتے ہی قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن گھر تشریف لائے۔ دن ایک بجے وصال ہوا۔ شام کو لاہور میں جنازہ ہوا۔ جو حضرت مولانا محمد خان شیرانی نے پڑھایا۔ آپ کی میت کو آبائی علاقہ ''رتو کالا'' لے جایا گیا۔ رات دس بجے مولانا مفتی شاہد مسعود نے یہاں جنازہ پڑھایا اور آپ کو حضرت مولانا کامل الدین کے قدموں میں ابدی آرام گاہ میں پہنچا دیا گیا۔ دنیا گول ہے۔ آپ نے مولانا کامل الدین کی زیر سرپرستی تعلیم کا آغاز کیا۔ انہیں کے زیر قدم یہ عمل تکمیل پذیر ہوا۔ پھر پھرا کر ان کے قدموں میں ہی سو گئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادہ قاری محمود معاویہ کو مسجد کمیٹی کا صدر اور مدرسۃ البنات کا مہتمم اور چھوٹے صاحبزادہ مولانا محمد طیب کو مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشیں اور قاری صاحب کو بال بال مغفرت نصیب ہو۔ آمین!

کیا ہنس مکھ، ظریف الطبع، درویش اور نظریاتی ساتھی منوں مٹی کے نیچے چلے گئے۔ جہاں ہم سب نے جانا ہے۔ اللہ بس، باقی ہوس۔

(۲۳۲۹) نذیر احمد مغل، جناب الحاج

(وفات: ۵؍مارچ ۲۰۰۲ء)

آپ لاہور کے باسی تھے۔ تجارت پیشہ تھا۔ قومی کاموں میں سرگرم عمل رہے۔ آپ نے مغل آئی ہسپتال جوہر ٹاؤن میں قائم کیا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمیشہ صف اوّل میں رہے۔ منہاج القرآن میں قائم شعبہ تحفظ ختم نبوت کے پہلے سربراہ مقرر ہوئے۔ مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب کے آستانہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ وہاں سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ میں نسبت منتقل ہوئی جس کے آپ عمر بھر امین رہے۔

(۲۳۳۰) نذیر احمد، جناب ڈپٹی

(پیدائش:۱۸۳۰ء ...... وفات:۱۹۱۲ء)

اردو ادب کے پانچ پیاروں سر سید احمد، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، محمد حسین آزاد کے ناموں کے ساتھ پانچواں نام ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا ہے۔ تحصیل نگینہ ضلع بجنور کے تھے۔ آپ محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر سکولز تھے۔ اس لئے ڈپٹی کے نام سے موسوم ہوئے۔ آپ کا شمار سر سید کے رفقاء میں ہوتا تھا۔ عقائد میں بھی نیچریت کا خاصہ دخل تھا۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ترجمہ قرآن مجید ڈپٹی نذیر احمد کا تو سب کو معلوم ہے۔ جناب جمیل جالبی تاریخ اردو ادب کے نام پر چار ضخیم جلدوں میں ایک مرتب کی۔ مجلس ترقی ادب لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔ چوتھی جلد میں جناب ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا ایک واقعہ حیات النذیر ص۱۲۲، مصنفہ افتخار عالم ماہروی کے حوالہ سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے درج کیا ہے جو یہ ہے: ''مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض مریدان (ڈپٹی نذیر احمد) کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مرزا قادیانی کی صداقت کی ایک دلیل یہ ہے کہ سارا پنجاب ان کا قائل ہے۔ نذیر احمد نے کہا پنجاب کے لوگوں کی سند نہیں۔ ان کی ڈھل مل یقینی کا تو یہ حال ہے کہ اگر میں چھ مہینے وہاں پھروں اور دعویٰ بھی کوئی معمولی نہ کروں بلکہ دعویٰ خدائی تو اس چھ مہینے کے عرصہ میں آپ کو پچاس ہزار بندے دکھا سکتا ہوں۔''

(۲۳۳۱) نذیر اختر، جناب جسٹس میاں

قادیانیوں نے شعائر اسلام استعمال کئے۔ عدالت نے ان کو سزا دے دی۔ قادیانیوں نے اس سزا کو لاہور ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے قادیانیوں کے خلاف ۱۹۹۲ء کو معرکۃ الآراء فیصلہ لکھا کہ قادیانیت کے چہروں پر ذلتوں کے طومار بندھ گئے۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۹۲ء، پی.سی.آر.ایل.ج ۲۳۴۶)

(۲۳۳۲) نذیر حسین دہلوی، جناب سید مولانا

(پیدائش:۱۸۰۵ء ...... وفات:۱۰؍رجب ۱۳۲۰ھ/۱۳؍اکتوبر ۱۹۰۲ء)

سید نذیر حسین صوبہ بہار کے موضع سورج گڑھ ضلع مونگیر میں سید جواد علی کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۷برس کی عمر میں عظیم آباد پٹنہ میں آ کر شاہ محمد حسین (جو کہ سید احمد شہید کے مریدین میں سے تھے) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور قرآن وحدیث کے علوم حاصل کئے۔ دوران تعلیم پٹنہ ہی میں میاں نذیر صاحب کو اپنے استاذ (شاہ محمد حسین) کے مرشد سید احمد شہید اور شاہ محمد اسماعیل شہید کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے استفادہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دہلی چلے آئے جہاں اوّلاً مولانا عبدالخالق صاحب مسجد اورنگ آبادی اور بعد ازاں تکمیل حدیث میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کسب فیض کرنے کا موقع منجانب اللہ میسر آیا۔

تحصیل علم کے بعد جب ۱۲۵۷ھ، بمطابق ۱۸۴۱ء میں شاہ اسحاق مع اہل خانہ مکہ معظمہ ہجرت کر گئے تو آپ مسجد اورنگ آبادی میں مسند خاندان شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر تشریف فرما ہوئے اور قرآن وحدیث اور فقہ کا درس شروع کیا اور بفضل اللہ تعالیٰ

دہلی جیسے علمی اور عملی مرکز میں بیٹھ کر عوام الناس میں ایک حلقہ قائم کیا۔ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے اس اورنگ آبادی مسجد کو گرا کر ریلوے اسٹیشن کی حدود میں شامل کیا تو آپ پھاٹک حبش خان میں منتقل ہو گئے اور اس مقام پر باستغنا قرآن وسنت کی اشاعت میں مصروف عمل رہے۔ ایسے مصروف عمل رہے کہ زمانہ آپ کی فقاہت علم وفضل کا معترف ہوا۔ درسگاہ ہو، خانقاہ ہو، بادشاہ کا دربار ہو یا مصنف کا قلم آپ کی قابلیت اور استعداد کا ذکر قابل تحسین رہا ہے۔ سوانح قاسمی جلد اوّل میں سید مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ سید احمد خان کی کتاب ''آثار الصنادید'' نامی جو شائع ہوئی تھی اس میں میاں نذیر حسین کا ذکر کرتے ہوئے سید (احمد) صاحب نے لکھا کہ: ''مولوی نذیر بہت صاحب استعداد ہیں۔ خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ فن روایت میں آج بے نظیر ہیں...... باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت حلیم اور وضع متین کے پیر۔''

(سوانح قاسمی طبع لاہور جلد اوّل)

سید (احمد خان) کا یہ تبصرہ بھی اس وقت کا ہے جب سید نذیر حسین کی عمر ۴۳ برس کی تھی۔ اس کے تقریباً ۵۷ سال بعد زندہ رہے اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔ جب ۴۳ برس کی عمر میں ان کے متعلق یہ تبصرہ ہے کہ فقہ میں اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے اور فن روایت میں بے نظیر ہیں تو ان کی زندگی کے آخری حصہ میں ان کے علمی مقام کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔ میاں نذیر حسین کا شمار ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہے جو ایک انجمن کی حیثیت رکھتی ہیں اور ہر میدان میں پیش پیش نظر آتی ہیں۔ دور یشانہ صفت کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ صفات بھی نمایاں تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزدی میں سربرآوردہ قائدین میں بھی شامل رہے اور بعد ازاں مجاہدین ختم نبوت میں بھی۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد تبدیل ہوئے تو یہی میاں نذیر حسین صاحب ۹۰ سال کی عمر میں ڈولی میں بیٹھ کر عقید تمندوں کے سہارے چلتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ اس کے غلط عقائد پر مناظرے کے لئے دہلی کی جامع مسجد میں پہنچے اور باقی ماندہ عمر مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد کی تردید میں گزارے۔ جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کو ہامان، ابولہب، مخبوط الحواس وغیرہ کی گالیاں نکال کر اپنی بدزبانی پر مہر ثبت کی۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے جو فتویٰ مرتب کیا اس کا آپ نے ہی مفصل جواب تحریر کیا۔ اس کا یہ حصہ توجہ چاہتا ہے۔

''مرزا غلام احمد قادیانی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے۔ اس کے بعض عقائد ومقالات یونانی فلاسفہ کے ہیں۔ بعض پیروان وید یعنی ہنود سے لئے گئے ہیں۔ بعض نصاریٰ سے ماخوذ ہیں۔ اس کا طریقہ ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا سا ہے۔ اس کے دعوائے نبوت اور اشاعت اکاذیب اور ملحدانہ طریق کی وجہ سے وہ یقیناً ان تیس دجالوں میں سے ہے جن کی اطلاع حضرت مخبر صادق ﷺ نے دی تھی اور اس کے پیرو وہم مشرب ذریت دجال ہیں۔ اگر اس عمل واعتقاد کا شخص خدا کا ملہم ومخاطب ہو تو انبیاء وملہمین سابقین کا الہام پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے۔ قادیانی کا کواکب وسیارات وافلاک کے لئے نفوس وارواح تجویز کرنا یونان کے فلاسفہ اشراقیین اور ہنود کا مذہب ہے۔ چنانچہ قادیانی نے توضیح المرام کے ص ۳۳ پر اپنا یہی عقیدہ لکھا ہے قادیانی کا بطور استعارہ ابن اللہ کہلانے کو تجویز کرنا پوری نصرانیت ہے۔ بائبل سے ثابت ہے کہ عیسائیوں نے بھی استعارہ کے طور پر خدا کے پیارے اور مطیع بندوں کو ابن اللہ کہا ہے اور قرآن میں ان کے اس قول کی حکایت کا ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مگر یہی

استعارہ ان لوگوں کے مشرک ہو جانے اور مخلوق کو حقیقتاً خدا کا بیٹا قرار دینے کا موجب ہوا تو قرآن و اسلام آیا اور اس محاورہ کو دور کیا۔ اب قادیانی نے پھر اس محاورہ کو رائج کرنا چاہا اور قادیانی کا محدث ہونے کا دعویٰ کرنا اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور نبوت جزئی کے دروازے کو مفتوح کہنا بھی قرآن کا انکار ہے۔ قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھایا جانا تجویز کرنا نص قرآنی وما قتلوہ وما صلبوہ سے انکار ہے اور اس میں اس نے نیچریوں کی تقلید کی ہے جو عیسائیوں کے مقلد ہیں۔ قادیانی کا حضرت مسیح کے معجزات سے انکار کرنا قرآن کا انکار ہے۔ قادیانی کا حدیث نبوی کو مفسر قرآن نہ ماننا ضلالت ہے۔ اہل سنت وجماعت میں مسلم ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر اور اس کے اجمال کی مبین ہے۔ قادیانی کا اپنی پیروی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی انتہاء درجہ کی گمراہی ہے۔ کیونکہ ایسا دعویٰ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو نہیں پہنچتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ حیات مسیح علیہ السلام کا اعتقاد رکھنا شرک ہے۔ اس کا ان تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک کے تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ سمجھتے ہیں اور قیامت سے پہلے ان کے نزول کے معتقد ہیں مشرک بنانا ہے۔ قادیانی کا یہ عقیدہ جیسا کفر ہے محتاج تشریح نہیں، غرض یہ شخص اسلام سے قطعاً خارج ہے۔''

(۲۳۳۳) نذیر حسین ولد امیر علی، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا نذیر حسین کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۳۸ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۳۳۴) نذیر سلطان، جناب صاحبزادہ

دربار عالیہ گڑھ مہاراجہ حضرت سلطان باہو کے خاندان کے چشم وچراغ جناب صاحبزادہ نذیر سلطان ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بنے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جو محرکین قرارداد تھے اس میں آپ بھی شامل تھے۔ زہے نصیب کہ نسبت کہاں کام آگئی۔

(۲۳۳۵) نذیر علی شاہ، جناب برگیڈیئر

آپ اعلیٰ فوجی آفیسر تھے۔ قادیانیوں کے خلاف بہاول پور کے مقدمہ پر آپ نے ذیل کے تأثرات ارسال کئے۔ ملاحظہ ہوں: ''فیصلہ مقدمہ بہاول پور عہد صادق کا اہم ترین واقعہ ہے۔ اس مقدمہ کی پیروی سید انور شاہ صاحب اور حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی جیسے نامور علماء نے کی۔ ان کی فقید المثال توجہ اور تاریخ ساز کوششوں نے قادیانیت کے سومنات کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ یہ فیصلہ جسٹس محمد اکبر کے مثالی انہماک غیر معمولی استعداد اور قابل تحسین استقامت کا نتیجہ ہے۔ اس فیصلہ سے قادیانیت کی گمراہ کن حیثیت ہمیشہ کے لئے آشکار ہوگئی ہے۔''

(۲۳۳۶) نذیر ناجی، جناب

(پیدائش: اگست ۱۹۳۸ء)

آپ سرخ صحافت کے رکن رکین تھے۔ پیپلز پارٹی کے ترجمان، مساوات کے ایڈیٹر رہے۔ بھٹو صاحب کے عہد اقتدار اور رائے صاحب کی رفاقت میں آسمانوں پر اڑتے پھرتے تھے۔ خوب محنتی اور ورکر شخص تھے۔ سیلف میڈ تھے۔ خوب نام کمایا۔ پھر جنرل ضیاء الحق کے زیر عتاب بھی رہے۔ آپ نے قادیانی گروہ کے بارہ میں تحریر کیا کہ: ''بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے ختم نبوت کی پہلی تحریک میں حصہ لیا اور قید کاٹی تھی۔ اس وقت تک میں نے خود مرزائی نہیں دیکھے تھے۔ استاد گرامی مولانا محمد حسن مرحوم سے سنا کرتا تھا کہ ایک گروہ ایسا ہے، جس نے اپنا ایک نبی بنا رکھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود خود کو مسلمان کہلوانے پر بضد ہے۔ اس وقت ہمارا سیدھا سادھا مطالبہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ یہ جنگ طویل عرصے تک لڑی گئی اور جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ان کے دور میں اس گروہ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ مرزائیوں کے خلاف جو کچھ بھی کہا جاتا تھا، مجھے اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ علمائے کرام زیادتی کرتے ہیں جو ان لوگوں کی علیحدہ سماجی پہچان اور کلیدی آسامیوں سے علیحدگی کے مطالبے کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ باتیں بنیادی انسانی حقوق کا حصہ ہیں اور یہ حقوق ان لوگوں کو ملنا چاہئیں۔ لیکن گزشتہ روز ''نوائے وقت'' نے ایک تصویر شائع کر کے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ یہ تصویر ''یروشلم پوسٹ'' کے ۲۲ر نومبر کے شمارے میں سے لی گئی ہے۔ اس میں اسرائیل کے صدر کے سامنے دو افراد مؤدب بیٹھے ہیں۔ ایک کا نام شیخ شریف احمد امینی اور دوسرے کا شیخ محمد حمید کا پر ہے۔ شیخ امینی اسرائیل میں اپنے گروہ کے نئے سربراہ شیخ حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کرا رہے ہیں اور مرزائیوں کو اسرائیل میں جو آزادیاں حاصل ہیں، ان پر اسرائیلی حکومت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ یہ بڑی معنی خیز تصویر ہے۔

جن لوگوں کو اسرائیل کی اصلیت معلوم ہے، اس کا اندازہ صرف وہی لگا سکتے ہیں کہ ایک ایسے گروہ کے ساتھ وہاں کی حکومت کے اتنے قریبی اور گہرے تعلقات کا مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ جس کے رخصت ہونے والے سربراہ کو اسرائیل کا صدر ذاتی طور پر الوداع کہے اور آنے والے کا خیر مقدم کرے۔ اسرائیلی حکومت دنیا کا سب سے بڑا مافیا ہے۔ اس کا ہدف دنیا بھر کے مسلمان ہیں۔ یہ محض ایک ریاست نہیں، ایک مرکز ہے۔ صیہونیت کا مرکز، عالمی سرمایہ دارانہ تنظیموں کا مرکز، افریقہ اور ایشیاء کی غریب اور کمزور قوموں کے خلاف سازشوں کا مرکز، امریکہ اور مغربی یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں کے حکمران طبقوں کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لئے منصوبہ بندی کا مرکز اور بدترین عالمی دہشت گردی کا اڈہ۔ یہ محض الزام تراشی نہیں، بلکہ وہ حقائق ہیں جنہیں امریکہ اور یورپ کے اہل دانش بھی تسلیم کرتے ہیں۔

ترقی یافتہ دنیا، ابلاغ کی دنیا ہے۔ آپ کی رائے، خیالات، نظریات اور سوچیں سب کا انحصار اطلاعات پر ہوتا ہے۔ حکومتوں اور اداروں کی پالیسیاں مالیاتی نظام کے تابع ہوتی ہیں۔ یہودیوں نے ان دونوں شعبوں پر قبضہ جما رکھا ہے اور جس طرح چاہتے ہیں، ان طاقتور حکومتوں کو استعمال کرتے ہیں۔ ان سے تمام فوائد اٹھانے کے باوجود یہ ان کے بھی دوست نہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ چند ہفتے قبل امریکہ میں اسرائیل کے لئے جاسوسی کرنے والے چند افراد پکڑے گئے تھے۔ یہ اپنے سرپرست، امریکہ کے دفاعی راز حاصل کر رہے تھے۔ یہ اتنا بڑا واقعہ تھا کہ امریکی پریس آزاد ہوتا تو وہاں ہلچل مچ جاتی۔ لیکن یہودی پریس نے تیسرے دن اسے خبروں

سے غائب کر دیا۔ آپ شاید امریکی پریس کے ''آزاد'' نہ ہونے کی بات پڑھ کر چونکے ہوں۔ وضاحت میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ امریکہ کے ذرائع کا غالب حصہ ہی یہودیوں کی ملکیت نہیں، پیشہ ور صحافیوں میں بھی انہیں کی اکثریت ہے اور یہ لوگ اخبارات وجرائد اور دیگر میڈیا میں کلیدی آسامیوں پر قابض ہیں۔ تقسیم وترسیل کا سارا نظام بھی یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ یہ جب چاہیں بڑے سے بڑے اخبار کو اٹھانے سے انکار کر کے مارکیٹ سے غائب کر دیں۔ اپنی اس طاقت کا وہ خوب استعمال کرتے ہیں۔ کسی اشاعتی ادارے میں یہ جرأت نہیں کہ اسرائیل کے مظالم کے بارے میں سچی رپورٹ شائع کر سکے۔ صابرہ اور شتیلہ کے قتل، عام انسانی تاریخ کے بدترین سفاکانہ واقعات تھے۔ ابتدائی چند روزہ خبروں کے بعد انہیں دبا دیا گیا۔ لیکن یورپ کے دوشہروں میں چند افراد کا قتل دنیا کو جنگ کئے کنارے لے آیا اور کچھ بعید نہیں کہ یہ وارداتیں بھی خود یہودیوں نے کی ہوں۔ تاکہ لیبیا پر دباؤ بڑھایا جائے جو افریقہ اور عرب دنیا میں مظلوم لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ خود پاکستان کے پرامن ایٹمی پروگرام کو دنیا بھر میں متنازعہ بنانے والے یہودی ہیں۔ یہ کمال کی بات نہیں کہ ہم جو ابھی تحقیق کے مراحل میں ہیں، دنیا بھر کے سامنے صفائیاں دینے پر مجبور ہیں اور اسرائیل جو بارہ ایٹم بموں کا ذخیرہ رکھتا ہے اور اس کا جارحیت کا ریکارڈ بھی بدترین ہے، اس کا نام تک نہیں لیا جاتا۔

ایک ایسے ملک کی حکومت کے ساتھ اتنے قریبی، خوشگوار اور دوستانہ تعلقات رکھنے والا گروہ مسلمانوں کا دوست ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ نہیں کہ میں مرزائیوں پر شک کرتا ہوں، میں تو اسرائیلیوں پر یقین رکھتا ہوں۔ وہ اپنے مفاد کے سواء کسی پر مہربان نہیں ہوتے۔ یہ سوچنا مسلمانوں کا کام ہے کہ ان لوگوں سے اسرائیل کیا مفادات حاصل کر رہا ہوگا؟ قارئین یقیناً اس بات سے باخبر ہوں گے کہ اسرائیل پاکستان کو اپنے بنیادی دشمنوں کی صفت میں شمار کرتا ہے۔ اسرائیل کے فوجی ماہرین نے اس موضوع پر بہت کام کیا ہے کہ پاکستان سے اسے کیا کیا خطرات پیش آسکتے ہیں اور ان خطرات کو کم کرنے کے لئے اسرائیل کو کیا کرنا چاہئے؟ دنیا بھر کے یہودی ادارے پاکستان میں عدم استحکام کے لئے کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی حکومت جب کسی گروہ کی پذیرائی کرتی ہے، تو کیا اس کے عوض وہ کچھ حاصل نہیں کر رہی ہوگی؟ یہ امر شک وشبہ کی گنجائش سے بالا ہے کہ یہودی گھاٹے کا سودا نہیں کرتا۔

علمائے کرام تو مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے الگ کرنے کے مطالبات، عقائد کے حوالے سے کرتے ہیں۔ لیکن پاکستان کے دفاع کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان لوگوں سے چوکس رہا جائے۔ یہ کچھ بھی نہ کرتے ہوں تو بھی ان سے محتاط رہنے کی یہی وجہ کافی ہے کہ ان پر اسرائیل اور بھارت کی حکومتیں مہربان ہیں۔ پاکستان میں ان کی تنظیم کا طریقہ پراسرار ہے۔ یہ لوگ جس ملک میں بھی ہوں، ایک مرکز کے تابع ہوتے ہیں اور اس کی ہدایات کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ آپ کو میرے قلم سے یہ باتیں کچھ عجیب لگیں گی۔ لیکن یاد کریں کہ اگر اس صدی کے اوائل میں فلسطین کے مسلمانوں نے اس طرح سوچ لیا ہوتا، جس طرح میں آج مرزائیوں کے بارے میں لکھ رہا ہوں تو شاید وہ اس طرح جلاوطن نہ ہوتے۔ وہ اکثریت میں تھے اور غافل تھے۔ یہودیوں نے آہستہ آہستہ معاشرے کے ہر شعبے میں اپنی جڑیں پھیلائیں اور پھر اقلیت میں ہونے کے باوجود ایک پوری قوم کا قتل عام کر دیا۔ شروع میں کوئی خدشہ ظاہر کرتا تو وہ اتنا ہی معمولی نظر آتا، جتنا آج آپ کو میری بات نظر آئے گی۔ ہمارے روشن خیال اور ترقی پسند لوگ اس قسم کی باتوں کو فیشن کے خلاف سمجھتے ہیں۔ فلسطین کے دانشوروں نے بھی یہی سمجھا ہوگا۔ ان کی قوم کا انجام سامنے ہے جو گروہ اسرائیل کا دوست ہے۔ اسے معمولی اور

کمزور تصور نہیں کرنا چاہئے۔ اس کا مطلب ہے کہ دنیا کی سب سے منظّم مالی، فوجی اور ذرائع ابلاغ پر قابض قوتیں ان کے ساتھ ہیں۔ یہ قوتیں پاکستانی عوام کی دشمن ہیں۔ جب وہ اس ملک کے ایک گروہ کی سرپرستی کر رہی ہوں تو یہ جاننے کے لئے زیادہ عقل کی ضرورت نہیں کہ وہ گروہ کیا خدمات انجام دے رہا ہوگا؟'' (کالم ''سویرے سویرے'' روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۱۵؍جنوری ۱۹۸۸ء)

(۲۳۳۷) نسیم حجازی (معروف ناول نگار)، جناب

(ولادت: ۱۹؍مئی ۱۹۱۹ء، سوجان پور ضلع گورداسپور ...... وفات: ۲؍مارچ ۱۹۹۶ء، راولپنڈی)

اردو ادب کے استاذ، ناول نگار، صحافی، ادیب، طنز و مزاح نگار، اسلامی تاریخ پر ایک درجن سے زائد عظیم و ضخیم ناول رہتی دنیا تک آپ کی یادگار رہیں۔ آپ گورداسپور کے تھے۔ ملعون قادیانی وہاں کا تھا۔ قادیانی فتنہ کے خدوخال سے ایسے باخبر تھے کہ عمر بھر کبھی کسی رعایت کا ان کو مستحق نہیں گردانا۔

(۲۳۳۸) نسیم حسن شاہ، جناب جسٹس ڈاکٹر سید

وفاقی شرعی عدالت کے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ کو قادیانیوں نے وفاقی شرعی عدالت کے سپریم کورٹ اپیل بنچ میں چیلنج کیا۔ جس میں پانچ سپریم کورٹ کے بنچ جج صاحبان تھے۔ ان میں ایک جناب جسٹس ڈاکٹر سید نسیم حسین شاہ بھی تھے جنہوں نے ۱۱؍جنوری ۱۹۸۸ء کو قادیانی اپیل کو مسترد کیا۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۸۸ء، ایس.سی ۱۶۷)

(۲۳۳۹) نسیم عثمانی (اسلامیہ کالج کراچی)، جناب پروفیسر ڈاکٹر

(پیدائش: ۱۹۴۳ء ...... وفات: ۲۴؍مئی ۱۹۹۳ء، کراچی)

ماہر تعلیم، محقق، پروفیسر شعبہ اسلامیات وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی ذیل میں ان کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ''جب سے صدر ضیاء الحق نے عوامی مطالبے پر قادیانیوں کے خلاف اقدامات کا اعلان کیا ہے، قادیانی غیرممالک میں بہت سرگرم ہوئے ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ پاکستان کو کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچایا جائے۔ کیونکہ اب ان کی پاکستان کے ساتھ دلچسپیاں ختم ہوگئی ہیں۔ وہ اس مقصد کے لئے اپنے نوجوانوں کو گروپوں کی صورت میں ایک منظّم منصوبے کے تحت بیرون ملک بھیج رہے ہیں، جو وہاں جاکر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ مہم منظّم کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل جب میں اور ڈاکٹر بشارت میونخ جارہے تھے تو ہمارے ساتھ ہی گوجرانوالہ اور گجرات کے قادیانی نوجوانوں کا ایک گروپ بھی سفر کر رہا تھا۔ ہماری ان قادیانی نوجوانوں سے دمشق کے ایک ہوٹل میں تفصیلی ملاقات اور بات چیت ہوئی اور ان کی بات چیت ہی سے ہمیں ان کے مذموم ارادوں کا علم ہوا۔ اس گروپ سے بات چیت کے بعد ہمیں احساس ہوا کہ قادیانی اب اپنی تحریک کا مرکز اور ہیڈ کوارٹر روم کو بنانا چاہتے ہیں جو ایک کھلا اور آزاد شہر ہے اور یہاں انہیں زیادہ سے زیادہ سہولتیں مل سکتی ہیں۔'' (روزنامہ جنگ مؤرخہ ۵؍جون ۱۹۸۴ء)

(۲۳۴۰) نصراللہ خان (خان گڑھ)، جناب نوابزادہ

(ولادت:۱۳/نومبر۱۹۱۶ء ...... ۲۶/ستمبر۲۰۰۳ء)

خان گڑھ ضلع مظفرگڑھ کے بے تاج بادشاہ، بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خان پاکستان بننے سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے اور کل ہند مجلس احرار کے ناظم عمومی منتخب ہوئے۔ نوابزادہ صاحب اپنی روایات، ذاتی شرافت، کمال دیانتداری کے باعث پاکستان کے ان نامور راہنماؤں میں سے ہیں جن پر پاکستان کی دھرتی کو بھی ناز ہے۔ آپ نے اپنے بزرگوں کے ساتھ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے نائب صدر اور مولانا سید محمد یوسف بنوری مرکزی صدر کے دست وبازو تھے۔ آپ کی خطابت نے تحریک میں جان پیدا کی اور آپ تحریک کے روح رواں تھے۔ قیام مجلس کے پہلے اجلاس سے لے کر فیصلہ ہوجانے تک پورے دور میں دن رات تحریک کی کارروائی کے لئے ایک کر دیئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں حضرت مولانا خان محمد صاحب کے ساتھ شریک عمل رہے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ وچناب نگر میں ان کی تشریف آوری سے کانفرنس کا ایک سماں بندھ جاتا تھا۔

(۲۳۴۱) نصرت بھٹو، محترمہ

(پیدائش:۲۳/مارچ۱۹۲۹ء ...... وفات:۲۳/اکتوبر۲۰۱۱ء)

پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی وچیئرمین، پاکستان کے صدر اور وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی اہلیہ، پاکستان کی خاتون اوّل محترمہ نصرت بھٹو سے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں زیر بحث تھا قادیانی خواتین کا وفد ملا۔ محترمہ چونکہ ایرانی نژاد تھیں اور شیعہ مسلک سے تعلق رکھتی تھیں۔ قادیانی خواتین نے اسے شیشہ میں اتارنے کے لئے کہا کہ مولوی لوگ ابھی ہمیں (قادیانیوں کو) کافرقرار دلوانے کے درپے ہیں۔ پھر یہ شیعہ حضرات کو کافر دلوانے کے درپے ہوں گے۔ محترمہ اس ملاقات کے بعد بھٹو صاحب کے سر ہوگئیں کہ یہ کیا ہورہا ہے۔ بس کرو۔ اسے ختم کرو۔ بھٹو صاحب مسئلہ کی نزاکت کو سمجھتے تھے کہ ایسے کرنا خطرناک ہوگا۔ جناب بھٹو صاحب نے مولانا غلام غوث ہزاروی کو ساری صورت حال سے باخبر کیا۔ حضرت ہزاروی صاحب کتابیں لے کر وزیراعظم ہاؤس گئے۔ نصرت بھٹو صاحبہ سے ملاقات کی۔ ملعون قادیان کے حوالہ جات دکھائے کہ اہل بیت، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسین، سیدنا علی، سیدنا حسن کی یہ توہین کی۔ اس پر محترمہ کی آنکھیں ایسی کھلیں کہ وہ بھٹو صاحب کے سر ہوگئیں کہ قادیانیوں کو جلدی کافرقرار دلاؤ۔ ملک کو امتحان میں نہ ڈالو۔ یوں ملعون قادیان کے حوالے پڑھ کر محترمہ پر قادیانی کفر عیاں ہوا۔

(۲۳۴۲) نصیرالدین غورغشتی، حضرت مولانا

(ولادت:۱۸۷۸ء ...... وفات:۲۳/جنوری۱۹۶۸ء)

شارح مشکوٰۃ، حضرت شیخ الہند کے شاگرد، مولانا حسین علی واں بھچراں کے خلیفہ مجاز، نامور محدث اور معروف زمانہ مدرس

تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں والہانہ حصہ لیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔انہیں ایسے ایثار پیشہ مشائخ کی قربانیوں کے صدقہ میں قادیانیت آج زبوں حالی کا شکار ہے۔

(۲۳۴۳) نصیرالدین گولڑوی، جناب پیر

(وفات:۱۳رفروری ۲۰۰۹ء)

حضرت پیر سید نصیرالدین نصیرا پنے دادا پیر طریقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کی خانقاہ کے گدی نشین تھے۔عالم، فاضل،علوم جدید وقدیم کے شناور،صوفی ، سکالراور شاعر تھے۔روایتی پیروں سے ہٹ کر وہ توحید کے علمبردار تھے۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی آبیاری اور پاسبانی انہیں ورثہ میں ملی تھی۔

فتنہ قادیانیت کے رد کے لئے کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ پاسپورٹ میں خانہ مذہب کی بحالی کے لئے قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی زیر صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آل پارٹیز میٹنگ منعقد کی۔حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی طرف سے دعوت نامہ اور پیغام خصوصی لے کر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد ان سے ملنے گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد خانقاہ سراجیہ کے موجودہ سجادہ نشین کے بڑے صاحبزادہ ہیں تو اکرام واحترام کی بارش کردی۔ بہت ہی عزت افزائی کی۔کانفرنس میں شرکت کے لئے پہلے سے طے شدہ پروگرام کو پس وپیش کرنے کا فرمایا۔دوروز بعد پہلے سے طے شدہ پروگرام میں تبدیلی نہ ہونے کے باعث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے پاس وفد بھیج کر معذرت کی اور کانفرنس میں نہ صرف اپنا نمائندہ وفد بھیجا بلکہ تحریری پیغام بھی ارسال کیا۔جوصدر اجلاس مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔

حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ اگست ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی سے مناظرہ ومقابلہ کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔ مرزا قادیانی نے پیر صاحب کے مقابلہ سے راہ فرار اختیار کر کے اپنے چہرہ ودل کی طرح قادیانیت کی تاریخ کو بھی سیاہ کردیا۔اس واقعہ کے سو سال پورے ہونے پر ۲۰۰۰ء میں پیر نصیرالدین نے لاہور میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا۔مولانا پیر نصیرالدین صاحب سے ایک بار چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے درخواست کی۔کانفرنس کے دنوں میں ہی آپ کا سفر عمرہ طے تھا۔تاہم وعدہ کیا کہ جب پنجاب کے سفر پر ضلع جھنگ کا دورہ ہوا تو چناب نگر مسجد ومدرسہ ختم نبوت کے لئے مستقل وقت دوں گا۔ہماری سستی کہ ہم دوبارہ یاددہانی نہ کراسکے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت مولانا قاری محمد امین مہتمم جامعہ عثمانیہ راولپنڈی ان سے مسلسل رابطہ میں رہتے تھے اور حضرت پیر صاحب مجلس کی کارکردگی پر غائبانہ دعاؤں سے سرفراز کرتے رہتے تھے۔ان کے بہت ہی اجلے کردار اور اپنے آباؤ اجداد کی روایات کو برقرار رکھنے کے لئے تفصیلی مقالہ کی ضرورت ہے۔ان سے عہد رفتہ کی بہت سی وابستہ یادیں آئندہ نسلوں کے لئے زریں تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں۔ وہ کیا گئے عہد رفتہ کی تاریخ کا باب ہی گم ہوگیا۔حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۲۳۴۴) نظام الدین بی.اے (گجرات)، جناب ابوعبیدہ

(پیدائش:۱۸۹۶ء وصال:۵/جولائی ۱۹۸۵ء)

ہمارے ممدوح جناب ابوعبیدہ نظام الدین مرحوم ۱۸۹۶ء میں بہور چھ ضلع گجرات پنجاب پاکستان میں پیدا ہوئے۔آپ کے والدگرامی کا نام بھاگ دین تھا۔آپ کا تعلق بٹ کشمیری قوم سے تھا۔ابتدائی تعلیم سے لے کر ایف.اے تک اپنے آبائی گاؤں اور آبائی ضلع گجرات میں حاصل کی۔آپ نے پرائیویٹ طور پر بی.اے کیا اور پھرایس.اے.یو کیا۔آپ کے بڑے بھائی فوج میں ملازم تھے اور کوہاٹ چھاؤنی میں تعینات تھے۔انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی نظام الدین کو کوہاٹ بلا بھیجا۔تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۲۳ء میں حضرت مولانا نظام الدین مرحوم کوہاٹ اسلامیہ ہائی سکول میں سائنس ٹیچر مقرر ہوگئے۔آپ نے اپنی بقیہ زندگی کا بھی اکثر حصہ کوہاٹ میں گزارا۔رہائش گاہ اور زمین کی دیکھ بھال کے علاوہ عزیز واقارب کی خوشی وغمی میں شرکت کے لئے سال میں ایک دو بار آپ بہور چھ تشریف لاتے تھے۔قدرت نے آپ کو سات بیٹے اور ایک بیٹی، اولاد صالح نصیب فرمائی۔تمام اولاد کو آپ نے اعلیٰ تعلیم دلائی۔تمام اولاد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہی۔اکثر بیٹے فوج میں ملازم ہوئے اور اعلیٰ عہدوں پر ترقی پائی۔اس وقت مرحوم کی تمام اولاد بحمد اللہ حیات ہے اور پاکستان، کینیڈا اور برطانیہ میں مقیم ہے۔اولاد کے نام درج ذیل ہیں:

۱...... میجر قاسم عبید اللہ۔یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

۲...... عنایت اللہ برق۔آپ علی گڑھ کالج کے سند یافتہ ہیں۔واپڈا کے جنرل مینجر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔آج کل لاہور میں مقیم ہیں۔

۳...... ڈاکٹر مفتی کفایت اللہ۔آپ راولپنڈی میں مقیم ہیں۔اپنا کلینک ہے۔میڈیکل کے کئی شعبوں میں اسپیشلسٹ ہیں۔یہ ۱۵/جولائی ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ان دنوں جناب ابوعبیدہ مولانا نظام الدین مرحوم فقیہ ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی سے ملاقات کے لئے دہلی گئے ہوئے تھے۔اس دوران بیٹے کی ولادت ہوئی تو اسی نسبت سے آپ نے بیٹے کا نام مفتی کفایت اللہ رکھا۔

۴...... بریگیڈیئر خالد سیف اللہ۔یہ ریٹائرڈ بریگیڈیئر ہیں۔آج کل اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

۵...... انور صبغتہ اللہ۔یہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔

۶...... عثمان حفیظ اللہ۔یہ برطانیہ میں مقیم ہیں۔

۷...... میجر شبیر احمد ثانی۔یہ ریٹائرڈ میجر ہیں۔اسلام آباد میں مقیم ہیں۔

۸...... بیٹی کا نام فوزیہ خانم ایم.اے ہے۔

مولانا مرحوم نے اپنے بڑے صاحبزادے عبید اللہ کے نام پر اپنی کنیت ابوعبیدہ اختیار کی اور یوں ابوعبیدہ نظام الدین بی اے کوہاٹی کے نام سے متعارف ہوئے۔

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی، جناب علامہ سید سلیمان ندوی اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی سے تعلق ارادت تھا۔ ان اکابر کی صحبتوں نے آپ میں دینی کتب کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا۔ ہر وقت دینی کتب کا مطالعہ آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا۔ ہندوستان بھر میں آپ نے اہل باطل سے مناظرے کئے۔ دلائل و براہین سے گفتگو آپ کی پہچان تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خانہ ساز نبوت، مہدویت، مجددیت اور مسیحیت کا تانا بانا تیار کیا تو دیگر مناظرین اسلام کی طرح آپ بھی قادیانیت شکن بن کر میدان میں اترے۔ تردید قادیانیت کے موضوع پر آپ کے تمام رشحات قلم کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ''احتساب قادیانیت چودھویں جلد'' میں یکجا شائع کیا ہے۔

آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر مفتی کفایت اللہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا چچا مرنے والا ہے۔ وہ قادیانی ہے۔ آپ ہمارے گاؤں چلیں اور اسے سمجھائیں کہ وہ قادیانیت سے توبہ کرلے۔ آپ فوری طور پر ان افراد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ ان کے چچا کو تبلیغ کی۔ اس پر قادیانیت کے دجل وفریب کو واضح کیا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اللہ کے فضل اور آپ کی تبلیغ کی برکت سے وہ شخص اسی وقت مسلمان ہوگیا۔ ابھی آپ اسے مسلمان کرنے کے بعد اس گھر سے نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ اس نومسلم کا انتقال ہوگیا۔ اسی طرح نہ معلوم کتنی مخلوق خدا کو آپ نے ارتداد وزندقہ سے توبہ کراکر حلقہ بگوش اسلام کیا۔

بہورچھ میں موجود مولانا مرحوم کے ایک نواسہ کے مطابق مولانا مرحوم ہلکے پھلکے جسم کے انسان تھے۔ چہرے پر رب کریم کے کرم سے نورانیت موسلا دھار بارش کی طرح برستی نظر آتی تھی۔ بے پناہ جاذبیت سے ان کی مخلصانہ تبلیغ اسلام اور تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن سے لگاؤ کی برکات جھلکتی نمایاں نظر آتی تھیں۔ آخر دم تک چلتے پھرتے رہے۔ کبھی معذور نہیں ہوئے۔ ۸۹ سال عمر پائی۔ زندگی کے آخری ایام میں اپنے آبائی گاؤں بہورچھ آگئے۔ رات کو ہاٹ اٹیک ہوا۔ چند دن کمبائنڈ ملٹری ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ۵؍جولائی ۱۹۸۵ء یوم الجمعہ کو انتقال فرمایا۔ گاؤں کے خطیب حضرت مولانا محمد طارق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہورچھ کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔ علاقہ میں ''کوہاٹی بابا'' کے نام سے مشہور تھے۔

رب کریم کے کرم کو دیکھیں کہ مولانا نظام الدین نے جس فتنہ خبیثہ قادیانیت کا تعاقب ہندوستان میں شروع کیا۔ پاکستان میں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکات ختم نبوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی، حکیم نورالدین، مرزا محمود اور مرزا ناصر کو اپنے سامنے ایڑیاں رگڑتے دیکھا۔ قادیانیت کی ذلت، رسوائی اور پسپائی اور مجاہدین ختم نبوت کی کامیابیوں و کامرانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر، کامیاب زندگی گزار کر رب کریم کے حضور تشریف لے گئے۔

اخفاء واخلاص کے دلدادہ اور ریاکاری سے دور بھاگنے والے ان بزرگ کے ان مقدس اعمال کو دیکھیں۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی مقدس تحریکات ختم نبوت ہم مسکین لوگوں نے اپنی جوانی میں لڑیں۔ چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ ہمارے مجاہد، جرنیل، کامیاب وفاتح قائد جناب ابوعبیدہ مولانا نظام الدین صاحب قریب ہی رہتے ہیں۔ ان کی اس مخلصانہ ریاضت پر اس سے بہتر کیا خراج تحسین پیش کیا جاسکتا ہے کہ عاش غریبا ومات غریبا!

شان بوذری رضی اللہ عنہ کا ایک عظیم نشان آں مرحوم کی ذات گرامی تھی۔ حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا محمد حیات اور ابوعبیدہ حضرت مولانا نظام الدین اور حافظ محمد شفیع سنکھتروی کا خمیر ایسا لگتا ہے کہ ایک مٹی سے گوندھا گیا تھا۔ ان پانچ مناظرین میں سے دو، حضرت مولانا لال حسین اختر اور حضرت مولانا محمد حیات راقم الحروف کے استاذ اور تین، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ابوعبیدہ حضرت مولانا نظام الدین اور حافظ محمد شفیع سنکھتروی غائبانہ محبتوں کا محور ومرکز ہیں۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان سبھی حضرات کا ساتھ نصیب فرمائیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

آپ کا امتیازی وصف اور خوبی یہ ہے کہ آپ قادیانیوں کو قادیانیوں کی کتابوں سے جواب دیتے ہیں۔ قادیانیوں کے ہر اعتراض کے سامنے قادیانی کتابوں کے حوالہ جات کی سدّ سکندری کھڑی کر دیتے ہیں۔ یاجوج ماجوج کی طرح قادیانی ان حوالہ جات کی دیوار کو چاٹ چاٹ کر نیم جان ہو کر اول فول بکنے لگ جاتے ہیں۔ موصوف کی یہ امتیازی شان ان کی کتابوں میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔ تقریباً سو سال گزرنے کے باوجود ان کی کتابوں کی ضرورت اور آب وتاب جوں کی توں باقی ہے۔ کوئی مناظر ان کی کتب سے بے نیازی نہیں برت سکتا۔ آج بھی قادیانیوں کے خلاف مناظرہ کا ہر صاحب ذوق مناظر ان کی کتب کا زیردست وممنون احسان نظر آتا ہے۔ ان کی عظیم خدمات کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔

ان کی چار کتب ہمیں میسر آئی ہیں:

۱...... ''توضیح الکلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' ۲...... ''کذبات مرزا''

۳...... ''برق آسمانی برفرق قادیانی'' ۴...... ''منکوحہ آسمانی''

جو احتساب قادیانیت کی جلد ۱۴ کی زینت بنی ہیں۔ مزید ان کے رشحات قلم شائع نہ ہوسکے۔ ان کی کتب ومسودہ جات بیس سال کا عرصہ ہوا ان کے ایک عزیز جو فوجی آفیسر تھے اور لاہور میں مقیم تھے انہوں نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری کو وقف کئے تھے۔ ان کی نوٹ بکوں کو آج کوئی اللہ کا بندہ ترتیب دے۔ حوالہ جات پر محنت کرے تو ردقادیانیت کا خوبصورت انڈکس تیار ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کام کے لئے صلاحیت وتوفیق اور فرصت درکار ہے۔ کسے اللہ تعالیٰ توفیق دیتے ہیں یہ ایک سوالیہ ہے؟ فقیر حقیر راقم الحروف سے جو ہوسکا وہ عنایت الٰہی ہے اور آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔

قارئین! قدرت کے کرم کو دیکھیں کس طرح ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کارامت کو نصیب کئے جنہوں نے قادیانیت کے خلاف اپنی صلاحیتوں کو وقف کئے رکھا۔ آج ان حضرات کی محنت کو حق تعالیٰ کس طرح اجاگر فرمارہے ہیں۔ یہ ان کے مخلصانہ کام اور جدوجہد کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ ہم ان کے صحیح وارث ہیں؟ یہ ہمارے پر منحصر ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہی قارئین، مبلغین اور رفقاء سے میری درخواست ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ عالم آخرت میں ان مرحوم مصنّفین سے ملاقات یقیناً تمام تھکاوٹوں کو دور کر دے گی۔ اے مولائے کریم! تو ایسے ہی فرما۔ ان کے علوم کا صحیح وارث بنادے اور قیامت کے دن تمام رسوائیوں سے محفوظ فرما کر ان حضرات کی صحبتوں کے مزے لوٹنے کی توفیق عنایت کر دے۔ ہماری مشکلات کو آسان اور پریشانیوں کو دور فرما اور زیادہ سے زیادہ جگرسوزی کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عنایت فرما۔ آمین ثم آمین! بحرمة النبی الکریم وخاتم النّبیین!

(۲۳۴۵) نظام الدین جھجروی ثم حیدرآبادی (طوطی دکن)، حضرت مولانا

(ولادت:۱۸۵۷ء ...... وفات:۱۹۲۶ء)

حضرت مولانا نظام الدین طوطی دکن رشد وہدایت کا سرچشمہ تھے۔ مرزا قادیانی نے جن مشائخ کو دعوت مباہلہ دی ان میں حضرت مولانا نظام الدین طوطی دکن بھی شامل ہیں۔ آپ کو مرزا قادیانی نے دعوت مباہلہ دی تو آپ اور مولوی شاہ سلام الدین مباہلہ کے لئے لاہور مقررہ مقام پر پہنچے۔ مگر مدمقابل وہاں پر نہ پہنچا۔ (ہدی ہریانہ ص۱۶۳)

(۲۳۴۶) نظام الدین چشتی صابری، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا نظام الدین چشتی صابری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۱۰۴ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۳۴۷) نظام الدین (سجادہ نشین نیاز احمد بریلی)، حضرت علامہ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت علامہ نظام الدین کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱، نمبر۵۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۳۴۸) نظام الدین ملتانی، جناب مفتی

بریلوی مکتب فکر کے مولانا نظام الدین ملتانی تھے۔ بعد میں وزیرآباد شہر میں منتقل ہوئے۔ وہاں وصال ہوا۔ ''قہر یزدانی برقلعہ قادیانی'' آپ کا مرتب کردہ ہے اور اب یہ احتساب قادیانیت جلد۴۶ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۳۴۹) نظر زیدی، جناب سید

آپ معارف اسلامی کے رکن تھے۔ نامور دانشور اور ادیب تھے۔ آپ نے قادیانی گروہ کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرمایا: ''مرزا غلام احمد قادیانی سے پہلے جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، وہ کوئی بڑی جماعت بنانے میں کامیاب نہیں ہوئے، بلکہ عبرتناک انجام سے دوچار ہوئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ برصغیر پاک وہند میں پیدا ہونے والے اس خودساختہ نبی کو ایک مستحکم جماعت بنانے میں کیسے کامیابی حاصل ہوئی؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ برصغیر میں، انگریز کی حکومت قائم ہوجانے کی وجہ سے، ماضی کے مقابلے میں حالات بالکل مختلف تھے۔ ایک خیال تو یہ ہے کہ پودا لگایا ہی انگریز سیاست دانوں نے تھا۔ لیکن اس خیال سے اتفاق نہ بھی کیا جائے تو اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا کہ انگریزوں نے اس جماعت کی بھرپور انداز میں سرپرستی کی اور اسے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ سرپرستی

کرنے کا ثبوت یہ ہے کہ اس غیر ملکی حکومت نے، مرزائیوں کے مرکز کو مضبوط تر بنانے کے لئے، اس کے بیت المال کو اس طرح مستحکم کیا کہ اس جماعت کے جو افراد سرکاری محکموں میں ملازم تھے۔ ان کی تنخواہوں میں سے طے شدہ رقم کاٹ کر اس کے خزانے میں جمع کرادی جاتی تھی۔ جب کہ مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی سرکاری ملازم کے بارے میں یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ ملک کی کسی جماعت سے وابستہ ہے اور اس کی مالی اعنت کرتا ہے تو اس کی نوکری خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

مرزائیوں سے انگریز کی چاہت اس لئے تھی کہ ایک تو وہ ان کا بہت بڑا مقصد، ملت اسلامیہ میں انتشار ڈالنا، پورا کرتے تھے۔ جیسا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت نہ کرنے والوں کو سرے سے مسلمان ہی نہ سمجھتے تھے اور اپنے اس فاسد عقیدے کے باعث، ان کے ساتھ غیر مسلموں کا سا سلوک بھی کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ تھی کہ اپنے نبی (کاذب) کی سنت کے مطابق انگریز حکومت کے غیر مشروط وفادار بھی تھے۔ یہ بات محض قیاس نہیں بلکہ ایک سچائی ہے کہ کسی محکمہ میں نوکری دلانے یا کوئی اور کام کرانے کے سلسلے میں ایک عام مرزائی بھی بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ کسی انگریز افسر سے کسی کے لئے سفارش کرتا تھا تو یہ سفارش مانی جاتی تھی اور متعلقہ شخص کا کام ہو جاتا۔ یوں مرزائیوں کو مسلم عوام میں رسوخ حاصل ہوتا تھا۔

تیسری بات یہ کہ مستقل طور پر چندہ وصول کرنے کی وجہ سے، یہ جماعت، بہت امیر تھی اور عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے خوب روپیہ خرچ کرتی تھی۔ غریب اور کمزور عقیدے کے مسلمان ان کے جال میں پھنس جاتے تھے۔ ان تینوں باتوں کے علاوہ چوتھی وجہ یہ تھی کہ عام مسلمانوں کی حالت خواب خرگوش میں مدہوش انبوہ کی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ علمائے حق کا ایک مختصر گروہ دین اسلام کو اس کی حقیقی صورت میں زندہ رکھے ہوئے تھا اور اپنے محدود وسائل کے ساتھ تبلیغ دین میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن قوم کی اکثریت دنیا پرست مولویوں کے ہتھے چڑھی ہوئی تھی جو اپنی ساری اہلیت انہیں فرقوں میں بانٹنے اور ایک دوسرے کے خلاف خشونت کے ہتھیاروں سے مسلح کرنے پر خرچ کر رہے تھے۔ انگریز کی طے شدہ پالیسی کے باعث، مسلم عوام اقتصادی طور پر تباہ حال تھی۔ مرزائی انہیں کسی قسم کا سہارا دینے کے لئے آگے بڑھتے تھے تو وہ آسانی سے ان کے جال میں پھنس جاتے تھے۔'' (جناب متین خالد کے نام جناب نظر زیدی کا مکتوب)

(۲۳۵۰) نظر محمد دیہاتی سومرو، مولانا قاضی

(ولادت: ۱۸۸۷ء ...... وفات: ۱۹۲۷ء)

آپ بلند عالم ادیب اور شاعر تھے۔ عربی، فارسی کی تعلیم اپنے والد حکیم عبدالرحمٰن سے حاصل کی۔ مزید تعلیم محبت ویری سیال سٹھارجہ میں حاصل کی۔ دینی اور روحانی تعلیم ٹنڈو سائیں داد حیدر آباد کے مولانا شاہ آغا سرہندی سے حاصل کی۔ قادیانیوں کے خلاف آپ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام تحفہ قادیان ہے۔ (تذکرہ مشائخ سندھ ص ۴۵۰)

(۲۳۵۱) نظیر احسن بہاری، جناب

۱...... ''مسیح کاذب'' یہ کتاب سابق مرزائی جناب ملک نظیر احسن بہاری مرحوم کی مرتب کردہ ہے۔ ۱۹۱۳ء کی شائع کردہ ہے۔ اب ۲۰۱۲ء میں مکمل ایک سو سال بعد شائع کرنے کی توفیق وانعام الٰہی کے شکر میں سراپا نیاز ہوں۔ الحمد للہ! مصنف نے ٹائٹل پر پہلے ایڈیشن میں تحریر کیا:

از مصرعہ اولین عنوان ہجری بے رمز شد نمایان
بے حمل سن مسیح پیداست از مصرعہ ثانیش ہویدا است

۱۳۳۱ھ

این برق کند شر رفشانی برخرمن کذب قادیانی

۱۹۱۳ء

المسمّٰی بہ ''مسیح کاذب''

سلطان قلم کجا است آید شاید بفرار رونماید
گر قطع کن سر خلافت تارخ بہم رسد ز ہجرت

۱۹۳۰ء...... خارج: ۶۰۰ ...... باقی ۱۳۳۰ھ

اس مختصر رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی دو درجن جھوٹی پیش گوئیاں اور الہامی اقوال کو واضح طور سے خود مرزا کی کتابوں سے چن کر بنظر آ گاہی خاص وعام دکھائی گئی ہیں جس سے اس کی جھوٹی مسیحیت اور مہدویت کا شیرازہ خود بخود ٹوٹ گیا اور اہل مذاق کے لئے تو تاریخوں کا یہ رسالہ گنجینہ ہے۔ مصنف جناب مولانا مولوی ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید خاص مرزا قادیانی، دی پرنٹنگ ورکس دہلی حوض قاضی میں چھپا ۱۹۱۳ء۔

۲...... ''تائید ربانی (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) بجواب ہزیمت قادیانی'' یہ رسالہ بھی مولانا ملک نظیر احسن بہاری سابق مرید خاص مرزا قادیانی کا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیری نے فیصلہ آسمانی تحریر فرمایا۔ ایک مرزائی ملک منصور نے ''نصرت یزدانی بجواب فیصلہ آسمانی'' تحریر کیا۔ اس کا جواب ۱۳۳۱ھ میں ملک نظیر احسن بہاری نے ''تائید ربانی بجواب ہزیمت قادیانی'' تحریر کیا۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں یہ رسالہ شائع ہوا۔ آج ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء ہے۔ ایک سو دو سال کے بعد دوبارہ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ میں شائع کرنے کی سعادت پر اللہ رب العزت کا سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ ربنا تقبل منا ۰ انک انت السمیع العلیم۔ آمین!

(۲۳۵۲) نظیر صوفی (سیالکوٹ)، جناب ڈاکٹر

(پیدائش: ۳۰/مارچ ۱۹۱۳ء، سیالکوٹ ...... وفات: ۱۷/اپریل ۱۹۸۷ء، لاہور)

جناب ڈاکٹر نظیر صوفی سیالکوٹی نے ۲۲/جون ۱۹۷۲ء کو مرزا قادیانی کی کتب سے ثابت کیا کہ آنحضور ﷺ کے بعد مدعی نبوت، لعنتی، کذاب، کافر اور دائرہ سلام سے خارج ہے۔ رسالہ کا نام آپ نے ''ختم نبوت افروز اظہار الحق'' رکھا اور اب یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۳۵۳) نعمت خان شنواری، جناب ملک

آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں خصوصی کمیٹی میں شامل تھے۔ قادیانی مسئلہ پر بحث کے دوران ۶/ستمبر ۱۹۷۴ء کو خطاب میں فرمایا کہ:

جناب ملک نعمت خان شنواری کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب نعمت اللہ خان شنواری: جناب چیئرمین صاحب! موضوع زیر بحث پر میرے بہت سے محترم دوستوں نے مجھ سے پہلے تقاریر کی ہیں۔ میں نے بہت سے دوستوں کی پوری تقاریر نہیں سنیں، اس لئے جو کچھ اب میں کہہ رہا ہوں ہوسکتا ہے کہ وہ بھی پہلے میرے دوست کہہ چکے ہوں۔ بہرحال قبائلی اراکین اسمبلی ستر لاکھ قبائلیوں کی طرف سے آپ کی وساطت سے میں بتانا چاہتا ہوں......

جناب چیئرمین: ستر لاکھ والے آج نہیں ہیں۔

جناب نعمت اللہ خان شنواری: وہ آئے ہیں، ابھی چلے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کو مایوسی ہوئی ہے کہ آپ ان کو موقع نہیں دے رہے۔ وہ واک آؤٹ کر گئے ہیں۔ بہرحال میں اور قومی اسمبلی کے قبائلی اراکین ستر لاکھ قبائلیوں کی طرف سے آپ کی وساطت سے اس ایوان کے معزز ممبران کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ سے پورے پاکستان اور دنیا کے اسی کروڑ مسلمانوں کو جتنی تشویش ہے اتنی ہی قبائلی عوام کو اس مسئلہ سے تشویش ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ ہمیں اس مسئلہ سے ان سے زیادہ تشویش ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

جناب چیئرمین صاحب! قادیانیوں کا مسئلہ پورے عالم اسلام کے لئے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھنے والے تمام مسلمانوں کے لئے اس وقت ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے اور تمام دنیا کی آنکھیں اس وقت پاکستان کی قومی اسمبلی پر لگی ہوئی ہیں۔ جوں جوں بحث کے ختم ہونے کا وقت قریب آرہا ہے اور میرا خیال ہے کہ آج بحث کا آخری دن ہے۔ توں توں لوگوں کی تشویش بڑھ رہی ہے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس سرزمین کے عوامی نمائندے، جس سرزمین پر ایک شخص نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، اسی سرزمین پر رہنے والے غیور مسلمانوں کی عوامی نمائندہ اسمبلی اس مسئلہ کے لئے کیا حل نکالتی ہے اور کیا فیصلہ کرتی ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! یہ مسئلہ اگرچہ نوے (۹۰) سال پرانا ہے۔ لیکن اس کی قدامت ہماری شرمندگی میں مزید اضافہ کر دے گی۔ اگر آج بھی ہم نے یہ موقع ضائع کر دیا جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اور اگر آج ہم اپنی شرمندگی اور کلنک کا یہ ٹیکہ دھونے میں کامیاب ہوگئے اور پیشانی سے کلنک کا ٹیکہ دھو سکے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس خودمختار ادارے اور اس قومی حکومت کا یہ کارنامہ ان تمام کارناموں سے سرفہرست ہوگا۔ جو اس سے پہلے یہ قومی اسمبلی اور یہ حکومت کر چکی ہے۔

جناب چیئرمین صاحب! اگر آج بھی ہم نے یہ موقع کھو دیا اور ہم اس مسئلہ کے متعلق کوئی واضح فیصلہ نہ کر سکے تو نہ صرف آنے والی نسلیں ہم پر ملامت کریں گی اور ہم ان کے قہر وعذاب سے محفوظ رہ سکیں گے۔ بلکہ ہم ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب بھی ہوں گے اور اگر ہم نے یہ فیصلہ نہ کیا تو آئندہ ایک سال میں اتنے لوگ قادیانی ہو جائیں گے جتنے ہمارے مسلمان سادہ لوح عوام پچھلے نوے (۹۰) برس میں نہیں ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھ جائیں گے کہ شاید قادیانی حق پر تھے اور قومی اسمبلی میں انہوں نے اپنا مؤقف جو بیان کیا وہ صداقت پر تھا، وہ صحیح مسلمان ہیں تو اس لحاظ سے پچھلے نوے (۹۰) سال میں اتنے مسلمان قادیانی نہیں ہوئے ہوں گے جتنے ایک برس میں ہو جائیں گے۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری اسمبلی کو اس مسئلہ پر بالکل واضح طور پر دوٹوک فیصلہ کرنا چاہئے۔

جناب والا! قبائلی عوام کی تین خصوصی روایات ہیں جنہیں تمام دنیا اچھی طرح جانتی ہے۔

۱...... اسلام سے بے پناہ محبت، اسلام پر مر مٹنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا۔

۲...... انگریزوں سے کھلی نفرت۔قبائلی عوام نے ایک لمحے کے لئے بھی انگریزوں کی اطاعت قبول نہیں کی، جب کہ مرزاغلام احمد نے ہمیں بار بار اپنی تحریروں میں انگریزوں کی اطاعت قبول کرنے کی تلقین کی ہے۔

۳...... قبائلی جہاد سے والہانہ محبت کرتے ہیں۔قبائلیوں نے ہمیشہ ہر دور میں اسلام کے لئے جہاد کیا ہے۔سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل سکھوں کے خلاف جہاد اور قبائلیوں کی اکثریت ثابت ہوچکی ہے۔ان کی مزاروں کے آس پاس کئی قبائلیوں کی قبریں ہیں جن پر ان کے کتبے لگے ہوئے ہیں۔

سو جناب چیئر مین صاحب! قبائلی جب مرزاغلام احمد کی تحریروں میں انگریز دوستی اور جہاد دشمنی کی تحریریں پڑھتے ہیں تو ان کا یہ مطالبہ بجا ہے کہ انہیں قادیانیوں کے خلاف جہاد کرنے کی اجازت دی جائے۔قبائلیوں نے اس سے پہلے بھی ۱۹۵۳ء کے دوران یہ اعلان کیا تھا کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم ان کافروں کے خلاف جہاد کریں اور اب بھی ہمارے عوام کا یہ مطالبہ ہے کہ قبائلیوں کو قادیانیوں کے خلاف جہاد کرنے کی اجازت دیجائے۔کیونکہ انہوں نے اسلام اور قبائلیوں کی قومی خصوصیات کی توہین کی ہے۔

جناب والا! ویسے تو مرزاناصر احمد نے جرح کے دوران کلام پاک کی کئی آیات کا ترجمہ غلط پڑھا اور ہمیں سننا پڑا۔بہر حال، لیکن میں دو باتوں کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔کلام پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے انہیں ہلاک نہیں کیا اور انہیں اپنے پاس بلالیا ہے۔وہ پھر دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔جس وقت دنیا میں دجال پیدا ہوگا۔حالانکہ قادیانی حضرات ہمیں بتارہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور وہ کشمیر میں دفن ہیں۔یعنی دنیا بھر کے عیسائیوں کو معلوم نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ لیکن مرزاغلام احمد اور مرزاناصر احمد کو معلوم ہے کہ وہ کشمیر میں دفن ہیں، فلاں جگہ پر دفن ہیں۔

دوسری واضح بات جو مرزاناصر احمد نے جرح کے جواب میں کی وہ ان کو کافر کرنے کے لئے کافی ہے۔میں سمجھتا ہوں وہ شاید بحث کے آخری دن ہیں۔میرے خیال میں مولانا ظفر احمد انصاری صاحب کے سوالات پر اٹارنی جنرل کے ضمنی سوال میں انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ بالکل کافر ہیں جب کہ مولانا صاحب نے قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر سنائیں اور بتایا کہ مرزاغلام احمد کہتا ہے کہ یہ آیات مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔میرے خیال میں جس طرح وہ بار بار نبی کی دو تین تشریح کر لیتے تھے اور ایک آیت کے قسم قسم کے ترجمے کر لیتے تھے، میرا خیال تھا کہ اس وقت بھی وہ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں گے اور یہ کہہ دیں گے کہ انہوں نے اس طریقے سے نہیں کہا اور اس طریقے سے کہا۔لیکن مرزاناصر احمد نے بالکل صاف طور پر کہہ دیا کہ ہاں، یہ آیتیں مرزاغلام احمد پر نازل ہوئی تھیں اور اس قسم کی دوسری آیات بھی اس پر نازل ہوئی ہیں۔

لاہوری وقادیانی دونوں گروہ خود کافر ثابت ہوگئے

ہمیں اسمبلی سیکرٹریٹ سے جو کاغذات ملے ہیں ان میں صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۷ پر جو سوالات اور جوابات درج ہیں اگر آپ ان کو غور سے پڑھیں تو صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ خود بھی یہ چاہتے ہیں کہ انہیں اقلیت قرار دیا جائے۔جب ان کی یہ مرضی ہے تو کیوں نہ ہم ان کو اقلیت قرار دیں۔

اس کے علاوہ لاہوری پارٹی کے لئے اب میرا خیال ہے کچھ عرض کرنا بے کار ہے۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ بالکل اسی طرح مرزا غلام احمد کو مانتے ہیں۔ جس طرح دوسرے قادیانی لوگ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان کے لیڈر محمد علی کو جب ۱۹۱۴ء میں خلیفہ نہ بنایا گیا تو انہوں نے اپنی ایک علیحدہ جماعت بنالی، بالکل اسی طرح جس طرح سیاسی لیڈر کو کسی پارٹی کی صدارت نہیں ملتی اور وہ اپنی علیحدہ سیاسی پارٹی بنالیتا ہے۔ فرق اس میں بالکل نہیں ہے۔ وہ بھی مرزا غلام احمد کو مانتے ہیں۔ اگر ہم کسی شخص کو مسلمان ہی نہیں مانتے تو ظاہر ہے کہ جو شخص جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مسلمان تو نہیں ہوسکتا۔ تو پھر ہم اسے مجدد، بزرگ، ولی یا دوسرا درجہ کہاں سے دے سکتے ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ لاہوری پارٹی اور ربوہ قادیانی پارٹی میں کوئی خاص فرق نہیں؟ یہ سب اس شخص کے امتی ہیں جس کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے۔ مرزا غلام احمد ان تیس کذابوں میں سے ایک ہے، اور کذاب کے امتی مسلمان نہیں ہوسکتے۔

اس طرح کی بہت سی چیزیں اس میں کچھ چیزیں میں چھوڑ دیتا ہوں۔ کیونکہ وقت کم ہے۔ میں کچھ تجاویز پیش کرتا ہوں۔ قادیانی مع لاہوری پارٹی کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ آئین میں واضح تشریح کی جائے اور ان کی جائیداد اوقاف کی تحویل میں دی جائے۔ ربوہ شہر کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ ربوہ شہر کے آس پاس کی آبادی میں دس ہزار قبائلیوں کو آباد کیا جائے۔ ہمیں وہاں پر زمین دی جائے۔ ہم یہ مفت نہیں مانگتے اور نہ ہی ہم اس قیمت پر خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ جیسے سر ظفر اللہ خان اور ایم. ایم. احمد کی وجہ سے پانچ روپے فی ایکڑ کے حساب سے دی گئی ہے۔ ہمیں آپ مناسب قیمت پر وہ زمین دیں۔

جناب چیئرمین: اس کے ساتھ پہلی تجویز کہ جہاد کی اجازت دی جائے بھی مان لی جائے۔

جناب نعمت اللہ خان شنواری: غیر مسلم قرار دیں تو جہاد کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم وہاں پر رہنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ قادیانی کوئی شرارت نہ کرسکیں۔ اس لئے ربوہ شہر کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

(۲۳۵۴) نعمت اللہ عرف کالے خان (کوئٹہ)، جناب حاجی

(ولادت: ۱۹۴۵ء ...... وفات: ۲۰ / مئی ۲۰۲۰ء)

بلوچستان ہمارے پاکستان کا پسماندہ صوبہ ہے۔ لیکن اللہ پاک نے اس کے اندر سونا، چاندی، کوئلہ، تیل جیسی معدنیات کا ذخیرہ وافر مقدار میں رکھا ہے۔ بے شک رقبہ کے لحاظ سے بڑا صوبہ ہے۔ مگر آبادی کے لحاظ سے چھوٹا ہے۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کے دوسرے گرو مرزا محمود نے دعویٰ کیا کہ اس پسماندہ صوبہ کو ہم جلد ہی قادیانی بنالیں گے۔ کوئٹہ میں اپنا مرکز بنایا۔ ادھر اکابر ختم نبوت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، نے یہاں کے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لئے صوبہ بھر میں تبلیغی دورے کئے۔ یہاں کی دینی قیادت نے سادہ لوح مسلمانوں کو قادیانیوں کے گندے عقیدے اور برے عزائم سے خبردار کیا۔ مسلمانوں نے قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھی۔ ان کے اس منصوبہ کو ناکام بنا کر رکھ دیا۔ کوئٹہ میں ۱۹۴۹ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد اور دفتر قائم ہوا۔ جماعت کو کارکن ملتے گئے، رضا کار ملتے گئے، کارواں بنتا گیا۔

۱۹۸۰ء میں مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کی تعیناتی بطور مبلغ کوئٹہ میں ہوئی۔ مولانا نے شہر بھر میں سے چن چن کر ایسے فعّال

اور مخلص لوگ تلاش کیئے۔ ان کی ایسی تربیت کی کہ مخلص دوستوں کی ٹیم تیار ہوگئی۔ پورے بلوچستان میں عالمی مجلس کا رعب اور دبدبہ قائم ہوا۔ ان مخلص ساتھیوں میں سے ایک مخلص ساتھی حاجی نعمت اللہ عرف کالے خان بھی تیار ہوگیا۔ حاجی صاحب بچپن سے ہی صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ اہل علم طبقہ کے قدردان تھے۔ ادھر جماعت میں بھی اوّل دستہ رہنماؤں میں شمار ہوگئے۔ ختم نبوت کے مشن کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ جماعت کے امیر بزرگ رہنما مولانا منیر الدین کی پرہیزگاری اور تقویٰ کا رنگ بھی ان پر اثر کر گیا۔ حاجی صاحب ہمیشہ جماعت کے ساتھیوں کو جگاتے تھے۔ زندگی بھر چناب نگر ختم نبوت کانفرنس میں قافلے لے کر شرکت کرتے۔ کوئٹہ شہر اور بلوچستان بھر میں ختم نبوت کے پروگرام بنانے میں اہم کردار سرانجام دیتے رہے۔ بہادر اور جری آدمی تھے۔ کوئٹہ شہر میں قادیانیوں کی ہر حرکت پر نظر رکھتے۔ ایک دفعہ قادیانیوں نے غیر قانونی حرکت یہ شروع کردی کہ اپنے سینے پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر بازاروں اور شہر کے اہم مقامات پر پھرتے تھے۔ جب کوئٹہ کے ساتھیوں کو معلوم ہوا تو حاجی نعمت اللہ کی تحریک پر ایک ایک قادیانی کو پکڑ کر قانون کے حوالے کیا۔ ان کو عدالت سے سزا دلوائی۔ کوئٹہ میں دفتر خریدکرنے کا جماعت نے فیصلہ کیا۔ اس اللہ کے نیک بندے نے دن رات فنڈ کے لئے محنت کی اور دفتر خرید لیا گیا۔ روزانہ دفتر میں حاضری دیتے اور جماعت کے مبلغین اور کارکن ساتھیوں کو جماعت کے کام کو مزید ترقی دینے کی فکر پیدا کرتے۔ دفتر میں ہر آنے والے بزرگوں کا استقبال کرتے۔ مفتی جمیل خان شہید، حضرت لدھیانوی شہید، مولانا نذیر احمد تونسوی شہید کے تو آپ شیدائی تھے۔ مرکزی حضرات میں حضرت خواجہ خان محمد، مولانا اللہ وسایا دامت برکاتہم مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم کے دل وجان سے قدردان تھے۔ بڑھاپے اور بیماری، سردی گرمی میں جماعتی کام کے لئے کبھی ہمت نہیں ہاری۔

۲۰ر مئی ۲۰۲۰ کو دفتر کوئٹہ کے ساتھی حافظ حمزہ ملوک نے فون کیا کہ حاجی صاحب اچانک اللہ کو پیارے ہوگئے۔ خبر سن کر بڑا صدمہ ہوا۔ اللہ کی شان نرالی مئی ۲۰۰۸ء میں ان کا جواں سال بیٹا کامران اللہ کو پیارا ہوا۔ مئی ۲۰۲۰ میں ٹھیک بارہ سال بعد حاجی صاحب بھی چلے گئے۔ ۲۶ر رمضان المبارک ۵ بجے مولانا قاری عبدالرحمٰن رفیق امیر جمعیۃ علماء اسلام کوئٹہ کی امامت میں نماز جنازہ ہوا۔ شب قدر کی بابرکت رات اپنی قبر میں جا کر گزاری۔ ایسے نیک لوگوں کی کامیاب زندگی کے فیصلے ان کی موت اور جنازے ہی کیا کرتے ہیں۔ حاجی نعمت اللہ مردان پشاور کے مضافاتی دیہات میں عبداللہ خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں کاروبار کے سلسلہ میں کوئٹہ میں آئے۔ پھر کوئٹہ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ جنازہ میں شہر بھر کی دینی قیادت، تمام مذہبی جماعتوں کے بزرگان دین، مدارس کے علماء اور طلباء، عزیز رشتہ داروں اور حاجی صاحب کے عقیدت مند ساتھیوں نے بھرپور شرکت کی۔

(۲۳۵۵) نعمت اللہ (کوہاٹ)، مولانا

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ نے ۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے قومی اسمبلی میں خطاب فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں:

جناب مولانا نعمت اللہ کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

مولوی نعمت اللہ: جناب سپیکر صاحب! پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اور اسلامی نظریے کے ذریعے اس کی ایجاد ہوئی

تھی۔ پاکستان کے تمام فرقے اس بات سے متفق ہیں کہ قیام پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ! آپ کے سامنے اور اس ایوان میں اس طرف بیٹھے ہوئے بھی اور اس طرف بیٹھے ہوئے بھی علماء پر اعتراضات ہوئے کہ یہ آپس میں مختلف ہیں، اسلام کے معنی صحیح طریقے سے پیش نہیں کرتے۔ خدا کے بندو! کیا کر رہے ہو۔ مسلمان متفق ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے۔ جن حضرات نے پاکستان بنایا ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ علیحدگی پسند ہیں، ان پر مقدمے چلائے جائیں۔ ان کے متعلق کوئی شخص کئے کہ کیا وہ علیحدگی پسند تھے تو لوگ جوش میں آجاتے ہیں۔

میں یہ پوچھتا ہوں اور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جن حضرات نے اسلام کے نام پر پاکستان بنایا انہوں نے پاکستان کے کیا یہ معنی لئے تھے یا نہیں۔ اسلام کے کیا معنی ہیں۔ اسلام کی تفسیر وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ تو سرکردہ لوگ تھے، وہ تو ایم.اے اور قانون دان تھے۔ ان سرکردہ لوگوں نے اس کا کیا مطلب کیا تھا۔ بات یہ ہے کہ علماء عاجز ہیں، اس لئے ہر شخص اس پر اعتراض کرتا ہے۔ غلام رسول تارڑ صاحب نے کہا ہے کہ علماء تو پہلے سے کہہ رہے ہیں کہ یہ چور ہیں، ڈاکو ہیں، یہ مرتد ہیں، پاکستان کو خراب کرنے والے یہی ہیں، پاکستان کو تباہ کرنے والے یہی ہیں۔ لیکن یہ علماء کی بات نہیں سنتے تھے۔ اس ایوان میں صرف حاجی صاحب نے یہ بات کہی ہے اور حق کی بات کہی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے۔ انہوں نے کہا ہے کہ علماء تو پہلے سے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ یہ ڈاکو ہیں، یہ چور ہیں، یہ مرتد ہیں، یہ پاکستان کو تباہ کرنے والے ہیں۔ مشرقی پاکستان کو حقیقت میں انہوں نے تباہ کیا ہے۔ ان کی وجہ سے جنگ میں مغربی پاکستان کا پانچ ہزار مربع میل حصہ لیا گیا تھا۔ ہم تمام دنیا میں بدنام ہوگئے اور یہ کہا گیا کہ پاکستان نے شکست کھائی۔ ہم قادیانیوں کی وجہ سے بدنام کئے گئے۔ اگر ہم قادیانی افسروں کو نہیں ہٹائیں گے، جرنیلوں کو نہیں ہٹائیں گے، قادیانی بڑے جاسوس ہیں، تو میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں، اگر آپ چاہیں تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہندو پاکستان کو کبھی شکست نہیں دے سکتا تھا۔ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم بدنام نہ ہوتے۔ ہم افغان لوگ بدنام ہوگئے ہیں۔ مسلمان کو ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ڈرنے کی کیا بات ہے۔ یہاں بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم نے قادیانی لوگوں کو کافر بنا دیا یا اقلیت قرار دے دیا تو جناب عالی! یہ مشکلات پیش آئیں گی، بہت سی تکالیف پیش آئیں گی۔ مسلمان کو ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ (فارسی اشعار پڑھے گئے)

اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو زبردست طاقت دی ہے۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ برطانیہ ہمارے خلاف ہو جائے گا، روس خلاف ہو جائے گا۔ اس میں ڈرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس ڈرنے نے تمہیں تباہ کر دیا۔ اس ڈرنے نے ہلاک کر دیا۔ خدا کے لئے یہ آخری موقع ہے۔

جناب والا! چوہدری فضل الٰہی جو سپیکر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ آخری وارننگ ہے جو مسلمان کو دی ہے۔ اس کرسی پر ہمارے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا تھا کہ دیکھو، ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے، اللہ کو منہ دکھانا ہے۔ یہ قانون الٰہی کی مخالفت ہے۔ کس طریقے سے خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ آج ہم اس اسمبلی میں دیکھ لیں چوہدری محمد اقبال نہیں ہیں، امیر محمد خان نہیں ہیں۔ وہ اللہ کے پاس چلے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ وہ وہاں جواب دہ ہوں گے کہ تم نے اپنی نمائندگی میں کیا کیا۔ آپ برا نہ مانئے، آپ سے بھی پوچھا جائے گا کہ آپ نے اسلام کی کیا خدمت کی ہے۔

جناب والا! قادیانی کافر ہیں۔ اس نے خود کہا ہے، انہوں نے باقاعدہ غلام احمد کو بالکل رسول اور نبی کہا ہے اور غلام احمد کو باقاعدہ طور پر نبی مانتے ہیں۔ جو اس کی رسالت کے منکر ہیں۔ وہ ولدالحرام ہیں، حرامزادے ہیں۔

جناب چیئرمین: اسی واسطے ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ۹۰ سال میں اس مسئلے کو حل نہ کر سکے، اب اسمبلی حل کرے گی۔

مولوی نعمت اللہ: جناب والا! میرا مطلب یہ ہے کہ ۵۵ ہزار کی آبادی اتنی بڑی بہادر ہے، اتنی طاقتور ہے، اتنی قوت والے ہیں کہ وہ چھ کروڑ والی آبادی پر فتویٰ لگا سکتے ہیں۔ ہم چھ کروڑ کی آبادی والے ان پر فتویٰ نہیں لگا سکتے کہ وہ اقلیت ہیں، وہ کافر ہیں اور پاکستان میں جو ان کے پاس آسامیاں ہیں ان کو ان آسامیوں پر سے ختم کیا جائے۔ کیا ہم یہ نہیں کر سکتے۔ ان کو بڑی بڑی آسامیوں پر سے ختم کر دیں۔ ان کو بڑی بڑی آسامیوں پر سے ہٹا دیں۔ جناب عالیٰ! ایک بات عرض کروں گا۔ ہمارے وزیراعظم اور ہماری حکومت نے ۲۲ سو افسران کو جن میں جرنیل اور کرنل اور بڑے بڑے افسران بھی تھے ان کو ہٹایا۔ انہوں نے پاکستان کا کیا بگاڑا ہے۔ کچھ بھی نہیں بگاڑا۔ اس طریقے سے سرکردہ لوگوں کو ہم ہٹا دیں تو یہ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو اور جناب نبی کریم ﷺ کی رحمت کاملہ ہمارے ساتھ ہو۔

میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ میں اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں۔ خدا کے لئے، رسول کے لئے، دین کے لئے، اسلام کے لئے، آخرت کے لئے، یہ آخری باری ہے، یہ آخری موقع ہے۔ اس کو مرتد قرار دو، اس کو اقلیت قرار دو، اور اس سے گھبراؤ نہیں کہ قادیانی کا نام ہم کس طریقے سے لائیں۔ جناب والا! جب سکھ کا نام آئین میں لے سکتے ہو، جب عیسائی کا نام آئین میں لے سکتے ہو، جب بدھ کا نام آئین میں لے سکتے ہو، اگر اس کے ساتھ چھوٹا سا قادیانی لکھ دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ اس لئے میں اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں اور میں جناب عالی! پرزور سفارش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو منظور کر لیا جائے اور ان کو اقلیت قرار دے دیا جائے۔

(۲۳۵۶) نعمت اللہ (نوشہرہ)، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۵ء ...... وفات: ۱۶/مئی ۱۹۶۲ء)

حضرت مولانا نعمت اللہ مانکی ضلع نوشہرہ کے باسی ہیں۔ فاضل دارالعلوم دیوبند اور حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری کے تلمیذ جامعہ امینیہ دہلی میں استاذ بھی رہے۔ جامع مسجد نوشہرہ چھاؤنی کے امام وخطیب تھے۔ ہمہ جہت عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مستعد رہے۔ مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے ضلعی امیر کے منصب پر فائز تھے۔

(۲۳۵۷) نعیم الدین مرادآبادی، مولانا مفتی

(پیدائش: یکم رجنوری ۱۸۸۳ء ...... وفات: ۲۳/اکتوبر ۱۹۴۸ء)

آپ مرادآباد کے نامور عالم اور مفتی تھے۔ آپ کو استاذ العلماء کا مقام حاصل تھا۔ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھا۔ صدر الافاضل کے لقب سے نوازے گئے۔ مولانا احمد رضا خان سے خلافت پائی تھی۔ روافض، خوارج اور قادیانیوں کے خلاف خوب معرکہ آرائیاں رہیں۔

(۲۳۵۸) نعیم الرحمٰن طاہر، جناب میاں

(ولادت: ۱۹۵۳ء ...... وفات: ۲۴ / اپریل ۲۰۱۱ء)

جناب میاں نعیم الرحمٰن طاہر مسلک اہل حدیث کی ممتاز شخصیت تھے۔ وفاق المدارس سلفیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ رہے۔ مرکزی رویت ہلال کمیٹی اور پنجاب متحدہ علماء بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ فیصل آباد میں جامعہ سلفیہ کے منتظم تھے۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں شمولیت اختیار کر کے اہم کردار ادا کیا۔ کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں مدفون ہیں۔

(۲۳۵۹) نعیم صدیقی (لاہور)، جناب

(ولادت: ۴ / جون ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۲۵ / ستمبر ۲۰۰۲ء)

جناب نعیم صدیقی مرحوم کا اصل نام: مولانا فضل الرحمٰن تھا۔ آپ ایک ممتاز عالم دین، دانشور، شاعر، ادیب، مصنف، صحافی اور بانی رکن جماعت اسلامی تھے۔ جناب نعیم صدیقی وسعید احمد ملک۔ یہ دونوں حضرات جماعت اسلامی سے وابستہ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے حالات، نتائج وعواقب کی ذمہ داری کے تعین کے لئے حکومت نے مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر ایم. آر کیانی پر مشتمل انکوائری کمیشن قائم کیا۔ عدالتی کمیشن کی رپورٹ جب چھپ کر آئی تو وہ تضاد بیانیوں اور غلط معلومات کا ملغوبہ تھی۔ مختلف حضرات نے انکوائری کمیشن کی رپورٹ پر تبصرے وتجزیے کئے۔ اس میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے وکیل مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش درانی کا تبصرہ ''محاسبہ'' کے نام پر ''احتساب قادیانیت'' میں پیش کر چکے ہیں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں جناب نعیم صدیقی مرحوم وسعید احمد ملک کا مرتب کردہ تبصرہ جو جماعت اسلامی نے شائع کیا۔ جس کا نام ہے: ''تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر تبصرہ'' شامل اشاعت ہے۔

(۲۳۶۰) نعیم ہاشمی (لاہور)، جناب

(وفات: ۲۷ / اپریل ۱۹۷۶ء)

آپ کا اصل نام سردار محمد حسین اور قلمی نام نعیم نعمانی تھا۔ فلمی نام نعیم ہاشمی۔ آپ شاعر اور اداکار تھے۔ فن خطابت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے پیرو تھے اور انہوں نے ہی نعیم ہاشمی کے سینے میں ختم نبوت کے تحفظ واہمیت کی جوت جگائی تھی۔

(۲۳۶۱) نمائندہ اخبار، سراج الاخبار (جہلم)

جہلم سے سراج الاخبار شائع ہوا کرتا تھا۔ جب مولانا فقیر محمد صاحب مرحوم جہلمی مالک وایڈیٹر تھے، ملعون قادیان کی وفات ۲۶ / مئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ اس موقعہ پر آخر مئی میں نظم ونثر میں مرزا قادیانی کی موت کی کیفیت پر خامہ فرسائی کی گئی۔ ''مرزا قادیانی کی موت کا عبرتناک نظارہ'' ایک سو چھ سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شائع کرنے پر کوئی ہماری خوشی کے ٹھکانہ کا ادراک کرسکتا ہے؟

(۲۳۶۲) نواب آف چھتاری

انجمن حمایت اسلام لاہور کا ۲۰/اپریل ۱۹۳۵ء کو پچاسواں سالانہ اجلاس عام نواب آف چھتاری کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں عوام نے مطالبہ کیا کہ قرارداد پیش کی جائے کہ ظفر اللہ خان قادیانی مسلمانوں کا نمائندہ نہیں۔ اس پر ہنگامہ ہوا۔ حافظ محمد یعقوب ایک صاحب نے اس اثناء میں قرارداد پیش کی کہ چونکہ ظفر اللہ قادیانی ہے اور قادیانی مسلمان نہیں۔ اس لحاظ سے ظفر اللہ غیر مسلم ہے۔ لہٰذا وائسرائے کی کونسل میں وہ مسلمانوں کی نمائندگی کا حق نہیں رکھتا۔ اسے فوراً کونسل سے علیحدہ کیا جائے۔ (کاروان احرار ج۲ ص۱۶۶)

(۲۳۶۳) نواب الدین ستکوہی، مولانا

مولانا نواب الدین ستکوہی اپنے دور کے نامور عالم دین، مناظر اور خطیب تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے دور میں ہی مرزائیت کے خلاف گرانقدر خدامت سرانجام دیں۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا مظہر الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''میرے والد ماجد مولانا نواب الدین صاحب قصبہ رمداس، ضلع امرتسر کے تھے۔ والد صاحب چونکہ حضرت خواجہ سراج الحق کے خلیفہ اعظم تھے اور غیر معمولی اوصاف وکمالات کے حامل۔ اس لئے انہیں قادیان کے خطرناک محاذ ستکوہا پر متعین کیا گیا۔ جو قادیان سے تین کوس کے فاصلے پر تھا اور بٹالہ سے اگلے اسٹیشن ''چھینا'' سے اتر کر قادیان جانے والوں کی راہ گزر میں ایک اہم مقام کی حیثیت رکھتا تھا۔

تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد جب والد صاحب قادیان پر حملہ آور ہوتے تو تیزی سے دیہات میں یہ خبر پھیل جاتی کہ مولوی صاحب مرزا سے مناظرہ کرنے جارہے ہیں اور دیہاتی عوام اپنے ہل چھوڑ کر ساتھ ہو جاتے۔ یہ واقعہ میری پیدائش سے چند سال پہلے کا ہے۔ مرزا غلام احمد اور حکیم نورالدین سے گفتگو کا سلسلہ صرف علمی مباحث تک ہی محدود نہ رہتا، بلکہ والد صاحب اسے شدید مطعون بھی کرتے۔ یہ خبریں تو مجھ تک عینی شاہدوں کے ذریعے بکثرت پہنچی ہیں کہ مرزا غلام احمد دق ہو کر عجز وانکسار کی راہ اختیار کر لیتا اور اپنے دعوؤں کی تاویلیں کرنے لگتا۔ مرزا کی موت کے بعد مناظروں کا دور شروع ہوا تو والد صاحب پنجاب کے عظیم مناظر ہونے کی حیثیت سے ان کا مقابلہ کرنے لگے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے مناظروں کی تعداد کتنی ہے؟ سینکڑوں یا ہزاروں؟ بہرحال مناظروں میں زبانی کلامی ہی باتیں نہ ہوتی تھیں، بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز بھی ہو جاتا تھا۔

غالباً ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے کہ پاک پتن شریف کی درگاہ میں والد صاحب کے پیر ومرشد کی درگاہ تھی۔ اس وقت پاک پتن شریف کی جامع مسجد کے خطیب ایک متبحر عالم دین مولانا عبدالحق صاحب تھے جو یہیں کے ایک زمیندار بھی تھے۔ مرزائیوں سے شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے مولانا تشریف لے جانے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ مرزائی بڑے کروفر کے ساتھ آئے تھے۔ میں ان کی کتابوں کے انبار اور ان کا کروفر دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ دل میں یہ خیال گزرنے لگا کہ میرے والد صاحب کے پاس تو کوئی کتاب نہیں، وہ کیسے مناظرہ کریں گے؟ چنانچہ جب میں نے اپنے اس تاثر کا والد صاحب سے اظہار کیا تو وہ ہنس پڑے اور مولانا عبدالحق صاحب سے فرمانے لگے کہ: ''دیکھو! مظہر کیا کہہ رہا ہے؟'' پھر مولانا نے فرمایا: ''اس لڑکے کو سمجھاؤ کہ مناظرہ کتابوں سے نہیں تائید ربانی سے ہوتا ہے اور الحمد للہ! یہ ہمیشہ میرے شامل حال رہی ہے۔ میں نے زندگی میں ارباب باطل سے تمام مناظرے کتاب کے بغیر کئے ہیں۔''

یہاں یہ ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مرزائیوں نے عام دستور کے خلاف پاک پتن شریف کے مناظرے میں والد ماجد کے مقابلے کے لئے کہن سال اور گرگان باران دیدہ کی بجائے نوجوان مناظروں کو بھیجا جو والد ماجد کے تبحر علمی، زور خطابت، شخصیت، ذہانت وفطانت اور شجاعت و بہادری سے قطعی طور پر نا آشنا تھے۔ ان نوجوانوں کے سرخیل تین مناظروں کا نام تو مجھے اب تک یاد ہے۔ جلال الدین شمسی، عبدالرحمٰن اور سلیم، اور الحمد للہ! اسی مناظرے میں ۱۳۰؍آدمیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور والد صاحب کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا؟

محمدی بیگم کے قصبہ ''پٹی'' میں جب والد صاحب کا مناظرہ ہوا تو فریق مخالف آنکھ ملا کر بات کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ والد ماجد نے متعدد بار کڑک کر کہا کہ: ''ادھر دیکھو!'' لیکن وہ آنکھ چرا رہے تھے۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے بعض لوگوں نے کہا کہ: ''حضرت! ان لوگوں کا خیال ہے کہ آپ جادوگر ہیں اور آپ کی آنکھوں میں سحر ہے۔'' یہ سن کر والد صاحب ہنس پڑے اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا:

تم نے جادوگر اسے کیوں کہہ دیا؟ دہلوی ہے داغؔ، بنگالی نہیں!

حیات مسیح علیہ السلام اور مولانا روم

ضمناً یہ بات بھی سن لیجئے جو میں نے والد ماجد کی زبان سے سنی ہے۔ فرمایا کہ ایک روز قادیان سے گزر ہوا تو میں نے احباب سے کہا کہ: ''مرزا غلام احمد سے ملے بغیر یہ سفر نا تمام رہے گا۔ آؤ! مرزا سے ملتے چلیں۔'' جب میں گیا تو مرزا اور حکیم نور الدین چند لوگوں کے سامنے مثنوی مولانا روم کے اشعار پڑھ رہے تھے۔ مرزا کی زبان سے مولانا روم کی تعریف وتوصیف سن کر میں نے کہا کہ مولانا روم تو حیات مسیح کے قائل ہیں فرماتے ہیں:

عیسیٰ و ادریس چوں ایں راز یافت بر فراز گنبد چارم شتافت
عیسیٰ و ادریس برگر دو شدند زاں کہ از جنس ملائک آمدند

مرزا نے جواب دیا کہ: ''یہ ان کی انفرادی رائے ہے۔'' میں نے کہا کہ: ''ان کی رائے انفرادی نہیں۔ یہ اجماعی ہے۔'' مرزا نے جھٹ حکیم نور الدین سے کہا کہ: ''بھئی! مولانا کے لئے چائے لاؤ۔'' ایک صاحب نے جھٹ پوچھا کہ: ''حضرت! آپ نے چائے پی؟'' فرمایا: ''استغفر اللہ! یہ کیسے ممکن تھا؟''

یہاں مجھے بے اختیار ایک واقعہ یاد آ گیا اور وہ یہ کہ والد صاحب نے اپنی موت سے ہفتہ عشرہ پہلے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ: ''مظہر! اللہ کریم مجھے بخش دے گا۔'' تھوڑے سے وقفے کے بعد فرمانے لگے کہ: ''اعمال پر نہیں۔ اعمال کا محاسبہ ہوا تو مجھے جہنم کا کوئی مناسب گوشہ بھی نہیں ملے گا۔ میں نے زندگی میں مرزائیوں کو بہت مارا ہے۔ اسی لئے امید ہے کہ اللہ کریم مجھے بخش دے گا۔''

مجھ جیسا وجیہ انسان یا تجھ جیسا بجّو؟

جب مرزا ایک مقدمے میں ماخوذ ہوکر گورداسپور کی کچہری میں آیا تو والد صاحب بھاگم بھاگ کچہری پہنچ گئے اور مرزا کے گرد لوگوں کا حلقہ توڑ کر مرزا کا بازو پکڑ لیا۔ بازو کو ایک شدید جھٹکا دے کر فرمانے لگے کہ: ''مردود! نبوت اگر جاری ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس علاقے

میں کوئی نبی بھیجتا؟ تو بتا کہ مجھ جیسے وجیہ انسان کو بھیجتا یا تجھ سے جیسے بجّو کو؟‘‘ یہ سن کر حاضرین کے انبوہ سے ایک قہقہہ بلند ہوا اور مرزا پر سکتے کا عالم طاری ہوگیا۔ والد صاحب کی روانگی کے وقت ہی خواجہ سراج الحق صاحب کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ مولوی صاحب، مرزا سے باتیں کرنے کے لئے گئے ہیں۔ چنانچہ بہت جلد حضرت بھی پہنچ گئے اور والد صاحب کو اپنے ساتھ لے آئے۔

پٹوار کے امتحان میں فیل ہونے والا فرستادۂ خدا کیسے؟

میری عمر بہت چھوٹی تھی کہ ہمارے خاندان میں سے ایک خاتون کا رشتہ ایک مرزائی سے ہوگیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص مرزائی ہے تو والد صاحب کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ: ’’کافر سے مسلمان خاتون کا رشتہ جائز نہیں۔‘‘ لیکن میرے ماموں چوہدری ابراہیم تحصیل دار، جو مشہور ناول نگار نسیم حجازی کے والد تھے۔ اگرچہ مرزا کے بہت خلاف تھے اور مرزا کے رد میں بالعموم یہی دلیل دیا کرتے تھے کہ: ’’میں نے اور مرزا غلام احمد نے سیالکوٹ میں پٹوار کا امتحان دیا۔ وہ فیل ہوگیا اور میں پاس ہوگیا۔ جو شخص پٹواری نہ بن سکے وہ فرستادۂ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟‘‘ مگر وہ کہہ رہے تھے کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہئے کہ ہمارے خاندان کی لڑکی عدالت میں نہ جائے۔ چنانچہ والد صاحب نے یہ کہہ کر موصوفہ سے نکاح کرلیا کہ: ’’عدالت کا معاملہ میں خود نمٹ لوں گا۔‘‘ مرزائیوں کو جب اس نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ یہ مقدمہ سات سال تک جاری رہا۔ انجام کار والد صاحب کو فتح ہوئی اور میری دوسری والدہ، مرزا بشیر الدین اور چوہدری ظفر اللہ خان کی انتہائی سعی وکوشش کے باوجود ایک بار بھی عدالت میں پیش نہ ہوسکیں۔

تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ

جب مرزا بشیر الدین بطور گواہ عدالت میں آیا تو ظفر اللہ خان نے یہ مسئلہ کھڑا کردیا کہ بشیر الدین کو عدالت میں کرسی ملنی چاہئے۔ ادھر سے یہ تقاضا تھا کہ کرسی ملے تو دونوں کو۔ ورنہ دونوں کھڑے رہیں۔ والد صاحب بیٹھنے پر کھڑا رہنے کو ترجیح دے رہے تھے۔ کافی بحث کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ دونوں کھڑے رہیں۔ بشیر الدین اور ظفر اللہ خان پر والد صاحب کی جرح دیدنی تھی جس کا تھوڑا سا تصور اب بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ والد صاحب کہہ رہے تھے کہ: ’’برخوردار! تیرے والد کو حیض آتا تھا؟‘‘ اور ظفر اللہ خان سٹپٹا رہا تھا۔ مختصر یہ کہ تنسیخ نکاح کا یہ پہلا مقدمہ تھا جو والد صاحب نے جیتا۔ مقدمہ بہاولپور بہت بعد کی بات ہے۔

تحریک ختم نبوت کے دوران تنسیخ نکاح کے سلسلے میں جتنی تحریریں میرے سامنے آئی ہیں۔ ان میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں کہ تنسیخ کا پہلا مقدمہ مولانا نواب الدین ستکوہی نے جیتا تھا۔ حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

مرزا کا ’’آسمانی نکاح‘‘ جو زمین پر نہ ہوسکا

یہاں میں ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی بیگم مرحومہ سے اپنے آسمان پر نکاح ہونے کا دعویٰ کیا تو والد صاحب، محمدی بیگم کے قصبہ ’’پٹی‘‘ پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی سحر بیانی اور روحانی قوت سے ’’پٹی‘‘ کے مغلوں کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرلیا۔ محمدی بیگم مرحومہ کا خاندان والد صاحب کا مرید ہوگیا۔ یوں مرزا غلام احمد کا

’’آسمانی نکاح‘‘ زمین پر نہ ہوسکا۔ یہ والد صاحب کا مرزا پر سیاسی حملہ تھا۔ پٹی میں والد صاحب کے ورود مسعود کی داستان ان کے ایک مرید، مشہور صحافی اور شاعر حاجی لق لق مرحوم کے قلم سے چند سال پیشتر ہفت روزہ ’’چٹان‘‘ میں چھپ چکی ہے۔

آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر کے اسلامی اجتماعات کے اشتہارات کو اگر دیکھا جائے تو ان میں والد ماجد کے نام کے ساتھ ’’فاتح قادیان‘‘ کے الفاظ ملیں گے۔ یہ خطاب علمائے اسلام نے والد صاحب کو اسی لئے دیا تھا کہ انہوں نے تنسیخ نکاح کا پہلا مقدمہ جیتا تھا۔ ورنہ مناظر تو اس عہد میں اور بھی تھے۔

مرزائیوں کو پٹخنیاں

غالباً ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ مرزائیوں نے ریاست جموں وکشمیر کو اپنی تخریبی سرگرمیوں کی آماجگاہ بنالیا۔ چنانچہ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی نے اس فتنے کے سدباب کے لئے جموں میں ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کی اور مشاہیر علمائے اسلام کو دعوت نامے بھیجے۔ ان میں والد صاحب کا نام بھی تھا۔ یہ وہ عہد تھا کہ والد صاحب اپنے آبائی وطن رمداس، ضلع امرتسر میں تشریف لاچکے تھے۔ اس وقت ہمارا عظیم الشان مکان زیر تعمیر تھا اور والد صاحب کی ساری توجہ مکان کی تعمیر پر مرکوز تھی۔ اسی دوران میں حضرت امیر ملت کا دعوت نامہ آ گیا اور والد صاحب تمام کام چھوڑ کر جموں روانہ ہوگئے۔ روانگی کے وقت مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ: ’’تم بھی چلو گے؟‘‘ لیکن اس عہد طفولیت میں میری تمام تر توجہ اپنے کبوتروں پر مرکوز تھی۔ میں نے جواب دینے میں ذرا تأمل کیا تو مسکرا کر فرمانے لگے کہ: ’’تیرے کبوتروں کی حفاظت کے لئے میں خاص آدمی مقرر کردیتا ہوں۔ جموں میں، میں مرزائیوں کو جو پٹخنیاں دوں گا وہ تیرے کبوتروں کی قلابازیوں سے بہتر ہوں گی۔ مزانہ آیا تو کسی کے ساتھ واپس بھیج دوں گا۔‘‘ یہ سن کر میں ہنس پڑا اور ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگیا۔

اس منظر کو دیکھنے والے لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔ کانفرنس میں زیادہ تر والد ماجد ہی کی تقریریں ہوتی تھیں۔ اس معرکے سے خوش ہو کر حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی والد صاحب کو اپنے ساتھ علی پور لے گئے۔ علی پور میں والد صاحب کا قیام طویل سے طویل تر ہوتا گیا۔ ہر روز رات کو والد صاحب کی تقریر ہوتی تھی اور دن علمی وعرفانی باتوں میں گزرتا تھا۔ ایک بچے کے لئے ایسے ماحول میں زیادہ دیر ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ میں گاؤں میں گھومنے پھرنے لگا، بلکہ حضرت امیر ملت خود فرمادیتے کہ: ’’مظہر! جاؤ مسجد، مدرسہ اور تہہ خانہ دیکھ آؤ۔‘‘ ایک روز میں واپس آیا تو حضرت نے فرمایا کہ: ’’مسجد اور مدرسہ پسند آیا؟‘‘ میں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمانے لگے کہ: ’’بس تعلیم کے لئے یہیں آجاؤ۔‘‘ مختصر یہ کہ یہیں سے صاحبزادگان سے تعلقات کی ابتداء ہوئی۔

کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مرزائیوں نے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی، مولانا دیدار علی شاہ صاحب اور والد ماجد کا جموں وکشمیر میں داخلہ قانوناً رکوادیا۔ اس سے عوام نے اور بھی خوشگوار اثر لیا۔ وہ سمجھنے لگے کہ مرزائی، مسلمان علماء کی تاب نہیں لاسکتے۔

پہلی تصنیف

میرے عنفوان شباب میں والد صاحب کے مرزائیوں سے جو مناظرے ہوئے انہی کا یہ نتیجہ تھا کہ مجھے تمام سوالات وجوابات یاد ہوگئے۔ جنھیں میں نے قلمبند کر کے ’’خاتم المرسلین‘‘ (ﷺ) کے نام سے شائع کردیا۔ یہ میری پہلی تصنیف تھی جس پر استاد محترم ابوالبرکات سیّد احمد صاحب، والد ماجد اور مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے تقریظیں لکھیں۔

(۲۳۶۴) نواب حسین شاہ، مولانا سید

مولانا سید نواب حسین شاہ صاحب جامع مسجد شنکیاری کے خطیب اور ضلع مانسہرہ کے ڈسٹرکٹ خطیب ہو گزرے ہیں۔ آپ زندگی کے آخری لمحہ تک مولانا ہزاروی کے ساتھ رہے ہیں۔ آپ نے ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحاریک ختم نبوت میں قائدانہ حیثیت سے شرکت فرمائی۔ آپ اپنے دور میں مانسہرہ کی اسلامی سیاست کے اہم رکن رکین رہے ہیں۔ اشاعت اسلام اور علوم دینیہ کے اشاعت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ آخر تک جامعہ حسینیہ شنکیاری میں بخاری شریف پڑھاتے رہے ہیں۔ آپ ہی جامعہ حسینیہ کے بانی و مہتمم بھی تھے۔ (سید محمد شاہ)

(۲۳۶۵) نواب دین، مفتی مولانا

(پیدائش: دسمبر ۱۹۳۴ء)

آپ خان کوٹ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ امرتسر میں چوک بڈھا اور مسجد خیر دین میں تعلیم حاصل کی۔ اچھرہ لاہور میں بھی پڑھا۔ دورۂ حدیث شریف مولانا سردار احمد جامعہ رضویہ فیصل آباد سے کیا۔ تحریکہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں بھی متحرک رہے۔ آپ فیصل آباد کے رہنے والے تھے۔

(۲۳۶۶) نواب علی خان (ملتان)، جناب چوہدری

حصار روہتک کی معروف فیملی راجپوت سے تعلق رکھنے والے ملتان کے رہائشی چوہدری نواب علی مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے انتہائی نظریاتی کارکن تھے۔ حضرت امیر شریعت، حضرت جالندھری کے زمانہ حیات میں روزانہ کی بنیاد پر علی الصبح مرکزی دفتر ختم نبوت میں تشریف لاتے۔ اپنی نگرانی میں چپاتیاں لگواتے اور خود چائے کا پتیلا تیار کرتے۔ دسترخوان لگتا اور یہ ہر ایک ساتھی کو چپاتی اور چائے کی پیالی پیش کرتے رہتے۔ اس دوران گپ شپ بھی چلتی رہتی۔ شہر بھر کے اہم واقعات کا بڑے کرارے انداز میں ذکر کرتے اور خود چائے کی پیالی پے پیالی چڑھاتے رہتے۔

اتنے میں تازہ دم اور فریش طبیعت ہو جاتی تو سامان سمیٹا، اجازت لی اور چل دیئے۔ اتنے باعزم اور ہمت والے تھے کہ گرمی ہو یا سردی ان کے صبح دفتر آنے میں کوئی چیز حائل نہ ہو سکتی تھی۔ قادیانیوں کو خالص راجپوتانہ لغت میں بے نقط سناتے تو سماں باندھ دیتے۔ بہت ہی مخلص انسان تھے۔

(۲۳۶۷) نور احمد امرتسری، مولانا

(وفات: ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء)

پسرور ضلع سیالکوٹ کے جناب شیخ شہاب الدین کے ایک صاحبزادہ کا نام نور احمد تھا۔ نور احمد نے ابتدائی تعلیم پسرور میں حاصل کی۔ اس کے بعد یو۔ پی تعلیم کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا احمد حسن کانپوری، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی ایسے

حضرات سے آپ نے کسب علم کیا۔ آپ نے ۱۸۸۱ء میں سفر حجاز کیا۔ اس دوران معروف مناظر اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی براہ راست شاگردی اختیار کی اور تحصیل علم کے بعد مولانا کیرانوی کے قائم کردہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں عرصہ سات سال تک آپ پڑھاتے بھی رہے۔ اسی دوران میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حجاز مقدس سے واپسی پر ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام ''باقیات الصالحات'' رکھا۔ ۱۸۹۸ء میں آپ امرتسر تشریف لائے اور مسجد شیخ بڈھا پیر میں مدرسہ نعمانیہ امرتسر قائم کیا۔ طلباء کرام کی تعداد زیادہ ہوگئی تو مسجد خیردین واقع ہال بازار امرتسر میں مدرسہ کی شاخ کھول دی۔ یہاں مولانا غلام محی الدین جہلمی اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسری مدرس مقرر ہوئے۔ مفتی محمد نعیم لدھیانوی بھی یہاں نائب مدرس رہے۔ آپ نے انجمن نعمانیہ امرتسر بھی قائم کی۔ مولانا عبدالجبار ویلور، مدراس، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا صاحبزادہ محمد حسین بن مولانا پیر جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی (قائد احرار)، مولانا ابوالبیان محمد داؤد بن مولانا نور احمد امرتسری، مولانا ابوالفیض محمد سلیمان بن مولانا نور احمد امرتسری اور ان جیسے بیسیوں نامور جید علماء کرام آپ کے شاگردان رشید میں شامل نظر آتے ہیں۔

مولانا نور احمد صاحب امرتسری نے امرتسر میں انجمن حفظ المسلمین قائم کی۔ جس کا طرۂ امتیاز احتساب قادیانیت تھا۔ مولانا مرحوم ومغفور قادیانی فتنے کا استیصال از حد ضروری جانتے تھے۔ چنانچہ آپ اس کی تردید ومخالفت میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ اس موضوع پر جو علماء اچھا لکھ سکتے تھے ان سے ہر طرح تعاون فرماتے۔ قادیان میں مسلمانوں کی طرف سے منعقد ہونے والی کانفرنس میں شرکت فرماتے رہے۔ قادیان میں مسلمانوں کے جلسے کی بناء بھی آپ ہی کے ایک عقیدت مند جناب عبدالمجید پوسٹ ماسٹر نے ڈالی تھی۔ موصوف لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا کی تشریف آوری امرتسر کے بعد میرا تبادلہ قادیان ہوگیا اور میں نے دوران قیام قادیان انجمن اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور وہاں اسلامی جلسے کا پروگرام مرتب کیا۔ علماء کو دعوت نامے اور آمدورفت کا کرایہ ارسال کیا۔ حضرت مولانا نور احمد کی خدمت میں خود حاضر ہوا اور کرایہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: ''میرے عزیز! الحمدللہ! میں صاحب نصاب ہوں۔ مجھے کرائے کی ضرورت نہیں۔ میں قادیان ضرور آؤں گا۔ ممکن ہے کہ میرے وعظ سے کسی کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطاء فرمائیں اور اس کے باعث میری نجات ہوجائے۔''

چنانچہ آپ کے وعظ کا یہ اثر ہوا کہ چند لوگوں نے آپ کی تقریر سن کر جلسہ گاہ میں اعلان توبہ کیا۔''

حضرت مولانا نور احمد امرتسری نے حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ہمراہ معرکہ لاہور میں حصہ لیا۔ علماء کرام کی فہرست ''حق نما'' میں ۳۵ویں نمبر پر آپ کا اسم گرامی درج ہے۔ اسی طرح ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں آپ نے ایک فتویٰ کے جواب میں تحریر فرمایا: ''قادیانی مدعی نبوت نے جو کچھ خارج از اسلام عقائد پھیلائے ہیں وہ صاف صاف اس کے کافر ہونے پر بین ثبوت ہیں اور جس قدر اس نے اہل اسلام سے اظہار نفرت کیا ہے اسی قدر ہم بھی اس کے ہم عقیدہ اور مریدوں نے نفرت کریں تو ہمارے مذہبی احسان کا نتیجہ ہوگا۔ اس لئے جملہ اہل اسلام کو ضروری ہے کہ ان سے قطع تعلق کریں اور بالخصوص مناکحت اور کفن دفن سے ضرور اجتناب کریں۔''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۷۹)

(۲۳۶۸) نور احمد (ساکن کھائی کوٹلی ضلع جہلم)، مولانا

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب رجیم الشیاطین پر مولانا نور احمد نے ذیل کی تقریظ تحریر فرمائی: ’’الہامات صاحب براہین احمدیہ وتاویلات صاحب اشاعت السنہ بالکل مخالف شرع اند ومضمون وعبارات رسالہ شریفہ ہذا صحیح بلکہ اصح وہدایت کنندہ گمراہان براہ حق جزی اللہ سبحانہ مؤلف خیرالجزاء۔‘‘ فقیر نور احمد، ساکن کھائی کوٹلی، ضلع جہلم بقلم خود

(۲۳۶۹) نور احمد فرید آبادی، مولانا

ضلع رحیم یار خان کی تحصیل خان پور ہے۔ یہاں مولانا نور احمد پیدا ہوئے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے شاگرد، مولانا الٰہی بخش سے علم حاصل کیا۔ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن کے صاحبزادہ خواجہ محمد بخش نازک سے بیعت تھی اور خلافت کا شرف بھی پایا۔ جس وقت بہاول پور میں قادیانی مسلم قضیہ عدالت میں زیر تصفیہ تھا تو حضرت خواجہ غلام فرید کے خطوط میں قادیانیوں کی جعل سازی کے معاملہ کو مولانا نور احمد صاحب نے طشت از بام کیا تھا۔ گڑھی اختیار خان مولانا محمد یار خان آپ کے خلیفہ مجاز تھے۔

(۲۳۷۰) نور احمد (لاہور)، مولانا

انارکلی مسجد لاہور کے خطیب وامام مولانا نور احمد تھے۔ آپ نے محمد حسین بٹالوی کے ’’فتویٰ علمائے پنجاب وہندوستان‘‘ میں جواب دیتے ہوئے لکھا کہ: ’’ادعاء النبوۃ بعد نبیّا ﷺ کفر صریح مخالف القرآن ‘‘ ’’آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا (جیسا کہ قادیانی نے کیا ہے) کفر صریح ہے اور قرآن کے مخالف۔ ان کی اس عبارت پر مولانا غلام احمد مدرس مدرسہ نکودر کے بھی تائیدی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۶)

(۲۳۷۱) نور احمد نازکی، جناب خواجہ

بہاول پور ریاست کے نامور پیر اور صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فرید کے خلفاء اور متعلقین میں ایک بڑا نام خواجہ نور احمد نازکی ہے۔ جو فرید آباد تحصیل خانپور کے سجادہ نشین تھے۔ حضرت خواجہ غلام فرید کے ملفوظات اشارات فریدی کے نام سے مرتب ہوئے۔

اشارات فریدی کے مؤلف مولوی رکن دین تھے جن کے قادیانی غلام محمد اختر ملعون سے تعلقات تھے۔ انہوں نے بہاول پور کے معروف درویش خواجہ غلام فرید کے حوالہ سے مرزا قادیانی کو ’’من عباداللہ الصالحین‘‘ لکھا جسے بہاول پور کی عدالت میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں مرزائیوں نے اپنی تائید میں پیش کیا۔ خواجہ نور احمد نازکی اس وقت خواجہ غلام فرید کے جانشین تھے۔ ان سے علماء نے مراجعت کی۔ انہوں نے اس کی تفصیل سے ان کو آگاہ کیا کہ کس طرح مرزائی دجل وتلبیس، سازش وشرارت سے اس کتاب میں یہ ناروا بات خواجہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب ہوگئی ہے۔ اس سلسلہ کی تمام تفصیل چھ صفحات کے مضمون میں بیان کی گئی ہے جو ماہنامہ ’’الفرید‘‘ ملتان اشاعت جنوری ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔

(۲۳۷۲) نورالاسلام (مانسہرہ)، حضرت مولانا

(وصال: ۱۲/فروری ۲۰۱۸ء)

ڈاکٹر مولانا نورالاسلام مراد پور مانسہرہ کے رہنے والے تھے۔ مدرسہ سراج العلوم جبوڑی اور ٹی اینڈ ٹی کالونی ہری پور، قاری نورالحق صاحب سے حفظ کیا۔ ایف۔اے تک مانسہرہ سے تعلیم حاصل کی۔ جامعہ فاروقیہ کراچی سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ ریاض یونیورسٹی میں پڑھتے رہے۔ سکاٹ لینڈ ایڈنبرا یونیورسٹی سے اصول فقہ میں پی۔ایچ۔ڈی کیا۔ بیعت کا تعلق حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے تھا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے خلیفہ مجاز اور دارالعلوم ہولکمب بری کے استاذ الحدیث مولانا محمد ہاشم گجراتی سے مجاز بیعت تھے۔ شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری کے صاحبزادہ مولانا سید انظر شاہ کاشمیری سے اجازت حدیث حاصل تھی۔ مولانا نورالاسلام خود اور بچوں و اہلیہ سمیت برطانوی پاسپورٹ ہولڈر تھے۔ لیکن چار سال قبل اپنے وطن مانسہرہ آ گئے۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہما مسجد تعمیر کرائی۔ اس میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ جامعہ محمودیہ مانسہرہ میں مسلم شریف پڑھاتے تھے۔ یومیہ ایک منزل تلاوت کا معمول تھا۔ تین پارے تہجد میں پڑھ لیتے باقی دن بھر چلتے پھرتے مکمل کر لیتے۔

اس دھرتی پر علم و عمل، تقویٰ و دیانت، زہد و اخلاص کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ان جیسا بے نفس، ہنس مکھ انسان میں نے نہیں دیکھا۔ جن دنوں سکاٹ لینڈ میں ہوتے تھے ختم نبوت کے تبلیغی سفر پر حضرت مولانا خواجہ خان محمد تشریف لے جاتے تو مولانا نورالاسلام سراپا حاضر باش ہوتے تھے۔ سکاٹ لینڈ سے برمنگھم وفد لے کر ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوتے تھے۔ ہمیشہ علمی گفتگو کرتے اور خود بھی چلتی پھرتی علمی اور معلوماتی شخصیت تھے۔ ۱۲/فروری ۲۰۱۸ء کو بالڈھیر شاہ مقصود ہری پور سے گاڑی میں پیٹرول ڈلوا کر نکلے۔ ڈمپر نے ٹکر ماری۔ گاڑی میں عزیز بچے اور بعض خواتین کا موقعہ پر انتقال ہو گیا۔ مولانا کو بیہوشی کی حالت میں ایبٹ آباد ایوب میڈیکل کمپلیکس داخل کرایا گیا۔ ہوش آنے پر بچوں اور مستورات کے انتقال کی خبر سے ہارٹ اٹیک ہوا اور جان کی بازی ہار گئے۔ حق مغفرت کرے۔ ان کی وفات سے علم و فضل کا ایک باب بند ہو گیا۔ ایسی عبقری شخصیات مدتوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔

(۲۳۷۳) نورالحسن شاہ بخاری (ملتان)، مولانا سید

(ولادت: ۱۰/جنوری ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۴/جنوری ۱۹۸۴ء)

تنظیم اہل سنت پاکستان کے بانی، امام اہل سنت حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری کی عمر ۷۴ برس تھی۔ ملک عزیز کے ہر دلعزیز مذہبی خطیب، بلند پایہ مصنف و ادیب اور قومی رہنما تھے۔ حضرت مرحوم کو اللہ رب العزت نے بے پناہ خوبیوں اور بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ڈیرہ غازیخان کے علاقہ راجن پور کے باشندہ تھے۔ سکول کی تعلیم کے بعد اپنے علاقہ میں سکول ٹیچر ہو گئے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس علاقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری سے ملاقات ہوئی۔ اپنے ہمراہ لائے اور دیوبند میں داخل کرا دیا۔ ڈابھیل میں حضرت سید بنوری، مولانا شبیر احمد عثمانی ایسے دیگر مشاہیر اسلام سے مختلف فنون کی دینی کتابیں پڑھیں اور پھر برصغیر کی معروف بلند پایہ یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے پاس پڑھا اور یوں تین سال میں ماسٹر سے مولانا ہو گئے۔

تکمیل علوم کے بعد تنظیم اہل سنت پاکستان کی بنیاد رکھی۔ تنظیم کے ترجمان تنظیم اہل سنت اور ہفتہ وار دعوت لاہور کے ایڈیٹر بنے۔ جو آپ کی ادارت میں مثالی دینی پرچے ثابت ہوئے۔ ان رسائل سے وابستگی کے باعث صحافتی زندگی کا آغاز کیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ برصغیر کے معروف و بلند پایہ مصنف بن گئے۔ آپ کے قلم کی روانگی و پختگی پر اسلامیان برصغیر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ نے ایسی گرانقدر تصنیفات کا اپنے بعد ذخیرہ چھوڑا ہے۔ جو ان کے لئے ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ ہے۔ بلاشبہ برصغیر پاک و ہند میں آپ مدح صحابہ وتحفظ ناموس یاران مصطفیٰ ﷺ کے علمبردار تھے۔ آپ اس محاذ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے لخت جگر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے جانشین اور ان کی روایات ومشن کے امین تھے۔ آپ کی گرانقدر تصنیفات میں حضرت امام ابن تیمیہ، حضرت امام ابن قیم کی روح وجد کرتی نظر آتی ہے۔ ۲۵ سے زائد تصنیفات ہوں گی۔ جو اپنے اپنے موضوع پر حرف آخر کا درجہ رکھتی ہیں۔ تحفظ ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشن پر کام کرنے والے حضرات علماء وخطیب ان کے خوشہ چین تھے۔

آپ نے تقسیم ملک کے بعد ہر دینی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ۳۱ علماء کے بائیس نکات پر مشتمل اسلامی دستور کا خاکہ مرتب کرنے والوں میں شریک تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس ختم نبوت کی کراچی کی میٹنگ میں تنظیم کے مندوب کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ میٹنگ کے بعد ملتان روانہ ہوئے۔ باقی حضرات علماء کرام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالحسنات، مولانا فیض الحسن، سید مظفر علی شمسی، مولانا لال حسین اختر کو دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بندر روڈ کراچی سے گرفتار کر لیا گیا۔ آپ نے ملتان پہنچ کر چوک بازار میں تاریخی جلسہ میں تاریخی خطاب کیا۔ ملتان کے در و دیوار کو ہلا دیا۔ اسی شام گرفتار کر کے حوالہ زندان کر دیئے گئے۔ ۱۹۶۸ء میں جمعیۃ علمائے اسلام کے سٹیج سے مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری ایک تقریر کے سلسلہ میں گرفتار کر کے کراچی پہنچا دیئے گئے۔ جہاں انہوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ تقریر مسئلہ ختم نبوت پر تھی اس لئے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے سربراہ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اور امام اہل سنت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری کے دستخطوں سے آغا مرحوم کی رہائی کے لئے مشترکہ جدوجہد کے آغاز کی اپیل پر مشتمل پوسٹر چھاپ کر ملک میں تقسیم کیا گیا۔ ملتان میں ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے دائیں حضرت مولانا مفتی محمود اور بائیں مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری تھے۔ تینوں علم وعمل، صورت وسیرت کے کوہ ہمالیہ۔ جب جلوس کی قیادت کر رہے تھے تو اس پر وقار احتجاجی جلوس کے قائدین کی جھلک دیکھنے کے لئے فرشتے بھی آسمان سے جھانکتے ہوں گے۔

آہ! موت کے ہاتھوں آغا شورش کاشمیری، مولانا مفتی محمود اور مولانا محمد علی جالندھری ہم سے جدا ہو گئے۔ اب ان کی نشانی اور ان کی روایات کے امین مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری بھی داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت مرحوم کو اللہ رب العزت نے جن بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا ان میں سے ایک ان کی خودداری تھی۔ بلا مبالغہ بڑے ہی خوددار واقع ہوئے۔ بڑی سے بڑی شخصیت سے اختلاف ہوا کوہ ہمالیہ کی طرح ڈٹ گئے اور پھر کمال یہ کہ کسی کی نہ غیبت کرتے تھے اور نہ ان کی مجلس میں کسی کو کسی کی غیبت کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ ان کے بعض عزیز شاگردوں نے آخری دور میں ان سے فرضی روایات کی بنیاد پر اختلاف کیا اور احترام کی حدوں کو پھلانگ گئے۔ مگر کیا مجال ہے کہ کسی کے متعلق آپ نے کوئی جملہ کہا ہو یا سنا ہو۔ انہوں نے غیروں کی سی روش اختیار کی۔ مگر آپ صبر ورضا کا پتلا بن گئے۔ تنظیمی احباب کی خواہش واصرار پر حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے چند ورقی پمفلٹ لکھ کر اس معاملہ کو اپنی طرف سے اس طرح ختم کر کے بیٹھ گئے۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ان کی خودداری اور غیبت سے اجتناب ہم سب کے لئے درس اور نمونہ ہے۔

۳۰؍دسمبر ۱۹۸۳ء اپنی زندگی کا آخری جمعہ تنظیم اہل سنت نواں شہر ملتان کی مسجد میں پڑھایا اور کہا کہ زندگی کی آخری دو خواہشیں تھیں۔ حرمین شریف کی حاضری سو وہ اس سال پوری ہوگئی۔ دوسری خواہش تھی سیرت اصحاب مصطفیٰ ﷺ نامی کتاب کی تکمیل۔ وہ بھی اس ہفتہ مکمل کر لی ہے۔ اب فارغ ہوں اور سفر آخرت کے لئے تیار ہوں۔ کتنے عظیم انسان تھے کس طرح موت کا استقبال کرنے کو تیار بیٹھے تھے۔ بدھ کو عشاء کی نماز کی خود امامت کرائی۔ وظیفہ پڑھا پھر اس مسودہ کو لے کر نظر ثانی کے لئے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنی زندگی کی آخری خواہش و آخری تصنیف کو جھولی میں لئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

دوسرے دن ۵؍جنوری ۱۹۸۴ء جمعرات کو باغ لانگے خان ملتان میں جنازہ ہوا۔ ان کی قائم کردہ جماعت کے سربراہ مولانا علامہ عبدالستار تونسوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس جنازہ کی خصوصیت یہ تھی کہ حاضرین کی اکثر و بیشتر تعداد علماء مشائخ پر مشتمل تھی۔ سچ ہے کہ:

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

مولانا سید نورالحسن بخاری کے رد قادیانیت پر رسائل:

۱...... ''ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور، مرزا غلام احمد نمبر'' کسی زمانہ میں ''تنظیم اہل سنت'' لاہور سے ہفت روزہ رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا ملک کے رسائل میں بڑا نام و مقام تھا۔ حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری اس کے ایڈیٹر ہوتے تھے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں اس کا ''مرزا غلام احمد نمبر'' شائع کیا۔ اس میں ملک کے نامور اہل قلم اور سیاستدانوں کے رشحات قلم شائع کئے گئے۔ ایک سال میں اس خاص نمبر کے تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۵؍شعبان ۱۳۶۹ھ، مطابق مئی ۱۹۵۰ء میں اس خاص نمبر کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ احتساب قادیانیت جلد ۵۵ میں یہ شائع ہوا۔ اس زمانہ (۱۹۴۹ء) میں قادیانیوں کے خلاف قلم اٹھانا بڑے جگر گردہ کا کام تھا۔ مولانا سید نورالحسن بخاری پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ بیڑا اٹھایا۔ تریسٹھ سال بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

۲...... ''لاہور اور قادیان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جماعت احمدیہ کی خدمت میں ہمارا علمی ہدیہ'' اس کا دوسرا نام ''مسیح موعود کی پیشین گوئی متعلقہ مصلح موعود کی منصفانہ تحقیق'' دسمبر ۱۹۴۴ء لاہوری اور قادیانی گروہ کے سالانہ جلسے تھے۔ تب مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر شریف لاج امرتسر میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ آپ نے یہ پمفلٹ ۲۴؍دسمبر ۱۹۴۴ء کو شائع کیا جو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۳ میں بھی ہم نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ الحمد للّٰہ!

(۲۳۷۴) نورالحسن (کیلیاں والے)، جناب سید

(ولادت: ۱۸۸۹ء ...... وفات: ۱۹۵۲ء)

سید نورالحسن احمد نگر چٹھہ تحصیل وزیرآباد گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام غلام علی شاہ تھا۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کے دست اقدس پر بیعت کی۔ ایک دفعہ تحصیلدار انکم ٹیکس جو مرزائی تھا آپ کے پاس آیا تو آپ نے دلائل کے ذریعے اس کو مبہوت کر دیا۔ اسی طرح دھرم کوٹ کا باشندہ تعلیم یافتہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے قرآنی آیات کے ذریعہ مرزائیت کے کفر کو سمجھایا تو وہ نوجوان کہنے لگا

میں مرزائی ہونے کو تیار تھا۔لیکن آپ کی راہنمائی سے میرا ایمان درست ہوگیا۔جمعۃ المبارک کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(۲۳۷۵) نورالحق پشاوری، حضرت مولانا

(وفات:۱۹۳۴ء)

حضرت مولانا نورالحق بن مولانا عبدالصمد موضع فتھرانو ضلع پشاور کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔کئی پشتوں سے خاندان میں علماء کرام چلے آرہے تھے۔اپنے والد صاحب اور برادر اکبر مولانا عبدالرحمٰن سے درس نظامی کی تکمیل کی۔عربی میں دو کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں۔(۱) تفسیر سورۃ بقرہ۔(۲) امام الکلام فی تخریج المذہب الامام۔حضرت گولڑوی سے شرف بیعت حاصل تھا۔اس نسبت کی وجہ سے قادیانیت کے شدید مخالف تھے۔وعظ وتدریس میں خوب رد کرتے تھے۔

۲۵/اگست ۱۹۰۰ء کو مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے حضرت پیر صاحب گولڑوی کے ہمرکاب تھے۔روداد مناظرہ ''حق نما'' میں ۲۵ویں نمبر پر آپ کا نام ہے۔یہ روئیداد جلسہ لاہور احتساب قادیانیت ج ۳۸ میں شائع شدہ ہے۔

آپ نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر ایک فتویٰ کے جواب پر تائید بھی پیش کی۔''المجیب اصاب فیما اجاب'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۲۰)

(۲۳۷۶) نورالحق علوی (قصور)، مولانا

(پیدائش:۱۸۸۸ء وفات:۹/مارچ ۱۹۵۱ء)

مولانا نورالحق معروف دانشور جناب غلام جیلانی برق کے بڑے بھائی تھے۔دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید انور شاہ کشمیری سے آپ نے دورہ حدیث کیا۔لاہور میں رد قادیانیت کے لئے ایک جماعت مستشار العلماء پنجاب قائم کی۔حضرت مولانا محمد خلیل صدر اور مولانا نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نائب صدر، مولانا نورالحق ناظم عمومی مقرر ہوئے۔مستشار العلماء کے تحت پہلا رسالہ ۲۲/جولائی ۱۹۳۳ء کو شائع ہوا جو مولانا نورالحق صاحب نے تحریر فرمایا۔اس کا نام ہے:

۱...... ''قادیانیت اور اس کے مقتداء''

۲...... ''التعرف بیوذ آسف'' حضرت مولانا نورالحق علوی نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔مرزا قادیانی ملعون نے یوذ آسف کو یسوع مسیح ثابت کرنا چاہا۔پھر یوذ آسف کی قبر کشمیر کو مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت کرنے کے درپے ہوا۔دجل در دجل، کذب در کذب، فراڈ در فراڈ کے بعد ایک ایسا مؤقف پیش کیا۔مسلمان، مسیحی، یہودی، تینوں آسمانی مذاہب کے پیروکاروں میں سے ایک شخص نے بھی مرزا قادیانی کے مؤقف کو تسلیم نہ کیا۔نتیجتاً مرزا قادیانی ملعون کے حصہ میں سوائے دھوکہ دہی کی ابدی لعنت کے اور کچھ نہ آیا۔مولانا نورالحق علوی نے اس رسالہ میں ثابت کیا کہ یوذ آسف مرزا قادیانی کی طرح خود ایک جھوٹا مدعی نبوت تھا۔یوذ آسف شہزادہ نبی نہ تھا بلکہ ایک ملعون تھا۔یہ اس رسالہ کا موضوع ہے۔اس عنوان پر بہت سارے حضرات نے بہت کچھ تحریر فرمایا۔فقیر کی رائے میں اس موضوع پر یہ رسالہ حرف آخر کا درجہ رکھتا ہے۔

۳...... ''الشهاب الثاقب علی الرجیم الکاذب ''یعنی اسلام اور مرزائیت کا تضاد، حضرت مولانا نورالحق علوی نے ستمبر۱۹۳۴ء میں یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا۔ چھیاسی سال گزرنے کے بعد اس رسالہ کی اہمیت اور ضرورت باقی ہے۔

۴...... ''مجلس مستشار العلماء کا قیام'' پنجاب کے دارالحکومت لاہور میں مجلس مستشار العلماء کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مولانا قاضی محمد خلیل سابق مفتی مالیرکوٹلہ کو اس کا صدر اور مولانا نورالحق علوی کو اس کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ سرپرست اس کے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری قرار پائے۔ اس تنظیم کے تحت میں ردقادیانیت کے کام کے لئے مختلف شعبہ جات قائم کئے گئے۔ اس جماعت کے اراکین کے اسماء اور اغراض ومقاصد پر مشتمل تعارفی پمفلٹ مولانا نورالحق نے شائع کیا۔ جو شامل اشاعت ہے۔ یہ وہی مستشار العلماء ہے جس کا مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے اپنے رسالہ دعوت حفظ ایمان نمبر۲ میں تذکرہ کیا ہے اور ساتھیوں کو اس تنظیم کے ساتھ مدد کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد۳۱ میں شائع ہوگئے ہیں۔

(۲۳۷۷) نورالحق (لاہور)، مولانا ابوالحسن

(وفات: نومبر۱۹۶۴ء)

مولانا ابوالحسن نورالحق بونیر میں سید اسماعیل کے ہاں پیدا ہوئے۔ دیوبند کے فاضل تھے۔ علامہ انور شاہ کاشمیری اور حضرت مدنی کے شاگردوں میں سے تھے۔ لاہور کے معروف عالم دین تھے۔ بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب بھی رہے۔ علامہ محمد اقبال مرحوم کی ایک نماز جنازہ آپ نے پڑھائی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنا کردار ادا کیا۔ لاہور کے میانی صاحب میں مدفون ہیں۔

(۲۳۷۸) نورالدین امرتسری، مولانا

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے جب کتاب ''رجم الشیاطین'' مرزا قادیانی کے خلاف تحریر فرمائی تو مدرسۃ المسلمین امرتسر کے مدرس مولانا نورالدین نے ذیل کی تقریظ اس پر تحریر فرمائی: ''جو کچھ مولوی صاحبان مولوی غلام رسول اور مولوی احمد بخش نے رسالہ ہذا کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ عین صواب ہے اور اس سے میرا اتفاق رائے ہے۔ فی الواقع رسالہ ہذا جمیع متبعین سنت کے لئے وساوس شیطانی وہواجس نفسانی کے خطرات سے محفوظ رکھنے کی سپر قوس ہے اور سبحانہ تعالیٰ جناب مولوی صاحب مؤلف رسالہ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔'' حرہ عبداللہ المسکین نورالدین عفی عنہ بقلم خود مدرسۃ المسلمین امرتسر

(۲۳۷۹) نورالدین (فیصل آباد)، مولانا حکیم

مجلس احرار اسلام کے نامور رہنما تھے۔ تقسیم کے بعد فیصل آباد آ گئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ عمر بھر لٹھ لے کر قادیانیت کا ایسا تعاقب کیا کہ انہیں کہیں ٹکنے نہ دیا۔

(۲۳۸۰) نوراللہ آفندی (ترکی)، رئیس العلماء مولانا

ترکی کے نامور علم دین مولانا نوراللہ آفندی مرزا قادیانی اور اس کی ذریت سے متعلق رقم طراز ہیں کہ: ''اس وقت دشمنان

اسلام، ملت اسلامیہ کے درمیان افراط وتفریط کا بیج بونے کی ناپاک کوشش میں مصروف ہیں۔ فرقہ مرزائیہ کی ابتداء ہندوستان کے قصبہ قادیان سے ہوئی تھی۔ مرزا غلام احمد نامی ایک آدمی نے اپنے نبی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنی فریب کاریوں سے اس نے ایسا اثر پیدا کیا کہ چند احمقوں نے اس کی بیعت کر لی اور اس کی نبوت کا اقرار کر لیا۔''

مرزا قادیانی نے قرآنی آیات کی ترجمان میں بہت تحریف سے کام لیا ہے اور قرآنی آیات میں اپنے نام کو داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے جہاد کو منسوخ کر دیا اور مکہ مکرمہ کی بجائے امت مسلمہ کی عقیدت کا مرکز قادیان کو قرار دیا۔ وہ کلیم اللہ ہونے کا مدعی تھا اور عوام میں ہمیشہ یہ مشہور کرتا تھا کہ رات کو مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ مجھ میں مسیح موعود کی تمام نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے مجھ پر ایمان لاؤ۔

مرزا کے مرنے کے بعد اس کے جانشین بدستور اس غلط راہ پر کاربند رہے۔ جو مرزا قادیانی نے ان کے لئے تجویز کیا تھا، وہ لوگ ذلیل سے ذلیل حرکت کے ارتکاب سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ انہوں نے مسلمانوں کی تحقیر اور حقوق شکنی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کے سواء روئے زمین کے تمام مسلمان کافر ہیں۔ مرزا کا جانشین بشیرالدین محمود اپنے آپ کو دنیا کا روحانی حکمران تصور کرتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ میں اپنی بددعاؤں سے تمام عالم پر بیماریاں اور عذاب نازل کروں گا۔ یہ وہی ذلیل گروہ ہے جس نے جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست پر خوشی کے شادیانے بجائے اور سکوت بغداد اور عربستان سے ترکوں کے اخراج کے موقع پر حکومت ہند کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ میں ترکوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی قوت کے مطابق اس فتنے کے انسداد کے لئے کوشاں ہوں گے۔

(مرزائیت عدالت کے کٹہرے میں از جانباز مرزا ص ۲۴۴)

(۲۳۸۱) نصراللہ خان عزیز، جناب

(پیدائش: ۱۸/فروری ۱۸۹۷ء ...... وفات: ۲/جولائی ۱۹۷۶ء، لاہور)

آپ گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔ نامور صحافی تھے۔ کئی رسائل وجرائد مدیر رہے۔ جماعت اسلامی سے وابستہ ایشیاء رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور کی سطح پر بھرپور متحرک رہے۔ حق تعالیٰ مغفرت کریں۔ نظریاتی قومی رہنما تھے۔ لاہور جماعت اسلامی کے امیر بھی رہے۔

(۲۳۸۲) نوراللہ نعیمی بصیرپوری، پیر طریقت مولانا

(ولادت: ۱۰/جون ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۱۵/اپریل ۱۹۸۳ء)

آپ ممتاز عالم دین، پیر طریقت، محقق مدرس اور استاذ العلماء تھے۔ مولانا دیدار علی الوری کے شاگرد اور مولانا نعیم الدین مراد آباد کے مرید تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ مرکزی جماعت اہل سنت کے نائب امیر رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں علاقہ بھر میں شب وروز ایک کر دیئے۔ ۱۹۷۷ء تحریک نظام مصطفیٰ میں پوری تندہی سے شریک عمل رہے۔ بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے۔ حق تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ دارالعلوم حنفیہ بصیرپور ضلع اوکاڑہ کے بانی تھے۔ وہیں پر محو استراحت ہیں۔

(۲۳۸۳) نورالٰہی بانی روزنامہ احسان (لاہور)، جناب ملک

(پیدائش: ۱۹۰۵ء ...... وفات: ۱۸/اگست ۱۹۷۲ء، لاہور)

آپ نامور مسلم لیگی تھے۔ ۷/ستمبر ۱۹۳۴ء میں روزنامہ احسان لاہور جاری کیا۔ قائداعظم نے اس کا افتتاح کیا اور پھر یہ مسلم لیگ کا ترجمان بن گیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء یہ اخبار زوروں پر تھا۔ مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش اور حاجی لق لق، باری علیگ اس میں کام کرتے تھے۔ ان حضرات کے قلم کی جولانیاں قادیانیوں کو اڑنگے پر لاکر چت لٹا کر چھترول کا منظر پیش کرتی رہیں۔ کیا نظریاتی لوگ تھے اور خوب تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں روزنامہ احسان نے بھرپور کام کیا اور خوب نیک نامی اپنے حصہ میں کی۔

(۲۳۸۴) نورالہدیٰ (کراچی)، شیخ الحدیث حضرت مولانا

(وفات: ۱۰/جون ۲۰۱۹ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا نورالہدیٰ نے ۱۹۶۵ء جامعہ اشرفیہ لاہور سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ ۱۹۶۹ء میں جامعہ ربانیہ کے نام سے ناظم آباد اور ۱۹۸۱ء میں قصبہ کالونی کراچی میں دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ تقریباً پچیس سال شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، اپنے مدرسہ کے علاوہ جامعہ ندوۃ العلم میں کچھ عرصہ مسند حدیث کو رونق بخشی۔ اندرون و بیرون ملک ہزاروں شاگردوں میں مفتی نظام الدین شامزئی شہید، مولانا عنایت اللہ شہید، مولانا اقبال اللہ، جمعیت علمائے اسلام بلوچستان کے امیر مولانا فیض محمد سمیت ہزاروں علماء شامل ہیں۔ بلامبالغہ ہزاروں علماء کے استاذ تھے۔ پندرہ کے قریب اردو اور عربی کتب تصنیف کیں۔ بیس سال تک جمعیت علمائے اسلام کراچی کے امیر کی حیثیت سے ملکی سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ اور ایم آر ڈی کے پلیٹ فارم سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ختم نبوت کے پروانوں میں نام لکھوایا۔ تحریک ختم نبوت میں بھی پس دیوار زنداں رہے۔ (مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

(۲۳۸۵) نورحسین جعفری کربلائی، جناب ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر نورحسین صابر گورنمنٹ پنشنر جعفری کربلائی جھنگ سیالوی نے ''خاتم النبوۃ'' رسالہ تحریر فرمایا۔ مولانا علی الحائری نے اس کی تقریظ تحریر کی۔ جناب علی الحائری وہ شخصیت ہیں جو مرزا قادیانی ملعون کے مقابلہ میں میدان عمل میں ثابت قدم رہے۔ مرزا قادیانی ان کی تردید کرتا رہا۔ لیکن مولانا علی الحائری نے مرزا قادیانی کا ناطقہ بند کئے رکھا۔ اس رسالہ کی آپ نے تقریظ تحریر فرمائی۔ رسالہ شیعہ نقطہ نظر سے ردقادیانیت پر لکھا گیا ہے۔ تاہم مرزا قادیانی کی ''بولورام'' کردی گئی ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

(۲۳۸۶) نورحسین عبداللہ (ٹیکسلا)، مولانا

(وصال: ۱۵/ستمبر ۲۰۱۷ء)

آپ امام التفسیر مولانا حسین علی واں بھچراں کے شاگرد رشید اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے گرامی قدر رفقاء میں سے تھے۔ آپ کا شمار مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر شریعت کے ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ موصوف بہت بہادر اور جفاکش عالم

دین تھے۔ پاکستان کی کوئی ایسی دینی تحریک نہیں جس میں آپ نے بے جگری سے حصہ نہ لیا ہو۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نمایاں رہے۔ مجلس احرار اسلام سے دلی وابستگی تھی۔ چنانچہ ایک وقت میں آپ مجلس احرار اسلام کے ایک حصہ کے مرکزی امیر بھی رہے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مجاہد ملت جناب ماسٹر تاج الدین انصاری تھے۔ اس زمانہ میں مرکزی ناظم عمومی ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ ابن شریعت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری تھے۔ ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم کے بعد کچھ عرصہ کے لئے فیصل آباد کے ضیغم احرار مولانا عبیداللہ احرار مرکزی امیر بنے۔ پھر مولانا عبیداللہ احرار کی جگہ مولانا حافظ سید عطاء المنعم امیر مرکزیہ رہے۔ جب کہ ایک حصہ کے امیر مولانا عبیداللہ احرار اوران کے سیکرٹری جنزل چوہدری ثناءاللہ بھٹہ بنے۔

حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری کے حکم پر جناب عبدالغفور انوری ملتانی، ان کے بعد جناب محمد حسین چغتائی بہاول پوری اوران کے بعد مولانا عبدالحق رحیم یار خان والے مجلس احرار کے امیر مرکزیہ رہے۔ اس پورے دور میں حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری مجلس کے ناظم عمومی اور قائد احرار رہے۔ پھر حضرت مولانا حافظ سید عطاء المحسن شاہ بخاری امیر بنے۔ ادھر مولانا عبیداللہ احرار کے بعد اس دھڑا کے امیر صوفی عبدالرحیم نیازی بنے اور سیکرٹری جنزل جناب ثناء اللہ بھٹہ رہے۔ پھر اس کے بعد وقت آیا کہ یہ سب حضرات یکجا اور متحد ہوگئے اور مجلس احرار اسلام میں کوئی دھڑا نہ رہا۔ الحمد للہ!

مولانا حافظ سید عطاء المحسن شاہ کے آخری دور حیات میں مجلس احرار اسلام میں رائے کا اختلاف ہوا۔ مولانا سید عطاء المومن شاہ بخاری نے مجلس احرار اسلام کا سربراہ مولانا نور حسین عبداللہ کو بنایا اور خود سیکرٹری جنزل بنے۔ اس تفصیل سے اس قضیہ کو ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت مولانا نور حسین عبداللہ کا مجلس احرار اسلام کی صفوں میں مقام رفیع اور جذبہ حریت اتنا نمایاں تھا کہ انہیں ایک حصہ کی سربراہی پر براجمان کیا گیا۔

فقیر راقم ذاتی طور پر گواہ ہے کہ اس دوران حضرت مولانا نور حسین عبداللہ مجلس احرار اسلام کے ہر رفیق اور رہنما کے لئے محبت کے جذبات رکھتے تھے اور حضرت امیر شریعت کے پورے خاندان کے ہر خورد وکلاں پر جان نچھاور کرتے تھے اور جگرسوزی کے ساتھ وہ جماعت کو متفق ومتحد کرنے کے لئے بے قرار نظر آتے تھے۔ انہیں کی ان کاوشوں کا صدقہ ہے کہ اب ہر طرف یکجائی نظر آتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مزید اتفاق واتحاد کی نعمت سے تمام جماعتوں کو وافر حصہ نصیب فرمائیں۔ مولانا نور حسین عبداللہ نے جس شان کے ساتھ وقت گزارا وہ میرے رہے۔ تہی دست وتہی دامن کے لئے مشعل راہ ہے۔ وہ کیا گئے کہ ایک دور کی بڑی شخصیت سے ہی ہم محروم ہوگئے۔

(۲۳۸۷) نور عالم خلیل امینی، مولانا

(ولادت: ۱۸؍دسمبر ۱۹۵۲ء ...... وفات: ۳؍مئی ۲۰۲۱ء)

مولانا نور عالم خلیل امینی کی ولادت انڈیا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ، دارالعلوم مئو اور دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ درس نظامی کی تکمیل مدرسہ امینیہ دہلی میں ہوئی۔ اساتذہ میں وحید الزمان کیرانوی اور مولانا محمد میاں دیوبندی جیسے اکابر شامل تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند میں ادب کے استاذ تھے۔ عربی، اردو ادب کے نامور اور ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ عربی اور اردو زبان کے نامور اور بلند پایہ مصنف تھے۔ آپ کی کتاب مفتاح العربیہ انڈیا کے مختلف مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔

ایک کتاب ’’فلسطین فی انتظار صلاح دین‘‘ پر آسام یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا گیا۔ آپ کو ۲۰۱۷ء میں صدارتی سرٹیفکیٹ آف آنر سے بھی نوازا گیا۔

(۲۳۸۸) نور محمد اچکزئی، مولانا الحاج

(ولادت: ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۲۵؍دسمبر ۱۹۷۹ء)

چمن کے مولانا نور محمد اچکزئی نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ افغانستان بھی پڑھتے رہے۔ ہندوستان گئے۔ مولانا فضل الحق سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے ارادت کا گہرا تعلق تھا۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے آزادی کے لئے خدمات سرانجام دی۔ چمن میں دینی مدرسہ قائم کیا۔ مولانا عرض محمد اور مولانا نیک محمد سے مل کر بلوچستان میں علماء کرام کو سیاست کے میدان میں لانے، تحریک آزادی، تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔

(۲۳۸۹) نور محمد باغی (خان پور ضلع رحیم یار خان)، جناب

(وفات: ۱۸؍مئی ۱۹۸۶ء)

خانپور ضلع رحیم یار خان مجلس احرار اسلام کے دیرینہ رہنما وقومی کارکن تھے۔ زندگی بھر تحفظ ناموس ختم نبوت کے لئے صف اوّل میں شامل رہے۔ وہ دینی تحریکوں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے نماز جنازہ پڑھایا۔ دین پور شریف کے قبرستان میں محو استراحت ہوئے۔ مجلس احرار سے ان کا محبت واخلاص اور وفاء کا عمر بھر رشتہ رہا۔

(۲۳۹۰) نور محمد ٹانڈوی، مولانا

(وفات: ۴؍جون ۱۹۸۲ء)

علامہ نور محمد ابن جناب دین محمد سلطان پور (یو۔ پی) کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عین العلوم ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں حاصل کی۔ یہاں ایک صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا محمد اسماعیل کی زیر تربیت تعلیم پائی۔ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کی ترغیب پر اعلیٰ تعلیم کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور میں ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں فراغت حاصل کی۔ دوران تعلیم ہی مناظرہ سے فطری دلچسپی کی وجہ سے کافی شہرت حاصل ہوئی۔ ایک مرتبہ سرخیل علماء دیوبند حضرت مولانا خلیل احمد نے آپ کی تقریر سنی تو خوش ہوکر چار روپیہ ماہانہ اپنی جیب خاص سے جاری فرمایا اور ’’علامہ‘‘ کے خطاب سے نوازا۔ چنانچہ علامہ ٹانڈوی ہی کے لقب سے آپ جانے پہچانے جاتے ہیں۔ شادی کے بعد سلطان پور چھوڑ کر قصبہ ٹانڈہ ہی کو آپ نے اپنا مستقل وطن بنالیا تھا۔

فراغت کے بعد تقریباً دوسال تک قادیانی فتنہ کے سدباب کے لئے راجپورہ (پنجاب) میں امامت وتعلیم سے جڑے رہے۔ محرم ۱۳۴۶ھ/ جولائی ۱۹۲۷ء سے رجب ۱۳۵۶ھ/ اکتوبر ۱۹۳۷ء تک مظاہر العلوم میں مبلغ اور مدرس رہے۔ حضرت مولانا

ابرار الحق صاحب جیسے بزرگ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ملک میں آپ نامور خطیب تھے۔ مختلف غیر ملکی اسفار بھی تبلیغ کی نسبت سے کئے۔ دیوبند مکتب فکر کے مشہور مناظر تھے۔ آریوں، عیسائیوں، قادیانیوں اور دیگر تمام ہی باطل فرقوں سے آپ کے مناظرے ہوئے ہیں۔ شعبان ۱۳۵۶ھ/نومبر ۱۹۳۷ء میں مظاہر سے سبکدوش ہوکر کولوٹولہ کلکتہ کی جامع مسجد میں بحیثیت مفسر قرآن خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء میں مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ میں مبلغ کی حیثیت سے تشریف لائے۔ مختصر سی علالت کے بعد ۱۱/شعبان ۱۴۰۲ھ، مطابق ۴/ ۵/جون ۱۹۸۲ء شنبہ یکشنبہ کی درمیانی شب لکھنؤ میں ساڑھے بارہ بجے آپ کا وصال ہوا اور تدفین ٹانڈہ میں ہوئی۔

سچے محبّ وطن جنگ آزادی کے بے باک مجاہد اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے شیدائی تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے زندگی بھر وابستہ رہے۔ آزادی کی تحریک میں تین مرتبہ جیل گئے۔ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی سے بھی آپ کے علمی مراسم گہرے تھے۔ اسی لئے آپ کی تقریر وتحریر میں مولانا فاروقی کا رنگ نمایاں ہے۔ مولانا نور محمد خان اپنے زمانہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے نامور مناد تھے۔ آپ کے ردقادیانیت پر مندرجہ ذیل رسائل ہمیں دستیاب ہوئے۔ جن کے نام اور سن اشاعت یہ ہیں۔

۱...... ''اختلافات مرزا'' ۵/ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ ۲۹/جون ۱۹۳۳ء

۲...... ''کفریات مرزا'' ۲۴/ربیع الاوّل ۱۳۵۲ھ ۱۸/جولائی ۱۹۳۳ء

۳...... ''کذبات مرزا'' ۵/ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۲۲/مارچ ۱۹۳۴ء

۴...... ''مغلظات مرزا'' ۲۰/ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ ۲۵/فروری ۱۹۳۵ء

۵...... ''کرشن قادیانی'' ۳/صفر ۱۳۵۴ھ ۷/مئی ۱۹۳۵ء

۶...... ''دفع الحادعن حکم الارتداد''

آخر الذکر رسالہ کو ہم ''فتاوی ختم نبوت ج۳ ص۲۱۵ تا ص۲۳۴'' میں شائع کرچکے ہیں۔ اس لئے احتساب قادیانیت میں یہ شامل اشاعت نہیں۔ باقی رسائل ۱ تا ۵، احتساب قادیانیت جلد ۱۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ، دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم واستاذ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصوری پوری نے اختلافات مرزا (تناقضات مرزا) کی اشاعت دیوبند ۱۹۸۶ء کے مقدمہ میں مصنف مرحوم کے ساتویں رسالہ ''امراض مرزا'' کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ وہ ہمیں میسر نہیں آسکا۔ تلاش بسیار کے باوجود اسے شامل نہیں کرسکے۔

مصنف رسائل ہذا! حضرت مولانا نور محمد صاحب ٹانڈوی بہت بڑے مناظر، مدرس اور مبلغ تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ برکۃ الہند حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا عبداللطیف سہارنپوری کے فاضل اجل شاگرد تھے۔ سیاسیات میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے پیرو تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے ممتاز رہنما تھے۔ ۱۹۳۰ء میں حضرت مدنی کے ہاتھ پر جان کی بیعت کی۔ متعدد بار قید وبند کے مراحل سے گزرے۔ فتنہ قادیانیت کا تحریر وتقریر کے ذریعہ مقابلہ کیا۔ کراچی سے خیبر، دہلی سے بمبئی تک قادیانی فتنہ کے خلاف آپ نے جدوجہد کی۔ ملایا، سنگاپور، فرانس، کینیا، افریقہ تک قادیانیت کا تعاقب کیا اور خوب کیا۔ اپنے دور میں ردقادیانیت کا آپ عنوان تھے۔ یگانہ روزگار، فاضل اجل، مناظر

اسلام کے رشحات قلم کوشائع کرنے کی سعادت پراللہ رب العزت کالاتعدولاتحصیٰ شکر بجالاتے ہیں۔ الحمد للہ اولاً و آخراً! اللہ رب العزت حضرت مولانا نورمحمد خان ٹانڈوی کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں اور کل روز جزاء ان کی رفاقت کا ہم مسکینوں کوشرف نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۲۳۹۱) نورمحمد چوہان، جناب حاجی

کہروڑپکا میں مجلس احرار اسلام کے بانی حضرات میں شامل تھے۔ حضرت امیر شریعت، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد علی جالندھری کو ابتداءً کہروڑ پکا میں بلانے والے آپ تھے۔ ۱۹۳۴ء میں کہروڑ پکا مجلس احرار اسلام کی رفقاء کے ساتھ بنیاد رکھی اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے انمٹ نقوش چھوڑے جنہیں کوئی مؤرخ نظرانداز نہیں کرسکتا۔ مسجد تلاب والی بخاری چوک مسجد کمیٹی والی، مسجد احرار اسلام کے بانی حاجی نورمحمد چوہان تھے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت صوفی احمد یار رانا واہن والوں نے پڑھائی۔

(۲۳۹۲) نورمحمد سجاول، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۱۷؍جون ۱۹۹۰ء)

آپ متبحر عالم دین تھے۔ استاذ العلماء بلکہ شیخ الکل کا اندرون سندھ میں آپ کو درجہ حاصل تھا۔ آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا پیرخورشید احمد گیلانی عبدالحکیم والوں کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے سجاول میں دارالعلوم والفیوض ہاشمیہ قائم کیا۔ ہزارہا بندگان خدا پرست، نامور آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی ایسے اکابر یہاں پڑھاتے رہے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی آپ کے شاگرد اور علمی جانشین تھے۔ ان کی یادگار کی آپ نے آخری سانس تک آبیاری کی اور بام عروج پر پہنچایا۔ مولانا نورمحمد صاحب سجاول جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے امیر رہے۔ ان سب حضرات نے اپنے خطۂ میں قادیانیت کو ناکوں چنے چبوائے۔ الحمد للہ!

(۲۳۹۳) نورمحمد قریشی ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب

آپ نے ردقادیانیت پر کئی کتب تحریر فرمائیں۔

(۲۳۹۴) نورمحمد (قلعہ دیدار سنگھ)، مولانا قاضی

(وفات: ۲۶؍جون ۱۹۶۲ء)

معروف عالم دین، مبلغ توحید تھے۔ آپ نے اپنی فانی زندگی میں تبلیغ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دی تھیں۔ عقیدۂ توحید وختم نبوت کے آپ علمبردار تھے۔ آپ مولانا حسین علی واں بچھراں اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ مولانا حسین علی سے آپ کو خلافت بھی حاصل تھی۔

(۲۳۹۵) نور محمد (کوئٹہ)، شیخ الحدیث مولانا

شیخ الحدیث حضرت مولانا نور محمد ان اکابر علماء کرام میں سے تھے جن کی زندگی کا ایک ایک ورق بصیرت افروز ہے۔ طالب علمی کا زمانہ ہو یا تدریس کا علمی عمل سیاسی امور ہوں، وزارت اور رکن قومی یا صوبائی اسمبلی کا دور ہو، ان کا کردار بلند رہا اور تقویٰ پر فائز رہے۔ آپ جید عالم اور اسلامی علوم وفنون کے ممتاز مدرس تھے۔ حق گو اور نڈر مجاہد ہیں۔ ساری زندگی دین کی اشاعت میں صرف کر دی۔ ملّائے مسجد اور مکتب نہیں بلکہ ملکی سیاست اور قومی معاملات کے اہم ترین رہنما ہیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا تحریک ختم نبوت۔ انہوں نے ہمیشہ ہراوّل دستہ کے سالار کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۴۶ء میں کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کلی سملی کی مسجد میں حاصل کی۔ بعد میں مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ میں تعلیم حاصل کی۔ پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک شیخ التفسیر مولانا عبدالحق کے شاگرد رہے۔ سند جامعہ حقانیہ سے حاصل کی۔ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر کے شاگرد رہے اور فتنہ باطلہ قادیانیت کے بارے میں مناظرہ پڑھا۔ ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم پشتون آباد میں قائم کیا۔ جب ۱۹۶۹ء میں بلوچستان میں جمعیۃ علماء اسلام کا احیاء ہوا یہ اس میں شامل ہوکر کام کرنے لگے۔ انہوں نے پشتون آباد کو جمعیۃ کا گڑھ بنادیا۔ ۱۹۸۸ء انتخاب میں جمعیۃ نے ان کو پی. بی. 1 سے صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ دیا۔ انہوں نے بے سروسامانی کے حالات میں بڑے بڑے سرمایہ داروں کو شکست دے دی۔ نواب اکبر خان بگٹی کے ساتھ مل کر جمعیۃ نے مخلوط حکومت بنائی۔ ان کو وزیر بلدیات مقرر کیا۔ انہوں نے اپنی حدود میں رہ کر صوبہ میں دینی اقدار کو بحال کرنے کے اقدامات شروع کردیئے۔ جمعہ کو تعطیل کا اعلان اور نماز کے اوقات میں دکانیں بند کرنے کا حکم دے دیا۔ خواتین کو بغیر حجاب کے بازاروں میں خریداری سے منع کردیا۔ جس سے تمام ملک میں تہلکہ مچ گیا۔ وفاقی حکومت کی ہدایت پر وزیر اعلیٰ نواب اکبر خان بگٹی نے ان کے اقدامات کو غیر آئینی قرار دیا اور کہا کہ یہ اسمبلی کے دائرہ کار کے امور ہیں۔ جس پر جمعیۃ نواب اکبر خان بگٹی شہید کی حکومت سے الگ ہوگئی۔ ۲۰۰۲ء میں یہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ انہوں نے قومی اسمبلی میں اسلامی نظام کا مسودہ پیش کیا اور بار بار اس کو زیر بحث لانے پر زور دیا۔ جب وہ مایوس ہوئے انہوں نے قومی اسمبلی کی نشست کو لات ماردی اور تحریک نفاذ شریعت قائم کی۔ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی ہمیشہ سرپرستی کرتے تھے۔ ہر اجلاس اور جلسے میں شامل ہوتے۔ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔ ان کی امارت میں شناختی کارڈ میں اور ریڈ ایبل پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی تحریک چلائی گئی۔ انہوں نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ ایم. آر. ڈی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ بلوچستان میں علماء میں سب سے زیادہ مقدمے اور جیلیں انہوں نے کاٹیں۔ انتہائی سادہ، فقیر منش شخصیت کے مالک تھے۔ قافلہ صدق وصفا اور کارواں جہاد عزیمت کے جرنیل تھے۔ (مولانا عبدالعزیز لاشاری)

(۲۳۹۶) نور محمد گھرجاکی، مولانا

''ختم نبوت ازروئے آیات قرآنی واحادیث رسول حقانی واقوال مرزا قادیانی'' مولانا نور محمد گھرجاکی گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔ اہل حدیث مکتبہ فکر کے نامور علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کا یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۷ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۲۳۹۷) نورمحمد لدھیانوی، مولانا

(ولادت:۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء)

مولانا نورمحمد لدھیانوی کی ولادت قاری علی محمد لدھیانوی کے گھر ہوئی۔ لدھیانہ، دہلی، کانپور، لکھنؤ میں تعلیمی مراحل مکمل فرمائے۔علم حدیث کی سند مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے حاصل کی۔ آپ کا مقصد حیات اعلان حق اوراشاعت دین تھا۔آپ نے عیسائیت کے خلاف بھی علمی خدمات انجام دیں۔ عیسائیوں کے اخبار نورافشاں کے جواب میں ’’نورعلی نور‘‘ جاری کیا جس میں عیسائیت کا رد ہوتا۔آپ نے مدرسہ حقانیہ قائم کیا۔ مدرسہ کے طلباء اور طالبات پر خصوصی توجہ دیتے۔ مدرسہ کا نصاب ازخود مرتب کیا۔ نورانی قاعدہ آپ ہی نے تصنیف فرمایا جو برصغیر میں بہت ہی مقبول اور عام ہے۔حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے آپ کے ادارہ کے نظم ونسق کی تحسین فرمائی اور متعلقین کو حکم دیا کہ مدارس ابتدائیہ قاری نورمحمد کے طریق کار کو اپنائیں۔ قاری نورمحمد نے کئی کتب تصنیف فرمائیں۔ مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری نے حضرت کو دعوت دی کہ آپ بستی رائے پور میں ادارہ قائم کریں۔ مولانا نورمحمد لدھیانوی جب رائے پور میں مقیم تھے۔تب آپ نے استفتاء بعنوان ’’فتویٰ تکفیر قادیان‘‘ کا مندرجہ ذیل جواب عنایت فرمایا تھا۔

’’جوشخص مسلمان ہوکران اقوال عقائد کا معتقد ہووہ بلاتردد مرتد ہے۔اس سے کوئی اسلامی معاملہ کرنا اور رشتہ ناطہ کرنا جائز نہیں اور جو ان کے عقائد تسلیم کر کے مرتد ہوجائے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہے۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۶۷)

(۲۳۹۸) نورمحمد مجاہد(لودھراں)، جناب صوفی

(وفات:۱۷؍جولائی ۲۰۰۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لودھراں کے پرجوش ورکر، فعال اور مخلص کارکن، جناب صوفی نورمحمد مجاہد تحریک ختم نبوت کے پرجوش اور فعال کارکن تھے۔ساری زندگی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ عالم نہ ہونے کے باوجود علماء کرام جتنی خدمات سرانجام دیں۔ فتنہ قادیانیت کے لئے ننگی تلوار تھے۔ صبح تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جارہے تھے کہ راستے میں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

مرحوم نہایت نیک، متقی، پرہیزگار انسان تھے۔ مرحوم جماعتی کارکنوں کو اپنی اولاد اور بھائی سمجھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنماؤں سے والہانہ عشق تھا۔ضلع لودھراں میں حاجی عبدالحمید بٹ مرحوم اور صوفی محمد علی کی وفات کے بعد ختم نبوت کے علم کو بلند کئے رکھا۔ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ہو یا ختم نبوت کانفرنس ملتان، صوفی صاحب بمعہ ساتھیوں کے ہر حال میں شرکت کو سعادت سمجھتے تھے۔نہایت ہی سادہ اور درویش منش انسان تھے۔ان کی وفات نہ صرف خاندان والوں کے لئے صدمہ کا باعث ہے بلکہ جماعت ختم نبوت کے لئے بھی صدمہ عظیم ہے۔

(۲۳۹۹) نورمحمد مسلم، جناب حکیم

آپ کا آبائی وطن ٹمن (تحصیل تلہ گنگ) تھا۔سکول کی تعلیم کے بعد طب کی تعلیم حاصل کی۔۱۹۴۲ء میں مجلس احرار میں

آئے۔ بہترین مقرر، خوبصورت نثر نگار اور وسیع المطالعہ تھے۔ مولانا گل شیر شہید کی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ جیسے کہ آپ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ: ''حضرت شہید کی یاد ہی فقط میرے دل و دماغ میں روحانی قوت اور ایمان میں تازگی پیدا کرسکتی ہے۔ ویسے تو میں مذہباً اور اخلاقاً احراری ہوں۔ مگر شہید مرحوم کی شخصیت تمام احرار باڈی میں میری نظر میں بدرجہ اتم تھی۔ اسی لئے میں ان کی ذات گرامی سے بہت کچھ لگاؤ پیدا کر چکا تھا اور سچ پوچھئے تو ان کے قول وعمل نے مجھے بہت متاثر کیا اور میرے لئے مشعل راہ کا کام دیا۔''

آپ تحصیل تلہ گنگ میں تحفظ ختم نبوت کے تمام جلسوں میں شریک ہوتے اور آپ کی تقاریر نے بڑی شہرت پائی۔ کافی عرصہ ہارون آباد میں مقیم رہ کر وہیں فوت ہوئے۔ جہاں رہے ختم نبوت کے منادرہے۔ (محمد عمر فاروق، تلہ گنگ)

(۲۴۰۰) نور محمد (مظفر گڑھ)، مولانا حکیم

بنیادی طور پر احراری، جماعتی طور پر عقیدۂ ختم نبوت کے محافظ تھے۔

(۲۴۰۱) نور محمد مہاروی، حضرت خواجہ

(پیدائش:۴/اپریل۱۷۳۰ء ...... وفات:۲۴/جولائی۱۷۹۲ء)

مہار شریف چشتیاں کے بالکل قریب ہے۔ خواجہ مولانا نور محمد مہاروی لاہور، ڈیرہ غازی خان وغیرہ پڑھتے رہے۔ آپ کے ہمسفر خواجہ محکم الدین سیرانی تھے۔ جن کا مزار مبارک قصبہ خانقاہ شریف ضلع بہاول پور میں ہے۔ حضرت معین الدین چشتی کے صاحبزادہ شاہ فخر الدین دہلوی سے خواجہ نور محمد بیعت تھے۔ تونسہ شریف کی خانقاہ کے بانی شاہ سلیمان تونسوی، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی مرید تھے۔ تونسہ شریف سے خانقاہ سیال شریف کے بانی بیعت تھے۔ سیال شریف کے حضرات سے حضرت مہر علی شاہ گولڑوی بیعت تھے۔ غرض تونسہ شریف، سیال شریف، چاچڑاں شریف، مرولہ شریف، جلال پور شریف کی خانقاہیں مہار شریف کے سمندر سے نکلتی اور دنیا کو سیراب کرتی نظر آتی ہیں۔ مہار شریف کے بانی بزرگ خواجہ نور محمد مہاروی تھے۔

اب ملعون قادیان کو دیکھئے کہ اس نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی فہرست انجام آتھم کے ص۷۱ پر نقل کرتے ہوئے ۶۱ نمبر پر لکھا۔ ''سجادہ نشین شیخ نور احمد مہاراں والا'' گویا ملعون قادیان نے مہار شریف کو مہارانوالہ کر دیا۔ پھر خواجہ نور محمد کو شیخ نور احمد کر دیا۔ گویا اسے شہر اور بزرگوں کے اصل نام کی بھی تمیز نہ تھی۔ دھت تیرے کی بدعقل وبدشکل کہیں کا۔ عقل کا دشمن۔ انہیں گستاخیوں نے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔

پھر ''سجادہ نشین'' کا لفظ لکھنا بتاتا ہے کہ وہ خواجہ نور محمد کے سجادہ نشین جو مرزا قادیانی کے دور میں تھے وہ مراد ہیں۔ وہ کون تھے؟ ان کے نام کا مرزا قادیانی کو سرے سے علم نہ تھا۔ ان وضاحتوں کے بعد ہمارے لئے خیر کا پہلو یہ ہے کہ ملعون قادیان نے خواجہ نور محمد مہاروی کی خانقاہ کے سجادہ نشین کا ذکر کر کے ثابت کر دیا کہ خانقاہ مہار شریف، خانقاہ تونسہ شریف، خانقاہ سیال شریف، خانقاہ چاچڑاں شریف، خانقاہ مرولہ شریف، خانقاہ جلال پور شریف کے سب بانی حضرات ملعون قادیان کے خلاف تھے۔ الحمد للہ! دیکھئے کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کو کن کن مقدس لوگوں کی حمایت کا شرف حاصل تھا۔

(۲۴۰۲) نور محمد ہاشمی، جناب مخدوم

(پیدائش:۱۶رفروری ۱۹۳۷ء وفات:۱۷ردسمبر ۲۰۰۹ء)

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں رحیم یارخان سے جناب مخدوم نورمحمد ہاشمی پاکستان قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔۲رستمبر ۱۹۷۴ء کو آپ نے قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

جناب مخدوم نورمحمد کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب مخدوم نورمحمد: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ قادیانی اور مرزائی گروہ کے اعتقادات کا تعیّن کرنے کے لئے اس معزز ایوان کو، قومی اسمبلی کو ایک کمیٹی میں تشکیل کیا گیا ہے۔ واقعات اور اسباب جو ابھی ہمارے سامنے آئے ہیں، وہ ہم پر واضح ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے اعتقادات کا پیدائشی طور پر علم ہوتا ہے۔ اسلام دین اور دنیا آخرت کا نظام خداوندی ہے۔ اس میں تحریف اور تبدیلی اسلام کے بنیادی ارشادات کے صریحاً منافی ہے۔ یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ مسلمان اپنے اعتقادات سے محض اس لئے بھٹک سکتے تھے۔ اس قسم کے فتنے جو سیاسی اغراض ومقاصد کے لئے، سامراجی سرمائے پر ایک مصدقہ اور مسلمہ دین میں رخنہ اندازی کرنے کے لئے، امت اسلامیہ میں افتراق پیدا کرنے کے لئے ایک تنظیم چلائی جاتی ہے۔ جو کہ سامراجیت اور حکومتوں کا ایک بڑا پرانا فعل ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں ایک انتہائی اہم ترین مسئلہ سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ جس کے بارے میں ہمیں یہ فیصلہ دینا ہوگا کہ اس تحریک کا مقصد، اس جماعت کا مقصد زیرزمین سازش ہے۔ اس کی وجہ جواز کیا ہے۔ جناب والا! میرے ناقص ذہن کی روشنی میں یا انتہائی قلیل مطالعہ کے مطابق تاج برطانیہ کا محکمہ جاسوسی، صیہونی لابی، اس صیہونی گروپ کی ایک تخلیق شدہ جماعت ہے۔ جس کے بارے میں جناب! آپ بخوبی آگاہ ہیں۔ برٹش ایمپائر کا سب سے بڑا فلسفہ کیا ہوتا ہے ’’ڈیوائڈ اینڈ رول۔‘‘ اس کے بعد اس کے آگے ایک خوفناک حربہ تھا۔ وہ:

"How to sow dragn's teeth."

(اژدھے کے دانتوں کی آبیاری کیونکر کی جائے)

وہ اپنے استحکام کے لئے، اپنی تجارت کے لئے، اپنی ثقافت کے لئے غریب اقوام پر جبری ٹھونستے ہیں۔ ان پر مسلط کرنے کے لئے باقی حربے بھی ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ نہایت تاریخی اور ایسی مصدقہ بات ہے کہ اس حقیقت سے انکار کیونکر کیا جائے؟ تاج برطانیہ کے محکمہ جاسوسی نے ان دونوں فرقوں کو تخلیق کیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کیا ہے۔ ہندوؤں کو آریہ سماج کی تحریک کی شکل میں جنم دیا ہے۔ میں آپ کو مختصر سمجھاؤں۔ اسلام وہ پاک مذہب ہے، وہ آخری مذہب ہے، جس میں نبی کریم ﷺ خاتم المرسلین ہیں۔ یہ خداوند کریم کا آخری فیصلہ ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن پاک کی ہر چیز مصدقہ، پاکیزہ ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت ہے۔ یہ ایک برحق جزو اعظم اسلام کا ہے۔

جناب! آپ جانتے ہیں جیسے اصنام پرستی ہے۔ وہ ایک ہزاروں برس سے دنیا کا سب سے پرانا مذہب ہے اہل ہنود کا۔

ہزاروں برس سے اصنام پرستی ان کے رگ و پے میں داخل ہے۔ آریہ سماج کا نعرہ یہ تھا کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ بھگوان اکیلا ہے، موورتی پوجا حرام ہے۔ گویا ان کے مذہب میں بھی مداخلت کی، جیسے ہم مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے انہوں نے ایک ڈھونگ رچایا۔ ان دونوں جماعتوں کا پاکستانی قوم سے فقط ان کا رول، ان کا فقط کردار، عالم اسلام میں افتراق پیدا کرنا ہے۔ عالم اسلام کی بڑھتی ہوئی آبادی، بڑھتی ہوئی تجارت، بڑھتی ہوئی دولت کے پیش نظر، کہ کہیں یہ ملک متمول نہ بن جائیں۔ اسلام کے قلعے میں شگاف ڈالنے کی سب سے بڑی زیرزمین سازش ہے جو کہ خاص طور پر سامراجیت، صیہونیت، چاہے وہ دنیا کے کسی خطے میں کیوں نہ ہو۔

جناب! آپ جانتے ہیں، میں اس حقیقی منطق سے آپ کو روشناس کراتا ہوں کہ اس مضبوط و مربوط، اس پرانے فتنے کو انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے پڑھا ہے ''ٹائم میگزین'' میں۔ ہوسکتا ہے سات برس پیشتر کی مجھے تاریخ صحیح یاد نہ ہو۔ تو اس میں جناب والا! امریکہ میں اہل ہنود کا ادارہ ہے۔ ''ٹائم میگزین'' میں امریکہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ امریکی عنصر لکھتے ہیں کہ امریکہ **American CIA is the illegitimate child of British Home Department.** (امریکی سی آئی اے، برطانوی وزارت داخلہ کا ناجائز بچہ ہے۔) تو جناب! میں عرض کرتا ہوں کہ برطانیہ نے اپنی حکومت چلانے کے لئے، اپنی حکمرانی پھیلانے کے لئے، کس طرح ایک وسیع و عریض قوت کو ایک تنظیم کا سہارا لینا پڑا۔

جناب والا! آپ اندازہ فرماسکتے ہیں کہ جس وقت برطانیہ کا اقتدار ختم ہوا۔ جب برطانیہ روبہ تنزل ہوا، جب برطانیہ کی قوت جو تھی، وہ اپنی کالونی سے، اپنے مقبوضہ جات سے نکل کر صرف جزائر برطانیہ میں آنا شروع ہوئی۔ تو اس وقت ان میں یہ قوت باقی نہیں رہی تھی کہ دنیا کا وہ نظام ہوم ڈیپارٹمنٹ جس نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ اس کو قائم رکھتے اور اس کو چلاتے۔ بالآخر وہ نظام امریکہ کی سی آئی اے کو منتقل ہوا۔ دنیا کا جو انضمام تھا، سیاسی مغربیت اور مغربی یورپ کی اور مغربی ممالک کی اور **Westren Hemisphere** (مغربی نصف کرۂ ارض) کی بالادستی کو کنٹرول کرنے کے لئے وہ طاقتیں جو تھیں، وہ ازخود برطانیہ سے امریکن سی آئی اے کو منتقل ہوگئیں۔

جناب! اب آپ اندازفرماسکتے ہیں کہ تاج برطانیہ کا لگایا ہوا پودا جو ہے۔ اس کی آبیاری بھی اسی طرح سی آئی اے کو منتقل ہوچکی ہے۔ چوہدری ظفراللہ سے زیادہ قابل لوگ بھی پاکستان میں موجود تھے۔

جناب والا! میں منطق کی بات کہوں گا۔ دین کے مسئلے میں علماء کرام نے تشریحاً اپنے معتقدات، اپنے تجربات اور اپنی بصیرت سے تشریح فرمادی ہے۔ میں فقط یہ عرض کروں گا کہ چوہدری ظفراللہ اور ایم ایم احمد یا ان کے باقی جو گروپ ہیں۔ یہ اوسط ذہن سے کم لوگ تھے۔ انہیں اوپر اٹھایا گیا۔ ان کے مقام کو دانستہ اجاگر کیا گیا۔ جناب والا! بین الاقوامی عدالت کا جج بننے کے لئے سید حسین شہید سہروردی اور اے۔ کے بروہی کی شخصیت کیا کچھ کم تھی؟ مگر وہ سامراج کے ایجنٹ نہیں تھے۔ لہٰذا ان کی تعیناتی جو تھی، وہ مغربی طاقتوں کے ارادوں میں حائل تھی اور ان عظیم شخصیتوں کو لینا انہوں نے قبول نہ کیا۔ بعینہٖ اسی طرح جناب والا! اگر آپ دیکھیں، ایم ایم احمد جو پاکستان کو توڑنے کے بعد عالمی بینک میں بیٹھا ہوا ہے، وہ سازشیں اور مکاریاں کرتا رہا ہے۔

یہ پہلے اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ جس نے تقسیم کے وقت جب ہندوؤں کا انخلاء سیالکوٹ سے ہوا اور تارکین کی جو جائیداد ہاتھ

آئی، انہوں نے فوراً اٹھا کر گورداس پور کے قادیانیوں میں شامل کر دی۔ جناب والا! ان کی محبت بھی پاکستان سے کسی تلخ حقائق کی وجہ سے وہ ظاہر کرتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے مسلم پنجاب کے علاقے جو تھے، انہوں نے ریڈ کلف ایوارڈ سے مل کر اور ماؤنٹ بیٹن سے مل کر، کانگریس سے مل کر، بقول جناب چوہدری غلام نبی صاحب، انہوں نے ہمارے علاقے کٹوائے اور بھارت میں شامل کرائے۔ معزز ممبران اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے۔ اس کے بعد جب مغربی پاکستان سے، مغربی پنجاب سے سکھ بھاگے، انہوں نے انہیں دھکے دے کر وہاں سے باہر نکال دیا اور پنڈت نہرو کے جو وعدے تھے وہ ہوا میں معلق رہے اور انہوں نے آ کر ہمیں تاراج کر کے ہمارے مسلم پنجاب کے علاقے کٹا کر، ہمارے لوگوں کو مہاجر بنا کر انہوں نے اپنا مقام یہاں آ کر ربوہ میں حاصل کیا۔ جس کو وہ اب ایک خود مختار چھوٹی سی اسٹیٹ بنا کر بیٹھے ہیں۔ وہ میونسپلٹی ہے، جو کچھ بھی ہے، وہ تو ان کے عزائم کی تشریح ہو چکی ہے۔

جناب والا! یہ ماسوائے اس کے ہرگز ہرگز ان کی کوئی تشریح نہیں ہے کہ یہ عالم اسلام کی یکجہتی کے خلاف سامراج کا ایک گڑھ ہے۔ یہ کوئی دین نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک، یہ کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ زیر زمین چھپے ہوئے ہیں اور یہ چھپی ہوئی سازشیں ہیں۔ یہ ایک سیاسی تحریک ہے جو عالم اسلام کو خاکم بدہن تاراج کرنے پر مامور ہے۔

جناب والا! اب میں ایک نہایت ہی اپنی ناقص عقل کا یہاں اظہار کروں گا جو کہ ایک انسان کی حیثیت سے ہر انسان کے ذہن میں گردش کرتی ہے۔ یہ بات کہ وہ مسیح موعود تھے۔ انہوں نے آخری دور میں آنا تھا اور انہوں نے معاشرے کی اصلاح کرنی تھی، جزاک اللہ۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر منطقی طور پر دیکھا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ ماؤزے تنگ نے ۷۰ سے ۷۵ کروڑ انسانوں کو مارکسزم کا فلسفہ دیا۔ لینن تھا، اس کی بھی اپنی ایک فکر تھی۔ جناب والا! سب سے پہلے میں اپنی اس مقدس سرزمین کی اس حقیقت کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں۔ ہمارے قائداعظم، اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ انہوں نے مسلم لیگ اور برصغیر کے مسلمانوں کو ایک فلسفہ دیا اور ہم نے وطن حاصل کیا۔ قائداعظم نے وطن حاصل کیا، پاکستان حاصل کیا۔ ظاہر ہے کہ ایک فلسفہ تھا، ایک فکر تھی، جس کے نتیجے میں ہمیں پاکستان ملا۔ چلئے، ہمارے دشمن ہی سہی، گاندھی جی مہاراج جو مسلمانوں کو کہتے تھے:

"A band of converts cannot be a nation."

(مذہب بدلنے والوں کا ایک گروہ ایک قوم نہیں بن سکتا)

چھوڑیئے مگر تلخ حقائق ہی سہی۔ انہوں نے تحریک آزادی لڑی۔ تحریک خلافت بھی رہی ہے۔ انہوں نے بھارت کو آزادی دی۔ گاندھی جی اپنی قوم کے لئے ایک بہت بڑی چیز تھے اور دنیا کے نامور لیڈروں میں سے تھے۔ جناب والا! جمال عبدالناصر تھے، انہوں نے عرب دنیا کو اتحاد کا درس دیا تھا۔ ایک بہت بڑی بات ہے۔ افریقہ میں کئی ایسی شخصیات آئی ہیں۔ لہٰذا اس دور میں اگر اس جماعت کا تجزیہ کریں تو اس نے نہ تو اسلام کی اور نہ سیاسی خدمات انجام دی ہیں۔ اگر دوسری طرف ان کا فکر دیکھئے کہ آپ نے مذہب کے لئے کیا کیا ہے؟ وہ کتابیں ''انجام آتھم'' اور ''کشتی نوح'' اور اس کے علاوہ پتہ نہیں کیا کیا تھا اور جو نام خاص طور پر مجھے ذہنی فکر کا سب سے اوپر نظر آیا وہ ''ست بچن'' ہے۔ اس نام کو بتا سکتے ہیں کہ یہ جو نام ہے یہ کیا فکر رسا سے معمور نام ہے؟

اسلام دشمن ٹولہ

جناب والا! بحیثیت ایک مسلمان کے مجھ پر واجب ہے کہ میں اپنے دین کے معاملے میں عصبیت رکھوں۔ ایک شخص، ایک گروہ جو سرمایے کے زور پر عالم اسلام کو تاراج کر رہا ہے، ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اس کی صحیح کیفیت جو ہے اس کو بے نقاب کریں۔ جناب والا! ہم نے ان تلخ حقائق کا جائزہ لیا ہے کہ حیفہ اور تل ابیب کے فنڈ پر پلنے والا یہ ٹولہ اسلام دشمن ہی نہیں ہے، یہ پاکستان دشمن پہلے ہے اور عالم اسلام کا سب سے بدترین (دشمن) ٹولہ ہے۔ کیونکہ اہل یہود کھلے ہیں، اہل ہنود کھلے ہیں۔ باقی جتنی سوشلسٹ قوتیں ہیں، جو آپ کو دنیا کے نقشے سے مٹانے کی خواہاں ہیں، اور آپ کے سامنے آپ کا اگر کوئی زیرزمین دشمن ہے تو وہ فقط یہی ٹولہ ہے جس کی پہچان میں ہر بار ہر وقت آپ کو تکلیف ہوئی ہے۔

قادیانیت انسانی ذہنیت کا بیت الخلاء؟

جناب! آپ خود جانتے ہیں کہ ہم نے کیا تأثر لیا ہے جو دین پر انہوں نے حملے کئے ہیں۔ آپ مسلمان ہیں، معزز ایوان مسلمان ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ انہوں نے دین پر کس قسم کے بے رحمانہ حملے کئے۔ یہ انسانیت سے معذور ہیں۔ جو لوگ انسانی ذہنیت سے معذور ہوں، جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسلام دشمن پلندہ تھا۔ کیا یہ پیغمبرانہ صفات ہیں۔ نعوذ باللہ، خاکم بدہن، میں تو کہتا ہوں کہ یہ انسانی ذہن کا بیت الخلاء تھا۔ انہوں نے جس طریقے سے عالم اسلام کی دل آزاری کی ہے۔

ملک توڑنے کے ذمہ دار؟

جناب والا! ہم نے ان کے خزاں رسیدہ جذبات اور اجل رسیدہ افکار کا جائزہ لیا ہے۔ جناب والا! ہم نے ان کی تمام مکاریوں کو تولا ہے۔ ہم نے اسے سیاسی ترازو میں نہیں تولنا ہے۔ یہ ہمارے دین کا معاملہ ہے۔ میرے تمام بھائیوں کے دین کا معاملہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ملک میں اس مسئلے پر طوفان کھڑا ہوا ہے۔ ہماری زندگی قیمتی نہیں ہے۔ ہمارا ملک قیمتی ہے۔ ہماری قوم قیمتی ہے اور پھر وہ ملک اور قوم محض اسی فلسفے کی مرہون منت ہے جس کی حفاظت کے لئے قدرت نے اسے مامور کیا ہے۔ آپ کو یہ جائزہ لینا ہے کہ آپ کا ملک کیسے ٹوٹا۔ کس نے توڑا اور اس میں سب سے بدترین سازش انہی کی تھی۔ اگر آپ مجھے اجازت فرمائیں تو میں شیخ مجیب الرحمٰن کے وہ جملے جو پہلے پہلے سنے تھے، وہ اس معزز ایوان تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

جناب مجیب الرحمٰن اور قادیانی

"This syndicate of Qadyani Generals and the ruling bureaucratic clique......this clique of pythons...... is not going to transfer this power to me. They want to put me behind the bar. They would like to fight the aimless battle and ultimately they will surrender before the enemy and not before their majority."

(قادیانی جنرلوں اور افسر شاہی کا گروہ جو کہ درحقیقت زہریلے سانپوں کا ایک جتھا ہے۔ مجھے اختیار منتقل نہیں کر رہا۔ یہ مجھے سلاخوں کے پیچھے بھیجنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک بے مقصد جنگ لڑیں گے اور آخر کار دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔ لیکن اپنے ملک کی اکثریتی عوام کے سامنے نہیں جھکیں گے)

تو جناب والا! یہ آخر کیا سازش تھی؟ اس سے ہمارے مشرقی پاکستان کے بھائی مکمل طور پر آگاہ تھے۔ مگر ہم بدنصیب اس خطے کے لوگ سمجھ نہیں آئی کہ ہم اپنے تنخواہ خوار ملازموں سے اتنی تذلیل اٹھانے والے ہیں۔ ہم نے اس کا جائزہ تک نہیں لیا کہ جن لوگوں کو آپ تنخواہ دیتے ہیں۔ ایک قوم کی حیثیت سے خزانہ آپ کا ہے۔ مملکت آپ کی ہے۔ کماتے آپ ہیں۔ خزانہ بھی اپنا آپ بھرتے ہیں۔ اس سے زیادہ تذلیل ہماری کیا ہوگی؟ ہم بدنصیب لوگوں کی، کہ ہمارے تنخواہ خوار ملازمین ہماری تذلیل کر کے، ہمیں دھکے دے کر ہمیں ملک بدر کر دیں کہ ہمیں انڈیا کا سیٹلائٹ بنا دیں۔

جناب والا! میں آپ سے مزید گزارش کروں گا اس سلسلے میں کہ اس وقت جو سازش زیر غور ہے اس میں بھارت جیسا منافق دشمن سب سے آگے شریک ہے۔ خدانخواستہ یہ مغربی پاکستان کو بھی تاراج کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی پالیسی یہ ہے کہ وہ عرب ممالک اور ایران کے سر پر پہنچ جائیں تاکہ وہ عرب ممالک کو کہیں کہ بابا! یہ ڈالر اٹھا کے اب انڈیا کے بنکوں میں رکھو، اب ایشیاء اور افریقہ کے لیڈر ہم ہیں۔ بڑی نیوی بھی ہم بنائیں گے، بڑی افواج بھی ہم بنائیں گے۔ آپ کا تحفظ اب ایک بہت بڑی سیکولر پاور کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ جناب والا! یہی عالم اسلام میں وہ قلعہ ہے جو ان کے عزائم میں سدراہ ہے۔ یہی وہ پاکستان تھا جو مشرق و مغرب سے بھارت کی فسطائیت کے پنجے کو بلاد اسلام تک پہنچنے سے روکے رہا۔ یہی وہ پاکستان ہے جس میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہی وہ بچا کھچا پاکستان ہے جو ان بدکرداروں کے نتیجہ میں یہی بچا کھچا پاکستان رہ گیا ہے۔

جناب والا! اسرائیل کے پرائم منسٹر کی تقریر آپ سن چکے ہوں گے کہ ''مغربی پاکستان میں راہیں ہموار ہو سکتی ہیں۔'' یہ پیرس کے قرب میں کوئی شہر تھا، ۱۹۶۷ء کی تقریر ہے ڈیوڈ بن گورین کی۔ وہ کم بخت مر گیا۔ یہ اس کی تقریر ہے۔ اس نے یہ اظہار خیال کیا کہ بھارت جیسا سیکولر ملک جو پاکستان جیسے مذہبی اور جنونی کا بدترین مخالف ہو، وہ ہمارے لئے اس قدر زرخیز زمین ہے کہ ہم پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے سب سے پہلا جو اسٹینڈ ہے، ہمارے اڈے وہیں قائم ہوں گے۔

بھارت، اسرائیل نچوڑ؟

جناب والا! بھارت اسرائیل کا نچوڑ قادیان اور ربوہ ہے۔ حیفہ اور تل ابیب کا مظہر۔ یہ جس ذہانت کا اور جس علم وعرفان کا تذکرہ کر چکے ہیں، ہم نے دیکھا ہے۔ بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مصدقہ جہالت کا مظہر اور مستند حماقت کا مجسمہ تھے۔ ہم نے غور و فکر کیا ہے۔ ان کا علم اور ذہانت کچھ نہیں ہے۔ یہ بھارت اور اسرائیل کا نچوڑ ہے اور وہیں سے انہیں پیسے ملتے ہیں اور وہیں سے ان کا یہ سارا کاروبار چلتا ہے۔ ان کا نظام حیات کہیے یا نظام کار کہیے، ان کا سارا انحصار غیر ملکی سرمائے پر ہے۔

اب میں جناب سے یہ مختصر گزارش کروں گا...... میں معذرت خواہ ہوں، اگر میری معروضات میں طوالت ہو گئی ہے...... تو جناب والا! اب اس وقت آپ اپنے ملک کے اندرونی و بیرونی حالات کا جائزہ لیں۔ ہم نے ان کے واقعات سنے، ہم نے ان کو

بحیثیت مذہب کے بھی دیکھا اور بحیثیت دشمن کے بھی دیکھا۔ جناب والا! اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہم پہلے اپنے دستخط شدہ ان کے محضر نامے کا جواب دے چکے ہیں۔ میرے اس طرف کے بھائیوں نے بھی دلائل دیئے ہیں اور معزز اراکین بھی تقاریر فرمائیں گے اور ہو سکتا ہے کہ میں اپنی معروضات کا اظہار پوری طرح نہ کر سکا ہوں اور اتفاق سے کافی باتوں کا اظہار نہیں کر سکا جو کہ ذہن سے سلپ ہوگئی ہیں۔ تو میں اتنی گزارش کروں گا کہ نوے (۹۰) برس سے چلنے والی اس سازش کو میں گورنمنٹ پارٹی کو نہایت ہی انکساری سے اپیل کروں گا کہ یہ میرا کوئی ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ یہ ہم سب کی میراث ہے، مشترکہ میراث ہے۔

اسلام کا وارث ہر مسلمان ہے۔ یہ ہم سب کی وراثت ہے۔ یہ فرقہ جو اعلانیہ فرقہ ہے۔ یہ فرقہ جس کی کارکردگی بھی اعلانیہ ہے۔ اگر زیر زمین تھی تو سامنے آ گئی ہے۔ میں اتنی گزارش کروں گا کہ اس کا فیصلہ دیتے وقت اس معزز ایوان کو فیصلہ مبہم نہیں دینا چاہئے۔ وہ دھندلا فیصلہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ باہر ہمارے مضطرب بھائیوں کی تکلیف اور بڑھ جائے گی۔ ہمارے ملک کا امن عامہ درہم برہم ہو جائے گا۔ ہمارے ملک میں کشت وخون ناگزیر ہو جائے گا۔ ان تمام چیزوں کو سمجھنے کے لئے، ان تمام نزاکتوں کو سامنے رکھتے ہوئے، ہمیں ان مثبت نتائج کی طرف جانا چاہئے کہ ہمارا فیصلہ مثبت ہو، مدلل فیصلہ ہو۔ اس میں ان کا نام آنا چاہئے۔ اس میں عقائد آنے چاہئیں۔ اس میں تحریک کی تشریح آنی چاہئے اور پھر عقائد کی تشریح ہونی چاہئے تاکہ وہ مبہم فیصلہ عوام میں کسی بدگمانی کو جنم نہ دے سکے۔ لہٰذا میں اس معزز ایوان سے گزارش کروں گا کہ یہ چیزیں آپ سماعت کر چکے ہیں۔ ہم نے بہت تلخی سے اور اپنے ڈیکورم کے تابع اور اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے نام پر کسی اقلیت کو بھی انصاف دیا جائے۔ اس کی بھی سماعت کر لیں۔ اس کے بھی نظریات سن لیں۔ تو ہم نے جناب والا! طوعاً وکرہاً، بادل نخواستہ وہ تمام چیزیں برداشت کیں اور واقعات آپ کے سامنے ہیں۔

مگرمچھ، اژدھا!

اب گزارش یہ ہے کہ اس انتہائی پیچیدہ مسئلے کو، جو بظاہر پیچیدہ ہے، مگر جس وقت آپ نے ان شاء اللہ! اس کو حل کر دیا تو آپ دیکھیں گے کہ عالم اسلام میں جہاں جہاں ان کے بورڈ لگے ہوئے ہیں یا کینیڈا اور امریکہ تک آپ کے مدلل فیصلہ جات گئے تو آپ کی آواز سن کر وہ اندازہ کریں گے کہ آپ نے ایک بہت بڑے مگرمچھ، ایک بہت بڑے اژدھے کو مارا ہے۔ تو وہ اس قسم کا فیصلہ ہونا چاہئے کہ بیرون پاکستان اسلامی ممالک میں بھی اور باقی دنیا میں بھی ہماری اس صحیح حقیقت کو کہ کس بات کے پیش نظر اور کن واقعات کے پیش نظر ہم نے ایک دشمن کو کچلا ہے، ہم کوئی اقلیتوں کے قاتل نہیں ہیں، نعوذ باللہ! اسلام میں تو حکم ہے کہ ان کے حقوق کا تحفظ کرو۔ اگر وہ جزیہ دیتے ہیں تو ان کی جان و مال اور عزت کا تحفظ کرو۔ آپ ان کا تحفظ ضرور کیجئے، مگر یہ غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد۔ ہماری وزارت خارجہ کے جو ہمارے سفارتخانے ہیں۔ یہ ان کا بھی کام ہوگا کہ وہ وہاں کی پریس سے ان تمام واقعات کی نشر واشاعت ایک صحیح صورت میں دیں تاکہ دنیا ہمیں یہ نہ کہے کہ ہم کوئی قاتل ہیں یا ہم نے کوئی انسانی حقوق سلب کئے ہیں یا ہم نے کوئی یونائیٹڈ نیشنز کے یا بین الاقوامی نظام کے چارٹر کی خلاف ورزی کی ہے۔

اس کے پیش نظر جو کہ آپ حضرات دیکھ چکے ہیں کہ ہمارے خلاف مختلف خطوط مختلف سمت سے آ رہے ہیں۔ یہ انہی کی تنظیم بھجوا رہی ہے۔ انہی کے ہر جگہ دفاتر ہیں اور تنظیمیں ہیں۔ تو جب بلاد اسلامیہ میں بھی ان کے متعلق بتایا جائے گا کہ یہ تو وہ ٹولہ ہے کہ جس

نے اسرائیل میں بیٹھ کر عرب دنیا کے راز اسرائیل کو دیئے۔ انڈونیشیا کو سبوتاژ کیا۔ پاکستان کو سبوتاژ کیا۔ ہر جگہ بیٹھ کر عالم اسلام کے خلاف اپنے معاندانہ، مکارانہ اور عیارانہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ اس وقت ہماری صورت حال خاصی میلی ہو چکی ہے۔ باہر چونکہ کسی کو علم نہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم یکطرفہ کارروائی کر کے ظلم کر رہے ہیں۔ تو لہٰذا جناب والا! ہمارا فیصلہ ایک مثبت اور مضبوط فیصلہ ہو کہ ہماری قوم خوش ہو جائے۔ اس کے بعد بیرون ملک ہماری قوم کا وقار بلند ہو۔ وہ کہیں کسی غیر ملکی پراپیگنڈے یا ان کے پراپیگنڈے سے گرنے نہ پائے۔ میں ان معروضات کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(۲۴۰۳) نور محمد ہزاروی، مولانا

(وفات: ۴/ اپریل ۱۹۸۵ء)

مولانا نور محمد ہزاروی جامع مسجد دارالسلام اسلام آباد کے بانی تھے۔ نامور عالم دین، شیخ الحدیث، مذہبی رہنما اور خطیب تھے۔ مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے بیعت کا تعلق تھا۔ ان کی مسجد عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالہ سے سرگرمیوں کا مرکز بھی اور ہے۔

(۲۴۰۴) نیاز احمد (سرگودھا)، مولانا حافظ حکیم

(ولادت: ۱۹۰۷ء، کرنال ...... وفات: ۲۰/ اگست ۱۹۹۸ء، سرگودھا)

آپ عالم دین، محقق دانشور، طبیب، مصنف، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، طبیہ کالج دہلی والہ آباد کے سند یافتہ تھے۔ تحریک پاکستان میں بھرپور کردار کیا۔ تحریک ختم نبوت میں پیش از پیش رہے اور بیش از بیش خدمات سرانجام دیں۔

(۲۴۰۵) نیاز احمد شاہ گیلانی، مولانا سید

(وفات: ۱۶/ مئی ۱۹۷۷ء)

حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی نواں شہر ضلع جالندھر میں پیر رحمت علی شاہ گیلانی کے ہاں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد تلمبہ ضلع ملتان میں جامعہ قادریہ قائم کیا، جو اپنے دور میں وقیع ادارہ شمار ہوتا تھا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ بہت بہادر اور نڈر عالم دین اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ کلمہ حق کہنے میں کسی رو رعایت کے روادار نہ تھے۔ جامعہ خالد بن ولید وہاڑی کے بانی و مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا ظفر احمد قاسم مدظلہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء پر مشتمل کتاب ملتان سے مدینہ طیبہ لے کر گئے وہاں پر مطالعہ فرمایا تو اپنے ایک مکتوب گرامی کے ذریعہ اس کی اطلاع دی۔ اس میں یہ بھی تحریر فرمایا: ’’مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے۔ آپ کی جوانی کا عالم تھا۔ آل رسول، مجاہد فی سبیل اللہ اور عالم دین تھے۔ ان کو ہتھکڑی لگائی گئی۔ جلال میں آ کر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ بازوؤں کو جھٹکا دیا تو ہتھکڑی ٹوٹ گئی۔ ہتھکڑی بدلی تو پھر اس طرح ہوا۔ بالآخر پولیس والے قدموں میں گر گئے اور بغیر ہتھکڑی کے آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔‘‘ (تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء ج ۱ ص ۷)

مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی سیاسی طور پر جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ آپ ضلع ملتان پھر پنجاب جمعیۃ علماء اسلام کے امیر منتخب ہوئے۔ آپ کی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بہادرانہ حصہ لیا۔ آپ اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے۔ آپ اجلی سیرت کے مالک تھے۔ آپ کے قائم کردہ مدرسہ قادریہ کے اس وقت مہتمم تبلیغی جماعت کے مرکزی رہنما اور خطیب مولانا محمد طارق جمیل ہیں۔ مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانی خوب قد کاٹھ اور عالمانہ جاہ وجلال رکھتے تھے۔ آپ کا وجود اس دھرتی پر اللہ رب العزت کا ایک انعام تھا۔ آپ زندگی بھر اشاعت اسلام، نفاذ شریعت اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔

(۲۴۰۶) نیاز احمد (کھڑیانوالہ)، جناب حافظ

(وفات: ۴؍ستمبر ۲۰۰۴ء)

حافظ نیاز احمد کھڑیانوالہ میں اہل حق کے نمائندہ تھے۔ ایک مرتبہ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کھڑیانوالہ تشریف لائے۔ حافظ صاحب سے فرمایا کہ یہاں اہل حق کا کوئی مرکز نہیں؟ آپ زمین خرید کر مرکز بنائیں۔ حافظ صاحب نے ۱۲ مرلہ زمین خریدی، اس کی رقم مولانا جالندھری نے بھجوائی۔ جب مسجد تیار ہوگئی تو بریلوی دوستوں نے قبضہ کرلیا۔ حافظ صاحب نے لڑنا جھگڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ۲۴ مرلہ زمین خود خریدی اور مجلس کے نام کرائی۔ آج وہاں خوبصورت مسجد ''جامع مسجد ختم نبوت'' کے نام سے قائم ہے۔ ان کے فرزندانِ گرامی مسجد کی تعمیر وتوسیع، آرائش وزیبائش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ یہی مسجد اب ختم نبوت کا مرکز ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے شاگرد مولانا فاروق احمد میلسوی ایک عرصہ سے امامت وخطابت کررہے ہیں۔ بہادر اور جرأت مند عالم دین ہیں اور ہر وقت مبلغین ختم نبوت کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کئے رکھتے ہیں۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۴۰۷) نیک محمد (امرتسر)، مولانا

(وفات: ۶؍جنوری ۱۹۵۴ء)

مولانا نیک محمد کی پیدائش ۱۸۸۰ء کے پس وپیش ہوئی۔ آپ آزاد کشمیر کے ضلع میرپور کے ایک گاؤں ''سکیاں ون'' میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قرب وجوار سے حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ گوجرانوالہ میں پڑھنے کے بعد مدرسہ غزنویہ امرتسر تشریف لے گئے۔ یہیں کتب حدیث کی تکمیل کی اور مولانا عبدالجبار غزنوی سے سند فراغت حاصل کی۔ بعدازاں اساتذہ کے حکم پر مدرسہ غزنویہ تقویۃ الاسلام لاہور میں تدریس شروع کی اور مسجد قدس اہل حدیث لاہور میں خطابت کے فرائض سنبھالے۔ مسجد میں رہائش اختیار کی۔ ۳۳ برس تک اس مسجد کے خطیب رہے۔ مدرسہ غزنویہ میں تقسیم ہند تک تدریس کی۔ تقسیم کے بعد اہل وعیال سمیت راولپنڈی آگئے۔

آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر فتویٰ بھی دیا جو کہ فتویٰ تکفیر قادیان میں درج ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ: ''مرزا قادیانی کا فتنہ اسلام میں آفات کبریٰ سے ہے۔ اس کا کفر علمائے ربانیین نے قدیماً وحدیثاً ثابت کیا ہوا ہے۔ اہل اسلام کے اس باب میں کئی کتب ورسائل واشتہارات موجود ہیں اور وہ اسی عقیدۂ کفریہ پر مرگیا ہے۔ اب بھی جو کوئی اسے نبی جانے اور اسی طرح

کا عقیدہ رکھے وہ بھی بلاریب بموجب شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کافر ہے اور مؤمنہ سنیہ سے اس کا نکاح فسخ ہے۔ مؤمنہ سنیہ کا نکاح مرزائی سے باندھنا حرام ہے اور یہ نکاح باطل ہے۔'' قال اللہ عزوجل:''لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۷۸،۳۷۹)

(و)

(۲۴۰۸) واجد علی خان، جناب

واہ کینٹ ضلع راولپنڈی کے جناب واجد علی خان جدید تعلیم یافتہ تھے۔آپ نے ردقادیانیت پر''فتنۂ قادیانیت'' کے نام سے رسالہ لکھا جو احتساب قادیانیت کی جلد۳۷ میں شامل ہے۔

(۲۴۰۹) واجد علی شاہ فیروزآبادی، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت سید واجد علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲، نمبر۱۰۱ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۴۱۰) واجد علی ملتانی، جناب

ہندوستان میں طاعون آیا۔ملعون قادیان مرزا قادیانی نے معاذ اللہ! اسے اپنی نبوت کاذبہ کی دلیل قرار دیا اور اس پر ایک کتابچہ''دافع البلاء'' نامی تحریر کیا۔ایک قادیانی نے یہ رسالہ ملتان کے جناب واجد علی کے پاس بھیجا۔انہوں نے اپنے تأثرات قلمبند کئے۔قادیانی نے کہا کہ اسے شائع نہ کرنا ورنہ تمہاری خیر نہیں۔شاید وہ پہلے شائع نہ کرتے۔مگر اس دھمکی کے بعد وہ اسے شائع کرنے کے درپے ہوئے۔''صحیفۃ الولاء النظر الیٰ دافع البلاء'' کے نام پر شائع کر دیا۔دراصل وہی خط ہے جو انہوں نے مرسل دافع البلاء کو بھیجا تھا۔یہ خط ۱۵؍جولائی ۱۹۰۲ء کو بھیجا گیا۔گویا اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ملعون قادیان چھ سال زندہ رہا۔مگر جواب کی جرأت نہ کر سکا۔آج ۲۰۱۳ء ہے۔۱۹۰۲ء کی امانت ۲۰۱۳ء میں گویا ایک سو گیارہ سال بعد اس رسالہ کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد۵۳ میں محض توفیق الٰہی ہی ہے اور بس۔

(۲۴۱۱) وارث علی شاہ (مقام دیوا ضلع لکھنؤ)، حضرت حاجی

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت حاجی وارث علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱، نمبر۸۷ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۴۱۲) وحید عشرت، جناب ڈاکٹر

پاکستان کی نامور شخصیت کا قادیانی فتنہ سے متعلق ذیل کا بیان ملاحظہ ہو: ’’قادیانیت امت مسلمہ کے سینے کا کینسر ہے۔ یہودیت کے مرکز اسرائیل میں ان کے سنٹر کے قیام، ہندوؤں سے ان کے گٹھ جوڑ اور فرنگ کی اشیرباد کے حصول کا علم رکھنے کے بعد کوئی اندھا ہی ہوگا جو یہ نہ جان سکے کہ اس تنظیم کا سربراہ جو خود عیسائیت کے خلاف ایک مناظر کے طور پر ابھرا اور بعد میں اسی سازش کا شکار ہوکر خود عیسائیت اور ہندومت کے چنگل میں گرفتار ہوگیا اور عیسائیت اور ہندومت نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ اسے خود اسلام کے اندر ہی نقب لگانے والا بنا ڈالا اور وہ جو عیسائی اور ہندوؤں کو اسلام کی حقانیت کا درس دینے نکلا تھا، خود عیسائیوں، ہندوؤں اور یہودیوں کی شطرنج کا مہرہ بن کر اسلام کے بنیادی عقائد ختم نبوت، جہاد اور وحدت امت کا رقیب بن گیا۔ ختم نبوت کا پردہ اس نے اپنی کذابت سے چاک کیا، جہاد کو موقوف قرار دیا۔ اسلامی عقائد کی تلبیس کی اور امت میں نفاق کا بیج بو کر ایک نئی امت کھڑی کردی اور خوش عقیدہ مسلمانوں اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کیا ان کے علاوہ دین وایمان کا سرقہ کیا۔ آج یہ سرطان، کینسر اور ناسور پوری دنیا میں ملت اسلامیہ کی رسوائی کا باعث ہے۔ اپنے لباس، اپنی صورتوں، اپنے اطوار سے یہ اسلام کا دم بھرتا ہے۔ مگر اپنی روح میں یہ قرآن اور اسلام کی تعلیمات کو جھٹلانے والا ہے اور جہاں جہاں قادیانی ہیں وہ استعماریت کے اغراض ومقاصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے غدار اور مرتد ہیں۔ ان کے قرآن اور اسلام سے ارتداد کی وجہ سے ہی اقبال نے انہیں مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ لہٰذا ان قادیانیوں سے تعاون، ان کے انکار کی تشہیر واشاعت اور ممتاز مسلمان زعماء سے ان کی اٹھکیلیوں میں کسی کو معاونت نہ کرنی چاہئے۔‘‘

(۲۴۱۳) وزارت داخلہ پاکستان

قادیانی گروہ کو ۱۹۷۴ء میں غیرمسلم اقلیت قرار دیا گیا اور ۱۹۸۴ء میں مستقل ایک آرڈیننس جاری ہوا جس کی روشنی میں قادیانی اسلامی شائر استعمال نہ کرسکتے تھے۔ قادیانیوں نے عالمی عدالتوں میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا شروع کردیا کہ پاکستان میں ہمارے حقوق دبائے جارہے ہیں۔ چنانچہ پاکستان کی وزارت داخلہ نے درج ذیل وضاحت کی۔ ملاحظہ فرمائیں: ’’کسی قادیانی کو پاکستان میں اس کے عقائد کی وجہ سے ملازمت سے علیحدہ نہیں کیا گیا اور نہ زندگی کے کسی شعبہ میں ان سے امتیازی سلوک کیا جارہا ہے۔ قادیانیوں کے اخبارات، رسائل اور جرائد پوری آزادی سے پاکستان میں شائع ہورہے ہیں۔ ان کی عبادت گاہیں کھلی ہوتی ہیں۔ البتہ اقلیت قرار دینے کے بعد انہیں مسلمانوں کے انداز میں عبادت کرنے سے منع کردیا گیا ہے۔

۱...... جنرل روئیداد خان سیکرٹری وزارت داخلہ۔

۲...... لیفٹیننٹ جنرل مجیب الرحمٰن سیکرٹری وزارت اطلاعات۔

۳...... چوہدری شوکت ایڈیشنل سیکرٹری وزارت مذہبی امور۔‘‘ (روزنامہ جسارت کراچی ۲۲؍فروری ۱۹۸۵ء)

(۲۴۱۴) وزیرالدین شاہ (سجادہ نشین مخدوم الور)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت وزیرالدین شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۲۷، نمبر۷۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۴۱۵) وصی احمد سورتی، مولانا

مولانا وصی احمد حنفی سورت شہر میں پیدا ہوئے۔ علم فقہ اور کلام میں نمایاں نام پیدا کیا۔ کانپور سید محمد علی بن عبدالعلی اور مفتی لطف اللہ بن اسداللہ کوٹلی سے دینی علم حاصل کیا۔ سہارنپور بھی حصول علم کے لئے سفر کیا۔ پیلی بھیت، کانپور، مدرسہ الحدیث الدایرہ میں دوران تدریس مسلمانوں اور قادیانیوں کے رشتہ ناطہ کے متعلق آپ نے یہ فتویٰ جاری کیا کہ: ’’مرزائی نکاح باطل محض زنائے خالص ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد کا نکاح کسی قسم کی عورت کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ طلاق کی حاجت نکاح میں ہوتی ہے، نہ کہ زنا میں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ’’ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرہ اصلیۃ‘‘ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم، فقط!‘‘ (عالمگیری ج۲ص۲۸۲)

حررہ الفقیر القادری وصی احمد

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۲۳)

(۲۴۱۶) وصیت علی غازی پوری، مولانا

مولانا وصیت علی غازی پوری نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا کہ: ’’ہم نے جہاں تک مرزائے قادیانی کے اقوال دیکھے اور سنے ان کے رو سے وہ احاطہ اسلام سے خارج ہے۔‘‘

(۲۴۱۷) وفاقی حکومت پاکستان

۱...... ’’ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ‘‘ ۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ (چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس سے سفر کرنے والے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کو قادیانی اوباشوں نے تشدد، بربریت، ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ جس کے ردعمل میں ملک گیر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء چلی۔ تب پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم تھے۔ انہوں نے یہ مسئلہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے سپرد کیا۔ پوری قومی اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا گیا۔ قادیانی ناقوس مرزا ناصر، لاہوری مہنت صدرالدین قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ ان گواہان پر پاکستان اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار مرحوم نے جرح کی۔ خصوصی کمیٹی کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ خصوصی کمیٹی اور رہبر کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں قومی اسمبلی میں اس وقت کے وفاقی وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ مرحوم نے متفقہ طور پر دوسری ترمیم کا بل پیش کیا۔ اس کی متفقہ منظوری کے

بعد قائد ایوان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قومی اسمبلی میں خطاب کیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق ترمیم کا متن اور ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء قادیانی مسئلہ سے متعلق جناب بھٹو صاحب مرحوم کی تقریر کا متن حکومت پاکستان پریس، فلم اینڈ مطبوعات منسٹری (وزارت اطلاعات) نے ''ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ'' کے نام سے شائع کیا۔

۲...... ''نئے آرڈیننس کا اجراء (قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں)'' جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے عہد اقتدار میں ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ لیکن اس پر قانون سازی نہ ہوسکی۔ جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم کے زمانہ میں ۲۶ راپریل ۱۹۸۴ء کو اس پر قانون سازی ہوئی۔ اس آرڈیننس کے اجراء پر حکومت نے پاکستان آرڈیننس کا مکمل متن شائع کیا۔

۳...... ''قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ (قادیانیوں کے خلاف اسلامی سرگرمیاں روکنے کے لئے حکومت کے اقدامات)'' جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔ اس پر قادیانیوں نے واویلا کیا۔ حکومت پاکستان نے ''قادیانیت اسلام کے لئے سنگین خطرہ'' کے نام پر یہ دستاویز مرتب کر کے شائع کی جو بہت معلومات افزاء ہے۔

۴...... ''قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں (حکومت پاکستان کی توثیق)'' حکومت آئینی ترامیم یا آرڈیننس کے ذریعہ قانون میں تبدیلی کرتی ہے۔ مثلاً ایک حکم ہوتا ہے کہ یوں کر دیا جائے۔ جب ہوگیا، گولی چلاؤ، چل گئی۔ اس نے اپنا عمل مکمل کر لیا۔ تو خالی خول کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ وزارت قانون اس طرح گاہے بگاہے ان حکم ناموں کو جن پر عمل ہو چکا اور وہ اپنے محل پر فٹ اور مؤثر ہیں ان جیسے حکم ناموں کو منسوخ کرتی ہے۔ دوسری ترمیم جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اس کی رو سے آئین کی دفعہ ۲۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کی گئی۔ ترمیم موجود استقرار و مؤثر برقرار۔ لیکن ''یہ ترمیم کر دی جائے'' یہ آرڈر منسوخ ہوا تو بعض قانون دانوں نے کہا کہ اس کے کسی عیّار نے الفاظ ایسے تیار کئے ہیں کہ کہیں ترمیم ہی نہ متأثر ہو جائے۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری نے اس کے لئے جدوجہد کی۔ تب حکومت سے یہ آرڈیننس جاری کر کے اعلان و توثیق کی کہ قادیانیوں سے متعلق ترمیم مؤثر و برقرار ہے۔ قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں۔ یہ آرڈیننس ۱۹۸۲ء میں جاری ہوا۔

اور اب یہ چاروں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۲۴۱۸) وقار انبالوی، جناب

(پیدائش: ۲۲ رجون ۱۸۹۶ء، انبالہ ...... وفات: ۲۶ رجون ۱۹۸۸ء)

جناب وقار انبالوی ملک کے نامور صحافی، شاعر اور کالم نگار تھے۔ آپ موضع ملانا ضلع انبالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام ناظم اعلیٰ تھا۔ ۱۹۱۹ء میں صحافت کے میدان میں قدم رکھا اور روزنامہ زمیندار، روزنامہ احسان لاہور، روزنامہ آفاق لاہور سمیت متعدد اخبارات سے منسلک رہے۔ اپنا ذاتی اخبار ''سفینہ'' بھی جاری کیا۔ لیکن زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔ ۱۹۵۶ء کے بعد روزنامہ نوائے وقت سے منسلک ہوئے اور تادم آخر ''سرراہے'' کے عنوان سے نوائے وقت کے لئے ہی لکھتے رہے۔ ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے دنوں میں فتنہ قادیانیت کے خلاف درج ذیل اشعار لکھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ظفر اللہ خاں قادیانی ٹام (برطانیہ) کی دہلیز پر

قادیان سے ترا خود کاشتہ پودا اکھڑا — اور کملا گیا ربوے میں بھی اس کا مکھڑا
تو ہی کہہ دے کہ کہاں جائیں پرستار تیرے — کوئی سنتا ہیں دنیا میں ہمارا دکھڑا

(روزنامہ نوائے وقت مؤرخہ ۱۲/جون ۱۹۷۴ء)

(۲۴۱۹) وقار حسین طاہر (گجرات)، جناب

جناب وقار حسین طاہر محلّہ کامل پورہ گجرات کے رہائشی تھے۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف کتاب لکھی جس کا نام: ''مکہ سے قادیان کو'' تجویز کیا۔ یہ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء میں شائع کی۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب نے اس پر دعائیہ کلمات بھی تحریر کئے۔ نصف صدی کے بعد اسے دوبارہ محاسبہ قادیانیت جلد۳ شائع کیا گیا۔

(۲۴۲۰) ولی احمد ہزاروی، حضرت مولانا

(ولادت:۱۸۵۰ء ...... وفات:۱۹۱۶ء)

مولانا ولی احمد ہزاروی موضع باڈی عطائی خان ضلع ہزارہ میں حافظ محمد جی کے گھر پیدا ہوئے۔ والد صاحب سے قرآن حکیم کی تعلیم کے بعد ابتدائی کتب مولانا دردین قصبہ رجوعیہ سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم ہندوستان کے مختلف اساتذہ اور شیوخ سے حاصل کی۔ حضرت مولانا فضل حسن رامپوری سے سند فضیلت حاصل کی۔ کچھ عرصہ مدرسہ عالیہ رامپور میں تدریس کے بعد وطن واپس آئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت گولڑوی نے آپ کو ملعون زمانہ مرزا قادیانی کی حقیقت حال کے معلوم کے لئے قادیان بھیجا۔ مولانا تین ماہ کے قیام کے بعد قادیان سے واپس آئے اور آپ کو مرزا قادیانی کی علمی وعملی کیفیت اور دیگر معلومات سے آگاہی دی۔ جب آپ مرزا قادیانی سے مناظرہ کے لئے ۲۵/اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف لائے تو دیگر علماء کے ساتھ مولانا ولی احمد ہزاروی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ کا شمار حضرت گولڑوی کے ممتاز خلفاء میں ہوتا ہے۔ ۶۵ برس کی عمر میں آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور بقیع میں آپ مدفون ہوئے۔

(۲۴۲۱) ولی الدین بھاگل پوری، جناب حکیم

''محکمات ربانی، لنسخ القائے قادیانی'' حجۃ اللہ علی الارض حضرت مولانا محمد علی مونگیری نے ''فیصلہ آسمانی'' کتاب مرزا قادیانی کے رد میں تالیف فرمائی۔ قادیانیت کے نفس ناطقہ عبدالماجد قادیانی بھاگلپوری نے ''القائے ربانی بتردید فیصلہ ابو احمد رحمانی'' اس کتاب کے رد میں تحریر کی۔ اللہ رب العزت نے فضل کا معاملہ فرمایا کہ عبدالماجد قادیانی کے رشتہ دار حکیم حافظ مولانا ولی الدین پورینی بھاگل پوری نے عبدالماجد قادیانی کی کتاب القائے ربانی کے رد میں ''محکمات ربانی لنسخ القائے قادیانی'' تحریر کر کے قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ یہ کتاب کم از کم ایک صدی قبل کی ہو گی جو احتساب

قادیانیت جلد ۴۸ میں شامل ہے۔

(۲۴۲۲) ولی اللہ (انّی والے)، مولانا

(وفات: ۹؍نومبر ۱۹۷۳ء)

مولانا ولی اللہ نامور محقق عالم دین تھے۔ معقولی ومنقولی علوم کے بے تاج صف اوّل کے مدرس تھے۔ مولانا قاضی شمس الدین، مولانا غلام اللہ خان ایسے حضرات آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی ثقاہت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے شاگردوں کو بغیر امتحان کے دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید انور شاہ کشمیری داخلہ لے دے دیا کرتے تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے علاقہ میں ہمہ وقت مستعد رہے۔

(۲۴۲۳) ولی النبی نقشبندی (رام پور)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا ولی النبی کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۷۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۲۴۲۴) ولی حسن ٹونکی (کراچی)، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۲۳ء ...... وفات: ۳؍فروری ۱۹۹۵ء)

مولانا مفتی ولی حسن کے والد، دادا، پردادا تینوں اپنے دور کے جیّد علماء میں شامل تھے اور ریاست ٹونک کے یکے بعد دیگرے قاضی اور مفتی رہے۔ مفتی ولی حسن کو ان کے چچا مفتی حیدر حسن خان ندوۃ العلماء لے گئے۔ یہاں آپ نے ان سے چار سال پڑھا۔ اس سے قبل ابتدائی تعلیم مفتی صاحب اپنے والد گرامی سے حاصل کر چکے تھے۔ اپنے استاذ وچچا مفتی حیدر حسن کی (۱۶؍رجون ۱۹۴۰ء) وفات کے بعد الہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور فاضل فارسی کے امتحانات پاس کئے۔ اس دوران آپ ریاست ٹونک کی عدالت شرعیہ میں ملازمت بھی کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد پہلے مظاہر العلوم سہارنپور اور پھر دارالعلوم دیوبند پڑھتے رہے۔

دورۂ حدیث شریف حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے کیا۔ اس کے بعد پھر ٹونک ریاست کے مفتی اور قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ تقسیم کے بعد کراچی چلے آئے۔ پہلے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کے دارالعلوم نانک واڑہ میں پڑھانا شروع کیا۔ دارالعلوم نانک واڑہ سے کورنگی منتقل ہوا تو حضرت مفتی ولی حسن جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے وابستہ ہوئے۔ ان دنوں بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ بنوری خود پڑھاتے تھے۔ حضرت شیخ بنوری کے حکم پر حضرت مفتی ولی حسن اپنے حصہ کی منتہی کتب پڑھانے کے علاوہ باقاعدہ حضرت بنوری کے ترمذی شریف کے سبق میں شریک ہوئے۔

سال بھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ اگلے سال حضرت بنوری نے ترمذی شریف کا سبق حضرت مفتی ولی حسن کو منتقل کر دیا اور پھر یہ بھی وقت آیا کہ شیخ بنوری کے وصال کے بعد بخاری شریف بھی آپ کے ذمہ ٹھہری۔ یوں آپ شیخ الحدیث کے منصب پر پہنچے۔ آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے صدر مفتی کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانیوں کے بائیکاٹ پر فتویٰ لکھا جو فتاویٰ ختم نبوت کی جلد دوم میں آخری رسالہ کے طور پر شامل ہے۔

''لاہوری قادیانی دونوں کافر ہیں'' کے نام سے آپ کے فتویٰ مطبوعہ بصورت پمفلٹ فتاویٰ ختم نبوت کی تیسری جلد میں شامل اشاعت ہے۔

(۲۴۲۵) ولی محمد جالندھری، مولانا

(وفات: ۱۹۱۵ء)

آپ جید عالم دین تھے۔ کئی علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ آپ کو سرکار برطانیہ نے ملک العلماء اور شمس العلماء کے خطابات دیئے تھے۔ آپ کے والد کا نام غلام بھیک چشتی تھا۔ مولانا نواب الدین ستکوہی سے مولانا ولی محمد جالندھری کے مثالی تعلقات تھے۔ فتویٰ ''قہریزدانی برجان دجال قادیانی'' پر آپ کے تائیدی دستخط ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۵)

(۲۴۲۶) ولی محمد خان، جناب جسٹس

قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں ایک رٹ دائر کی۔ سپریم کورٹ کے چار جسٹس صاحبان نے اس کی ہفتہ سماعت کی اور اسے ۳/جولائی ۱۹۹۳ء کو مسترد کر دیا۔ قادیانیت سپریم کورٹ میں شکست کھا گئی۔ اسلام جیت گیا۔ سپریم کورٹ کے اس بنچ میں جناب عزت مآب جسٹس ولی محمد خان بھی تھے۔ (ایس.بی.ایم.آر ۱۸/۷/۱۹۹۳ء)

(۲۴۲۷) ولی محمد شاہ بخاری، جناب سید

(ولادت: ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۲۳/جولائی ۱۹۸۶ء)

آپ شاہ آباد کرنال میں پیدا ہوئے۔ پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء میں سنہری خدمات سرانجام دیں۔ ملتان میں وصال ہوا۔ حسن پروانہ قبرستان میں پیوند خاک ہوئے۔

(۲۴۲۸) وکیل احمد شاہ (ملتان)، جناب پروفیسر سید

(پیدائش: ۱۹۳۰ء ...... وفات: ۱۷/اپریل ۲۰۱۶ء)

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے فرزند نسبتی ہم سب کے مخدوم، بزرگ رہنما اور غائبانہ دعا گو پروفیسر سید وکیل احمد شاہ۔ بہت ہی مرنجاں مرنج طبیعت کی شخصیت تھے۔ صاحب الرائے اور صائب الرائے، انتہائی کم گو، اجلی سیرت کے انسان تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ عمر بھر اپنے معمولات پر کاربند رہے۔ بڑی منظم و مرتب، قابل رشک

زندگی گزاری۔ کبھی جماعتی تنازعات میں حصہ نہ لیتے تھے۔ جب کوٹلہ تغلق میں قیام تھا، ہرروز پابندی سے اخبار کے مطالعہ کے لئے دفتر ختم نبوت کو تشریف آوری سے ممنون کرتے تھے۔

آپ دین پور عبدالحکیم میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد سکول کی تعلیم حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم.اے کیا۔ پہلے اوکاڑہ پھر ملتان میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر ریٹائرڈ ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ نکاح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے پڑھایا۔ مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا مفتی محمود سے بہت ہی محبانہ دوستانہ تعلق تھا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان کی شوریٰ کے رکن رکین تھے۔

آپ کی امانت ودیانت کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ساری زندگی رزق حلال کمایا اور اسی پر آبرومندانہ وقت گزارا۔ جواں سال صاحبزادہ سید ذوالکفل مرحوم اور اہلیہ محترمہ مرحومہ کے وصال کے صدمات سہے، لیکن سراپا شکر گزار بندہ کے طور پر صبر ورضا کا نمونہ بنے رہے۔ غرض بہت ہی محبتوں والے انسان تھے۔ خوب وقت گزارا۔ حق تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ آمین!

(۵)

(۲۴۲۹) ہارون الرشید رشیدی (پتوکی)، مولانا

(وفات: ۶/ جولائی ۲۰۱۵ء)

مولانا ہارون الرشید رشیدی نے جناب امام الدین عرف امام خان میواتی کے گھر آنکھ کھولی۔ ان دنوں آپ کے والد محترم چک نمبر ۶۲/۹، ایم.بی جوہرآباد ضلع خوشاب میں قیام پذیر تھے۔ مرحوم نے جامعہ الیاسیہ جوہرآباد میں قرآن پاک حفظ کیا اور گردان جامعہ مصباح العلوم جوہرآباد میں کی۔ ابتدائی کتب مدرسہ عربیہ خیرالعلوم پتوکی میں پڑھیں۔ درجہ رابعہ تک جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں تعلیم حاصل کی۔ مشکوٰۃ شریف مولانا سید امیر حسین گیلانی کے مدرسہ جامعہ مدنیہ اوکاڑہ میں مولانا مفتی عطاء اللہ سے پڑھی۔ دورہ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور سے ۱۹۸۰ء، ۱۹۸۱ء میں کیا۔ حدیث پاک کے اساتذہ کرام میں مولانا محمد مالک کاندھلوی، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی، مولانا عبدالرحمان اشرفی، مولانا صوفی محمد سرور، مولانا عبیداللہ اشرفی، مولانا محمد یعقوب، مولانا نور محمد کے نام نمایاں ہیں۔

دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد مولانا قاری محمد ابراہیم کی نگرانی میں ۱۹۸۸ء تک تدریس علوم اسلامیہ کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۸۷ء سے ۲۰۱۵ء تک جامعہ مسجد فاروق اعظم پتوکی میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے رہے۔ ۱۶ فروری ۱۹۹۰ء دارالعلوم دینیہ کے نام سے پتوکی میں مدرسہ قائم کیا۔ جب کہ ۲۰۰۰ء میں جامعہ حمیرا للبنات کے نام سے بچیوں کے لئے درسگاہ قائم کی۔ جہاں دورہ حدیث شریف تک تعلیم دیتے رہے اور بخاری شریف کے اسباق خود پڑھائے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قاری محمد ابراہیم مفید اور پروفیسر مسعودالحسن رشیدی کی معیت میں گرفتاری پیش کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں پتوکی میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں سے والہانہ عقیدت تھی۔ جب کہ ہمارے جیسے خوردوں کے ساتھ بھی محبت فرماتے۔ ان کی دو ہی جماعتیں تھیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام۔

(۲۴۳۰) ہاشم گزدر، جناب الحاج

(پیدائش: یکم رفروری ۱۸۹۳ء، راجستھان ...... وفات: ۱۱رفروری ۱۹۶۸ء، کراچی)

آپ نامور سیاست دان اور قومی رہنماء تھے۔ بمبئی اسمبلی، پھر سندھ اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مرکزی قیادت کے شانہ بشانہ رہے۔ آج بھی ان کے احترام میں ہمارے دل جھکے جھکے جاتے ہیں۔ اس وقت ان کے پلّے کا کوئی رہنما نظر نہیں آتا۔ ملک وملت کے ایسے خیرخواہوں کے احسانات کے نیچے قوم کی گردنیں خم ہونی چاہئیں۔ خوب شخص تھے۔

(۲۴۳۱) ہاشم، جناب راؤ محمد

جناب راؤ ہاشم ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے خصوصی کمیٹی کے ممبر تھے۔ آپ نے ۶ رستمبر کو جو خطاب اسمبلی میں کیا، ملاحظہ فرمائیں:

جناب راؤ ہاشم کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب ایم ہاشم خان: جناب والا! جس مسئلہ سے یہ اسپیشل کمیٹی گزشتہ تین ماہ سے دوچار رہے، یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ اس ملک کے مسلمانوں کو یہ مسئلہ گزشتہ تقریباً ایک صدی سے درپیش ہے۔ مختلف موقعوں پر اسلامیان ہند نے یہ کوشش کی کہ ان کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ ۱۹۴۷ء تک تو وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکے، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ایک بہت بڑی عظیم طاقت کی سرپرستی حاصل رہی اور ۱۹۴۷ء کے بعد پہلی مرتبہ ۱۹۵۳ء میں جب یہ جدوجہد شروع ہوئی کہ احمدیوں کو غیرمسلم قرار دیا جائے، اس وقت تو میں یہ کہوں گا کہ ہر تحریک جو تشدد اختیار کر جائے اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ ۱۹۵۳ء میں چونکہ تشدد شروع ہوگیا اور تشدد کا ہمیشہ جواب تشدد سے دیا جاتا ہے اور جب تشدد ناکام ہوجائے تو پھر وہ تحریک بھی ساتھ ہی ختم ہوجاتی ہے۔ یہی صورتحال ۱۹۵۳ء میں ہوئی۔ اس وقت کے جو زعماء لیڈران اس تحریک کے تھے انہوں نے تشدد کا طریقہ اختیار کیا۔ عدم تشدد کا رستہ چھوڑ دیا اس لئے سارے ملک کے سامنے اور ساری قوم کے دیکھتے دیکھتے ایک ایسا مسئلہ جو تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا، اب یہ کبھی سر نہ اٹھا سکے گا۔ تو اب بھی وہی بات تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک قسم کی تائید غیبی تھی کہ ۱۹۵۳ء کے بعد اس مسئلہ پر کبھی کسی نے سنجیدگی سے غور نہیں کیا کہ کس طریقے سے اس جماعت کے لوگ منظّم ہوتے جارہے ہیں اور کس طریقے سے وہ اپنے آپ کو اس ملک میں اہم عہدوں پر فائز کر کے ہر چیز پر قابض ہوگئے ہیں جن کا سیاست میں اور دنیاوی کاموں میں کافی اثر ہوتا ہے۔

جناب والا! آپ یہ دیکھیں گے کہ اس فرقہ کے لوگوں نے سب سے پہلے یہ کوشش کی کہ *Open Competition* (آزاد مقابلہ) میں تو چونکہ بہت ساری چیزیں آجاتی ہیں، ہمارے ہاں سی۔ایس۔پی، پی۔بی۔ایس کے امتحانات ہوتے تھے۔ اس میں *Open Competition* (آزاد مقابلہ) ہوتے تھے، وہاں پر زیادہ کارگر نہیں ہوسکے۔ وہاں تو یہ تھا کہ سو (۱۰۰) میں سے ایک آدمی آگیا تو *Open Competition* (آزاد مقابلہ) میں تو چلے گئے۔ ان لوگوں کے جو سینئر آفیسر تھے انہوں نے اس ملک میں کارپوریشنوں پر قبضہ کرنے کی سب سے زیادہ کوشش کی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس ملک میں جتنی بھی کارپوریشنیں موجود ہیں ان میں اہم

ترین عہدے ان کے پاس ہیں۔ اس کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو پی۔آئی۔ڈی۔سی کا چیئرمین مقرر کرادیا۔ فرض کیجئے مجھے انہوں نے چیئرمین بنوادیا۔ اب میں چونکہ چیئرمین ہوگیا ہوں، میں ایک بڑے افسر کا ممنون احسان ہوگیا۔ وہ افسر احمدی تھا۔ انہوں نے دو چار دن کے بعد مجھے کہا کہ میں نے آپ کو چیئرمین مقرر کرایا ہے، آپ پرسانل آفیسر فلاں آدمی کو لگادیں۔ میں اس احسان تلے دبا ہوا تھا، لہٰذا میں نے ان کی مرضی کے مطابق ایک ایسے آدمی کو آفیسر بھرتی کرادیا۔ جس کا کام یہ تھا کہ وہ بھرتی کرے۔ لہٰذا اس آدمی نے اس ادارے میں ۹۹ فیصد احمدیوں کو ملازمت دی۔ پی۔آئی۔ڈی۔سی بینک اور انشورنس کمپنیاں، جہاں بھی یہ لوگ گئے ان کی اکثریت رہی۔ اس طریقہ سے یہ ہماری اقتصادیات پر حاوی ہوتے چلے گئے۔ جس کے پاس پیسہ ہو آواز بھی اس کی ہوتی ہے۔ آج یہ لوگ منظّم اس لئے ہیں کہ ان کے پاس پیسے اور وسائل ہیں۔ یہ ایک دو فیصد ہوتے ہوئے بھی اسی لئے ہمارا مقابلہ بڑی سختی کے ساتھ کرتے ہیں۔

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali).]

(اس مرحلے پر ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی نے کرسی صدارت کو چھوڑا جسے جناب چیئرمین (صاحبزادہ فاروق علی) نے سنبھالا)

جناب ایم ہاشم خان: تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ۱۹۵۳ء کے بعد پہلی مرتبہ انہوں نے اس مسئلے کو جگادیا۔ اگر ربوہ کا واقعہ نہ ہوتا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ قوم اس طرف دھیان دینے کے لئے تیار نہیں تھی۔

جناب والا! میں ایک بات ضرور عرض کروں گا کہ اس موجودہ حکومت کو بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ اس قسم کے مسائل ہیں کہ آج تک اس قوم کو اس قسم کے مسائل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ۲۵ سال سے آج تک ہم ایسے وسائل سے دوچار نہیں ہوئے۔ سب سے بڑا مسئلہ جو آج تک حل نہیں ہوسکا وہ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے اس چیز کو جو کہ گزشتہ سو (۱۰۰) سو سال سے حل نہیں کی جاسکی اس کو ہم نے بڑی خوش اسلوبی سے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

جناب والا! یہاں پر ناصر احمد نے یہ کہا کہ یہ ہمارا اختیار نہیں ہے۔ اس اسمبلی کو انہوں نے چیلنج کیا ہے کہ اسمبلی کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ اس پر فیصلہ (Adjudicate) دے سکے اور کسی کو غیر مسلم قرار دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان اس ملک میں ایک بااختیار ایوان ہے۔ اس سے بڑی طاقت کوئی نہیں ہے۔ اگر یہ ایوان کسی کے بارے میں فیصلہ نہیں دے سکتا تو پھر وہ کون سا ایوان ہے جو یہ فیصلہ کرسکتا ہے؟ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ایوان کو اس الجھن میں نہ ڈالا جائے۔ بہرحال یہ کہنا کہ اس ایوان کو اس مسئلے کو حل کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ غلط ہے۔ اس ایوان کو کلی طور پر اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی جماعت اور کسی فرقے کے بارے میں یہ کہہ سکے کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔ ہم یہاں ہر قسم کی قانون سازی کرسکتے ہیں۔ ہمارے اوپر ایک حق ضرور عائد ہوتا ہے کہ ہم کوئی ایسا کام نہیں کرسکتے جو اسلام کی روح کے خلاف ہو، جو آئین کے خلاف ہو اور ہم اس قسم کی قانون سازی کے مجاز نہیں ہیں۔ دنیا کی بہت سی پارلیمنٹس ہیں جن میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ ہر چیز کرسکتی ہیں لیکن اس ملک میں پارلیمنٹ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ حلال اور جائز کو ناجائز قرار دے۔ اس کے علاوہ تمام قسم کی دنیاوی قانون سازی کرسکتی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مذہب ایک ذاتی مسئلہ ہے، اس پر ہم *Finding* (فیصلہ) نہیں دے سکتے ہیں۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مذہب صرف اس وقت تک ذاتی مسئلہ رہتا ہے۔ جب تک وہ کسی شخص کی ذات تک محدود رہے۔ اگر میں دل میں کوئی خیال رکھتا ہوں اور اپنی عبادت میں مشغول رہتا ہوں تو یہ ذاتی مسئلہ ہوگا۔ لیکن جب باہر آ کر علی الاعلان ہم ایسی باتیں کریں جن سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوں، ان کے جذبات مجروح ہوں، تو پھر یہ ذاتی مسئلہ نہیں رہتا۔ اس ملک کے اندر جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ یہاں یہ کہنا کہ نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے تو یہ ہمارے جذبات کے ساتھ بہت زیادتی ہوگی۔

ایک بات دیکھنے میں آئی ہے اور مجھے ذاتی تجربہ ہے کہ کالج سے لے کر اب تک جو احمدی بھی میرے ساتھ رہے ہیں، ہم ان کے ساتھ جرح کرتے تھے اور بڑے سخت الفاظ استعمال کر جاتے تھے، لیکن وہ ہنس کر ٹال دیتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد پہلی بار انہوں نے تشدد شروع کر دیا جو ملک خداداد اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر معرض وجود میں آیا۔ اس میں اقلیت کو تشدد کی جرأت کیسے ہوئی؟ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس سے باخبر رہنا چاہئے۔ ان کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ انہوں نے ٹرین پر حملہ کیا اور مسلمانوں پر تشدد کیا، ان لوگوں پر زیادتی کی جو کل آبادی کا ۹۹ فیصد ہیں۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اس اسمبلی کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ یا ہمیں یعنی اکثریت کو (خدانخواستہ) غیرمسلم قرار دے یا انہیں غیرمسلم قرار دے۔ انہوں نے واضح الفاظ میں آپ کے سامنے کہا کہ وہ ان کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ جو مرزاغلام احمد کو نبی نہیں مانتے۔ اس ملک کی ۹۹ فیصد آبادی ہرگز مرزاغلام احمد کو نبی تسلیم نہیں کرتی۔

قادیانی خود تشدد پیدا کریں گے

جناب والا! یہ ضروری ہے اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ اس پر بڑا پریشر ہے۔ یہ بین الاقوامی معاملہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا مفاد اور عوام کا مفاد اور بھلائی بھی اسی میں ہے کہ عوام کے نمائندے اس مسئلے کا حل تلاش کریں۔ عوام ان کو غیرمسلم سمجھتے ہیں اور میرا اپنا ایمان بھی یہی ہے۔ انہیں غیرمسلم قرار دینے کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ تحریک تشدد کی طرف گئی، اگر آپ نے ان کے اوپر اور کچھ کرنے کی کوشش کی تو میں متنبہ کرتا ہوں کہ وہ تشدد ہمیشہ ناکام رہے گا۔ اس تحریک کو آج تک جس طریقہ سے پرامن رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کی بجائے تشدد آ گیا تو اس سے ہمیں نقصان ہوگا اور ان کو فائدہ پہنچے گا۔ وہ کوشش کریں گے کہ کہیں نہ کہیں تشدد پیدا کر کے اس تحریک کو تشدد کی طرف لے جایا جائے۔ یہ ہمارا سب کا فرض ہے کہ اسمبلی ان کے بارے میں فیصلہ کرے۔ ان کو غیرمسلم قرار دینا چاہئے، اور پھر اس کے بعد ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا ہمارا اوّلین فرض ہوگا۔ ان کے ساتھ تشدد کرنا ایسا ہی ہے جیسے ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ تشدد ہوتا ہے اور ہم چیخ پڑتے ہیں۔ ہم اگر اپنی اقلیت کی حفاظت نہ کریں گے تو دوسروں سے کیا امید رکھیں گے۔ اس لئے کسی فیصلہ کے بعد ان کا تحفظ کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہمارے نوجوانوں، بچوں اور بوڑھوں، سب کو اس مسئلے کا حل اور علاج تشدد سے نہیں کرنا چاہئے۔

Mr. Chairman: Thank you.

(جناب چیئرمین: شکریہ!)

قادیانی سیکولر

جناب ایم ہاشم خان: ایک منٹ! میں یہ عرض کروں گا کہ مجھے بنگلہ دیش جانے کا اتفاق ہوا۔ بازار میں ایک احمدی نمائندہ مجھے ملا اور مجھے ایک پمفلٹ دیا اور کہنے لگا کہ یہاں مجیب نے اس ملک کو سیکولر اسٹیٹ قرار دیا ہے۔ آپ بھی ویسا ہی کردیں۔ یہ لوگ سیکولرازم کے حامی ہیں۔ اگر یہ مسلمان ہوتے تو ایسی باتیں نہ کرتے۔ میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں انہیں غیرمسلم قرار دینا چاہئے اور اس تحریک کے کامیاب ہونے کے بعد یہ ہمارا فرض ہوگا کہ اس مسئلے کو کامیابی کے ساتھ حل کریں۔

(۲۴۳۲) ہدایت اللہ پسروری (ملتان)، حضرت مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۴۰ء ...... وصال: ۱۳/اپریل ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا مفتی ہدایت اللہ پسروری گورداسپور کی تحصیل نورپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کا خاندان پسرور منتقل ہوا۔ آپ ملتان تشریف لائے تو پھر ملتان پاؤں کی زنجیر بن گیا۔ آپ نے ممتاز آباد کے علاقہ میں مدرسہ عربیہ ہدایت القرآن کے نام پر ادارہ قائم کیا جو ملتان کے حفظ وکتب کے کامیاب اداروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۱۹۷۰ء کے قریب آپ نے جمعیۃ علماء پاکستان میں شمولیت اختیار فرمائی۔ پھر دم واپسیں تک اس کے ساتھ وابستہ رہے۔ ملتان میں آپ کا حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کے دست وبازو اور قابل اعتماد رفقاء میں شمار ہوتا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بہت ہی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ بریلوی مسلک کے نامور رہنما متبحر مفتی وکامیاب مدرس تھے۔ طبیعت میں اعتدال اور مزاجاً محبتوں کے دیپ جلائے رکھتے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ ۱۹۷۷ء میں ملتان کے صف اوّل کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ہر قومی وتحریکی کام میں پیش پیش رہے۔ آپ کے صلح کن مزاج نے آپ کو تمام حلقہ میں مقبول وقابل عزت رہنما بنادیا تھا۔ تمام تر مسلکی تصلب کے باوجود قومی کاموں میں ان کی شمولیت ہزاروں خوشیوں کا باعث ہوتی تھی۔ اس وقت ملتان کی دینی قیادت کے صف اوّل کے رہنماؤں میں آپ شامل تھے۔ بڑی سج دھج سے زندگی گزاری۔ دل کی تکلیف ہوئی اور ادھر سے ادھر ہوگئے۔ اس تیزی سے دو جہانوں کا سفر کیا کہ خود دم زدن ہوئے اور رفقاء دم بخود ہوگئے۔ حق تعالیٰ نے دینی وجاہت ووقار کے ساتھ جہاں علمی رعب دیا تھا وہاں وہ وجیہہ اور خوبصورت شخصیت بھی تھے۔ قد درمیانہ اور جسم نسبتاً فربہ تھا۔ رنگ سرخ وسفید اس پر طرہ دار پگڑی، آپ کی شناخت تھی۔ خندہ رو تھے۔ بات پتے کی کرتے۔ جہاں جس مجلس میں ہوتے میر مجلس شمار کئے جاتے۔ چال ڈھال میں علمی وقار ومتانت آپ کی شخصیت کو نمایاں کئے ہوئے تھیں۔ باکمال انسان تھے۔

(۲۴۳۳) ہدایت اللہ (مقیم راولپنڈی)، مولوی

مولوی ہدایت اللہ مقیم راولپنڈی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ’’مجھے قادیانی کے بعض مریدوں سے مباحثہ کا

اتفاق ہوا اور خود مرزا قادیانی سے بھی الہام کے متعلق بالمشافہ ایک سوال کیا تھا۔ جس کے جواب میں وہ مبہوت ولا جواب رہ گیا تھا۔ علماء نے مرزا قادیانی اور اس کے پیروؤں کے متعلق جو فتویٰ دیا ہے وہ بجا ہے۔ یہ گمراہ فرقہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہے۔ حق تعالیٰ ان کو توبہ نصیب کرے اور اپنی مخلوق کو ان کے پنجہ اغواء سے بچائے۔‘‘

(۲۴۳۴) ہدایت حسین (ڈھاکہ)، مولانا

(وفات: ۱۹۷۶ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت ڈھاکہ کے ناظم اعلیٰ مولانا ہدایت حسین تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری نے آپ کو ڈھاکہ میں مجلس کا ناظم مقرر کیا تھا۔ بہت ہی بہادر اور مخلص ایثار پیشہ عالم ربانی تھے۔

(۲۴۳۵) ہلال احمد دہلوی، مولانا

کراچی حضرت مولانا ہلال احمد دہلوی ایک جگہ ہر اتوار کو درس قرآن دیتے تھے۔ اس میں منصوبہ کے تحت ایک قادیانی بھی آنے لگا۔ وہ درس میں شریک مسلمانوں سے تعلقات بنا کر ان کو قادیانیت کے دام تزویر میں پھانسنے لگا۔ جہنم اور عذاب جہنم ابدی نہیں۔ یہ قادیانی علم کلام کا وہ اہم مسئلہ ہے جو دیگر قادیانی متنازعہ مسائل کی طرح اجماع کی راہ سے ہٹا ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس مسئلہ پر مولانا ہلال احمد دہلوی نے دلائل دیئے۔ وہ اس قادیانی نے چناب نگر (ربوہ) بھیجے۔ قادیانی معلم الملکوت نے ان کو توڑنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ہانپتے کانپتے جواب بھجوایا۔ مولانا ہلال احمد دہلوی نے اس کا جواب الجواب تحریر کیا، اس کے جواب کی قادیانیوں کو جرأت نہ ہوئی۔ قادیانیوں کا بولورام ہو گیا۔ مولانا دہلوی نے یہ تمام خط و کتابت شائع کر دی۔

’’تحریف مرزائیت، ربوہ سے ایک تحریری علمی مناظرہ‘‘ یہ کتاب اسی تحریری مواد کے مجموعہ کا نام ہے۔ دیانتداری کی بات ہے کہ آج کل حیات مسیح، ختم نبوت، کذب مرزا پر تو قادیانیوں سے بحث ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ کہ عذاب جہنم ابدی نہیں۔ اس پر عموماً قادیانیوں سے بحث نہیں ہوتی۔ اس عنوان پر مولانا ہلال احمد دہلوی کا رسالہ بہت ہی وقیع وقابل قدر معلومات کا خزانہ ہے۔ ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۰ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۲۴۳۶) ہلال احمد ربانی (کراچی)، جناب قاری

(وفات: جون ۲۰۲۰ء)

جناب قاری ہلال احمد ربانی روزنامہ جنگ کراچی اور جیو چینل کے سینئر اسٹاف ممبر تھے۔ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بہت پرانے تعاون اور محبت کرنے والے ساتھی تھے، دینی خدمات میں پیش پیش رہا کرتے تھے، بزرگان دین اور علمائے کرام کے عقیدت کیش تھے اور ان کی کتابیں اپنے مطالعہ میں رکھا کرتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ مدینہ مسجد رازی روڈ میں ادا کی گئی اور حسن اسکوائر کے قریب قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(ی)

(۲۴۳۷) یحییٰ بختیار (اٹارنی جنرل)، جناب

(ولادت: ۱۹۲۳ء ...... وفات: ۲۷؍جون ۲۰۰۳ء)

جناب یحییٰ بختیار صاحب کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ ممتاز قانون دان اور سیاسی رہنما تھے۔ آپ پاکستان پیپلز پارٹی بلوچستان کے صدر بھی رہے اور مرکزی وائس چیئرمین کے عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۱ء تک اٹارنی جنرل آف پاکستان بھی رہے۔ اسی دوران ۱۹۷۴ء میں قادیانی مسئلہ پر بحث بھی کی۔ ۱۹۷۷ء میں رکن قومی اسمبلی بھی مقرر ہوئے۔ کوئٹہ کے کانسی قبرستان میں مدفون ہیں۔

۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو سانحہ ربوہ پیش آیا جس میں نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کو ربوہ اسٹیشن پر وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا کہ جس کے نتیجہ میں زبردست تحریک چلی اور پوری قوم نے بیک آواز اپنا دیرینہ مطالبہ ''قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے'' دہرایا۔ تحریک نے زور پکڑا۔ اس وقت کے وزیراعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے قوم کے مطالبہ پر یہ مسئلہ قومی اسمبلی کے حوالہ کیا اور قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دے کر اپنی ساری کارروائی روک کر اس مسئلہ پر بحث کرنے کا کام سونپا۔ اس موقع پر قادیانیوں کے اس وقت کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے درخواست دے کر اپنا مؤقف قومی اسمبلی میں پیش کرنے کی درخواست دی، جسے منظور کر لیا گیا۔ اس کے لئے طے پایا کہ اس وقت کے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار سوال وجواب اور بحث کریں گے۔ جس رکن اسمبلی نے سوال کرنا ہو وہ اٹارنی جنرل کے توسط سے کرے۔

چنانچہ قادیانیوں کی طرف سے مرزا ناصر احمد اور لاہوری پارٹی کی طرف سے صدرالدین لاہوری، مسعود بیگ لاہوری اور عبدالمنان لاہوری پیش ہوئے۔ چنانچہ ۵؍اگست سے پہلے انہوں نے تحریری یادداشت اسمبلی میں پیش کی اور ہر رکن اسمبلی کو اس کی نقل دی۔ ۵؍اگست ۱۹۷۴ء سے خصوصی کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا اور اٹارنی جنرل نے بحث شروع کی۔ ۵؍اگست، ۱۰؍اگست اور ۲۰؍اگست سے ۲۴؍اگست تک کل گیارہ دن مرزا ناصر پر جرح ہوئی۔ اس کے بعد مختلف اراکین اسمبلی کے بیانات ہوئے۔ ۵، ۶؍ستمبر دو دن اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے بحث کو سمیٹتے ہوئے اراکین کے سامنے بیان کیا۔ اٹارنی جنرل کا یہ بیان پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور اس سے قادیانیت کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ قادیانی خود کو مسلمانوں سے علیحدہ سمجھتے اور علیحدہ ہی سمجھتے آئے ہیں۔ قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ کے ص ۲۸۰۲ سے ۲۹۱۰ تک آپ کی تقریر انگلش اور اردو میں موجود ہے۔

(۲۴۳۸) یحییٰ بھوپالی، مفتی

(ولادت: ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۲ء ...... وفات: ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ/ستمبر ۱۹۳۱ء)

مفتی یحییٰ بھوپال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی محمد ایوب، دادا کا نام قمرالدین، پردادا کا نام محمد انور صدیقی تھا۔ دس برس کی عمر میں قرآن پاک کا حفظ مکمل کیا۔ دینی تعلیم اپنے والد گرامی اور علامہ عبدالقیوم سے حاصل کی۔ حکمت بھی سیکھی۔ بھوپال کے آپ نائب مفتی تھے۔ تاہم والد کے انتقال کے بعد ریاست بھوپال کے مفتی کے عہدہ پر تقرری ہوئی۔ خواب کی تعبیر بتلانے

کے ماہر تھے۔تفسیر، حدیث کے دروس میں وقت کے پابند تھے۔شیخ ابواحمد مجددی کے ہاتھوں بیعت کی۔فتویٰ تکفیر قادیان کے عنوان سے آپ کے پاس استفتاء آیا جس کا آپ نے مندرجہ ذیل جواب دیا: ''مندرجہ سوال ہذا میں متعدد ایسے اقوال ہیں جن کے کلمہ کفر ہونے میں تاویل بھی نہیں ہوسکتی۔لہٰذا جس شخص کے عقائد ایسے ہوں وہ بوجہ مخالفت اسلام کے جماعت اسلام سے جدا ہے اور مسلمان مرد وعورت کا نکاح ایسے خارج عن الاسلام سے درست نہیں۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۶۴)

(۲۴۳۹) یحییٰ سہسرامی، مولانا

آپ کی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی۔فراغت کے بعد پہلے سہسرام اور مظاہر العلوم سہارنپور میں کچھ عرصہ تدریس کی۔پھر ۱۳۲۷ھ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں عربی زبان کے استاذ مقرر ہوئے اور ایک عرصہ گزارا۔مشہور عالم اور ذی استعداد فاضل تھے۔آپ نے رد قادیانیت پر فتویٰ ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' مرتبہ مولانا سہول خان میں درج ذیل عبارت تحریر فرمائی: ''مرزا غلام احمد متوفی کے بعض حوارین نے ایک اشتہار برائے اتمام حجت ہم مدرسین مدرسہ عالیہ کلکتہ کے نام بھی کچھ پہلے بھیجا تھا جس میں مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت ونبوت ورسالت کی تصریح تھی اور چونکہ ان دعاوی کا ماننا من جملہ ضروریات اسلام وایمان ظاہر کیا گیا تھا۔جس سے صاف ظاہر تھا کہ نبوت ورسالت مستقلہ کا مرزا قادیانی مدعی تھا۔لہٰذا اس کا اور اس کی جمیع امت کا، امت محمدی سے خارج ہونا یقینی معلوم ہوگیا تھا اور فاضل مجیب کی پرزور اور مدلل تحریر نے تو بالکل اسی متنبّی مردود اور اس کے مؤمنین کی بے ایمانی کو اظہر من الشّمس کردیا ہے۔ فجزاکم اللّٰہ خیر الجزاء!'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۵۴)

(۲۴۴۰) یحییٰ محسن (مانسہرہ)، مولانا

(ولادت:۲؍مارچ۱۹۴۷ء ...... وفات:۱۲؍اپریل۲۰۲۰ء)

مولانا محمد یحییٰ محسن نے راج کوٹ ضلع مظفرآباد میں مولانا عبدالرحیم کے گھر آنکھ کھولی۔آپ کے والد گیروال مینٹل ہسپتال کی جامع مسجد میں امام وخطیب رہے۔جب کہ آپ کے چچا جان جناب مولانا عبدالحئی اپنے علاقہ کے پیر تھے۔مولانا یحییٰ محسن نے قرآن مجید کی تعلیم قاری محمد یونس مرحوم سے مانسہرہ میں حاصل کی۔درس نظامی کی تعلیم کا آغاز ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم عربیہ حنفیہ پسرور ضلع سیالکوٹ سے کیا۔کچھ عرصہ مولانا سرفراز خان صفدر سے بھی گوجرنوالہ میں شرف تلمذ حاصل رہا۔۱۹۶۸ء میں جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے سند فراغت وسند تجوید حاصل کی۔بعد از فراغت ترجمہ وتفسیر مدرسہ بدرالعلوم رحیم یار خان میں اور مفتی بشیر احمد پسروری سے پسرور ضلع سیالکوٹ میں پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔حضرت پسروری کے حکم پر جامع مسجد حنفیہ قاسمیہ نارووال میں امامت وخطابت، درس وتدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کئے۔ایلیمنٹری کالج میں بھی اسلامیات کی پوسٹ پر تدریسی سلسلہ جاری رہا۔مفتی بشیر احمد پسروری نے آپ کی شادی اپنی عزیزہ سے کرادی جس کی وجہ سے آپ مانسہرہ سے نارووال مقیم ہوگئے۔آپ کی دینی وتدریسی خدمات نصف صدی پر محیط ہیں۔۲۰۱۸ء میں اپنے بڑے فرزند مولانا زکریا کو نائب امام ومنتظم جب کہ قاری عبدالقدوس کو نائب خطیب مقرر کیا۔مولانا یحییٰ محسن ۶؍اپریل کو کمر درد کی تکلیف میں مبتلا ہوئے۔آپ کو نارووال کے سہارا ہسپتال میں داخل کیا گیا۔۶ دن نارووال، لاہور علاج

چلتا رہا۔ ڈاکٹروں نے بیماری کوزبردستی کرونا قرار دیا اور سب گھر والوں کو قرنطینہ میں داخل کردیا۔ مولانا یحییٰ محسن نے ۳۷ سال کی بہاریں دیکھ کر جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ آپ کے فرزند اکبر مولانا زکریا نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وصیت کے مطابق مسجد کے قریب تدفین کی گئی۔ چار صاحبزادے حفّاظ وقرّاء، تین صاحبزادیاں عالمہ ہیں جو مولانا مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

(۲۴۴۱) یوسف السید ہاشم الرفاعی (وزیرالدولۃ کویت)، فضیلۃ الشیخ

آپ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ پر ایک فتویٰ تحریر فرمایا:

الجواب هو ما قوله فضيلة الشيخ عبدالعزيز بن عبدالله بن باز، ورفقائه علماء الملة المخلصون۔ يوسف السيد هاشم الرفاعي، وزير دولة الكويت

جوفتویٰ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اوران کے رفقاء مخلص علماء نے دیا ہے۔ وہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۳)

(۲۴۴۲) یوسف حسین لکھنوی، علامہ مرزا

(ولادت: ۲۵ر دسمبر ۱۹۰۱ء، لکھنؤ ...... وفات: یکم رجنوری ۱۹۸۸ء، لاہور)

شیعہ مسلک کے ممتاز رہنما تھے۔ عمر بھر قادیانی فتنہ کے خلاف ضرورت پڑنے پر میدان میں آنا ان کا معمول تھا۔ بہت بیدار مغز شیعی ایسے رہنما تھے کہ پورے مسلک کے لوگ انہیں آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ ان کا فتویٰ پوری کمیونٹی کا فتویٰ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے قادیانیوں کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ''قادیانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ مرتد ہیں اور صرف شخصی طور پر چند افراد مرتد نہیں ہوئے بلکہ پوری جماعت ارتداد پر متفق ہو کر ایک سازش کے ساتھ اس لئے مرتد ہوئی ہے کہ اسلام کی بیخ کنی کرے۔ ان کا وجود، ان کا ہر قول، ان کا جماعتی درس، ان کا ہر اقدام ملت اسلامیہ کے لئے خطرہ کا پیغام ہے۔ ان کا کام ہی اسلام کے خلاف سازش ہے۔ یہ اسلام کے پاکیزہ عقائد، مستحکم قوانین اور مقدس اعمال کی بیخ کنی کے لئے اسلام کا نام رکھ کر اپنی سازشوں میں اس طرح مصروف رہتے ہیں کہ ناواقف انہیں مشکل سے پہچان سکتے ہیں۔ یہ اسلام کے مقدس بدن کا ناسور ہیں، جس سے نجات حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔''

(پندرہ روزہ المنتظر، ختم نبوت نمبر اج ۲۶ ش ۱۷ مؤرخہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۸۴ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص۱۸۳)

(۲۴۴۳) یوسف سلیم چشتی (لاہور)، جناب پروفیسر

(ولادت: ۲ر مئی ۱۸۹۶ء، بریلی ...... وفات: ۱۱ر فروری ۱۹۸۴ء، لاہور)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے والد گرامی کا نام محمد عیسیٰ خان تھا۔ پروفیسر سلیم چشتی بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بھرپور تعلیم حاصل کی۔ اشاعت تعلیم کالج لاہور کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۹ء سے ۱۹۴۳ء تک یہاں خدمات سرانجام دیں۔ اردو، فارسی ادب کے نامور محقق تھے۔ اقبالیات آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔ علامہ اقبال کی تمام کتب اردو، فارسی کی آپ نے شروحات لکھیں۔ ۱۹۴۳ء میں پیام حریت، ۱۹۴۹ء میں تعلیمات اقبال، ۱۹۴۹ء میں ہی محکمات عالم قرآنی اور ختم نبوت، ۱۹۵۹ء میں شرح دیوان غالب،

۱۹۷۶ء میں تاریخ تصوف ہندی، یونانی، اسلامی شرح رومی عصر ایسی کتابیں تحریر فرمائیں۔ سرکاری ملازمت کے دوران محکمہ اوقاف کی علماء اکیڈمی شاہی مسجد لاہور کے بھی ڈائریکٹر رہے۔ لاہور ہی میں وفات پائی۔ میانی قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

آپ کی ردقادیانیت پر دو کتابیں ہیں۔ ایک کا نام: ''ختم نبوت'' ہے۔ دوسری کا نام: ''ضرورت مجدد'' ہے۔ ان دونوں کتابوں کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپریل ۲۰۰۲ء میں احتساب قادیانیت کی جلد ۶ میں شائع کیا۔ پیش لفظ آپ کی کتاب ''ضرورت مجدد'' پر فقیر نے لکھا تھا جو یہ ہے:

شناخت مجدد

''شناخت مجدد'' اس عنوان پر عالی جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی کا مضمون ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء کے ماہنامہ ''حقیقت اسلام'' لاہور میں قسط وار شائع ہوا۔ اس کی آخری دو قسطیں تو میسر آ گئیں مگر پہلی قسط نہ مل سکی۔ ۱۹۹۰ء میں کتاب ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت'' میں لکھا تھا کہ یہ مضمون مکمل مل جائے تو شائع کرنے کے قابل ہے۔ بارہ سال اس مضمون کے حصول کے لئے کئی لائبریریوں کو کھنگالا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۹۹۹ء کی گرمیوں میں محترم پروفیسر ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب پروفیسر نشتر میڈیکل کالج ملتان کے توسط سے ''سردار جھنڈیر لائبریری تحصیل میلسی'' حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں ردقادیانیت کی کتب دیکھتے دیکھتے اپنی جہالت پر ترس آیا کہ جسے صرف ماہنامہ رسالہ میں قسط وار مضمون سمجھ رہا تھا۔ وہ تو جون ۱۹۳۶ء میں ''شناخت مجدد'' کے نام سے کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ کتاب کیا ملی خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اللہ تعالیٰ ''سردار جھنڈیر لائبریری'' کے مالکان کو جزائے خیر دیں۔ ان کی علم دوستی کہ انہوں نے کتاب فوٹو کرانے کے لئے مہیا فرمادی۔ قادیانی کتب کے حوالہ جات نئے لگا کر اسے جامع بنا دیا گیا ہے۔ آج سے پینسٹھ سال قبل شائع ہونے والی گرانقدر کتاب پیش خدمت ہے۔ یہ کتاب لاہوری مرزائیوں کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس میں ''دس اصول'' مقرر کر کے ان پر مرزا قادیانی کو جانچا گیا ہے۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تو درکنار شرافت کے معیار پر بھی پورا نہیں اترا۔

ضرورت مجدد کا پروفیسر صاحب نے خود دیباچہ لکھا جو یہ ہے:

دیباچہ کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ مضمون جواب کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے، میں نے پارسال مکرمی ماسٹر محمد احسان صاحب کی خاص فرمائش اور ان کے شدید اصرار پر لکھا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی ملازمت کی مصروفیات کی وجہ سے کوئی مضمون حسب دلخواہ نہیں لکھ سکتا۔ لیکن سخت کفران نعمت ہوگا اگر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کروں کہ اس نے اپنے خاص فضل وکرم سے اس ناچیز خدمت کو رنگ قبول عطاء فرمایا۔ لوگوں نے اس مضمون کو میری توقع سے کہیں زیادہ پسند کیا۔ چنانچہ دفتر میں اب تک متعدد خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ جن میں اظہار پسندیدگی کیا گیا ہے۔ چند قادیانی حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس مضمون کے پڑھنے سے پہلے ہم کٹر مرزائی تھے۔ لیکن اب انشراح صدر حاصل ہو گیا ہے اور دوبارہ مسلمان ہو چکے ہیں۔

اکثر دوستوں نے تاکید فرمائی کہ اس مضمون کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ اس کا حلقہ اشاعت وسیع ہو سکے۔ اگرچہ علامہ دوراں حکیم الامت مفکر اسلام علامہ اقبال کے مضمون ''اسلام اور احمدیت'' کے بعد اب کسی اور کتاب کی اشاعت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لیکن محض اس وجہ سے مجھے اس امر کی جسارت ہوئی کہ علامہ موصوف کا مضمون بہت فلسفیانہ اور عالمانہ اور تحقیق پر مبنی ہے۔ جس سے صرف علماء اور فضلاء ہی مستفید ہو سکتے ہیں اور یہ مضمون جو آپ کے سامنے ہے نہایت سلیس عبارت اور سادہ انداز میں لکھا گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ معمولی لیاقت کا آدمی بھی اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

میں نے اس مضمون میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے۔ مجدد کی شناخت کا جو معیار پیش کیا ہے وہ عون المعبود، شرح سنن ابی داؤد سے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سب ان کی یا سلسلہ احمدیہ کی مستند کتابوں سے ماخوذ ہے۔ اسلوب بیان اور لب ولہجہ کے متعلق خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ تہذیب اور متانت کے درجہ سے نہ گرنے پائے۔ میرا مقصود اس تحریر سے کسی کی دل آزاری نہیں ہے بلکہ مسلمان کی خیرخواہی اور اصلاح حال۔ علامہ اقبال نے اپنے مضمون میں ایک جگہ یہ تحریر فرمایا ہے کہ کیا اچھا ہو اگر کوئی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی جملہ تصانیف کا مطالعہ کر کے ان کی دعاوی پر نفسیاتی زاویہ نگاہ سے تنقید کرے اور اپنی اس تحقیق کو مسلمان کے فائدہ کے لئے کتاب کی شکل میں مرتب کردے۔ ان شاء اللہ! اگر مجھے فرصت ہوئی تو میں آئندہ سال تک اس اچھوتے موضوع پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھ کر ہدیہ ناظرین کروں گا تاکہ علامہ کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے اور مسلمانوں کی خدمت بھی۔

مکرمی ماسٹر محمد احسان صاحب کے دل میں خدمت اسلام والمسلمین کا جو زبردست جذبہ موجود ہے اس کو دیکھ کر مجھے توقع ہوتی ہے کہ ان شاء اللہ! مستقبل قریب میں اسلامی تصنیفات کا ایک مستقل سلسلہ شروع ہو جائے گا جو موجودہ زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کرنے اور مسلمانوں میں مذہبی اور تبلیغی بیداری پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ اس کام کے لئے وسیع پیمانہ پر تیاریاں شروع کردی گئی ہیں۔ مسلمانوں کا اخلاقی اور مذہبی فرض یہ ہے کہ کثیر تعداد میں پیکو لمیٹڈ کے حصے خرید کر کمپنی کے کارکنوں کو اس قابل بنائیں کہ وہ اسلامی تصنیفات کو جلد از جلد حلیہ طبع سے آراستہ کر کے قوم کے سامنے پیش کرسکیں۔

ماسٹر صاحب موصوف نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے اسلامی خدمات کا بیڑا اٹھالیا ہے اور ان کی توجہ سے موازنہ مذاہب پر ایک اہم اور مبسوط کتاب کی تصنیف کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اسلامی تعلیمات کا دنیا کے تمام مروجہ مذاہب کی تعلیمات سے موازنہ کیا جائے گا۔ یہ کتاب جس پایہ کی ہوگی اس کا اندازہ اس پراسپیکٹس سے ہو سکے گا جو اس کے متعلق عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ آخر میں ان تمام دوستوں کی قدردانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس ناچیز مذہبی خدمات کو بنظر استحسان دیکھا اور پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو مزید قبولیت عطاء فرمائے اور بیش از بیش قادیانی حضرات کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین! واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین! فقیر یوسف سلیم چشتی

۱۰/ اپریل ۱۹۳۶ء، مطابق ۱۶/ محرم ۱۳۵۵ھ

(۲۴۴۴) یوسف علی ہاشمی قریشی (گوجرانوالہ)، جناب حاجی

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: ۱۰/ جون ۱۹۸۲ء)

گوجرانوالہ کھیالی کے معروف بزرگ اور مخیّر راہنما، عقیدہ ختم نبوت کے ہدی خواں مجلس احرار اسلام، جمعیۃ علماء اسلام اور

مجلس تحفظ ختم نبوت کے عاشق، صادق جنہوں نے ایک بیگھہ شہری زمین مسجد و مدرسہ اور ختم نبوت دفتر کے لئے عنایت کی اور ایک بیگھہ دارالعلوم دیو بند کو دیا۔ سراپا خوبیوں کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

(تکملہ)

(۲۴۴۵) رشید احمد (خانقاہ سراجیہ)، صاحبزادہ حافظ

(وفات ۲۵ر نومبر ۲۰۲۱ء)

مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے منجھلے صاحبزادہ حافظ رشید احمد رہگرائے آخرت ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا گوجرانوالہ میں مولانا صاحبزادہ داؤد احمد مرحوم کے ہاں۔ انہوں نے میٹرک بھی کیا۔ پھر عملی زندگی میں قدم رکھا۔ مرکز سراجیہ کے نام پر لاہور میں حفظ قرآن مجید کی تعلیم کا آغاز کیا، دارالمطالعہ قائم کیا، انٹرنیٹ کے ذریعہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور رد قادیانیت پر جاندار اور شاندار کام کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ اس عنوان پر متعدد رسائل وسیع تعداد میں شائع کر کے اندرون و بیرون ملک سعی تمام سے خود کو مصروف رکھا۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے، خوب سے خوب تر علاج کی کوشش رہی لیکن تقدیر غالب آئی کہ اللہ رب العزت کے حضور سب کچھ چھوڑ کر چل دیئے۔ خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین اور مرحوم کے برادر اکبر مولانا صاحبزادہ خلیل احمد کی امامت میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔

(۲۴۴۶) ریاست علی (پکالاڑاں)، جناب چوہدری

(وفات ۹ر نومبر ۲۰۲۱ء)

پکالاڑاں تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم خان کے جناب چوہدری ریاست علی اپنے قصبہ میں پرچون کی دکان کرتے تھے۔ ساتھ میں ڈاک خانہ منظور کرا رکھا تھا، اس میں ڈیوٹی انجام دیتے تھے۔ خانقاہ عالیہ دین پور شریف کے شیخ ثانی حضرت سائیں میاں عبدالہادی سے بیعت کا تعلق تھا۔ پکالاڑاں کے قریب بستی کورائی میں حضرت مولانا عبدالغفور ہوتے تھے جو صاحب دل عالم ربانی تھے۔ چوہدری ریاست علی کو ان کی سرپرستی کا اعزاز حاصل تھا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی رہائش فیروزہ میں تھی۔ آپ جب ملتان سے گھر تشریف لاتے تو چوہدری صاحب اپنے علاقہ میں ان کے پروگرام رکھ لیتے۔ قلب و جگر سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ وابستہ رہے۔ انتہائی محنتی، مخلص و محبّ رفقاء میں سے تھے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت پر کروڑوں رحمتیں فرمائیں کہ سراپا ایثار واخلاص مجاہد ختم نبوت تھے۔ کبیر والہ میں ان کی عزیز داری تھی، ان سے ملنے جلنے کے لئے آنا جانا ہوتا تو دفتر ملتان کی حاضری اپنے پر فرض کر رکھی تھی۔ اب ایسی محبتوں کے پیکر کہاں؟ کتابوں میں یا قبروں میں۔ ''زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے'' کچھ عرصہ سے معمولی درجہ کا بخار نزلہ تھا۔ کمزوری و ناتوانی نے گھیر لیا۔ رات کو انتقال ہوا، اگلے روز ظہر کے بعد جنازہ ہوا۔ راقم (اللہ وسایا) کی خوش نصیبی کہ جنازہ پڑھانے کی سعادت نصیب ہوگئی۔ رفتید ولے نہ از دل ما!

(۲۴۴۷) شفقت علی سرگودھوی، مولانا

(ولادت: ۳؍۱۹۷۳ء ...... وفات: ۲۴؍اکتوبر ۲۰۲۱ء)

مولانا شفقت علی سرگودھوی نے مدرسہ دارالہدیٰ سرگودھا سے حفظ قرآن مکمل کیا۔ درس نظامی جامعہ امدادیہ فیصل آباد اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا۔ تخصص فی الفقہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں کیا۔ تدریس کا آغاز اپنے مادرعلمی مدرسہ دارالہدیٰ سے کیا۔ بعد میں سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں دارالعلوم کے نام سے ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی جو بعد میں دارلعلوم سرگودھا کے نام سے مشہور ہوا۔ دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا تو آپ تادم آخر شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے اور اس منصب کا حق ادا کیا۔ آپ تقویٰ، طہارت، عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے حوالہ سے بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ اکابرین ختم نبوت کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار فرماتے تھے۔ ہمیشہ آپ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی اپنے علاقہ میں سرپرستی فرمائی۔

(۲۴۴۸) عبدالباقی نقشبندی (چیچہ وطنی)، مولانا

(وفات: ۴؍اکتوبر ۲۰۲۱ء)

مولانا عبدالباقی تحصیل چیچہ وطنی کے معروف عالم دین، جامعہ محمدیہ چک ۴۲/۱۲-ایل کے بانی ومہتمم اور جمعیت علماء اسلام کے راہ نما تھے۔ مرحوم نے دورہ حدیث جامعہ نصرت العلوم گجرانوالہ سے کیا۔ خاندانی طور پر خانقاہ سراجیہ کے متوسلین میں سے تھے۔ تحفظ ختم نبوت اور دینی وتحریکی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جذبہ عشق رسالت سے ان کا قلب وجگر منور تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں میں خصوصی دلچسپی لیتے، جب بھی کوئی دینی پروگرام مجلس نے منعقد کیا، اس میں شرکت کی۔ چناپ نگر کی سالانہ کانفرنس میں ہر سال شرکت کرتے تھے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ درویش منش عالم دین مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی نے پڑھائی۔ (مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۲۴۴۹) عبدالرزاق شیخ (خیرپورمیرس)، جناب حاجی

(وفات: ۱۴؍نومبر ۲۰۲۱ء)

حاجی عبدالرزاق شیخ جامع مسجد بلال، محلّہ شیخ ہنگورجہ ضلع خیرپور میرس کے متولیوں میں سے تھے۔ ہمہ وقت مسجد ومتصل مدرسہ کی تعمیر وتوسیع، بچوں کی تعلیم اور تبلیغی جماعتوں کے رہائش، قیام وطعام کی فکر میں رہتے۔ عقیدہ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ ختم نبوت کی تبلیغ واشاعت میں بھی معاون تھے۔ حاجی عبدالرزاق شیخ نے سندھ میں کثرت سے استعمال ہونے والے گھی کی ایجنسی لے رکھی تھی۔ بڑی ایجنسی سے گھی لوڈ کر کے ان کی دوکان تک پہنچانے والے شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے، تو ایجنسی مالک کو منع کر دیا کہ میرا مال کسی قادیانی کے ہاتھ نہ بھجوایا کریں۔ ایجنسی مالک نہ مانا تو کہہ دیا کہ میری ایجنسی بند کر دیں۔ اس پر ان کو کاروبار کے نقصان کے تانے بھی دیئے گئے۔ موصوف حاجی صاحب نے کہا کہ کاروبار ٹھپ ہو جائے برداشت کر سکتا ہوں لیکن کسی

قادیانی کی گاڑی پر لایا ہوا مال فروخت کر کے گنبد خضریٰ والے سے غداری نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ایجنسی بند ہوگئی مگر موصوف حاجی صاحب کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ موصوف کو چند دن بخار رہا اور داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ ہالیجی شریف کے چشم و چراغ مفتی محمد طاہر ہالیجوی کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور ہنگورجہ کے مرکزی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ موصوف نے ایک بیوہ، چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔

(۲۴۵۰) عبدالسلام (چاٹگام)، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء ...... وفات: ۳۰ر محرم ۱۴۴۳ھ/ ۸ر ستمبر ۲۰۲۱ء)

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری و حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی قدس سرہما کے شاگرد رشید، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فاضل متخصص، سابق استاذِ حدیث، و رئیس دارالافتاء، مفتی اعظم بنگلہ دیش، استاذِ حدیث و فقہ دارالعلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری بنگلہ دیش۔ حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی اس دنیائے رنگ و بو میں اٹھتر (۷۸) برس گزار کر راہیِ عالم بقا ہوئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده باجل مسمّٰى!

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی قدس سرہ نے تقریباً اکتیس سال سے زائد عرصہ اپنی مادرِ علمی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور رئیس دارالافتاء کی حیثیت سے گزارا۔ آپ ہمہ وقت تعلیم و تعلم، فقہ اور اصولِ فقہ کے علاوہ کئی اور کتب کے مطالعہ اور فتاویٰ لکھنے میں مصروف رہتے تھے۔ آپ وقت کی بہت زیادہ قدر کرتے تھے، تعلیمی مصروفیات کے علاوہ وقت گزارنے کو عیب تصور کرتے تھے اور آپ کی یہ عادت طالب علمی کے دور سے تھی، اسی لئے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الفقہ الاسلامی کے سال میں فقہ اور اصولِ فقہ کے علاوہ کئی اور کتب کے چالیس ہزار صفحات سے زیادہ کا مطالعہ کیا، اس لئے جب رئیس دارالافتاء تھے تو تخصص کے طلباء بتلاتے تھے کہ حضرت مفتی صاحب جب کسی طالب علم کا تحریر کردہ فتویٰ چیک کرتے تھے تو طالب علم کو پابند بناتے تھے کہ فتویٰ کے ہر ہر جزئیہ کا حوالہ اور اس کی عبارت ضرور تحریر کریں اور تخصص کے طلبہ کو اس کا عادی بنانے کے لئے فتاویٰ لکھتے وقت اصل کتب سے مراجعت کا فرماتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کے مختصر حالاتِ زندگی درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی بنگلہ دیش کے شہر چٹاگانگ کے مضافات میں جناب شیخ خلیل الرحمٰن کے ہاں ''نلدیہ'' نامی گاؤں میں ایک مذہبی اور دینی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ عزیزیہ قاسم العلوم میں حاصل کی۔ تین سال تک ناظرہ قرآن مجید اور اردو، فارسی کی چند کتابیں پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ حسینیہ بوالیہ میں داخل ہوئے، وہاں ابتدائی درسیات کی تعلیم میزان، نحومیر، ہدایۃ النحو وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹۵۸ء میں مدرسہ عزیز العلوم بابونگر میں داخلہ لے کر وہاں شرح وقایہ، شرح جامی اور کچھ دیگر کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد جامعہ عربیہ اسلامیہ جیری چاٹگام میں ہدایہ سے لے کر دورۂ حدیث تک کی کتب مکمل کیں، اور ہمیشہ تمام درجات میں امتیازی اور نمایاں کامیابی حاصل کرتے رہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی نے ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں جامعہ عربیہ اسلامیہ جیری سے دورۂ حدیث کا مرحلہ مکمل ہونے کے بعد کراچی پاکستان کا سفر کیا۔ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ کے پاس دوبارہ دورۂ حدیث کیا اور سالانہ امتحان میں امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تخصص فی الفقہ الاسلامی میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی مفتی اعظم پاکستان کے زیرِ سایہ انتہائی محنت اور مشقت سے تخصص فی الفقہ الاسلامی کا نصاب مکمل فرمایا۔ کتبِ نصاب کے علاوہ فقہ، اصولِ فقہ وغیرہ میں دوسری کتابیں بھی آپ نے مطالعہ کی تھیں، تقریباً چالیس ہزار صفحات سے زائد صفحات تخصص کے دونوں سالوں میں مطالعہ فرمائے۔ دو سالہ تخصص کے اختتام پر تخصص فی الفقہ کے آخری تین ماہ میں آپ نے ایک مقالہ بعنوان ''بیع الحقوق فی التجارات الرائجة الیوم وتحقیقها'' تحریر فرمایا، جس کے متعلق محقق العصر محدث ناقد حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی قدس سرہ نے اپنے تاثرات میں یہ تحریر فرمایا: ''مولوی عبدالسلام چاٹگامی کا مقالہ ''موجودہ تجارت میں حقوق کی بیع اور اس کی تحقیق'' حرف بحرف بتمام وکمال پڑھا، انہوں نے اس مقالہ میں جو محنت کی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے اور ان کی استعداد کا لحاظ کرتے ہوئے یہ اس کے مستحق ہیں کہ ''التخصص فی الفقه الاسلامی'' کی سند ان کو درجہ علیا میں دی جائے۔'' نیز حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی نے ایک خصوصی سند بھی عطاء فرمائی۔

تخصص فی الفقہ سے فراغت کے بعد ۱۹۷۰ء میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ نے حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی اور مولانا محمد ادریس میرٹھی کے مشورے سے جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں مدرس ومفتی کی حیثیت سے تقرر کیا۔ دورانِ تدریس آپ نے جامعہ میں مختلف کتابیں پڑھائیں، مثلاً: صحیح مسلم جلد دوم، جامع ترمذی جلد دوم، جلالین شریف، ہدایہ اوّلین، ہدایہ رابع، شرح المہذب، کنز الدقائق، نہایۃ المحتاج (فقہ شافعی) وغیرہ۔

جامعہ میں جب آپ کا تدریس وافتاء کے لئے تقرر ہوا تو اس وقت دارالافتاء میں حضرت مفتی احمد الرحمٰن نائب مفتی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے اور حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی بحیثیت صدر مفتی کے تھے۔ جب محدث العصر حضرت بنوری کا سانحۂ ارتحال ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء میں پیش آیا تو حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن جامعہ کے رئیس ہوئے، تو حضرت مولانا مفتی عبدالسلام نائب مفتی بنائے گئے تھے۔ اس دوران حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامی رفقاء دارالافتاء اور شرکائے تخصص فی الفقہ الاسلامی کے تحریر کردہ فتاویٰ کی تصحیح فرماتے تھے۔ پھر جب حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی پر فالج کا حملہ ہوا تو حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی کو حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی کی نیابت میں شعبۂ تخصص فی الفقہ الاسلامی اور دارالافتاء کا ذمہ دار بنایا گیا۔ حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی کے انتقال کے بعد آپ کو ۱۹۹۲ء میں دارالافتاء کا رئیس بنایا گیا۔ اس افتاء کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ آپ اسلامیہ کالج کے قریب جامع مسجد عثمانیہ کی امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، جس سے اہلِ علاقہ کو آپ سے براہِ راست مستفید ہونے کا کافی موقع میسر آیا۔

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام چاٹگامی نے جو فتاویٰ لکھے یا ان کی تصحیح کی ان کی تعداد ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں میں ہوگی، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو فقہ وفتاویٰ سے کس قدر تعلق رہا ہے۔ امام اہلِ سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن تحریر فرماتے ہیں: ''مولانا مفتی عبدالسلام صاحب نے تو فتویٰ نویسی میں امتیازی حیثیت حاصل کرلی ہے۔'' (ماہنامہ بینات، اشاعت خاص بیاد مولانا بنوری ص۲۴۴)

حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامی نے جن محدثین کرام سے حدیث پڑھی، ان سے تو اجازت حدیث حاصل ہے ہی، ان کے علاوہ جن حضرات نے اجازت دی ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ الحلبی، (۲) مولانا شمس الحق افغانی، (۳) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، (۴) شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی، (۵) مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع، (۶) حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب۔

حضرت مفتی صاحب کی چند تالیفات درج ذیل ہیں: (۱) جواہر الفتاویٰ (پانچ جلد)، (۲) آپ کے سوالات اور ان کا حل (چار جلد)، (۳) اسلامی معیشت کے بنیادی اصول، (۴) انسانی اعضاء کی پیوند کاری، (۵) رحمتِ دو عالم ﷺ کی مستند دعائیں، (۶) عاقلہ بالغہ کے نکاح کی شرعی حیثیت، (۷) اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق، (۸) تذکرہ مخلص، (۹) حیاتِ شیخ الکل، (۱۰) مقالاتِ چاٹگامی (زیرِ طبع)۔

حضرت مفتی عبدالسلام کا جن مشائخ سے سلوک کا تعلق رہا، وہ درج ذیل ہیں: (۱) حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری (پاکستان)، (۲) مولانا یحییٰ بہاول نگری (پاکستان)، (۳) مولانا شاہ سلطان نانو پوری (بنگلہ دیش)، (۴) مفتی احمد الحق (بنگلہ دیش)۔

حضرت مفتی صاحب کچھ خانگی اور بیماری کے اعذار کی وجہ سے ۲۰۰۰ء میں جامعہ سے رخصت لے کر بنگلہ دیش تشریف لے گئے تھے، وہاں جامعہ دارالعلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری میں درس وتدریس اور افتاء کی وقیع خدمات ۲۰۱۲ء تک انجام دیتے رہے۔ بنگلہ دیش کے مفتی اعظم مولانا احمد الحق کے انتقال (۲۰۰۹ء) کے بعد حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامی کو ''مفتی اعظم'' بنگلہ دیش بنایا گیا۔

حضرت مفتی عبدالسلام کے پسماندگان میں کل سات لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، سب لڑکے حافظِ قرآن ہیں، چھ لڑکے عالم ہوئے، ان میں سے تین مفتی ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کی نمازِ جنازہ جامعہ دارالعلوم ہاٹ ہزاری میں ہوئی اور جامعہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ (مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

(۲۴۵۱) عبدالغفور مہجور ایڈووکیٹ (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، جناب میاں

(ولادت: ۱۹۰۵ء ...... وفات: ۱۸/جولائی ۱۹۷۴ء)

میاں عبدالغفور مہجور ایڈووکیٹ اپنے والدین کے ہاں پٹواریاں والا چک نمبر ۲۹۶ گ.ب ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آبائی علاقہ اور میٹرک گوجرہ سے کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور تشریف لے گئے جہاں سے ایل.ایل.بی کی ڈگری حاصل کرکے واپس ٹوبہ تشریف لائے۔ میاں صاحب فصیح البیان مقرر، ماہر قانون دان، صاحب ریاضیت اور لطیف المذاق انسان تھے۔ فوجداری کے مقدمات میں ماہر وکیل شمار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نازک مزاج شاعر اور تحریکی وانقلابی انسان تھے۔ کئی بار وکالت چھوڑ کر شروع کر چکے تھے۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم اور ان کے اخبار زمیندار کے بڑے مداح تھے۔ مولانا ظفر علی خان کی جو نظمیں تحریک کے زمانہ میں زمیندار میں شائع ہوتی تھیں وہ سب نہ صرف میاں صاحب کو زبانی یاد تھیں بلکہ بڑے مزے لے کر سنایا کرتے تھے۔ ''چند سہانی یادیں'' کے نام سے کیپٹن محمد یوسف نے ایک کتاب لکھی اس کے ص ۲۲۰، ۲۲۱ پر میاں عبدالغفور مہجور کے حوالہ سے لکھتے

ہیں کہ: ’’ایک دفعہ میاں عبدالغفور صاحب نے مجھے بتایا کہ مرزائیت کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی نبوت گویا ۱۸۸۲ء سے لے کر جو اس کی مخالف لدھیانہ کے مولویوں یا بالخصوص مولوی غزنوی صاحب، مولوی ثناء اللہ صاحب، محمدی صاحب اور بعد میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے کی تھی وہ ایک طرف اور ۱۹۵۳ء کی لاہور تحریک ایک طرف۔ جس میں چیرنگ کراس پر نوجوانوں نے اذان شروع کی تھی اور پولیس کی گولیوں سے شہید ہوتے گئے۔ ایک گر پڑتا تو دوسرا اگلے الفاظ سے شروع کر دیتا تھا۔ حتیٰ کہ ساتویں شہید نے اذان مکمل کی تھی۔ وہ بھی ایک طرف فرماتے تھے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقدہ دو جلسوں سے میں بہت متاثر ہوا تھا۔ ایک جلسہ میں ایک مولوی صاحب نے کہا تھا کہ گدھا ریل کی پٹری کے درمیان گھاس چر رہا تھا کہ ادھر سے گاڑی آ گئی، ڈرائیور بڑا خدا ترس اور نیک انسان تھا، اس نے سوچا کہ غریب کمہار کا تین چار سو روپے کا نقصان ہو جائے گا۔ اس نے گاڑی کھڑی کی۔ اس پر گدھا پیچھے ہٹتا ہٹتا انجن کے پاس آ کر دولتیاں جھاڑنے لگ گیا اور کہنے لگا کہ آئندہ اس راہ پر آؤ گے تو اسی طرح دولتیاں مار مار کر جبڑا توڑ دوں گا۔ گدھا سمجھ بیٹھا کہ یہ راستہ اس نے ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔ یہی حال ہمارے ملک میں مرزائیوں کا ہے۔‘‘

دوسرا واقعہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک جلسہ میں ایک مولوی نے مرزائیت کے خلاف ایک پنجابی نظم پڑھی جس کا طرح مصرعہ تھا:

رب نے پنجاب وچ نبی کوئی نہ بھیج یا اسیں آپوں ای بٹّا ساریا

اس نظم کا ذکر اکثر کیا کرتے تھے اور بہت ہی خوش ہوا کرتے تھے۔ (چند سہانی یادیں ص ۲۰۰، ۲۰۱)

عبدالغفور مہجور ایڈووکیٹ کی نماز جنازہ مفتی عبدالحمید لدھیانوی نے پڑھائی۔ آپ کو اپنے آبائی علاقہ پٹواریاں والا چک ۲۹۶ گ.ب ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سپرد خاک کیا گیا۔

(۲۴۵۲) عبدالقدیر خان، محسن ملت و محسن پاکستان ڈاکٹر

’’ہیرو کبھی نہیں مرتے اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب نے پاکستان کی جو خدمت کی ہے، اس پر ہم ان کے احسان مند ہیں۔‘‘ یہ الفاظ ہیں جسٹس لاہور ہائی کورٹ جناب محمد اختر شبیر صاحب کے جو ۸/ اکتوبر ۲۰۰۶ء روزنامہ پاکستان لاہور میں ایک مقدمہ کی سماعت کے دوران رپورٹ ہوئے۔ انہوں نے مزید کہا کہ: ’’ہیرو کبھی مرا نہیں کرتے، یہ بھی زندہ رہیں گے اور انہیں عدالتوں کی ضرورت نہیں۔‘‘

ہمارے ملک عزیز پاکستان کا ایک عظیم المیہ ہے کہ جس نے بھی پاکستان کی سلامتی، پاکستان کے استحکام اور پاکستان کو خود مختار بنانے کے لئے کوئی قدم آگے بڑھایا تو اسے نا صرف یہ کہ حقیر اور بے وقعت بنانے کے منصوبے بنائے گئے، بلکہ بعضوں کو تو اس دنیا سے ہی چلتا کر دیا گیا۔ تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ انہیں میں سے ایک کردار، محسنِ ملت، محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کا بھی آتا ہے، جنہوں نے دنیا بھر کی آسائشوں کو لات مار کر ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف ہو کر پاکستان کو دنیا بھر میں ایک بلند مقام دلوانے کی کوشش کی اور پاکستان کو ایک ایٹمی قوت بنا کر دم لیا۔ ایک طرف انڈیا کی حکومت ہے کہ جس نے اپنے ایٹمی بم کے خالق ڈاکٹر ابوالکلام کو نہ صرف یہ کہ ان کے شایانِ شان پروٹوکول دیا، بلکہ اس کارنامہ کے انعام کے طور پر اپنے ملک کا صدر بھی بنا دیا اور ایک ہماری حکومتیں ہیں کہ انہوں نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب کو ان کی شایانِ شان پروٹوکول دینے کی بجائے ان پر الزامات لگا کر پاکستانی عوام اور دنیا بھر کے سامنے معافی مانگنے پر مجبور کیا، بلکہ ان کی زندگی کے کئی قیمتی سال نظر بندی کی نذر کر دیئے اور ان کی بیماری

کے دنوں میں بھی ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی گئی۔ کیا کہا جائے کہ ہم اپنے اس ہیرو کے قدر دان ہیں، یا ناقدرشناس! بہرحال وہ آخری دم تک پاکستان کی عزت وآبرو کے محافظ رہے اور اسی آس اور امید میں وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ ان کی رحلت پر نہ صرف پاکستانی قوم سوگوار ہے، بلکہ پورا عالم ان کی جدائی پر غمزدہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین ان کی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب نے اس بات کو کئی مرتبہ دہرایا کہ: ''ہم بھوپالیوں کو دو چیزوں پر فخر ہے: ایک تو یہ کہ ہمارے یہاں آج تک کوئی غدار پیدا نہیں ہوا، اور (دوسرے) ہمیں اِس پر بھی فخر ہے کہ ہمارے یہاں آج تک کوئی قادیانی پیدا نہیں ہوا۔''

ان کے کچھ حالات زندگی محترم جناب مولانا عمادالدین عندلیب، اسلامک ریسرچ اسکالر ''الندوہ لائبریری اسلام آباد'' نے قلم بند کئے ہیں۔ کسی قدر حک واضافہ کے بعد افادۂ عام کے لئے انہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے: ''ڈاکٹر صاحب یکم/اپریل ۱۹۳۶ء کو ہندوستان کی مشہور ریاست ''بھوپال'' میں عبدالغفور خان (ہیڈ ماسٹر سپرنٹنڈنٹ آف اسکولز) کے ہاں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۴۸ء میں پرائمری کی تعلیم گنوری (Ginnori) بھوپال میں حاصل کی۔

۱۹۵۰ء میں جہانگیریہ مڈل اسکول بھوپال سے مڈل کیا۔ ۱۹۵۲ء میں حمیدیہ ہائی اسکول بھوپال سے میٹرک کیا، اور پھر میٹرک کے فوراً بعد ۱۹۵۲ء ہی میں پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ ۱۹۶۰ء میں ڈی جے کالج کراچی (collegemaljethDayaram karachi) سے بی ایس سی کیا۔ ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۱ء تک کراچی کے محکمہ وزارتِ پیمانہ جات (پیمائش واوزان) میں ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۳ء برلن مغربی جرمنی ٹیکنیکل یونیورسٹی سے میٹالرجیکل کا ڈپلومہ کیا، جہاں سے اسکالرشپ ملی اور وہیں رہنے لگے اور اس دوران ہی ''برلن'' سے روزنامہ جنگ کے لئے ''مکتوبِ برلن'' کے عنوان سے ڈائری لکھی۔

۱۹۶۴ء میں ہیگ (ہالینڈ) میں ہینی خان (rinaHende) نامی ایک خاتون سے شادی کی۔ نکاح جمال الدین حسن (فرسٹ سیکرٹری پاکستانی سفارت خانہ ہیگ) نے پڑھایا۔ منجملہ گواہانِ نکاح کے ایک نام قدرت اللہ شہاب (سفیرِ پاکستان ہالینڈ) کا بھی ہے۔ ۱۹۶۷ء میں فزیکل میٹالرجی ٹیکنیکل یونیورسٹی ڈیلفٹ (Daelfet) ہالینڈ سے ایم ایس سی کیا۔ اسی سال پاکستان واپس آکر اسٹیل ملز کراچی میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن کامیابی نہ ملی تو مجبوراً دوبارہ ہالینڈ چلے گئے۔

اسی دوران برطانیہ، ہالینڈ اور بلجیم نے مشترکہ طور پر ایک ''ڈچ کمپنی'' وی، ایم، ایف کو یورینیم کی افزودگی کے لئے ''سینٹری فیوج'' بنانے کا ٹھیکہ دیا، اِس فرم نے ایف، ڈی، او (فزیکل ڈائنامیکل ریسرچ لیبارٹری) کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور ''المیلو'' کے مقام پر پراجیکٹ شروع کیا۔ اپریل ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۶ء کو نیدرلینڈ (ہالینڈ) ''المیلو'' کے ''ایف، ڈی، او'' یورینیم انرچمنٹ پلانٹ میں ملازمت اختیار کی۔ ''المیلو'' میں ''ڈچ، بلجیم، اور انگریز سائنس دان مل کر کام کرتے تھے، ان کی دستاویزات ان کی مادری زبانوں میں تھیں، ان کے ترجمہ کے لئے ان زبانوں کو سمجھنے والے کسی شخص کی ضرورت پڑی تو یہ ضرورت ڈاکٹر صاحب کو سونپ دی گئی، جہاں انہیں انتہائی حساس اور اہم پروجیکٹ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ۱۹۷۲ء میں انہوں نے Leuven یونیورسٹی بلجیم سے پی ایچ ڈی کی۔

۱۹۷۴ء میں وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو سے رابطہ قائم ہوا اور مئی ۱۹۷۶ء میں باقاعدہ پاکستان میں کام کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۶ء کو جب بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا تو ڈاکٹر صاحب کے دل میں اپنے دیس کو ''ایٹمی قوت'' بنانے کی خواہش پیدا ہوئی، اس کی تکمیل

کے لئے وہ مئی ۱۹۷۶ء کو پاکستان آئے اور ۱۳؍جولائی ۱۹۷۶ء کو انجینئرنگ ریسرچ لیبارٹریز (E.R.L) قائم ہوئی۔ ۱۳؍جولائی ۱۹۷۶ء تا ۱۳؍اکتوبر ۱۹۹۸ء بطور پراجیکٹ ڈائیریکٹر ریسرچ لیبارٹری کہوٹہ سے وابستہ رہے۔ کہوٹہ لیبارٹری میں انتہائی رازداری اور محنت سے کام شروع کیا، جہاں ڈاکٹر صاحب اوران کے رفقاء کو مسلسل اٹھارہ، اٹھارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا۔ ۱۹۷۸ء کو لیبارٹری پرسینٹری فیوج کے تحت یورینیم افزودہ کرنے کا تجربہ کامیاب ہوا، پھرایک سال بعد ایٹمی پلانٹ بھی بن گیا۔ یکم؍مئی ۱۹۸۱ء کو جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ڈاکٹر صاحب کی خدمات کے اعتراف کے طور پر کہوٹہ ریسرچ لیبارٹری کا نام ’’ڈاکٹر اے کیو خان (یعنی ڈاکٹر عبدالقدیر خان) لیبارٹری رکھا۔ ۱۴؍اگست ۱۹۸۹ء کو صدر غلام اسحاق خان نے ہلالِ امتیاز سے نوازا۔

۲۵؍جولائی ۱۹۹۳ء کو ڈی ایس سی یونیورسٹی آف کراچی ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۹۴ء کو انتخاب کلام شعراء مرتب کیا۔ ۱۴؍اگست ۱۹۹۶ء کو صدر فاروق احمد لغاری نے نشانِ امتیاز سے نوازا۔ ڈاکٹر صاحب کی مدتِ سروس ۱۹۹۶ء میں ختم ہونے والی تھی، لیکن پہلے وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے ۳ سال اور پھر وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے ۲ سال ان کی مدتِ ملازمت میں توسیع کر دی۔ ۱۹۹۷ء میں پاکستان اکیڈمی آف سائنسز کے بلا مقابلہ صدر رہے۔

۶؍اپریل ۱۹۹۸ء کو ڈاکٹر صاحب نے غوری I، ۱۵۰۰ کلومیٹر (بلاسٹک میزائل تجربہ) کیا۔ لیکن جنرل پرویز مشرف (جو اس وقت منگلا کور کمانڈر کے طور پر مدعو تھے اور حواس باختہ تھے تو انہوں) نے اس پر ڈاکٹر صاحب سے اختلاف کیا، جس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ہم آیۃ الکرسی کا ورد کر رہے ہیں اور ادھر کعبۃ اللہ میں حج ہو رہا ہے، اس لئے گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں، اللہ خیر کرے گا۔ اِس طرح ڈاکٹر صاحب نے اللہ کا نام لے کر بلاسٹک میزائل کا تجربہ کیا جو کامیاب رہا۔ ۱۴؍اپریل ۱۹۹۸ء کو غوری II غوری بلاسٹک میزائل کا تجربہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بکتر شکن اینٹی ٹینک گائیڈڈ میزائل کا بھی تجربہ کیا۔

۲۸؍مئی ۱۹۹۸ء کو پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے اور یوں ڈاکٹر صاحب کی کاوشیں پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کی صورت میں رنگ لائیں۔ ۱۴؍اگست ۱۹۹۸ء کو صدر محمد رفیق تارڑ نے نشانِ امتیاز سے نوازا اور اس طرح ڈاکٹر صاحب پاکستان کی تاریخ میں دوسری مرتبہ نشانِ امتیاز حاصل کرنے والی پہلی شخصیت بن گئے۔ ۱۱؍دسمبر ۱۹۹۸ء کو ڈی ایس سی بقائی میڈیکل یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ ۶؍مارچ ۱۹۹۹ء کو ڈی ایس سی ہمدرد یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ ۱۶؍اپریل ۱۹۹۹ء کو ڈی ایس سی گومل یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ ۲۰۰۰ء کو مرتب شدہ نوادرات کے چار ایڈیشن شائع کیے۔

۶؍دسمبر ۲۰۰۰ء کو ڈی ایس سی یونیورسٹی آف انجینئرنگ ٹیکنالوجی لاہور سے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ ۲۰۰۰ء میں اسلامک ڈویلپمنٹ بینک کے سائنس وٹیکنالوجی کے ایڈوائزری پینل کے چیئرمین رہے۔ ۲۵؍مارچ ۲۰۰۱ء کو ڈی.ایس.سی سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کراچی سے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ ۱۴؍اکتوبر ۱۹۹۸ء تا ۱۳؍مارچ ۲۰۰۱ء ڈاکٹر اے کیو خان ریسرچ لیبارٹری کہوٹہ کے چیئرمین رہے۔ مئی ۲۰۰۰ء کو غوری III (۴۰۰۰ کلومیٹر) غوری تھری پر پچاس فیصد کام مکمل ہو چکا تھا کہ چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے یہ کہہ کر کہ: ’’اب اسرائیل کو تباہ کرنا چاہتے ہو‘‘ مزید فنڈز جاری نہ کیے۔ ۲۰۰۱ء میں جنرل پرویز مشرف نے بیرونی دباؤ میں آ کر ڈاکٹر صاحب کو ان کے عہدہ سے سبکدوش کر کے اپنا مشیر مقرر کیا۔

ڈاکٹر صاحب یکم/اپریل ۲۰۰۱ء تا ۲۹/نومبر ۲۰۰۲ء برائے دفاع اور امور کے.آر.ایل چیف ایگزیکٹو کے مشیر خاص رہے۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو ڈی ایس سی بلوچستان یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگری حاصل کی۔ ۳۰/نومبر ۲۰۰۲ء تا یکم/فروری ۲۰۰۴ء برائے دفاعی حکمت عملی وزیر اعظم کے مشیر خاص رہے۔ لیکن یکم/فروری ۲۰۰۴ء کو ان پر ایٹمی راز اِفشا کرنے اور دوسرے ممالک کی طرف منتقلی کے الزامات لگائے گئے اور یوں جنرل پرویز مشرف نے انہیں مشیر کے عہدے سے بھی برطرف کر دیا۔ حالاں کہ ڈاکٹر صاحب نے خود اِس بات کو بانگِ دہل فخریہ انداز میں کہا تھا کہ: ''ہم بھوپالیوں کو دو چیزوں پر فخر ہے: ایک تو یہ کہ ہمارے یہاں آج تک کوئی غدار پیدا نہیں ہوا، اور (دوسرے) ہمیں اِس پر بھی فخر ہے کہ ہمارے یہاں آج تک کوئی قادیانی پیدا نہیں ہوا۔''

بہر حال بعد ازاں مؤرخہ ۴/فروری ۲۰۰۴ء بروز بدھ کو جنرل پرویز مشرف نے چوہدری شجاعت حسین کی مدد سے ڈاکٹر صاحب سے زبردستی اعترافی بیان دلوایا، اور اِس طرح ڈاکٹر صاحب نے پاکستانی قوم سے حکومتی دباؤ اور جبر کے تحت معافی مانگی اور یوں ۱۹۷۶ء سے ۲۰۰۴ء تک ایک ہیرو کی حیثیت سے قوم کے دلوں پر راج کرنے والے ڈاکٹر عبدالقدیر خان اپنی رہائش گاہ پر نظر بند کر دیئے گئے۔ چنانچہ جب ڈاکٹر صاحب سے یہ سوال کیا گیا کہ: ''ڈاکٹر صاحب! کبھی کسی کارنامے کے بعد دکھ یا پچھتاوا ہوا؟'' تو ڈاکٹر صاحب نے اس کے جواب میں یہ دکھ بھرے الفاظ کہے کہ: ''جی! ایک ہی عظیم کارنامے پر ہمیشہ دکھی رہتا ہوں کہ پاکستان کو ایٹمی طاقت بنوایا ہے۔''

ڈاکٹر صاحب کی تصریح کے مطابق اصل میں ملکی ایٹمی راز جنرل پرویز مشرف اور ان کے ساتھیوں نے اِفشا کئے تھے۔ اِس بات کا دعویٰ انہوں نے اپنی اہلیہ ''ہینی خان'' کے نام ایک خط میں کیا جو انہوں نے ۲۰۰۴ء میں حفاظتی نقطہ نظر سے لکھ کر اپنی بڑی بیٹی ''ڈاکٹر دینا خان'' کے اس وقت حوالے کیا جب وہ دبئی روانہ ہو رہی تھیں، مگر ایئرپورٹ پر ان کے سامان سے وہ خط برآمد کر لیا گیا، جس کے بعد وہ خط جنرل پرویز مشرف کی میز اور اس کے بعد امریکا تک پہنچ گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے خط میں یہ بھی انکشاف کیا کہ جنرل پرویز مشرف ان کو امریکا کے حوالے کرنے پر تلے ہوئے تھے، اور بقول وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی کے اِس مکروہ عمل کے لئے ایک جہاز بھی تیار کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید کہا کہ اِس بات کی تصدیق سابق وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی مجھے فون کر کے کر چکے تھے۔ چنانچہ وزیر اعظم میر ظفر اللہ جمالی کو جب ڈاکٹر صاحب کے OrderExit پر بطورِ وزیر اعظم دستخط کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے اپنی کابینہ کی باہمی رائے سے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

بہر حال ۲۰۰۵ء کو نظر بندی کے ایام میں ڈاکٹر صاحب نے ''صبح غزل'' نامی کتاب شائع کی، اور نومبر ۲۰۰۸ء سے باقاعدہ کالم نگاری شروع کی اور روزنامہ جنگ میں ''سحر ہونے تک'' کے عنوان سے کالم لکھنے شروع کئے، جن کا پہلا مجموعہ مئی ۲۰۱۰ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کے بطور انجینئر اور سائنس دان ۲۰۰ کے قریب تحقیقی مقالے بین الاقوامی ریسرچ جرنلز میں چھپ چکے ہیں۔ انہوں نے میٹالرجی، ایڈوانسڈ میٹریلز فیز ٹرانسفارمیشن پر لکھی گئی کتابوں کی تدوین کی۔ امریکن سوسائٹی آف میٹل کے وہ ممبر رہے۔ انہوں نے بین الاقوامی یونیورسٹیز میں ۱۰۰ سے زائد لیکچرز دیئے۔ انسٹیٹیوٹ آف میٹریلز لندن کے وہ ممبر رہے۔ کینیڈین انسٹیٹیوٹ آف میٹلز اور جاپان انسٹیٹیوٹ آف میٹلز کے بھی وہ ممبر رہے۔

ڈاکٹر صاحب (Sciences Of Academy National Kazakh) کے پہلے ایشیائی فیلو رہے۔ اسلامک اکیڈمی آف سائنسز کے منتخب فیلو رہے۔ کورین اکیڈمی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے آنریری ممبر رہے۔ بہت سی یونیورسٹیز کے بورڈ آف گورنرز

کے رکن اور قائداعظم یونیورسٹی کے سینڈیکیٹ کے ممبر رہے۔ سرسید یونیورسٹی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، ہمدرد یونیورسٹی، اور غلام اسحاق خان انسٹیٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کی ایگزیکٹو کمیٹی اور بورڈ آف گورنرز کے ممبر رہے۔ ڈاکٹر صاحب کو ملک بھر کے قومی اداروں اور تنظیموں کی جانب سے ۲۶ گولڈ میڈلز اور ۳ گولڈ کراونز (سونے کے تاج) پہنائے گئے۔‘‘

ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے گیارہ مساجد، شہاب الدین غوری کے مزار کی آرائش اور کئی ہیلتھ اور کمیونٹی مراکز بنائے، ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے ایٹم بم بنانے کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک انٹرویو میں کہا: ’’ایٹم بم بنانے کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان پر آنچ نہ آئے۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے ساتھ جو سلوک ہوا، ہم یہ چاہتے تھے کہ یہ واقعہ پاکستان کے ساتھ دوبارہ پیش نہ آئے، اس نظریے سے پاکستان آیا تھا۔ میں ہندوؤں کی نفسیات سے واقف تھا کہ جب بھی ان کو موقع ملے گا وہ آپ پر ضرب کاری لگائیں گے، وہ پاکستان کو ختم کرنے کا سوچیں گے۔ ایٹم بم کا یہ فائدہ ہوا کہ آج تک اس کے بعد آپ پر کوئی وار نہیں ہوا، ایٹم بم کا مقصد خون ریزی روکنا، پاکستانی عوام کو حفاظت دینا، اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ محفوظ رہیں، آپ اپنی معاشی ترقی پر دھیان دیں۔ بدقسمتی سے سب چور لٹیرے آئے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھایا اور ملک کا جو حشر کیا وہ آپ کے سامنے ہے۔ ایک طرف آپ کو ڈیفنس سے بےفکری ہوگئی تھی تو آپ کو چاہئے تھا کہ آپ ملک کی ترقی پر دھیان دیتے، تعلیم، معاشی ترقی، صنعتی ترقی پر دھیان دیتے، لیکن افسوس کہ ان کاموں پر توجہ نہ دی گئی۔‘‘

۲۸ر مئی ۱۹۹۸ء کو جب میاں نواز شریف صاحب نے بطور وزیراعظم ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب سے مل کر بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں چھ دھماکے کئے تو ہماری جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر کے راہنما ڈاکٹر دین محمد فریدی صاحب نے ان دھماکوں پر مبارک بادی کے لئے ایک خط لکھا، جس کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب نے لکھا:

’’مکرمی جناب ڈاکٹر دین محمد فریدی صاحب!

السلام علیکم! کامیاب ایٹمی تجربات پر آپ کی طرف سے پیغامِ تہنیت ملا، جس کے لئے میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ آج سے بائیس سال قبل جس اہم مشن کی تکمیل کے لئے میں نے اس پاک دھرتی پر قدم رکھا تھا، رب العزت کی مہربانیوں اور رہبری نے اسے آج کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کامیابی میں میرے رفقاء کار کی انتھک کوششوں کے ساتھ ساتھ ہر اس پاکستانی کی دعائیں اور کاوشیں بھی شامل ہیں جو وطن عزیز کو عظیم سے عظیم تر بنانے میں مصروف ہیں۔

مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اپنے وطن کی سربلندی کے لئے کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ (آمین)

فقط! والسلام

آپ کا خیر اندیش: (ڈاکٹر عبدالقدیر خان) نشانِ امتیاز۔‘‘

حضرت ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ، ۲ بیٹیاں، ۴ بھائی اور ۲ بہنیں سوگوار چھوڑی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی تمام سیئات اور لغزشوں کو معاف فرمائے، ان کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ (مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

محسنِ ملت ڈاکٹر عبدالقدیر خان

(مولانا زاہد الراشدی) محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے ایک ایٹمی سائنس دان کے طور پر وطن عزیز اور عالمِ اسلام

کی جو خدمت کی وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے اور اس پر انہیں غیروں کے ساتھ ساتھ اپنا کہلانے والوں کی طرف سے کردار کشی اور حوصلہ شکنی کے جن کربناک مراحل سے گزرنا پڑا وہ بھی تاریخ کے ایک سیاہ باب کی صورت میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ وہ ایک غیور مسلمان اور شعوری پاکستانی تھے اور ان کی زندگی ملت، قوم اور ملک کی مسلسل خدمات سے عبارت ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اسلام، پاکستان اور ملت اسلامیہ کی بات کی اور اس کے لئے اپنی صلاحیتوں کو وقف کئے رکھا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایٹمی طاقت بنانے کے عظیم کارنامہ پر دنیا بھر کے مسلمان ان کے شکرگزار اور احسان مند ہیں جس کی ایک چھوٹی سی مثال ان کے حوالہ سے ہم نے کسی کالم میں ذکر کی تھی کہ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کر کے خود کو ایٹمی طاقت کے طور پر دنیا میں روشناس کرایا تو مصر کے ایک معروف کالم نویس نے اپنے کالم میں اسرائیل کو ان الفاظ سے مخاطب کیا تھا: ’’اسرائیلیو! اب سوچ سمجھ کر بات کرنا، ہم بھی ایٹمی طاقت ہیں۔‘‘

مگر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی اس عظیم قومی اور ملی خدمت پر انہیں صحیح مقام دینے کی بجائے جس منفی رویئے کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا وہ یقیناً ہماری غلامانہ ذہنیت اور نفسیات کا آئینہ دار ہے۔ ان کا قصور صرف یہ تھا کہ چند عالمی اجارہ داروں نے ایٹمی صلاحیت پر اپنا کنٹرول قائم رکھنے اور خاص طور پر مسلم ممالک میں سے کسی کو اس صلاحیت اور توانائی کے قریب نہ آنے دینے کے لئے جو خود ساختہ قوانین وضوابط تشکیل دے رکھے ہیں انہوں نے ان کی پروا کئے بغیر اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے بہرہ ور کرنے اور ایٹمی قوت بنانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں اور اس میں وہ اپنی قوم کے ساتھ ساتھ بارگاہ ایزدی میں بھی سرخرو ہوئے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی جدائی پر نہ صرف پاکستانی قوم بلکہ عالمِ اسلام سوگوار ہے اور ان کی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لئے ہم سب دعا گو ہیں، آمین یا رب العالمین! اس کے ساتھ ہم ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی آزمائش کے حوالہ سے ماہنامہ ’’نصرۃ العلوم‘‘ گوجرانوالہ کے نومبر ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں شائع ہونے والا اپنا ایک شذرہ بھی شامل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو ہمارے جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتا ہے: ’’ڈاکٹر عبدالقدیر ہمارے ملک کے محترم سائنس دان ہیں جو اس حوالہ سے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے محسن ہیں کہ انہوں نے پاکستان کو عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا اور ان کی اس عظیم محنت کے نتیجے میں آج ہمارے حکمران پاکستان کو ناقابل تسخیر قوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ مگر عالمی دباؤ پر ڈاکٹر عبدالقدیر کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے اور خاص طور پر صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں قوم کے اس محسن کا جس اہانت آمیز انداز میں ذکر کیا ہے وہ ملی حمیت وغیرت کے تقاضوں کے منافی ہے۔

آج مغربی طاقتیں اور ان کے ہمنوا ممالک ایٹمی اسلحہ پر چند ملکوں کی اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے جن خود ساختہ بین الاقوامی قوانین کا سہارا لے رہے ہیں اور جن کے حوالہ سے ڈاکٹر عبدالقدیر کو عالمی قوانین کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے ہمارے نزدیک وہ قوانین بجائے خود محل نظر اور یکطرفہ ہیں، کیونکہ ایٹمی ہتھیاروں کو صرف چند ملکوں تک محدود کر دینا اور باقی ممالک بالخصوص عالم اسلام کو ان کے حصول سے زبردستی روکنا انصاف اور عدل کے اصولوں کے یکسر خلاف ہے۔ ایٹمی ہتھیار اگر جائز ہیں تو سب کو ان کے حصول کا حق حاصل ہے اور اگر ناجائز ہیں تو سب کے لئے ناجائز ہیں اور دوسرے ممالک کو ایٹمی ہتھیار بنانے سے روکنے والوں کو پہلے اپنے ہتھیار ختم کرنا ہوں گے۔ لیکن ستم ظریفی کی بات ہے کہ ہمارے حکمران اس سراسر ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند

کرنے کی بجائے خود اپنے محترم سائنس دان اور قومی ہیرو کی کردارکشی میں مصروف ہیں۔اس پس منظر میں لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد اختر شبیر کے یہ ریمارکس قوم کے زخموں پر کسی حد تک مرہم رکھنے کے مترادف ہیں کہ:''ہیرو کبھی نہیں مرتے اور ڈاکٹر عبدالقدیر نے پاکستان کی جو خدمت کی ہے اس پر ہم ان کے احسان مند ہیں۔''

روزنامہ پاکستان لاہور ۱۸/اکتوبر ۲۰۰۶ء کی رپورٹ کے مطابق مسلم لیگ (ن) لائرز فورم کی جانب سے ایک رٹ کی سماعت کے دوران جسٹس موصوف نے کہا کہ:''ہیرو کبھی مرانہیں کرتے یہ بھی زندہ رہیں گے اورانہیں عدالتوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔''

ہم جسٹس موصوف کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے قوم کے جذبات کی ترجمانی کی، خدا کرے کہ ہمارے حکمران بھی اس حقیقت کا ادراک کرسکیں اور محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کی کردارکشی سے دست کش ہوجائیں۔آمین یا رب العالمین'' (روزنامہ اسلام لاہور،۱۲/اکتوبر ۲۰۲۱ء)

(۲۴۵۳) گلزار احمد قاسمی (گوجرانوالہ)، جناب قاری

(پیدائش:۱۹۴۹ء وفات:۱۲/اکتوبر ۲۰۲۱ء)

قاری گلزار احمد قاسمی کے والدین ہماچل پردیش سے ہجرت کر کے گوجرانوالہ منتقل ہوئے۔قاری گلزار احمد قیام پاکستان کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مرکزی جامع مسجد سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں مولانا عبدالحق قدوسی سے حاصل کی۔جامع مسجد مرکزی شیرانوالہ میں مولانا عبدالواحد کا طوطی بولتا تھا، جو بیک وقت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام اور تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔گوجرانوالہ کے بڑے عالم اور مفتی تھے۔ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔دورۂ حدیث شریف جامعہ نصرۃ العلوم سے حاصل کیا۔جہاں امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، مفسر القرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، مولانا عبدالقیوم ہزاروی اور دیگر مشاہیر جو احادیث نبویہ کے فیوض و برکات عام کررہے تھے، ان سے احادیث نبویہ کی فیوض و برکات حاصل کیں۔فراغت کے بعد گیارہ سال تک جامعہ نصرۃ العلوم میں اپنے اساتذہ کرام کی سرپرستی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔آپ ایک مجود قاری بھی تھے۔تجوید وقرأت دارالعلوم الاسلامیہ کامران بلاک اقبال ٹاؤن لاہور سے قاری افتخار احمد عثمانی، قاری نثار احمد عثمانی سے پڑھیں۔

۱۹۷۹ء میں سیٹلائٹ ٹاؤن کے مقام پر چھ کنال زمین خرید کر جامعہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی۔جہاں آج کوہ قامت عمارت موجود ہے، جہاں بنات میں دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق اور بنین میں درجہ رابعہ تک تعلیم ہوتی ہے۔نیز آپ نے مختلف مقامات پر جامعہ قاسمیہ کے نام سے بارہ مدارس قائم کئے۔جن میں ۱۴۸۵ طلباء وطالبات زیر تعلیم ہیں۔رفاہی کاموں میں خاصی دلچسپی لیتے تھے۔۶ سال تک سول ہسپتال میں مریضوں اور ان کے لواحقین کے لئے خوردونوش کا انتظام کرتے رہے۔اصلاحی تعلق امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور سے تھا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت رکھتے۔۱۹۷۴ء،۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ایسے ہی ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں جامعہ نصرۃ العلوم کی عظیم الشان وسیع وعریض جامع مسجد نور پر حکومت نے قبضہ کرلیا تو اہلیان گوجرانوالہ نے اپنے دو مشائخ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی، حضرت امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر کی قیادت میں حصہ لیا۔غرضیکہ کسی بھی دینی تحریک میں پیچھے

نہیں رہے۔شوگر کے مریض چلے آرہے تھے اور ایسے ہی دل کے امراض نے بھی مستقل گھر کرلیا تھا۔بائی پاس آپریشن ہوا اور کامیاب ہوا،لیکن دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔نماز جنازہ آپ کے فرزند اکبر و جانشین مولانا حامد گلزار کی اقتدا میں ادا کی گئی،جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور انہیں ان کے قائم کردہ جامعہ قاسمیہ کھوکھر کی (شاخ نمبر۱۰) میں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۴۵۴) محمد احمد (چناب نگر)،مولانا

(وفات: یکم ستمبر ۲۰۲۱ء)

۷؍ستمبر ۲۰۲۱ء مینار پاکستان ختم نبوت کانفرنس کی تیاری کے لئے لاہور کی جماعت نے فقیر کے لاہور، قصور، سرگودھا، کاہنہ نو میں پروگرام رکھے تھے۔اس ضمن میں یکم ستمبر بعد از ظہر انارکلی جامع مسجد تلوار والی میں پروگرام سے فراغت کے بعد لاہور دفتر آرام کیا۔عصر کے بعد اور مغرب سے قبل اگلے پروگرام کے لئے نہر کے کنارے روڈ پر مغل پورہ کے قریب عزیزی حافظ محمد حذیفہ کا فون موصول ہوا کہ بھائی محمد احمد وفات پاگئے۔فقیر نے دو تین بار الفاظ بدل بدل کر پوچھا مگر اس کا ایک ہی جواب تھا کہ بھائی محمد احمد فوت ہو گئے ہیں۔چنیوٹ ہسپتال میں ابھی انتقال ہوا۔قاری محمد اصغر ساتھ ہیں۔فقیر نے قاری صاحب کو فون کیا تو انہوں نے بتایا کہ ٹانگ پر زخم تھا وہ ہرا ہوا۔اس سے بخار بھی ہوگیا۔کل ایکسرا کرایا تھا آج نسخہ لکھوانے کے لئے ڈاکٹر کے پاس دکھانے کو آئے وہ چیک کر رہے تھے۔اس دوران جسم زرد ہوا، پسینہ سے نہا گئے۔آناً فاناً اس جہان کو چھوڑ کر اگلے جہان چل دیئے۔فقیر راقم کو پہلے سے ان کے بخار، زخم، ایکسرے کرانے، ڈاکٹر کے پاس جانے کی کوئی اطلاع نہ تھی۔مختصر وقت میں یہ سب کچھ ہوا۔انہوں نے اطلاع دینے کی ضرورت نہ سمجھی۔آخری روز سبق بھی پڑھائے۔خود چار پائی سے اٹھ کر باہر سڑک پر جا کر سواری میں بیٹھے۔وہاں گئے تو ایک جہان سے دوسرے جہان جا پہنچے۔اتنی لمبی جست (ہارٹ اٹیک) لگائی کہ جس نے سنا ششدر رہ گیا۔اپنی گاڑی واپس کی، دفتر لاہور آئے۔اتنے میں چنیوٹ سے عزیزی محمد احمد کو چناب نگر مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی لائے۔غسل اور کفن کا انتظام کیا۔ساتھ ہی عشاء سے قبل جنازہ کا اعلان کردیا۔بڑی تیزی سے یہ خبر ایسے پھیلی کہ ایک ڈیڑھ گھنٹہ میں نئے مدرسہ کا گراؤنڈ بھر گیا۔ہزاروں دوست آگئے۔جنازہ ہوا اور عشاء کے بعد بہاول پور آبائی گاؤں جنازہ لے جانے کی تیاری ہونے لگی۔

فقیر نے لاہور دفتر میں مغرب کی نماز پڑھی۔ہدایات یہ ملیں کہ فیصل آباد انٹرچینج پر جن بچوں نے میرے ساتھ جانا ہے ان کو وصول کر کے گھر کے لئے سفر ہو۔رفقاء جنازہ لے کے آجائیں گے۔چنانچہ ایسے ہوا۔مولانا سید خبیب احمد شاہ، مولانا طلحہ ہمدانی، صاحبزادہ حافظ مبشر محمود، مولانا عبدالرشید فیصل آباد ملے۔فقیر نے اتر کر عشاء کی نماز پڑھی اور پھر بچوں کے ساتھ گھر کا سفر شروع ہوا۔لاہور سے روانگی کے وقت حضرت مولانا عبدالغفور حیدری، حضرت مولانا عطاء الرحمٰن اور قائد محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے تعزیتی فون موصول ہوئے۔اندازہ ہوا کہ سوشل میڈیا پر خبر چلنے کے بعد پورے ملک میں خبر پھیل چکی ہے اور پھر یاد نہیں کہ بہت سارے فون موصول ہوئے۔فیصل آباد سے روانگی کے بعد حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہ کا فون آیا۔ان کے برادر نسبتی مولانا جلیل الرحمٰن انوری کا بھی فیصل آباد میں اسی وقت جنازہ تھا۔وہ خود تعزیتیں وصول کر رہے تھے۔پورے سفر میں فون آتے رہے۔وفات کی اطلاع کے بعد کا سفر کتنا کٹھن ہوتا ہے۔

رات ایک بجے کے لگ بھگ گھر پہنچے۔ پورے گھرانہ والے جاگ رہے تھے۔ غم کی چادر تنی تھی۔ پورا ماحول سوگوار ایک دوسرے کی کیفیت دیکھی جاسکتی ہے، لیکن بتائی نہ جاسکتی تھی۔ رات ۲ بجے کے لگ بھگ ایمبولینس آئی جس میں حضرت مولانا سیف اللہ خالد جامعہ اسلامیہ امدادیہ، قاری عبیدالرحمٰن ضیاء، حافظ مجاہد اور محمد احمد مرحوم کے بیٹے، عزیز، اسید بھی تھے۔ خبیب میرے ساتھ آ گیا تھا۔ اس جنازہ کے ساتھ ایک کار بھی تھی جس میں حضرت مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا الیاس الرحمٰن، مولانا قاری محمد اصغر، محمد احمد مرحوم کا بڑا بیٹا خزیمہ تھے۔ رات گزری اور گزر گئی۔ صبح نماز کے بعد ملک بھر سے دوستوں کی جنازہ میں شرکت کے لئے آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ نوشہرہ، چارسدہ، صوابی، راولپنڈی، فیصل آباد، خانیوال، ملتان، بستی سراجیہ، لاہور، وہاڑی، دنیاپور، ترنڈہ، کہروڑپکا، رحیم یارخان، خان پور، سکھر، بہاول پور، راجن پور، مبارک پور، نور پور، احمد پور شرقیہ، جام پور، ڈیرہ غازی خان، کس کس شہر سے کون کون حضرات آئے یاد نہیں۔ علاقہ کے مقامی دوستوں نے بھی جس نے سنا چل دیا۔ دس بجے جنازہ کا اعلان تھا۔ پونے دس بجے جنازہ اٹھایا گیا۔ وقت پر جنازہ ہوا۔ اللہ رب العزت بہت ہی جزائے خیر دیں تمام رفقاء کو محبتوں کی بارش کردی۔ امیر مرکزیہ قبلہ حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا کریم بخش، استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد یٰسین، حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن، حضرت مولانا محمد عابد مدنی، حضرت مولانا منیر احمد منور، مولانا پروفیسر محمد مکی، مولانا محمد عبداللہ ابوبکر، بیسیوں شیوخ حدیث، اساتذہ، علماء کرام، مشائخ عظام کی ایک دورافتادہ بستی میں اتنی کثرت سے تشریف آوری مرحوم محمد احمد کے سفر آخرت کے لئے نیک فال ہے۔

حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم نے احسان فرمایا جنازہ پڑھایا۔ تدفین ہوئی۔ منوں مٹی کے نیچے مرحوم کو رحمت حق کے سپرد کر کے ہاتھ جھاڑ کر واپس آ گئے۔ تدفین کے وقت حضرت مولانا محمد عابد مدنی، حضرت مولانا صاحبزادہ پیر عبدالماجد صدیقی، مولانا محمد حسین ناصر، رانا محمد طفیل، مولانا الیاس الرحمٰن، قاری عبیدالرحمٰن اور دوسرے حضرات شریک عمل رہے۔ حضرت مولانا محمد عابد کا یہ مرحوم مرید اور خلیفہ مجاز بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے دعاء کرائی۔ مولانا محمد امین، مولانا ابوبکر، مولانا عتیق الرحمٰن، جناب مولانا مہتاب اور مرحوم کے رفقاء، شاگرد و متعلقین تدفین کے بعد کی دعاء کے بعد کافی دیر تک قبر پر تلاوت کرتے رہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء!

گھر آئے جنازہ کے بعد مسلسل تین دن صبح وشام رات گئے تک ملک بھر سے دوست آئے۔ کراچی سے پشاور، کوئٹہ تک کے دوست آئے۔ فون پر تعزیتوں کا سلسلہ آج تک برابر جاری ہے۔ چوتھے روز شام کو فقیر ملتان دفتر آ گیا۔ اگلے روز ۶؍ستمبر کو راولپنڈی کے لئے سفر کیا۔ ملتان دفتر میں بھی قافلہ در قافلہ ملک بھر سے دوست تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ میرے بیٹے کے انتقال پر دوستوں نے جس طرح اظہار ہمدردی، تعزیت، ایصال ثواب، دعائے مغفرت کا سلسلہ جاری رکھا یہ مرحوم کے سعادت مند ہونے کی دلیل ہے۔ مرحوم کی انتقال کے وقت انتالیس سال عمر تھی۔ چار بیٹے، ایک بیٹی، اہلیہ پسماندگان میں چھوڑے۔

مرحوم نے قرآن مجید ملتان دفتر میں حفظ کیا۔ حضرت مولانا قاری محمد ادریس ہوشیارپوری کی بھی شاگردی اختیار کی۔ اولیٰ سے دورۂ حدیث شریف تک جامعہ باب العلوم کہروڑپکا میں تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد چند سال بہاول پور اسلامی مشن میں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کا تقرر چناب نگر مدرسہ عربیہ ختم نبوت میں کردیا۔ مرحوم نے اولیٰ سے درجہ مشکوٰۃ تک تقریباً تمام اہم کتابوں کو پڑھایا۔ ہر کتاب کو تین تین سال پڑھایا۔ مشکوٰۃ شریف کو دس بارہ سال سے پڑھا رہے تھے۔ ابوداؤد شریف بھی تین سال پڑھائی۔ امسال مسلم شریف کا سال اوّل تھا کہ حق تعالیٰ نے اپنے ہاں بلالیا۔

طلباء سے رابطہ رکھنا، ان کے مسائل پر توجہ دینا، فقیر کے جتنے رفقاء اور احباء میں سب سے نیازمندی اور محبت سے پیش آنا اس کی وہ خوبی تھی جس پر مجھے بھی خوشی ہے۔ مجھے بہت ہی افسوس ہے کہ اس کا میرا ہمیشہ تعلق باپ بیٹے کا رہا۔ اس کی نیازمندی اور میری اس کے لئے اصول وضوابط اور تربیت وترقی کی کوشش کا ہی تعلق رہا۔ اس حجاب میں اس کی میری دوستی نہ ہوسکی۔ اس پر اب دل پسیج جاتا ہے۔

مدرسہ میں ناظم تعلیمات بنے تو فقیر نے چھڑوا دیا کہ تمہاری تدریس میں ترقی نہ ہوسکے گی۔ بخاری شریف جلد ثانی ایک سال پڑھائی تو فقیر نے اگلے سال چھڑوادی کہ پہلے صحاح ستہ کی تمام کتابیں تین تین سال پڑھالو پھر بخاری شریف کی جلد ثانی کی بات کرنا۔ توضیح پڑھاؤ، جامی پڑھاؤ، ہدایہ پڑھاؤ۔ غرض یوں کر کے فقیر آگے لے جانا چاہتا تھا اور وہ جلدی سے بخاری شریف جلد ثانی پڑھانے کی سعادت سے بہرہ ور ہونا چاہتا تھا۔ میرے پیش نظر اس کی علمی بنیاد کی مضبوطی اور پھر ترقی تھی۔ اس نے بھی اٹھارہ بیس سالہ تدریس میں خوب دوڑ لگائی۔ اتنی لگائی کہ بہت آگے نکل گیا۔ حتیٰ کہ میری دسترس سے بھی آگے نکل گیا۔ اس کے نفع کے لئے تو فقیر نے کسر نہیں چھوڑی۔ اس کی خوش نصیبی کہ والدہ کے ساتھ عمرہ کی بھی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ جمعہ بھی پڑھاتا تھا، تبلیغ سے ربط تھا۔ چند کتابچے بھی مرتب کئے۔ کبھی کبھار مضمون بھی لکھتا۔ مدرسہ کی خدمت میں بھی ہمت بھر کوشاں رہا۔ کورس کے دوران ''الخلیفۃ المھدی'' بھی پڑھاتا رہا۔ لیکن وہ بیٹا بنا رہا۔ میرا دوست نہ بن سکا۔ اس کی جھجک اور میری اٹک پٹک مانع رہی کہ یہ ماحول نہ بن سکا جس کے لئے اب دل میں کسک بلکہ بے پناہ احساس پاتا ہوں۔ اس کی وفات سے چند دن قبل فقیر راقم حضرت مولانا یٰسین صابر کی تعزیت کے لئے متکلم اسلام حضرت مولانا کریم بخش داعی الی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سوال کرنے پر فقیر نے عرض کیا کہ میرے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ سب کی شادیاں کردی ہیں۔ سب صاحب اولاد ہیں۔ گھروں میں خوش ہیں۔ میں فارغ ہوں۔ چند دنوں کے بعد محمد احمد کے حادثہ وفات سے اس کی پانچ اولادوں کا ذمہ حق تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائیں کہ اس کی اولاد کی خدمت کے ذریعہ مرحوم کا حق دوستی ادا ہوجائے۔ ان شاء اللہ! قدرت حق کی توفیق سے ایسے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا مشکل ہے۔ یاران طریقت، وہ میرا بڑا بیٹا تھا۔ اس کی جدائی پر بڑا ہی دکھ ہوا۔

رحمت عالم ﷺ کی چھ اولادیں تھیں۔ دو بیٹے چار بیٹیاں۔ ان سے پانچ اولادوں کے آپ ﷺ نے کندھوں پر جنازے اٹھائے ہیں۔ ان میں تین صاحبزادیاں تو جوان تھیں۔ نوجوان اولاد کا جنازہ کندھوں پر اٹھانا اسوۂ نبوی ہے۔ حق تعالیٰ نے اس سنت پر عمل کرادیا ہے تو اس کی رضاء وقضاء پر راضی رہنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر عرض کرتا ہوں جو علیم بذات الصدور ہیں کہ اس کی رضاء وقضاء پر راضی ہوں اور اس کی توفیق بھی اسی ذات باری تعالیٰ نے بخشی ہے۔ الحمد للہ اولاً و آخراً!

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ کربلاء میں عزیزان وتعلق داران کے ۷۲ لاشے بکھرے۔ اعضاء کٹے پھٹے، گرد آلود خود زخمی سب خون کے سمندر میں نہائے ہوئے تو اپنی شہادت سے چند سانس قبل آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھائی۔ روئے اقدس اور نظر مبارک بھی آسمان کی طرف کی اور فرمایا: ''اللھم اشھد رضیت برضائک ورضیت بقضائک'' اس ماحول میں اپنے رب کی رضاء وقضاء پر راضی ہونے کی صدا لگانا۔ یہ صرف نبوت کا خون ہی ایسے کرسکتا ہے۔ پھر ''اللھم اشھد'' کا قول دلیل ہے کہ آپ کی زبان اور دل دونوں میں صرف اور صرف یہی تھا۔ تو ''اللھم اشھد رضیت برضائک ورضیت بقضائک'' کا مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے نام لیواؤں کو بھی نصیب ہوجائے تو اس سخی داتا اور کریم آقا کی رحمت سے

کیا بعید ہے اور ہم اس کی رحمت سے مایوس نہیں اور بالکل نہیں۔ اس پر بھی اسی ذات کو گواہ بناتے ہیں۔ عزیزی حافظ انس، حذیفہ اپنے مرحوم بھائی کی اولاد کے لئے باپ والی محبتوں کا باعث ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دیں۔ آمین۔ ثم آمین!

(۲۴۵۵) محمد حسین (چیچہ وطنی)، جناب ڈاکٹر مرزا

(وفات: ۱۸؍اکتوبر ۲۰۲۱ء)

ڈاکٹر مرزا محمد حسین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے قدیمی معاون اور ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ اکابرین ختم نبوت اور مجاہدین ختم نبوت سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ مجلس کے تحریکی و دینی پروگراموں میں شرکت وتعاون کو سعادت دارین یقین کرتے۔ خوب مرنجان مرنج انسان تھے۔ (مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۲۴۵۶) محمد سرور جامعی، جناب پروفیسر

ہمارے اس خطہ کے نامور دانشور مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم کی کتاب ''محفل دانش منداں'' میں پروفیسر محمد سرور جامعی کے حوالہ سے ایک روایت نظر سے گزری جو قارئین کی نذر کی جاتی ہے: ''بعض دفعہ وہ (پروفیسر محمد سرور جامعی) عجیب باتیں سنایا کرتے تھے جو انہوں نے کسی نا کسی بزرگ سے سنی ہوتی تھیں۔ ایک دن ایک بزرگ کے حوالے سے بتایا کہ ایک شخص نے حکیم نورالدین سے (جو مرزا قادیانی کی موت کے بعد ان کے خلیفہ مقرر کئے گئے) پوچھا کہ آپ نے مرزا قادیانی کی کتابیں پڑھی ہیں؟ انہوں نے مرزا قادیانی کی کتابیں نہیں پڑھی تھیں، بولے: ''میں تصنیف پڑھنے کے بجائے مصنف کو پڑھتا ہوں۔'' یہ بات مرزا قادیانی کے علم میں آئی تو وہ صاف لفظوں میں تو حکیم صاحب سے اپنی کتابوں کے مطالعے کے لئے نہیں کہہ سکتے تھے، البتہ ایک دن حکیم صاحب سے کہا کہ میری کتابوں میں کتابت وغیرہ کی بعض غلطیاں رہ جاتی ہیں، آپ انہیں پڑھ کر درست کر دیا کریں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں غلطی باقی نہ رہے۔'' (محفل دانش منداں ص۱۶۲)

(۲۴۵۷) محمد عثمان منصوری (گوجرانوالہ)، جناب

(وفات: ۶؍اکتوبر ۲۰۲۱ء)

محمد عثمان منصوری جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جانباز مجاہدین میں سے تھے۔ جب بھی کوئی دینی تحریک اٹھتی، موصوف اس میں پیش پیش ہوتے۔ کھیالی شاہ چوک بازار میں دکان کرتے تھے۔ اپنے بازار کی انجمن تاجران کے صدر اور دیگر عہدہ دار بھی کئی مرتبہ منتخب ہوئے۔ طالب علمی کے زمانہ سے جمعیت طلباء اسلام سے منسلک ہو گئے۔ عمر پچاس سال کے لگ بھگ تھی۔ جامعہ عثمانیہ پونڈانوالہ کے قاری عبدالقدوس سے دوستانہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزندان گرامی اور ادارہ سے تعلق برقرار رکھا۔ ان کے سسر محمد صدیق جمعیت علماء اسلام کے سالار تھے۔ جب تک زندہ رہے بھرپور جماعتی کردار کے ساتھ زندہ رہے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت جس کا مرکز گوجرانولہ تھا اپنے آپ کو تحریک کے خدام میں رکھا۔ ۱۹۸۷ء میں جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو گئے اور یہ تعلق تاحیات برقرار رکھا۔ اللہ پاک نے انہیں تین بیٹے عطاء فرمائے۔ بڑے کا نام قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت

برکاتہم کے نام پر فضل الرحمٰن رکھا، دوسرے کا نام عبدالوہاب، تیسرے کا نام اسامہ رکھا۔ بعد نماز عصر مولانا داؤد احمد نے جنازہ پڑھایا، جس میں شہر کے علماء کرام کے علاوہ سینکڑوں مسلمانوں نے شرکت کی اور ان کی تدفین علی جی ٹاؤن گرجا گھر کے قبرستان میں ہوئی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۴۵۸) نصیر احمد (چیچہ وطنی)، جناب حافظ صوفی

(وفات: ۳۱/ اکتوبر ۲۰۲۱ء)

حافظ صوفی نصیر احمد مدرسہ جامعہ انوریہ مسجد نور ساہیوال کے دفتری امور کے ناظم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے معاون تھے۔ مرحوم انتہائی سادہ طبیعت، ہنس مکھ، ملنسار اور انتظامی امور کے ماہر تھے۔ تحفظ ختم نبوت کے کام کو عبادت سمجھ کر کرتے تھے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دل و جان سے فدا تھے۔ مرحوم کی نماز جنازہ ان کے آبائی چک ۱۷/ نائن ایل غازی آباد چیچہ وطنی میں ادا کی گئی۔

(مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۲۴۵۹) نور الاسلام (ڈھاکہ)، حضرت مولانا

(وفات: ۲۹/ نومبر ۲۰۲۱ء)

حضرت مولانا نور الاسلام ڈھاکہ بنگلہ دیش میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے۔ بڑے مجاہد اور بھرپور عالم دین، نامور خطیب اور شعلہ نوا مقرر تھے۔ ان کے دم قدم سے پورا بنگلہ دیش ختم نبوت زندہ باد کے ترانوں سے گونجتا رہا۔ وہ قادیانیت کے لئے سوہان روح تھے اور فدایان ختم نبوت کے سراپا شیر و شکر۔ ان سے بنگلہ دیش، برطانیہ میں ختم نبوت کانفرنسوں کے موقعہ پر خوب یاد اللہ رہی۔ بریڈفورڈ برطانیہ میں خالصتاً بنگلہ زبان میں ختم نبوت کانفرنس کی انہوں نے داغ بیل ڈالی۔ ڈھاکہ میں ان کا خاصہ معروف دینی ادارہ تھا جس کے بانی و مہتمم تھے۔

(۲۴۶۰) یاسین فاروقی (لاہور)، جناب

(وفات: ۷/ ستمبر ۲۰۲۱ء)

جناب یاسین فاروقی لاہور کے معروف مجاہد ختم نبوت، سیاسی، مذہبی اور سماجی شخصیت تھے۔ فاروقی سٹیٹ کے نام سے پراپرٹی ایجنسی قائم کر رکھی تھی۔ عقیدہ ختم نبوت کے حوالہ سے اپنی ذات میں خود انجمن تھے۔ فاروقی صاحب نے سبزہ زار لاہور میں اورنج ٹرین اسٹیشن کا نام ''شاہ نور'' سے ''ختم نبوت'' تبدیل کرانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام پروگراموں میں نا صرف تشریف لاتے بلکہ سرپرستی بھی فرماتے تھے۔ مذہبی سیاسی حلقوں میں آپ کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ بہت ہی مرنجاں مرنج انسان اور کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں بے لوث خدمات کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کا دن بھی یوم ختم نبوت ۷/ ستمبر منتخب فرمایا۔ فلحمد للہ اوّلاً و اٰخراً!

(مولانا عبدالنعیم)